راپنزل

تنزیلہ ریاض

راپنزل

تنزیلہ ریاض

راپنزل

"راپنزل راپنزل اپنے بال بکھراؤ۔۔تا کہ میں ان کے ذریعے تم تک آؤں" شہزادے نے با آوازِ بلند صدا لگائی تا کہ راپنزل اس کو سن کر اپنے بال قلعے کی کھڑکی سے نیچے پھینک دے۔" اس نے اپنی سات سالہ بیٹی کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اسے کہا تھا۔وہ اسے راپنزل کی کہانی سنا رہا تھا۔مہر کا انہماک دیدنی تھا۔اسے کہانیاں سننے کا بے حد شوق تھا اسی لئے وہ اپنے پاپا سے روزانہ ایک کہانی ضرور سنتی تھی۔یہ کہانیاں عام طور پر بہادر اور نڈر انسانوں کی زندگی پر مشتمل ہوتی تھی۔یہ پہلی بار تھا کہ پاپا اسے کسی ایسی لڑکی کی کہانی سنا رہے تھے جو وقت گزرنے پر" شہزادی" بن جاتی۔مہر کو اس کہانی میں بے پناہ دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔اسکول کے فینسی ڈریس شو میں وہ اس بار شہزادی راپنزل بننے والی تھی اور اس لئے اس نے پاپا سے خاص طور پر فرمائش کی تھی کہ وہ اسے یہ کہانی سنائیں

"کیا راپنزل کے بال اتنے لمبے اور مضبوط تھے؟" مہر نے انہیں ٹوک کر پوچھا تھا۔اسے اپنی عمر کے مطابق اسی طرح سوال پوچھنے کی عادت تھی۔

"ہاں۔۔بہت مضبوط۔۔تب ہی تو ان کی مدد سے شہزادہ اس تک پہنچا تھا۔۔اس قلعے میں نا کوئی سیڑھیاں تھی نا دروازہ۔۔راپنزل کے بال وہ واحد ذریعہ تھا جو راپنزل کا رابطہ بیرونی دنیا سے قائم کرنے میں اس کی مدد کرتے تھے۔۔وہ یقیناً بہت مضبوط تھے"

"اچھا۔پھر کیا ہوا۔۔؟" مہر کو مزید سننے کی بھی جلدی تھی

"شہزادہ ہر روز اسی طرح قلعے کے نیچے آکر کھڑا ہو جاتا۔راپنزل اپنے بال نیچے کی جانب پھینکتی اور شہزادہ اوپر آجاتا۔وہ اسے باہر کی دنیا کی دلچسپ باتیں بتاتا کہ باہر کی دنیا کتنی خوبصورت ہے۔۔وہاں رنگ ہی رنگ ہیں۔۔بھانت بھانت کے لوگ ہیں۔۔مزے مزے کے کھانے ہیں۔۔راپنزل سب باتیں سنتی اور اس کا اشتیاق بڑھتا جاتا۔دھیرے دھیرے وہ اپنی محدود زندگی سے اکتانے لگی اور پھر ایک دن بوڑھی کبڑی جادوگرنی کو شہزادے کے متعلق پتا چل گیا۔" اس نے آواز کو پر اسرار بناتے ہوئے کہا۔مہر کی آنکھیں پھیل سی گئیں

"پھر کیا ہوا پاپا۔کیا جادوگرنی نے راپنزل کو مارا۔۔کیا وہ راپنزل سے بہت ناراض ہوئی۔۔کیا اسے بہت برا لگا" مہر نے پوچھا تھا۔وہ کہانی سناتا سناتا یکدم چپ سا ہو گیا۔اسے کچھ یاد آیا تھا۔اس نے یہ کہانی ایک بار پہلے بھی کسی کو سنائی تھی۔اسی رات کے پچھلے پہر کسی بھولی بھٹکی یاد نے آستایا تھا۔۔ایک پرانی سنی ہوئی غزل کی طرح جس کا کوئی مصرع ذہن میں اچانک ہی گونجنے لگے مگر یہ یاد نا آئے کہ یہ غزل سنی کہاں تھی،،کب تھی اور اگلا مصرع کیا تھا

”اسے برا یہ نہیں لگا کہ شہزادہ اسی طریقے سے راپنزل تک کیوں پہنچا جس طریقے سے وہ پہنچا کرتا تھا بلکہ اسے یہ برا لگا کہ راپنزل نے اس کی مرضی کے بغیر شہزادے کو قلعے میں آنے کیوں دیا۔ وہ شہزادی سے ناراض بھی ہوئی اور سزا کے طور پر اس کے بال کاٹ دئے“

”پھر پاپا۔۔؟“ مہر ٹوکتی ضرور تھی۔

”جب شہزادہ دوبارہ راپنزل سے ملنے قلعے تک آیا اور اسے اپنے بال نیچے لہرانے کے لئے کہا تو جادوگرنی نے وہی کٹے ہوئے بال نیچے پھینک کر شہزادے کو اوپر بلوالیا“ وہ رک رک کر کہانی سناتا تھا اور ساتھ ہی مہر کے چہرے کے تاثرات بھی دیکھتا رہتا تھا کہ آیا اسے سمجھ میں بھی آرہی ہے کہانی یا نہیں۔ وہ اس مقام تک پہنچا تھا کہ سائیڈ ٹیبل پر پڑے سیل کی بیپ بجی۔ اس نے مہر کو لیٹے رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔

”تمہارا ہی ذکر چل رہا تھا“ اس نے کہا تھا۔ دوسری جانب سے حیران کن آواز سنائی دی

”میرا ذکر۔۔اس وقت۔۔۔تم دونوں مجھے مل کر بددعائیں دے رہے تھے کیا۔۔؟“

”نہیں۔۔میں مہر کو راپنزل کی کہانی سنا رہا تھا۔۔۔تو مجھے تم یاد آ گئیں“ وہ بشاشت سے بولا

”میں۔۔۔؟ راپنزل کی کہانی میں۔۔؟ وہ حیران نہیں تھی اور وہ جانتا تھا کہ وہ حیران نہیں ہوگی کیونکہ وہ اس کے سامنے بھی اسے راپنزل کہہ چکا تھا۔



”اسلام علیکم امی“ اس نے گھر کے اندر داخل ہو کر جو فریضہ سرانجام نہیں دیا تھا، وہی فریضہ لاؤنج میں داخل ہو کر با آوازِ بلند پورا کیا تھا۔ سارا زور لفظ ”امی“ تھا۔ امی وہیں دیوان پر بیٹھی کچھ ادھیڑنے سینے میں مصروف تھیں۔ انہوں نے وعلیکم سلام تو کہا لیکن ساتھ ہی گھر ک کر اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا تھا۔ اس نے اگر ان کی آنکھوں کا حکم ماننا سیکھا ہوتا تو یہ نوبت ہی کیوں آتی۔ وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گئی پھر اپنے پاؤں سے موزے اتارتے ہوئے پاؤں بھی اوپر کر کے گردن پیچھے کی جانب لٹکالی۔

”آج تو بہت گرمی ہے قسم سے۔۔ایسا لگتا ہے ہم انسان نہیں بھنے ہوئے مرغ ہیں۔۔“ اس کا مخاطب ابھی بھی امی ہی تھیں جبکہ وہ مسلسل اسے اشارے کرنے میں مصروف تھیں۔

”اسے پانی وانی پلاؤ حلیمہ۔۔۔کتنا تھک کر آئی ہے۔۔واقعی بہت گرمی ہے باہر۔ لیمونیڈ بنادو۔۔گرمی میں اچھی ہوتی ہے“ ابا نے اس کی بدتمیزی کو بالکل نظرانداز کرتے ہوئے اخبار سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اس نے کوئی جواب دیا نا ان کی جانب دیکھا

”لیموں ختم ہوگئے ہیں“ امی تنک کر بولی تھیں گویا اس کی خدمت کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

”اچھا۔۔۔چلو میں سلیم سے پکڑلاتا ہوں“ ابا فوراً اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ امی نے سخت تاسف بھرے انداز میں اسے دیکھا۔ وہ ایسے بیٹھی تھی جیسے کسی ملک کی شہزادی ہو۔ ابا کو کسی غریب رشتہ دار کی طرح نظرانداز کئے رکھنا اس کا مشغلہ تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں اتنی سیڑھیاں اترنے کی۔۔۔ پانی بھی اچھا ہوتا ہے گرمی میں۔۔۔ جاؤ نینا پانی پیو اٹھ کر۔۔۔ پانی نہیں پینا تو روح افزاء بنا لو۔۔۔ موجود ہے گھر میں۔۔۔ آپ بیٹھ جائیے" امی نے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔ لہجے میں کوئی رعایت نہیں تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات امی کے انداز پر مزید برہم ہوئے تھے۔

"میرا بھی دل چاہ رہا تھا۔ کوئی ٹھنڈی چیز پینے کو۔۔۔ ایسا کرو ہم دونوں باپ بیٹی کے لئے روح افزاء بنا دو" ابا کے لہجے میں محبت ٹپک رہی تھی۔

"اٹھو نینا۔ اپنے اور ابا کے لئے شربت بنا لاؤ" امی اسی انداز میں بولی تھیں

"معاف کیجئے گا۔۔ مجھے نہیں پینا کوئی لال پیلا شربت۔۔۔" وہ چڑ کر بولی تھی

"نہیں پینا تو نا سہی۔۔۔ بھاڑ میں جاؤ۔۔۔ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے" امی اس کے انداز سے سخت جز بز ہو رہی تھیں جبکہ اسے کوئی پرواہ نہیں تھی، انہوں نے تر پائی مکمل کر کے دھاگہ منہ سے توڑتے ہوئے سارا غصہ دھاگے پر نکالا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا اس کو تھپڑ جڑ ہی دیں

"میں نے کب کہا ہے آپ سے کہ مجھ سے بھلائی کریں۔۔۔ میں نے کچھ مانگا تو نہیں ہے آپ سے جو آپ بولنا شروع ہو گئی ہیں۔۔۔ نہیں پینا مجھے پانی۔ کوئی زبردستی ہے کیا۔۔۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی

"معاف کر دو بی بی غلطی ہو گئی ہم سے۔۔۔ مت پیو پانی۔۔۔ جاؤ یہاں سے اور تمہارے لئے یہی اچھا ہے کہ تم اپنا غصہ پیتی رہو۔۔۔" امی نے غصے سے کھولتے ہوئے کہا تھا۔ ابا کے سامنے اس کے یہ انداز انہیں پریشان تو کرتے ہی تھے، غصہ بھی دلا دیتے تھے۔

مجھے تو بس دیکھتے ہی آپ غصہ کرنے لگا کریں آپ جیسے میں قرض مانگنے آ گئی ہوں۔۔۔ ایک منٹ سکون سے نہیں بیٹھ سکتا کوئی یہاں

" وہ تنک کر اٹھی تھی اور اپنا بیگ اٹھا کر دھپ دھپ کرتی اپنے کمرے کی جانب چل دی تھی۔ موزے اور جوتے وہیں پڑے رہ گئے تھے

"مت ڈانٹا کرو۔۔۔" ابا نے دھیمی سی آواز میں انہیں سمجھانا چاہا تھا۔ امی نے اپنے دل کا بوجھل پن چھپا کر انہیں دیکھا پھر سابقہ انداز میں بولیں۔

"۔۔۔ ایسا کیا کہہ دیا میں نے۔۔۔ آپ کے سامنے ہی ہے۔۔۔ پانی پینے کو ہی تو بولا تھا۔ بس شروع ہو گئی محترمہ۔۔۔ اتنا بھی کیا نخرہ ہوا کہ خود اٹھ کر پانی بھی نہیں پی سکتیں۔ اس نے عادت ہی بنا لی ہے۔۔۔ ہر وقت مزاج سوا نیزے پر۔۔۔"

"سمجھ جائے گی۔۔۔ بچی ہے" ابا ابھی بھی اس کی حمایت کر رہے تھے۔ اب کی بار تو امی کو بہت ہی افسوس ہوا

"بچی ہی تو نہیں ہے۔۔۔ بڑی ہو گئی ہے۔۔۔" وہ یہی کہہ سکی تھیں۔ ابا کچھ نہیں بولے



"سلیم بھائی سو جی ہے؟" خاکی یونیفارم میں ملبوس دس بارہ سال کے بچے نے کاؤنٹر کے پیچھے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔ ایک ڈیڑھ کا وقت تھا۔ اس ٹائم دوکان پر رش کم ہوتا تھا۔ سارے محلے کی خالائیں، باجیاں سلیم کی دوکان سے روز مرہ کے مرچ

مصالحے۔۔چاول سبزی جیسی چیزیں لے کر اور اس کے سامنے اپنے دکھڑے رو کر اب اپنے اپنے باورچی خانوں میں دالیں بھگار نے میں مصروف تھیں۔گرمیوں کی دوپہروں کا یہ عالم اسے بڑا پسند تھا۔اس وقت ایک آدھا گاہک ہی آتا تھا اور وہ بھی چھوٹی موٹی چیز کا خواہشمند ہوتا تھا۔انہیں تو وہ چٹکی بجاتے مطلوبہ سامان فراہم کر دیتا تھا۔اس لئے ابھی بھی وہ آرام سے ہاتھ میں قلم تھامے اور کلپ بورڈ پر کاغذ سجائے کچھ لکھنے میں مصروف تھا جب اسے پکارا گیا۔اس نے کلپ بورڈ سائیڈ پر رکھ کر وہیل چیئر کے پہیوں کو گھما کر خود کو کاؤنٹر کے قریب کیا تھا۔

"سلیم بھائی سوجی ہے؟" بچے نے پھر پوچھا۔وہ کافی عجلت میں تھا۔ایسا لگتا تھا اماں نے اسکول سے آتے ہی دوکان دوڑا دیا تھا۔ایسے گاہک دیکھ کر سلیم صاحب کی رگِ ظرافت پھڑک اٹھا کرتی تھی۔

"اب تو نہیں۔۔۔ہاں بچپن میں بہت سوجی ہے" وہ قلم کنپٹی پر رکھ کر پرسوچ انداز میں بولا

"کیا۔۔؟" بچے نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا

"ہر وہ جگہ سوجی ہے جہاں جہاں اماں کی چپل پڑ جایا کرتی تھی۔۔۔گال ٹانگ بازو۔۔۔ہر جگہ بچپن میں سوجی ہے۔۔ایک بار تو ظالم اماں نے ایسی چپل لہرائی کہ سیدھی آنکھ پر لگی۔۔۔اتنا سوجی کہ لٹک کر باہر ابل پڑی"

"کیا۔سوجی۔۔؟" بچہ بھی اسی محلے کا رہنے والا تھا۔سلیم بھائی کی عادت ان کے لئے نئی نہیں تھی

"نہیں بھئی۔۔آنکھ" وہ اطمینان سے بولا تھا۔بچے نے کھلکھلاتے ہوئے دانت باہر نکالے

"۔۔اوہو سلیم بھائی۔۔۔میں اس سوجی کی بات کر رہا ہوں۔۔جس کا حلوہ بناتے ہیں۔" اس نے وضاحت کی تھی

"اچھا اچھا تو یوں بولو نا کہ حلوہ والی سوجی درکار ہے۔" وہ بھی مسکرایا تھا پھر کاؤنٹر کے پاس پڑی اسٹک اٹھا کر دیوار پر لگی کیل سے لٹکا بمبو اس میں پھنسا کر نیچے اتارا تھا پھر وہیل چیئر گھما کر اس بوری کے قریب لے گیا جس میں سوجی پڑی تھی۔

"مزے ہیں تم لوگوں کے۔۔حلوہ بنا رہے ہو آج۔۔؟" یہ بھی سوال تھا۔بچے نے سر ہلایا پھر کاؤنٹر سے باہر کی طرف پڑی کھلے منہ کی بوری میں سے بھنے چنوں سے اپنی مٹھی بھری تھی

"تمہاری باجی کا رزلٹ آیا ہے کیا۔۔۔پاس ہو گئی میٹرک میں؟" اس نے پھر پوچھا

"نہیں تو" بچہ چنے پھانکنے میں مصروف تھا

"نانی آ رہی ہیں؟"

"نہیں" بچہ اس انٹرویو سے زیادہ ان چنوں میں غرق تھا جو اس کی ہتھیلی پر دھرے تھے۔

"بات سنو۔۔تم لوگوں کے گھر کوئی نیا بہن بھائی تو نہیں آ گیا" اس سوال میں حیرت اور تجسس سے زیادہ مذاق کا عنصر تھا۔بچے نے ناک چڑھایا

"نہیں سلیم بھائی"

۔تو پھر حلوہ کیوں بنا رہے ہو تم لوگ ۔۔آج شبِ برات ہے کیا" وہ ابھی بھی اسی انداز میں سوال کر رہا تھا

"ابا کی تنخواہ بڑھا دی ہے مالک نے ۔۔ابا خوش ہیں اس لئے ہم حلوہ بنا رہے ہیں" بچے نے پوری بات بتائی تھی۔سلیم نے خوشی سے سر ہلایا

"ارے واہ۔مختار بھائی کی تنخواہ بڑھ گئی ۔۔میری طرف سے مبارک دینا۔اور ابا سے کہنا سلیم بھائی کہہ رہے تھے ۔۔دعوت بنتی ہے آپکی طرف ۔۔" اس نے سوجی والی تھیلی تھماتے ہوئے کہا تھا پھر کچھ سوچ کر چئیر پیچھے کی اور تھوڑا خشک میوہ بھی ایک چھوٹی سی تھیلی میں ڈال لیا

"یہ میری طرف سے تھوڑا خشک میوہ ۔۔حلوے میں ڈال لینا" بچے نے سر ہلایا اور اپنی راہ ہو لیا۔سلیم نے کاونٹر کے دراز میں پڑا رجسٹر اٹھایا اور اس پر اندارج کرنے کے لئے قلم ڈھونڈنے لگا جو ایک طرف رکھ دیا تھا پھر دوبارہ کوئی سوچ آئی تو رجسٹر بند کر دیا

"کیا یاد کریں گے آپ بھی مختار بھائی ۔سوجی بھی آپ کو مفت دی"۔وہ واقعی خوش ہوا تھا ان کی تنخواہ میں اضافے کا سن کر۔مختار بھائی کے گھرانے کو وہ عرصے سے جانتا تھا۔سفید پوش بال بچے دار آدمی تھے۔تھوڑی تنخواہ بڑا کنبہ اور آئے دن کی بڑھتی مہنگائی کے باوجود سلیم نے انہیں کبھی اللہ سے شکوہ کرتے نہیں دیکھا تھا۔پانچ وقت کے نمازی تھے اور کبھی لین دین کے معاملے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔اس کے رجسٹر میں ان کا کھاتا ہر مہینے کھلتا تھا جسے مہینے کی آخری تاریخ کو وہ بناء کوئی بحث کئے چکا دیتے تھے۔سلیم ان کی دل سے عزت کرتا تھا اور سچ بات یہ ہے کہ سلیم کی بھی پورے محلے میں بڑی عزت تھی۔چند سال پہلے کی بات تھی وہ میٹرک کا رزلٹ پتا کر کے خوشی خوشی گھر واپس آ رہا تھا جب ایک گاڑی والے نے ٹکر مار دی اور گاڑی زن سے بھگا لے گیا۔ارد گرد والے اٹھا کر ہاسپٹل لے گئے۔کئی دن ہاسپٹل میں رہا اور جب واپس آیا تو ایک ٹانگ نا رہی تھی۔کہتے ہیں معذوری تو موت سے بھی بدتر ہوتی ہے۔یہی سلیم کے ساتھ ہوا وہ سولہ سالہ بچہ جو خوشی خوشی کالج میں داخلہ لینے کے خواب بن رہا تھا اپنی معذوری سے اس قدر ذہنی بیمار ہوا کہ بستر سے لگ کر رہ گیا۔کھانا سامنے رکھ بس سوچتا رہتا۔۔نا کسی سے بات کرتا نا کسی بات میں دلچسپی لیتا۔۔ماں باپ بہن بھائی گود میں اٹھا کر باتھ روم تک لے جاتے تھے۔ذہین طالبِ علم تھا،آگے پڑھنے کی لگن بھی تھی لیکن بیساکھی اور وہیل چئیر کو دیکھ کر ہی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔سر چکرانے لگتا اور پھر سب پھینک پھانک اوندھا ہو کر بستر پر گر جاتا۔اماں کچھ عرصہ دیکھتی رہیں کہ خود ہی سنبھل جائے۔۔اس کا حوصلہ بڑھانے کا ہر ممکن کام کرتی رہیں۔پانی پر دم کر کے دیتیں۔سورہ رحمٰن کی تلاوت سناتی رہتیں۔اخبار میں کوئی آرٹیکل دیکھتیں جو اس کے حوصلے کو بڑھانے میں معاون ہو سکتا تو وہ بھی اسے پاس بیٹھ کر پورا پڑھ کر سناتیں۔ٹی وی پر دیکھا تھا کہ ایسے مریضوں کے لئے تنہائی سمِ قاتل ثابت ہوتی ہے سو گھر میں اکیلا پڑا رہ کر مزید بیمار نا ہو یہ سوچ کر اسے سر شام گھر کی بیٹھک کا دروازہ کھول کر باہر کی طرف کرسی پر بٹھا دیتیں کہ آتے جاتے لوگوں سے ملتا جلتا رہے۔۔سرکاری اسپتال والوں نے بھی مہینے میں تین دفعہ فزیوتھراپی کے لئے لانے کو بول رکھا تھا کہ لنگڑا کر ہی سہی مگر کچھ عرصہ بعد چلنے کے قابل ہو سکے گا وہاں بھی لے جاتی تھیں پھر وہیں ایک نفسیاتی بیماری کے ڈاکٹر سے بھی وقت لیا کہ اس کا کچھ نفسیاتی علاج ہو سکے لیکن کوئی بہتری نا ہوئی۔ٹانگ نے

نہیں چلنا تھا سو نا چلی سلیم دن بہ دن مزید زود و رنج ہوتا چلا گیا۔ بھائیوں کو گھر سے باہر اندر اپنی مرضی سے آتے جاتے دیکھتا تو مزید ٹسوے بہانے لگتا۔ اپنی قسمت کو کوستا رہتا۔ نماز روزے سے تو دور ہوا ہی تھا۔ مزید قدرت کو دوش دے دے کر ہلکان ہوتا رہتا پھر اماں کو سمجھ میں آگئی کہ یہ ممی ڈیڈی چونچلے انہیں اور ان کے خاندان کو راس نہیں آسکتے سو انہوں نے خود ہی ایک مثبت قدم اٹھانے کی سوچی۔ اپنے دوسرے بیٹے کے ساتھ مل کر اسٹور روم صاف کر کے وہاں باہر گلی میں کھلنے والی کھڑکی بنوائی۔ اس کے آگے لکڑی کا کاؤنٹر بنوایا۔ پچھلی دیوار پر دو شیلف بنوائے اور سلیم کو بچوں کی گولیاں ٹافیاں لالی پاپ چپس پاپڑ ڈبے والے جوس اور ایسا ہی الم غلم دے کر چھوڑ دیا کہ بیچو گے تو کھاؤ گے ورنہ بھوکے مر جاؤ گے حالانکہ ابا کی تنخواہ اتنی بھی کم نا تھی کہ بیٹے کو کم عمری میں ہی دوکان پر بٹھا دیتے لیکن اماں کو اس کے لئے یہی بہتر لگا اور اس سے واقعی بڑا اچھا فرق پڑا۔ چھوٹا سا محلہ تھا جس کے آخر میں بند گلی تھی۔ ایسی کوئی دوکان نزدیک تھی بھی نہیں سو محلے کے بچوں نے پر جوش انداز میں خوش آمدید کہا۔ اماں نے ہر ورائٹی کا پاپڑ اور گولیاں ٹافیاں ڈلوا دی تھیں سو بچے بھی ٹوٹ کر پڑے۔ پہلے مہینے میں ہی اسٹور میں کی گئی ساری توڑ پھوڑ کے پیسے وصول ہو گئے۔ ابتداء میں بچے ہی آتے رہے پھر کسی کے مشورے پر اماں نے ضروری مرچ مصالحے اور دالیں بھی دوکان میں بھر دیں۔ پہلے بچے آتے تھے پھر بڑے بھی آنے لگے۔ دوکان کے مال میں بھی اضافہ ہونے لگا سلیم کے آس پاس بھی رونق رہنے لگی۔ لوگ آتے اس کے غم کی کہانی کم سنتے اپنے قصے زیادہ سناتے جس سے اسے حوصلہ ملنے لگا کہ دنیا میں وہ اکیلا غمگین نہیں ہے۔ دنیا دکھوں سے بھری اٹی پڑی ہے۔ وہ اپنی ذات کے خول سے باہر نکلنے لگا۔ اس کے اردگرد سناٹے چھٹنے لگے۔ دوکان اتنی بڑھی کہ دو سال کے عرصے میں اس نے خشک چیزوں کے ساتھ سبزیاں بھی رکھ لیں اور پھر کچھ عرصہ بعد رنگین دھاگے۔ سوئیاں اور کپڑوں پر لگانے والی لیس فیتے بھی سجا لئے۔ اماں کے ٹوکنے پر اس نے پرائیویٹ انٹر بھی کر لیا، بی اے کی کتابیں بھی لے رکھی تھیں لیکن ابھی تک مکمل کیا نہیں تھا مگر اس سے زیادہ مطمئن اور خوش انسان اس پورے محلے میں نظر نہیں آتا تھا۔ ہر ایک کے ساتھ ہنسی مذاق چھیڑ چھاڑ اس کی عادت تھی۔ وہ بچوں اور بڑوں سب میں یکساں مقبول تھا۔ وہ پرانی والی غمگین کیفیت جیسے ایک ڈراؤنا خواب تھی جو آنکھ کھلنے پر ختم ہو گیا تھا اور وہ اپنی مطمئن حالت کا سارا کریڈٹ اپنی اماں کے بعد محلے والوں کو دیتا تھا جنہوں نے اس کی دوکان کو چلانے میں اس کی بھرپور مدد کی تھی۔ یہ دوکان اس کے لئے صرف رزق کمانے کی جگہ نہیں تھی بلکہ اس کا اعتماد تھی، اس کا حوصلہ تھی تو پھر ایسے محلے والوں کو خیال وہ کیوں نا رکھتا



"کیا پکا ہے؟" اس نے زری سے پوچھا تھا۔ وہ منہ پر نا جانے کس چیز کا لیپ لگائے دیوان پر چت لیٹی تھی۔ آنکھوں کے علاوہ پورا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔

"آلو مٹر گاجر۔" وہ بدبدا کر بولی تھی مبادا ذرا زیادہ آواز نکلی تو چہرہ بگڑ جائیگا۔ اس کا منہ سبزی کے نام پر ہی بن گیا

آج پھر سبزی" چڑ کر بولی تھی

رائتہ اور سلاد بھی ہے" زری نے بتانا ضروری سمجھا

"اونہہ رائتہ اور سلاد بھی ہے" اس نے بہن کی نقل اتاری پھر اس کے پاس دیوان پر پڑا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کرتے ہوئے بولی

" رائتہ اور سلاد سے آلو مٹر گاجر چکن قورمہ نہیں بن جائیں گے ۔۔کو بجے دولہا کے ساتھ دو سو سوٹڈ بوٹڈ باراتی بھی آجائیں ناتب بھی کو ہجا دولہا کو ہجا ہی رہتا ہے" وہ ٹی وی کے سامنے پڑے صوفے پر بیٹھ گئی تھی ۔امی شاید نماز پڑھ رہی تھیں ۔ابا تو اس وقت ویسے بھی دوکان پر چلے جایا کرتے تھے ۔اس نے ٹی وی کا والیم کم کیا اور چینل سرفنگ میں مصروف ہوگئی

" زری اب چائے ہی پلادو۔۔۔یا ایسے ہی بھوت بنگلہ بن کر بیٹھی رہو گی" انتہائی لاڈ سے بہن سے فرمائش کی تھی ۔جب ابا گھر نہیں ہوتے تو اس کا مزاج بھی اتنا گرم نہیں ہوتا تھا اور یہ بات زری اور امی دونوں ہی جانتی تھیں ۔زری نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر کچھ کہنا چاہا لیکن ارادہ ترک کر کے اٹھ بیٹھی ۔اس کے مزاج کا پتا بھی نہیں چلتا تھا ۔گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ والا حساب تھا ۔کوئی اندازہ نہیں ہو پاتا تھا کہ کب غصے والی بات کرے گی اور کب غصے سے بات کرے گی ۔زری کا مزاج بھی آج کچھ زیادہ ہی اچھا تھا سو آرام سے چائے بنانے کے ارادے سے اٹھ کر باتھ روم کی سمت چل دی تا کہ پہلے ہاتھ منہ دھو سکے ۔

" چائے کے ساتھ کچھ کھانے کے لئے بھی ہونا چاہیئے،، جس کو کھا کر میں تمہیں دعا دے سکوں کہ اللہ تمہاری اس محنت کو قبول فرمائے اور یہ جو تم اتنی لیپا پوتی کر کے اپنا بوتھا چمکاتی رہتی ہو نا۔۔اس کی جھوٹی تعریفیں کرنے والا کوئی احمق جلد سے جلد تمہیں مل جائے ۔۔۔بولو آمین" نگاہوں کا مرکز ابھی بھی ٹی وی تھا اس لئے امی کو آتا دیکھ نا سکی تھی

" کتنا بولتی ہو نینا۔۔۔اور کیا کیا بولتی رہتی ہو۔۔۔عصر کا وقت ہے ۔کوئی اچھی دعا دو بہن کو" امی ہاتھ میں تسبیح لئے اس کے پاس ہی آبیٹھی تھیں ۔اس نے وہی بیزار کن شکل بنائی جو اس کا ٹریڈ مارک بن گئی تھی ۔اسے ٹوکے جانے سے چڑ تھی

" امی آپ کو کبھی میری کوئی بات اچھی لگی بھی ہے ۔۔میں نے پہلے کبھی کوئی اچھی دعا دی ہے کسی کو جواب دوں گی" امی نے دکھ بھری گہری سانس بھری تھی

" اب آپ اتنا بھی رنجیدہ نا ہوں ۔۔اللہ کو بھی مجھ سے بس اتنی ہی محبت ہے جتنی کہ آپ کو ۔میری دعاؤں کی عرضیاں تو فرشتے بھی ڈسٹ بن میں ڈال دیتے ہوں گے ۔" وہ زہر خند انداز اپنا کر بولی تھی

" میں کیا کہوں تم سے اب ۔۔کس طرح تمہیں اپنی محبت کا یقین دلاؤں ۔۔۔جسے اللہ کی محبت پر یقین نا ہو۔۔وہ ماں کی محبت کو خاک سمجھے گی ۔۔۔اللہ ہی سمجھائے گا تمہیں" امی تسبیح کے دانے گھما رہی تھیں ۔اس نے طنزیہ انداز مسکرا کر انہیں دیکھا

" اب بھی عصر کا وقت ہی ہے اور آپ مجھے بد دعائیں دینے لگی ہیں ۔۔۔امی آپ نے مجھے واقعی کسی مسجد کے احاطے میں پڑے جھولے میں سے اٹھایا تھا نا۔۔۔اتنی ہی محبت کریں گی آپ مجھ سے"

" نینا تو کیوں کرتی ہے ایسی باتیں ۔۔تجھے ذرا خیال نہیں آتا ناماں کے دل پر کیا گزرتی ہو گی ۔" امی آبدیدہ ہونے لگی تھیں ۔اس

نے کن انکھیوں سے انہیں دیکھا پھر دل ہی دل میں خود کو کوسا۔ابا سے جتنی بھی نالاں اور متنفر رہتی وہ لیکن ایک بات حتمی تھی کہ امی سے اسے بہت محبت تھی لیکن وہ ان بد قسمت لوگوں میں سے تھی جنہیں محبت کا مظاہرہ کرنا آتا ہی نہیں تھا۔وہ چاہتے ہوئے بھی کبھی ظاہر نہیں کر پاتی تھی کہ اس کے دل میں کیا ہے۔اس کی زبان بے حد کڑوی تھی اور امی کے آنسو اسے اس بات کو مکمل احساس دلاتے تھے اس کے نام کا پورا اثر تھا اس کی شخصیت پر۔۔۔وہ پھول کا ذکر بھی کرتی تھی تو اس کے پیاروں کو وہ کانٹوں کی طرح چبھتے تھے

" اچھا بابا۔سوری۔۔اب مجھے گناہ گار کریں گی کیا ایسی شکل بنا کر۔۔مسکرائیں امی۔۔آپ مسکراتے ہوئے اچھی لگتی ہیں" وہ ان کی جانب دیکھے بناء بول رہی تھی۔دل میں کافی شرمندگی بھی محسوس کر رہی تھی لیکن اتنی ہمت نہیں تھی کہ اٹھ کر ان کے گلے لگ جاتی

" زری دیکھو امی بھی گاجر آلو مٹر نہیں کھانا چاہتیں۔۔۔ان کا موڈ بھی آف ہو گیا ہے آلو مٹر اور گاجر کا نام سن کر۔۔خدارا اب تو ہمارے لئے کوئی زبردست قسم کی چیز بنا دو" وہ اسی انداز میں بولی تھی۔

" پکوڑے بنا رہی ہوں نینا" زری نے کچن سے آواز لگائی تھی

" اوہ جیو میری شیرنی۔۔اللہ تمہیں چاند سا دولہا دے" وہ اب ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی اور مقصد صرف اتنا تھا کہ امی کا جو دل دکھایا ہے اس کا مداوا کر سکے

" اب تو ٹھیک دعا دی ہے نا میں نے امی آپ کی لاڈو رانی کو۔۔۔اب تو ہنس دیں" وہ ان کی جانب پشت کئے بیٹھی تھی۔امی نے تاسف سے اسے دیکھا

" وہی نہیں تم بھی میری لاڈو رانی ہو بلکہ تم تو زیادہ لاڈو ہو کیونکہ تم چھوٹی ہو۔۔زری سے زیادہ تم سے محبت ہے مجھے"

" رہنے دیں امی۔۔مساجد کے احاطوں سے اٹھائے ہوئے بچوں سے کون کرتا ہے محبت۔۔ہماری کیا اوقات کہ ہم زری بی بی کا مقابلہ کریں" وہ ابھی بھی کڑوی باتیں میٹھے میٹھے لہجے میں کر رہی تھی۔امی اس کے انداز پر مسکرائی تھیں۔یہ بات بچپن میں اسے ایک بار انہوں نے بتائی تھی جب اس نے پوچھا تھا کہ میں کیسے پیدا ہوئی تھی تو انہوں ے کہہ دیا تھا کہ تمہیں کوئی مسجد میں چھوڑ گیا تھا تو تمہارے ابا تمہیں وہاں سے اٹھا لائے

" اب بھی تو ہنس بول رہی ہو نا۔ابا کے سامنے بھی ایسے ہی بول لیا کرو۔۔وہ بہت محسوس کرتے ہیں کہ تم انہیں اگنور کرتی ہو۔۔انہیں پسند نہیں کرتی۔۔آج بھی تم نے مجھے سلام کیا حالانکہ وہ بھی یہیں بیٹھے تھے لیکن انہیں سلام تک نا کیا تم نے۔۔میری بیٹی باپ ہیں وہ تمہارے۔۔بہت چاہتے ہیں تمہیں" امی اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔اس کے ماتھے کی تیوریاں بڑھنے لگیں۔چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ ابھر آئی تھی

" مجھے کیا بتا رہی ہیں امی۔۔جانتی ہوں میں کہ ابا بہت محبت کرتے ہیں مجھ سے۔۔آپ چھوڑیں ان باتوں کو۔۔زری پکوڑے لے بھی آ۔اللہ کی بندی۔۔اب کیا منتیں کروائے گی" وہ چلا کر بولی تھی۔دل جیسے بجھ سا گیا تھا آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگی تھیں۔امی

جب بھی اسے ابا کی محبت کا احساس دلاتی تھیں اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا تھا۔امی نے ٹھنڈی لمبی گہری سانس بھری۔وہ اپنے آپ کو اپنی اس بیٹی کے معاملے میں بے حد لاچار محسوس کرتی تھی



"سوا گیارہ" صوفیہ نے دیوار گیر سنہری کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے خود کو وقت بتایا تھا۔سارا گھر سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔بی بی جان تو نمازِ عشاء کے بعد ہی اپنے کمرے میں چلی جایا کرتی تھیں جبکہ ملازمین کو بھی دس بجے کے بعد بغیر اجازت گھر کے اندر آنے کی ممانعت تھی۔ایک آپا رحمت ہی تھیں جو اپنی مرضی سے اندر باہر آجا سکتی تھیں لیکن وہ بی بی جان کی خاص ملازمہ تھیں اور سارے گھر کی ذمہ داری بہت اچھے طریقے سے نبھاتی تھیں۔اب تو وہ بھی سو چکی تھیں۔صوفیہ کے دل کو عجیب سا دھڑکا لگا ہوا تھا۔وہ دو مہینے کی دولہن تھی اور گھر کی اکلوتی بہو ہونے کے باعث کچھ زیادہ ہی دولہن تھی۔بی بی جان نے ابھی تک میٹھا نہیں بنوایا تھا اس لئے صوفیہ ابھی تک گھر کے فعال رکن کے طور پر متعارف نہیں ہوئی تھی۔ویسے بھی گھر میں ملازمین کی فوج ظفر موج تھی۔بی بی جان صوفیہ کو پانی پینے کے لئے بھی خود سے ملنے نہیں دیتی تھیں۔
"تم ابھی نئی نئی بیاہتا ہو بیٹی۔۔تمہارے ہاتھ کی مہندی پھیکی نہیں پڑنی چاہیئے" وہ اس کی جانب دیکھ کر یہی نصیحت کرتی تھیں۔
پہلے پہل صوفیہ کو اس ساری صورتحال میں بڑا مزا آرہا تھا۔وہ صبح اٹھ کر کامدانی جوڑا زیب تن کرتی تھی،زیوارات پہنتی تھی اور میک اپ کر کے بی بی جان کے ہمراہ گھر کے ہال میں بیٹھ جایا کرتی تھی،ملنے ملانے والیاں آرہی تھیں اور بی بی جان چاہتی تھیں کوئی یہ نا کہے کہ وہ اچھی بہو نہیں ڈھونڈ کر لائیں۔صوفیہ کے اپنے گھر میں اس کی بیاہی بہنوں کے یا بھابھیوں کے ایسے ٹھاٹ نہیں تھے۔سارے خاندان میں ہی ایسا رواج تھا کہ نئی دولہنیں ایک ڈیڑھ ہفتے میں میٹھا بنا کر کچن میں ذمہ داریاں نبھانے آجاتی تھیں۔کامدانی جوڑے اور زیورات دعوتوں میں پہننے جانے کے لئے سنبھال لئے جاتے تھے جبکہ یہاں بی بی جان جو ڈھیروں جوڑے بری میں لائی تھیں وہی پورے نہیں ہوئے تھے۔صوفیہ اپنی قسمت پر نا صرف نازاں تھی بلکہ شکر ادا کرتی بھی نہیں تھکتی تھی۔اس کے پورے خاندان میں اسے خوش قسمتی کی علامتی مثال بنا دیا گیا تھا۔ہر خالہ پھپھی اسی کے سسرال کے گن گاتی نا تھکتی تھیں کہ" سسرال ہو تو صوفیہ کے جیسا۔صوفیہ کی تو قسمت کھل گئی"
قسمت کھلنے کی باتیں تو وہ تب سے سن رہی تھی جب اس کی نسبت کاشف نثار کے ساتھ طے ہوئی تھی۔دراصل وہ سارے گھر میں زرا دبتی ہوئی رنگت کی مالک تھی۔باقی بہنیں رنگ روپ میں اماں پر پڑی تھیں جبکہ وہ ابا کے جیسی تھی لیکن اماں نے سب بیٹیوں کی تربیت ایک سی کی تھی۔کوئی کسی کو یہ احساس نہیں دلاتا تھا کہ گورا رنگ ہونا کسی اعزاز کی بات ہے۔یہ ان کے گھر میں ایک عام سی بات مانی جاتی تھی۔اس حساب سے دیکھا جاتا تو صوفیہ ساری بہنوں میں سب سے زیادہ ہی اچھی تھی۔میٹرک پاس تھی۔سلائی کڑھائی کے فن میں یکتا۔کھانے پکانے کے ہنر سے مکمل طور پر آشنا۔سیرت و اخلاق میں اعلیٰ۔اس زمانے میں لوگ لڑکیوں بالیوں کو انہی خصوصیات سے پرکھا جانچا کرتے تھے۔جہیز کے لئے خود سے بیڈ کورز کاڑھنا،قمیضوں پر گوٹے کناری کرنا،ٹی کوزیاں سینا،دوسوتی کی سینریاں بنانا لڑکیوں کے پسندیدہ مشاغل میں شامل تھا۔خاندان کی لڑکیاں جس گھر میں اکٹھا ہوتیں اس گھر کی لڑکیوں کے ایسے شاہکار فن پارے کھول کھول کر ضرور

دیکھے جاتے تھے،سراہے جاتے تھے اور نقل کرنے کے لئے مانگے بھی جاتے تھے۔صوفیہ کو ان باتوں کی بنیاد پر ہمیشہ سراہا جاتا تھا لیکن کاشف نثار سے نسبت کے بعد اسے خود بھی اپنے آپ پر فخر ہوتا تھا۔کاشف نثار نا صرف ایک کھاتے پیتے گھرانے کا اکلوتا چشم و چراغ تھا بلکہ شہر کے پوش علاقے میں یہ بڑی سی کوٹھی، چلتے ہوئے اچھے کاروبار کا اکلوتا وارث اور پھر سب سے بڑھ کر وجاہت کا اعلیٰ شاہکار تھا۔جس نے بھی کاشف کو دیکھا،صوفیہ کی قسمت پر رشک کیا۔نسبت طے ہو جانے کے بعد گھر کے باقی سمدھیوں کی طرح کاشف کی انلارجڈ تصویر بھی سنہرے فریم میں سجا کر بیٹھک کی دیوارگیر شیشے کی الماری میں سجادی گئی تھی۔اس تصویر کی بات ہی الگ تھی۔ہر آنیوالا مہمان ان تصویروں کو دیکھتا،نظریں کاشف کی تصویر پر ٹکاتا اور یہ سوال ضرور کرتا۔۔۔

"یہ صوفیہ والا ہے نا؟" اس بات پر جہاں صوفیہ شرماتی وہیں دل ہی دل میں" ماشاءاللہ بھی کہتی۔سارے خاندان میں اتنا وجیہہ دلہا کسی کا نہیں تھا۔اسے بہت فخر محسوس ہوتا۔اپنی اماں کے گھر تو اسے یہ احساس بھی نا ہوا تھا کہ جس بات پر وہ فخر کر رہی ہے یہی اس کے دل کا سب سے بڑا وسوسہ بن کر رہ جائیگا۔یہ احساس اسے شادی کے اگلے روز ہوا جب سسرال والی سائیڈ کی بیشتر عورتوں نے کہا کہ دولہا تو بہت شاندار ہے، دلہن بس ٹھیک ہی ہے۔کاشف کی منہ پھٹ بے تکلف کزنوں نے تو صاف ہی کہہ ڈالا

"کاشف بھائی ہم پلہ دلہن بھی نا ملی تھی کیا۔۔خود سے زیادہ خوبصورت بیوی لے آتے تو آپ کے نمبر کم ہو جاتے نا۔اس لئے بھابھی اپنے سے کم خوبصورت ڈھونڈی ہیں" صوفیہ ایک دن کی بیاہتا تھی، چپ چاپ سنتی رہی لیکن دل ٹوٹ سا گیا اگرچہ کاشف کا والہانہ محبت بھرا انداز ہر وہم وسوسے کو ختم کرنے کے لئے کافی تھا لیکن پھر بھی اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ وہ کاشف سے شکل اور شخصیت میں کم ہے۔ایک روز اس نے باتوں باتوں میں کاشف سے بھی کہہ دیا

"آپ کو خوبصورت لڑکیوں کی کمی تو نہیں تھی پھر آپ نے مجھے ہی کیوں چُنا؟" اس کا خیال تھا کہ کاشف اسے سراہے گا اور اسے دنیا کی خوبصورت عورت قرار دے کر اس کی محبت کے گُن گائے گا لیکن وہ ہنس کر بولا

"مجھے زندگی میں کبھی خوبصورت عورت سے شادی کرنی ہی نہیں تھی۔۔خوبصورت عورت کی الگ ہی دوکانداری ہوتی ہے۔اپنی ذات کا زعم۔۔ہر بات میں نخرہ۔۔ضد۔۔مجھے یہ سب نہیں چاہیئے تھا۔۔یہ سب چیزیں تو محبوبہ کی ذات تک برداشت ہوتی ہیں۔۔محبوبہ سدا زندگی نہیں۔۔میں بیوی اور محبوبہ میں فرق رکھنے کا قائل ہوں۔۔مجھے تو تمہارے جیسی بیوی ہی چاہیئے تھی" کاشف نے اگرچہ جملے کے آخر میں اس کی دلجوئی کا سارا سامان رکھ دیا تھا لیکن صوفیہ کا دل مزید بجھ گیا۔شادی کے دو مہینے تک چند مزید پریشان کن باتیں ہوئیں۔۔کاشف خاندان کی عورتوں میں حد سے زیادہ مقبول تھے۔خاندان کی ہر الہڑ مٹیار گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے" کاشف بھائی" کے پاس حاضری لگواتی تھی۔۔کاشف بھی ساتھ مل کر خوب ہنسی مذاق کرتا، ہاتھوں پر ہاتھ مار کر ٹھٹھے لگائے جاتے۔۔یہی حال دوست احباب کا تھا۔دوستوں کی بیویاں بھی کزنز کی طرح بے تکلف تھیں۔صوفیہ کو یہ سب چیزیں ناگوار گزرتی تھیں،ان کے گھر کا ماحول کسی قدر مذہبی رہا تھا،ایسی باتیں معیوب سمجھی جاتی تھیں اس لئے اسے مزید بے چینی ہونے لگتی لیکن کاشف کے لئے یہ عام سی باتیں تھیں۔وہ ان سب چیزوں کو عام سی

باتیں سمجھتا تھا۔صوفیہ یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا کیونکہ پہلے بھی چند ایک باتوں میں کاشف اسے باور کروا چکا تھا کہ"

میکے کو بھول جاؤ اور اپنا ایک اسٹینڈرڈ بناؤ۔تم ایک رئیس آدمی کی بیوی ہو"صوفیہ دل مسوس کر رہ جاتی تھی۔اب بھی یہی ہوا تھا ۔کاشف کھانے کے وقت گھر سے نکلا تھا اور یہ کہہ کر نکلا تھا کہ تم تیار رہو ہم کھانا باہر کھائیں گے۔صوفیہ کو کیا تیاری کرنی تھی۔وہ پہلے سے ہی نک سک سے تیار تھی لیکن چونکہ شوہر کہہ گیا تھا سو اس نے کپڑے ربدیل کر لئے تھے،میک اپ بھی کر لیا تھا لیکن کاشف نہیں آیا تھا پھر نو بجے کے قریب اس کا فون آ گیا کہ میں

"میں مجید بھائی کے گھر پر ہوں۔۔۔پانچ منٹ میں چائے پی کر آرہا ہوں"

صوفیہ کو کاشف کے دوستوں میں مجید بھائی اور ان کی اہلیہ ہی سب سے برے لگتے تھے۔آدمی تھا تو منہ میں پان دبائے بیٹھا رہتا جبکہ بیوی کسی فلمی ہیروئن کی طرح کاشف کے سر پر منڈلاتی رہتی۔وہ خوبصورت بھی بہت تھی۔اداکارہ ممتاز سے ملتی تھی۔صوفیہ سے جب پہلی بار ملنے آئی تب بھی اور جب ان کی دعوت کی تب بھی بھڑکتے رنگ کی میکسی میں ملبوس زلفیں پشت پر بکھرائے آس پاس خوشبوئیں بکھیرتی رہتی تھی۔اسی لئے کاشف کے فون کے بعد سے صوفیہ کا دل جل جل کا خاک ہوا جا رہا تھا اور مرے پر سو درے کہ اسے تاخیر بھی ہو گئی تھی۔انہی سوچوں میں الجھی بیٹھی تھی جب گاڑی کے ہارن کی آواز نے اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔کمرے کی کھڑکی سے تو باہر نگاہ پڑتی نہیں تھی سو کمرے سے باہر نکل آئی پھر سیڑھیوں کی گرل کے قریب آکر نیچے جھانکا۔چند منٹ بعد کاشف کی شکل نظر آئی تھی۔اس نے سکون کا سانس لیا پھر فوراً کمرے کے اندر چلی گئی تاکہ ناراضی کا اظہار کر سکے

"ارے تم اب تک جاگ رہی ہو" کاشف نے اسے دیکھتے ہی پہلا جملہ یہ ادا کیا تھا۔اس کا دل مزید جل کر خاک ہو گیا۔

"آپ جو باہر تھے اب تک۔۔۔کیسے سو سکتی تھی میں۔۔" وہ اٹھلا کر بولی۔پوری امید تھی کہ شوہر آگے بڑھ کر اسے منانے کا سامان کرے گا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔

"ارے بابا میرا انتظار مت کیا کرو۔۔سو جایا کرو۔۔میرے گھر آنے کے اوقات مقرر نہیں ہیں" وہ گھڑی اور ٹائی اتارتا ہوا باتھ روم میں چل دیا۔صوفیہ کا نازک دل لرزا پھر پلکوں سے آنسو پھسل کر گالوں پر آ گئے۔یہ نا جتا سکی کہ پھر کھانا باہر کھانے کو کیوں بول گئے تھے۔بے دلی سے اٹھی اور جیولری اتارنے لگی۔

کاشف آرام دہ کپڑوں میں ملبوس بستر پر آ بیٹھا

"آپ نے ٹیلی فون پر کہا تھا۔آپ چائے پی کر آرہے ہیں" اس کی جانب دیکھے بنا شکوہ کر ہی دیا

"ہاں ارادہ تو یہی تھا مگر حبیبہ نے اصرار کر کے کھانے کی میز پر بٹھا دیا۔کیا مزیدار کوفتے اور ٹرائفل بنا رکھا تھا۔مجھ سے بھی رہا نہیں گیا۔اس لئے کھانا کھانے میں گھنٹہ مزید لگ گیا۔۔۔بہت ذائقہ ہے حبیبہ کے ہاتھ میں۔۔تم ان سے ٹرائفل بنانا تو ضرور ہی سیکھ لو۔۔تم نے اب تک مجھے اپنے ہاتھ سے کچھ بنا کر نہیں کھلایا" وہ سرہانہ درست کرتے اس کی طبیعت بھی درست کر رہا تھا۔صوفیہ کچھ نہیں بولی تھی۔اب

بولنے کو کچھ رہ بھی نہیں گیا تھا۔وہ مزید رونے کے لئے باتھ روم میں گھس گئی۔حبیبہ کا نام اس نے دل ہی دل میں دیا سلائی رکھ دیا تھا جو اس کے دل کو جلانے کے کام آتی تھی۔



”وہ ایک خوبصورت عورت ہے“ بی بی جان نے اسے دیکھتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

”زندگی ایسی عورت کے لئے اس جملے سے شروع ہو کر اس جملے پر ختم ہو جاتی ہے کیونکہ پھر خود اس کے لئے حسن ایک امام ضامن بن جاتا ہے،وہ سمجھتی ہے جہاں جائے گی چھا جائے گی۔۔سب کچھ تسخیر کر لے گی۔۔اسے محنت نہیں کرنی پڑے گی،،سب کچھ اسے پلیٹ میں رکھ کر دے دیا جائیگا۔۔عورت حسین ہو اور اسے اپنے حسن کا زعم بھی ہو تو پھر ایسی عورت مرد کے دل پر چڑھ نہیں پاتی کیونکہ مرد کے لئے عورت کا حسن تب تک اہم ہوتا ہے جب تب تک کہ وہ اس کی پہنچ میں نہیں ہوتا۔جس عورت کو وہ پالیتا ہے پھر اس کے لئے وہ عورت تو رہتی ہے۔۔اہم بھی رہتی ہے مگر خوبصورت نہیں رہتی۔۔اس لئے جو عورتیں عام شکل وصورت کی ہوتی ہیں نا یقین کرو وہ زیادہ پیا من بھاتی ہیں۔۔کیونکہ ان کی شخصیت کا اسرار مرد کے لئے ان کی کشش کو ختم نہیں ہونے دیتا۔تم میری بات سمجھ رہی ہو نا“ انہوں نے مزید محبت لہجے میں سمو کر اسے دیکھا تھا۔وہ صبح سے بجھی بجھی سی نظر آتی تھی۔بی بی جان کے پوچھنے پر اس نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ بتا دیا کہ وہ حبیبہ جیسی عورتوں سے خائف ہے۔

”میں نے تمہیں بہت چن کر اپنے بیٹے کے لئے پسند کیا تھا۔تمہیں اللہ نے بہت پیاری شکل دی ہے لیکن تمہارے انداز اس سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔تم پہلی نظر میں مجھے بھا گئی تھیں۔مجھے ایسی ہی بہو کی ضرورت تھی جو سلیقہ مند ہو،خوش اخلاق ہو،ملنسار ہو۔۔ایسی عورت گھر توڑنے سے زیادہ بنانے پر یقین رکھتی ہے۔۔مجھے امید ہے کہ تم میرے اس گھر کو ہمیشہ جوڑ کر رکھو گی۔تمہاری کوئی نند بھاوج نہیں ہے۔تم ہی اس سارے گھر کی مالک ہو۔۔اس گھر میں جو بھی ہے وہ سب تمہارے شوہر کا ہے اور جو تمہارے شوہر کا ہے۔۔وہ تمہارا بھی ہے بیٹی۔۔بس اتنا دھیان رہے کہ تمہارا شوہر لا پرواہ اور شاہ خرچ واقع ہوا ہے۔اکلوتے پن کی بہت سی خرابیاں اس کے اندر بدرجہ اتم موجود ہیں۔حبیبہ جیسی بہت سی عورتیں تمہیں اس کے ارد گرد نظر آئیں گی جو تھوڑے سے مالی مفاد کی خاطر اپنے مقام سے گرنے کو بھی تیار ہو جاتی ہیں لیکن تم اس کی شریکِ حیات ہو۔۔تمہارا اس پر حق ہے۔اس لئے حق کے ساتھ اس کی زندگی میں رہو۔یہ وہم مت کرو کہ تم خوبصورت نہیں ہو۔تمہارا درجہ اور مقام کسی بھی باہر والی خوبصورت عورت سے زیادہ ہے۔اس لئے اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم نے اسے کیسے اپنا بنا کر رکھنا ہے۔کیسے اسے سیدھی راہ پر رکھنا ہے۔۔اسے کیسے اپنے حق میں بہتر بنانا ہے۔۔تم سمجھ رہی ہو نا میری بات“ بی بی جان نے اسے اس کی زندگی کا مشکل ترین سبق پڑھایا تھا۔کاشف نثار کو سمجھنے کا فارمولا سکھا رہی تھیں وہ اسے۔۔یہ انگریزی کا کوئی مشکل جملہ نہیں تھا جسے وہ رٹ رٹ کر یاد کر لیتی۔۔یہ تو الجبرا تھا جس کی اسے اسکول میں بھی سمجھ نہیں آتی تھی



"بیگم صاحبہ کہاں ہیں؟" اس نے ملازمہ کو دیکھتے ہی پہلا سوال یہ کیا تھا۔اس کے ہاتھ میں تین سالہ ایمان بلک رہی تھی جسے چپ کروانے کی کوشش میں وہ ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔بچی کو بخار ہوا تھا جس کی بناء پر وہ کافی چڑچڑی ہوئی تھی باپ کو دیکھتے ہی وہ ہمک کر اس کی جانب لپکنے لگی تھی لیکن سمیع صاحب نے اپنی بچی کی طرف دیکھا تک نہیں تھا نا ہی اس کے متعلق پوچھا تھا بلکہ اپنی بیگم کے متعلق پوچھا تھا۔

"وہ سو رہی ہیں جی۔۔" وہ اتنا ہی کہہ سکی

"سو رہی ہیں۔۔اس وقت۔۔۔ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا" اس کے چہرے پر پریشانی بڑھی تھی

"پتا نہیں جی" جواب ایک بار پھر مختصر ہی آیا تھا

"کیا مطلب پتا نہیں۔۔تم لوگوں کو اس گھر میں رکھا کیوں ہے۔۔۔بیگم صاحبہ کی خدمت کے لئے۔۔۔تم لوگ اگر اپنے کام ٹھیک سے نہیں کر سکتے تو اپنا حساب کرو اور چلے جاؤ یہاں سے" وہ غرا کر بولا تھا پھر اس کی گود میں دبکی اپنی بچی کو دیکھے بناء وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔اس کی بلند آواز سن کر اماں رضیہ بھی کچن سے نکل آئیں۔وہ ایمان کے لئے فیڈر بنانے پانچ منٹ پہلے ہی کچن میں گئی تھیں۔

"کیا ہوا۔۔کس بات پر غصہ آ گیا سمیع کو" انہوں نے آتے ہی پوچھا تھا۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا جی۔۔۔صاحب تو ہر وقت غصے میں ہی رہتے ہیں" وہ بیچاری نئی نئی کام پر آنا شروع ہوئی تھی اس لئے ڈر گئی تھی۔اماں رضیہ نے اس کے ہاتھ سے ایمان کو پکڑا اور کاؤچ پر بیٹھ گئیں

"تم دل برا مت کرو۔۔۔سمیع غصے کا تیز نہیں ہے۔۔بس بیوی کی وجہ سے گھبرایا ہوا رہتا ہے۔۔۔ورنہ تو دل کا بڑا اچھا بچہ ہے" انہوں نے ایمان کے منہ میں فیڈر دیتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔انہوں نے ہی اپنی مدد کے لئے اسے ملازم رکھا تھا۔ایمان کی ساری ذمہ داری ان پر ہی تھی اور وہ اب اتنی توانا نہیں رہی تھیں کہ سارا گھر بھی دیکھتیں اور چھوٹی سی بچی کو بھی پالتیں۔رانی انہیں اچھی لگی تھی۔پھرتیلی سی لڑکی تھی۔بھاگ بھاگ کر سارے کام نبٹاتی رہتی تھی اور ایمان کو بھی اچھے سے سنبھال لیتی تھی۔وہ کو دبھی کچھ عرصہ پہلے ہی اس کے ساتھ رہنے کے لیئے آئی تھیں بلکہ سمیع نے بصدِ اصرار اپنے پاس بلایا تھا

"سمیع صاحب بی بی جی سے بہت ڈرتے ہیں کیا؟ رانی نے اماں رضیہ کے قریب زمین پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا ساتھ ہی ان کی شکل بھی دیکھی کہ اس سوال پر برا ہی نا مان جائیں۔۔صاحب کے رشتہ داروں میں سے تھیں لیکن پوچھے بناء رہا بھی نہیں جا رہا تھا۔وہ جس دن سے آئی تھی اسی دن سے دیکھ رہی تھی کہ صاحب بچی کو تو دیکھتا بھی نہیں لیکن بیگم صاحبہ پر جان چھڑکتا ہے۔آفس جاتے آفس سے آتے بس اسی کے متعلق پوچھتا ہے۔اسی کا دم بھرتا ہے۔

"ارے نہیں بھئی۔۔ڈرتا ورتا کیا ہو گا۔۔بس محبت کی شادی ہے۔۔دونوں ساتھ پڑھتے تھے۔۔۔ہو گئی محبت وحبت۔۔نوبت شادی تک آ پہنچی۔شہرین کے باپ نے رشتہ دینے سے پہلے پہل انکار کر دیا تو سمیع صاحب مرنے مارنے تک آ گئے تھے۔یہی حال شہرین کا ہوا۔نیند کی گولیاں کھا کر اسپتال پہنچ گئیں۔۔اسی لئے ماں باپ نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ یہ دونوں تو لاعلاج ہو چکے اور ان کا علاج ایک

دوسرے کے پاس ہی ہے سو پھر شادی طے کر دی" اماں گھٹنا ہلاتے ہوئے اسے تفصیل بتا رہی تھیں، انہیں باتیں کرنے کا خبط تھا اور باتیں کرتے ہوئے وہ اکثر یہ بھی بھول جایا کرتی تھیں کہ آیا کیا بات ملازمین سے کرنی ہے اور کیا نہیں کرنی۔ دراصل سمیع کے ابا کی دور پرے کی رشتہ دار تھیں۔ شادی ہوئی نہیں تھی اسی لئے تیرے میرے در پر پڑی رہتی تھیں، سمیع کے ابا خدا ترسی میں اپنے گھر لے آئے کہ اللہ کی دی ہوئی بڑی برکت تھی رزق کی فراوانی تھی اور پھر گھر کے کاموں میں اہلیہ کی مدد بھی ہو جایا کرے گی۔ رضیہ بی بی تب سے ان کے بچوں کی اماں رضیہ بن گئیں۔ سمیع شادی کے بعد کراچی آ گیا تھا اور یہاں ہی رہ رہا تھا۔ اس نے انہیں چند مہینے پہلے ہی فیصل آباد سے بلوایا تھا

"اماں محبت کی شادی کا مطلب یہ تو نہیں نا کہ اپنی بچی کی پرواہ بھی نا ہو۔۔ میں نے کبھی صاحب کو ایمان کو گود میں اٹھاتے نہیں دیکھا۔ ابھی بھی جب آئے تو ایمان اتنا رو رہی تھی لیکن انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ بچی کیوں رو رہی ہے بلکہ یہی پوچھا کہ بیگم صاحبہ کہاں ہیں "رانی نے ناک چڑھا کر کہا تھا۔ اماں نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ بہر حال ملازمہ تھی

"اچھا چلو اٹھو۔ اب ذرا باورچی خانے میں جھانکو۔۔ ہر وقت باتیں نا بھگارتی رہا کرو۔" انہوں نے اسے وہاں سے اٹھایا تھا لیکن اس کے سوال نے انہیں بھی بے چین کیا تھا۔ وہ بھی محسوس کرتی تھیں کہ سمیع بیوی کے لئے کچھ زیادہ ہی اتاولا ہو گیا تھا۔ ہر وقت اس کے پیچھے لگا رہتا۔ اس کے ناز ایسے اٹھاتا تھا جیسے وہ کوئی تین سال کی بچی ہے اور اپنی بچی جو تین سال کی ہونے کو آئی تھی۔ اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔ انہوں نے سوچا تھا کہ وہ سمیع سے اس متعلق بات کریں گی۔



"کہاں مصروف تھی۔۔ میں کب سے میسج کا انتظار کر رہا تھا" زری نے سیل فون اٹھا کر ہاتھ میں پکڑتے ہی دیکھا تھا۔ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھری

" پکوڑے بنا رہی تھی۔۔ کھاؤ گے" اس نے بھی لکھ کر بھیج دیا۔ وہ واقعی کچن سے پکوڑے بنا کر نکلی تھی۔۔ پودینے کی چٹنی اور ساتھ چائے بھی تھی۔ گرمی اس قدر تھی کہ اس کی شہابی رنگت مزید دہکنے لگی تھی۔ امی اور نینا ایک طویل بحث کے بعد اب شیر و شکر ہوئی پکوڑے کھانے اور چائے پینے میں مصروف ہو گئی تھیں۔ ٹی وی پر کسی ریئلیٹی شو کا ریپیٹ ٹیلی کاسٹ چل رہا تھا۔ ان دونوں کی توجہ ٹی وی کی جانب تھی۔ زری اطمینان سے چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے سیل فون میں گم ہو گئی تھی

"اونہہ میں نہیں کھاتا ایسی چیزیں۔۔۔ اپنی باڈی سے عشق ہے مجھے۔ میں نہیں چاہتا کہ جب تم مجھے دیکھو تو میں موٹا ہو چکا ہوں "دوسری جانب سے جواب آیا

"ہاہاہا" زری نے صرف اتنا ہی لکھ کر بھیجا تھا۔ وہ اکثر ہی ایسی باتیں کرتا تھا

"تم تو کہتے تھے میں جم جاتا ہوں۔۔ جم جانے والے موٹے نہیں ہوتے" اس نے دوسرا ٹیکسٹ کیا

"ہاں وہ تو جاتا ہوں اور ڈائٹ بھی کنٹرول میں رکھتا ہوں۔۔ مجھے کھانے پینے سے ذرا کم رغبت ہے" جواب آ گیا تھا۔

"اچھی بات ہے۔" اس نے لکھ بھیجا

"اچھا میری چھوڑو۔ اپنی سناؤ۔ کیا کیا آج سارا دن۔ مجھے مس کیا۔" اس بار ٹیکسٹ کے ساتھ افسردہ شکل والا ایموشن بھی تھا

"میں کیوں کروں گی مس۔۔۔ مجھے اور کوئی کام نہیں ہے کیا" اس نے میسیج کے ساتھ چڑانے والا ایموشن بھیجا تھا۔ مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھری تھی۔

"نہیں۔۔ مجھے مس کرنا سب سے ضروری ہے تمہارے لئے۔۔" دوسری جانب وہ بھی کافی فراغت سے کام نبٹا کر بیٹھا ہوا تھا کہ سیکنڈ کے دسویں حصے میں جواب آ بھی جاتا تھا

"کیوں۔۔ بھئی ضروری کیوں۔۔؟" اس نے اپنی مسکراہٹ کو بدقت ہونٹوں کے کناروں سے سمیٹ کر قابو میں رکھتے ہوئے لکھ بھیجا تھا

"اس لئے کہ میں تمہارا ہونے والا ہوں" جواب بھی فوراً آیا۔ مسکراہٹ زری کے چہرے پر بکھر گئی۔ اسے اس جواب سے گدگدی سی ہوئی اور اسی لمحے نینا نے اسے دیکھا تھا۔ ناگواری کی ایک لہر اس کے اندر اٹھی تھی جسے اس نے چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی

"یہ تم کیا پاگلوں کی طرح خود بخود مسکرا رہی ہو" وہ اسے ٹوک رہی تھی۔ زری نے فوراً اپنے تاثرات پر قابو پا کر اسے دیکھا

"کوئی نہیں۔۔ میں تو ٹی وی دیکھ رہی ہوں" وہ منہ بنا کر بولی تھی۔

"ٹی وی تمہاری گود میں نہیں ہے۔۔ سامنے پڑا ہے۔" نینا نے عام سے انداز میں کہا لیکن اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا کہ زری محتاط سی ہو گئی اور اسے برا بھی لگا

"نینا ویسے تم ہو بہت بدتمیز۔ ایک تو میں تمہارے کہنے پر اتنی گرمی میں پکوڑے بنا کر لائی ہوں اور اوپر سے تم مجھے باتیں سنا رہی ہو۔۔ یہ نہیں کہ شکریہ ہی بول دو" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی

"بڑی مہربانی بہن۔۔ یہ چار پکوڑے بنانے اور پھر طعنہ دینے کے لئے۔۔۔ لیکن تم بھی کھا لو ورنہ امی سارے کھا جائیں گی" وہ شرارتی انداز میں بولی۔ اس وقت وہ بالکل فریش موڈ میں تھی۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ کچھ دیر پہلے امی کا دل دکھا کر ان سے بحث کر کے ہٹی ہے۔

"مجھے نہیں کھانے۔۔۔ میں موٹی ہو جاؤں گی" اس نے انکار کیا۔ نینا نے پھر اسے گھور کر دیکھا

"امی آپ کو نہیں لگتا یہ زری کچھ عجیب سی ہوتی جا رہی ہے۔۔ موٹی ہو جاؤں گی۔۔ میری اسکن خراب ہو جائے گی۔۔ ناخن ٹوٹ جائیگا۔۔ ہاتھ پر نشان پڑ جائیگا۔۔۔ بال رف ہو جائیں گے" وہ اس کی نقل اتار رہی تھی۔ امی نے محبت پاش نظروں سے اپنی بڑی بیٹی کو دیکھا۔ اس میں اور نینا میں دو سال کا فرق تھا

"اچھی بات ہے نا۔۔ اپنا خیال رکھتی ہے تم بھی اپنا خیال رکھا کرو۔۔ اس کے بال اور اسکن دیکھو اور اپنے بال اور اسکن دیکھو" امی نے اسے احساس دلایا تھا

" مجھے اور بھی ضروری کام ہیں زندگی میں ۔۔میں اگر اسکن اور بالوں کے چکر میں پڑ گئی نا تو پھر وہ کام کون کرے گا" اس نے ہمیشہ والا رٹا رٹایا جواب دیا تھا۔امی نے مزید ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا کہ ابھی تو بیٹی صاحبہ کا مزاج ٹھیک ہوا تھا۔زری نے شکر کا سانس لیا کہ اس پر سے توجہ ہٹ گئی تھی



" مرد الجبرا کے سوال کی طرح ہے ۔۔جس طرح الجبرا کے سوال میں فارمولا سمجھ میں آجائے تو سوال حل کرنا آسان ہو جاتا ہے اسی طرح شوہر کی رمز بھی سمجھ میں آجائے تو زندگی آسان ہو جاتی ہے" وہ سبق تھا جو اس روز صوفیہ نے سیکھا لیکن تب تک دیر ہو چکی ہوئی تھی۔اسے کاشف نثار سے شدید محبت ہو چکی تھی اور یہ بالکل فطری بات تھی۔وہ ایک عام سی گھر میں رہنے والی ۔۔اچھے رشتے کے لئے بیاہی بہنوں اور ماں کے بتائے اصولوں پر عمل کرنے والی لڑکی تھی۔کاشف نثار اس کی زندگی میں آنیوالا پہلا مرد تھا اور مرد بھی ایسا کہ جس کی وجاہت کا دم دنیا بھرتی تھی۔وہ نسبت طے ہونے سے بھی پہلے اس کی تصویر کی پہلی جھلک میں ہی اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔دن بھر آتے جاتے کن انکھیوں سے شوکیس میں سجی اس کی تصویر کو دیکھتے اور رات کو اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھتے دیکھتے وہ کب اس کے لئے زندگی سے بھی زیادہ ضروری ہو گیا،اسے پتا ہی نا چلا۔اگرچہ اسے اپنی محبت پر فخر تھا اور کاشف بھی شوہر تو اچھا تھا لیکن بس اس کی چند عادات تھیں جن سے وہ خار کھاتی تھی لیکن افسوسناک بات یہ تھی کہ وہ ان عادات کو بدل نہیں سکتی تھی۔کاشف کو اپنی ذات کے معاملے میں بلاوجہ کی مداخلت پسند نہیں تھی۔انہی دنوں اسے پتا چلا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔۔یہ خبر بہت خوش آئند ثابت ہوئی۔بی بی جان تو خوش تھیں ہی صوفیہ کا بھی دھیان بٹ گیا۔ان دنوں کاشف اپنی دوکان کی نئی برانچ کھولنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔اس نے اوپن مارکیٹ میں بھی انویسمینٹ کی ہوئی تھی اور کسی کمپنی کے شیئرز بھی خرید رکھے تھے۔اس کا کاروباری حلقہ کافی وسیع ہو رہا تھا۔وہ کافی ملنسار اور مہمان نواز انسان تھا گھر میں دعوتوں کا اہتمام کرنا اور دوستوں کی دعوت پر خوشدلی سے لبیک کہنا اس کی سرشت تھی۔وہ اکثر صوفیہ کو بھی اپنے ہمراہ لے جاتا تھا۔حاملہ ہو جانے کے بعد وہ اس کے ساتھ جا نہیں پاتی تھی۔بی بی جان کی نصیحت تھی کہ وہ اس حالت میں زیادہ وقت گھر میں گزارے تو اچھا ہے۔کاشف پارٹیز سے واپسی پر اسے وہاں کی باتیں کم اور حبیبہ کی تعریفیں زیادہ سناتا۔انہی دنوں وہ ایک پارٹی سے واپس آیا تو صوفیہ پھٹ پڑی

" حبیبہ حبیبہ حبیبہ۔۔۔میں تھک گئی ہوں یہ حبیبہ کا پہاڑہ سن کر۔۔آپ کو اس عورت کی تعریف کرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے کیا"

" وہ ہے ہی تعریف کے قابل۔۔ہفتے کے سات دن وہ نو پارٹیز اٹینڈ کرتی ہے اور ہر بار ایک نئے روپ میں سامنے آتی ہے ۔۔اس کی ڈریسنگ،اس کا میک اپ۔اس کی سوشلائزنگ مجھے متاثر کرتے ہیں تو کیوں نا کروں اس کی تعریف" کاشف نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔وہ پہلے بھی اس موضوع پر صوفیہ کی برہمی محسوس کر چکا تھا لیکن وہ اسے خاطر میں لانے کو تیار نہیں تھا

" اتنی اچھی لگتی تھی تو شادی کیوں نا کر لی اس سے" صوفیہ نے آنسو بہاتے ہوئے کہا تھا

" شاید کبھی کرلوں" کاشف کے چہرے پر ابھی بھی مسکراہٹ کم نا ہوئی تھی۔وہ مردوں کی اس قسم سے تعلق رکھتا تھا جو عورت کو اپنی محبت میں آنسو بہاتا دیکھ کر خوشی محسوس کرتے ہیں

"کب۔۔۔؟" صوفیہ بی بی جان کی ساری نصیحتوں کو بھول چکی تھی۔کاشف کے اعتراف نے اسے جلا کر رکھ دیا تھا۔

"تمہیں کس بات کی جلدی ہے۔۔۔صبح تو ہونے دو" وہ ابھی بھی مذاق کے موڈ میں تھا۔صوفیہ کا پارہ ہائی ہونے لگا

" مجھے صاف صاف بتادیں کاشف وہ آپ کی کیا لگتی ہے۔۔" وہ غرا کر بولی تھی۔آنکھیں ابھی بھی نم تھیں۔کاشف نے اس کے انداز کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔عورت کا اونچا لہجہ مرد کو کبھی پسند نہیں آتا،یہ تو عورت ہوتی ہے جو مرد کے اونچے لہجے کو اس کی مردانگی سمجھ کر برداشت کر لیتی ہے

"محبوبہ ہے وہ میری۔۔۔سن لیا تم نے۔۔۔محبت کرتا ہوں اس سے" وہ بھی غصے سے بولا۔

"تو پھر اسی سے شادی کرتے۔۔میری زندگی بربادیوں کی" وہ اب اپنے آنسو اور خفگی دونوں چھپا نہیں پائی تھی

"تم اسے زندگی برباد کرنا کہتی ہو۔۔ارے زندگی بنادی میں نے تمہاری ورنہ تم وہیں اپنے چھوٹے سے گھر میں اپنے چودہ بہن بھائیوں اور بھابھیوں کے ساتھ پڑی سڑ رہی ہوتی۔۔۔جس طرح کا کھانا روزانہ تم میرے گھر کھاتی ہونا اس طرح کے کھانے تم لوگوں کے یہاں صرف عیدوں پر بنتے ہیں۔۔۔تمہیں جس طرح کے لباس اور دوسری اشیاء میں دلواتا ہوں نا۔۔۔ایسی اشیاء تم لوگوں کو تب نظر آتی ہیں جب تم لوگوں کے رشتہ دار دبئی سعودیہ سے آتے ہیں۔۔۔اسے زندگی برباد کرنا کہتی ہو تم" وہ کم ظرف آدمیوں کی طرح اب اپنے احسانات گنوا رہا تھا۔صوفیہ اس کے بدلتے ہوئے انداز دیکھ رہی تھی اور رو رہی تھی۔

"محبوبہ ہے وہ میری۔۔۔محبت کرتا ہوں اس سے" اس کے کانوں میں تو بس شوہر کا اعتراف گونج رہا تھا

" آپ اتنا ہی بیزار ہیں مجھ سے تو چھوڑ دیں مجھے۔۔۔بھیج دیں مجھے میرے ماں باپ کے گھر۔۔جہاں میں چودہ لوگوں کے ساتھ رہوں گی لیکن عزت کے ساتھ رہوں گی۔۔جہاں مجھے یہ احساس تنگ نہیں کرے گا کہ میرا شوہر ایک آوارہ آدمی ہے،،جو غیر عورتوں کے ساتھ گلچھڑے اڑاتا پھرتا ہے" وہ چلا چلا کر بول رہی تھی۔

" صوفیہ آواز نیچی رکھو۔۔بی بی جان سو رہی ہیں۔۔۔میں تم سے آرام سے بات کر رہا ہوں اور تم ہو کہ بے قابو ہوتی جاتی ہو۔۔۔اتنا شوق ہے اگر اماں کے گھر جانے کا تو میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔۔تم جا سکتی ہو۔۔۔دروازہ تمہارے سامنے ہے" اس نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔صوفیہ کی آنکھیں اس کے انداز پر پھیل گئی تھیں۔یہ وہی کاشف تھا جو شادی کے شروع کے دنوں میں اس کا دم بھرتا نا تھکتا تھا۔اس نے اپنا دوپٹہ اٹھایا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔آنسو تھے کہ رکنے کا نام نا لے رہے تھے۔یہ زندگی کا ایک عجیب سا رخ تھا جو اسے احساس دلا رہا تھا کہ جب مائیں بیٹیوں کو دیکھ دیکھ کر ان کے اچھے نصیب کی دعائیں مانگتی ہیں تو کیوں مانگتی ہیں۔اسے سمجھ میں آ رہا تھا کہ اچھا نصیب بڑے گھر کا نام ہے نا زرق برق کپڑے لتے کا۔۔یہ پیٹ بھر کھانے کی لذت ہے نا آرام دہ

بستر پر سونے کی سہولت ۔۔ یہ نصیب اس رویے کا نام ہے جس کے تحت ماں باپ اپنے جگر کے ٹکڑے پالتے ہیں اور پھر صرف یہ دعا کرتے ہیں کہ جیسا ہم نے انہیں محبت سے پالا ۔۔۔ یا اللہ انہیں آئندہ زندگی میں بھی یہی محبت عطا کرنا۔وہ آنسو بہاتی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئی تھی۔ بی بی جان کے کمرے کی لائٹ بند تھیں۔وہ اس وقت ان کے کمرے میں بھی نہیں جا سکتی تھی اس لئے چپ چاپ وہیں صوفے پر لیٹ گئی۔روتے رہنے سے آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور سر میں بھی درد ہونے لگا تھا، اسے صبح کا انتظار تھا جب بی بی جان اٹھتیں اور اس کے درد کا مداوا کرتیں۔



"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی صوفیہ" بی بی جان نے تاسف بھرے انداز مین اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔کاشف بھی ان کے کمرے میں موجود تھے

"بی بی جان یہ کہتے ہیں حبیبہ سے محبت ہے انہیں ۔۔تو پھر بتائیں ۔۔میری کیا حیثیت ہے" وہ ایک دفعہ پھر بلکی

"لاحول ولا۔۔ بی بی جان ۔۔دیکھ رہی ہیں یہ کیسے واہیات الزام لگا رہی ہے مجھ پر ۔۔" کاشف تڑپ کر بولا تھا

"بی بی جان انہوں نے خود میرے سامنے اعتراف کیا تھا" وہ کاشف کے انداز پر حیران رہ گئی۔اب کس قدر مودب بنا بیٹھا تھا وہ

"بی بی جان یہ ہر بات میں مجھ پر شک کرتی ہے ۔۔۔کیا کیوں کیسے ۔کون اور کس لئے ۔۔اس کی پیشانی پر تیوریاں نہیں پڑتیں بلکہ یہ سوال اور سوالیہ نشان پڑتے ہیں ۔۔میں کیا اتنا گھٹیا آدمی ہوں کہ اپنے دوست کی بیوی پر بری نظر رکھوں گا۔اور یہ تو مجھے کسی بھی عورت کے ساتھ بات کرتا دیکھتی ہے تو ایسے منہ بنا لیتی ہے جیسے میں نے اسے گود میں بٹھا لیا ہے ۔۔کیا میں اتنا ہی گیا گزرا ہوں کہ ہر عورت کو دیکھ کر رال ٹپکانے لگوں گا" وہ تنک کر بولا تھا۔اس کے ہر جملے کے ساتھ بی بی جان افسوس سے سر ہلاتے ہوئے صوفیہ کو دیکھتی تھیں ۔صوفیہ بالکل چپ بیٹھی تھی

"میری زندگی اجیرن کر دی ہے اس نے ۔۔آپ بتائیں کیا میں چوڑیان پہن کر گھر بیٹھ جاؤں ۔۔برقع پہن کر لوگوں کی نظروں سے روپوش ہو جاؤں یا کوئی بہن جیسی کزن بھابھی جیسی دوست کی اہلیہ مجھ سے مخاطب ہوں تو منہ سی کر بیٹھ جاؤں کی میں بات نہیں کروں گا آپ سے ۔۔میری زوجہ محترمہ برا مناتی ہیں" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتا سارا الزام اس کے سر ڈالتا جا رہا تھا۔

"میں کاروباری آدمی ہوں ۔۔کاروبار کے سو اسرار و رموز ہوتے ہیں ۔۔سو جھوٹ سچ بولنے ہوتے ہیں ۔۔مجید میرا کلائنٹ ہے ۔۔لاکھوں کا بزنس دیتا ہے مجھے ۔۔تو اگر ضرورت کے تحت میں اسکی بیوی کو خریداری کے لئے لے گیا یا اسکے کھانے اور کپڑوں کی تعریف کر دی تو کیا فرق پڑ گیا ۔۔ضرورتِ باہمی میں نا جانے کیا کیا کرتے ہیں لوگ اور میں تو صرف تعریف ہی کرتا ہوں" کاشف اب اسی جانب دیکھتے ہوئے بولا تھا۔صوفیہ اس کی ڈھٹائی پر دل ہی دل میں جل کر خاک ہو رہی تھی

"تم یہاں سے جاؤ کاشف ۔" بی بی جان نے اس کی بات ختم ہونے پر اسے وہاں سے چلے جانے کے لئے کہا۔

"بیٹی میں نے تمہیں اس دن کیا سمجھایا تھا۔لگتا ہے تمہیں میری کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی" بی بی جان اسے بیٹی کہتی تھیں اور اپنے بیٹے کو اس بیٹی کا خیال رکھنے کو بھی نہیں کہتی تھیں۔صوفیہ کو اس لمحے وہ بہت دوغلی لگیں۔

"میری بچی! میں یہ نہیں کہتی کہ تم غلط کہہ رہی ہو یا کاشف کے رویے نے تمہارا دل نہیں دکھایا ہوگا لیکن بیٹی مرد نا جانے کیا کیا کرتے ہیں۔۔میرا بدبخت بیٹا تو صرف زبانی کلامی تعریفیں ہی کرتا ہے۔۔میری جان سمجھنے کی کوشش کرو یہ اس کے کاروباری تقاضے ہیں۔۔تم کیوں جل جل کر اپنا خان کالا کرتی ہو۔تم اپنی حالت دیکھو اور حلیہ دیکھو۔۔۔بکھرے بال۔سوجی ہوئی آنکھیں۔۔صبح سے خالی پیٹ گھٹنوں میں منہ دے کر بیٹھی ہو۔۔بیٹی! جب بچہ پیٹ میں ہو تو سمجھو ماں کی ذمہ داری تب سے شروع ہو جاتی ہے۔۔اس کے ہنسنے بولنے رونے گنگنانے اور گڑگڑانے تک کا اثر بچے پر پڑتا ہے۔۔تم بس آجکل اپنا اور بچے کی صحت کا خیال رکھو۔۔۔باقی ہر مسئلے کو جوتے کی نوک پر رکھو چاہے وہ۔۔حبیبہ ہو یا نصیبہ۔۔اب جاؤ نہاؤ، کپڑے تبدیل کرو۔۔اور کاشف کو میرے پاس بھیجو" انہوں نے بات ختم کر کے اسے چلے جانے کے لئے کہا تھا۔وہ خاموشی سے بوجھل دل لئے اپنے کمرے میں آگئی



"مجھ سے اب تک ناراض ہو" رات کو کاشف نے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے نرمی سے پوچھا تھا۔بی بی جان نے بیٹے کے بھی اچھے کان کھینچے تھے تب ہی اس نے نا صرف صوفیہ سے معافی مانگی تھی بلکہ برے رویے کے ازالے کے طور پر اسے کھانا کھلانے باہر لے گیا تھا اور واپسی پر اسے سونے کے بندے بھی دلوائے تھے۔وہ اس سے بار بار محبت کا اظہار کرتا رہا تھا اور اس کی تعریفیں بھی کرنے میں مگن تھا۔صوفیہ کافی مطمئن ہوگئی تھی اور رات والی باتیں اسے ایک ڈراؤنا خواب لگ رہی تھیں جو اب ختم ہو چکا تھا۔وہ بستر پر اس کے قریب ہی بیٹھی تھی جب اس نے پوچھا

"نہیں کاشف۔۔اب نہیں ہوں۔۔پہلے ناراض تھی" وہ سادہ سے انداز میں بولی تھی

"کیوں۔۔۔اب ناراضی ختم ہوگئی؟" وہ چڑانے والے انداز پوچھ رہا تھا

"میں آپ سے ناراض نہیں رہ سکتی کاشف۔۔میں رات بھر سو نہیں سکی۔۔۔آپ کی رات والی باتیں میرے کانوں میں کسی بھدے بے ہنگم ساز کی طرح کانوں میں گونجتی رہی ہیں۔۔۔آپ پلیز دوبارہ مجھ سے کبھی ایسے بات مت کرنا" وہ اس کے قریب ہو کر بولی تھی۔کاشف نثار نے اس کے انداز پر نثار ہوتے ہوئے اسے کود سے قریب کیا تھا

"صوفیہ ایک بات تم بھی یاد رکھو۔۔مجھے شک کرنے والی بیوی نہیں چاہیئے تھی۔۔یہ بات مجھے سب سے زیادہ بری لگتی ہے کہ انسان کی لائف پارٹنر کو اس پر بھروسہ نا ہو۔۔یہ میاں بیوی کے درمیان ایک صحت مند رشتے کو پنپنے نہیں دیتا۔۔دوسرا یہ بات بھی یاد رکھو۔۔کہ آج کے بعد ہمارے بیڈ روم سے باتیں باہر نہیں جائیں گی۔۔تم اگر میری ماں سے میری شکائتیں کروگی تو میں بھی تمہاری ماں سے تمہاری شکائتیں کروں گا۔۔ایک کمرے سے بات نکلے گی تو گھر کے باہر بھی پہنچ جائیگی اس سے تعلقات مضبوط نہیں ہونگے بلکہ مزید خراب ہوں

گے۔۔میں تمہارے ساتھ کٹی پھٹی خراب زندگی نہیں جینا چاہتا۔۔تم میری بیوی ہو۔۔۔کچھ دن بعد تم میری اولاد کی ماں کہلاؤ گی۔۔میں تمہیں ڈی گریڈ کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا" وہ بہت محبت سے کہہ رہا تھا۔صوفیہ کو بہت سکون ملا

"اور حبیبہ۔۔۔؟" اس نے اٹھلا کر سوال کیا تھا

"اسے بھول جاؤ۔۔وہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ہے۔۔آتا ہے۔۔اپنا احساس دلاتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے" کاشف نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔صوفیہ اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی



"میں کب سے تمہاری راہ تک رہا تھا" سلیم نے اسے دیکھتے ہی شکوہ کناں انداز میں کہا تھا

"کیوں۔۔؟" وہ اپنے مخصوص لٹھ مارکہ انداز میں بولی

"تمہاری یاد آرہی تھی" اس نے کاؤنٹر کے اوپر بنے چھوٹے سے دروازے کو کھول کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا تھا

"جتنی اوقات ہے نا اتنی ہی باتیں کیا کرو۔۔اس سے زیادہ کرو گے تو طبیعت اور حالات دونوں بگڑ جائیں گے" وہ اندر آتے ہوئے بولی تھی پھر ہاتھ میں پکڑی پلیٹ اسے تھمادی

"یہ لو میری چہیتی بہن نے بہت مزے کے پکوڑے بنائے تھے۔۔تمہارے لئے لائی ہوں" سلیم تب تک پلیٹ پر پڑا رومال ہٹا کر پکوڑا منہ میں بھی رکھ چکا تھا

"مہربانی ملکہ عالیہ۔۔آپ نے اتنی عنایت کی کہ غریب کو پکوڑے کھلانے کے بارے میں سوچا" وہ وہیل چیئر کو ریورس کر کے پیچھے لے گیا تھا۔چھ بجنے والے تھے اور لائٹ جانے کے کوئی اوقات نہیں تھے۔وہ باہر کی جانب پڑی ہوئی چیزیں لائٹ جانے سے پہلے اٹھالیا کرتا تھا لیکن اب اسے دیکھ کر وہ پکوڑے کھانے بیٹھ گیا تھا نینا کاؤنٹر پر پڑے جار اور پیکٹ چیک کرنے لگی

"تم چلی ملی نہیں لائے؟" اسے مطلوبہ چیز نہیں ملی تھی۔سلیم نے نفی میں سر ہلایا

"کسی کام کے نہیں ہو تم اور تمہاری یہ پھٹیچر دوکان تو بالکل کسی کام کی نہیں ہے" وہ چڑ کر پیچھے والے کاؤنٹر پر بیٹھ گئی تھی

"نینا بیگم زبان کو لگام دو۔۔میں اپنی شان میں گستاخی تو برداشت کر لیتا ہوں لیکن اپنی دوکان کے لئے کوئی بھی نامناسب لفظ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا" وہ اپنے پیچھے پڑے پیکٹ سے کچھ نکال کر اس کی جانب اچھال کر بولا۔نینا نے مہارت سے کیچ کیا تھا،وہ چلی ملی کا پیکٹ تھا،اس نے بنا شکریہ ادا کئے پیکٹ کھولا اور منہ میں جیلی رکھتے ہوئے بولی

"مینڈکی کو زکام تو سنا تھا۔۔یہاں کینچوے کو بھی چھینکیں آنے لگیں۔۔خدا خیر کرے زمانہ بگڑتا جا رہا ہے" وہ اسے خاطر میں نہیں لاتی تھی

"تم مجھے کینچوا کہہ رہی ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا حالانکہ جانتا تھا وہ اسے ہی کہہ رہی ہے

"تمہیں کوئی شک ہے۔۔؟ وہ چلی ملی اڑانے میں مشغول تھی۔سلیم وہ واحد انسان تھا جس سے اس کی خوب جمتی تھی

”شرم تو نہیں آتی اپنے کزن کو کنجوا کہتے ہوئے“ وہ افسوس سے سر ہلا کر بولا

”شرم کنجوے کو آئے۔۔ یا تمہیں آئے۔۔۔ مجھے کیوں آئے۔۔ یہ تمہارا اور اس کا معاملہ ہے۔۔اپنے معاملات سے مجھے دور رکھو“ اس کا پیکٹ ختم ہو چکا تھا

”آج تمہارے ابا گھر نہیں تھے کیا جو تم زبان کے جوہر دکھانے کے لئے محلے میں نکل آئی ہو“ سلیم نے تاک کر حملہ کیا تھا۔ابا کے نام پر اس نے منہ بنایا

”سلیم بابو! توڑ دیا ہے نا بچی کا دل ابا کا نام لے کر۔۔کیا تھا جو ہنس کر دو دل کی باتیں سن لیتے۔۔۔مگر نہیں تم بھی زمانے کے ساتھ مل گئے ہو۔۔خون سفید ہو گیا تمہارا بھی“ خالی ریپر کا گولہ سا بنا کر اسے پاس پڑی باسکٹ میں پھینکتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی پھر باہر نکلتے نکلتے رکی

”لاؤ دو۔۔“ وہ کچھ مانگ رہی تھی۔سلیم مسکرایا پھر وہیل چیئر آگے کر کے کاؤنٹر کے دراز سے ایک خاکی پیکٹ نکالا تھا جس پر بڑا بڑا کر کے ایک ایڈریس لکھا ہوا تھا۔نینا نے پکڑ کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھا

”احمد علی“ اس نے اس پر لکھا نام پڑھا تھا پھر سر ہلایا

”آج پھر یہی نام لکھ دیا۔۔تمہیں سلیم علی لکھتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے؟“ وہ چڑ کر پوچھ رہی تھی۔سلیم نے گہری سانس بھری پھر بے بسی سے مسکرایا

”میں نہیں چاہتا کسی کو میرے بارے میں پتا چلے“

”کیوں۔۔تم تھانے میں مطلوب ہو“ نینا کو جرح کی عادت تھی

”لوگوں کے لئے ظاہر چمک دمک بڑی اہمیت کی حامل ہے اور میرے پاس کیا ہے اس ٹوٹی ٹانگ اور بیساکھی کے علاوہ۔۔تعلیم بھی رو دھو کر انٹر۔۔لوگ یقین نہیں کریں گے کہ ایک لولا لنگڑا انٹر پاس عام سی شکل وصورت والا کریانے کی دوکان کا مالک شاعری بھی کر سکتا ہے یا اس کی کہانیاں ڈائجسٹ میں چھپتی ہیں۔۔۔“ وہ یاسیت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔نینا کو دل ہی دل میں اس کے انداز پر ترس آیا مگر عادت سے مجبور تھی اس لئے سر ہلا کر بولی

”ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔کون یقین کرے گا بھلا کہ یہ کنجوے جیسا انسان اتنی اچھی شاعری کر سکتا ہے اور اتنی اچھی کہانیاں لکھ سکتا ہے کہ اس کے نام کے ڈھیروں تعریفی خطوط آتے ہیں۔“

”اسی لئے تو اپنا نام نہیں لکھتا۔۔لوگوں کی پھبتیوں سے ڈر لگتا ہے۔“ وہ سابقہ انداز میں بولا تھا۔سارے محلے اور گھر والوں کے سامنے ہمہ وقت ہنستے رہنے والا سلیم نینا کے سامنے کبھی کبھی افسردہ ہو جایا کرتا تھا،نینا کے ساتھ اس کا عجیب رشتہ تھا،وہ اس کی کزن بھی تھی،سہیلی بھی اور راز داں بھی

”چہ چہ۔۔کتنے بیچارے انسان ہو تم۔۔۔بہت افسوس ہوا تمہاری دکھی داستان سن کر۔۔تم خود کشی کر لو پہلی فرصت میں۔۔یہ دنیا اب

تمہارے رہنے کے قابل نہیں رہی۔۔یہ دوکان مرنے سے پہلے میرے نام کر جانا۔۔میں تمہاری وہیل چیئر پر بیٹھ کر ٹافیاں بیچا کروں گی۔۔اور تمہاری تصویر بھی یادگار کے طور پر یہاں سامنے لٹکا دوں گی" وہ سر ہلاتی جارہی تھی اور ساتھ ساتھ چلی ملی کے پیکٹ بھی اٹھارہی تھی۔ہاتھ اور زبان دونوں ایک پھرتی سے چل رہے تھے

"مرجاؤ تم نینا۔ٹھیک سے جذباتی بھی نہیں ہونے دیتیں" وہ اس کی بات پر ہنسا تھا

"ایک بات یاد رکھنا۔نینا کو جذبات سے چڑ ہے،،یہ بندہ کھا جاتے ہیں۔۔۔مت دھیان دو لوگوں کی باتوں پر۔۔۔اپنے اندر حوصلہ پیدا کرو کہ دنیا کا سامنا اس بیساکھی کے ساتھ کرسکو۔۔۔تمہاری شاعری تمہارا ہنر ہے،،تمہارا قلم تمہارا ہتھیار ہے اور یہ بیساکھی تمہاری سہیلی ہے۔۔۔انہیں اپنی طاقت سمجھو۔تم گرنے لگوگے نا تو کسی بھی انسان سے پہلے یہ لکڑی کا ڈنڈا تمہاری مدد کو آئیگا۔۔۔فخر کروان چیزوں پر سلیم بابو" وہ اب باہر نکل رہی تھی۔سلیم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ نینا بی بی کسی کی مسکراہٹ کا موجب ہوسکتی ہیں۔

"ارے ظالم پورے پانچ پیکٹ چلی ملی کے اٹھالئے۔۔۔دو تو واپس کردو۔۔۔میں پیسوں کے خریدتا ہوں۔۔۔مفت نہیں اٹھاتا۔۔۔تمہارے اباکی طرح رئیس نہیں ہوں" وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔نینا منہ چڑاتے ہوئے اپنے گھر کی جانب چل دی تھی۔



"کیا سوچ رہی ہو؟" سمیع نے اسے آئسکریم پکڑاتے ہوئے سوال کیا تھا۔وہ مسکرائی مگر چہرہ پھر بھی بجھا بجھا سا تھا۔

"یہی سوچ رہی تھی کہ زندگی میں ناجانے کون سی نیکی کی تھی کہ اللہ نے اتنا اچھا جیون ساتھ عطا کیا" وہ مسکرائی تھی۔سمیع بھی اس کے ساتھ بونٹ پر بیٹھ گیا۔غروبِ آفتاب کا وقت ہونے والا تھا،سورج اپنا سنہری بکھرا بکھرا ساز وسامان سمیٹنے میں مشغول تھا۔ہوا میں ہلکی سی نمی محسوس ہوتی تھی۔اس نے آفس میں آج ایک تھکا دینے والا دن گزارا تھا اور گھر آتے ہی کچھ دیر لیٹنے کا ارادہ تھا لیکن شہرین کی فرمائش پر وہ اسے ساحلِ سمندر کی ہوا کھلانے لے آیا تھا۔شہرین کو انکار کرنا اس کی عادت نہیں تھی بلکہ وہ تو خواہش کرتا تھا کہ وہ کہیں باہر چلنے کی فرمائش تو کرے لیکن وہ حد درجہ گھر گھسنی ہوچلی تھی۔اسے گھومنے پھرنے سے رغبت نہیں رہی تھی۔

یہ بات تو میں بھی اکثر سوچتا ہوں" وہ مسکرا کر بولا

"کیا۔۔؟" شہرین نے اڑتی ہوئی لٹوں کو ایک ہاتھ سے قابو کرنے کی کوشش کی تھی جو آئسکریم کھانے کی راہ میں سخت رکاوٹ بن رہی تھیں۔

"یہی کہ اللہ نے تمہیں کتنا اچھا جیون ساتھ عطا کیا ہے۔۔۔نظر اتارتی رہا کرو میری"

"ہمہ وقت اتارتی ہوں۔۔اللہ کی ذات کا شکر ادا کرتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ اللہ تمہیں ہمیشہ میرا رکھے" وہ تشکر کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے بولی

"آمین۔۔۔اور تمہیں بھی صرف میرا رکھے۔ہمیشہ۔۔آمین" اس نے کہنے کے ساتھ ساتھ آئسکریم کا لقمہ لیتے ہوئے شہرین کی

شکل بھی دیکھی پھر اسے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ "آمین" کہنے میں میرا ساتھ دو لیکن وہ چپ چاپ آئسکریم کھانے کی کوشش کرتی رہی تھی

"جب کوئی دعا دیتا ہے نا شہرین جی تو آمین کہنا سننے والے پر لازم ہے" وہ اس کی خاموشی سے مصنوعی انداز میں اکتا کر بولا تھا

"آمین کہنے سے دعا قبول ہو جاتی ہے؟" وہ سرسری سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔سمیع کو اندازہ تھا کہ وہ غائب دماغی کی سی کیفیت میں ہے

"سیانے تو یہی کہتے ہیں کہ قبول ہو جاتی ہے" وہ آئسکریم میں مگن بولا

"اچھا تو پھر آمین۔۔" وہ بولی

"ثم آمین" سمیع نے کہا پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا

"مت سوچا کرو اتنی باتیں۔۔اللہ نے یہ جو چھوٹا سا دماغ دیا ہے نا اس میں بس میری یاد اور میری سوچ کو رکھا کرو۔۔باقی کے سوال جواب زمانے والوں کو حل کرنے دو۔۔ہمارا بھی بھلا ہو گا اور ان کا بھی" اس کی آئسکریم ختم ہو چلی تھی۔وہ اپنی محبوب بیوی کی دلجوئی کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔اسے اندازہ تھا کہ جب جب بھی وہ اپنی امی سے بات کرتی تھی ہرٹ ہو جاتی تھی۔ان کی شادی کے بعد سے وہ اس سے تعلقات ختم کر چکے ہوئے تھے اور عید شبرات پر بھی ملنے کے روادار نا رہے تھے شہرین کے لئے یہ صورتحال بعض اوقات بڑی تکلیف دہ ہو جاتی تھی۔

"میں کب سوچتی ہوں سمیع،،سوچیں خود بخود آتی ہیں۔۔پتا بھی نہیں چلتا کب دماغ مشرق کی طرف چلتا چلتا مغرب کی جانب گھومنا شروع ہو جاتا ہے" اس کے انداز میں لاچاری تھی۔سمیع نے اسے دیکھا پھر آئسکریم کا آخری بائٹ لے کر دونوں ہاتھوں سے اسکی اڑتی زلفوں کو پکڑ کر کانوں کے پیچھے اڑستا ہوا بولا

"زندگی آئسکریم ہے۔۔میٹھی۔۔مگر جلد ختم ہو جانے والی۔۔اسے فضول سوچوں میں ضائع مت کرو۔۔میری خاطر۔۔میں تمہیں ناخوش دیکھتا ہوں نا تو دل چاہتا ہے خود کو گولی مار لوں۔۔نا میں تم سے شادی کرتا نا تمہارے گھر والے تم سے قطع تعلق کرتے" وہ اس کے گالوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بولا تھا۔اس کے ہاتھوں کے نیچے شہرین کے بال دب گئے تھے۔

"نہیں سمیع یہ بات نہیں ہے۔۔میں خوش ہوں۔۔بہت خوش۔۔" وہ اسے یقین دلا رہی تھی۔سمیع کو اس کے جھوٹ بولنے پر بھی پیار آیا

"مان لیا بیگم صاحبہ۔۔چلو اب میں تمہاری ان بدتمیز لٹوں کو سنبھالتا ہوں۔۔تم یہ آئسکریم ختم کرو" اس نے اپنے ہاتھ نہیں ہٹائے تھے۔شہرین مسکرائی تھی پھر اس نے کون کو منہ کے قریب کرنا چاہا تھا کہ سامنے نگاہ پڑی۔۔وہاں جو بھی کھڑا تھا ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔شہرین ساکت رہ گئی تھی۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے،بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

وہ اویس تھا۔اس کا چھوٹا بھائی۔

سمیع نے ایک نظر اسے دیکھا جو انہیں دیکھ کر اب لاتعلق ہو کر آگے بڑھ گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں شناسائی کی ذرا سی بھی رمق نہیں تھی۔دوسری نظر اس نے شہرین پر ڈالی جو اپنے بھائی کو وہاں پا کر کچھ ملی جلی کیفیات کا شکار نظر آتی تھی۔سمیع اس سے پہلے کہ اسے کچھ کہتا وہ یکدم بونٹ سے اتری اور بھاگ کر اویس کی طرف جا پہنچی۔تب تک وہ ان سے کچھ فاصلے پر جا چکا تھا

"اویس۔۔۔کیسے ہو۔۔"اس نے جاتے ہی اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔سمیع کو مجبوراً اس کے تعاقب میں آنا پڑا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔کون ہو تم۔۔؟"اویس نے سخت نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔گرمیوں کے دن تھے۔ایسی جگہ پر لوگوں کا آنا جانا عام سی بات تھی لیکن چھٹی کا دن نا ہونے کے باعث بہت پبلک بھی نہیں تھی لیکن اتنی کم بھی نہیں تھی کہ کوئی باآوازِ بلند کسی کو دھتکارتا اور قریب سے گزرتے لوگوں تک آواز بھی نا پہنچتی۔کچھ ایک چہروں نے پلٹ کر بھی دیکھا تھا۔

"ایسے بات کیوں کر رہے ہو اویس۔۔۔تم تو میرے اتنے لاڈلے تھے۔۔اس طرح تو مت کرو"شہرین کی آواز میں لجاحت اور اویس کی آنکھوں میں کرختگی ایک ساتھ بڑھی تھی۔شہرین نے پھر اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھنا چاہا تھا۔وہ بدک کر پیچھے ہٹا

"معاف کرو بی بی۔۔۔میں نہیں جانتا تم کون ہو"اس نے مزید کرختگی لہجے میں سموئی

"شہرین چلو یہاں سے"سمیع کو اس کا انداز سخت برا لگا۔وہ شہرین سے کافی چھوٹا تھا لیکن اچھا قد کاٹھ نکال لیا ہوا تھا اس لئے اب وہ اس کے کندھوں تک ہی آتی تھی۔

سمیع کے ٹوکنے پر اویس نے ایک نظر اس پر ڈالی۔کیا نہیں تھا اس نظر میں۔۔۔نفرت حقارت اور انتہائی سرد مہری۔سمیع کو مزید تپ چڑھی۔اس نے آگے بڑھ کر شہرین کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن اس نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا

"مجھے ایک منٹ بات تو کرنے دو سمیع۔۔"وہ جیسے چڑ کر بولی۔سمیع اس کے رویے پر حیران رہ گیا۔

"میں تم سے بات کرنا ہی نہیں چاہتا۔۔خوامخواہ گلے مت پڑو۔تم مر چکی ہو ہم سب کے لئے۔۔اپنا راستہ ناپو۔۔۔بلکہ میں ہی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔۔میں اپنے دوستوں کے ساتھ آیا ہوں۔۔دوبارہ مجھے مخاطب کر کے ان کے سامنے میرا تماشہ بنوانے کی ضرورت نہیں ہے"وہ بے حد بدتمیزی سے بولا تھا۔اب لوگ بھی رُک کر دیکھنے لگے تھے۔

اویس آگے بڑھا تھا تو شہرین نے پھر اسے پیچھے سے جا لیا

"اچھا میں چلی جاتی ہوں لیکن یہ تو بتا دو۔۔۔امی ابو کیسے ہیں۔۔ان کو میرا اسلام کہنا۔۔۔میں بہت یاد کرتی ہوں"اس کے رویے میں منت ولجاحت بڑھنے لگی تھی۔ایسا لگتا تھا اسے اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔سمیع کا غصہ بڑھنے لگا

"ان کو تمہارے سلام کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔اپنے سلام کو اپنے اس یار تک محدود رکھو"اویس نے سمیع کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”تمیز سے بات کرو۔۔تمہیں کسی نے اتنا بھی نہیں سکھایا کہ بڑی بہنوں سے کیسے بات کرتے ہیں“سمیع نے اسے کم اور شہرین کو زیادہ کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا

”تم تمیز کی بات کرتے ہو۔۔میں تو تم سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔۔دو ٹکے کے لوفر آدمی۔۔۔اونہہ۔۔دوسروں کی بہنوں کو ورغلا کر راہِ راست سے بھٹکانے والے مجھے نصیحتیں کرنے آ گئے ہیں۔۔“اس کا لہجہ اور انداز اتنا گستاخانہ تھا کہ سمیع کو اپنا بلڈ پریشر ہائی ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

”میں تم سے بات کرنے کے لئے مرا نہیں جا رہا۔تم جیسوں کو تو میں منہ بھی نہیں لگایا کرتا۔تمہارے الفاظ ہی تمہاری تربیت کا پتا دیتے ہیں“سمیع چبا چبا کر بولا تھا۔اویس کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی

”یہ بات اپنی اس بیوی کو بھی سمجھا لو نا پھر۔۔۔اور تربیت کرنے کے لئے اللہ نے تمہیں اولاد دے دی ہے نا۔۔اپنی بیٹی کو سکھانا یہ ساری باتیں۔۔۔“اویس کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن سمیع نے”بیٹی“ کا لفظ سنتے ہی اسے دھکا دیا تھا۔لوگ اب رُک کر ان کے قریب جمع ہو رہے تھے

”تڑپ اٹھتی ہے نا دل میں۔۔۔چبھتی کانٹا ہے نا کوئی۔۔تکلیف ہوتی ہے نا۔۔۔جب اپنی بیٹی کا،اپنی بہن کا ذکر آتا ہے۔۔۔سب کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے“ وہ گردن ہلا کر جتا رہا تھا اور ساتھ ہی طنزیہ مسکراہٹ اس کے چہرے کا احاطہ کر رہی تھی

”سمیع تم چُپ رہو۔۔پلیز۔۔یہ میرا اور میرے بھائی کا معاملہ ہے۔۔تم مجھے بات کرنے دو“شہرین بجائے اس کا ساتھ دینے کے ابھی بھی اپنے بھائی سے بات کرنے پر بضد تھی۔سمیع کو اویس سے زیادہ اس پر غصہ آیا۔اس نے شہرین کا ہاتھ پکڑا تھا اور کسی کی جانب دیکھے بناء اپنی گاڑی کی سمت جانے کے لئے پیچھے کی طرف مڑنا چاہا تھا۔شہرین نے بے چارگی سے ایک بار پھر اس کا ہاتھ جھٹکا

”سمیع پلیز۔۔ایک منٹ۔۔صرف ایک منٹ۔۔۔“وہ ابھی بھی وہاں سے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔اویس نے سمیع کا غصے سے سُرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر طنزیہ انداز میں مصنوعی قہقہہ لگایا تھا۔سمیع کے ناک کے نتھنے پھول گئے تھے۔اس سے پہلے کہ اُسکا ہاتھ اٹھتا اس نے خود ہی وہاں سے ہٹ جانا مناسب سمجھا تھا۔سمیع کی توقع کے برخلاف شہرین وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

”میں آج پہلے بیٹنگ کروں گا“سلیم نے بیساکھی لہرا کر کہا تھا۔سارے بچوں نے ایک ساتھ گھور کر اسے دیکھا۔

”کل کس نے پہلے بیٹنگ کی تھی؟“برکت نے تیکھے چتون لئے سوال کیا تھا

”سلیم بھائی نے۔۔؟“سب بچوں نے یک زبان جواب دیا

”پرسوں کس نے پہلے بیٹنگ کی تھی؟“برکت نے ہی پوچھا تھا

”سلیم بھائی نے۔۔“سارے ایک ساتھ چلائے تھے

"تو بس پھر آج کون پہلے بیٹنگ کرے گا؟" یہ سوال سلیم نے کیا تھا۔ایک بھی بچے نے اس کا نام نہیں لیا تھا

"اب کوئی نہیں بولا۔۔سلیم بھائی۔۔۔اب میرا نام لیتے سانپ سونگھ گیا سب کو۔۔۔ظالموں" وہ چلایا تھا

"سلیم بھائی یہ بے ایمانی ہے۔۔۔آپ روز پہلے باری لے لیتے ہیں پھر آؤٹ بھی نہیں ہوتے۔۔۔ہماری باری تو آتی ہی نہیں ہے۔۔لیکن لائٹ آجاتی ہے" اظفر اور حمزہ نے ایک ساتھ بیان جاری کیا تھا۔بجلی کے جاتے ہی سارے بچے اپنے گھروں سے ٹارچ لا کر گلی میں جمع ہو کر کرکٹ کھیلنے لگتے تھے۔سلیم بھی کاونٹر کے باہر پڑی ساری چیزیں اٹھا کر اندر رکھ دیا کرتا اور شٹر کا کچھ حصہ بھی نیچے کر دیتا تھا یا پھر اس کے ابا گھر میں موجود ہوتے تو وہ آ کر دوکان کے باہر کرسی رکھ کر بیٹھ جاتے اور سلیم صاحب کرکٹ کھیلنے میں لگ جاتے۔۔وہ فیلڈنگ کر سکتا تھا نا باؤلنگ لیکن وہیل چیئر پر بیٹھے بیٹھے بیٹنگ جما کر کرتا۔وہ سب بچے دس سے بارہ سال کی عمروں کے تھے۔ان سے اسے آؤٹ کرنا مشکل ہو جاتا اور جب وہ آؤٹ ہو جاتا تو دوکان یا گاہک کا بہانہ بنا کر فوراً گیم سے الگ ہو جاتا۔اس لئے بچے اسے باری دیتے نہیں تھے

"تم لوگ اچھی باؤلنگ کیا کرو تا کہ میں جلدی آؤٹ ہو جاؤں۔۔۔اب اس میں بھی میرا قصور ہے کیا؟" وہ کندھے اچکا کر بولا

"آپ چیٹر ہیں۔۔۔آؤٹ ہو بھی جائیں تو مانتے نہیں ہیں" حمزہ نے باؤلنگ کو ہاتھوں میں گھماتے ہوئے کہا تھا۔سلیم نے مصنوعی ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے آنکھیں پھیلائی تھیں۔

تم سب لوگ جلتے ہو مجھ سے۔۔۔اس لئے کہ میں تم سب سے بہتر بیٹس مین ہوں۔۔۔اس محلے کا شاہد آفریدی۔۔۔" احساسِ تفخر سے گردن اکڑائی گئی

"آیا وڈا (بڑی) شاہد آفریدی۔۔۔شکل دیکھی ہے اپنی۔۔۔" یہ آواز بچوں کی نہیں تھی لیکن اس آواز کو سلیم آنکھیں بند کر کے بھی پہچان سکتا تھا۔اس نے منہ اٹھا کر اوپر دیکھا۔آواز خالہ کے گھر سے آئی تھی لیکن تاریکی کے باعث کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔کھڑکی میں کوئی نہیں کھڑا تھا پھر اس نے ان کے دروازے کی جانب دیکھا۔گھر کے دروازے سے باہر نکل کر جو چبوترا سا بنا تھا۔نینا اس پر براجمان تھی

"نینا کی بچی تم اپنا منہ بند رکھو" آواز تو وہ پہچان ہی چکا تھا اس لئے چلا کر بولا۔بچے بھی مسلسل چلا رہے تھے

"منہ بند بھی رکھ لوں مگر آنکھیں تو کھلی ہیں نا۔۔۔جو صاف دکھا دیتی ہیں کہ پانی میں دس روپے والا سرف ایکسل ڈال کر بھی تمہیں غوطہ دیا جائے تو تم زیادہ سے زیادہ میلا جے ور دھنے نظر آؤ گے۔۔" اس نے اسی کے انداز میں کہا۔سلیم نے منہ بنا کر کوئی جواب نہیں دیا تھا

"اچھا تو بچو! میں کیا کہہ رہا تھا۔۔۔پہلے باری میں لوں گا" اس نے وہیں سے سلسلہ کلام جوڑا تھا

"نہیں۔۔نہیں۔نہیں۔۔۔" اس بار سب متحد تھے

"دیکھ لو بھائی ہوں تم سب کا۔۔پچھلی بار عید پر سب کو مفت آئسکریم کھلائی تھی میں نے" وہ اب منتوں پر اتر آیا تھا

"وہ دو سال پہلے کی بات ہے" وہ سب پھر چلا کر بولے تھے۔سلیم نے گھور کر دیکھا

"اچھا افلاطونوں اس سال بھی عید پر کھلاؤں گا۔۔اب تو باری دے دو" وہ اسی منت بھرے انداز میں بولا تھا۔بچوں کو بھی ترس اور لالچ نے مجبور کیا تھا کہ اس کی بات مان لیں

"اچھا لے لیں۔۔لیکن یاد رکھیں بے ایمانی جس کا کام۔۔۔" اظفر باؤلر تھا نے انگلی اٹھا کر تنبیہہ کرتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا جسے باقی بچوں نے پورا کیا

"ھندو کافر اس کا نام" یک زبان ہو کر نعرہ لگایا گیا۔

"بالکل بالکل۔۔۔" سلیم نے گردن ہلائی اور پھر نینا کی طرف دیکھا۔وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی

"نینا باجی ایمپائرنگ کریں گی" سلیم نے بچوں کو تسلی دی تھی۔اس کا نام لینے پر وہ متوجہ ہوئی پھر سر ہلا کر بولی

اوکے ڈن۔۔۔شاہد آفریدی صاحب۔۔۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا تھا سلیم نے پرواہ نا کرتے ہوئے وہیل چئیر گھسیٹ کر پوزیشن سنبھالی تھی اطفر نے پہلی بال ہی گھما کر پوری رفتار سے کروائی اور سلیم صاحب تیز شاٹ کھیلنے کے چکر میں سامنے کھڑے حمزہ کے ہاتھوں کیچ آوٹ ہو گئے۔

"آوٹ۔۔آوٹ۔۔آوٹ۔۔" وہ سب پھر چلانے لگے

"کوئی نہیں۔کوئی نہیں۔۔ابھی تو میں پریکٹس کر رہا تھا۔۔یہ کیا بات ہوئی۔۔" وہ مکر گیا تھا اور بیٹ بھی ہاتھ سے چھوڑنے کو تیار نہیں تھا

"بے ایمانی جس کا کام۔۔ھندو کافر اس کا نام۔۔۔بے ایمانی جس کا کام۔۔ھندو کافر اس کا نام۔۔۔" وہ سب پھر چلانے لگے تھے

"اچھا۔۔نینا باجی سے پوچھ لو۔۔وہ ایمپائر ہیں نا" اب کی بار نینا انہی کی جانب متوجہ تھی

"آوٹ۔۔آوٹ۔۔۔" وہ سب نینا کے سر پر سوار ہو گئے

"کوئی نہیں۔کوئی نہیں۔۔۔یہ تو نو بال تھی۔۔میں نے خود دیکھا۔۔ناٹ آوٹ۔۔۔" وہ ایمپائر کے انداز کی اداکاری کرتے ہوئے گردن اکڑا کر بولی۔۔سلیم کے ساتھ آپس میں جتنا مرضی اختلاف ہوتے ان کے۔۔بیرونی محاذوں پر وہ اکٹھے تھے۔سلیم نے نعرہ لگاتے ہوئے بیٹ ہوا میں بلند کیا تھا

"بے ایمانی جس کا کام۔ھندو کافر اس کا نام۔۔نہیں بلکہ۔۔بے ایمانی جس کا کام۔۔۔نینا سلیم اس کا نام۔۔نینا باجی سلیم بھائی اس کا نام" وہ اب نعرہ بدل کر چلانے لگے تھے"

"جی نہیں بے ایمانی جس کا کام۔۔۔حمزہ، برکت اس کا نام۔۔حمزہ، اظفر اس کا نام" نینا بھی اسی انداز میں چلانے لگی تھی۔سارا محلہ ان کے شور سے گونج رہا تھا۔ابا اسی وقت واپس آئے تھے۔تاریکی کے باعث نینا کو پتا نہیں چلا تھا لیکن گھر کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے انہوں نے چبوترے پر بیٹھی اپنی بیٹی کے انداز کو ناپسندیدگی سے دیکھا تھا

☆ ☆ ☆

"کیا دیکھ رہی ہو۔۔" کاشف نے آئینے میں نظر آنیوالے اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔وہ اُسے تیار ہوتا دیکھ رہی تھی ۔فیروزی رنگ کی بڑے کالر والی شرٹ اور بڑے کف والے آستینوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے چیک والی ٹائی لگائے تازہ شیو،،شیمپو اور اوڈی ٹوائلٹ کی ملی جُلی خوشبوئیں بکھیرتا اس کا شوہر۔۔اس کا وجیہہ شوہر۔۔اسے کبھی کبھی اپنے ذہنی تناؤ کی سب سے بڑی وجہ لگا کرتا تھا۔رات کے اس پہر اس طرح سے تیار ہو کر جانا اب اس کا روز کا معمول بن گیا تھا اور اسے اس طرح تیار ہو کر جاتے دیکھنا صوفیہ کا معمول بنتا جاتا تھا۔

پیسہ ہُن کی طرح برسنے لگا تھا اور ان کا باہمی رشتہ توجہ کو ترسنے لگا تھا۔یہ نہیں تھا کہ وہ صوفیہ کو ساتھ چلنے کے لئے نہیں کہتا تھا یا لے جانا نہیں چاہتا تھا۔جب بھی شہر کے سیٹھوں کے خاندان اکٹھے ہوتے تھے کاشف اسے ساتھ چلنے پر اصرار کرتا تھا لیکن بی بی جان کا کہنا تھا کہ وہ ان دنوں آرام کرے اور ہرا یرے غیرے سے ملنے میں احتراز برتے تو وہ گھر سے کم ہی نکلتی تھی۔

"میرا خیال ہے میں آج کالا ٹیکا لگا ہی لوں۔۔۔بیوی ٹکٹکی باندھ کر دیکھے اور دیکھتی ہی چلی جائے تو اس کا مطلب شوہر واقعی خوبصورت ہے" وہ خود ہی ہنسا تھا۔صوفیہ مسکرائی تک نا تھی

"کیا سوچ رہی ہو؟" کاشف نے اپنی بات پر اس کا کوئی رَدِعمل نا دیکھ کر سوال کیا تھا

"میں جب پانچویں کلاس میں تھی نا تو ہماری ایک نئی میڈم (ٹیچر) آئی تھیں۔۔انہوں نے ہمیں ایک بہت دلچسپ بات بتائی ۔کہنے لگیں ہر انسان کی آنکھ کے بائیں جانب اندر کی طرف ایک چھوٹا سا سوراخ ہوتا ہے جس کے متعلق آج تک یہ پتا نہیں چل سکا کہ اس کا فائدہ کیا ہے۔۔یعنی اس کا ہونا اور نا ہونا ایک برابر ہے۔۔۔میں یہ سوچ رہی تھی کہ مرد کی خوبصورتی بس آنکھ کا وہ چھوٹا سا سوراخ ہی تو ہوتی ہے۔۔جس کے متعلق یہ نہیں پتا چل سکا کہ اس کا فائدہ کیا ہے" وہ سادہ سے انداز میں جو بات کہنے کی کوشش کر رہی تھی وہ اور کاشف دونوں جانتے تھے کہ یہ اسقدر سادہ بھی نہیں ہے۔کاشف نے اب کی بار مُڑ کر اس کی جانب دیکھا۔مسکراہٹ اس کے ہونٹوں سے ابھی جُدا نہیں ہوئی تھی

"کیا کہنا چاہ رہی ہو بیگم۔۔کُھل کر کہو نا" وہ بیڈ کے دوسرے کنارے پر ٹک کر بیٹھا تھا

"ایک عام سی بات کہی ہے کہ مرد کی خوبصورتی بے فائدہ ہے۔" وہ اپنی بات سے پلٹی نہیں تھی

"مرد کی خوبصورتی عورت کیلیے ہی تو ہوتی ہے۔" وہ صوفیہ کے طنز کو سمجھ تو رہا تھا لیکن شوہرانہ عادت کے مطابق بات کو کھینچ کر لمبا کر رہا تھا۔

"عورت کو مرد کی خوبصورتی سے کیا غرض۔۔اسے تو بنانے والے نے خود اتنا خوبصورت بنایا ہے۔۔اُسے کیا پرواہ۔۔ایک طرح سے مرد کی خوبصورتی اس کے لئے وبالِ جان ہی ہے۔۔عورت کا خانہ خراب کرنے کے لئے تو اُس کے پاس پہلے سے بڑے ہتھیار ہیں۔۔اس کی مردانگی۔۔طاقت۔۔دولت۔۔عورت پر روپیہ خرچ کرنے کا حوصلہ۔۔۔میٹھی میٹھی باتیں کر کے اسے شیشے میں اتارنے کا گر ۔۔عورت تو ان باتوں سے ہی چاروں شانے چت کی جا سکتی ہے۔" وہ کچھ زیادہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی تھی

"پتا نہیں تم کیا باتیں کر رہی ہو۔۔میں تمہاری اس فلاسفی کو نہیں مانتا۔۔میں تو اتنا جانتا ہوں کہ خوبصورتی صرف عورت کی میراث نہیں ہے۔۔اللہ نے اسے برابر مرد اور عورت دونوں میں بانٹا ہے اور پھر خوبصورتی کا مفہوم کیا ہے۔۔۔سیانے کہتے ہیں جو دلپسند ہے وہی

دلکش ہے۔۔باقی سب باتیں غیر ضروری ہیں" وہ دوبارہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا
"آگ لگے ان سیانوں کو۔۔انہی کی باتیں تو دماغ خراب کرتی ہیں۔۔انہوں نے ہی معیار قائم کر کے ہم جیسوں کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے۔۔اچھا مرد ایسا ہوتا ہے۔۔اچھی عورت ایسی ہوتی ہے" وہ انتہائی چڑ کر بولی تھی۔کاشف کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی
"سیانوں سے کیا دشمنی ہے بھائی تمہاری۔۔؟" وہ پرفیوم اسپرے کرنے لگا تھا
"زندگی کے کسی بھی جذبے کی اپنی کوئی ذاتی تعریف نہیں ہوتی۔۔یہ ہر شخص کے لئے اس کے اپنے حالات و واقعات کے مطابق ہوتی ہے۔۔ہر شخص کا اپنا ذاتی تجربہ۔سیانوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجھے بتائیں کہ دلپسندی ہی دلکشی ہے۔۔۔میرے لئے مرد کا خوبصورت ہونا ایک غیر ضروری بے فائدہ بات ہے۔۔تو ہے۔۔۔میرے نزدیک مرد کی شرافت ہی اس کی سب سے بڑی دلکشی ہے۔لیکن ٹھیک اسی طرح کسی دوسری عورت کے لئے مرد کا خوبصورت ہونا بہت بڑی بات بھی ہو سکتی ہے۔۔وہ شرافت کو اپنی ہیل والی جوتی کی نوک پر رکھتی ہوں گی۔۔۔اس لئے سیانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر بات میں ٹانگ نا اڑایا کریں۔۔۔عام انسانوں کو اپنے تجربات سے سیکھنے دیں۔۔۔اور اگر کہے بغیر گزارا نہیں ہوتا تو ہر بات کہنے کے بعد بریکٹ میں لکھ دیا کریں۔۔۔ادارہ نتائج کا ذمہ دار نا ہوگا" کاشف نے قہقہہ لگایا تھا۔
"اتنا غصہ۔تمہارے ارادے آج کچھ نیک نہیں لگتے۔۔کہو تو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں" وہ ابھی بھی استہزائیہ انداز میں بات کو اڑا رہا تھا اور یہ امر صوفیہ کے لئے بڑا دکھ دینے والا تھا کہ وہ اس کی باتوں کو ہمیشہ مذاق میں ختم کر دیتا تھا۔
"ارادے نیک ہونے سے کیا ہوتا ہے کاشف صاحب۔۔۔انسان نیک ہونے چاہئیں بس۔۔" یہ در پردہ طنز تھا۔
"کیا بات ہے بیوی!۔۔بہت ذہانت والی باتیں کرنے لگی ہو" کاشف نے اپنے مزاج کے سابقہ رنگ کو برقرار رکھا تھا۔
"آپ خود ہی تو کہتے ہیں کہ آپ کو میرے جیسی ذہین بیوی چاہیے تھی۔۔۔بی بی جان کو بھی ذہانت ہی درکار تھی تو بس۔۔۔میں نے بھی ذہانت کو ہی گھول گھول کر پینے کا ارادہ کر لیا ہے" صوفیہ نے اب کی بار مسکرانے کی کوشش کی تھی۔مسلسل طنز اس کے شوہر کے مزاج پر گراں بھی گزر سکتا تھا۔

کاشف کی کچھ باتیں اسے یہ احساس بھی دلاتی تھیں کہ وہ اس کی پرواہ کرتا ہے اور اس سے محبت بھی کرتا ہے۔وہ خود بھی محبت کا وقتاً فوقتاً اظہار کرتا رہتا تھا لیکن اپنی روش سے ہٹتا بھی نہیں تھا۔

"اٹھو تیار ہو جاؤ۔۔۔کہیں باہر لے کر چلتا ہوں تمہیں۔گھر میں پڑے رہنے سے تم کچھ زیادہ ہی ذہین ہوتی جا رہی ہو۔۔۔اب اسقدر ذہانت بھی نہیں چاہیئے مجھے۔" اس نے یکدم اس کی جانب مڑ کر کہا۔صوفیہ کو دل ہی دل میں بڑی خوشی ہوئی۔وہ خود بھی اس کے ساتھ جانا چاہتی تھی
"بی بی جان۔۔۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا
"ان سے میں پوچھ لیتا ہوں۔تم تیار ہو کر نیچے آؤ" وہ کمرے سے نکلتے ہوئے بولا تھا۔صوفیہ خوشی خوشی تیار ہونے چل دی تھی

☆ ☆ ☆

ناراض ہو سمیع" شہرین نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔سمیع نے مڑ کر اسے دیکھا پھر ہاتھ میں پکڑا سگریٹ فوراً فرش پر پھینک کر اسے پاؤں سے مسلنے لگا۔شہرین اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی تھی۔وہ کب سے بالکونی میں کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا ۔شہرین کو دکھ بھی ہو رہا تھا لیکن وہ بھی کیا کرتی۔ماں باپ کی یاد اسے بے چین ہی اسقدر رکھتی تھی۔یہ فطری سی بات تھی جب ماں باپ ساتھ تھے تو سمیع کی کمی حاوی رہتی تھی۔اب سمیع ساتھ تھا تو ماں باپ کی کمی جان لیوا محسوس ہوتی تھی

" ناراض رہا ہی نہیں جاتا تم سے۔۔یہی تو مجبوری ہے" وہ سادہ سے انداز میں بولا تھا

" شہرین چند لمحے اس کے انداز پر چپ کھڑی رہی پھر اس نے بھی سمیع کے بالکل ساتھ کھڑے ہو کر بالکونی کی گرل پر ہاتھ جمائے تھے

" آئی ایم سوری۔لیکن میں اپنے دل کا کیا کروں۔۔وہ میرا بھائی ہے۔۔چھوٹا لاڈلا بھائی" عجب بیچارگی اس کے لہجے پر چھائی تھی

" میں نے اتنے دنوں بعد اسے دیکھا تھا۔۔وہ وہاں تھا۔میرے اتنے قریب۔۔میں اس لئے بس۔۔آئی ایم سوری سمیع"

" وہ وہاں تھا۔۔یہ میں نے بھی دیکھ لیا تھا۔۔اور اس نے تمہیں دیکھ کر بھی تمہیں نہیں بلایا تم سے بات بھی نہیں کی۔اس کے باوجود تم اس کے پاس گئیں۔۔۔اسے مخاطب کیا لیکن اس نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔۔چھوٹا بھائی ہے تمہارا۔۔لیکن کس انداز میں تمہیں دھتکارا اس نے۔۔بات کیسے کر رہا تھا وہ تمہارے ساتھ۔۔۔ایسے ہوتے ہیں چھوٹے بھائی۔میرا بھائی ایسے کرتا نا مجھ سے تو میں دو تھپڑ اس کے منہ پر مار کر آتا۔تمہارا لحاظ تھا ورنہ۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔اویس کا طنزیہ قہقہہ ابھی سماعتوں میں گونج رہا تھا۔شہرین چند لمحے کچھ نہیں بولی۔تاسف میں گھری اپنی انگلیاں مروڑتی رہی۔سمیع نے اس کی جانب دیکھا پھر اسے بھی افسوس ہوا۔شہرین کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں

۔اسے کچھ بھی سمجھانا کبھی کبھی بے حد مشکل ہو جاتا تھا۔ایک بار اس کی بہن کسی مال میں مل گئی تھیں،شہرین کے محبت سے گلے لگانے اور مخاطب کرنے کے باوجود انہوں نے اس کی بات کا جواب بھی نہیں دیا تھا اور تب بھی انہوں نے سمیع کو بے بھاؤ سنائی تھیں۔اس کے گھر والے صاف ہی کہتے تھے کہ شہرین ہمارے لئے مر چکی ہے اور سمیع سے وہ سب شدید نفرت کرتے تھے۔شہرین کے لئے یہ بات بہت بڑا صدمہ تھی۔شہرین چند لمحے اس کی جانب دیکھتی رہی پھر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔آنسو ٹپ ٹپ کر کے بہنے لگے

" مائی گاڈ۔۔شینا پلیز۔۔میرے ساتھ ایسے مت کرو" عورت کے آنسو ہتھیار ہوتے ہیں اور من چاہی عورت کے آنسو کے ایٹمی ہتھیار ہوتے ہیں۔سمیع کو مزید تاسف نے گھیر لیا۔وہ پھر بھی بے آواز روتی رہی

"تمہیں ذرا سا بھی اندازہ ہو نا شیری کہ تمہارے آنسو میرے ساتھ کیا کرتے ہیں تو تم کبھی ایک آنسو بھی نا بہاؤ" وہ زچ ہو کر بولا

" میں زندگی میں کسی کو خوش نہیں کر پاؤں گی۔۔نا تمہیں نا کبھی اپنے گھر والوں کو۔۔۔مجھے یہ شادی کرنی ہی نہیں چاہیئے تھی

۔۔۔مجھے لگتا ہے مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔۔بہت بڑی۔۔ہم میں سے کوئی بھی خوش نہیں ہے۔۔کوئی ایک بھی نہیں" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔سمیع نے انتہائی افسوس بھرے انداز میں اسے دیکھا

"جب تم ایسے بی ہیو کرتی ہو نا۔۔۔مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔۔انتہائی دکھ۔۔مجھے لگتا ہے تم اپنے فیصلے پر پچھتا رہی ہو۔۔تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو۔۔۔"

"سمیع میں اپنے دل کا کیا کروں۔۔وہ سب مجھے یاد آتے ہیں تو آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے۔۔سو نہیں پاتی کئی کئی گھنٹے۔۔امی کی شکل آنکھوں کے سامنے گھومتی رہتی ہے۔۔ان کی گود میں سر رکھنے کی خواہش بے چین کرنے لگتی ہے۔۔کتنا عرصہ ہوگیا ہے ان سے ملے ہوئے۔۔۔میں خود کو بہت اکیلا محسوس کرتی ہوں" وہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔سمیع کو وہ بالکل کسی چھوٹی سی بچی کی مانند لگی جو ماں باپ سے ضد کر کے اپنی بات تو منوا چکی تھی لیکن اب پچھتاوے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔اس نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا

"میں ہوں نا تمہارا۔تم کسی اور کے بارے میں کیوں سوچتی ہو۔۔میرے بارے میں سوچا کرو۔صرف میرے بارے میں۔۔۔" وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔وہ کبھی اس پر غصہ نہیں کر پاتا تھا

"کیا تمہارے لئے یہ احساس کافی نہیں ہے کہ تمہارا جیون ساتھی پورے کا پورا تمہارا ہے۔۔مت رویا کرو۔۔مت ہلکان کیا کرو خود کو۔۔میں ٹوٹنے لگتا ہوں۔۔دڑاڑیں پڑ جاتی ہیں مجھ میں۔۔میرے بارے میں بھی تو سوچو۔۔میرے ماں باپ بھی تو مجھ سے خفا رہتے ہیں لیکن میں پھر بھی تمہارا ہو جانے پر خوش ہوں۔۔میرا نقصان تم سے کہیں زیادہ ہے یار۔۔تمہارا ہو جانے کے بعد میں تو اپنے آپ کا بھی نہیں رہا۔۔پھر بھی تم رو رو کر مجھے ہی لیٹ ڈاؤن کرتی ہو۔۔۔بتاؤ کیا کروں۔۔۔مر جاؤں۔۔؟" وہ بیچارگی ولاچاری کی آخری حد پر کھڑا تھا

"اللہ نا کرے۔۔ایسی باتیں کیوں نکالتے ہو منہ سے۔۔۔مرنا ہی ہے تو میں مر جاتی ہوں۔۔اس بے چینی سے تو نجات ملے گی" وہ تڑپ کر بولی تھی۔

"میں تو جیسے بچ ہی جاؤں گا پھر۔۔۔"سمیع نے گردن جھٹکی تھی۔شہرین کچھ نہیں بولی۔تھکی ہوئی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔سمیع کی محبت اسے مشکور و مسرور تو کرتی تھی لیکن ماں باپ کی ناراضی کی بے چینی بھی اپنی جگہ مستحکم تھی۔



"یہ لیں آنسہ صوفیہ حلیمہ۔۔۔چکن سوپ کا لطف اٹھائیں" حبیبہ نے اس کے سامنے باؤل رکھتے ہوئے اسے اس کے مکمل نام سے مخاطب کیا تھا۔یہ بھرپور طنز تھا ورنہ ایسے تو نہیں مخاطب کیا کرتی تھی وہ اسے۔صوفیہ کے چہرے کے تاثرات بالکل سپاٹ ہو گئے۔اسے اِس عورت سے نفرت محسوس ہوتی تھی اور اس نفرت کو چھپانے میں اب دِقت بھی ہونے لگی تھی۔گھر سے نکلتے وقت اسے قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ کاشف اسے کہاں لے جا رہا ہے۔سارا راستہ کاشف اس سے بہت محبوبانہ انداز میں باتیں کرتا رہا تھا۔اس کی جھنجھلاہٹ اور بیزاری کے لئے پر یگنینسی کو موردِ الزام ٹھہراتا رہا۔آنیوالے مہمان کی باتیں کر کے اس کے مزاج کی اکتاہٹ کو ختم کرنے کی کوشش کرنے میں لگا رہا۔اس

لئے جب اس نے مجید بھائی کے گھر گاڑی روکی تو وہ چاہتے ہوئے بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار نا کر پائی تھی۔اس نے مجید بھائی اور حبیبہ کو پک کیا تھا اور وہ ایک ریسٹورنٹ میں آ گئے تھے۔صوفیہ کی ساری حسیات حبیبہ کی جانب متوجہ تھیں جبکہ حبیبہ کی ساری توجہ سارا دھیان کاشف پر تھا۔اس نے بغیر آستینوں والی قمیض پہن رکھی تھی۔اس کا ٹراؤزرز اس کے ٹخنوں سے کافی اونچا تھا۔وہ جس انداز میں بیٹھی تھی اس انداز میں اس کی پنڈلی تک نگاہ پڑتی تھی۔اس کے سلکی بال اس کے گداز بازوؤں اور پنڈلیوں سے بھی زیادہ دل موہ لینے والے لگ رہے تھے جو وہ ہر جملے کے بعد لہرا لہرا کر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کاشف کے کندھوں پر بکھرانے کی پوری کوشش کرتی تھی۔صوفیہ کو اپنا آپ اس کے سامنے بے حد کمتر لگا۔حبیبہ کسی بھی عورت کو احساسِ کمتری میں مبتلا کرنے کے تمام تر لوازمات سے لیس تھی اور صوفیہ پہلے سے فربہ ہو چکی تھی۔اس کی رنگت اس کی جسمانی تبدیلیوں کے باعث مزید سنولا نے چکی تھی۔اس کا دل بُجھ کر رہ گیا اور وہ حبیبہ کے سامنے مزید دبتی ہوئی لگنے لگی۔ایسی حالت میں بھوک ہونے کے باجود اس نے کچھ بھی کھانے سے انکار کر دیا تھا

"شکریہ۔۔مجھے نہیں چاہیئے" کھانے کا آرڈر دے دینے کے بعد اس طرح سے انکار کرنا مناسب نہیں لگتا تھا لیکن اس کا موڈ آف ہو چکا تھا۔سارا کا سارا آرڈر کاشف اور حبیبہ نے مل کر دیا تھا۔ان کے انداز بتاتے تھے کہ یہ ہوٹلنگ کا ان کا پہلا تجربہ نہیں تھا۔اس بات کا احساس بھی صوفیہ کا دل توڑنے کو کافی تھا کہ وہ اکثر اکٹھے باہر جاتے رہتے تھے۔اس کے دوٹوک انکار کے بعد کاشف نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا تھا کہ وہ تھوڑا سا سوپ لے لے لیکن اس نے پرواہ نہیں کی تھی اور کرسی پر پیچھے ہو کر بیٹھی رہی مگر چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ برقرار رکھی تھی۔اب اس قدر بھی بے ادب اور بدتمیز نہیں تھی وہ۔۔اور پھر نجانے وہ میزبان تھی یا مہمان۔۔۔وہ تو اس بات کا تعین کرنے میں بھی ناکام ہوئی جا رہی تھی۔کھانے کے سب ہی آئٹم یہاں تک کہ کولڈ ڈرنکس تک میں حبیبہ کی ہی مرضی چلی تھی۔ہر چیز اس نے منتخب کی تھی

"سوپ نہیں چاہیئے تھا تمہیں۔۔۔یہاں کا سوپ زبردست ہے؟" حبیبہ نے حیران ہونے کی کچھ زیادہ ہی اداکاری کی اور منہ کھول کر کاشف کی طرف دیکھنے لگی کہ جیسے اس کی تائید سننا چاہتی ہو

"تم یہاں کا سوپ پسند نہیں کرتی۔۔۔یہ چکن کریم اینڈ ساور ہے۔۔۔تھوڑا سا لے کر دیکھو۔۔ان کا شیف بہت محنت سے بناتا ہے" اس نے اسی انداز میں اصرار کیا تھا۔کاشف نے پھر اسے اشارہ کیا کہ لے لو لیکن وہ فیصلہ کر چکی تھی۔اسے حبیبہ کے ساتھ بیٹھ کر حبیبہ کا آرڈر کیا ہوا کچھ بھی نہیں کھانا تھا۔

"یہ پرانز ٹرائی کرو۔۔سی فوڈ میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔۔میں نے اور کاشف نے تو بہت بار کھائے ہیں یہاں سے۔۔۔اس کے تو فیورٹ ہیں بلکہ یہ تو ان کا مارکیٹنگ مینجر لگتا ہے۔۔۔ہر جگہ اس ریسٹورنٹ کے سی فوڈ کی پروموشن کرتا نہیں تھکتا" حبیبہ نے اس کے آگے سے سوپ باؤل اٹھا کر پلیٹ کر دی تھی تاکہ وہ کچھ اور کھا سکے لیکن وہ پھر بھی ٹس سے مس نا ہوئی

"مجھے بھوک نہیں ہے حبیبہ بھابھی۔۔۔آپ لوگ کھائیں" اس نے ہونٹوں کو مزید پھیلاتے ہوئے کہا تھا۔حبیبہ نے کاشف کی جانب دیکھا جس کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہو چکی تھیں۔

"آپ کھائیں سیٹھ صاحب۔۔اسے بھوک ہوگی تو خود ہی لے لے گی" اپنے پیالے میں سوپ انڈیلتے ہوئے اس نے قطعیت سے کہا۔صوفیہ نے "سیٹھ صاحب" کے لفظ پر چونک کر کاشف کو دیکھا۔اپنے دوست کی بیوی کو مخاطب کرنے کا یہ کون سا انداز تھا۔حبیبہ بھی اس اندازِ تخاطب کی عادی لگتی تھی۔وہ کندھے اچکا کر اپنے پیالے کی جانب متوجہ ہوگئی تھی۔صوفیہ کا منہ مزید پھول گیا

"کھانے کا وقت ہے بھابھی۔۔۔اچھا نہیں لگتا کچھ تو لیجئے نا۔۔ہم سب کھائیں اور آپ بند منہ لئے بیٹھی رہیں" مجید بھائی نے کاشف اور حبیبہ کے برعکس ابھی تک کچھ کھانا شروع نہیں کیا تھا۔صوفیہ کو کبھی اس شخص کی منطق بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔اچھا بھلا سمجھدار با ہوش انسان تھا۔اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی بیوی شعلہ و جوالہ بنی کسی دوسرے آدمی کی بانہوں کا ہار بننے کی بھرپور کوشش کرتی رہتی تھی لیکن وہ بالکل بھی برا نہیں مناتا تھا بلکہ منہ میں تمباکو مصالحے والا پان ڈال اپنے پیلے دانت نکال کر ہنستا رہتا اور اپنی قیامت سے ذرا سی کم بیوی کی ہاں میں ہاں ملاتا چلا جاتا۔صوفیہ کو اس آدمی سے بھی چڑ ہوتی تھی۔یہ اگر جدید زمانے کے اصول تھے تو بہت عجیب تھے۔ان کے خاندان میں تو ایسے آدمی کو "بے غیرت" کہا جاتا تھا اور یہاں سب نے اس کا نام "مجید بھائی" رکھا ہوا تھا

"مجید بھائی بھوک نہیں ہے۔۔آپ پلیز شروع کیجئے۔۔میں میٹھا ٹرائی کروں گی آپ کے ساتھ" اس نے انہیں بھی سہولت سے انکار کیا تھا لیکن بعد میں میٹھا کھانے کی ہامی بھر لی تھی۔کاشف کے چہرے پر بدلتے رنگ اب اس کی خفگی کو ظاہر کرنے لگے تھے جس سے صوفیہ کافی گھبراتی تھی۔

"ہاں۔۔۔کچھ لوگوں کو اس حالت میں میٹھا کھانے کی بہت رغبت محسوس ہوتی ہے" حبیبہ نے عام سے انداز میں کہا تھا لیکن صوفیہ کو لگا وہ اس پر طنز کر رہی ہے۔

"زیادہ میٹھا کھانا اچھی بات نہیں ہے صوفیہ۔۔۔ابھی تم اتنی فربہ ہو رہی ہو۔۔آخری دنوں میں تو بالکل غبارہ بن جاؤ گی۔۔اس لئے احتیاط کیا کرو" صوفیہ کو اس کا مشورہ انتہائی برا لگا اور اب کی بار وہ اپنی ناپسندیدگی چھپا نہیں پائی تھی

"آپ میرے لئے پریشان نا ہوں بھابھی۔۔۔میں اپنا خیال خود رکھ سکتی ہوں" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔حبیبہ سوپ سے بھرا چمچ منہ تک لے جا رہی تھی اس کے جواب پر اس کے چہرے کا رنگ بدلا تھا لیکن وہ کچھ بولی نہیں بلکہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا کر سوپ پینے لگی تھی۔صوفیہ کو کہہ دینے کے بعد احساس ہوا کہ اسے ایسے نہیں کہنا چاہیئے



"میری زیست کے ابواب کا عنوان محبت
میں خود ہوں محبت ،میرا ایمان محبت
تخصیص نہیں ہے ،کوئی تفریق نہیں ہے
قدرت نے بنائے ہیں سب انسان محبت

دل کی ویرانیوں نے بھی ہنس کر یہ کہا ہے
صدقے تیرے تو آئی ہے مہمان محبت

"ایسا کیا آگیا ہے اخبار میں" وہ بہت احترام اور محبت کے ساتھ ایک ایک مصرع دیکھ رہا تھا جب کانوں میں آواز سنائی دی۔اس نے اخبار چہرے کے سامنے سے ہٹائی اور پھر اسے تہہ لگا کر اس رُخ سے کاؤنٹر پر رکھا کہ اس کی نظریں اس صفحے پر پڑتی رہیں جہاں اس کی غزل چھپی تھی۔ایک مشہور روزنامے کے ادبی ایڈیشن پر نو آموز شاعروں کے لئے مخصوص صفحے پر اس کی نظم چھپی تھی۔وہ آج بہت خوش تھا۔صبح سے ہی اس کی بتیسی اندر نہیں جا رہی تھی۔گاہکوں کا وقت ہو چلا تھا۔وہ عذرا باجی تھیں جنہوں نے اسے ٹوکا تھا۔اس کی دوکان پر ان کا روز کا آنا تھا

"ہمارے یہاں اخبار میں کچھ نہیں آتا۔۔بس جاتا ہی جاتا ہے" وہ مسکرا کر بولا۔اس کا شارہ اخبارات سے بنی ان چھوٹی تھیلیوں کی جانب تھا جن میں وہ مرچ مسالے بیچتا تھا

"لوگ اخبار لے جاتے ہیں اور نقدی دے جاتے ہیں۔۔فائدے کی بات ہی ہے" وہ ہنس کر بولیں تھیں۔اچھی خوش مزاج عورت تھیں۔

"اچھا فرمائیے صبح صبح کیوں تشریف لائی ہیں۔۔کیا پیش کروں آپ کی خدمت میں" وہ وہیل چیئر کو گھسیٹ کر پیچھے ہوا تھا۔ڈبل روٹی کے پیکٹ پیچھے پڑے تھے۔صبح صبح زیادہ تر لوگ ڈبل روٹی انڈوں کے چکر میں ہی آیا کرتے تھے۔اس نے ایک پیکٹ اٹھا کر انہیں دینا چاہا

"میں ہلدی لینے آئی تھی۔۔ڈبل روٹی نہیں چاہیئے" انہوں نے انکار کر دیا تھا۔سلیم نے حیرانی سے انہیں دیکھا پھر ہلدی والی تھیلے کی طرف جاتے ہوئے پوچھ لیا

"کیا کریں گی ہلدی کا؟" اس کا چہرہ عذرا باجی کی طرف نہیں تھا ورنہ اس سوال پر ان کے چہرے پر جو بیزاری چھائی تھی وہ فوراً دیکھ لیتا

"اس میں کچا دودھ ملاؤں گی۔۔پھر جو کا آٹا ڈالوں گی۔۔لیموں کے چند قطرے اور شہد ڈال کر مکس کروں گی اور پھر۔" وہ اتنا ہی بولی تھیں کہ سلیم ہلدی ڈال کر مڑا تھا۔ان کی بات کاٹ کر بولا

"اب خدارا یہ مت کہیئے گا کہ یہ سب منہ پر لگاؤں گی" عذرا باجی نے فوراً نفی میں سر ہلا یا

"نہیں نہیں یہ اب کہہ رہی ہوں۔۔میں تو اس آمیزے کو پراٹھے پر لگا کر ساس کو کھلاؤں گی پھر وہ جب میرے سر پر کوئی چیز غصے سے دے ماریں گی تو جو زخم آئے گا نا باقی آمیزہ اس زخم پر لگا لوں گی" وہ طنزیہ انداز میں بولی تھیں۔سلیم ہنستا رہا

"خدا خیر کرے۔ایسی تو نہیں ہوا کرتی تھیں آپ۔۔۔کہاں سے سیکھ لیا یہ سب"

" جب پتا ہے کہ ایسی نہیں ہوں میرے بھائی تو پوچھ کیوں رہے ہو۔۔ ہلدی ہے۔۔ ہانڈی میں ڈالوں گی" وہ چڑ کر بولی تھیں

" میں نے تو ایک سوال ہی کیا تھا۔۔آپ غصہ ہی کر گئی ہیں۔۔ میں تو اس لئے پوچھ رہا تھا کہ ابھی تو ناشتے کا وقت ہے۔۔ابھی سے ہانڈی کا سامان؟؟؟" اس نے وضاحت کی تھی

" بس میرے بھائی۔۔ کیا بتاؤں اپنے دکھ کی داستان۔۔ صبح صبح بڑی نند کا فون آیا ہے کہ کھانے کے وقت آئیں گی اور کڑھی کھانے کی فرمائش کی ہے۔۔۔اس لئے سوچا کہ ابھی چڑھا دوں چولہے پر۔۔۔ گرمیوں کے دن ہیں۔۔ زیادہ دیر باورچی خانوں میں نہیں کھڑی ہوا جاتا" انہوں نے بھی ہر بات بتانی ضرور ہوتی تھی سلیم کو۔۔ جیسے وہ ان کی بچپن کی سہیلی ہو

" آپ غریب عورتوں کے بھی کتنے مسئلے ہوتے ہیں نا۔۔ ہمہ وقت کھانا پکانے، کپڑے دھونے اور گھر چمکانے میں لگی رہتی ہیں" وہ انہیں چڑا رہا تھا

" اچھا تو تم کوئی امیر عورت ڈھونڈ لینا اپنے لئے۔۔ جس کے ساتھ یہ سب کام کرنے کے لئے دو ملازمائیں بھی آئیں۔۔۔ ہم تو غریب ہی اچھے" انہیں اس کی عادت کا پتا تھا اس لئے وہ برا نہیں مناتی تھیں

" ایسے نصیب کہاں اپنے جناب۔۔۔ ہمیں کہاں ملے گی ایسی مہارانی"

" کیا پتا مل ہی جائے۔۔۔ معجزے بھی دنیا میں ہی ہوتے ہیں" وہ کاؤنٹر سے ہٹتے ہوئے کہنا نا بھولی تھیں۔ سلیم ہنسا

" کیوں کسی غریب کو اونچے اونچے خواب دیکھا کر اس کا ایمان خراب کرتی ہیں۔۔۔ مجھے کہاں ملے گی ایسی کوئی مہارانی۔۔ میں تو غریب بھی ہوں اور کم پڑھا لکھا بھی" وہ مصنوعی انداز میں منہ لٹکا کر بولا۔

" اس کے علاوہ اللہ نے تمہیں شکل بھی واجبی سی دی ہوئی ہے۔۔ قد کاٹھ بھی اتنا ہی ہے کہ اچھے سے اچھا کپڑا پہن کر بھی سلیم پیپا (کنستر) ہی لگتے ہو۔۔ باقی رہی سہی کسر اس بیساکھی نے پوری کر دی۔۔۔ اور بتاؤ۔۔ صبح صبح کچھ اور کھری کھری سننی ہیں یا کافی ہیں اتنی؟؟" یہ آواز عذرا باجی کی نہیں تھی۔ سلیم اور عذرا باجی دونوں کے منہ سے قہقہہ ابلا تھا

" نینا کی بچی۔ تمہیں اللہ پوچھے۔۔۔ کبھی کوئی اچھی بات بھی نکال لیا کرو منہ سے" وہ ہنستا ہوا بولا تھا۔ وہ بیگ کندھے پر لٹکائے یونیورسٹی جانے کے لئے نکلی تھی۔ عذرا باجی بھی اس کی بات پر ہنستی ہوئی اپنے گھر کی راہ ہو لی تھیں

" یہ اچھی بات ہی تھی۔۔۔ اب سچ تمہیں کڑوا لگتا ہے تو ہم کیا کریں۔۔۔" وہ کاؤنٹر کے قریب آ گئی تھی۔ سلیم نے دلچسپی سے اس کا انداز دیکھا۔ اسے پتا تھا اس وقت اگر وہ آئی ہے تو ایک آدھ ببل گم کے علاوہ کچھ درکار نا ہوگا۔ اس نے کہے بغیر ہی ببل گم نکال کر اس کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دی تھی۔

" تم اتنی صبح کیوں جا رہی ہو۔۔ ابھی تو آٹھ ہی بجے ہیں" سلیم کو پتا تھا اسکی مرضی نہیں ہوگی تو جواب بھی نہیں دے گی لیکن پھر بھی پوچھ لیا اور اس کا موڈ بھی کچھ اچھا تھا اس لئے راز داری سے بولی

" مجھے نئی ٹیوشن مل گئی ہے ۔۔انٹر کی لڑکی کو میتھس اور انگلش پڑھانی ہے ۔۔صبح پہلے وہاں جاؤں گی ۔۔پھر وہاں سے یونیورسٹی ۔۔"
سلیم نے ناگواری کے حساس تلے گِھر کر کچھ کہنا چاہا پھر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ وہ برا بھی منا سکتی ہے لیکن اسے اسکی پرواہ تھی کہے بغیر رہا بھی نہیں جاتا تھا

" نینا ایسی کون سی مصیبت آن پڑی ہے کہ پڑھائی کے ساتھ یہ جھنجھٹ بھی پال لئے ہیں ۔۔ایک آدھ ٹیوشن کی خیر تھی لیکن تم نے تو پورا اسکول ہی کھول لیا ہے ۔۔خالو کی دوکان بھی اب تو ٹھیک چل رہی ہے ۔۔۔۔۔تمہیں کس چیز کی کمی ہے"

" مجھے تمہارے خالو کی ہی کمی ہے ۔۔۔اور بس اب مزید کوئی سوال نا کرنا ۔۔"

۔وہ مزے سے ببل منہ میں رکھ کر دائیں طرف مڑ گئی تھی ۔سلیم اس کی پشت کی طرف دیکھتا رہا پھر کچھ یاد آیا تو چلا کر بولا

" شام کو گھر چکر لگانا ۔۔تمہیں کچھ دکھانا ہے ۔۔"

" سوچوں گی ۔۔۔" اس نے مڑ کر کندھے اچکاتے ہوئے کہا تھا

" اونہہ سوچوں گی ۔۔باقی سب کام جیسے سوچ سمجھ کر کرتی ہو" وہ اسی انداز میں بولا تھا ۔نینا دور جا چکی تھی

☆ ☆ ☆

" اماں یہ کچھ روپے ہیں ۔۔۔رکھ لیجئے ۔۔سب کی تنخواہیں دینی ہیں ۔۔اپنے ہاتھ سے دے دیجئے گا سب کو اور عبدالرحیم کے ساتھ جا کر گروسری وغیرہ کرا آیئے گا ۔۔" اس نے آملیٹ کے ٹکڑے کو فورک میں پرو دیا تھا ۔اماں رضیہ نے احساس تفخر میں گِھر کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی اور ملازم موجود ہے یا نہیں ۔وہ چاہتی تھیں کہ سارے ملازم سن لیں کہ سمیع صاحب انہیں کس درجہ عزت دیتے ہیں ۔ویسے تو سب ملازمین ہی جانتے تھے لیکن کبھی کبھی انہیں سب کے سامنے یہ جتا کر خوشی ہوتی تھی ۔اسی لئے انہیں روپے پکڑتے ہوئے کچن کی جانب منہ کر کے آواز لگائی ۔

" رانی صاحب کے لئے گرم چائے لاؤ جلدی" سمیع نے پلیٹ پر سے نظریں بھی نہیں ہٹائیں تھیں ۔ماں رضیہ اس کے رغبت بھرے انداز کو بہت محبت سے دیکھ رہی تھیں ۔انہیں یہ لڑکا بہت فرمانبردار اور معصوم لگتا تھا ۔وہ دیکھتی تھیں اس کی زندگی میں بیوی اور اس کے آفس کے علاوہ کوئی دوسری مصروفیت ہی نہیں تھی ۔شہرین کی یاد آتے ہی انہوں نے نادانستہ طور پر سیڑھیوں کی جانب دیکھا ۔شہرین بیڈ روم میں ہی تھی ۔معمول کے مطابق سمیع اکیلے ہی ناشتہ کر رہا تھا ۔اس نے شہرین کو چائے پانی جوس پہنچانے کے متعلق کوئی حکم اب تک نہیں دیا تھا ۔رانی چائے رکھ کر چلی گئی تھی ۔اماں کو یاد آیا بے بی ایمن کو کل بخار رہا تھا اور سمیع نے اس کی خیریت بھی دریافت نہیں کی تھی ۔بیوی پر جان چھڑکنے والا بیٹی سے نجانے اتنا لاپرواہ کیوں تھا ۔انہوں نے کھنکھار کر گلا صاف کیا ۔سمیع نے سر اٹھا کر سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا

" وہ بیٹا ۔۔میں کچھ بات کرنا چاہ رہی تھی ۔۔۔اگر تم برا نا مناؤ تو ۔۔" انہوں نے ٹھہر ٹھہر کر کہا تھا ۔سمیع نے فورک پلیٹ میں رکھ دیا تھا

" جی جی کہیئے ۔۔خیریت ۔۔۔مزید روپے چاہیئں" اسے ان کے انداز سے یہی لگا کہ شاید اس نے تھوڑی رقم دے دی ہے ۔

" نہیں نہیں ۔۔۔روپے پیسے والا معاملہ نہیں ہے ۔۔۔" اماں نے فوراً نفی میں گردن ہلائی

"تو پھر۔۔؟" اس نے چائے کی پیالی اپنے سامنے کی

"بیٹا بہو سے کہو تھوڑی ذمہ داریاں بچی کی بھی دیکھ لیا کرے۔۔وہ ننھی سی جان ملازموں کے سر پر ہے۔۔۔میری بوڑھی جان ۔۔اپنی جانب سے پورا خیال رکھتی ہوں لیکن ماں کا نعم البدل تو نہیں ہو سکتی نا۔۔اسے ماں کی ضرورت ہے" انہوں نے رُک رُک کر کہا تھا ۔سمیع کے چہرے کے تاثرات ایک لمحے میں سپاٹ ہو گئے۔اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی اور پیچھے ہو کر بیٹھتے ہوئے چائے کپ کو مزید اپنی جانب گھسیٹا تھا

"دیکھیں اماں رضیہ! اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ بچے ماؤں کے پلوؤں سے باندھ کر پالے جائیں۔۔بچوں میں اعتماد نہیں پیدا ہوتا اس طرح میں خود شہرین سے کہتا ہوں کہ ایڈجسٹمنٹ کرے خود کو ایمن کے ساتھ۔۔اسی میں ایمن کی بھلائی ہے۔۔میں ویسے بھی سال دو سال میں اسے بورڈنگ بھجوا دوں گا۔۔تب تک آپ اچھی طرح سنبھال رہی ہیں۔۔آپ پر پورا بھروسہ ہے مجھے۔۔تب ہی تو آپ کو بلوایا ہے۔۔۔آپ اچھی دیکھ ریکھ کر رہی ہیں۔۔میں مطمئن ہوں۔۔۔"

وہ چائے کا سِپ بھرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔اماں نے پریشان سا ہو کر گردن ہلائی۔وہ توقع کر رہی تھیں کہ سمیع ان کی بات کو سُن کر اس پر غور کرے گا

"میں تو اس لئے کہہ رہی تھی کہ۔۔لڑکی کی ذات ہے۔۔ترستی ہے پیار کے لئے۔۔۔" وہ بات بھی نامکمل کر سکیں۔سمیع نے ہاتھ اٹھا کر انہیں بولنے سے روک دیا تھا۔

"آپ کو مشکل ہو رہی ہے اگر ایمن کو سنبھالنے میں تو آپ بتا دیں۔۔۔میں ایک اور میڈ کا انتظام کر لیتا ہوں۔کوئی مسئلہ نہیں ہے

" اب کی بار اس کا لہجہ اس قدر دوٹوک تھا کہ اماں گھبرا ہی گئیں

"نہیں نہیں بھئی۔۔۔میں تو بس ایسے ہی کہہ دیا۔۔تمہاری مرضی بیٹا۔۔تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو" انہوں نے اس کی جانب دیکھے بناء کہا تھا۔وہ خود اس کے پاس آ کر کافی مطمئن تھیں۔آخری عمر میں ایک مستقل ٹھکانہ مل جانا کس قدر آسودگی کا باعث تھا یہ کوئی ان کے دل سے پوچھتا۔۔وہ سمیع یا شہرین کے ساتھ بگاڑنا نہیں چاہتی تھیں۔انہیں یہاں بہت سکون اور اُس سے بھی بڑھ کر اتھارٹی میسر تھی۔

"جی۔۔۔" سمیع نے اسی سپاٹ انداز میں کہا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا

"شہرین سو رہی ہے۔۔نیند کی دوا کھا کر سوئی تھی رات۔۔۔خود نا اُٹھے تو جگائیے گا مت۔۔۔لیکن ایک دو گھنٹے بعد میڈ کو بھیج کر چیک کرواتی رہیئے گا کہ اٹھ گئی ہے یا نہیں۔۔جوس یا آملیٹ وغیرہ یا جو بھی وہ چاہے اس کے اٹھنے پر فریش بنوائیے گا" یہ آخری حکم تھا۔وہ رسٹ واچ کا زاویہ دُرست کرتا ڈائننگ لاؤنج سے باہر کی جانب جانے کے لئے دروازے کی سمت بڑھ گیا۔اماں رضیہ نے تاسف سے میز پر پڑے ان پیسوں کی جانب دیکھا پھر گہری سانس بھری

"واہ رے مولا۔۔۔اس عمر میں ان چند ہزار کی خاطر کیا کیا سہنا پڑتا ہے۔۔۔ہمیں بھی کوئی اتنا چاہنے والا ساتھی عطا کیا ہوتا تو ہم

بھی یوں دوسروں کے در کی ٹھوکریں نا کھاتے پھرتے"



"تم بہت بدتمیز اور جاہل عورت ہو۔۔۔ چار لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کا بھی سلیقہ نہیں تمہیں۔۔۔ سخت شرمندہ کروایا ہے تم نے مجھے" کاشف سخت بپھرا ہوا تھا۔ واپسی کا سارا وقت اس نے مخاطب کرنا تو دور کی بات صوفیہ کی جانب دیکھا تک نہیں تھا۔ وہ گھر کے اندر نہیں آیا تھا بلکہ اسے گیٹ پر ڈراپ کر کے کچھ کہے بناء چلا گیا تھا۔ یہ اس کی ناراضی کا سخت ترین اظہار تھا۔ صبح کے وقت اس کی واپسی ہوئی یا وہ رات کو ہی آ کر گیسٹ روم میں سو گیا تھا۔ صوفیہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ وہ کمرے میں صبح کے وقت ہی آیا تھا۔ رات بہت دیر بے چین رہنے کے بعد صوفہ دو گھنٹے نیند لے اٹھ چکی تھی۔ اس کی آنکھیں پھر سوجی ہوئی تھیں اور سر میں سخت درد تھا۔ کاشف کو دیکھ کر اس نے خود ہی بات کا آغاز کیا تھا تو وہ پھٹ پڑا تھا

" آئی ایم سوری۔۔۔" وہ اس سے زیادہ کیا کہتی

"تمہارا مسئلہ کیا ہے صوفیہ۔۔۔ تمہیں احساس بھی ہے کہ تم کیا کرتی ہو میرے احباب کے ساتھ۔۔ گھر سے نکلی تو بھی بیزار تھیں۔۔ وہاں جتنی دیر رہی تب بھی ناک چڑھا کر بیٹھی رہیں۔۔" اس نے کاشف کا یہ جارحانہ انداز پہلی دفعہ تو دیکھا نہیں تھا لیکن پھر بھی اسے دُکھ ہوا۔ حبیبہ کے معاملے میں وہ ہمیشہ جذباتی ہو جایا کرتا تھا۔

" آپ ان کو ساتھ کیوں لے گئے تھے۔۔۔ میں آپ کے ساتھ کھلی فضا میں کچھ وقت گزارنے کی خواہش لے کر گھر سے نکلی تھی اور آپ نے ان کو بھی گھسیٹ لیا۔۔ حبیبہ اینڈ کمپنی کو۔۔ گھٹن ہو رہی تھی مجھے اس عورت کی موجودگی میں۔۔۔ زہر لگتی ہے مجھے وہ۔۔۔" وہ اپنے آنسو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔ اس کا دل نجانے اللہ نے اتنی نرم مٹی سے کیوں بنایا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا وہ چیخ چیخ کر غُرا غُرا کر کاشف سے اِس معاملے میں بات کرے لیکن چیخنے چلانے سے پہلے ہی آنسو آنکھوں سے ٹپک ٹپک کر اسے لاچار کر دیتے تھے

" مجھے تو لگتا ہے تمہیں کوئی ذہنی عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔۔۔ تمہیں ہر عورت زہر لگتی ہے۔۔۔ ہر عورت تمہیں خلجان میں مبتلا کر دیتی ہے۔۔ ہر عورت سے چڑتی ہو تم۔۔۔ بالخصوص وہ عورتیں جو شکل وصورت میں تم سے بہتر ہیں ان کو دیکھ کر تو تم مرنے والی ہو جاتی ہو۔۔۔ کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ تم میری بیوی ہو۔۔۔ تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔۔۔ باقی سب چیزیں موسموں کی طرح آنی جانی ہیں۔۔ کاروباری تعلقات میں مضبوطی قائم رکھنے کے لئے پتا نہیں کیا کیا کرتے ہیں لوگ۔۔۔ میں تو صرف کھانا ہی کھا رہا تھا لیکن تمہارا شک ہی ختم نہیں ہوتا۔۔۔ ایسا کرو تم مجھے کسی ڈبے میں پیک کر کے اپنی الماری کے آخری خانے میں چھُپا کر رکھ دو۔۔ تمہاری جان کو بھی سکون ہو جائیگا اور میری جان کو بھی" وہ چڑ کر بولا تھا۔ صوفیہ نے کچھ نہیں کہا کیونکہ آنسوؤں کی روانی اور شدت سے آواز حلق سے باہر ہی نہیں نکل رہی تھی۔ کاشف باتھ روم میں گھس گیا تھا

" زندگی اجیرن کر کے رکھ دی ہے میری۔۔۔ بی بی جان کو بھی سارے زمانے میں یہی ایک ملی تھیں میرے لئے۔۔ نا شکل نا عقل۔۔۔" وہ بڑبڑا رہا تھا۔ اس کے ہر جملے کے ساتھ صوفیہ کی سسکیاں بڑھتی جاتی تھیں۔



امی نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا۔وہ کافی اچھے مزاج کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی تھی۔اسے جونئی ٹیوشن ملی تھی انہوں نے پہلے ہی دن ادائیگی کر دی تھی۔۔اسی لئے وہ خوش تھی لیکن اس کی خوشی بس وقتی ہوتی تھی۔امی لان کا نیا چمچماتا سوٹ پہنے چادر اوڑھے تیار بیٹھی تھیں۔زری کی تیاری بتا رہی تھی کہ وہ بھی ساتھ جا رہی ہے۔اس کا سارا جوش غائب ہونے لگا۔اس نے تو سوچا تھا آرام سے گھر جا کر پزا آرڈر کرے گی۔زری سے چائے بنوائے گی اور پارٹی کرے گی لیکن امی اور زری کے ایک ساتھ کہیں جانے کا مطلب تھا کہ اب نا صرف اسے اکیلے رہنا تھا بلکہ شام کے وقت کے کام بھی اس کے ذمے تھے۔۔گھر کے کاموں سے ویسے بھی اسکی جان جاتی تھی اس لئے اس نے ناک چڑھائی تھی

"بڑا کوئی مہربان دن تھا آج۔۔جو میرا انتظار ہو رہا تھا جس طرح کا مزاج تھا،منہ سے فقرہ بھی ویسا ہی نکلا تھا۔امی نے دھیان نہیں دیا تھا بلکہ اپنی چادر کو کر سر پر اوڑھتے ہوئے بولیں

"کھانا کھا لینا۔۔آلو قیمہ پکا ہے۔۔لوکی کا کل رات والا سالن بھی پڑا ہے۔۔صرف روٹی پکانی ہے اور اگر ابا آجائیں تو ان کو شام کی چائے بنا دینا۔۔ہم زرینہ کی طرف جا رہے ہیں۔۔اسکی ساس کا پتا چلا تھا کافی بیمار ہیں۔۔۔ارادہ تو یہی ہے کہ جلدی آجائیں گے لیکن اگر دیر ہوگئی تو رات کے لئے تھوڑے سے چاول ابال لینا اور اپنے ابا سے کھانے کا پوچھ لینا۔امی اس کی جانب دیکھے بناء سب حکم صادر کرتی باہر نکل گئی تھیں۔زری نے آئینے میں ڈوپٹہ درست کرتے ہوئے اسے دیکھا۔وہ تھکی ہوئی لگتی تھی۔آٹھ بجے گھر سے نکلی تھی اور اب دو بج رہے تھے۔

"مارکیٹ جانے کا بھی ارادہ ہے۔۔تمہیں کچھ چاہیئے تو بتا دو" اس نے سیڑھیاں اترنے سے پہلے سوال کیا۔نینا نے اپنی مخصوص بدمزاجی سے پہلے اس کا چہرہ دیکھا پھر منہ بنا کر بولی

"جی نہیں شکریہ۔۔مہربانی۔۔نوازش۔۔تم ماں بیٹی کے بھی بیانات نہیں ملتے۔۔۔امی کہہ رہی ہیں کہ آنٹی زرینہ کی طرف جا رہی ہیں اور تم کہہ رہی ہو مارکیٹ جا رہے ہیں" وہ ہی سڑا ہوا انداز جیسے کسی نے پیسے مانگ لئے ہوں۔

زری کو اندازہ تو تھا ہی کہ وہ اس قسم کا ہی جواب دے گی لیکن پھر بھی اس کی بات کا برا منا کر بولی

"روز روز نہیں نکلا جاتا۔۔اتنی گرمی ہے۔۔اب جا رہے ہیں تو کچھ ضروری کام بھی نبٹا آئیں گے۔۔۔" نینا نے کچھ دیر سوچا۔زری بھی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی

"اچھا سنو۔۔میرے دو ڈوپٹے ہیں ڈائی کروانے والے۔۔وہ ڈائی کروا لانا۔۔اور ایک شرٹ کے ساتھ میچنگ ٹراؤزر لے آنا

"اسے اپنا کام یاد آ ہی گیا تھا۔زری نے فوراً نفی میں گردن ہلائی

"نہیں بھئی۔۔ایسے کام نہیں کوئی چھوٹا موٹا کام بتاؤ۔۔کوئی کلپ لانا ہو یا کوئی نیل پالش۔۔۔یا پھر کوئی لیس فیتہ وغیرہ۔۔ڈائی والے کے پاس تو رش بہت ہوگا۔ہمیں مغرب سے پہلے واپس بھی آنا ہے"

"تو پھر جاؤ۔۔میرا دماغ کھانے کیوں کھڑی ہوگئی۔۔کام تو ایسے پوچھا تھا جیسے کر ہی آئیں گی محترمہ" مزاج پھر سوا نیزے پر پہنچ گیا تھا۔زری بھی ناک چڑھا کر نیچے سیڑھیاں اتر گئی تھی۔اس نے بھی ہمیشہ کی طرح بیگ وہیں پھینکا اور دھپ دھپ کرتی کمرے میں گھس گئی

☆ ☆ ☆

وہ کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گئی تھی۔ارادہ تھا کہ گھنٹہ بھر سوئے گی پھر اُٹھ کر اطمینان سے چائے بنائے گی اور کھانا کھالے گی۔لائٹ گئی ہوئی تھی۔پنکھا یو پی ایس پر چل رہا تھا لیکن اس کی رفتار بہت آہستہ تھی۔وہ کروٹیں بدلتی رہی مگر نیند نہیں آئی تھی۔امی کی غیر موجودگی میں اکثر ایسا ہو جاتا تھا،اسے نیند نہیں آیا کرتی تھی۔اس نے کچھ دیر لیٹ کر نیند کے مہربان ہو جانے کا انتظار کیا تھا پھر سونے کا اردہ ترک کر کے اٹھ کر بیٹھ گئی۔امی نے بتایا تھا کہ آلو قیمہ بنا ہے۔۔اسے پسند بھی تھا لیکن روٹی بنانے والی تھی سو اس کا کھانا کھانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔یہ نہیں تھا کہ اسے کام کرنے آتے نہیں تھے۔۔۔بوقتِ ضرورت سب کام کر لیتی تھی لیکن بس من موجی انسان تھی دل چاہا تو کر لیا ورنہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتی تھی۔ایک روٹی بناتے وقت بھی جان جاتی تھی۔اس نے چند لمحے سوچنے میں گزارے کہ وہ چائے کے ساتھ کیا کھا سکتی ہے پھر ذہن میں ایک خیال لپکا تھا۔اٹھ کر کھڑکی کے پاس آئی اور نیچے جھانکنے لگی۔اِدھر اُدھر دیکھا۔۔محلے کا کوئی بچہ،بڑا گزرتا دکھائی نا دیا تھا کچھ دیر انتظار کے بعد جب وہ کھڑکی کے سامنے سے ہٹنے کا سوچ رہی تھی پڑوسیوں کا بارہ سالہ حمزہ باہر نکلا تھا

"حمزہ۔حمزہ۔۔"اس نے بڑے دُلار سے پکارا تھا۔اس نے سر اٹھا کر سوالیہ انداز میں اوپر دیکھا

"تم لوگوں کے گھر آج کیا پکا تھا؟"

"پتا نہیں"اس نے کندھے اچکا کر کہا تھا۔نینا نے گھور کر اسے دیکھا

"کیوں۔کھانا نہیں کھایا تھا تم نے آج دوپہر کو۔۔"

"دوپہر کو کھایا تھا۔اب تو شام ہو رہی ہے۔۔۔مجھے تو بھول بھال بھی گیا"حمزہ نے معصومیت سے جواب دیا تھا۔وہ کافی عجلت میں لگتا تھا لیکن نینا باجی سے ڈرتا تھا بھی تھا۔اس لئے مجبوراً رکا ہوا تھا

"اتنی جلدی کیسے بھول گیا موٹو۔۔۔تین روٹیاں جو تم روز کھاتے ہو اتنی جلدی بھولنے والی چیز نہیں ہوتیں۔۔۔جلدی بتاؤ کیا پکایا تھا"اس نے غرا کر کہا تھا۔

"میں نہیں بتاؤں گا۔آپ تو ہمیشہ ڈانٹتی ہی رہتی ہیں۔۔"اس کا انداز اور تین روٹیوں کا تذکرہ سُن کر اس نے صاف انکار کیا تھا

"کیا کہا۔۔ذرا دوبارہ کہنا۔۔۔نہیں بتاؤ گے۔۔؟ٹھہر جاؤ ذرا۔ابھی جاتی ہوں تمہارے گھر اور تمہاری امی کو بتاتی ہوں کہ تم دوپہر کو چھت پر چڑھے پتنگیں اڑا رہے تھے بلکہ نہیں۔۔۔آج رات کو آؤں گی جب تمہارے ابا بھی گھر ہوں گے۔۔چل بیٹا حمزہ۔۔تجھے تو آج کُٹ(پٹائی)پڑوا کر ہی رہوں گی"اس نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے اسے ڈرایا تھا

"ہائے نینا باجی آپ کتنی جھوٹی ہیں۔۔میں تو کئی دن سے چھت پر گیا ہی نہیں۔۔اور پتنگ کی تو اس سال شکل بھی نہیں دیکھی میں نے"وہ ذرا سا چڑ کر بولا تھا

"یہ بات تمہارے ابا کو تو نہیں پتا نا۔۔تم دیکھتے جاؤ میں کرتی کیا ہوں تمہارے ساتھ۔۔ایسی کہانی بنا کر سناؤں گی نا کہ فوراً یقین کر لیں گے"وہ اسی انداز میں بولی تھی۔حمزہ کچھ زیادہ گھبرا گیا۔نینا باجی سے ایسی امید کی جاسکتی تھی۔وہ اگر کہہ رہی تھی کہ وہ ابا سے پٹائی کروائے گی تو وہ کروا سکتی تھی۔

" نینا باجی ۔۔ایسے مت کہیں نا۔۔میں نے کیا کیا ہے ۔۔مجھ سے کیوں ناراض ہو رہی ہیں آپ" حمزہ نے ہتھیار ڈالے تھے

" یہ ہوئی نا بات ۔۔۔چلو جلدی سے بتاؤ ۔کیا پکایا تھا آج تمہاری اماں نے ۔۔" وہ اپنے تئیں اونٹ کو پہاڑ کے نیچے لے آئی تھی ۔

" آلو گوبھی" حمزہ نے منہ لٹکا کر کہا تھا۔نینا کے منہ کا زاویہ ہی بگڑ گیا۔سارا اشتیاق چلچلاتی دھوپ میں رکھی برف کی مانند پگھلا تھا

" آئے ہائے ۔۔۔میرے نصیب ۔۔۔غریب لوگو کبھی تو بریانی یا پلاؤ بھی بنا لیا کرو ۔۔۔سارا دن مصالحہ ٹی وی دیکھتی ہیں تمہاری اماں ۔۔۔اور اتنا خوار ہونے کے بعد پکاتی ہیں وہی آلو گوبھی" اس نے تاسف سے بھرپور لہجہ میں کہا تھا حمزہ بُرا مان گیا

" میں جاؤں کیا ۔۔؟" وہ عاجز آ کر بولا تھا پھر اس کے جواب کا انتظار کیئے بغیر آگے بڑھ گیا تھا

" خبردار ۔واپس آؤ ۔۔۔یہ سلیم کی دوکان پر جاؤ اور اسے بولو باجی نینا کہہ رہی ہیں ایک جوس اور چپس کا بڑا والا پیکٹ دیں ۔۔وہ لے کر فوراً میرے گھر دے کر جاؤ ۔۔۔یاد رکھو نہیں دے کر گئے نا تو ۔۔۔" اس نے خرانٹ جادوگرنیوں کی طرح آنکھیں گھماتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی ۔حمزہ نے کھا جانیوالی نظروں سے اسے دیکھا پھر نا چاہتے ہوئے بھی بڑبڑاتا ہوا سلیم کی دوکان پر چل دیا۔نینا کھڑکی سے ہٹ گئی لیکن پانچ منٹ بعد ہی دوبارہ نیچے جھانکنے لگی تھی ۔حمزہ بھی اسی وقت آ گیا تھا

" نینا باجی ۔۔سلیم بھائی کہہ رہے ہیں ۔۔یہ دوکان آپ کے سُسر کی نہیں ہے ۔" حمزہ نے بہت مزے لے کر بتایا تھا۔نینا کی آنکھیں پھٹ سی گئیں

" کیاآآآ ۔۔سلیم کے بچے کی اتنی جُراءت ۔۔۔واپس جاؤ اور اسے کہو ایک منٹ کے اندر سب کچھ دے ورنہ اس کی خیر نہیں ۔۔" وہ چلا کر بولی تھی پھر جیسے اسے کچھ خیال آیا

" اچھا رُکو ۔۔تم جاؤ ۔۔اس سلیم کی گچی (گردن) تو میں مروڑتی ہوں آ کر" اس نے کھا جانے والے انداز میں کہا پھر بیڈ پر پڑا ڈوپٹہ گردن میں ڈالا اور تن فن کرتی کمرے سے نکلی تھی ۔لیکن فوراً ہی بریک لگانے پڑے ۔ابا لاؤنج میں دیوان پر نیم دراز ٹی وی دیکھ رہے تھے ۔اسے بالکل خبر نہیں ہوئی تھی وہ کب آ گئے تھے ۔دروازہ کھولنے کے لئے چونکہ سیڑھیاں اتر کر جانا پڑتا تھا اس لئے اُن کے اور نینا کے پاس دروازے کی چابی ہمیشہ ہی ہوتی تھی کیونکہ امی اور زری تو کبھی کبھی گھر سے نکلتے تھے ۔ان دونوں کو دوکان اور یونیورسٹی جانا ہوتا تھا ۔اب امی تو موجود نہیں تھیں جن کے سامنے وہ ابا کو نظر انداز کر کے نجانے اپنی کونسی محرومیوں کے بدلے لیتی تھی اس لئے اس نے سست سے انداز میں ابا کو سلام کیا تھا ۔انہوں نے جواب دیا تو وہ کچھ کہے بناء دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی تھی

" کہاں جا رہی ہو اس وقت ؟" انہوں نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا ۔وہ مڑی پھر سوچتے ہوئے بولی

" وہ میں ذرا ۔۔سلیم کی دوکان سے چپس لینے ۔۔اور جوس ۔۔" آواز خود بخود سست ہو گئی ۔وہ کوئی بچی تو تھی نہیں جو یہ بات ٹھوس لہجے میں کہی جاتی ۔وہ پہلے بھی آرام سے اندر باہر آتی جاتی تھی ، امی کو چھوٹے موٹے کام ہوتے تھے تو کر آیا کرتی تھی لیکن ابا کی موجودگی میں ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہی جائیں

"اچھا۔رکو۔اس وقت کہاں جاؤ گی۔۔میں لا دیتا ہوں" انہوں نے اسے واپس بلا لیا تھا۔وہ بھی خاموشی سے کچھ کہے بناء پلٹ آئی۔امی ہوتیں تو صاف جواب دے کر چلی جاتی لیکن ابا سے براہِ راست جھگڑے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔۔اسی لئے ابا کو خاموشی سے سیڑھیاں اترتے دیکھتی رہی



"بی بی جان! آج مجھے کوئی نصیحت مت کیجئے گا۔۔آپ کو نہیں پتا یہ عورت مجھے کتنا شرمندہ کرواتی ہے۔۔۔میں اس کی دلجوئی کی خاطر جو بھی کروں یہ اپنے رویے سے میرا دل توڑ دیتی ہے۔۔آپ بھی مجھے ہی ٹوکتی ہیں۔۔اپنی لاڈلی بہو کو نہیں سمجھاتیں" کاشف نے بی بی جان کی جواب طلبی پر اکتا کر کہا تھا۔بی بی جان چند لمحے خاموش رہیں۔ان کا ہر حساب کتاب غلط ہوا جا رہا تھا۔محبت کرنے والی سلیقہ شعار بیوی بھی ان کے بیٹے کو اس کی آزادانہ روش ترک کرنے پر مجبور نہیں کر پا رہی تھی اور ستم ظریفی یہ تھی کہ وہ اپنی غلطی کو غلطی سمجھتا ہی نہیں تھا۔اسے بیوی کے ٹوکنے سے الجھن ہوتی تھی وہ یہ سمجھنے کو تیار نہیں تھا کہ اس کی بیوی کو اس کی ان رنگین مزاج عادتوں سے کتنی چڑ ہوتی ہوگی۔وہ دونوں کو باری باری سمجھا کر تھک چکی تھی لیکن دونوں ہی سمجھنے کو تیار نہیں تھے۔صوفیہ سے انہیں کم شکایت تھی کیونکہ وہ دیکھتی تھیں صوفیہ بہت کچھ برداشت کر رہی تھی جو شاید ان کے خاندان کی کوئی لڑکی ہوتی تو نا سہہ پاتی۔انہوں نے یہی بات جب بیٹے کو سمجھانے کی کوشش کی تھی تو وہ اکتا کر بولا تھا

"میں کسی کو کوئی نصیحت نہیں کروں گی لیکن کاشف ایک بات یاد رکھنا۔۔مکان آرام سے بن جاتے ہیں مگر گھر نہیں بنتے۔۔تم لوگ چند دنوں بعد دو سے تین ہو جاؤ گے۔۔۔مکان گھر بن جائیگا۔۔لیکن یہی صورتحال رہی تو گھر کیسے بنے گا میرے بچے۔۔تم لوگوں کا رشتہ خالی مکان رہ جائیگا اور خالی مکان میں بدروحیں رہا کرتی ہیں۔۔بیویاں نہیں۔۔۔اپنی بیوی کو زندہ لاش مت بننے دو۔۔اس عورت کی قدر کرو۔۔اسے محبت ہے تم سے۔۔تمہاری ماں کے بعد اگر واقعی کسی عورت کو تم سے محبت ہے نا تو وہ صوفیہ ہی ہے۔۔۔باقی تو کھمبوں پر چسپاں فلموں کے اشتہار ہیں جنہیں شریف آدمی اس ڈر سے گردن اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا کہ کسی نے دیکھ لیا تو سبکی ہوگی" بی بی جان نے اتنے واضح لفظوں میں کبھی بیٹے کو نصیحت نہیں کی تھی۔کاشف سر جھکائے بیٹھا رہا تھا۔

"اب تم دروازے کی اوٹ میں چھپ کر کھڑے ہو جاؤ۔۔۔اور اپنے کانوں سے سن لو کہ میں اسے نصیحت کرتی ہوں یا نہیں" بی بی جان نے اپنے بیٹے کو اشارہ کیا تھا۔

اس کے بعد صوفیہ کی باری تھی لیکن بی بی جان کچھ پوچھتی یا کہتیں صوفیہ نے رونا شروع کر دیا تھا" بی بی جان! میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں لیکن یہ سب میرے اختیار سے باہر ہے۔۔مجھے اس عورت کو دیکھتے ہی کچھ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔۔میں نے جان بوجھ کر مس بی ہیو نہیں کیا۔۔اتنی بدتمیز بھی نہیں ہوں میں۔۔۔میری ماں نے میری تربیت اتنی بھی لاپرواہی سے نہیں کی۔۔۔لیکن۔۔میں بے بس ہوں۔۔۔" صوفیہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔بی بی جان کو اس پر ترس آیا۔

اس حالت میں جب شوہر کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس کے ذہنی سکون کا خیال رکھتا۔اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا۔۔وہ آپس

میں لڑ جھگڑ کر وقت گزار رہے تھے

"میں سب کچھ برداشت کرلوں گی بی بی جان۔۔آپ کاشف سے کہیئے وہ حبیبہ کو چھوڑ دیں۔اس سے ملنا ترک کردیں۔۔ورنہ وہ کاشف کو مجھ سے چھین کرلے جائیگی۔۔میں مرجاؤں گی بی بی جان۔۔۔میں کاشف کے بغیر نہیں رہ سکتی بی بی جان" وہ ان کی آغوش میں منہ چھپائے بلک رہی تھی۔ بی بی جان کا دل چاہا اپنے بیٹے کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کریں۔اسے "ہیرے" کی پہچان ہی نہیں تھی

☆ ☆ ☆

"کیا وقت ہے؟" شہرین نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"ایک بج رہا ہے بیٹی۔۔۔سمیع میاں دوبار فون کر کے پوچھ چکے ہیں۔۔میں نے سوچا میں خود دیکھ کر آؤں کہ طبیعت تو ٹھیک ہے؟" اماں رضیہ نے وضاحت کی تھی۔وہ خود سے جگانا تو نہیں چاہتی تھیں لیکن اپنے دل کا کیا کرتیں۔ایک بج چکا تھا اور شہرین اب تک سو رہی تھی۔وہ عموماً گیارہ بجے تک اٹھ جاتی تھی لیکن آج تو حد ہی ہوگئی تھی

"جی اماں طبیعت ٹھیک ہے۔۔بس سر میں کچھ درد ہے۔۔اس لیئے بستر سے نہیں نکلی۔" اس نے کسلمندی سے انگڑائی لیتے ہوئے جواب دیا۔اس کا سر بہت بھاری ہورہا تھا۔اماں رضیہ نے کھڑکی کے پردے ہٹا کر روشنی کو کھلا راستہ دیا تھا۔شہرین نے روشنی کی وجہ سے دوبارہ آنکھیں بند کرلیں۔اماں اس کے بستر پر آبیٹھیں۔اس کی دمکتی رنگت کو کمرے میں آنیوالی روشنی مزید دمکا رہی تھی۔بھرے بھرے گلابی ہونٹ اور نیند کی وجہ سے گلابی دِکھنے والی آنکھیں۔۔بھورے بال اور تیکھی ناک۔۔اماں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا پھر دل ہی دل میں اس کے حسن کو جی بھر کر سراہا تھا۔اللہ نے حسن تو واقعی بیش بہا دیا تھا اس لڑکی کو۔۔سمیع کو اگر اس کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا تو اس میں اس کا قصور بھی نہیں تھا

"بیٹی۔۔اتنا سر کیوں درد کرتا رہتا ہے۔۔کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس کیوں نہیں جاتیں۔۔ڈاکٹر سے ملو۔۔رپورٹ (ٹیسٹ) کرواؤ۔۔پتا تو چلے کہ کیا جڑ ہے اس سر درد کے مرض کی۔۔۔یہ کوئی اچھی علامت تو نہیں ہے" وہ محبت سے بولی تھیں۔شہرین ان کے انداز پر مسکرائی

"بہت بار گئی ہوں ڈاکٹر کے پاس اماں۔۔۔"

"کیا کہتے ہیں ڈاکٹر۔۔" انہوں نے اس کے بستر کو درست کرتے ہوئے پوچھا تھا

"کچھ بھی نہیں کہتے۔۔۔ڈپریشن بتاتے ہیں۔۔انگزائٹی" اس نے پپوٹے سہلائے تھے اور اٹھ بیٹھی تھی۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے،بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

" ارے یہ موا ڈپریشن ہی کھا گیا ہے سب کو" انہیں زیادہ حیرانی نہیں ہوئی تھی۔آجکل اکثر لوگوں کے منہ سے وہ یہی سنتی رہتی تھیں، " پر بیٹی تمہیں کاہے کا ڈپریشن ۔۔تمہیں تو اللہ نے اتنا چاہنے والا میاں دیا۔۔اتنی قدر کرتا ہے تمہاری۔۔سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے تمہیں ۔۔ماشاءاللہ" وہ بہت لاڈ سے بولیں ۔صبح ہونے والی گفتگو اپنی جگہ لیکن ان کے دل میں سمیع کے لئے کافی محبت تھی اور اسی وجہ سے انہیں شہرین سے بھی لگاؤ تو تھا

" میں خود نہیں جانتی اماں ۔۔یہ ڈپریشن آتا کہاں سے ہے۔۔" وہ واقعی عاجز نظر آتی تھی ۔اس نے بلینکٹ ہٹایا تھا اور باتھ روم کی جانب چل دی ۔اماں بستر درست کرتی رہیں تھیں ۔اس کمرے میں پھیلاوا ہونا بھی کہاں تھا۔بچی تو سارا وقت نیچے رہتی تھی ۔او پر میاں بیوی رہتے تھے لیکن وہ بھی کافی سلیقہ مند تھی ۔انہیں اس کمرے میں کبھی چیزیں بکھری نظر نہیں آتی تھیں ۔شہرین کو باتھ روم میں کچھ وقت لگا تھا تب تک اماں رضیہ وہیں بیٹھی رہیں تا کہ اس سے پوچھ کر ہی جوس بنوائیں ۔

" آج تو سر میں کچھ زیادہ ہی درد ہو رہا ہے۔" شہرین نے نکلتے ہوئے بھی سر تھام رکھا تھا

" چائے بنوا دیں اماں ۔۔" اس نے جوس کو انکار دیا تھا۔

" جیسی تمہاری مرضی بیٹا۔۔اگر کہو تو سر میں تیل ڈال دوں ۔۔تمہیں سکون ملے گا" انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا تھا۔شہرین نے لمحہ بھر انہیں دیکھا پھر یاسیت سے سر ہلایا۔ایک بار پھر اپنی ماں کی یاد آنے لگی تھی اسے

" جی اماں ۔۔پلیز ۔۔سر بہت بھاری ہو رہا ہے" اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔اماں تیل لینے باتھ روم کی سمت گئی تھیں لیکن وہ ابھی مڑی بھی نہیں تھیں کہ انہوں ے شہرین کو عجلت بھرے انداز میں باتھ روم میں آتے دیکھا۔وہ کچھ سمجھ بھی نہیں پائی تھیں کہ شہرین واش بیسن کی سمت مڑی تھی اور اس نے ابکائی کرنے والے انداز میں منہ کھولا تھا

" اللہ خیر۔۔بیٹی کیا ہوا؟" وہ ایک دم گھبرا گئی تھیں ۔شہرین چند لمحے واش بیسن کے پاس اسی طرح کھڑی رہی ۔معدہ خالی تھا سو نکلا تو کچھ نہیں لیکن شہرین چند سیکنڈز میں ہی زرد پڑ گئی تھی ۔سارا خون جیسے نچڑ کر رہ گیا تھا۔اماں نے بمشکل سہارا دے کر اسے بستر پر بٹھایا پھر چلا کر رانی کو آواز دی اور شہرین کے ہاتھ پاؤں سہلانے لگیں

" کیا ہو گیا بیٹی ۔۔ابھی تو ٹھیک تھی" وہ حیران تھیں

" مجھے خود پتا نہیں چلا لیکن اب ٹھیک ہوں ۔۔غبار سا نکل گیا ہو جیسے ۔۔سر کو بھی سکون مل گیا ہے" شہرین نے نقاہت بھرے انداز میں کہا۔اسی اثنا میں رانی بھی ایمن کو گود میں اٹھائے چلی آئی تھی ۔

" رانی بیگم صاحبہ کے لئے جوس لاؤ" انہوں نے حکم دیا تھا۔مالکوں کی غیر موجودگی میں وہ خود مالک بن جاتی تھیں ۔

" ایمن کو یہیں چھوڑ جاؤ" شہرین نے بچی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔رانی ایمن کو چھوڑ کر دوبارہ کمرے سے نکل گئی

" پہلے بھی کبھی ہوا ہے ایسے؟" اماں نے اس کی طرف بغور دیکھا۔ان کی چھٹی حس نے جیسے کوئی الارم سا بجایا تھا۔

" ایسے ہوا تو نہیں کبھی پہلے میرے ساتھ۔۔۔آج ہی ہوا ہے" وہ ایمن کی جانب دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی

" جب ایمن پیدا ہونے والی تھی؟" اماں نے ایک اور سوال کیا۔شہرین نے چونک کر دیکھا۔اسے اب سمجھ میں آئی تھی کہ وہ کیا پوچھنا چاہ رہی تھیں۔وہ خود حیران سی ہو کر سوچ میں پڑ گئی

" بیٹی کوئی اچھی خبر لگتی ہے" اماں کو اس کا پر سوچ انداز دیکھ کر جیسے یقین سا آ گیا تھا

" پتا نہیں۔اماں۔۔۔شاید" وہ واقعی پر یقین نہیں تھی

" ماشاء اللہ۔۔۔اللہ مبارک گھڑی لائے۔۔۔ایمن تین سال کی ہو رہی ہے۔۔۔اللہ نے بروقت خوشی دکھائی ہے" اماں نے جھٹ پٹ دعائیں دی تھیں۔جوس لاتی رانی دروازے پر ہی رک گئی۔اندر سے آوازیں صاف باہر تک آ رہی تھیں۔وہ سمجھ گئی تھی کہ دونوں مالکنیں اندر کیا بات کر رہی ہیں

" لو بتاؤ۔۔۔پہلے والا بچہ تو سنبھالا نہیں جاتا خود سے اور دوسرے کی تیاری شروع کر دی ہے" اس نے ناک چڑھا کر سوچا تھا

☆ ☆ ☆

" اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے۔۔؟ اس دن کاشف نے اس کی محبت کو پہلی بار واقعی دل کی گہرائی سے محسوس کیا تھا۔بی بی جان کی باتوں نے بھی اسے اس کی غلطی کا احساس دلایا تھا۔

" بہت زیادہ کاشف۔۔اسی لئے تو دل جلتا ہے جب آپ کو کسی اور کے ساتھ دیکھتی ہوں" وہ استحقاق بھرے لہجے میں بولی تھی۔کاشف کچھ نہیں بول سکا تھا۔اسے صوفیہ سے محبت نہیں تھی لیکن افسوسناک بات یہ تھی کہ اسے حبیبہ سے بھی محبت نہیں تھی۔اسے بس تتلی کی طرح اپنے ارد گرد منڈلاتی عورت اچھی لگتی تھی۔اس کی کسی کمینی سی حس کو تسکین پہنچتی تھی جب عورت بھنورے کی طرح اس پر واری صدقے جاتی تھی۔اس کی اپنی بیوی تو ہنستی بولتی ہی تھی۔اس کی محبت میں قربان ہو جانے کو بھی تیار تھی۔لیکن اس میں کیا خاص بات تھی۔۔بیویاں تو سب کی ہی ایسی ہوتی ہیں۔۔اسے اصل مزا تب آتا تھا جب دوسروں کی بیویاں بھی اس پر مرتی تھیں اس کے ساتھ بات کرنے کو ترستی تھیں۔۔اس کی تعریف کرتی تھیں۔اس کی مردانگی کو اس سے جلا ملتی تھی لیکن بی بی جان کی باتوں سے اسے شرمندگی ہوئی تھی۔صوفیہ سے بے شک اسے محبت نہیں تھی لیکن ہونے والی اولاد کے لئے اس کا دل ابھی سے بہت بے چین رہتا تھا۔اس دن اس نے خود سے عہد کیا تھا کہ وہ صوفیہ کے ساتھ وفادار رہنے کی کوشش کرے گا۔

☆ ☆ ☆

" نینا کہاں ہے؟" ابا نے زری کو ٹی وی کے سامنے بیٹھے دیکھ کر امی سے سوال کیا تھا۔

" وہ آپا (سلیم کی امی) کی طرف گئی ہے۔۔کیوں کوئی کام تھا" امی کو پہلا خیال یہی سوجھا تھا۔ابا عام طور سے بچیوں کے متعلق زیادہ سوال جواب نہیں کرتے تھے۔وہ جانتے ہی تھے کہ عشاء کے بعد زری اور نینا ٹی وی کے سامنے نہیں ہوتی تھیں تو اپنے کمرے میں ہوتی

تھیں ۔ابا خاموش رہے ۔امی ان کے لئے تازہ روٹی اتارنے باورچی خانے کی سمت چل دیں

"کیابات ہے ۔۔کیاسوچ رہے ہیں؟" کھاناٹرے میں سجائے پلٹ کرآئیں توامی نے اباکے چہرے سے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں گم ہیں ۔انہوں نے ایک نظر بیوی کا چہرہ دیکھا پھر کچھ نہیں بولے ۔ان کے ذہن میں کچھ دنوں سے جو خیال گونج رہا تھا وہ یکدم بیان کرنا آسان نہیں تھا۔حلیمہ چند لمحے ان کی جانب دیکھتی رہیں

"کیا پریشان کر رہا ہے آپ کو ۔۔نینا نے کوئی بدتمیزی کی؟" ان کو خدشہ تھا کہ یہی ہوا ہوگا۔

"آپ دل پرمت لیں ۔۔اس کی تو عادت ہے" انہوں نے ساتھ ہی تسلی دینی چاہی تھی ۔ابا نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا پھر فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔

"ارے نہیں بھئی ۔۔۔اب ایسی بدتمیز بھی نہیں ہے وہ ۔۔تمہارے ساتھ ذرا لاڈ پیار میں زبان چلاتی رہتی ہے ورنہ میرے ساتھ تو کبھی زبان درازی نہیں کی" وہ مسکراتے ہوئے ان کی ہمت بندھا رہے تھے

"ہاں میں نے تو ان کی جائیدادیں ضبط کررکھی ہیں نا ۔۔" امی چڑ کر بولی تھیں ۔ابا نے کوئی جواب نہیں دیا اور ٹرے کو اپنے سامنے کرلیا۔امی جگ سے پانی نکال کر ان کے سامنے رکھتے ہوئے بھی ان کے چہرے کو غور سے دیکھ رہی تھیں ۔زری ٹی وی میں مگن تھے ۔

"یہ اپنی نینا سلیم سے کتنی چھوٹی ہے؟" انہوں نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے یکدم سوال کیا تھا ۔امی نے ان کا چہرہ پھر غور سے دیکھا ۔پتا نہیں کیا کھچڑی پک رہی تھی ان کے اندر

"چھوٹی کہاں ہے ۔۔۔بڑی ہے ۔۔سال چھ مہینے کا فرق ہوگا" امی نے جواب تو دے دیا لیکن بے چینی تھی کہ وہ کچھ اور پوچھیں تو امی جانچ سکیں کہ آخر وہ کیا سوچ رہے ہیں ۔وہ ان کے بہن بھائیوں کے متعلق زیادہ بات چیت نہیں کرتے تھے ۔سلیم سے بھی اس کی دوکان کی وجہ سے علیک سلیک تھی کیونکہ وہاں انہیں چھوٹا موٹا سودا سلف لینے کبھی کبھی جانا پڑ جایا کرتا تھا

"وہی تو میں سوچ رہا تھا کہ عمروں میں کچھ فرق ہے ۔۔اپنی نینا سے چھوٹا ہی ہے ۔۔۔ہم عمر نہیں ہے" ابا دوسرا نوالہ بنا رہے تھے

"چند مہینوں کا ہی فرق ہے ۔۔۔ہم عمر ہی سمجھیں" اب کی بار امی نے لاپروائی سے کہا تھا ۔ابا سر ہلاتے ہوئے کھانا کھانے لگے لیکن چہرے پر ابھی بھی کچھ پریشانی سی چھلکتی تھی ۔

"سنو ۔۔۔نینا سے کہنا رات برات منہ اٹھا کر خالہ کے گھر نہ جایا کرے ۔۔۔مناسب نہیں لگتا ۔۔وہ اب بچی نہیں رہی ۔۔بڑی ہو گئی ہے ۔۔" انہوں نے وہ غبار نکال ہی دیا تھا جو شام سے دل میں پک رہا تھا ۔ایک دن پہلے وہ نینا کو "بچی" کہہ رہے تھے اور اب وہی اسے "بڑی" قرار دے رہے تھے ۔وہ سلیم کا نام براہِ راست نہیں لے سکتے تھے ۔یہ بات نینا سمیت اس کی ماں کو بھی بری لگ سکتی تھیں ،وہ دیکھ سکتے تھے حلیمہ کا چہرہ ان کی بات پر بالکل سپاٹ ہوگیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"دھوپ زندگی ہے" اماں رضیہ نے اس کے گھنے لمبے بالوں کو بہت نرمی سے چھوتے ہوئے شفقت بھرے لہجے میں کہا تھا ۔شہرین کی گود میں پلیٹ دھری تھی جس میں سیب کی قاشیں کٹی پڑی تھیں ۔ابکائی آنے کی وجہ سے اس کا بلڈ پریشر قدرتی طور پر کم ہو گیا تھا تو اسے کھانے کی حاجت بھی محسوس ہونے لگی تھی ۔وہ سیب کو رغبت بھرے انداز میں کھانے میں مصروف تھی ۔ایمن بھی اس کے سامنے کارپیٹ پر بیٹھی اپنے ٹیڈی بیئر سے کھیلنے میں مگن تھیں ۔اماں رضیہ اس سارے سین سے سب سے زیادہ خوش تھیں ۔انہیں سمجھ میں آ گیا تھا کہ شہرین کو سمجھانا سمیع کو نصیحتیں کرنے سے زیادہ بہتر تھا۔

"ہوا روشنی انسان کی بنیادی ضروریات ہیں ۔۔۔یہ سب چیزیں نا ملیں تو انسان کمزور پڑ جاتا ہے پھر وہ بیمار نا ہوتے ہوئے بھی خود کو بیمار محسوس کرنے لگتا ہے ۔۔۔تم خود کو دیکھو کتنی کمزور ہو رہی ہو ۔آنکھوں کے نیچے حلقے ہو گئے ہیں ۔۔۔اتنی اکتائی ہوئی کیوں رہتی ہو بیٹی" اماں رضیہ اس کے بالوں میں تیل انڈیلتے ہوئے تمہید بھی باندھ رہی تھیں ۔انہوں نے رانی کو اچھا سا ناشتہ تیار کرنے کا حکم بھی دے دیا تھا۔شہرین سیب تو کھا رہی تھی لیکن الجھن بھی چہرے پر بکھری تھی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فوراً سمیع کو گڈ نیوز دے دے ۔اس نے اسے کال بھی کی تھی لیکن سمیع فی الوقت ریسیو نہیں کر رہا تھا

"اماں میرا دل بجھتا سا جاتا ہے ۔کسی کام میں نہیں لگتا ۔۔۔مجھے خود سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں ہے لیکن ہر چیز سے بیزاری محسوس ہوتی ہے ۔۔۔مجھے یہ احساس کھائے جاتا ہے کہ میں نے اپنے ماں باپ کا بہت دل دُکھایا ہے ۔۔انہیں تکلیف پہنچائی ہے ۔۔۔بہت بدقسمت بیٹی ہوں میں" اماں کی انگلیاں بہت نرمی سے اس کے بالوں میں چل رہی تھیں ۔اسے ذہنی سکون مل رہا تھا۔اس نے بھی دل کی بات انہیں بتا ہی دی ۔اماں کو تاسف نے گھیر لیا ۔۔انہیں شہرین پر اور بھی پیار آیا۔وہ کس قدر دُکھی لگتی تھی۔

"ایسے نہیں کہتے میری بچی ۔۔۔تم تو بہت قسمت والی ہو ۔انشاء اللہ ماں باپ کی ناراضی بھی ختم ہو جائیگی لیکن اس کے متعلق سوچ سوچ کر ابھی تو اپنی زندگی برباد نا کرو ۔۔اللہ نے تمہیں ہیرے جیسا خاوند دیا ہے ۔۔پھول جیسی بچی ہے ۔۔ان نعمتوں کی قدر کرو ۔۔ان کا لطف اٹھاؤ ۔۔" وہ اس کے بالوں کا مساج کرتے ہوئے اسے سمجھا بھی رہی تھیں ۔شہرین کچھ بھی نہیں بولی ۔اس کی نظریں ایمن کا جائزہ لے رہی تھیں ۔بہت دن بعد ایمن اس کمرے میں آئی تھی ورنہ وہ نیچے اپنی میڈ کے پاس ہی رہتی تھی ۔اماں رضیہ نے اسکی نظروں کا تعاقب کیا پھر ایمن کو دیکھتا پا کر انہیں بہت اچھا لگا ۔یہی تو موقع تھا وہ اسے سمجھا سکتی تھیں ۔

"میری بات کا برا مت ماننا بیٹی ۔۔چھوٹا منہ بڑی بات ۔لیکن کہے بغیر رہ بھی نہیں سکتی ۔۔۔" اماں نے اتنا ہی کہا تھا کہ شہرین نے مڑ کر انہیں دیکھا پھر فوراً بولی

"ارے نہیں اماں ۔۔۔آپ میری امی جیسی ہیں ۔۔میرے اور سمیع کے دل میں بہت عزت ہے آپکی ۔۔۔آپ کا تو احسان ہے ہم پر کہ آپ ایمن کو اتنی محبت اور توجہ سے پال رہی ہیں ۔۔۔آپ کی وجہ سے مجھے ایمن کی بالکل فکر نہیں ہوتی ۔۔میرے دل کو آپ کی موجودگی سے اتنی ڈھارس ملی ہے کہ میں الفاظ میں بیان بھی نہیں کر سکتی" وہ جو بھی کہہ رہی تھی اس کے چہرے کا ایک ایک عضو اس کے بیان کی

تصدیق کر رہا تھا۔اماں رضیہ کا چہرہ کھل اٹھا۔اتنی عزت و توقیر تو آجکل کوئی اپنے سگے ماں باپ کو نہیں دیتا تھا وہ تو پھر دور پار کی ایک غریب ضرور تمند رشتہ دار تھیں۔وہ مزید محبت سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"کہیئے نا۔۔کیا کہنا چاہ رہی تھیں آپ۔۔۔؟" شہرین نے بہت ادب سے سوال کیا تھا۔اماں رضیہ نے محبت پاش نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔اب اسکے منہ سے اتنے اچھے الفاظ میں اپنا تذکرہ سن کر وہ یہ نہیں کہہ سکتی تھیں کہ اپنی بیٹی کو وقت دیا کرو۔۔وہ ان پر بھروسہ کرتی تھی تو اپنی ننھی منی پھولوں جیسی بیٹی ان کے سپرد کر رکھی تھی۔انہوں نے اپنا مطمعٔ نظر بیان کرنے کے لئے بہت مہذب الفاظ منتخب کئے

"ارے بیٹی بس یہی کہنا چاہتی تھی کہ زندگی میں خوش ہونے کے مواقع تلاش کیا کرو۔۔گھر بار میں دلچسپی لیا کرو۔۔۔اس چار دیواری سے باہر نکل کر ملازموں کو دیکھا بھالا کرو۔۔اتنی پیاری بچی ہے۔۔۔اس کے ساتھ کھیلا کرو۔۔اولاد کی ایک مسکراہٹ ماں کا دل ٹھنڈا کر دیتی ہے۔۔اپنے دل کا سکون اپنی اولاد میں ڈھونڈو۔اللہ تمہیں مزید خوشیاں دے۔۔اولادِ نرینہ کا سُکھ دے"

شہرین ان کی باتوں پر سر ہلا رہی تھی



میں رانیہ کی جانب سے بہت مطمئن ہوں" رانیہ کی امی نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔نینا نے اپنی مسکراہٹ چھپا کر سر ہلایا تھا۔وہ پہلے جن بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھی ان کی مائیں بھی اس سے کافی خوش رہتی تھیں لیکن وہ جونیئر کلاسز تھیں۔رانیہ ایک بڑی بچی تھی اس لئے اس کی امی کے اس طرح کہنے پر نینا کا خون کئی سیر بڑھ گیا تھا۔وہ اپنے کام کے سلسلے میں کوتاہی کرتی بھی نہیں تھی۔

"میں رانیہ کی کارکردگی سے بہت خوش ہوں۔۔۔بہت دل لگا کر پڑھ رہی ہے تمہارے ساتھ۔۔بہت تعریف کرتی ہے تمہاری۔۔میں تو مسز مشتاق کی دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے تمہارے جیسی اچھی لڑکی کا بتا دیا مجھے ورنہ آجکل اچھے ٹیوشن ٹیچرز ملتے کب ہیں۔۔اس کو خوب پریکٹس کرواؤ تا کہ سب کمی پوری ہو جائے۔۔۔اسکی پرسینٹیج اچھی آجائے بس تو سمجھو مجھے سکون ہو جائے" رانیہ کی امی کافی ہنس مکھ اور باتونی خاتون واقع ہوئی تھیں۔

"انشاءاللہ۔۔نائنٹی سکس پرسینٹ سے کم نہیں ہوں گے۔۔۔رانیہ بہت ذہین ہے اور محنتی بھی۔۔۔آپ فکر مت کریں جو کمی بیشی ہے وہ بہت جلد پوری کروا دوں گی۔" اس نے انہیں تسلی دی تھی اور اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔اسے دیر ہو رہی تھی جبکہ مسز رحیم کی باتیں آج کافی طویل ہو گئی تھیں۔عام ماؤں کی طرح وہ بھی اپنی بیٹی کے ایگزامز کے لئے بیٹی سے زیادہ پریشان رہتی تھیں۔

"انشاءاللہ۔۔۔میں واقعی بہت مطمئن ہوں۔۔بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی ذہین فطین قابل اور محنتی ٹیوشن ٹیچر مل جانا کسی نعمت سے کم نہیں۔۔میں تو جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔۔۔اسی لئے میں یہ چاہ رہی تھی کہ تم اسے اردو بھی پڑھا دیا کرو۔۔۔" انہوں نے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر مدعا بیان کیا تھا۔نینا جو اپنی تعریفیں سن سن کر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی کو دل ہی دل میں جھٹکا لگا۔اس نے چہرے پر مسکراہٹ قائم رکھتے ہوئے تھوک نگلا۔اردو سے تو اس کی اپنی جان جاتی تھی

"آجکل کے انگلش میڈیم کے بچے اردو میں اتنے کمزور ہیں کہ اب اس مضمون کی بھی ٹیوشن پڑھنی پڑھتی ہے۔۔ہمارے زمانے میں ایسا تھوڑی ہوتا تھا۔۔ہم خود ہی سب پڑھ لیا کرتے تھے۔۔اتنے اتنے لمبے مضمون بغیر یاد کئے لکھ آیا کرتے تھے ایگزامز میں۔۔۔لیکن یہ میری بیٹی صاحبہ ایک شعر کی تشریح خود نہیں کر سکتیں۔۔اردو کا ایک مضمون نہیں لکھ سکتی خود سے۔۔خیر اس زمانے میں پڑھائیاں آسان بھی ہوتی تھیں۔۔آجکل تو بچوں کو بچپن سے ہی اسکالر بنانے میں لگ جاتے ہیں پھر تین سال تو یہ قران حفظ کرنے کی وجہ سے اسکول گئی ہی نہیں ہے۔۔اس کو تو زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔میری ریکویسٹ ہے کہ تم اسے اردو بھی پڑھا دیا کرو۔۔مجھے امید ہے تم اردو بھی بہت اچھے طریقے سے پڑھا لوگی۔۔" وہ بہت مہذب طریقے سے اپنا مدعا بیان کر رہی تھیں۔نینا کو سمجھ میں نہیں آیا کہ ایک دم ان کو انکار کس طرح کرنا ہے۔وہ یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ میں اردو نہیں پڑھانا چاہتی۔نئی نئی ٹیوشن ملی تھی اور پھر اتنی تعریفیں سن کر تو وہ بالکل بھی ایک دم انکار نہیں کر سکتی تھی۔اس نے دوسرا حربہ اپنایا تھا

"پڑھانے کا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔۔میں آرام سے کروا دیتی اردو بھی لیکن لیکن آپ جانتی ہیں مجھے یہاں سے یونیورسٹی جانا ہوتا ہے۔۔نو بجے میری کلاس ہوتی ہے" یہ سب سے بہتر اور مناسب بہانہ تھا۔رانیہ کی امی نے تاسف سے سر ہلایا"

"اوہو۔۔یہ تو واقعی مسئلہ ہے۔۔۔لیکن میں زیادہ وقت نہیں لونگی تمہارا۔۔صرف پینتالیس منٹ۔۔۔اتنا وقت ہی کافی ہے۔" وہ اصرار کر رہی تھیں۔رانیہ مسکرائی۔دل ہی دل میں اسے اس بات کی بہت خوشی تھی کہ وہ اس کے کام سے اتنی مطمئن تھی کہ مزید وقت کے لئے منت وسماجت تک آ گئی تھیں

مسز رحیم یقین کیجئے میرے پاس وقت نہیں ہوتا۔۔میں پینتالیس منٹ تو دور کی بات دس منٹ نہیں نکال سکتی۔آپ کے گھر سے نکلتی ہوں تو بھاگتے ہوئے اسٹاپ تک جاتی ہوں۔۔ذرا سی دیر ہو جائے تو یونیورسٹی بس مس ہو جاتی ہے۔" اس نے سہولت سے انکار کرنا چاہا تھا۔وقت تو وہ نکال سکتی تھی لیکن اردو پڑھانا اس کے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔وہ میتھس انگلش سائنس سبجیکٹس تو کروا سکتی تھی لیکن اردو معاشرتی علوم سے اس کی جان جاتی تھی۔

"بات تو تمہاری بھی ٹھیک ہے۔۔۔میں زیادہ اصرار نہیں کرنا چاہتی کہ میری بیٹی کی اتنی اچھی ٹیچر کو کوئی مشکل یا پریشانی ہو" وہ بالا آخر مان گئی تھیں۔نینا نے دل ہی دل میں شکر ادا کرنا چاہا تھا لیکن اگلے ہی لمحے مسز رحیم بولیں

"میرے پاس ایک آپشن ہے۔۔۔میں تمہیں ڈرائیور سے یونیورسٹی ڈراپ کروا دیا کروں گی۔تم آرام سے دس منٹ پہلے یہاں سے ڈرائیور کے ساتھ چلی جایا کرنا۔" انہوں نے حل نکالا تھا۔نینا کو اب کی بار بیزاری محسوس ہوئی

"ارے نہیں۔۔آپ کیوں زحمت کرتی ہیں۔۔۔ایسی بات نہیں ہے۔۔۔" وہ دوٹوک انکار کرنے کے لئے الفاظ جمع کرنے لگی

زحمت کی بات ہے ہی نہیں۔۔۔ہمارا گھر کا ڈرائیور ہے۔۔۔صبح سے شام تک یہاں گھر میں فارغ ہی ہوتا ہے اور یونیورسٹی تک بمشکل دس منٹ کی ڈرائیو ہے۔۔کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔۔۔میں درخواست کرتی ہوں پلیز چند ایک مہینے کی تو بات ہے۔۔" وہ تو جیسے اس

کے گھٹنوں میں بیٹھنے کو تیار تھیں

"اچھا میں دیکھوں گی کہ کیا کر سکتی ہوں۔۔آپ پلیز ریکویسٹ مت کریں۔۔آپ بڑی ہیں مجھ سے۔۔اچھا نہیں لگتا" اس نے بمشکل انہیں ٹالا تھا۔وہ سوچ رہی تھی کہ جب وہ اتنا اصرار کر رہی ہیں تو وقت نکال ہی لے۔

"بڑی کہہ کر عزت کر رہی ہو تو اب انکار کر کے میرا دل نا توڑنا" انہوں نے مان بھرے لہجے میں کہا تھا۔نینا کو اس لمحے خود اپنے آپ پر ہی ترس آیا لیکن وہ چُپ رہی تھی۔"زرمین" بی بی جان نے گلابی لحاف میں لپٹی وہ چھوٹی سی پوٹلی اس کی گود میں رکھ دی تھی۔تکلیف اذیت انتظار اور بے چینی سب اختتام کو پہنچ گئی تھی۔اس نے بسم اللہ پڑھ کر بچی کو تھام لیا۔

"مبارک ہو صوفیہ۔۔اللہ نے تمہیں اپنی رحمت سے نوازا ہے" بی بی جان بہت خوش دکھائی دیتی تھیں۔صوفیہ کے دل کو سکون مل گیا۔پیدائش کے وقت جب نرس نے اسے بتایا تھا کہ بیٹی ہوئی ہے تو وہ یہ سوچ کر اداس ہو گئی تھی کہ نجانے بی بی جان اور کاشف کا کیا ردِ عمل ہو لیکن تیسرے دن گھر آنے کے بعد اسے احساس ہوا تھا کہ وہ غلط سوچ رہی تھی۔وہ دونوں تو بے تحاشا خوش تھے۔۔انہوں نے سارے گھر کو تازہ پھولوں سے سجا کر اس کا استقبال کیا تھا۔بچی کا عقیقہ اس طرح کیا گیا تھا کہ جیسے صوفیہ کے جاننے والوں میں کسی نے بیٹے کا بھی نا کیا ہو گا۔سارے خاندان کو مدعو کیا گیا تھا۔سات طرح کے کھانے اور دوسرے لوازمات سے تواضع کرنے کے بعد دیسی گھی والے موتی چور کے لڈو بانٹے گئے تھے۔فقیرنیاں وقفے وقفے سے دروازے پر خیرات کے لیئے آرہی تھیں۔کئی مدرسوں میں بکرے کے گوشت کے پلاؤ اور زردے کی دیگیں بھجوائی گئی تھیں۔بی بی جان نے پوتی کو"زرمین" نام دیا تھا۔اسے اور صوفیہ کو قیمتی سونے کے کنگن پہنائے گئے تھے۔ایک پیشہ ور فوٹو گرافر تصاویر کھینچنے کے لئے گھر بلوایا گیا تھا۔صوفیہ جب اس گھر میں آئی تھی تو بھی اس کے استقبال میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی لیکن زرمین کے لئے تو محبت اور پیسہ واقعی پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا۔بعد کے آنے والے دنوں میں بھی صوفیہ کے خاندان میں ہر شخص کی زبان پر صوفیہ کی خوش بختی کا چرچا رہا۔بہنیں بھابھیاں کزنیں۔۔سب اس کی قسمت پر ایک بار پھر رشک کرتی رہیں۔

وہ بہت خوبصورت دن تھے۔صوفیہ کے دل سے ہر وسوسہ،ہر برا خیال مٹ کر رہ گیا تھا۔کاشف فیکٹری سے گھر آ کر سارا وقت صوفیہ اور زرمین کو دیتا تھا۔زرمین میں تو اس کی جان تھی۔اسے گود میں لے کر جھلاتا رہتا۔اس ننھے وجود سے نجانے کون کون سی باتیں کرتا رہتا۔صوفیہ دیکھتی اور اللہ کا شکر ادا کرتی رہتی۔شادی کے بعد سے اب تک یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ حبیبہ جیسی عورتوں کے وسوسے اور خوف سے اسے نجات مل رہی تھی۔زرمین اسے اپنی طاقت لگتی تھی۔وہ تھی بھی بالکل باپ کی کاپی۔۔رنگ روپ نقش ہر چیز میں باپ کا ثانی۔۔۔جو بھی دیکھتا بچی کی خوبصورتی کو سراہے بغیر نا رہ پاتا۔اس میں صوفیہ کی محنت کا تو کوئی عمل دخل نہیں تھا لیکن اسے۔بہت طاقت اور فخر کا احساس ہوتا

"یہ بالکل تمہارے جیسی ہے۔۔۔وہی ناک نقشہ۔۔۔وہی نمکین رنگت" حبیبہ دوبارہ ملنے کے لئے آئی تو زرمین کو دیکھ کر بولی۔زرمین تین مہینے کی ہو رہی تھی اور اب اس کی باپ سے مشابہت مزید واضح ہونے لگی تھی۔حبیبہ نے اسے گود میں لے رکھا تھا اور بہت نزاکت سے اس کا گال وقفے وقفے سے سہلاتی تھی۔صوفیہ نے اس کے ہاتھ سے زرمین کو پکڑ لیا

"میری بیٹی تھی۔۔میرے جیسی ہی ہونی تھی۔۔اب بابرہ شریف جیسی تو ہونے سے رہی" اس نے بظاہر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔جیبہ نے اس کا چہرہ دیکھا۔کمرے میں ان دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ بالکل تمہارے جیسی ہے۔۔۔بہت پیاری اور تیکھی سی" جیبہ کا نادازِ صلح جو تھا

"جی بھابھی میں بہت اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔۔آپ کیا کہنا چاہتی ہیں" صوفیہ نا چاہتے ہوئے بھی طنز کر گئی تھی۔یہ عورت اسے سلگا کر رکھ دیتی تھی۔اس کے سامنے نجانے کون سا احساسِ کمتری اس کے سارے وجود پر چھا جاتا تھا۔

"کیا بات ہے صوفیہ۔۔میں نے محسوس کیا ہے تم بہت طنزیہ سی ہوتی جا رہی ہو۔۔میری کوئی بات بری لگی ہے کیا" جیبہ سارے معاملات آج ہی نبٹانے کے چکر میں تھی

"نہیں بھابھی۔۔میں طنزیہ نہیں ہو رہی۔۔یہ دراصل آپ ہیں جس نے طنز کی ابتدا کی تھی۔۔" وہ چڑ کر بولی

"لیکن میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو تمہیں اتنا برا لگ گیا۔۔؟" اس نے حیرانی سے سوال کیا

"سارے زمانے کو زمین کی مشابہت کاشف جیسی لگتی ہے اور آپ کو یہ میرے جیسی لگ رہی ہے" وہ اسی انداز میں بولی تھی۔جیبہ مزید حیران ہوئی

"اس میں برا ماننے والی کیا بات ہے۔۔۔میں نے تو۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ صوفیہ نے اس کی بات کاٹ دی

"آپ یہی کہنا چاہتی ہیں کہ زمین خوبصورت نہیں ہے"

"ارے بخدا نہیں۔۔۔میں یہ کہہ رہی ہوں کہ یہ بالکل تمہارے جیسی خوبصورت ہے۔۔" وہ زِچ ہوئی تھی یا شاید زِچ ہونے کی اداکاری کر رہی تھی۔صوفیہ نے گہری سانس بھر کر اپنے بلا وجہ عود کر آنے والے غصے پر قابو پایا

"یہی طنز ہے آپ کا۔۔سمجھیں آپ۔۔" وہ گرا کر بولی تھی۔جیبہ مے حیرانی سے اس کی جانب دیکھا پھر وہ اپنا پرس اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی

"تم پاگل ہو۔۔بالکل پاگل۔۔میں تم سے دور رہوں یہی بہتر ہے" وہ کمرے سے باہر نکلی تھی۔صوفیہ نے اس کی پست کی جانب دیکھتے ہوئے ناک چڑھائی تھی پھر نجانے اس کے دل میں کیا سمائی۔جیبہ کے پیچھے گئی اور بولی

"میرے شوہر سے بھی دور رہو" جیبہ نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا،دیکھتی رہی پھر مسکرائی۔۔چبھتی ہوئی تلخ،طنزیہ اور ذو معنی مسکراہٹ

"یہ ناممکن ہے میری جان۔۔اُس سے دور نہیں رہ سکتی میں" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی بلکہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔اس کا اس قدر کھلا ڈلا اعتراف صوفیہ کو جی جان سے سلگا گیا تھا۔وہ اس عورت کو قتل کر دینا چاہتی تھی لیکن بے بس تھی۔

☆ ☆ ☆

اس نے رانیہ کی اردو کی کتابیں کھول کر اپنے سامنے رکھیں پھر صفحات لپٹ کر دیکھتی رہی۔۔اسے بیزاری ہو رہی تھی۔اس مضمون کو پڑھانے کے لئے اسے خود پہلے ایک گھنٹہ پڑھنا پڑتا تھا پھر ہی وہ اس قابل ہو سکتی تھی کہ رانیہ کو اچھے طریقے سے پڑھا سکتی تھی۔وہ چند لمحے ایسے ہی بیٹھی رہی پھر اسے سلیم کا خیال آیا تھا۔وہ اس سے بھی تو مدد لے سکتی تھی۔بے شک وہ صرف ایف اے پاس تھا لیکن یہ کتابیں بھی تو انٹر کی ہی تھیں اور پھر اسے اردو پر اچھا عبور حاصل تھا۔وہ شاعری کرتا تھا،کہانیاں لکھتا تھا۔اتنا تو قابل تھا ہی کہ وہ اردو پڑھانے کے لئے اس کی کوئی معاونت کر سکتا۔نینا نے کتابیں سمیٹیں۔ڈوپٹہ اٹھا کر کندھے پر پھینکا اور چپل پاؤں میں اڑستے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔امی اپنے کمرے میں تھیں شاید نماز پڑھ رہی تھیں اور زری شاید واش روم میں تھی کیونکہ پانی گرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔نینا نے دروازہ بجا کر اسے نیچے جانے کا بتایا اور سیڑھیاں اتر آئی۔شام اتر آئی تھی لیکن ابھی تاریکی مکمل طور پر نہیں پھیلی تھی۔اسے یقین تھا کہ اس وقت سلیم اپنی دوکان پر مصروف ہوگا۔اس نے آخری سیڑھی پر ڈوپٹے کی پوزیشن ذرا درست کی پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتی سلیم کی بیٹھک نما دوکان میں آ گئی۔وہ اپنا کھاتا کھولے موبائل کان سے لگائے بیٹھا تھا۔پچیس تاریخ کے بعد وہ حساب کتاب کی پڑتال کر کے ان تمام چیزوں کا آرڈر فون پر ہی دے دیا کرتا تھا جو درکار ہوتی تھیں۔شام تک بڑے کریانے کے اسٹور کا لڑکا اپنی سوزوکی میں اس کا مطلوبہ سامان بھر کر ڈیلیور کر جاتا تھا سلیم بھی موقع پر دائیگی کر دیتا۔یہ اس کے لئے بہت سہولت ہو گئی تھی کہ فون پر ہی کام ہو جاتا تھا۔کہیں جانے کی مشکل تھی نا کسی کا احسان لینا پڑتا تھا۔سامان چھوڑ کر جانے والا لڑکا خود ہی اس کے ساتھ مدد کرواتے ہوئے سامان دوکان کے اندر رکھوا دیتا تھا۔وہ اسی حساب کتاب میں مشغول تھا۔نینا کو دیکھ کر ہی اس نے جان بوجھ کر با آوازِ بلند کہا تھا

”ہاں بھئی ہاں۔۔چلی ملی اس بار مت بھیجنا۔۔میری دوکان میں چوہیا گھس آتیں ہیں اور ساری چلی ملی کھا جاتی ہیں۔اس بار ایک کارٹون بھی نا آئے سامان میں۔۔یاد رکھنا“ وہ تاکید کر رہا تھا۔نینا نے خود ہی کاؤنٹر کا دروازہ ہٹایا اور اندر داخل ہو گئی

”مت منگواؤ چلی ملی۔۔۔میں بھی تمہارے ابو کو جا کر بتاتی ہوں کہ ان کا لڑکا کسی لڑکی کی محبت میں عجیب وغریب شاعری کرتا رہتا ہے اور پھر فرضی ناموں سے مجھ غریب سے مختلف میگزینز کو بھجواتا ہے۔۔۔اور یہ بھی بتاؤں گی کہ وہ لڑکی ہماری ذات برادری کی بھی نہیں ہے جس کے لئے سلیم صاحب شاعری کرتے ہیں اور یہ بھی کہوں گی کہ سلیم گھر سے بھاگ کر اس کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے“ وہ دھمکی آمیز انداز میں کہہ رہی تھی۔سلیم نے سٹپٹاتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھا کہ کوئی قریب سن تو نہیں رہا پھر اسے گھور کر بولا

”اللہ بچائے تم سے نینا۔۔۔رائی کا پہاڑ۔۔لفظ سے افسانہ۔۔۔دھاگے سے رضائی اور ورق سے پوری کتاب بنا لیتی ہو تم۔۔۔سو چڑیلیں مری تھیں تو تم پیدا ہوئی تھی۔

”ہاں تو فائدہ ہوا نا۔۔سو چڑیلیں ختم ہوئی دنیا سے۔۔۔میرا دنیا میں آنا کس قدر مبارک ثابت ہوا۔۔اور ایسے ہی منہ پھاڑ کر نا کہہ دیا کرو۔۔پہلے الحمدوللہ کہا کرو اور پھر ماشاءاللہ بھی کہا کرو۔۔۔نظر لگتے پتا تھوڑی چلتا ہے“ وہ واقعی ڈھیٹ تھی۔سلیم نے زوردار آواز کے ساتھ کھاتے والا رجسٹر بند کیا

"اپنی آمد کا مطلب بتاؤ اور جاؤ یہاں سے۔۔۔میں ویسے بھی تم جیسی خود غرض لڑکی سے زیادہ بات وات نہیں کرنا چاہتا۔۔۔" وہ ناک چڑھا کر بولا تھا۔نینا نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا

"سلیم۔۔۔اتنی بدتمیزی۔۔۔؟" اس نے مصنوعی حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے آنکھیں پھیلائیں

"بدتمیزی نہیں۔۔۔ادلے کا بدلہ۔۔۔تم بھی تو یہی کرتی ہو۔تمہیں میں نے کل کہا تھا کہ رات کو آنا تمہیں ایک چیز دکھاؤں گا لیکن تم آئی نہیں۔۔۔اب اپنا کوئی کام ہے تو فوراً آ گئی ہو۔۔۔" وہ واقعی ناراض لگتا تھا

"میں رات کو آئی تھی شہزادہ سلیم لیکن تم سو چکے تھے۔۔۔میں خالہ کے پاس بیٹھ کر واپس آ گئی" اس نے وضاحت کی۔سلیم نے اس کی جانب دیکھا آیا وہ سچ کہہ رہی ہے یا جھوٹ۔۔وہ جھوٹ تو بولتی نہیں تھی

"تمہاری رات تہجد کے وقت ہوتی ہے کیا۔۔میں انتظار کر کے دس بجے سویا تھا۔مزید کتنا انتظار کرتا۔سارا دن کا تھکا ہوا ہوتا ہوں۔۔جلدی نیند آ جاتی ہے۔۔" اس نے بھی وضاحت دی تھی۔

"آجکل دس بجے کون سوتا ہے سلیم صاحب۔۔اور میں بھی فارغ تو نہیں ہوتی۔۔۔اسائنمنٹ بنا رہی تھی۔اس سے فارغ ہوئی تو نیچے آ گئی پھر آنٹی زبیدہ روک کر کھڑی ہو گئیں۔۔انہوں نے باتیں کرنی شروع کر دیں تو بیس پچیس منٹ لگ گئے" وہ اکتا کر بولی تھی۔اسے وضاحتیں دینے سے چڑ تھی

"اچھا خیر چھوڑو۔۔اب بتا دو۔کیا دکھانا تھا" وہ صلح جو انداز میں پوچھ رہی تھی۔سلیم نے اس کی جانب دیکھا پھر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر اس نے بھی مصنوعی ناراضی ختم کی تھی

"نہیں تم گھر آنا۔۔یہاں نہیں دکھا سکتا۔۔۔تم بتاؤ کیا لینے آئی تھی اور یہ ہاتھ میں کیا پکڑا ہے" وہ اس کے ہاتھ میں پکڑی کتابوں کی جانب اشارہ کر کے پوچھ رہا تھا

"یہ اردو کی کتاب ہے۔۔۔وہ جو نئی ٹیوشن ملی تھی نا۔۔انہوں نے اردو پڑھانے کو بھی بول دیا ہے اور اردو میری کتنی اچھی ہے۔۔تم جانتے ہی ہو۔۔مجھ سے تو ٹرگنومیٹری کروا لو۔۔الجبرا سیکھ لو۔۔۔یہ اردو کہاں پڑھانی آتی ہے مجھے لیکن رانیہ کی امی کہتی ہیں کہ کچھ دن اردو پڑھا دو۔۔تم سے مدد لینے آئی تھی" وہ اپنا مسئلہ بیان کرنے لگی تھی۔سلیم اس کے ہاتھوں کی جانب ہی دیکھ رہا تھا جن میں کتابیں دبی تھیں

"تم انکار کر دو نا۔۔اتنا خوار ہونے کی ضرورت کیا ہے۔۔۔تمہاری اپنی پڑھائی اتنی مشکل ہے۔۔اپنا پڑھو گی یا اپنی اسٹوڈنٹ کا پڑھو گی" وہ چڑ کر بول رہا تھا

"انکار کیا تھا میں نے۔۔۔لیکن وہ اتنی محبت سے اصرار کر رہی تھیں۔۔مجھے حامی بھرنی پڑی۔مروت بھی کوئی چیز ہوتی ہے سلیم صاحب" وہ ناک چڑھا کر بولی۔سلیم کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی

"ہمیں کیا پتا مروت کیا ہوتی ہے۔۔۔ہمارے ساتھ کبھی برتی ہو تم نے تو ہمیں پتا ہو نا" وہ کندھے اُچکا کر بولا۔
"سلیم تم جتنا وقت بے تکی باتیں کرنے میں ضائع کرتے ہو نا۔۔اتنی دیر میں انسان پڑھ لکھ کر ایم اے پاس کر آتا ہے۔" وہ مزید چڑ کر بولی

دیکھا۔۔اسی لئے میں نے کہا کہ ہمیں کیا پتا مروت کیا ہوتی ہے۔۔۔یہ نایاب چیز تو تم اپنے اسٹوڈنٹس اور ان کے گھر والوں پر ضائع کر آتی ہو"سلیم بھی اسی کے انداز میں بولا تھا۔نینا نے جواب میں کچھ کہنا چاہا تو سلیم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے اسے روک دیا
"میرے پاس پرانی گائیڈ بکس پڑی ہوئی ہیں۔۔۔تم رات کو آؤ گی نا تو میں تمہیں دے دوں گا لیکن جلدی آنا"سلیم نے کہا پھر کاؤنٹر کے دراز میں پہلے سے رکھے گئے چلی ملی کے پیکٹ نکال کر اسے دے دئے تھے۔اس نے جھپٹنے کے انداز میں پکڑے اور شکریہ ادا کئے بناء کھول کر کھانے لگی تھی



"زری تم نے عصر کی نماز پڑھ لی؟" وہ موبائل ہاتھ میں لے کر لاؤنج میں بیٹھی ہی تھی کہ امی نے آ کر پوچھا۔اس نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے فیس بک کی دنیا میں قدم رکھا
"وقت پر نماز تو ادا کر لیا کرو تم دونوں۔۔اتنی بڑی تو ہو گئی ہو اب کہ یہ بات مجھے بار بار یاد نا کروانی پڑے" امی نے ناپسندیدگی سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔زری نے ناک چڑھائی
"امی ابھی تو اذان ہوئے پندرہ منٹ ہی ہوئے ہیں۔۔۔پڑھ لیتی ہوں۔۔۔نہا کر آئی تھی تو بال ذرا گیلے ہیں۔تھوڑے سے خشک ہو جائیں تو پڑھتی ہوں نماز" وہ اسکرول ڈاؤن کرتی ہوئی موبائل اسکرین میں گم تھی۔
"ٹھیک ہے لیکن اب اس موبائل میں ہی گم مت رہنا۔نماز پڑھ لینا۔۔بلا وجہ نماز قضا کرنے کا فائدہ۔۔؟" وہ اس کے لمبے بھورے بالوں کو بغور دیکھتے ہوئے تاکید کر رہی تھیں۔اس کے بال بہت خوبصورت تھے اور وہ ان کا خیال بھی بہت رکھتی تھی۔وہ غلط نہیں کہہ رہی تھی۔ان میں نمی چمک تو رہی تھی۔انہوں نے دل ہی دل میں بیٹی کے بالوں کی خوبصورتی کو سراہا پھر انہیں دوسری بیٹی کی یاد آئی
"نینا کدھر ہے۔۔اب تک سو رہی ہے؟" انہوں نے ایک نظر ان کے کمرے کی جانب دیکھا
"نہیں۔۔وہ نیچے اتری تھی۔۔سلیم کے پاس گئی ہو گی چلی ملی لینے" زری لاپرواہ مگن سے انداز میں بولی۔امی کو یکدم جیسے کچھ یاد آیا۔ابا نے کچھ تاکید کی تھی۔اشاروں اشاروں میں انہیں کیا باور کروانا چاہا تھا۔وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھیں
"یہ لڑکی کب سدھرے گی۔۔۔اب کوئی بچی تو نہیں رہی کہ جب چاہے منہ اٹھا کر گھر سے باہر نکل جائے" وہ ناپسندیدگی کا اظہار کر رہی تھیں۔زری ٹیکسٹ کرنے میں مگن ہو گئی تھی۔اس کی انگلیاں تیزی سے ٹچ اسکرین پر چل رہی تھیں۔اس کا سارا دھیان موبائل میں ہی تھا لیکن امی کی بات کا جواب دینا بھی ضروری تھا۔

"آپ کو پتا ہی ہے اسے چپس جوس اور چلی ملی کھائے بغیر سکون نہیں آتا۔۔وہی لینے گئی ہوگی۔۔آجائے گی ابھی"

"ابھی آجائے تو اچھا ہے" انہوں نے جیسے خود کلامی کی

"کیا ہوگیا ہے امی۔۔کون سا پہلی بار گئی ہے۔۔۔دن میں کئی بار جاتی ہے۔۔آپ جانتی ہی ہیں سلیم کے پاس جائے بغیر اسے سکون نہیں ملتا" زری نے تسلی دی تھی۔

"یہی تو غلط بات ہے۔۔بلاوجہ منہ اٹھا کر جب جی چاہے دوکانوں پر گھومتے رہنا کون سی اچھی بات ہے۔۔وہ سلیم کی دوکان ہے اس کا میکہ نہیں ہے۔" امی چڑ کر بولی تھیں۔اب کی بار زری نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔وہ کافی ناخوش اور الجھی ہوئی نظر آتی تھیں۔زری نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔نینا کی شروع سے یہی روٹین تھی لیکن امی نے پہلے کبھی تو نہیں ٹوکا تھا۔

"اب تم کیا منہ اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی ہو۔۔چلو رکھو اپنی اس جڑواں بہن کو ادھر اور نماز ادا کرا کرو" انہوں نے اس کے موبائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا اور کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔انہیں نجانے کیوں اتنا غصہ آرہا تھا۔زری ان کے انداز پر حیران تو ہوئی لیکن اس موضوع پر مسلسل سوچتے رہنے کا وقت اس کے پاس نہیں تھا۔وہ دوبارہ سے موبائل میں گم ہوگئی تھی



"ترنگ ہے؟" شوکت بھائی نے شٹر کے نیچے سے دکان کے اندر نگاہ دوڑاتے ہوئے پوچھا تھا۔سلیم وہیل چیئر پر آرام دہ حالت میں بیٹھا ستانے کی کوشش کر رہا تھا۔سہ پہر کے وقت بعض اوقات وہ دوکان بند بھی کر دیا کرتا تھا یا کبھی اماں آکر کاؤنٹر سنبھال لیتیں اور وہ آدھ پونا گھنٹہ ستا لیا کرتا تھا اور اگر کچھ لکھنے کا دل چاہتا تب بھی یہی وقت مناسب ترین تھا لیکن آج اماں بھی گھر نہیں تھیں۔لکھنے کا من بھی نہیں تھا لیکن سستی سی چھائی ہوئی تھی اسی لئے وہ تھوڑا سا شٹر گرا کر وہیں اخبار منہ پر رکھ کر بیٹھا رہا تھا

شوکت بھائی کی آواز پر چہرے پر سے اخبار ہٹا کر اس نے ان کی جانب دیکھا پھر اس ادھ سوئی کیفیت میں بھی شرارت اس کے دل میں گدگدی کرنے لگی تھی

"ترنگ ہی ترنگ ہے جی۔۔۔بتائیے کیا کر کے دکھاؤں۔۔بھنگڑا ڈالوں یا لڈی پیش کروں یا دھمال پسند کریں گے؟" شوکت بھائی اس کی بات پر ہنسے

"آپ کی ذاتی ترنگ کی بات نہیں کی میں نے سلیم صاحب۔۔۔۔چائے والے دودھ کی بات کر رہا ہوں" انہوں نے وضاحت کی سلیم نے وہیل چیئر گھما کر آگے کی پھر بولا

وہ والا "ترنگ" تو نہیں ہے۔" اس نے بائیں ہاتھ سے جماہی روکتے ہوئے کہا تھا۔شوکت بھائی نے لکڑی کے چوکھٹے کے ساتھ اوپر کی جانب لٹکتی ہوئی مختلف تھیلیوں کی طرف دیکھا تھا۔ڈرجنٹ پاؤڈرز۔۔شیمپو۔۔انسٹنٹ ڈرنک کے پاؤڈرز۔۔۔کافی چیزیں لٹک رہی تھیں لیکن چائے میں ملانے والا پاؤڈر نہیں تھا۔انہوں نے مایوسی سے سر ہلایا

" یار چائے کی طلب ہو رہی تھی اور تمہارے پاس ایوری ڈے بھی نہیں ہے" سلیم نے بھی گردن ذرا باہر نکال کر دیکھنے کی کوشش کی۔مطلوبہ وائٹنر واقعی ختم ہوا تھا

" خشک دودھ ہے تو وہ دے دو" شوکت بھائی اب اندر نظریں دوڑا رہے تھے۔

" ہے تو سہی ۔۔۔لیکن شاید آپ کے لئے نہیں ہے" اس نے وہیل چئیر کو گھما کر پیچھے کی جانب کیا تھا

" کیوں بھئی ۔۔۔کیوں" ان کے چہرے پر حیرت نمودار ہوئی

" کیوں کہ پاکستان کا ہر تیسرا بچہ آئرن کی کمی کا شکار ہے ۔۔۔وہ آپ کا بھی ہو سکتا ہے" اس نے خشک دودھ کا پیکٹ ان کے سامنے کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے اس برانڈ کے اشتہاری پروگرام کی نقل کی تھی۔شوکت بھائی ہنسے

" اوہ نہیں بھائی ۔۔میرا نہیں ہو سکتا۔۔شکر ہے میرے تو دو ہی بچے ہیں ۔۔۔تیسرا ہوتا تو آئرن کی کمی کا شکار ہوتا" انہوں نے پیکٹ اٹھا کر ادائیگی کی تھی۔اسی دوران خالو (نینا کے والد) دوکان کی جانب آتے دکھائی دیئے۔سلیم مودب سا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔سارے محلے کے ساتھ ہلڑ بازی ہنسی مذاق کرنے والا سلیم اپنے خالو کے سامنے ایک تہذیب یافتہ تمیز دار لڑکا نظر آنے کے ہر ممکن کوشش کیا کرتا تھا۔

" گولڈ لیف ہے؟ ۔۔۔" خالو نے اپنی مطلوبہ سگریٹ کی ڈبیا کے متعلق پوچھا تھا۔شوکت بھائی نے ذو معنی انداز میں سلیم کا چہرہ دیکھا

" جناب گولڈ لیف نہیں ۔۔۔پوچھئے سنہرا پتہ ہے؟ ۔۔۔" خالو نے سوالیہ انداز شوکت بھائی کا چہرہ دیکھا تھا

"سلیم صاحب کو اشاروں کی زبان سمجھ میں آتی ہے ۔۔بات کو گھما پھرا کر کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں ۔۔ابھی میں نے چائے کے لئے" ترنگ" مانگا تو بولے ۔۔۔۔" شوکت بھائی چند منٹ پہلے کی بات مزے لے کر بتانے لگے۔سلیم نے انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں ٹوکا تھا۔وہ خالو سے بہت مرعوب رہتا تھا۔ایک وہی تو انسان تھے سارے محلے میں جن سے وہ خائف رہتا تھا۔ابھی ترنگ والی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ مختار بھائی بھی آ کر کھڑے ہو گئے۔سلیم نے سگریٹ کی ڈبی نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دی تھی لیکن شوکت بھائی کی بات ختم نہیں ہوئی تھی اس لئے اس نے خالو کو متوجہ نہیں کیا تھا۔وہ ترنگ کے بعد آئرن کی کمی والی بات بھی بتانے لگے تھے۔سلیم کو دل ہی دل میں شرمندگی محسوس ہوئی۔وہ خالو کے ساتھ اتنا بے تکلف نہیں تھا۔ان کی بات ختم ہوئی تو مختار بھائی بولے

" ارے یہ تو کوئی بات ہی نہیں ہے ۔۔مزے کی بات میں بتاتا ہوں آپ کو ۔۔۔وقار آصف ہیں ناوہ نکڑ والے ۔۔ان کا بڑا بیٹا کافی شرارتی ہے ۔۔پرسوں واپسی پر اسکول سے کسی سے جھگڑا ہو گیا۔۔بچوں میں مارا ماری ہو گئی ۔۔وہ بھی بازو چھلوا کر گھر آیا۔۔انہوں نے چھوٹے بیٹے کو بھیجا کہ سلیم سے ڈیٹول لے آؤ۔سلیم میاں نے ڈیٹول کی بجائے "کمفرٹ" (کپڑوں کی دھلائی کے بعد ڈالنے والی خوشبودار محلول) دے دیا۔۔کہ ٹی وی پر تو یہی دکھاتے ہیں کہ ہر دھلائی کے بعد کمفرٹ لگانا چاہیئے" مختار بھائی ایسے بتا رہے تھے جیسے کوئی بہت ہی خوشگوار بات ہو۔شوکت بھائی بھی سن کر ہنس دیئے لیکن خالو کے چہرے پر مروت والی مسکراہٹ کی رمق ہی چمکی اور غائب ہو گئی

" باتوں کا ہی تو کھاتے ہیں یہ ۔۔۔ورنہ اس دوکان میں رکھا ہی کیا ۔۔ڈھنگ کی کوئی چیز تو ملتی نہیں ہے ۔۔" خالو نے طنزیہ انداز

میں کہا تھا۔ان کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔انہوں نے سگریٹ کی ڈبیا اٹھا لی تھی

"برخوردار باتوں کی بجائے کام پر دھیان دیا کرو۔۔یہی دوکان کل پونجی ہے تمہاری۔۔گپیں مارنے اور کرکٹ کھیلنے سے فرصت ملے تو اس پر دھیان دو ورنہ جو چار پیسے آتے ہیں وہ بھی آنے بند ہو جائیں گے" اپنے بھرے ہوئے والٹ سے پیسے نکالتے ہوئے وہ اسے مشورہ دے رہے تھے۔اس نے بدقت مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔اسے کچھ عجیب سا لگا تھا۔خالو کم گو تھے۔اس کے ساتھ تو ایک طرف اس کے اماں ابا سے بھی بہت لئے دئے انداز میں بات کرتے تھے لیکن ایسا رعونت بھرا انداز بھی کبھی نہیں اپنایا تھا۔اس کی دوکان پر بھی کم و بیش ہی آتے تھے لیکن بات ہمیشہ نرم انداز میں کرتے تھے۔آج ان کا انداز سلیم کو کچھ سنجیدہ اور طنزیہ سا لگا۔وہ چپ سا ہو گیا۔ان کا انداز اس کی سمجھ سے بالا تر تھا۔



"واقعی۔۔۔؟" سمیع نے حیرانی سے اسکا چہرہ دیکھا۔یہ خبر اس کے لئے غیر متوقع اور زیادہ اچھی بھی نہیں تھی۔

"میری طبیعت کچھ دنوں سے نارمل نہیں رہتی۔۔نیند بھی پوری کرتی ہوں مگر سر بھاری رہتا ہے۔۔متلی کی سی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔۔بیزاری چھائی رہتی ہے۔۔شک تو مجھے بھی تھا لیکن آج کنفرم ہو گیا۔" شہرین خود بھی کنفیوژڈ سی تھی

"ایک ذرا سی متلی سے یہ تصدیق کیسے ہو گئی یار کہ گڈ نیوز ہے۔۔۔کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہو" وہ مصنوعی انداز میں مسکراتا ہوا اکتا کر بولا۔اسے دوسرے بچے کی خواہش نہیں تھی۔

"اماں رضیہ سے بات کی تھی وہ بھی یہی کہہ رہی تھیں" شہرین کا انداز ابھی بھی ویسا ہی تھا

"اوہ اچھا اچھا۔ماں رضیہ نے تو ایم بی بی ایس کیا ہوا ہے۔۔میں بھول ہی گیا تھا۔لاؤ وہ پریسکرپشن بھی دے دو جس میں انہوں نے ملٹی وٹامنز اور آئرن سپلیمینٹ لکھ کر دئے ہیں۔۔کل آفس سے واپسی پر لیتا آؤں گا" وہ اسے چڑا رہا تھا اور ساتھ ہی ریموٹ سے ٹی وی کی آواز اونچی کی تھی۔شہرین نے اسے مصنوعی ناراضی سے گھور کر دیکھا پھر مسکرائی تھی

"ایم بی بی ایس کی بات نہیں ہے۔۔۔سیانی عورت ہیں۔تجربہ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔۔۔وہ اپنے تجربے کی بنیاد پر کہہ رہی تھیں" شہرین نے ریموٹ اٹھا کر دوبارہ سے ٹی وی کی آواز دھیمی کی۔

"تجربہ اور چیز۔۔۔؟" اس نے برا سا منہ بنایا

"یہ دراصل ان غلطیوں کا نام ہوتا ہے جو انسان اپنی زندگی میں خود کرتا ہے لیکن شرمندگی سے بچنے کے لئے دوسروں کو اپنے کارنامے کہہ کر سناتا ہے۔۔۔شہرین سمیع! یہی جدید زندگی کا اصول ہے" اس نے اس کے ہاتھ سے ریموٹ چھیننے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔شہرین نے ہاتھ اپنے پیچھے کر لیا

"سمیع وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں۔۔مجھے بھی لگتا ہے کہ گڈ نیوز ہے۔۔۔اتنی مارننگ سک نیس ہوتی ہے آجکل۔نوزیا (متلی کی کیفیت)

فیل ہوتا ہے.بہت" شہرین نے ریموٹ ابھی بھی اسے نہیں دیا تھا

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔میں کسی اچھے نیورو سرجن سے ٹائم لیتا ہوں۔۔۔سر درد کے بعد اب نوزیا بھی رہنے لگا ہے۔۔۔یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے"سمیع کے چہرے پر فکرمندی چھلکنے لگی تھی

"نہیں مجھے گائنا کولوجسٹ سے ملنا ہے۔۔تم ڈاکٹر بشریٰ صفدر سے ٹائم لو۔۔۔"شہرین نے ریموٹ اسے دینے کے لئے ہاتھ آگے کیا تھا۔

"پہلے مجھ سے تو مل لو اچھی طرح۔۔۔میری طرف تو شاید عرصے سے دیکھا بھی نہیں ہے تم نے"سمیع نے ریموٹ کی بجائے اسکا ہاتھ پکڑلیا تھا۔وہ شکوہ کر رہا تھا۔شہرین کو فی الوقت شوہر کے جذباتی سہارے کی بہت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

"آئی ایم سوری سمیع لیکن یقین کرو میں خود اب اس صورتحال سے تھک گئی ہوں۔۔میں نکلنا چاہتی ہوں اس اینزائیٹی سے۔۔۔میں بھی خوش ہونا چاہتی ہوں۔۔صرف تمہارے اور ایمن کے بارے میں سوچنا چاہتی ہوں۔۔میرا دل چاہتا ہے کوئی بات مجھے پریشان نا کرے۔کسی بیماری کا خیال مجھے پریشان نا کرے۔۔"

"تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے۔۔تمہیں صرف میری محبت کا مرض لاحق ہے اور تمہاری سب بیماریوں کا شافی علاج میں ہوں۔۔تم اگر سب فضول قسم کی سوچیں ترک کر کے صرف میرے بارے میں سوچا کرو تو تمہیں کسی ڈاکٹر سے ٹائم نا لینا پڑے" وہ بہت محبت سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔شہرین نے سر ہلایا تھا۔اسے سمیع کی بات سے اتفاق تھا۔

"تم میرے لئے دعا کرتے ہونا" وہ اس کے ہاتھ کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی

"تمہارے لئے نہیں کروں گا تو کس کے لئے کروں گا یار" وہ ہارے ہوئے انداز میں بولا تھا۔شہرین کو اماں رضیہ کی بات پر پختہ یقین ہوا تھا۔اسے واقعی ہیرے جیسا شوہر ملا تھا



"آپ ہمیں بھی ساتھ لے چلتے۔۔میں اور زرمین آپ کے بغیر اداس ہو جائیں گے" کاشف کے کپڑوں کے سوٹ کیس کو لاک کرتے ہوئے وہ افسردگی سے بولی تھی۔کاشف بیڈ پر بیٹھا موزے پہن رہا تھا۔پندرہ منٹ میں اسے ائرپورٹ کے لئے نکلنا تھا۔

"یہ ایک بزنس ٹرپ ہے یار۔۔تم میرے ساتھ جاتی تو بور ہو جاتی۔۔میں نے مجید بھائی سے کہا تھا کہ وہ اپنی فیملی کو بھی تیار کر لیتے تو پھر میں تمہیں بھی ساتھ لے جاتا لیکن حبیبہ نے انکار کر دیا" موزوں کے بعد اب وہ رسٹ واچ باندھ رہا تھا

اچھا ہوا۔۔اس کے ساتھ جانا بھی نہیں تھا مجھے" وہ ناک چڑھا کر بولی۔کاشف ذومعنی ہنسی ہنسا

"اتنی اچھی خاتون ہے یار۔۔تم پتا نہیں کیوں اتنا خار کھاتی ہو" وہ اسے چڑا رہا تھا

"ہر وہ خاتون جو آپ کو اچھی لگتی ہے۔۔۔ہاں میں اسے سے خار کھاتی ہوں۔۔۔کرلیں جو کرنا ہے" وہ محبت بھرے مان سے بولی

تھی۔زرمین کی پیدائش نے اسے کے پاؤں کے نیچے کی زمین کو کنکریٹ کا بنا دیا تھا۔وہ خود کو بہت بہت مضبوط سمجھنے لگی تھی۔بی بی جان کی کہی ہر بات سچ ثابت ہو رہی تھی۔زرمین کی آمد اور اس کی ہر درجہ محبت نے اس کے شوہر کے دل میں اس کا قلعہ کافی مضبوط کر دیا تھا۔

"اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے" وہ اب پرفیوم اسپرے کر رہا تھا

"آپ کی سوچ سے بھی زیادہ" صوفیہ نے اعتراف کیا تھا۔یہ حقیقت تھی کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کے دل میں کاشف کی محبت مزید سے مزید تر ہوتی جاتی تھی۔وہ ایک ہفتے کے لئے دوبئی جا رہا تھا اور اس کی جدائی کے متعلق سوچ کر صوفیہ کا دل بیٹھا جا رہا تھا

"نا کرو یار۔۔۔۔جب شوہر گھر سے دور جا رہا ہو۔۔وہ بھی ایک ہفتے کے لئے تو ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔۔۔اسے آسان الفاظ میں ظلم کہتے ہیں" وہ پلٹ کر اس کی جانب آیا تھا اور اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھا تھا

"اسے ظلم نہیں کہتے۔۔ظلم اسے کہتے ہیں جو آپ کر رہے ہیں۔۔مجھے ساتھ نا لے جا کر۔۔ایک ہفتہ تھوڑا نہیں ہوتا۔۔" وہ دلگیر لہجے میں بولی تھی۔کاشف نے اپنا سر کے سر کے ساتھ مس کیا

"مجھے احساس ہے۔۔لیکن جانا بھی ضروری ہے نا۔۔۔۔۔میری بیٹی بہت خوش قسمت ہے۔۔اس کی پیدائش کے بعد سے اب تک مجھے لاکھوں کا منافع ہوا ہے۔۔میں اپنے بزنس کا دائرہ بڑھا رہا ہوں۔۔دبئی ایک بہت بڑی مارکیٹ ہے۔۔مجھے بہت اچھی آفرز آ رہی ہیں۔۔میں ان کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں،،بس اسی لئے دل پر پتھر رکھ کر جا رہا ہوں" وہ وضاحت دے رہا تھا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں کہ کوئی ٹھوس وجہ ہوگی نا جو آپ جا رہے ہیں لیکن اپنا خیال رکھئے گا اور ہمیں یاد رکھئے گا۔۔روز فون کرنا مت بھولنا۔۔ورنہ میں اور میری بیٹی ناراض ہو جائیں گے" وہ لاڈ سے بولی۔کاشف نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔اسی دوران فون کی گھنٹی کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔کاشف نے اس کے کندھوں سے ہاتھ اٹھا کر تپائی پر پڑا کارڈلیس اٹھایا تھا۔

"کیا۔کب۔۔کیسے۔۔۔اوہ مائی گاڈ" وہ نجانے کس سے بات کر رہا تھا لیکن اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے صوفیہ کو احساس دلایا تھا کہ کچھ بہت ہی بری خبر ہے۔

"کیا ہوا؟" اس کے فون بند کرتے ہی اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تھا

"مجید بھائی ائرپورٹ جا رہے تھے۔۔۔راستے میں ایکسیڈینٹ ہو گیا۔۔۔پولیس اسٹیشن سے فون تھا۔۔کہتے موقع پر ہی دم توڑ گئے" کاشف کا رنگ خطرناک حد تک زرد ہو چلا تھا۔صوفیہ بھی ڈھے سی گئی۔یہ کیا ہو گیا تھا۔حبیبہ سے اسے کتنی بھی نفرت تھی لیکن اس نے کبھی اس کا برا سوچا تھا نا چاہا تھا۔کاشف مزید کچھ کہے بناء گاڑی کی چابی اٹھا کر دوڑتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔



"گڈ نیوز تو نہیں ہے" ڈاکٹر بشریٰ نے اسے دیکھتے ہوئے پیشہ ورانہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر کہا تھا۔وہ شہرین کو کافی پہلے سے جانتی تھیں۔ایمن بھی انہی کے ہاسپٹل میں پیدا ہوئی تھی۔انہوں نے شہرین کے تمام لیب ٹیسٹ اور اسکیننگ وغیرہ کروائی تھی۔شہرین کے

اندازے کی تصدیق نا ہوسکی تھی۔سمیع نے مسکراتے ہوئے جتانے والے انداز میں اسے دیکھا

"میں بھی سوفیصد پر یقین نہیں تھی لیکن کچھ مسائل تھے تو بس اس لئے سوچا آپ سے مل لوں۔۔۔" شہرین نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا

"بہت اچھی بات ہے۔۔تمام ٹیسٹ ہو گئے۔۔وہم ختم ہوجاتا ہے اس طرح۔۔سیف سائیڈ پر رہنا ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔۔میں کچھ میڈیسن لکھ دیتی ہوں۔۔وہ باقاعدگی سے لو۔۔انشاءاللہ تمام مسائل ختم ہوجائیں گے" ڈاکٹر بشریٰ کا بات کرنے انداز شہرین کو بہت پسند تھا

"ڈاکٹر بظاہر تو میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔رپورٹس بھی ٹھیک ہیں۔۔اسکیننگ میں کچھ نہیں ہے۔۔لیکن میں اپنے آپ کو ٹھیک نہیں محسوس کرتی۔۔۔ہر وقت ایک بوجھ میرے ذہن پر سوار رہتا ہے۔۔چاہتے ہوئے بھی خوش نہیں رہ پاتی۔۔ایسا لگتا ہے جیسے کوئی طاقت مجھے کھائے جارہی ہے۔۔میرا دل بجھا بجھا رہتا ہے۔۔۔بہت سے ڈاکٹرز سے مل چکی ہوں لیکن سب ڈپریشن کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں" وہ منہ لٹکا کر اپنا مدعا بیان کر رہی تھی۔ڈاکٹر بشریٰ اس کی بات سنتے ہوئے مسلسل سر ہلا رہی تھیں

"ڈپریشن کاہے کا۔۔کوئی پریشانی ہے کیا زندگی میں۔۔۔کیوں مسٹر سمیع یہ کیا کہہ رہی ہیں شہرین۔۔۔ایسا کیوں ہے۔۔آپ خیال نہیں رکھتے ان کا" ڈاکٹر بشریٰ نے مصنوعی انداز میں اسے گھورتے ہوئے آڑے ہاتھوں لیا تھا

"ڈاکٹر صاحبہ!اس لڑکی میں جان ہے میری۔۔لٹرلی میں نے اپنا دل نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا ہوا ہے۔۔۔یہ دن کو رات کہے تو میں رات کہہ دیتا ہوں۔۔یہ رات کو دن کہے میں تب بھی مان لیتا ہوں۔۔بتائیں کیا خیال نا رکھتا ہوں گا اس کا۔۔۔بہت پریشان رہتا ہوں اس کی وجہ سے۔۔اسے پتا نہیں کس بیماری کا وہم ہے جو ہمیشہ اس کے اعصاب پر سوار رہتا ہے" وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا محبت کے اظہار اور اعتراف کو کوئی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا

"میں مذاق کر رہی تھی۔۔۔میں جانتی ہوں آپ بہت خیال رکھنے والے شریکِ حیات ہیں لیکن شہرین جو محسوس کرتی ہے۔۔۔اسے بھی وہم نہیں کہہ سکتے آپ۔۔۔یہ پوسٹ نیٹل ڈپریشن ہے۔" ڈاکٹر بشریٰ نے ریوالنگ چئیر گھما کر پیچھے کی اور بولیں

"بچے کی پیدائش کے بعد وہ پیچیدگیاں جو ہمارے ملک میں بالکل نظر انداز کر دی جاتی ہیں اور ان کے علاج پر بالکل دھیان نہیں دیا جاتا۔۔پوسٹ نیٹل ڈپریشن بھی ان میں سے ایک ہے۔۔۔وجود اور اعصاب پر تھکن اور اداسی کا بلا وجہ غلبہ۔۔رونے کی خواہش۔۔بعض اوقات سر درد۔۔کسی کام میں جی نا لگنا۔۔۔اپنے آپ سے اور خود سے وابستہ رشتوں سے الجھن محسوس ہونا۔۔روٹین کے کاموں میں بے رغبتی۔۔ہارمونل ام بیلینس۔۔۔یہ سب علامات پوسٹ نیٹل ڈپریشن کی بھی ہوسکتی ہیں"

"پوسٹ نیٹل ڈپریشن۔۔۔؟"سمیع نے ان کا بولا ہوا لفظ دوہرایا

"کیا ہمیں سائیکاٹرسٹ سے ملنا چاہیئے؟" وہ ان کا مشورہ طلب کر رہا تھا

"مل لیجئے۔۔کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ لوگ اس سلسلے میں پہلے بھی کچھ معالجین سے مل چکے ہیں

اور افاقہ نہیں ہوا تو میرا خیال ہے اب اپنا علاج خود کیجئے۔۔ جی ہاں ڈپریشن کے لئے کوئی بھی دوا کھانے سے بہتر ہے کہ خود اپنا علاج کیجئے ۔۔۔آپ کے رپورٹس کے مطابق میرا علم یہ کہتا ہے آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے۔۔۔صرف اپنا لائف اسٹائل تبدیل کر لیجئے۔۔ زندگی میں دلچسپیاں بڑھائیں۔۔۔اللہ نے آپ کو اولاد دی ہے۔۔۔اس کے ساتھ وقت گزاریں۔۔ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزاریں۔۔۔جس سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔۔اس سے بار بار ملیں۔۔جن کی موجودگی دل کو ناگوار گزرتی ہے اس شخص اور خیال کو بھی قریب نا پھٹکنے دیں۔۔خوش رہیں۔۔مطمئن رہیں۔۔مصروف رہیں۔۔یہ بہترین علاج ہے۔۔" ڈاکٹر بشریٰ نے کہنے کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹا سا کتابچہ بھی ان کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"اس میں اس ڈپریشن کی علامات اور روحانی علاج درج ہے۔۔فرصت نکال کر اسے پڑھ لینا۔۔۔اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔یہ صرف آپ کے ساتھ نہیں ہو رہا۔۔۔ پاکستان میں ہر پانچویں ماں اس صورتحال سے گزرتی ہے۔۔زندگی کی جانب مثبت رویہ رکھئے۔۔اچھی سوچ اچھی زندگی کے لئے بہت ضروری ہے۔۔۔" ڈاکٹر بشریٰ نے مسکراتے ہوئے شہرین سے کہا تھا۔اس نے سر ہلایا۔سمیع نے اطمینان بھری گہری سانس لی تھی۔اسے جیسے حوصلہ مل گیا تھا کہ اب شہرین اپنی مردہ دلی سے ضرور ہی پیچھا چھڑوا کر پہلے والی چلبلی سی شہرین بن جائیگی



"محبتوں کی فطرت میں عجب سی لامکانی ہے
عجب سی بے یقینی ہے، عجب سی بے دھیانی ہے
ان کی قسمتوں میں بھی ہجرتیں ہی لکھی ہیں
ان کے فیصلوں میں بھی شدتیں جھلکتی ہیں
منزلوں کی خواہش میں لمحہ لمحہ یہ اپنے راستے بدلتی ہیں
چاہے جانے کی چاہ میں نکھرتی ہیں بکھرتی ہیں
لیکن ایسا ہوتا ہے کہ ایک حد گزرنے پر
مزاج کی سیلانی سے جب یہ تھکنے لگتی ہیں
زیست کے مصائب سے جب یہ مرنے لگتی ہیں
تب دلوں کے سبز خطوں کو جہاں سے نرم پاتی ہیں
وہیں نگر سجاتی ہیں۔۔وہیں پہ گھر بناتی ہیں"

"یہ کیا لکھتے رہتے ہو تم۔۔مجھے تو سمجھ میں ہی نہیں آتا۔محبت محبت محبت۔۔ہر وقت محبت۔تمہارا ذہن کچھ اور کیوں نہیں سوچتا" نینا نے اس کی نظم کو پڑھنے کے بعد ڈائری اس کو تھما دی تھی۔وہ صبح کی اٹھی ہوئی تھی۔دوپہر کو بھی نہیں سو پائی تھی اس لئے اب نیند سے آنکھیں بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔سلیم سے گائیڈ بکس نا لینی ہوتیں تو شاید وہ آتی بھی نہیں لیکن اب مجبوری بھی تھی اور سلیم کی نئی چھپنے والی شاعری بھی دیکھنی تھی اسی لئے وہ آ گئی تھی۔ابا اور امی اپنے کمرے میں تھے۔وہ زری کو بتا کر سیڑھیاں اتر آئی تھی۔سلیم اسی کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

"تم بہت بدذوق ہو نینا۔تمہیں اتنی اچھی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔۔محبت تو ایک الوہی جذبہ ہے اور شاعری میں جذبات ہی تو ہوتے ہیں۔۔۔جذبات نا لکھوں تو اور کیا لکھوں۔۔۔اچھا بتاؤ اور کیا سوچوں یا لکھوں جو تمہیں سمجھ میں آ جائے اور اچھا بھی لگے" سلیم نے ڈائری بند کر دی اور اپنی ٹانگ کو سیدھا کیا تھا۔نینا کو واقعی شاعری سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن دوٹوک ناپسندیدگی کا اظہار بھی سلیم کو اچھا نہیں لگا تھا۔وہ پہلے ہی خالو کے شام والے رویے کی وجہ سے کافی دلگرفتہ ہو رہا تھا۔

"مجھے تو ایک ہی جذبہ سمجھ میں آتا ہے اور وہ ہے وفا۔۔۔انسان کو انسان کے ساتھ وفادار ہونا چاہیئے۔۔۔باوفا اور مخلص۔۔دنیا میں تعلقات صرف اسی بنیاد پر بنائے اور نبھائے جا سکتے ہیں۔۔میرے لئے وفا سے زیادہ انمول کوئی اور چیز نہیں ہے۔۔باقی سب تو غیر ضروری بیکار باتیں ہیں" وہ سادہ سے انداز میں کہہ رہی تھی۔سلیم نے اس کا چہرہ دیکھا

"وفا ایک آؤٹ ڈیٹیڈ چیز ہے کزن۔۔۔زمانے میں پنپنے کے لئے انسان نے اب بہت سی نئی چیزیں ایجاد کر لی ہیں۔۔۔وفا دنیاداری کی لسٹ میں سب سے آخری نمبر پر آتی ہے" وہ ناک چڑھا کر بولا تھا

نینا نے بغور اس کا چہرہ دیکھا اور پھر دیکھتی رہی۔وہ اسقدر بیزار کیوں دِکھتا تھا

"کیا ہوا۔۔خالہ سے ڈانٹ پڑی۔۔کسی نے کچھ کہا ہے کیا۔۔؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔اس کے لہجے میں کوئی طنز یا مذاق نہیں تھا

"نہیں تو۔۔اماں کی ڈانٹ پھٹکار تو ماضی بعید کا قصہ ہو گئی۔۔عرصہ ہوا انہوں نے تو کبھی سخت لہجے میں بھی بات نہیں کی" وہ اسی انداز میں بولا تھا جو نینا کو کچھ باور کروا رہا تھا۔

"یہ جو میری ٹانگ تھی نا۔۔اللہ اسے غریق رحمت کرے۔۔بڑی کوئی کرموں والی تھی۔۔۔جب جسم کے ساتھ تھی تب بھی زندگی میں اس کی وجہ سے بڑا آرام تھا۔۔اب نہیں رہی تو بھی کچھ چیزیں بہت اچھی ہوئی ہیں۔۔اس میں سے ایک اماں کی ایکسٹرا توجہ اور محبت کا ملنا ہے۔۔۔پہلے سے زیادہ محبت کرنے لگی ہیں مجھ سے۔۔۔سب سے پہلے میرے لئے کھانا نکال کر دوکان پر دے جاتی ہیں۔۔پھل آئے ہوں تب بھی میرا حصہ پہلے نکالتی ہیں باقی بھائیوں کو بعد میں دیتی ہیں۔۔ابا کو دینے سے بھی پہلے میرے لئے دودھ کا گلاس بھر کر رکھ جاتی ہیں یہاں۔۔۔" اس نے تپائی کی جانب پڑے دودھ کے گلاس کی جانب اشارہ کیا جو ابھی بھی بھرا ہوا تھا۔نینا نے مڑ کر دیکھا پھر اس کے چہرے کو ایک بار پھر جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔وہ اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اسے ٹال رہا تھا۔لیکن کیوں۔۔۔؟

وہ اداس لگتا تھا۔ وہ اکثر اس طرح اداس ہو جایا کرتا تھا لیکن نینا سے اس ناراضی کی وجہ کبھی چھپائی نہیں تھی۔ اس نے صرف شرارتاً وہ گلاس اٹھالیا تھا

" خالہ بھی غلط کرتی ہیں۔۔۔اتنی محبت کے قابل بھی کہاں ہو تم۔۔ بتاؤ دودھ کا اتنا بڑا گلاس تمہیں دے دیتی ہیں۔۔اس دودھ کو پینے سے کون سا تمہاری صحت میں برکت پڑ جانی ہے۔۔۔تم نے کون سا ہینڈسم لگنے لگ جانا ہے۔" اس نے دودھ کے گلاس سے گھونٹ بھرا تھا۔ سلیم چپ چاپ اپنی ٹانگ کی جانب دیکھتا رہا۔ اس کی بات پر مسکرایا نہ کوئی جواب دیا۔ نینا اب کی بار کچھ پریشان ہوئی۔

" کیا بات ہے سلیم۔۔کوئی مسئلہ ہے؟" یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اس کے چہرے کے تاثرات پڑھ نا پاتی۔ سلیم مسکرایا۔۔وہی مصنوعی مسکراہٹ جو نینا کو الجھا رہی تھی

" نہیں نہیں۔۔کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔میں تو سوچ رہا تھا تم واقعی ٹھیک کہہ رہی ہو اتنی محبت کے قابل کہاں ہوں میں۔۔۔" وہ اسی پژمردہ انداز میں بولا تھا۔

" بتاؤ گے کہ کیا ہوا ہے یا میں جاؤں یہاں سے؟" وہ چڑ کر بولی۔ اس سے زیادہ صبر نہیں تھا اس میں

" نینا مجھے ایسا لگتا ہے جیسے خالو مجھے پسند نہیں کرتے" اس نے وہ بات کہہ ڈالی جو شام سے اسے افسردہ کئے ہوئے تھی۔ نینا نے ہاتھ میں پکڑا دودھ کے گلاس سے ایک سپ لیا اور پھر گردن ہلائی جیسے سلیم کی بات اس کے لئے بالکل غیر اہم ہو

" وہ مجھے بھی پسند نہیں کرتے۔۔۔اور بتاؤ"

" تمہاری بات اور ہے نینا۔۔تم ان کی بیٹی ہو" وہ لفظ "بیٹی" پر زور دے کر بولا تھا

" تمہیں بھی فرق نہیں پڑنا چاہیئے پاگل شاعر آدمی کیونکہ تم ان کی بیٹی نہیں ہو۔" وہ اسی کے انداز میں بولی تھی۔

" مجھے فرق پڑتا ہے۔۔بہت فرق پڑتا ہے۔۔۔میں بہت ہرٹ ہوتا ہوں۔۔۔ڈر جاتا ہوں۔۔۔اس لئے کہ میں جانتا ہوں میں واقعی محبت کے قابل نہیں ہوں" وہ چند لمحے پہلے بولا گیا اسی کا جملہ دوہرا رہا تھا۔ حساسیت اس کے ہر لفظ اور انداز سے ٹپک رہی تھی۔ نینا زِچ ہوئی

" یہ ڈائیلاگز میرے سامنے بول کر مجھے یہ احساس مت دلاؤ کزن کہ میں نے کوئی نامناسب بات کر دی ہے۔۔میری تو عادت ہے ایسے اناپ شناپ بولتے رہنا۔۔تم سے کس نے کہا کہ تم محبت کے قابل نہیں ہو۔۔سارا محلہ تمہاری اماں سمیت تم پر دل و جان سے فدا ہے۔۔۔محلے کی ساری باجیاں آنٹیاں تمہارے گن گاتے نہیں تھکتیں۔۔۔محلے کے بچے تو بچے بچوں کے اباؤں کو بھی اپنی مٹھی میں کر رکھا ہے تم نے۔۔۔تمہاری شاعری کو پسند کرتے ہیں لوگ۔۔۔تمہاری کہانیاں پڑھتے ہیں۔۔۔اس کے علاوہ اور کیا چاہتے ہو تم ناشکرے انسان" وہ مصنوعی انداز میں چڑ کر بولی تھی۔ اسے سلیم کے رویے کی وجہ سمجھ میں آگئی تھی۔ احساسِ کمتری کا مخصوص دورہ اس پر حاوی ہو رہا تھا

" نظمیں، غزلیں۔۔۔یہ افسانے کہانیاں۔۔۔ان سب کا ایک ہی مقصد ایک ہی ہے نینا۔۔۔میں بہت قابل بن جانا چاہتا ہوں۔۔۔اتنا

قابل کہ میری ٹوٹی ہوئی ٹانگ اور میری کریانے کی دوکان میری خواہش کی راہ میں حائل نا ہو سکیں۔۔میں تم لوگوں کے برابر آجانا چاہتا ہوں۔۔تم لوگوں کے سامنے کمتر نہیں لگنا چاہتا۔۔میں خالو کی نظر میں ان کی بیٹی کے ہم پلہ ہو جانا چاہتا ہوں" سلیم نے سر جھکا کر کہا تھا۔نینا کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس چھلکتے چھلکتے بچا۔وہ یہ کیسی نئی اور انوکھی بات کر رہا تھا۔

اتنا واضح اعتراف اور اپنی خواہش کا اظہار۔۔اس نے اسکی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کی جانب دیکھا اور پھر دیکھتی رہی۔وہ اسے کیا کہتی۔الفاظ کی کمی اسے بری طرح محسوس ہونے لگی تھی۔وہ اس کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی لیکن یہ اس کے اپنے ختیار کی بات نہیں تھی۔اس نے دودھ کا گلاس دوبارہ تپائی پر رکھ دیا اور پھر اپنی انگلیوں کی جانب دیکھتی رہی۔

"یہ ممکن نہیں ہے سلیم۔۔" اس نے کہتے ہوئے جان بوجھ کر اس کے چہرے کی جانب نہیں دیکھا تھا۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

" زری یہ تولیا تمہارا ہے یا نینا کا؟" امی نے کمرے میں آتے ہوئے سوال کیا تھا۔زری نے فوراً ہاتھ میں پکڑا موبائل تکیے کے نیچے اڑسا۔

" مجھے تو ہمیشہ بھول جاتا ہے کہ سفید تولیا نینا کا ہے یا گلابی والا۔۔تم ہی بتاؤ" امی نے اس کے آگے سفید تولیا رکھا تھا۔ان دونوں بہنوں نے چند دن پہلے ہی نئے تولیے خریدے تھے اور امی کو پہچان نہیں ہو رہی تھی۔آج کپڑے دھلے تھے اور وہ ان کے کپڑے وغیرہ الگ الگ کر کے، تہہ لگا کر الماریوں میں رکھ رہی تھیں

" امی سفید والا اس کا ہے۔۔۔گلابی والا میرا ہے۔۔گلابی بڑا ہے۔۔۔سفید چھوٹا ہے۔۔۔میرے بال لمبے ہیں اس لئے میرا ٹاول بڑا ہے۔۔آپ یہ نشانی یاد کر لیں نا" زری نے مشورہ دیا تھا

" یہ بھی اچھی کہی کہ میں یاد کر لوں۔۔تم لوگ خود ہی اپنی چیزیں سنبھال کر رکھ لو تو مجھے یاد کرنے کی ضرورت ہی نا پڑے۔۔۔دوپہر سے کپڑے تار سے اتار کر وہاں صوفے پر رکھے ہوئے ہیں۔۔رات ہو گئی ہے۔۔مجال ہے دونوں میں سے کسی نے ہاتھ بھی لگایا ہو۔۔اتنا سا کام نہیں ہوتا تم دونوں سے کہ اپنے کپڑے ہی تہہ لگا کر الماریوں میں رکھ لو۔۔دھونا تو دور کی بات ہے۔۔لوگوں کی بیٹیاں تو نا صرف ماؤں کے ساتھ کپڑے دھلواتی ہیں بلکہ استری کر کر کے الماریوں میں سجاتی بھی ہیں اور یہاں میری شہزادیاں خود الماریوں میں رکھنے تک کی روادار نہیں" امی کا یہ روز کا سبق تھا جو وہ انہیں پڑھاتی رہتی تھیں

" امی میں تو کتنے ہی کام کرتی ہوں۔۔مجھے کیوں ڈانٹ رہی ہیں۔۔نینا کو ڈانٹا کریں نا۔۔وہ تو ہل کر پانی بھی نہیں پیتی" زری ناراضی سے بولی۔اس کا خیال تھا کہ نینا کی لاپروائی کی وجہ سے اسے بھی بلاوجہ امی سے ڈانٹ پڑ جاتی ہے۔

" ارے ان محترمہ کی بھی خوب کہی۔۔وہ خود اُٹھ کر یونیورسٹی چلی جاتی ہیں۔سمجھو قلعے فتح کر لیتی ہیں۔۔۔ایم اے نہیں کر رہیں۔۔ہمارے سر احسان کر رہی ہیں" امی انتہائی چڑ کر بولی تھیں پھر انہیں یکدم احساس ہوا کہ نینا موجود نہیں تھی

" ہیں کدھر تمہاری بہن صاحبہ۔۔۔سو گئی کیا؟" انہوں نے اس کے بستر کی طرف دیکھا جس پر لحاف کھلا پڑا تھا جو یقیناً شام کو سوتے وقت کھولا گیا تھا اور ابھی بھی تہہ لگا کر رکھا نہیں گیا تھا۔اس کی کتابیں کپڑے اور دوسری اشیاء ایسے ہی بکھری رہتی تھیں

" نینا کہاں ہے؟" انہوں نے زری سے سوال کیا تھا۔چہرے پر کچھ تفکر سا نظر آیا۔نینا نے سوال سے زیادہ چہرے کے تاثرات پر غور کیا تھا۔

" وہ خالہ کی طرف گئی ہے۔۔کہہ رہی تھی سلیم سے کتابیں لینی ہیں۔۔دس منٹ پہلے ہی سیڑھیاں اتری ہے" اس نے وضاحت کی۔

" یہ ہر وقت منہ اٹھا کر خالہ کی طرف کس خوشی میں چلی جاتی ہے وہ۔۔۔ہر دو گھنٹے بعد اسے سلیم سے کوئی نیا کام یاد آجاتا ہے" امی کے چہرے پر بڑھتی ہوئی پریشانی کی لکیریں زری کو حیران کر رہی تھیں۔خالہ کا گھر نینا کے لئے اس کا اپنا ہی گھر تھا۔وہاں جانے کے لئے وہ وقت اور اجازت دونوں کی کبھی محتاج نہیں رہی تھی۔امی نے بھی کبھی ٹوکا نہیں تھا لیکن اب نجانے کیوں اس طرح پریشان ہوئی چلی جا رہی

تھیں۔ پہلے بھی اسی بات پر ناراض ہو رہی تھیں اور اب بھی برا مان رہی تھیں

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔۔ابھی چند منٹ پہلے ہی۔۔۔۔" زری نے مزید کچھ کہنا چاہا لیکن امی نے اس کی بات کاٹ دی

"تم کس لئے صفائیاں پیش کر رہی ہو، وضاحتیں دے رہی ہو۔۔۔ چپ کرو۔۔۔عیسیٰ کا گواہ موسیٰ۔۔۔جاؤ جا کر اسے بلا کر لاؤ۔" امی اسے ڈپٹ کر بولیں۔

"امی آجائے گی۔کون سا پہلی بار گئی ہے۔۔آپ تو بلاوجہ ہی ناراض ہوئی جا رہی ہیں۔۔کوئی بات ہوئی ہے کیا۔۔۔ پہلے تو آپ نے کبھی نہیں ٹوکا نینا کو۔۔۔" وہ حیران تھی۔امی نے اسے گھور کر دیکھا

"جتنا کہا ہے نا اتنا کرو۔۔وکیل بن کر ماں سے سوال جواب نا شروع کر دیا کرو۔۔۔اٹھو جاؤ" وہ پہلے سے زیادہ ناراضی لہجے میں سمو کر بولی تھیں

زری کا موڈ بھی خراب ہوا۔خالہ کا گھر ایک گھر چھوڑ کر ہی تھا لیکن اس وقت وہ سیڑھیاں اتر کر جانے کا سوچ کر ہی اکتا گئی تھی لیکن چونکہ امی غصے میں تھیں اس لئے وہ مزید بحث کئے بناء ان کے رویے میں آنیوالی تبدیلی کے متعلق قیاس لگاتی اٹھی تھی اور سرہانے پر پڑا ڈوپٹہ کندھے پر رکھ کر دروازے کی سمت بڑھی۔چند لمحوں بعد وہ خالہ کے دروازے کے باہر کھڑی تھی۔دروازہ کھلا ہوا ہی تھا۔ان کے گھر کا دروازہ کھلا ہی رہتا تھا۔خالہ کی ایک ہی بیٹی اور چار بیٹے تھے۔بیٹی کی انہوں نے شادی کر دی ہوئی تھی اور اب گھر میں صرف لڑکے ہی تھے جن کا ہر وقت اندر باہر آنا جانا لگا رہتا تھا اس لئے دروازہ بند ہوتا ہی نہیں تھا۔وہ اطمینان سے اندر آگئی۔ٹی وی کی آوازیں باہر تک آرہی تھیں۔خالہ پاکستانی چینلز پر آنیوالے سیریلز بڑے شوق سے دیکھنے کی عادی تھیں اور پھر ان سیریلز پر سیر حاصل بحث بھی کرتی تھیں۔زری اس وقت کسی سیریل کی پوری روئیداد سننے میں انٹرسٹڈ نہیں تھی۔سلیم کا کمرہ بیرونی دروازے کے بالکل ساتھ تھا۔وہ خاموشی سے سلیم کے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔

"یہ ممکن نہیں ہے سلیم" اس نے نینا کو کہتے سنا۔اس کے قدم وہیں جم سے گئے۔یہ نینا کے الفاظ نہیں تھے بلکہ یہ اس کا انداز تھا جس نے اسے باہر رک جانے پر مجبور کیا۔وہ اتنی بیچارگی سے سلیم کو کس "ناممکن امر" کے متعلق بتا رہی تھی۔زری نے دروازے کی اوٹ میں ہوتے ہوئے کان اندر جاری گفتگو کی جانب لگاتے ہوئے مزید کچھ سننے کی کوشش کی



"انسان ختم ہو جاتے ہیں۔۔زندگی باقی رہتی ہے" حبیبہ نے افسردگی سے بھرپور لمبی گہری سانس بھری تھی۔صوفیہ کے دل کو عجیب سے دھڑکے نے آگھیرا۔ہلکے گلابی رنگ کے کرتا شلوار میں بناء کسی آرائش کے سادہ چہرے کے ساتھ بھی اس کا رنگ روپ کسی کا بھی دل موہ لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔اس کی دمکتی ہوئی گندمی رنگت اس کی چمکدار گہری آنکھیں، عنابی ہونٹ اس کا گلابی لباس اور کلائی میں موجود واحد سنہرا کنگن۔۔۔سفید کفن میں لپٹی مجید بھائی کی میت سامنے پڑی تھی۔صوفیہ دیکھتی رہ گئی۔بے رنگ بیوگی نے تو حبیبہ کو مزید رنگدار بنا دیا تھا۔

اس نے سر پر ڈوپٹہ اوڑھ رکھا تھا لیکن اس نزاکت کے ساتھ کہ اس کا چہرہ اس ڈوپٹے کے ہالے میں مزید دمکتا ہوا لگتا تھا

۔لباس ریشم کا تھا اور ریشم کا لباس ہلکے رنگ کا ہو تب بھی دیکھنے والوں پر بڑا گہرا تاثر چھوڑ دیتا ہے۔ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر چہرہ افسردہ تھا اور ان سب کے ساتھ بیٹھی صوفیہ حبیبہ کو ہی دیکھتی جاتی تھی۔حادثے کی اطلاع ملتے ہی اس کے حواس جیسے گم ہو گئے تھے۔اس کا دل لرز کر رہ گیا تھا۔اسے حبیبہ سے نفرت تھی لیکن اس کو کبھی بددعا تو نا دی تھی اس نے۔وہ اس کا برا تو نہیں چاہتی تھی۔اس نے کبھی اس کا سہاگ چھن جانے کی دُعا نہیں کی تھی لیکن مجید بھائی کی حادثاتی موت نے اسے ڈرا دیا تھا۔اس کے ضمیر نے بہت ملامت کی تھی اسے۔جنازے میں شرکت سے پہلے تک وہ اپنے بیڈروم میں بیٹھی کاشف کی لمبی زندگی کی دعائیں مانگتے ہوئے بے آواز روتی رہی تھی اور حبیبہ کے شوہر کی مغفرت کے لئے دعا بھی کرتی رہی تھی۔جنازے میں شرکت سے پہلے تک اس نے حبیبہ کے اجڑے پجڑے سراپے کو کئی بار خیالوں ہی خیالوں میں اپنے ارد گرد منڈلاتے دیکھا تھا اور اسے دل ہی دل میں اس پر ترس آیا تھا۔اس کا سہاگ چھن گیا تھا۔اب کیا بچ گیا تھا اس کے پاس۔صوفیہ کے خیال میں حبیبہ نام کا قصہ ختم ہو گیا تھا۔اس کے خاندان میں،عزیز و اقارب میں حتیٰ کہ فلموں ڈراموں میں بھی" بیوگی" مضمون کا وہ جملہ تھی جس کے بعد فُل اسٹاپ لگا دیا جاتا ہے اور فل اسٹاپ کے آگے تو کچھ نہیں ہوتا۔صوفیہ کے خیال میں بھی حبیبہ اب" کچھ" نہیں رہی تھی۔اس لئے اس کی ہمدردی میں صوفیہ کا دل کافی افسردہ تھا۔وہ اس کے دل کے صبر و قرار کے لئے بھی دعائیں کرتی رہی تھی لیکن جب جنازے میں شرکت کے لئے پہنچی تو سارا منظر جیسے اس کی توقعات کے برعکس تھا۔حبیبہ افسردہ تو تھی لیکن اس کا حلیہ ویران نہیں تھا۔اس کے بال بکھرے نہیں تھے۔اس کی کلائیاں خالی نہیں تھی اور اس کا حسن ماند نہیں ہوا تھا۔صوفیہ کو نجانے کس نے کہہ ڈالا تھا کہ بیوگی حسن کے چھن جانے کا نام ہے اور وہ حبیبہ کے حسن سے ہی تو خائف تھی جو مزید نکھر کر سامنے آ گیا تھا۔صوفیہ کو اس کی جانب دیکھتے ہوئے یہ تک بھول گیا کہ وہ موجود کہاں ہے۔وہ کسی ملکہ کی طرح سنگھاسن پر بیٹھی نظر آتی تھی اور اس کا ہر انداز ثابت کر رہا تھا کہ ملکہ بیوہ ہو کر بھی ملکہ رہتی تھی۔وقفے وقفے سے کاشف کو اس کے پاس آنا پڑ رہا تھا۔ہاسپٹل کے معاملات تھے۔پولیس کی کاروائی تھی۔قبرستان اور گورکن کے انتظامات تھے۔کاشف مرنے والے کا بزنس پارٹنر تھا۔اس کی ذمہ داری تھی کہ وہ یہ سب معاملات سنبھالتا لیکن نجانے کیوں صوفیہ کو لگا کہ وہ سب سے زیادہ حبیبہ کو سنبھالنے کے لئے ہلکان ہوا جا رہا ہے۔وہ عورتوں والے حصے کی طرف آتا تھا تو حبیبہ کی سسکیاں بڑھ جاتی تھیں۔کاشف اسے دلاسہ دیتے ہوئے اپنے بازوؤں میں بھر لیتا تھا اور وہ بھی اس کے کندھے پر سر رکھ کر مرے ہوئے شوہر کا دُکھ جی بھر کر روتی جاتی تھی۔صوفیہ کا دل مزید ڈرنے لگا۔یہ کیا ہو رہا تھا۔یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔



" یہ ناممکن ہے سلیم" نینا نے پست لہجے میں گردن ہلاتے ہوئے اسے کہا تھا

" میں جانتا ہوں۔۔اور اس بات کے لئے میں تم سے شکایت کروں گا نا کوئی جرح۔۔میں اپنی اوقات سے واقف ہوں" سلیم نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔اس کی آواز بھی پست تھی اور شاید حوصلہ بھی۔نینا اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

اچھی بات ہے۔امید ہے اب یہ محبت وجبت والی شاعری کرنے سے توبہ کر لو گے تم" نینا نے کوئی تاثر ظاہر کئے بناء عام سے لہجے میں کہا تھا۔

”توبہ کا وقت گزر چکا ہے نینا۔۔میں اب اس دلدل میں مکمل طور پر دھنس چکا ہوں۔۔۔اب تو سزا کاٹنے کے دن ہیں“ وہ یہ اعتراف بھی آرام سے کر گیا تھا۔نینا کے سامنے اعتراف نا کرتا تو کس کے سامنے کرتا۔نینا چپ رہی۔۔بالکل چپ۔۔اسے سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا کہے۔اپنے اس معصوم سے کزن کو کس طرح سمجھائے کہ وہ دکھی ہوئے بغیر اس راہ سے ہٹ جائے

”یہ ٹھیک نہیں ہوا۔۔۔میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتی۔۔۔لیکن۔۔۔“ وہ بمشکل اتنا ہی کہہ پائی

”نینا۔۔۔تم اب میرے ساتھ یہ سب کرو گی۔۔۔وضاحتیں دو گی۔۔۔دلائل جمع کرو گی میرے لئے۔۔۔مجھے یہ بتاؤ گی کہ تم مجھے ہرٹ نہیں کرنا چاہتی۔۔۔کیا میں یہ بات جانتا نہیں ہوں؟“ وہ چڑ سا گیا تھا۔نینا چپ ہو گئی۔اس کے پاس الفاظ ختم ہو گئے تھے اور بعض اوقات جہاں الفاظ اپنا بوریا بستر سمیٹ کر اختتام کی جانب گامزن ہوتے ہیں وہیں سے آنسو اپنے سفر کی ابتداء کر دیتے ہیں۔نینا کی آنکھوں میں نمی سے مرچیں سی بھرنے لگیں۔وہ کسی کے سامنے نہیں روتی تھی۔اسے کسی کے سامنے رونے سے چڑ تھی۔وہ دروازے کی جانب بڑھی

”یہ کتابیں رکھی ہیں تمہارے لئے۔۔۔لے جاؤ“ سلیم نے اشارے سے تپائی پر پڑی کتابوں کی جانب اس کی توجہ مبذول کروائی۔نینا پھر مڑی اور تپائی پر پڑی وہ گائیڈ بکس اٹھالیں

”شکریہ سلیم۔۔“ نجانے کس چیز کی تلافی کے لئے اس نے اظہارِ تشکر کا مظاہرہ کیا تھا جو کہ سلیم کے سامنے پہلے کبھی نہیں کیا تھا اس نے

”دفع ہو جاؤ نینا۔۔تم پر مرتے ہیں تو کیا مار ہی ڈالو گی ہمیں“ وہ مصنوعی خفگی سے بولا تھا۔نینا دروازے سے نکل رہی تھی

”دل تو یہی چاہتا ہے کہ تمہیں مار ہی ڈالوں“ وہ مڑتے ہوئے ہوئے کہنا نا بھولی تھی۔پھر نجانے کیا سوچ کر دوبارہ اندر آ گئی

”مرے ہوئے کو کون مارتا ہے۔۔۔۔“ سلیم نے اسے واپس آتا دیکھ کر کہا

”سلیم ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔۔۔۔۔تم ابھی بھی واپس پلٹ سکتے ہو“ وہ اسے سمجھا رہی تھی۔سلیم مسکرا دیا

”نینا! محبت ناسور ہے۔۔۔یہ اپنی ابتداء میں سمجھ ہی نہیں آتی اور جب سمجھ میں آتی ہے تو واپسی کے سب امکانات ختم ہو چکے ہوتے ہیں۔۔۔“ وہ اتنی لاچاری سے بولا کہ نینا کا دل پھر رونے کے لئے مچلنے لگا۔وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کا بھرم رکھ رہے ہیں

”میں کچھ نہیں جانتی سوائے اس کے کہ محبت نقصان کا سودا ہے۔۔۔مجھے افسوس ہے تمہارے نقصان پر۔۔۔اور مجھے افسوس ہے کہ تم نے اپنا نقصان خود کیا ہے“ وہ اب کی بار رکی نہیں تھی بلکہ تیزی سے باہر نکل گئی۔بیرونی دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے کسی سمت نہیں دیکھا تھا بلکہ سر جھکائے باہر آ گئی۔ایک آنسو لڑھکتا ہوا اس کے گال سے پھسل کر نیچے جا گرا تھا۔اس نے سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا اور کچھ دیر دیکھتی رہی۔اس کی نگاہوں میں آنسو ہی نہیں تھے شکوہ بھی در آیا تھا۔وہ واقعی سلیم کو دکھی نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن یہ سب اس کے اپنے اختیار کی بات بھی نہیں تھی



”ڈاکٹر بشریٰ بہت اچھی ہیں“ شہرین نے طمانیت بھری گہری سانس لیتے ہوئے سمیع سے کہا تھا۔وہ ہاسپٹل سے گھر واپس جا رہے

تھے۔شام کو کافی ہوا چلتی رہی تھی جس کی بناء پر موسم کافی خوشگوار تھا لیکن ہوا کے ساتھ کافی گرد بھی فضاء میں اکٹھی ہو گئی تھی جس سے سمیع کو الجھن ہوتی تھی اس لئے اس نے گاڑی کا اے سی آن کر رکھا تھا۔شہرین کو اے سی کی وجہ سے اکثر متلی کی کیفیت محسوس ہونے لگتی تھی لیکن آج وہ ایسا کچھ محسوس نہیں کر رہی تھی۔اس کا کریڈٹ بھی وہ ڈاکٹر بشریٰ کو ہی دے رہی تھی۔انہوں نے اسے ایک چوس کر کھانے والی ٹیبلٹ اپنے کلینک میں ہی کھانے کو دی تھی۔ان سے مل لینے کے بعد وہ ذہنی طور پر کافی پرسکون ہو گئی تھی۔ایک طرف اسے یہ اطمینان تھا کہ وہ دوبارہ پریگنینٹ نہیں ہوئی تھی اور دوسری جانب اس بات کی بھی خوشی تھی کہ اسے کوئی بیماری نہیں تھی۔ایک ذرا سا ڈپریشن تو تھا اور ڈاکٹر بشریٰ نے کافی سمجھایا تھا

”ڈپریشن کوئی بیماری نہیں ہے۔۔یہ زندگی کی طرف ہمارا عمومی رویہ ہے۔۔ہم اگر شکر گزاری اک جذبہ اپنا لیں اور یہ سوچتے رہیں کہ اللہ سب سے بہتر مسبب الاسباب ہے تو ہم کبھی ڈپریسڈ نا ہوں لیکن ہم بلا ضرورت ان مسائل کو بھی سر پر سوار رکھتے ہیں جنہیں ہم خود حل ہی نہیں کر سکتے تو مایوسی ہمیں گھیرے رکھتی ہے اور یہی مایوسی ڈپریشن کا باعث بنتی ہے۔۔اللہ پر بھروسہ رکھیں اور کسی منفی سوچ کو اپنے قریب بھی نا پھٹکنے دیں“ وہ بہت اچھے طریقے سے اسے سمجھاتی رہی تھیں

ان کے کلینک سے نکلتے ہوئے شہرین نے دل میں تہیہ کیا تھا کہ وہ اب کسی الٹی سیدھی سوچ میں گھر کر پریشان نہیں ہو گی اور نا ہی ان باتوں پر کڑھے گی جو اس کے اختیار سے باہر تھیں۔وہ جب بھی کسی نئی ڈاکٹر سے ملتی تھی ابتداء میں اسی طرح پر جوش ہوتی پھر آہستہ آہستہ سب بھولتی جاتی تھی۔اسی لئے واپس گھر جاتے ہوئے وہ خود کو بہت فریش محسوس کر رہی تھی کیونکہ ڈاکٹر بشریٰ کی باتیں اسے اچھی لگی تھیں

”تمہیں میرے علاوہ سب اچھے لگتے ہیں نا“ سمیع نے چڑایا

”یہ میں نے کب کہا؟“ وہ ہنسی تھی

”اچھا ذرا یاد کر کے بتاؤ کہ لاسٹ ٹائم کب تم نے میرے لئے ایسے کہا تھا کہ سمیع تم بہت اچھے ہو“ وہ موڑ کاٹنے کے بعد اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے بولا تھا

”یہ تو میں دن میں کئی بار کہتی ہوں کہ سمیع تم بہت اچھے ہو“ وہ حیران ہوئی تھی

”سوتے ہوئے کہتی ہو گی شاید۔۔کیونکہ میں نے جاگتے ہوئے تو کبھی تمہیں اپنی تعریف میں ایک جملہ بولتے نہیں سنا۔۔ہاں یہ ضرور سنتا رہتا ہوں کہ اماں رضیہ بہت اچھی ہیں۔۔فہمیدہ (ملازمہ) بہت اچھی ہے۔۔ڈاکٹر بشریٰ بہت اچھی ہیں۔بائی داوے کیا کبھی تم نے ان لوگوں کے سامنے یہ کہا ہے کہ سمیع بہت اچھا ہے“ وہ جتا کر بولا۔شہرین ہنسی

”تمہارے بارے میں اب میں ہر ایک سے بات تو نہیں کر سکتی نا۔۔تم تو میرا انتہائی پرسنل میٹر ہو۔۔میری ڈائری پر لکھی ہوئی وہ محبت بھری نظم جسے میں ہر ایک کے سامنے نہیں پڑھ سکتی“ وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔سمیع نے ونڈ اسکرین سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہا

" ڈاکٹر بشریٰ واقعی بہت اچھی ہیں" وہ کہہ رہا تھا۔شہرین نے آنکھیں سکیڑ کر مسکراتے چہرے کے ساتھ دیکھا پھر زور سے ہنسی

" کیوں اب کیا ہوا۔۔۔؟"

" انہوں نے ایک ہی وزٹ میں میری بیوی کی کھوئی ہوئی یاد داشت واپس لوٹا دی۔۔۔اللہ کا شکر ہے کہ تمہیں یاد آگیا کہ میں تمہاری محبت بھری نظم ہوں۔۔۔میں تو اسے معجزہ ہی کہوں گا" وہ اسی انداز میں بولا تھا

شہرین ہنستی رہی۔

" جتنے مرضی طنز کرنے ہیں کر لو لیکن اب تم دیکھنا میں خود کو بالکل پہلے جیسا کر لوں گی۔۔خوش باش رہنے والی شہرین۔۔۔ہمہ وقت ہنسنے کھیلنے والی شہرین۔۔۔میں ان لوگوں کے بارے میں سوچوں گی بھی نہیں" اس نے اپنی امی یا گھر والوں کا نام نہیں لیا تھا لیکن سمیع سمجھ گیا تھا کہ وہ "کن" لوگوں کی بات کر رہی ہے۔اس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔شہرین کے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے دل ہی دل میں سخت خار کھانے لگا تھا وہ۔۔۔اس کے دل میں ان کے لئے اب کوئی عزت باقی نہیں رہی تھی

" پہلے ہی میں الٹی سیدھی سوچوں میں گھر کر بہت وقت ضائع کر چکی ہوں۔۔ایمن کو اور تمہیں وہ توجہ دے سکی ہوں نا محبت جو تم دونوں ڈیزرو کرتے ہو۔۔۔۔بس بہت ہو گئی۔۔۔اب مزید وقت ضائع نہیں کرنا مجھے" وہ ٹھوس لہجے میں بولی تھی۔سمیع نے سگنل آجانے پر گاڑی روک دی تھی۔وہ کچھ بھی نہیں بولا تھا

" اب تم کیا سوچ رہے ہو؟" شہرین نے اس کی خاموشی سے اکتا کر پوچھا۔سمیع نے گردن موڑ کر اسے دیکھا پھر مسکراتے ہوئے بولا

" یہی کہ ڈاکٹر بشریٰ واقعی بہت اچھی ہیں" اس نے سارا زور "واقعی" پر لگا کر کہا تھا۔شہرین ایک بار پھر زور سے ہنس دی



وہ بہت بوجھل دل کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی تھی۔امی لاؤنج میں بیٹھیں دُھلے ہوئے کپڑے تہہ لگا رہی تھیں۔وہ چپ چاپ انہیں مخاطب کئے بناء اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی

" کدھر جا رہی ہو۔۔۔اِدھر آؤ نا ذرا۔۔" امی نے اسے پکارا تھا۔نینا نے مڑ کر انہیں دیکھا۔اس نے ایک دو آنسو ہی بہائے تھے اور چہرہ اور آنکھیں اچھی طرح پونچھ کر اوپر آئی تھی لیکن پھر بھی اسے لگا کہ اگر اس نے امی کی جانب دیکھا تو وہ جان جائیں گی کہ وہ کسی بات پر افسردہ ہے۔

" جی۔۔" اس نے ان کی جانب دیکھے بناء کہا تھا

یہ تم ہر وقت منہ اٹھا کر سلیم سے کیا لینے چلی جاتی ہو؟" وہ سخت ناراضی بھرے لہجے میں سوال کر رہی تھیں۔نینا کا دل مزید ٹوٹ گیا۔اسے شکوہ تھا کہ امی کو کبھی اس کے چہرے سے اس کی دلی کیفیت سمجھ نہیں آتی تھی جبکہ زری سا اداس ہو جاتی تھی تو امی کو فوراً پتا چل جاتا تھا

" آئندہ جاتے وقت منہ اٹھا کر نہیں جاؤں گی بلکہ یہیں میز پر رکھ جایا کروں گی۔۔ٹھیک ہے" اس نے بدتمیزی سے کہا تھا۔امی

کو اس کے انداز پر اتنا غصہ آیا کہ چند لمحے وہ کچھ بول ہی نہیں پائی تھیں۔

"پڑھ لکھ کر یہی سیکھا ہے کہ ماں سے بدتمیزی کیسے کرتے ہیں۔۔کتابوں میں سر کھپا کھپا کر اتنا ہی علم حاصل ہوا کہ بڑوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔۔۔ماں ہوں تمہاری۔۔۔اتنا ہی یاد رہ جایا کرے تمہیں تو ہم سب کی زندگی میں سکون ہو جائے۔۔بدتمیز نا ہنجار۔۔۔ڈھیٹ لڑکی۔۔۔اتنی تمیز بھی نہیں ہے کہ ماں سے بات کیسے کرتے ہیں" امی انتہائی برا مان کر بولی تھیں۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اٹھ کر اس کے منہ پر دو تھپڑ مار دیں۔

"آپ بھی اس طرح مت پوچھیں نا۔۔میں زری کو بتا کر گئی تھی۔۔" وہ ابھی بھی ان کی جانب دیکھے بناء بول رہی تھی

"زری تمہاری ماں نہیں ہے۔۔میں تمہاری ماں ہوں۔۔تم مجھ سے اجازت لینے کی پابند ہو۔۔مجھ سے پوچھ کر نہیں جا سکتی تھی" وہ سابقہ انداز میں بولی تھیں۔ان کے ہاتھ اب بہت تیزی سے کپڑے تہہ لگا رہے تھے جو ان کی سخت خفگی کو ظاہر کر رہا تھا

"امی میں حج پر نہیں گئی تھی۔۔۔سلیم کے پاس گئی تھی۔۔۔جس کے پاس دن میں سات مرتبہ جاتی ہوں میں۔۔۔سات مرتبہ اجازت لوں آپ سے؟" وہ چڑ گئی اور یہ تو اس کا مشغلہ تھا۔وہ ہر بات پر چڑ جایا کرتی تھی

"سات مرتبہ جانے کی ضرورت کیا ہے۔۔ایسا کون سارا جا مہاراجا ہے وہ کہ جو اتنی مرتبہ حاضری دینی پڑتی ہے اس کے دربار میں" امی بہت غصے میں تھیں۔نینا نے کچھ حیرانی سے انہیں دیکھا۔امی نے پہلے تو اس طرح اسے کبھی کہیں آنے جانے پر نہیں ٹوکا تھا۔وہ پہلے ہی بوجھل دل لئے گھر میں داخل ہوئی تھی امی کی خفگی نے مزید دل توڑ ڈالا۔وہ کچھ کہے بناء اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔اس کا کسی سے بات کرنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا



"تم نے حبیبہ کو فون کیا تھا بیٹی" بی بی جان نے زرمین کے پنگھوڑے کی ڈوری کو ہلاتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا۔صوفیہ اپنی ناگواری چھپا نہیں پائی تھی۔اس کا کونسا دوستانہ رہا تھا حبیبہ سے کہ وہ فون کرتی

"بی بی جان! میں کیا کروں گی فون کر کے؟" اس نے ان سے بھی وہی کہہ دیا تھا جو اس کے منہ میں آیا تھا

"صوفیہ۔۔" انہوں نے سرزنش بھرے انداز میں نا صرف پکارا بلکہ اس کی جانب دیکھا بھی تھا۔

"وہ عدت میں ہے۔۔تمہارا فرض ہے کہ گاہے بگاہے اسے فون کر کے اس کی خیریت دریافت کرتی رہو۔۔۔بہت سے کام ہوتے ہیں جو عدت میں بیٹھی عورت نہیں کر سکتی۔۔تمہیں پوچھنا تو چاہیئے اس سے۔۔۔۔" انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ صوفیہ نے ان کی بات کاٹ دی

"بی بی جان کاشف ہیں نا پوچھنے کے لئے۔۔حبیبہ اور اس کے تمام امور کا خیال رکھنے کے لئے۔۔۔وہ مجھ سے زیادہ اچھی طرح اس کی ذمہ داریاں بانٹ رہے ہیں" وہ اپنی دلگرفتگی اور بیزاری کو حتیٰ الامکان چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔کئی دن ہو چلے تھے مجید بھائی کی وفات کو اور کئی دنوں سے اس کی نیند اڑی ہوئی تھی۔

" اب کیا ہوگا؟" یہ وہ سوال تھا جو ہمہ وقت اس کے اعصاب پر سوار رہنے لگا تھا۔ بی بی جان اور کاشف کو جیبہ سے ہمدردی کا اتنا تیز بخار چڑھا تھا کہ حرارت اسے اپنے وجود تک محسوس ہونے لگی۔ جیبہ کا بھرا پرا میکہ تھا سسرالی رشتے دار بھی کم نہیں تھے لیکن کاشف اور بی بی جان ہمہ وقت اسے "اکیلا" اور "عدت میں بیٹھی مجبور عورت" قرار دیتے ہوئے اس کی ساری ذمہ داریاں بانٹنے کے لئے ہمہ وقت بیتاب رہتے تھے اور یہ بات صوفیہ کو کانٹے کی طرح چبھتی تھی۔

" صوفیہ وہ بیوہ ہے۔۔اس کا خیال رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے بیٹی۔۔" بی بی جان کو کافی دکھ ہوا تھا اس کی بات سن کر۔۔وہ اپنی ناپسندیدگی چھپا نہیں پائی تھیں

" یہی تو میں آپ کو سمجھانا چاہ رہی ہوں بی بی جان۔۔وہ بیوہ ہے۔۔اس کے شوہر کو دنیا سے رخصت ہوئے دس دن بھی نہیں ہوئے۔۔وہ عدت میں ہے۔۔اسے غیر مردوں سے نہیں ملنا چاہیئے۔۔اس لئے اسے کچھ دیر اکیلا چھوڑ دیں۔۔اپنے شوہر کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگنے دیں۔۔۔۔احسان کریں اس پر بھی اور مجھ پر بھی۔۔" وہ چڑ کر بولی تھی

" کیا کہنا چاہتی ہو تم صوفیہ۔۔مجھ سے اشاروں میں باتیں مت کرو۔۔اس عمر میں ایسی ذہنی مشقت کے قابل نہیں ہوں میں" بی بی جان نے چہیتی بہو کے اندازِ گفتگو کو بغور دیکھا تھا۔وہ نرم و نازک سی ٹھہر ٹھہر کر سمجھداری سے گفتگو کرنے والی صوفیہ جو انہیں پہلی نظر میں اپنے بیٹے کے لئے بھا گئی تھی جیسے کہیں گم ہو کر رہ گئی تھی۔

" بی بی جان کاشف ہر روز جیبہ کے گھر کیوں جاتے ہیں۔۔؟" اس کا ارادہ نہیں تھا کہ وہ یہ سوال ان سے کرے گی لیکن اس سے صبر نہیں ہوا تھا اور پھر ساس کے علاوہ تھا ہی کون جن سے وہ بات کر سکتی۔۔

" روز صرف یہ پوچھنے جانا کہ اسے کوئی کام یا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے اور پھر دو گھنٹے وہاں قیام کرنا۔۔یہ کون سی نئی مذہبی رواداری ہے جس کا کسی کتاب میں ذکر آج تک میں نے تو نہیں پڑھا۔۔یہ کوئی مناسب بات ہے کیا۔۔لاکھ وہ دوست کی بیوہ کی حیثیت سے اس کی بھلائی کے لئے اس سے ملتے ہوں گے لیکن کیا یہ بات جائز ہے۔۔آپ خود بتائیں" اب کی بار وہ چڑ کر نہیں بولی تھی بلکہ عجیب طرح کا خدشہ تھا جو اس کے چہرے سے چھلکنے لگا تھا

" صوفیہ! آج پہلی مرتبہ مجھے بھی یہ احساس ہو رہا ہے کہ کاشف صحیح کہتا ہے۔۔تم بلا وجہ ہر بات کو سر پر سوار کے شوہر کے ساتھ لڑائی جھگڑے کا سامان پیدا کر لیتی ہو" بی بی جان بہت لاچار سے انداز میں بولی تھیں۔حقیقت یہ بھی تھی کہ وہ اس روز روز کی بحث سے اکتانے لگی تھیں۔انہوں نے خود جوانی میں بیوگی کاٹی تھی اس لئے ان کے دل میں یکدم جیبہ کے لئے بہت ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔وہ یہ بات سن کر ہی کافی ناراض ہو رہی تھیں کہ صوفیہ ایک عدت میں بیٹھی عورت پر بھی شک کر سکتی ہے۔

'میری بات سنو بیٹی۔۔جیبہ کا بہت نقصان ہوا ہے۔۔شوہر کی اچانک حادثاتی موت نے اسے اعصابی طور پر بہت دھچکا پہنچایا ہے۔۔اسے دوست احباب کے سہارے کی ضرورت ہے۔۔زمانہ جو بھی کہے لیکن میں جانتی ہوں کہ شوہر کے چلے جانے سے جو خلا پیدا

ہو جاتا ہے وہ عورت کو بہت کمزور کر دیتا ہے۔۔اسے جذباتی سہارے کی بھی ضرورت ہے اور پھر ظاہر ہے وہ اب مالی طور پر کاشف کی محتاج ہے کیونکہ اس کے شوہر کا خطیر سرمایہ کاشف کے کاروبار میں لگا ہے۔۔لین دین اور بینک کے معاملات کے لئے کاشف کو طوعاً کرہاً وہاں جانا ہی پڑتا ہے۔تم یہ بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتی۔۔اپنے دل اور ذہن کو کشادہ رکھو۔۔اب تو تم ماں بن چکی ہو۔۔تمہارا قلعہ بہت مضبوط ہے میری بیٹی" وہ ہمیشہ کی طرح بہت شفقت بھرے انداز میں اسے نصیحت کر رہی تھیں۔صوفیہ کچھ نہیں بولی۔اسے اب بی بی جان کے پندونصائح والے سب ابواب ازبر ہو چکے تھے۔اسے ان میں دلچسپی محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس کا دل دُکھتا تھا کہ وہ بھی اس کا ساتھ دینے کی بجائے اپنے بیٹے کی حمایت کرتی ہیں۔

"ہم چلیں گے کسی دن اس کی طرف۔۔۔میں تمہارا انکار نا سنوں" ان کی بات حتمی اور آخری تھی۔صوفیہ کا دل چاہا کہ صاف انکار کر دے مگر احتراماً خاموش رہی لیکن چہرے پر جو بیزاری چھائی تھی وہ ان سے چھپی نہیں رہی تھی

"اللہ کے یہاں صلہ رحمی کا بہت درجہ ہے میری بچی" وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہہ رہی تھیں



نینا کو سلیم کے کمرے سے نکلتے دیکھ کر زری مزید دروازے کے پیچھے ہوگئی کہ کہیں نینا کی نظر اس پر نا پڑ جائے۔اس نے ان دونوں کی ساری گفتگو سن اور سمجھ بھی لی تھی۔اس کے لئے یہ بہت حیران کن بات تھی۔سلیم کو اس نے کبھی اپنے بہنوئی کے طور پر نہیں سوچا تھا۔اسے سلیم کبھی پسند رہا ہی نہیں تھا۔

وہ نینا کے جانے کے پانچ منٹ بعد نکلی تھی اور پھر گھر کی سیڑھیوں میں بھی پانچ منٹ رک کر انتظار کرتی رہی تھی۔وہ یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ وہ نینا کو بلانے گئی تو تھی لیکن خالہ نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔نینا کو اگر بھنک پڑ جاتی کہ وہ ان کی باتیں سن چکی ہے تو ایک معرکتہ الآرا جھگڑا ہو سکتا تھا اور جھگڑوں سے وہ بڑا بچتی تھی۔اس کی اور نینا کی زیادہ بنتی نہیں تھی لیکن اس میں اس سے زیادہ نینا کا ہی قصور ہوتا تھا۔اس کی کسی سے بھی نہیں بنتی تھی۔اس نے کزنز اور کلاس فیلوز کو بھی کبھی گھاس نہیں ڈالی تھی اور انہوں نے بھی اس کی غیر موجودگی میں ایک نام رکھ چھوڑا تھا۔سب اسے" نینا پھڈے باز" کہہ کر بلاتے تھے جبکہ زری کزنز کلاس فیلوز حتیٰ کہ ماں باپ کی بھی ہر دلعزیز رہی تھی۔اس کی ایک وجہ تو اس کی بے مثال خوبصورتی تھی پھر اس کی عادتیں اور شوق بھی سب کی توجہ جلدی اپنی جانب مبذول کروا لیتے تھے۔اسے کپڑے پہننے اوڑھنے کا سلیقہ تھا۔اس نے بہت چھوٹی عمر میں سلائی سیکھ لی تھی۔کسی بھی شادی بیاہ یا دعوت پر جاتے ہوئے وہ اپنے کپڑے خود ڈیزائن کرتی تھی اور ایسے کرتی تھی کہ سب تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔میک اپ اتنا اچھا کرتی تھی کہ اس کی سہیلیاں اسے اپنا بیوٹی پارلر بنانے کا مشورہ دیتی تھیں۔خاندان کی ہر شادی پر دلہن کی مہندی اس کے ذمے رہتی تھی۔۔انہی وجوہات کی بناء پر وہ لڑکیوں اور ان کی ماؤں میں مقبول ہو جاتی تھی جبکہ نینا کو ایسے شوق نہیں تھے۔وہ بچپن سے آدم بیزار ٹائپ تھی۔وہ تو زری کی عادتوں سے بھی چڑتی تھی جبکہ زری کو اس کی عادتوں پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔وہ تو دل سے دعا کرتی تھی کہ نینا نارمل لڑکیوں کی طرح میک اپ مہندی چوڑیوں میں دلچسپی لیا

کرے اسی لئے یہ ساری باتیں سن کر اسے یہ کم از کم ضرور اچھا لگ رہا تھا کہ نینا کی زندگی میں کوئی بات نارمل لڑکیوں والی بھی تھی لیکن سلیم پھر بھی اسے پسند نہیں تھا۔اسی لئے اسے نینا کا دوٹوک انکار بھی تسلی بخش لگا تھا۔یہی سب سوچتی وہ سیڑھیاں چڑھ گئی تھی



"نینا۔زری۔۔اٹھو نماز کا وقت نکل رہا ہے" امی نے قرانِ پاک شیلف پر رکھتے ہوئے بیٹیوں کے کمرے کی جانب منہ کر کر آواز دی تھی پھر باسی روٹیاں، سوکھی ڈبل روٹی اور رات کے بچے ہوئے تھوڑے سے چاول ایک پرات میں لے کر باہر صحن میں آ گئیں۔یہ گھر کافی بڑا لیکن پرانی طرز کا بنا تھا۔نیچے کا سارا پورشن گودام کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور وہ انہوں نے کرایے پر چڑھا رکھا تھا جبکہ پہلی منزل پر ان لوگوں نے رہائش اختیار کی ہوئی تھی۔چار کشادہ کمروں، ٹی وی لاؤنج، ڈرائینگ روم اور ایک بڑے سے کچن پر مشتمل وہ پورشن ان کی ضرورت کے لئے کافی سے زیادہ تھا۔مسئلہ صرف ایک تھا کہ سیڑھیاں چڑھ اتر کر باہر اندر آنا جانا پڑتا تھا جس سے وہ خار کھاتی تھیں لیکن اچھی بات یہ تھی کہ صحن کافی بڑا تھا۔امی نمازِ فجر کے بعد اطمینان سے وہاں چہل قدمی کر سکتی تھیں۔یہ ان کی بہت پرانی روٹین تھی۔نماز کے بعد باسی روٹیوں کے ٹکڑے قینچی سے کاٹ کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر چڑیاؤں کو ڈالتی جاتی تھیں اور ساتھ اسمِ الٰہی کا ورد بھی کرتی رہتی تھیں۔ان کاموں سے فراغت کے بعد وہ چائے چولہے پر رکھ دیتیں۔نینا سب سے پہلے گھر سے نکلتی تھی اور اکثر اوقات صرف چائے پی کر ہی جاتی تھی۔اس کے بعد ان کے ابا روانہ ہو جاتے تھے۔سب سے آخر میں امی اور زری اطمینان سے ڈٹ کر ناشتہ کرنے کی عادی تھیں۔

انہوں نے معمول کے مطابق سب کام انجام دئے۔چڑیوں کو روٹیاں ڈال کر انہوں نے چائے بنائی پھر دوبارہ بیٹیوں کے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔زری کا بیڈ لحاف سے ڈھکا ہوا تھا جس کا مطلب تھا وہ سو رہی تھی جبکہ نینا نظر نہیں آئی تھی۔وہ یقیناً باتھ روم میں تھی۔امی دوبارہ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئیں۔

"امی میں جا رہی ہوں۔۔اللہ حافظ" نینا کمرے سے نکلتے ہوئے بولی تھی۔امی نے اسے دیکھا۔وہ اسے اطمینان سے اپنے پاس بٹھا کر اپنا موقف سمجھانا چاہتی تھیں کہ وہ سلیم کے ساتھ اتنا بے تکلف مت ہوا کرے۔اس کے ابا کو یہ سب پسند نہیں ہے۔وہ مناسب الفاظ ہی منتخب کر رہی تھیں۔جوان اولاد سے بات کرتے ہوئے بھی سو قسم کی احتیاطیں درکار ہوتی ہیں، سو قسم کے ہیر پھیر کر کے انہیں باتیں سمجھانی پڑتی ہیں لیکن نینا کا بجھا ہوا چہرہ اور متورم سرخ آنکھیں دیکھ کر امی کے دل کو کچھ ہوا۔نینا بد مزاج چڑچڑی تھی۔منہ پھٹ بھی تھی لیکن ایک بات وہ حلفیہ کہہ سکتی تھیں ان کی بیٹی کردار کی بہت اچھی تھی۔اسکول کالج تک لڑکوں کے ساتھ پڑھی تھی اور مجال ہے اس نے کبھی انہیں شکایت کا موقع دیا ہو۔ایک سلیم ہی تو تھا جس سے وہ ذرا ہنس کر بات کر لیتی تھی ورنہ باقی سارے زمانے کو تو کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی اور انہیں یقین تھا کہ سلیم کے ساتھ اس کی صرف کزن کی حیثیت سے بے تکلفی تھی۔ان کے شوہر کا ذہن جس نہج پر سوچ رہا تھا اس سے وہ اتفاق نہیں کرتی تھیں۔انہیں اس کے اپنی خالہ کے گھر جانے یا سلیم کے ساتھ بے تکلفی پر بھی اعتراض نہیں تھا لیکن ان کے دل میں شوہر کا بھی اس قدر احترام اور عزت تھی کہ وہ ان کی بات سے انکار نہیں کر سکتی تھیں۔یہ کام تو زندگی میں کبھی نہیں کیا تھا انہوں نے اور اپنی طرف سے انہیں شکایت

کا موقع بھی کبھی نہیں دیا تھا انہوں نے ۔۔اگر انہیں اس بات پر اعتراض تھا کہ نینا اور سلیم کے درمیان ضرورت سے زیادہ بے تکلفی ہے تو پھر امی کو بھی اعتراض تھا۔حالانکہ انہوں نے اشاروں اشاروں میں صرف ابھی اس بات کی نشاندہی کی تھی لیکن امی چاہتی تھیں کہ ان کے شوہر کو مزید کسی شکایت کا موقع نا ملے اسی لئے انہوں نے رات کو نینا کو ٹوکا تھا لیکن اب اس کی حالت دیکھ کر انہیں بہت افسوس ہوا۔اولاد کتنی ہی بدمزاج یا منہ پھٹ کیوں نا ہو ماں کی محبت کو نہیں دبا سکتی۔اولاد کی ذراسی بے چینی ماں کو بھی بے چین کر دیتی ہے۔نینا کا بے چین انداز دیکھ کر امی کو دل ہی دل میں افسوس ہو رہا تھا کہ وہ شاید ان کے ڈانٹنے کی وجہ سے اتنی اپ سیٹ نظر آتی ہے

"نینا! چائے بنی ہوئی ہے۔۔پی کر جاؤ" انہوں نے رات والی ساری ناراضی بھلا کر اسے پکارا۔نینا جاگرز کے تسمے باندھ رہی تھی۔

"امی دل نہیں چاہ رہا" اس نے انکار کیا تھا۔اس کی آواز میں کسلمندی تھی۔امی کو مزید دکھ ہوا۔اتنا تو کبھی ان کی بات کا برا نہیں منایا تھا اس نے۔اس کی آنکھیں دیکھ کر لگتا تھا جیسے رات بھر روتی رہی ہے۔

"آدھا کپ ہی پی لو۔۔۔خالی پیٹ مت رہا کرو۔۔اتنے لمبے دن ہیں آج کل کے۔۔۔کچھ کھا کر نہیں جاتی۔۔پتا نہیں یونیورسٹی میں بھی کچھ کھاتی ہو کہ نہیں۔۔۔واپسی بھی چار بجے ہوتی ہے۔۔۔کچھ تو کھا جایا کرو" امی نے محبت سے چور لہجے میں کہا۔وہ خاموشی سے سیڑھیوں سے ملحقہ دیوار پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی۔امی کو ایک بار پھر افسوس ہوا۔اتنی سادہ اور لاپرواہ سی بیٹی تھی ان کی۔۔یونیورسٹی میں پڑھتی تھی مگر انہوں نے اسے کبھی دوسری لڑکیوں کی طرح سجتے سنورتے نہیں دیکھا تھا۔یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے وقت سفید ٹراؤزرز کے ساتھ درجن بھر مختلف پرنٹس کی کالر والی جو شرٹس سلوائی تھیں وہی بدل بدل کر پہنتی رہتی۔ڈوپٹے بھی سفید ہی لے لیتی تھی اور وہ بھی مرضی تھی کبھی سر پر ڈال لیتی کبھی کندھے پر لٹکا کر نکل جاتی۔کبھی رسی بنا کر گردن میں لٹکا لیتی اور کبھی کبھی اسکارف بھی لے لیتی تھی۔امی کو بس اس کا رویا رویا چہرہ دیکھ کر افسوس ہوئے چلا جا رہا تھا۔اس کی ساری پژمردگی اور کسلمندی انہیں اپنی ڈانٹ کا شاخسانہ لگ رہی تھی۔وہ پہلے بھی اسے اس کی بدمزاجی اور بدزبانی پر ٹوکتی ڈانٹتی رہتی تھیں اور ان کی ڈانٹ کے جواب میں وہ پہلے کبھی روئی تو نہیں تھی۔وہ اگر روئی ہوئی نا لگ رہی ہوتی تو انہیں بھی اس قدر افسوس نا ہو رہا ہوتا۔امی اپنی جگہ سے اٹھیں اور دم پر رکھی چائے میں سے اس کے لئے ایک پیالی نکال کر ساتھ بسکٹس بھی رکھ لائیں کہ شاید سامنے رکھ دیں تو وہ کھالے۔

"امی واقعی دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے انہیں چائے لاتا دیکھ کر کہا

"میری خاطر تھوڑا سا کھالو۔خالی پیٹ گھر سے نکلتی ہو تو میرے دل کو کچھ ہوتا ہے" انہوں نے محبت بھرے لہجے میں تاکید کی

"اللہ خیر۔۔آج تو بہت مہربان ہو رہی ہیں آپ۔۔۔دیکھوں ذرا سورج کس طرف سے نکلا ہے" اس نے بلاوجہ کھڑکی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔چہرے کے تاثرات ابھی بھی پہلے جیسے افسردہ تھے ان میں خوشگواریت کی کوئی جھلک ڈھونڈنے سے بھی نظر نہیں آتی تھی۔

"ماں اولاد کے لئے ہمیشہ ہی مہربان ہوتی ہے۔۔تم یہ بات وقت آنے پر سمجھو گی" وہ دوبارہ سے صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔نینا نے کچھ نہیں کہا۔امی کن انکھیوں سے بار بار اس کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں

"یہ وہی بادام کے بسکٹ ہیں جو تمہیں بہت پسند آئے تھے۔۔۔اسی لئے تمہارے ابا سے دوبارہ منگوائے ہیں میں نے" امی نے اسے للچانے کی کوشش کی۔گزشتہ بار جب یہ بسکٹ آئے تھے تو سب سے زیادہ اس نے ہی کھائے تھے۔نینا نے انکار میں سر ہلایا

"امی بھوک نہیں ہے" وہ لاچاری سے بولی۔چہرے کی طرح لہجہ بھی الجھا ہوا تھا لیکن امی کے اصرار پر صوفے پر میز کے سامنے بیٹھ گئی تھی

"بھوک ہوگی بھی کیسے۔۔تمہارے معدے کو عادت ہی نہیں رہی وقت پر کھانے کی۔۔۔ناشتہ نا کرنے کی عادت اور خالی پیٹ چائے پی پی کر معدہ جلا لیا ہے تم نے اپنا۔۔اور پھر یہ جو سارا دن چپس اور الم غلم کھاتی رہتی ہو۔۔۔یہ ٹھیک نہیں ہے نینا۔۔جوان بچی ہو ۔۔بھوک نا لگنے کا تو کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔۔اس عمر میں دو پراٹھے اور اتنا بڑا سا آملیٹ کھایا کرتی تھی میں ناشتے میں" اس کے آگے بسکٹس والی پلیٹ کرتے ہوئے وہ ٹوکتے ہوئے مسکرائیں تھیں۔

"اس کا مطلب زری بالکل آپ جیسی ہے" نینا سادہ سے لہجے میں بولی تھی۔زری کو ڈٹ کر ناشتہ کرنے کی عادی تھی۔امی نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔مسکراہٹ ان کے چہرے سے یکدم غائب ہوئی۔

"ہاں۔۔۔شاید۔۔۔" انہوں نے تصدیق کی تھی لیکن تردید کے انداز میں۔نینا نے بادام والا ایک بسکٹ اٹھا ہی لیا تھا



"رانی یہ والا بیڈ کور اتار کر یہ گرین اور زرد پھولوں والا بچھا دو" اس نے بیڈ کور نکال کر رانی کو پکڑاتے ہوئے کہا تھا۔رانی نے سر ہلا کر بیڈ کور پکڑ لیا تھا۔شہرین کی طبیعت کیا ٹھیک ہوئی تھی سارے گھر میں تھرتھلی سی مچ گئی تھی۔اس نے آج سارے گھر کی صفائی اپنی نگرانی میں کروائی تھی پھر اماں رضیہ کے ساتھ مل کر کھانا بھی بنایا تھا۔اپنے ہاتھوں سے سمیع کے لئے رس ملائی بنائی تھی اور اب وہ یہ سوچ سوچ کر خوش تھی کہ یہ سب دیکھ کر سمیع کتنا خوش ہوگا۔آج اس نے کسی قسم کی منفی سوچ کو قریب پھٹکنے بھی نہیں دیا تھا۔ڈاکٹر بشریٰ کی ہدایت کے مطابق وہ اپنے معمولات تبدیل کرنے کی حتیٰ الامکان کوشش کر رہی تھی۔رانی آرام سے سرہانے کا کور اتارتی ہوئی اس کے انداز و اطوار ملاحظہ کر رہی تھی

"ارے تم نے ابھی تک کور ہی تبدیل نہیں کیا۔۔۔لاؤ مجھے دو۔۔میں کرتی ہوں۔۔۔تم ذرا بھاگ کر لان میں جاؤ اور جتنے بھی سرخ گلاب ہیں نا سب توڑ لاؤ" اس نے اگلا حکم صادر کیا۔شہرین کے ہاتھ کافی پھرتی سے چل رہے تھے

"میں یہ بدل کر چلی جاتی ہوں باجی۔۔۔ابھی ایک منٹ میں۔۔۔" رانی نے جلدی جلدی ہاتھ چلانے شروع کئے تھے۔شہرین نے اس دوران میں دوسرے سرہانے کا کور اتار کر نیا چڑھانا شروع کر دیا تھا۔رانی نے کے کور چڑھانے تک وہ بیڈ پر چادر ڈال کر بچھانے لگی تھی

"باجی! آپ رہنے دیں میں کر لیتی ہوں۔۔۔سمیع بھائی کو پتا چلے گا تو وہ بہت ناراض ہوں گے۔۔۔غصہ کریں گے" رانی نے اس کے ہاتھ سے چادر پکڑنی چاہی تھی۔اماں رضیہ کے حکم کے مطابق اب وہ مالکوں کے لئے باجی اور بھائی کے القابات استعمال کرنے لگی تھی۔وہ شہرین کے سامنے کافی مستعد نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔اسے حیرانی بھی ہو رہی تھی کہ باجی شہرین حاملہ ہونے کے بعد اتنی

پھرتیلی کیسے ہوگئی تھیں۔کہاں وہ سارا دن اپنے کمرے میں سر پکڑ کر بیٹھی رہتی تھیں اور کہاں صبح سے سارے گھر میں تتلی بنی اڑتی پھر رہی تھیں ۔اس نے حکم کے مطابق تیزی سے ہاتھ چلانے شروع کئے تھے۔اس نے اگر اس دن ماں رضیہ اور شہرین کی باتیں نا سنی ہوتیں تو اسے کوئی پرواہ نا ہوتی لیکن اب وہ جانتی تھی کہ گھر کی مالکن جلد ہی گھر میں ننھے مہمان کا اضافہ کرنے والی ہے تو وہ اس کا خیال رکھنے کی بھی زیادہ کوشش کر رہی تھی۔اسے پتا کچھ بھی نہیں تھا۔نو عمر سی لڑکی تھی لیکن فلمیں ڈرامے دیکھ دیکھ کر کافی کچھ سیکھ چکی تھی۔اس کا خیال تھا کہ وہ ان دنوں مالکن کا خیال رکھے گی تو وہ خوش ہو کر اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دے گی اور ہوسکتا ہے ریشمی ستاروں والا سوٹ بھی دلوا دے۔اسے پتا ہی نہیں تھا کہ جو خبر اس نے دروازے کی اوٹ سے سن لی تھی اس میں ذرا سی بھی صداقت نہیں تھی

"سمیع تم لوگوں پر غصہ کرتا ہے؟" شوہر کے ذکر پر شہرین کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی تھی

"نہیں جی زیادہ نہیں۔۔۔بس وہ ایسے ہی۔۔۔" رانی کو سمجھ نہیں آیا کہ مزید کیا کہے۔مالکن باجی اپنے میاں کو شکایت بھی کر سکتی تھی

"ڈرو مت۔۔میں تمہاری شکایت نہیں کروں گی سمیع سے۔۔۔" شہرین نے اسے تسلی دی تھی پھر اسے بیڈ پر چادر ٹھیک سے بچھاتا دیکھ کر وہ مطمئن ہو کر وارڈروب کی سمت بڑھ گئی تھی۔اب اسے اچھا سا لباس نکال کر تیار ہونا تھا

"نہیں باجی جی۔۔شکایت والی بات تو نہیں ہے جی۔۔۔" رانی نے ہتھیلیوں کی مدد سے چادر کی شکنیں دور کرنے کی کوشش کی تھی۔وہ دل ہی دل میں تمہید باندھ رہی تھی کہ کسی طرح مالکن کو رضامند کرلے کہ وہ بیٹے کی ماں بن کر اسے ستاروں والا ریشمی سوٹ ضرور دے گی۔۔چھوٹی عمر تھی اور چھوٹی چھوٹی ہی خوشیاں تھیں۔

"اچھی بات ہے۔۔۔چلو اب جاؤ جلدی سے پھول لے کر آؤ پھر میں نے کپڑے بھی آئرن کروانے ہیں" وہ وارڈروب میں منہ دیئے ڈریس منتخب کرنے میں لگی ہوئی تھی

"جی باجی جاتی ہوں۔۔" اس نے میلے بیڈ کور کا گولہ سا بنا کر ہاتھ میں پکڑا پھر مڑی تو نظر وارڈروب پر پڑی۔ایک سے ایک بڑھیا سلا ہوا ،ریڈی میڈ سوٹ ہینگ کیا ہوا نظر آرہا تھا۔اسے بڑا اچھا لگا۔یہ کسی بھی بڑے گھر میں کام کرنے کا اس کا پہلا تجربہ تھا۔اسے بہت سی چیزیں نئی نئی سی لگتی تھیں۔کچن کیبنٹس میں پڑی گروسری،فریج میں موجود تازہ پھل،ڈائننگ ہال میں سجے چمکتے نئی نئی طرز کے برتن۔۔۔باتھ روم کے ٹائلز،شیلف پر پڑے وہ سب شیمپو لوشن جو اس نے صرف ٹی وی میں دیکھ رکھے تھے۔اب وہ نا صرف انہیں ہاتھ میں پکڑ سکتی تھی بلکہ نظر بچا کر استعمال بھی کر سکتی تھی ۔دل لبھانے کی کیا کیا چیزیں تھیں جو اسے ہمہ وقت اس کے حواسوں پر سوار رہتی تھیں۔وہ چند لمحے اسی طرح ان کپڑوں کی جانب دیکھتی رہی۔

"باجی۔۔جب آپ موٹی ہو جائیں گی تو یہ کپڑے کس کو دیں گی؟" اس نے بے ساختہ ہی پوچھ لیا۔شہرین نے مڑ کر حیرانی سے اسے دیکھا۔

"نہیں بھئی۔۔میرا موٹے ووٹے ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔۔۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی

"پر باجی جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب عورتیں موٹی ہو جاتی ہیں۔۔۔پھر تو کپڑے تنگ ہو جاتے ہیں نا" رانی معصومیت بھرے

لہجے میں بولی تھی۔شہرین کے چہرے پر اب کی بار نا صرف حیرانی بلکہ ناپسندیدگی بھی تھی

”کہاں ہے بچہ۔۔۔کیا الٹی سیدھی باتیں کرتی رہتی ہو“ شہرین چڑ کر بولی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ رانی نے اس کی اور اماں رضیہ کی باتیں سنی ہوں گی۔رانی سہم سی گئی۔

”جاؤ جا کر پھول لے کر آؤ“ وہ اسے ڈپٹ کر بولی۔اسے رانی کا یہ سوال اچھا نہیں لگا تھا اور رانی ہاتھ میں بیڈ کور پکڑے کمرے سے باہر جاتے ہوئے سوچ رہی تھی

”فلموں میں تو ایسی باتیں سن کر ہیروئینیں تو خوش ہوتی ہیں۔۔۔یہ ہماری مالکن اس بات پر بھی غصے میں آ گئی ہے“



اس روز سرِ شام ہی آسمان کو بادلوں نے گھیر لیا تھا۔برسات کے دن تھے اس لئے بادلوں کا آنا جانا اور آنے جانے کے اس سفر کے درمیان میں دل کھول کر یا ترس ترس کر برسنا آج کل معمول کی بات لگتی تھی۔کاشف نے کچھ عرصہ پہلے ہی اپنی دوکان کو ایک بڑے شوروم میں تبدیل کر لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اب اپنا ایک کشادہ الگ آفس بھی بنا لیا ہوا تھا مجید بھائی کے مرنے سے اس کی مستقبل کی منصوبہ بندی کو بڑی ٹھیس پہنچی تھی کیونکہ وہ ان پر کافی انحصار کرنے لگا تھا۔دوبئی تو وہ صرف مارکیٹ کی جانچ پڑتال کے لئے جانا چاہ رہے تھے۔ان کا اصل مقصد بعد میں چین جانا تھا جہاں سے ہوم اپلائنسز امپورٹ کر کے خطیر منافع کمانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن فی الوقت یہ سب معاملات التوا کا شکار تھے لیکن پھر بھی اس کا کاروبار کافی سے زیادہ وسیع ہو چکا تھا اسی وجہ سے اس کے معمولاتِ زندگی بھی تبدیل ہوتے جاتے تھے۔اس روز وہ شوروم سے ذرا جلدی اٹھ گیا تھا۔آج کل اس کی روٹین یہی تھی۔اپنے گھر جانے سے پہلے وہ حبیبہ کی طرف جاتا تھا۔بادل دیکھ کر اس نے سوچا کہ ارادہ ملتوی کر دے لیکن پھر حبیبہ کی ناراضی کے متعلق سوچ کر اس نے گاڑی اس کے گھر کی سمت موڑ دی تھی۔وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔حبیبہ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر اور اس کو دیکھ کر حبیبہ کے چہرے پر مسکراہٹ خود بخود چمکنے لگتی تھی

”کیا ہو رہا تھا سیٹھ صاحب“ ایک دوسرے کے قریب صوفے پر بیٹھ چکنے کے بعد اس نے سوال کیا تھا۔

”جناب کا انتظار ہو رہا تھا کہ آپ آئیں تو بہار آئے“ وہ اٹھلا کر بولی تھی۔کاشف کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔صوفیہ کو ایسی دل لبھانے والی باتیں کرنی نہیں آتی تھیں اور حبیبہ ایسی باتیں کرنے سے چوکتی نہیں تھی۔وہ صوفے کی پشت کا سہارا لے کر ذرا ریلیکس ہوا تھا

”میں آج جلدی چلا جاؤں گا۔۔۔بادل کافی گہرے ہیں۔۔۔ہلکی بارش ہو رہی ہے لیکن مجھے لگتا ہے آج بادل جی بھر کر برسنے والے ہیں پھر ڈرائیو کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔۔۔اس لئے آج ”بہار“ اپنے گھر جا رہی ہے“ وہ بات مکمل کر کے خود ہی ہنسا تھا

”یہ غلط ہے“ وہ کہہ رہی تھی۔کاشف کے چہرے پر ذومعنی سی مسکراہٹ بکھری

”کیوں سیٹھ صاحب۔۔۔میرا اپنے گھر جانا غلط کیسے ہو گیا؟۔۔کیا میں اپنے گھر نا جاؤں“ وہ اسی انداز میں سوال کر رہا تھا

”میں گھر جانے کی بات کو غلط نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ میں یہ کہہ رہی ہوں کہ ٹیکنیکلی تمہارا جملہ غلط ہے کہ بہار اپنے گھر جا رہی

ہے۔۔۔یوں کہو کہ" بہار" اپنے گھر جارہا ہے" وہ تصیحح کررہی تھی۔کاشف نے سرہلایا

"اوکے۔۔بہار آج اپنے گھر جارہا ہے۔۔۔اب خوش ہو؟"

"کاشف نثار جس کے احباب میں شامل ہوگا۔۔وہ خوش کیوں نا ہوگا جناب"

"اس عزت افزائی پر میں شکر گزار ہوں سیٹھ صاحب"

"عزت افزائی کا شکریہ ہی ادا کرنا ہے تو کھانا کھا کر جاؤ نا۔۔یہ تو کوئی طریقہ نا ہوا" وہ پھر اسی ناز و ادا کو لہجے میں سمو کر بولی جو اس کا خاصہ تھا۔کاشف نے کچھ دیر سوچا۔جیببہ کو انکار کرنا آسان نہیں تھا

"آج نہیں۔۔۔صوفیہ انتظار کررہی ہوگی" اس نے پھر بہانہ بنانا چاہا۔اس کے انکار کرنے پر جب جیببہ اصرار کرتی تھی تو اس کو بڑا اچھا لگتا تھا

"میں صرف انتظار ہی نہیں کررہی۔۔۔صبر بھی کررہی ہوں" اس کے جملے میں ایک اسرار تھا اور یہ اسرار صرف کاشف ہی سمجھ سکتا تھا۔اس نے اسکا ہاتھ تھام لیا

"میں اسی لئے تو آپ کی دل سے قدر کرتا ہوں سیٹھ صاحب کہ آپ بہت صبر والی خاتون ہیں" وہ اس کے ملائم ہاتھ کو نرمی سے سہلا رہا تھا۔جیببہ کے گھر میں ملازم تو تھے لیکن کاشف کی موجودگی میں کسی کو ڈسٹرب کرنے کی اجازت نہیں تھی۔وہ سب کو پچھلی جانب بنے کوارٹرز میں بھیج دیا کرتی تھی حتیٰ کہ چوکیدار کو بھی گیٹ سے ہٹ کر اپنے کیبن میں بیٹھے رہنے کا حکم صادر کردیا کرتی تھی۔

"تم صوفیہ کو میرے بارے میں کب بتاؤ گے؟" اس نے کاشف کے لہجے کو نظرانداز کرکے سوال کیا تھا۔اس کی عدت ختم ہوئی تھی یا ابھی کچھ ایام باقی تھے اسے کچھ خبر نا تھی لیکن یہ بات حتمی تھی کہ اس کی شرم کب کی ختم ہوچکی تھی۔اس کے اور کاشف کے درمیان تعلقات بہت پہلے سے استوار ہوچکے تھے۔

"وہ پہلے سے ہی تمہارے بارے میں جانتی ہے" کاشف جو آج جلدی اٹھنے کے ارادے سے آیا تھا اب جیببہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔

"کیا۔۔؟ کیا جانتی ہے وہ میرے بارے میں؟" جیببہ اس کی پیش قدمی کو خاطر میں نالاتے ہوئے پوچھ رہی تھی

"یہی کہ کاشف جیببہ پر مرتا ہے" ہاتھ اب چہرے کی جانب آچکے تھے۔

"تو پھر آج اسے یہ بھی بتادینا کہ صرف کاشف ہی نہیں مرتا جیببہ پر۔۔۔جیببہ بھی مرتی ہے کاشف پر۔۔۔اور کاشف کی خاطر کسی کو بھی مار سکتی ہے" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ذومعنی انداز میں بولی تھی۔کاشف نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔بارش تیز ہونے لگی تھی اور خون کی روانی بھی

☆　☆　☆

"تم نے حبیبہ کو ٹیلیفون تو کر دیا تھا نا؟" بی بی جان نے سفید ڈوپٹے کا آنچل سر پر درست کرتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا۔وہ زرمین کو گود میں لئے گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔کاشف نے گھر کے لئے ڈرائیور رکھ دیا ہوا تھا۔وہ دونوں ساس بہو اب کہیں آنے جانے کے لئے اس کی محتاج نہیں رہی تھیں۔وہ دونوں ساس بہو حبیبہ سے ملنے اور اسے گھر کھانے کی دعوت پر مدعو کرنے جارہی تھیں۔صوفیہ ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے آسمان کی جانب دیکھا۔بادل کافی گہرے ہو رہے تھے۔بارش کے کافی امکانات نظر آرہے تھے۔اس نے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد زرمین کو کیری کاٹ میں لٹا دیا تھا۔وہ دل ہی دل میں دعائیں پڑھ کر اب اس پر پھونک رہی تھی۔عام ماؤں کی طرح اسے بھی بہت خدشہ رہتا تھا کہ زرمین کو نظر نا لگ جائے سو وہ کسی سے بھی ملتے وقت یا کہیں آتے جاتے وقت زرمین پر دعائیں پڑھ پڑھ کر پھونکتی رہتی تھی۔بی بی جان بھی اسکو اس ایکٹیویٹی میں مصروف دیکھ کر چپ ہو گئیں

"ٹیلیفون کرتی رہی لیکن اس نے اٹھایا ہی نہیں۔۔ہمارا نمبر دیکھ کر وہ فون اٹھاتی کب ہے" صوفیہ نے اپنا کام مکمل کر کے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔بی بی جان نے گہری سانس بھری لیکن بدمزگی کے خیال سے ملائمت بھرے لہجے میں بولیں

"ارے نہیں بیٹی۔۔اس کی عدت ختم ہوئی ہے نا۔شاید کہیں ملنے ملانے چلی گئی ہوں گی۔۔اتنے دنوں سے گھر میں محصور تھیں۔۔ہوا خوری کے لئے نکل گئی ہوں گی۔۔ہمارے خاندان میں تو عدت کے بعد بھائی بھاوج اپنے یہاں لے جاتے ہیں اور پھر کچھ دن بہت اہتمام سے مہمان بنا کر رکھتے ہیں۔۔کیا پتا ان کے یہاں بھی ایسا ہی رواج ہو"

صوفیہ چپ رہی۔ڈرائیور اور دوسرے ملازمین کے سامنے وہ عموماً بی بی جان سے بحث سے احتراز برتتی تھی۔گاڑی فراٹے بھرتی ڈیفینس کی جانب رواں دواں تھیں۔اس دوران بارش بھی برسنے لگی تھی۔زرمین کاٹ میں لیٹی سو گئی تھی۔صوفیہ بھی خاموشی سے گاڑی کے شیشے سے برستی بارش کو دیکھنے لگی۔بارش کی رفتار زیادہ نہیں تھی اس لئے شیشے ابھی دھندلائے نہیں تھے۔صوفیہ کو باہر دیکھتے ہوئے یکدم احساس ہوا جیسے کاشف کی سیاہ سوک پاس سے گزری ہے۔وہ دورویہ سڑک تھی۔ایک سیاہ رنگ کی گاڑی فراٹے بھرتی ان کے قریب سے گزر کر متضاد سمت میں چلی گئی تھی۔بی بی جان دل کی مریضہ تھیں اس لئے ڈرائیور کو سست رفتاری کی خاص تاکید کی جاتی تھی۔صوفیہ نے ذرا سا آگے ہو کر گردن موڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے اس سیاہ گاڑی کو کھوجنے کی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہوئی۔اس گاڑی کی رفتار کافی زیادہ تھی،وہ منٹوں میں غائب ہو گئی تھی۔صوفیہ کو یقین سا ہوا کہ وہ گاڑی کاشف ہی کی تھی۔اس نے کچھ عرصہ پہلے ہی نئی گاڑی نکلوائی تھی۔اسے ایسے بہت شوق تھے۔اچھی گاڑی اچھا لباس،اچھی گھڑی۔۔وہ دنیا کے سامنے اپنا اسٹیٹس بڑھا چڑھا کر ظاہر کرنے کا شوقین تھا۔

"ارے بی بی جان!یہ کاشف تھے نا" اس نے ان سے پوچھا۔

"ہیں۔۔وہ اس وقت اس سڑک پر کہاں ہوں گے بیٹی" بی بی جان نے آنکھوں پر لگا چشمہ درست کرتے ہوئے کہا۔انہوں نے مڑ کر عقب میں دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔انہیں یقین تھا کہ صوفیہ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔صوفیہ بھی خاموش ہو گئی۔گاڑی حبیبہ کے گھر کی جانب بڑھ رہی تھی

☆ ☆ ☆

"کیا ہوا ہے؟" وہ وال کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے آگے ہوا تھا جب کسی نے پوچھا۔باجی عذرا کاؤنٹر پر کھڑی اسے دیکھتے ہوئے سوال کر رہی تھیں۔

"یہ ساتھ والی گلی میں جو حسین صاحب رہتے ہیں ان کے بیٹے کا عقیقہ ہوا ہے۔۔۔" اس نے بناء مسکرائے لیکن اپنے مخصوص بذلہ سنج انداز میں کہا تھا۔وہ آج بہت اداس تھا۔کسی بھی گاہک کے ساتھ کام کے علاوہ اس نے کوئی بات ہی نہیں کی تھی۔عذرا باجی مسکرائیں

"ساتھ والی گلی کی باتیں مت کرو۔۔وہاں تو پرسوں پولیس بھی آئی ہوئی تھی۔۔سنا ہے کسی کے گھر سے ہیروئن پکڑی گئی ہے" وہ اپنی طرف سے بہت بڑی خبر دے رہی تھیں

"ہیروئن پکڑی گئی ہے۔۔؟" سلیم نے مصنوعی تحیر سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے دوہرایا پھر رازداری سے استفہامیہ انداز میں بولا

"کون سی ہیروئن۔۔؟ ریما یا میرا۔۔ریشم یا صائمہ۔۔۔؟" صائمہ باجی نے قہقہہ لگایا

"میں اِن کی نہیں۔اُس ہیروئن کی بات کر رہی ہوں جو سفید سفید ہوتی ہے" انہوں نے وضاحت کی

"ارے تو یہ سب کون سا کالی ہیں۔۔سب کی سب سفید ہی ہیں" وہ اسی انداز میں بولا

"بکو مت۔۔میں تمہارا پوچھ رہی تھی کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟" وہ سنجیدہ ہوئی تھیں

"مجھے۔۔۔؟" اس نے استفہامیہ انداز میں پھر دوہرایا پھر آنکھیں مٹکا کر انہیں گھور کر بولا

"آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔۔؟" عذرا باجی کے ساتھ اس کی کافی بے تکلفی تھی۔ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا بھی تھا۔

"میں بس ایسے ہی۔۔۔" انہوں نے کندھے اچکائے پھر مزید بولیں

"دراصل سارے محلے کو صبح سے بے چینی ہے کہ آج سلیم بھائی پریشان ہیں۔۔واصف انڈے ڈبل روٹی لے کر گیا تو وہ کہہ رہا تھا کہ سلیم بھائی اداس لگتے ہیں آج۔۔ابھی دوکان پر آتے ہوئے نسیمہ باجی مل گئیں۔۔وہ بھی یہی کہہ رہی تھیں کہ سلیم کسی بات پر پریشان لگتا ہے"

ان کی بات پر سلیم دل میں حیران ہوا۔کیا سارا محلہ اس کے چہرے سے اس کے دل کا حال جان سکتا تھا

وہ پریشان تو نہیں تھا لیکن دل کو بے چینی سی لاحق تھی اور اداسی بھی تھی جو مایوسی کے دھندلے پردے میں لپٹی تھی دس بج چکے تھے اور نینا ابھی تک اپنی ببل گم لینے نہیں آئی تھی۔وہ یونیورسٹی سے چھٹی نہیں کرتی تھی اور پھر اب تو وہ ٹیوشن کے لئے بھی جاتی تھی۔یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ گھر سے نکلی نا ہو۔وہ اگر گھر سے نکلی تھی تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس نے سلیم سے بغیر ملے جانا گوارا کر لیا تھا

"کیا وہ ناراض ہو گئی تھی؟" یہ وہ سوال تھا جو سلیم کے حواسوں پر پوری طرح سوار تھا۔ساری رات وہ ٹھیک سے سو نہیں پایا تھا۔اپنی کم مائیگی کا احساس پہلے بھی اس پر حاوی رہتا تھا لیکن نینا کے دوٹوک جواب نے اسے اندر سے توڑ ہی ڈالا تھا۔امید اور آس کی کوئی ہلکی سی کرن بھی اس نے اس کی زندگی میں رہنے نہیں دی تھی۔وہ واقعی صبح سے بجھا بجھا سا تھا۔اس کی دوکان پر آنے والے گاہکوں نے یقیناً اس کی پژمردگی کو واضح طور پر محسوس کیا تھا جس کا اظہار باجی عذرا بھی کر رہی تھیں

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ۔۔۔میں صحیح ہوں" وہ مسکرایا تھا۔یہ احساس اچھا بھی لگا تھا کہ اس محلے میں اتنی محبت کرنے والے لوگ موجود تھے

"میں نے بھی یہ نہیں کہا جناب کہ آپ غلط ہیں ۔۔۔لیکن یہ چہرے پر جو بارہ بجا رکھے ہیں نا یہ یقیناً غلط ہیں ۔۔۔ہمیں نہیں پسند ایسا سلیم ۔۔۔اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ کیا ہوا ہے" وہ لہجے میں شفقت سمو کر بولیں ۔وہ ان کے بڑے بیٹے سے چند سال ہی چھوٹا تھا اور شروع سے ہی ان کا رویہ اس کے ساتھ محبت بھرا ہی رہا تھا ۔۔وہ مسکرایا

"آج طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے ۔۔ایسا لگتا ہے کہ بخار سا ہے ۔سر میں درد محسوس ہو رہا ہے" وہ اتنا ہی کہہ سکا۔

"ارے تو آج کلیم یا علیم کو کہہ دیتے وہ بیٹھ جاتے دوکان پر ۔۔۔تم آرام کر لیتے" انہوں نے پریشانی بھرے لہجے میں کہا تھا سلیم نے نفی میں سر ہلایا

"وہ دونوں کالج گئے ہوئے ہیں نا ۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باجی عذرا بولیں

"میں تمہارے بھائی سے کہوں ۔۔ان کی شام کی شفٹ ہے ۔۔۔وہ مدد کر دیتے ہیں تمہاری"

"ارے نہیں عذرا باجی میں ٹھیک ہوں ۔۔۔ٹیبلیٹ لی ہے ۔۔آپ فکر نا کریں ۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی

"اچھی بات ہے ۔۔۔جلدی جلدی ٹھیک ہو جاؤ ۔۔بالکل اچھے نہیں لگ رہے ایسے سنجیدہ سے ۔۔مجھے بالکل نہیں قبول یہ والا سلیم ۔۔۔سارا محلہ مرجھایا ہوا لگ رہا ہے" وہ منہ بنا کر بولیں

"آج تو بڑی رومانٹک باتیں کر رہی ہیں آپ ۔۔۔مجھے تو سارا محلہ کِھلا کِھلا سا لگنے لگا ہے" وہ آنکھیں مٹکاتے ہوئے کاؤنٹر پر ذرا آگے کی جانب ہو کر چڑانے والے انداز میں بولا تھا

"شرم کرو بہن سے فلرٹ کرتے ہو" وہ ہنس رہی تھیں

"اچھا آپ کریں تو حلال ۔۔۔ہم کریں تو حرام ۔۔۔ظالم لوگو ۔۔۔" وہ بساط بھر کوشش کر رہا تھا کہ وہ اپنی افسردہ کیفیت سے نکل سکے۔

"چلو مجھے دال مونگ دو ۔۔۔دُھلی ہوئی ۔۔۔" انہوں نے ہنستے ہوئے اپنی مطلوبہ شے بتائی تھی

"میں میلی کچیلی چیزیں بیچتا بھی نہیں ہوں ۔۔ یہاں ہر چیز دُھلی دُھلائی ۔۔صاف ستھری ۔۔چکا چک ملتی ہے" وہ اپنی جون میں پلٹ رہا تھا

"ایسے ہی رہا کرو ۔۔ہنستے کھیلتے ۔۔۔اللہ تمہیں بہت سی خوشیاں دے ۔۔" وہ ہنستے ہوئے دعا دے کر اور ادائیگی کر کے دال لے کر چلی گئی تھیں

"خوشیاں ۔۔۔؟" اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے سامنے کی سمت دیکھا جہاں اس کی خالہ کا گھر تھا۔

"نینا ناراض ہو گئی ہو کیا؟" وہی سوال پھر ذہن میں چکرانے لگا تھا ۔وہ افسردگی پھر وجود پر چھانے لگی تھی ۔اس نے کاؤنٹر پر صبح

سے رکھی ببل گم پر انگلی رکھی تھی۔



"رانی! ایمن کو میرے پاس لے آؤ" شہرین نے ہاتھوں پر لوشن ملتے ہوئے باآوازِ بلند ملازمہ کو پکارتے ہوئے حکم صادر کیا تھا۔ اس کی طبیعت سارا دن ٹھیک رہی تھی۔سر درد کی شکایت ہوئی تھی نا ابکائی آئی تھی۔اماں رضیہ نے تازہ انار کا جوس نکلوا کر اسے پلایا تھا۔وہ کافی فریش محسوس کر رہی تھی۔ہلکے سبز رنگ کے لباس میں نک سک سے تیار مناسب جیولری کے ساتھ اب وہ ٹی وی لاؤنج میں آ بیٹھی تھی تا کہ سمیع آئے تو دروازے پر اس کا استقبال کر سکے اور اپنی ساری کارکردگی اس کے گوش گزار کر سکے۔وہ کافی خوش اور پر جوش نظر آتی تھی۔ایمن رانی کے پاس تھی اور کب سے شہرین کو رانی کی آوازیں آ رہی تھی۔وہ ایمن کے ساتھ مسلسل باتیں کرنے میں مصروف تھی۔شہرین کو اپنے بیڈ روم سے باہر دیکھ کر ملازم کافی مستعد ہو رہے تھے۔شہرین اماں رضیہ سے بہت خوش تھی اور رانی سے بھی بظاہر اسے شکایت نہیں تھی لیکن ایمن کے ساتھ اس کی باتیں سن کر اسے احساس ہو رہا تھا کہ جس طرح کا اندازِ گفتگو رانی کا ہے اس سے ایمن کی زبان بھی خراب ہو گیا ور پھر اس کے دوپہر والے سوال نے بھی شہرین کو ذرا الرٹ کر دیا تھا۔ایمن کو سنبھالنے کے لئے کوئی سمجھدار لڑکی ہونی چاہیئے تھی جبکہ رانی کے ساتھ کافی اٹیچڈ ہو چکی تھی۔شہرین کو تو یہ خدشہ بھی تھا کہ ایمن الٹے سیدھے الفاظ بولنا سیکھ لے گی۔وہ بولنے لگی تھی اور اس کا کریڈٹ بھی رانی کو جاتا تھا۔وہی چھوٹے چھوٹے جملے بولتی رہتی تھی جس کی وجہ سے ایمن باتیں کرنا سیکھ رہی تھی۔شہرین کو آج ایمن کے متعلق نا صرف اپنی ذمہ داریوں کا بلکہ اپنی لاپروائی کا بھی بہت احساس ہو رہا تھا۔اس کی بیٹی اس کی طبیعت کی بناء پر بہت اگنور ہوتی رہی تھی۔اس نے ڈاکٹر بشریٰ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق اپنے معمولات کو تبدیل کرنے کا سوچا تھا۔اماں رضیہ بھی تاکید کرتی تھیں اور اسے بھی احساس ہو رہا تھا کہ اس کی طبیعت کی خرابی کا سب سے زیادہ نقصان ایمن کو ہو رہا تھا۔وہ اس کے کسی کام میں دلچسپی نہیں لیتی تھی۔اس کے کھانے پینے سے لے کر صفائی ستھرائی اور کھانے پینے تک کے لئے وہ اماں رضیہ کی محتاج تھی۔

"آؤ ایمن گڑیا آپ کی ماما جانی بلا رہی ہیں" رانی نے فوراً ہی بے بی واکر لا کر اس کے پاس رکھ دی تھی جس میں ایمان مزے سے بیٹھی تھی۔اس کے کپڑے اور ہاتھ پاؤں صاف ستھرے تھے۔اماں رضیہ بلاشبہ بچی کا خیال ٹھیک سے رکھ رہی تھیں

"ایمن۔۔بے بی۔۔۔کیسی ہو میری جان" اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے گود میں لے لیا تھا۔ایمن لمحہ بھر کے لئے کسمسائی پھر اطمینان سے اس کی گود میں کھیلنے لگی۔رانی بغور مالکن کے اطوار دیکھ رہی تھی۔شہرین نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور خود ایمن کو گود میں ہی لئے صوفے پر بیٹھ گئی۔اس کی نظریں ایمن کے وجود کا طواف کر رہی تھیں۔وہ بہت دن کے بعد اسے اس طرح گود میں لے کر بیٹھی تھی۔وہ اپنی ہی بیٹی سے بہت کتراتی تھی اور اس کی وجہ کیا تھی یہ اس نے کبھی سمیع کو بھی نہیں بتایا تھا۔

ایمن بنی بنائی شہرین تھی۔بالخصوص اس کی آنکھیں بالکل شہرین جیسی تھیں۔بہت روشن اور غلافی آنکھیں۔۔۔جو پہلی نظر میں دل موہ لیتی تھیں اور ان پر بہت گہری پلکوں کی باڑھ تھی۔ذرا سا نم ہونے پر ہی اسکی آنکھیں پلکوں کی وجہ سے بہت زیادہ بھیگ جاتی تھیں اور

یہی شہرین کے ساتھ بھی ہوتا تھا۔وہ چہرہ دھو کر خشک بھی کر لیتی تھی تو آنکھیں پھر بھی نم ہی رہتی تھیں۔پانی کی ننھی ننھی بوندیں اسی پلکوں میں پھنس سی جاتی تھیں جس سے وہ بھیگنے کے بعد مزید خوبصورت لگنے لگتی تھیں۔اس کی کزنز اور سہیلیاں اکثر اس کی آنکھوں کے لئے بہت خوبصورت اشعار پڑھا کرتی تھیں اور سمیع بھی اس کی آنکھوں کے لئے بہت اچھے کمپلیمینٹ پاس کرنے کا عادی تھا۔شہرین نے ایمن کے بھورے بالوں میں انگلیاں نرمی سے چلاتے ہوئے اس کی آنکھوں کے بعد تیکھی مغرور ناک اور پھر ہونٹوں کو بغور دیکھا۔وہ بالکل شہرین کا عکس تھی۔اس کا رنگ روپ نقش ہر چیز شہرین سے مشابہ تھی۔حتیٰ کہ دونوں کے بالوں کا رنگ بھی ایک جیسا بھورا تھا۔ایمن کے جو دانت نکل آئے تھے اس سے اس کے چہرے کی شیپ مزید شہرین جیسی ہوتی جاتی تھی۔اس کی لمبی گردن میں شہرین کی گردن کی مشابہت محسوس ہونے لگی تھی۔وہ مسکراتی تھی تو دونوں گالوں میں ڈمپل پڑتا تھا۔اس کی مخروطی ننھی منی انگلیاں اور ہتھیلیاں بالکل اپنی ماں کے جیسی لگتی تھیں۔شہرین نے غیر ارادی طور پر اس کے بال کو کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے اس کے کانوں کو چھوا تھا۔اس کے اپنے کان بہت چھوٹے اور نرم سے تھے اور کان کی لوب بالکل پتلی سی تھی۔وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ایمن کے کان بھی اس جیسے ہیں یا نہیں۔ایمن کے کان بھی اس کے جیسے ہی تھے۔وہی نرمی وہی ملائمت۔۔۔وہ کچھ دیر بلا وجہ اس کے کان کی لوب پر انگلی پھیرتی رہی۔۔

"اللہ تمہیں بیٹی دے گا اور وہ بالکل تمہارے جیسی ہوگی۔۔۔دیکھنا بالکل تمہارے جیسی۔۔۔ہو بہو تمہارا عکس۔۔۔یاد رکھنا میری بات" کسی کا کہا ہوا جملہ اس کی یادداشت میں جیسے چنگاری بن کر پھوٹا تھا اور پھر جیسے دھیرے سے ہوا میں دھواں بن کر زائل ہو گیا تھا۔اذیت اس کے اندر راکھ بن کر اڑی تھی۔اس کے سر میں درد کا احساس جاگا اور پھر ایسے ہی غائب ہو گیا جیسے پانی کا بلبلہ ہوا میں پھٹ کر غائب ہو جاتا ہے۔اس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔

"رانی! ایمن کو لے جاؤ" اس نے بوجھل دل کے ساتھ رانی کو آواز دی تھی۔ایمن ماں کے تاثرات سے بے خبر اس کی گود میں کسی شہزادی کی طرح بیٹھی تھی۔



"نینا کتنے بجے آئیگی" زری نے چائے کا پانی چولہے پر رکھنے سے پہلے احتیاطاً امی سے پوچھا تھا۔امی نے گھڑی کی جانب دیکھا۔چار بج چکے تھے۔

"آتی ہوگی دس منٹ میں۔۔" انہوں نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔وہ اون کے لچھے لئے بیٹھی تھی جو انہوں نے دروازے پر آنیوالی پٹھانی سے خریدے تھے۔ان لچھوں کو اب وہ گولے کی شکل میں لپیٹ رہی تھیں۔انہوں نے آلتی پالتی کی پوزیشن میں بیٹھ کر اس موٹے لچھے کو گھٹنوں میں پھنسا رکھا اور گولہ ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا جس پر وہ تار تار کر کے ساری اون لپیٹتی جاتی تھیں

"اس کا موڈ کیسا تھا۔۔ناراض تھی؟؟" وہ سوچ سوچ کر سوال کر رہی تھی۔امی نے عینک کے شیشوں سے سوالیہ انداز میں اس کے سوال کو سنا تھا پھر افسوس کرنے والے انداز میں بولیں

"کس وقت ناراض نہیں ہوتی وہ اور تم بار بار ایک ہی بات کیوں پوچھتی جا رہی ہو۔ناشتے کے وقت بھی یہی سوال کیا تھا اب بھی یہی پوچھ رہی ہو۔تمہارا کیا جھگڑا ہوا ہے اس سے" امی کو ایک بار پھر نینا کا رویا انداز یاد آیا

"میں کب جھگڑے وگڑے کرتی ہوں اس سے۔۔۔اسے ہی عادت ہے یہ سب کرنے کی۔۔۔میں تو اس لئے پوچھ رہی تھی کہ آپ نے ڈانٹا تھا نا اسے۔۔۔" وہ چائے کا پانی چولہے پر رکھ کر دوبارہ ان کے پاس آ بیٹھی تھی۔نینا اور سلیم کی باتیں سن لینے کے بعد اس نے نینا کے فیصلے کو ہی درست قرار دیا تھا۔سلیم نینا کے لئے قطعاً مناسب جوڑ نہیں تھا لیکن اس کا دل چاہ رہا تھا کہ امی کی ٹوہ بھی تو لے۔۔آخر امی یکدم نینا اور سلیم کی دوستی سے کیوں چڑنے لگی تھیں۔کیا وہ اس سارے معاملے سے باخبر تھیں۔۔۔

"اسے ڈانٹ کہتے ہیں؟۔۔۔میں تو اسے صرف سمجھانا چاہ رہی تھی کہ یہ روش ترک کر دے۔۔۔۔اب وہ بچی تھوڑی ہے کہ جب دل چاہے جہاں دل چاہے چلی جائے۔۔۔لڑکیوں کو بہت محتاط ہونا چاہیئے۔۔۔" امی گولہ باندھتے ہوئے چڑ کر بولیں تھیں۔بلا وجہ کے سوالات انہیں جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیتے تھے۔زری نے سر ہلایا اور پھر امی کے چہرے کو غور سے دیکھا

"لیکن امی وہ بچپن سے خالہ اور ان کے بیٹوں سے اٹیچڈ رہی ہے۔۔۔وہ ان کے ساتھ ان کے گھر میں رہی ہے۔۔سلیم علیم کے ساتھ کھیلتی رہی ہے۔۔۔ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی رہی ہے۔۔۔" وہ رُک رُک کر بولی تھی۔امی نے اسے گھور کر دیکھا

"میں اس بات سے انکار کر رہی ہوں کیا۔۔۔آپا اور ان کے خاندان نے بہت پیار دیا ہے نینا کو۔۔۔سلیم ہی نہیں باقی تینوں بھی بہن سمجھتے ہیں نینا کو۔۔۔بہت پیار کرتے ہیں اس سے لیکن یہ بات لوگوں کو نہیں سمجھائی جا سکتی۔۔۔وہ اپنے حساب سے، اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں" وہ ہاتھ روک کر ساری توجہ زری کی طرف مبذول کر کے اس کی بات کا جواب دے رہی تھیں کہ جب زری کی بات ہو نینا سے تو وہ ان کے موقف کو اس تک پہنچا سکے۔زری نے لفظ "بہن" پر بمشکل اپنے تاثرات کو قابو میں رکھا۔

"لوگوں کی باتیں رہنے دیں۔۔۔لوگ ہمیں کھانے کو نہیں دیتے" زری منہ بنا کر بولی۔امی کو اس کے انداز پر بڑا غصہ آیا۔ان کی دونوں بیٹیاں بحث مباحثے کی بڑی شوقین تھیں

"تمہارا باپ تو دیتا ہے نا۔۔۔ان کی باتیں کر لوں" وہ چڑ کر بولی تھیں۔

"کیا مطلب۔۔؟" زری نے حیران ہونے کی بھرپور اداکاری کی کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ شاید ابا نے ہی امی کو کہا ہو گا کہ وہ نینا کو ٹوکیں۔

"تمہارے ابا کو نہیں پسند نینا کا سلیم سے زیادہ ملنا جلنا۔۔۔اور اب سوال پر سوال کرتی جاؤ گی یا اس چائے کی خبر بھی لو گی جو چولہے پر انتظار میں سکھانے کو چڑھائی تھی" انہوں نے اپنی جانب سے بات ختم کر دی تھی۔زری کو بھی یاد آیا کہ چائے چولہے پر رکھی تھی۔وہ کچن تک گئی پھر آنچ دھیمی کر کے وہیں سے بولی

"امی یہ بھی تو ہو سکتا ہے نا کہ سلیم اور نینا ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں۔۔۔میرا مطلب ہے۔۔۔" اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔اسے ڈر تھا اب امی اس پر برس پڑیں گی لیکن وہ چند لمحے کچھ نہیں بولی تھیں۔زری نے کچن سے جھانک کر دیکھا کہ وہ کس

گہری سوچ میں گم ہوگئیں لیکن وہ اطمینان سے اون کا گولہ بنانے میں مگن تھیں۔اس کے دیکھنے پر جیسے انہیں احساس ہوا کہ وہ جواب کی منتظر ہے تو بولیں

"یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔" زری چپ کی چپ رہ گئی۔یہی تو نینا نے بھی سلیم سے کہا تھا۔یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ امی اور نینا کا موقف ایک تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ پانی پینے کے لئے اٹھا تھا۔رات کو اکثر اسے پیاس لگ جایا کرتی تھی اس لئے وہ گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر سونے کا عادی تھا۔اس نے مندی مندی آنکھوں سے گلاس کا کور اٹھایا تھا اور پھر گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگا۔پانی پی کر اس نے کروٹ لی تھی اور تب ہی اسے احساس ہوا تھا کہ شہرین اپنی جگہ پر نہیں تھی۔اس نے فوراً واش روم کی سمت دیکھا جس کے دروازے کے جھری سے کوئی روشنی نہیں آ رہی تھی۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا تھا

"شہرین۔۔۔شہرین"اس نے بہت آہستگی سے آواز دی تھی لیکن کوئی ردِعمل سنائی نہیں دیا تھا۔وہ بستر سے اترا اور تب ہی اسے احساس ہوا تھا کہ بالکونی کا دروازہ کھلا تھا اور ساتھ ہی کچھ غیر معمولی ٹپ ٹپ کی آوازیں آ رہی تھیں۔بارش ہو رہی تھی۔وہ آہستگی سے چلتا ہوا بالکنی میں آ گیا۔بارش کے ہوتے ہی گرمی کا زور ٹوٹ گیا ہوا تھا۔سمیع کا استقبال لہلہاتی بل کھاتی ہوا نے کیا تھا۔اسے ہوا کی ملاحت بڑی بھلی لگی۔نیند سے بھری آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں۔وہ شہرین کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔اس کے بھورے بال جن میں ہلکا سا کرل تھا، کھلے ہوئے تھے اور اس کی پشت پر بکھرے تھے۔اس نے بہت نرمی سے شہادت کی انگلی سے اس کے بالوں کو چھوا جیسے کوئی موسیقار اپنے طنبورے کو چھوتا ہے۔شہرین نے چونکے بناء مڑ کر اس کی جانب دیکھا

"سمیع۔۔دیکھو۔۔کتنی خوبصورت بارش ہو رہی ہے" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"میرے پاس دیکھنے کے لئے اور خوبصورت چیزیں نہیں ہیں کیا" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔شہرین اس کا شارہ سمجھ کر مسکرائی

"میری تعریف کر رہے ہو۔۔اشاروں اشاروں میں۔۔گھما پھرا کر" وہ دیکھ سامنے ہی رہی تھی جہاں بارش کا پانی سڑک کو پوری طرح بھگو چکا ہوا تھا اور اب بارش کی مخصوص مہک چاروں طرف پھیلی تھی

"کوئی اعتراض۔۔۔؟"سمیع نے سابقہ انداز میں کہا تھا۔۔وہ ابھی بھی اس کی لٹوں پر انگلی پھیر رہا تھا

"نہیں۔۔لیکن اتنی تعریف بھی مت کیا کرو۔۔کچھ معاملات میں فراخدلی اچھی نہیں ہوتی" وہ چڑانے والے انداز میں بولی۔سمیع نے مصنوعی تحیر چہرے پر پھیلاتے ہوئے استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا

"شادی کے پہلے سال تم کھل کر میری تعریف کیا کرتے تھے۔۔شادی کے چوتھے سال تم اشاروں میں تعریف کرنے لگے ہو۔۔شادی کے دس سال بعد تم تعریف کرنا ہی چھوڑ دو گے۔۔اس لئے اپنے الفاظ بچا بچا کر رکھو۔مختصر تعریف کیا کرو اور کبھی

کبھی ۔۔۔تاکہ دس سال بعد بھی کام آسکیں ۔۔میں نہیں چاہتی کہ تم مجھ سے اکتا جاؤ" وہ اپنی جانب سے دلیل دے رہی تھی۔سمیع نے اس کا رخ اپنی جانب موڑا پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے کمرے کی جانب لے جاتے ہوئے بولا

"ایک بات یاد رکھیں شہرین بی بی ۔۔۔بلکہ کہیں لکھ کر محفوظ کر لیں ۔۔سمیع دنیا کے ہر کام سے اکتا سکتا ہے لیکن آپ سے نہیں"

"کیوں ۔۔۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"کیوں کہ سمیع کو آپ سے محبت ہے" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا

"کیوں؟" اس نے ایک اور سوال کیا

"کیوں کہ آپ بہت خوبصورت ہیں" سمیع نے ترنت جواب دیا جیسے کوئی مقابلہ ہو رہا ہو اور وہ اس میں ہارنا نا چاہتا ہو

"سمیع! کیا محبت کے لئے خوبصورتی سب سے اہم شرط ہے ۔۔۔کیا خوبصورتی ہی محبت کے لئے ضروری ہے" شہرین کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیں تھیں۔سمیع نے گہری سانس بھرتے ہوئے برا سا منہ بنایا

"یعنی تم نے حتمی فیصلہ کر لیا ہے کہ رات کے اس پہر جب اتنی رومانٹک بارش ہو رہی ہے ۔۔۔ہوا میں میٹھی سی خوشبو بکھری ہے اور تم اتنی خوبصورت لگ رہی ہو۔لیکن تم اپنے شوہر کو جی بھر کر بور کرو گی ۔۔۔تو کرو گی ۔۔" وہ مصنوعی ناراضی لہجے میں سمو کر بولا تھا

۔شہرین مسکرائی تک نہیں ۔سمیع نے اس کے کندھوں پر ہاتھ پر رکھا تھا

"محبت میں حساب کتاب جانچ پڑتال کی باتیں بے معنی ہوتی ہیں ۔۔۔یہ فلسفہ تھوڑی ہے کہ اس کے وجود اور عدم وجود پر مناظرے کئے جائیں ۔۔۔اس کو ثابت کرنے کے لئے پنڈال سجائے جائیں ۔محبت طبیعات نہیں ہے ۔۔یہ مابعد الطبیعات ہے ۔۔۔انسانی ذہن سے اوپر کی چیز ۔۔۔عقل و دانش سے ماورا۔علم محبت کے اپنے مکتب، اپنی کتابیں ہوتی ہیں ۔۔اس میں کوئی منطق کوئی دلیل کام نہیں آتی ۔۔۔یہ اگر ہے تو ہے ۔۔۔اور اگر یہ ہے تو اسے ثابت کرنے کے لئے دنیا کے کسی قانون، کسی فارمولے کی ضرورت نہیں پڑتی ۔۔۔کیوں، کیسے، کس لئے، کس طرح والی باتیں اس میں نہیں ہوتیں -اس میں نا کوئی شق ہوتی ہے نا شرط ۔۔۔یہ ایک خود کار اضطراری جذبہ ہے ۔۔۔اس لئے اس کے ہونے اور نا ہونے کی بنیادی شرائط پر بحث کرنا صرف وقت کا ضیاع ہیں" وہ ایک ایک جملے کو بولتے ہوئے اس کی آنکھوں میں بھی دیکھ رہا تھا۔آخری جملے پر اس نے اپنا سر نرمی سے اس کے سر کے ساتھ ٹکرایا تھا۔شہرین کچھ نہیں بولی ۔سمیع بعض اوقات اتنی اچھی باتیں کرتا تھا کہ اسے اپنے الفاظ اس کے سامنے کمتر لگنے لگتے تھے۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول" راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

وہ روٹین کے مطابق ٹیوشن پڑھانے کی غرض سے نکلی تھی۔ پرپل کلر کے چھوٹے چھوٹے دائروں والی قمیض کے ساتھ سفید ٹراؤزرز اور سفید ہی ڈوپٹہ لئے ایک ایک کرتے سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ غالب کی غزل کے وہ اشعار منہ ہی منہ میں دوہرا رہی تھی جن کی تشریح اسے رانیہ کو کروانی تھی۔ آخری سیڑھی سے اترتے ہی اس نے سامنے چبوترے پر بیٹھے سلیم کو دیکھا۔ اسے دل ہی دل میں سخت پشیمانی محسوس ہوئی۔ سلیم کی بیساکھی سائیڈ پر پڑی نظر آرہی تھی۔ اس کی دوکان بائیں جانب بالکل سامنے ہی تھی لیکن چونکہ سلیم چل نہیں سکتا تھا اور اپنی بیساکھی کو گھسیٹتا ہوا اُن کے دروازے تک آیا تھا تو یہ بہت بڑی بات تھی۔

"تم صبح صبح یہاں کیوں بیٹھے ہو کزن۔۔۔جانتے ہو نا میرے ابا لنگر تقسیم نہیں کرتے" عادت سے مجبور تھی اس لئے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں بولی تھی۔ سلیم نے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔ نینا چبوترے پر اس کے بالکل ساتھ آبیٹھی تھی تب ہی اس کی نگاہ سلیم کے عقب میں پڑے شاپر پر پڑی جس میں چپس کا بڑا والا پیکٹ تھا، اس کی پسندیدہ ببل گم بھی تھی اور چلی ملی بھی کے پیکٹ بھی نظر آرہے تھے۔ اب کی بار نینا کو کافی سے زیادہ پچھتاوا بھی ہوا اور ساتھ ہی ساتھ سلیم پر ٹوٹ کر پیار بھی آیا۔

"بولو نا یہاں کیوں بیٹھے ہو؟" وہ سوال پوچھے بنا رہ بھی نہیں سکی تھی حالانکہ جانتی تھی کہ وہ اس کی خاطر ہی آیا تھا۔ دو دن ہو گئے تھے وہ اس کی دوکان تک نہیں گئی تھی۔ سلیم ابھی بھی کچھ نہیں بولا تھا شاید اس کے پاس بولنے کے لئے کچھ تھا ہی نہیں

"میں زندہ ہوں۔۔۔مری تو نہیں ہوں جو تم نے اتنا رونے والا منہ بنایا ہوا ہے" وہ چڑ کر بولی۔ سلیم نے کھا جانے والی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا پھر اُسی کے انداز میں بولا

"تم سے کس نے کہہ دیا کہ جب تم مروگی تو میں رونے والا منہ بناؤں گا"

"کہنا کس نے تھا۔۔کسی کی مجال ہے کہ مجھ سے کچھ کہے۔۔۔وہ تو میں نے خود ہی فرض کر لیا تھا" وہ اطمینان سے بولی

"میتھس پڑھا پڑھا کر تمہیں عادت ہی پڑ گئی ہے غلط سلط چیزیں فرض کرنے کی۔۔۔ یاد رکھنا جب تم مروگی تو میں موتی چور کے لڈو سارے محلے میں بانٹوں گا اور ان تمام گھروں میں بھی دے کر آؤں گا جہاں تم ٹیوشن پڑھانے جاتی ہو"

"میرے ابا اگر یہ بات کہتے تو مجھے بالکل حیرت نا ہوتی لیکن تمہارے منہ سے یہ بات سن کر میرا دل بالکل ٹوٹ گیا ہے سلیم" وہ گہری سانس بھر کر بولی۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے نینا۔۔۔کچھ اور ٹوٹا ہوگا۔۔۔دل تو تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔۔۔جو چیز ہے ہی نہیں وہ ٹوٹ کیسے سکتی ہے" سلیم ابھی بھی خفگی جتانے کی کوشش میں مصروف تھا۔

"یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔۔واقعی کچھ اور ٹوٹا ہوگا۔ تم سے بہتر کون جانتا ہے کہ میں ایک دل لیس انسان ہوں" سلیم نے اس کی

جانب دیکھا۔سلیم چند لمحے کچھ نہیں بولا ۔وہ جانتا تھا کہ اسے دیر بھی ہو رہی ہے اور پھر اتنی صبح دوکان خالی چھوڑ کر اس طرح چبوترے پر آبیٹھنا کوئی مناسب حرکت نہیں تھی

"تم مجھ سے کیوں ناراض ہو" وہ ایک دم سے اس کی جانب مڑ کر پوچھنے لگا تھا، نینا نے گہری سانس بھری

"میں ناراض نہیں ہوں سلیم" اس کے علاوہ وہ کیا کہہ سکتی تھی

"تو پھر اس طرح کیوں کر رہی ہو میرے ساتھ۔۔۔دو دن سے تم نے اپنی شکل نہیں دکھائی۔۔منہ بنا کر چھپ کر کیوں بیٹھی ہوئی ہو" وہ سخت ناراضی بھرے لہجے میں بولا تھا۔نینا چپ رہی۔

"دیکھو نینا۔۔اس ساری کہانی میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے تم دل میں چھپا کر رکھو۔۔یا اس پر جلتی کڑھتی رہو۔۔۔ایک بات تھی۔۔۔میں نے تمہیں کہہ دی اور سچ بتانا کہ کیا تمہارے لئے یہ بات کوئی انکشاف تھی؟۔۔کیا تم یہ سب پہلے سے جانتی نہیں تھی۔۔" نینا کی آنکھیں پھر خوامخواہ بھیگنے لگیں۔اس نے پلکیں جھکا لیں۔

"مجھے افسوس ہے سلیم۔۔۔لیکن میں۔۔" وہ اتنا ہی کہہ سکی سلیم کے چہرے پر برہمی کے تاثرات بڑھے تھے

"اب بس بھی کرو۔۔۔بہت ہو گیا یہ افسوس تعزیت اور پرسہ۔۔۔کچھ چیزیں میرے جنازے پر کرنے کے لئے بھی بچانی ہیں یا نہیں" نینا نے اس کی جانب دیکھا تو سلیم کو اندازہ ہوا کہ اس کی آنکھوں کے کناروں پر کہیں ہلکی سی نمی چمک رہی تھی۔اسے ہنسی آ گئی۔نینا چند لمحے اسے گھور کر دیکھتی رہی پھر وہ بھی ہنسی تھی

"بہت برے ہو تم سلیم۔۔۔ہوش سنبھالنے کے بعد سے میں کسی کے سامنے کبھی نہیں روئی لیکن تم نے مجھے رلا دیا" وہ ہنستے ہوئے بولی تھی

"آج تو رو لیا میرے سامنے لیکن دیکھو دوبارہ کبھی نا رونا۔۔۔میں بہت ہی کمزور انسان ہوں اور آنسو بے شک وزن میں بے حد ہلکے ہو۔

تے ہیں لیکن ان کا بوجھ بہت زیادہ ہوتا ہے اور یہ بوجھ ہر کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔۔اس لئے رو یا صرف اللہ کے سامنے کرو کیونکہ صرف اللہ ہی ہے جو آنسوؤں کا بوجھ سنبھال سکتا ہے۔۔" وہ سادہ سے لہجے میں نصیحت کر رہا تھا۔نینا نے اپنی بازو بڑھا کر وہ لفافہ اٹھایا تھا جس میں چپس اور جوس وغیرہ موجود تھے پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی

"جی اچھا۔۔۔آپ کے اس نصیحت نما مشورے کا شکریہ۔۔۔کوشش کروں گی کہ یاد رہ جائے" وہ ہمیشہ کی طرح اس کی چیزوں کے لئے شکریہ ادا کئے بناء آگے بڑھی تھی۔سلیم نے بھی اپنی بیساکھی اٹھائی تھی پھر جانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ اس نے عقب سے اسے پھر آواز دی تھی

"اے نینا۔۔۔سنو" وہ رکی تھی پھر اس نے مڑ کر استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا

"جی فرمائیے"

"آئی لو یو" سلیم نے کہا تھا۔ نینا کی ناک پھول گئی اور پیشانی پر مصنوعی خفگی کی تیوریاں نمودار ہوئی تھیں

"اونہہ۔۔دفع دور" وہ چڑ کر بولی تھی۔ سلیم نے قہقہہ لگایا۔ نینا آگے بڑھ گئی تھی۔ سلیم بھی اٹھا اور دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا دوکان کی جانب بڑھا تھا اور ساتھ ہی کھڑکی کی اوٹ میں کھڑا وہ وجود بھی ہٹ گیا تھا جو ان دونوں کو کافی دیر سے ناگواری سے دیکھ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کیا تمہاری بیوی مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے؟" حبیبہ نے اٹھلا کر سوال کیا تھا۔ کاشف اپنے گھر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس کے انداز میں عجلت تھی جسے حبیبہ نے بطورِ خاص محسوس کیا تھا۔ وہ احساسِ زیاں کی سب سے اوپر والی سیڑھی پر کھڑی تھی۔ اپنا سب کچھ دے کر بھی وہ کاشف کو مکمل طور پر تو حاصل نہیں کر پائی تھی۔ کاشف نے اس کے انداز کو بغور دیکھا۔ وہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا

"کیا میری بیوی خوبصورت ہے؟" اس نے اس کی جانب دیکھ کر سوال کیا پھر اس کے جواب کا انتظار کیئے بغیر بولا

"واقعی۔۔۔؟" اس کے انداز میں تحقیر و تضحیک کی آمیزش تھی۔ حبیبہ کھلکھلائی۔ اسے اطمینان ہوا تھا۔ کاشف بے شک اسے چھوڑ کر جا رہا تھا لیکن وہ دل سے اپنی بیوی کا نہیں تھا اور یہ امر اسے خوش کرنے کو کافی تھا۔

"تم بہت خوبصورت ہو حبیبہ۔۔۔تمہارے جیسی کوئی اور اللہ نے بنائی ہی نہیں ہے" کاشف نے اس کی بے داغ چہرے کی نرمی کو اپنی انگلی کے لمس سے پوری طرح محسوس کرتے ہوئے اسے مزید خوش کیا تھا اور پھر وہ اٹھ کر آئینے کی جانب بڑھا تھا۔ حبیبہ اس کی پشت کی دیکھتی ہوئی مغرور سے انداز میں مسکرائی۔ حبیبہ کو کسی نے پہلی دفعہ نہیں سراہا تھا لیکن کاشف کا سراہنا اور تعریف کرنا اسے پاگل سا کر دیتا تھا۔ کاشف کوئی عام مرد نہیں تھا۔ وہ ایک خوبصورت اور خوشحال مرد تھا، جس کو گفتگو کا سلیقہ تھا، جسے اچھا کپڑا پہننے اور اچھی خوشبو کے استعمال کو صحیح صحیح ادراک تھا۔ اس کا ساتھ اور اس کا نام کسی بھی عورت کی خوش قسمتی کو چار چاند لگا سکتا تھا۔ سب سے اہم بات تو یہ تھی کہ کاشف اس کے دل میں بستا تھا اور دل میں بسنے والا مرد جب عورت کی حسن و خوبصورتی کو سراہتا ہے، اس کی تعریف کرتا ہے تو عورت ہواؤں میں اڑنے لگتی ہے اور باقی دنیا اور دنیاداری جیسے اس کے جوتے کی نوک پر آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔

"تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے نا کاشف" اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں نظر آتے اس کے سراپے کو ایک ٹک دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ مرد کی محبت میں مبتلا ہر عورت کو یہ خدشہ زندگی کے کسی نا کسی مقام پر ستاتا ضرور ہے۔ اس نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا پھر مسکرایا

"تم چھوڑ دینے والی چیز ہو؟" حبیبہ نے نزاکت سے گردن ہلائی۔ اسے اِس جواب نے مطمئن نہیں کیا تھا

"سوال در سوال کیوں کرتے ہو۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم مجھے چھوڑ نہیں سکتے۔۔۔یہ تمہارے بس کی بات ہی نہیں ہے"

کاشف دوبارہ سے پلنگ پر بیٹھ کر اب موزے پہن رہا تھا۔ اسے اپنے گھر جانا تھا جہاں اس کی بیٹی تھی اور ماں بھی۔ مرد کی گھر والیاں جگہ جگہ ہو سکتی ہیں مگر گھر اسکا یک ہی ہوتا ہے جہاں اس کی اولاد ہوتی ہے۔ کاشف کو بھی گناہ میں لت پت ہو جانے کے بعد گھر یاد آیا

تھا جہاں اس کی اولاد تھی اور ایک عدد منکوحہ بھی جن کے تمام حقوق اس کے نام تھے اور حقوق العباد کی سب سے بڑی خلاف ورزی زنا ہے۔

"یہی سمجھ لو" وہ اسی عجلت بھرے انداز میں بولا تھا۔جیبہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے قریب آ بیٹھی۔وہ فی الوقت اسی بات سے بہت خوش تھی کہ اس کے کمرے میں موجود اس وجیہہ شخص کو بھی اس سے محبت ہے۔وہ محبت کے ہاتھوں اتنا لاچار تھی کہ لٹ پٹ کر بھی کسی افسوس میں مبتلا نہیں تھی۔وہ یہ بات سمجھ ہی نہیں پائی تھی کہ ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں تھا اور جہاں مرد عورت کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہوتا وہاں کوئی استحقاق نہیں ہوتا،کوئی رتبہ نہیں ہوتا،کوئی مقام نہیں ہوتا کوئی عزت نہیں ہوتی۔

"یہی سمجھتی ہوں بلکہ سمجھتی ہی نہیں ہوں۔۔مجھے اس بات کا یقین ہے کہ تم مجھے چھوڑ نہیں سکتے۔۔۔اتنی ہمت ہے ہی نہیں تم میں" وہ استحقاق بھرے انداز میں بولی تھی۔کاشف موزے پہن چکا تھا۔اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ مصنوعی سے انداز میں مسکرایا اور اس کے چہرے کو سہلانے کی فارمیلٹی پوری کرنے کے لئے اپنا ہاتھ اس کے گال پر رکھا تھا۔اس کے لئے جیبہ کے ناز و ادا فی الوقت بیکار تھے جبکہ جیبہ ابھی بھی محبت اس سنپولیے کو گود میں لئے بیٹھی جس کا احساس کاشف نے اسے دلایا تھا۔اس کے ہر جانب محبت ہی محبت تھی اور وہ اس اندھی محبت کے ساتویں آسمان پر پہنچنے کے قریب ہی تھی کہ گاڑی کے ہارن کی تیز آواز نے جیسے سارا طلسم توڑ ڈالا۔اس کے چہرے کو سہلاتا کاشف کا ہاتھ رکا تھا۔

"اس وقت کون آسکتا ہے؟" اس نے حیرانی سے سوال کیا تھا۔جیبہ نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔کاشف بعجلت اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑکی کا پردہ اٹھا کر باہر جھانک کر دیکھا۔بارش کی بوندوں نے شیشے کو دھندلا دیا تھا۔اس نے بغور دیکھا اور پھر یکدم پردہ چھوڑ کر پیچھے ہوا۔اسے اپنی گاڑی کو پہچاننے میں اب کی بار دقت نہیں ہوئی تھی۔اس دوران ہارن کی آواز دوبارہ سنائی دی

"کون ہے؟" جیبہ نے اس کے محتاط انداز پر حیرانی سے دیکھا

"میری گاڑی ہے۔۔کیا صوفیہ اور بی بی جان تم سے ملنے آنے والی تھیں؟" وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"ہاں۔۔۔شاید۔۔۔پتا نہیں۔۔۔کیوں۔۔کیا وہ آئی ہیں؟" جیبہ نے اپنی ناپسندیدگی چھپائی تھی۔اسے کاشف کا انداز برا لگا۔جب عورت اپنی کشتیاں جلا کر میدان میں اترتی ہے تو اسے سامنے کھڑے حریف کی پشت پر موجود کشتیاں بھی زہر لگ رہی ہوتی ہیں۔وہ کاشف کے لئے سارے خاندان کو چھوڑنے کو تیار تھی جبکہ وہ اپنی بوڑھی ماں اور عام سی بیوی بیٹی کو دیکھ کر اسے چھوڑنے کی کوشش میں تھا۔وہ بھی کھڑکی کے قریب آئی اور ذرا سا پردہ سرکا کر نیچے کی سمت دیکھا اسے صرف گاڑی ہی نظر آئی تھی۔گاڑی کے اندر کون کون تھا اتنی دور سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہی تھا۔

"یہ اس وقت یہاں کیا کرنے آئی ہیں؟" کاشف نے پھر اس سے پوچھا تھا۔جیبہ نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا پھر کاشف کی گھبراہٹ کو محسوس کر کے اس کے چہرے کے تاثرات بگڑے تھے

"تم اپنی گاڑی کو دیکھ کر اتنا گھبرا کیوں رہے ہو" وہ کھڑکی سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ہارن دوبارہ بجایا گیا تھا۔جیبہ کو کوئی پریشانی نہیں

تھی۔اس کے گھر کے دونوں کل وقتی ملازم چھٹی پر تھے۔وہ دروازہ کھولتی تو ہی دروازہ کھلنا تھا

"عجیب بات کر رہی ہو تم۔۔۔گاڑی میں صوفیہ بھی ہو سکتی ہے" وہ مسلسل کھڑکی کی جھری سے نیچے دیکھنے میں مصروف تھا۔ہارن بجانے پر جب دروازہ نہیں کھولا گیا تو ڈرائیور گاڑی سے نکل کر گیٹ کی طرف آ گیا تھا

"تو۔۔۔؟"صوفیہ نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں پوچھا۔کاشف نے چڑ کر اسے دیکھا۔وہ اس کے ساتھ مل کر مسئلہ کا حل ڈھونڈنے کی بجائے بستر پر دراز ہو گئی تھی

"تو۔۔۔؟" کاشف نے دوہرایا پھر ناک پھلا کر بولا

"وہ بیوی ہے میری۔۔۔کچا کھا جائیگی مجھے"

"مجھے پہلے ہی شک تھا کہ تمہاری بیوی ایک چڑیل ہے۔۔۔آدمخور چڑیل۔۔" جیبہ ابھی بھی اسی انداز میں بولی تھی۔اسے کوئی پرواہ نہیں تھی اور یہی بات کاشف کو غصہ دلا رہی تھی۔اب کی بار وہ خاموش رہا تھا۔جیبہ اس کی خاموشی سے شہہ پا کر بولی

"ریلیکس کاشف۔۔۔دروازہ نہیں کھلے گا تو وہ خود بخود واپس چلے جائیگی" کاشف ابھی بھی کچھ نہیں بولا تھا۔اس کی ساری توجہ کھڑکی سے نظر آنے والے منظر پر تھی۔اس کا ڈرائیور گیٹ سے اندر جھانک کر دیکھنے میں مصروف تھا۔



"کس سوچ میں گم ہیں" ایک ٹرے ان کے سامنے رکھتے ہوئے ان کی شریکِ حیات نے مسکراتے ہوئے سوال کیا تھا۔سامنے ٹی وی چل رہا تھا لیکن ان کی توجہ کسی طرف نہیں تھی۔وہ واقعی گہری سوچ میں گم تھے۔سوال پر بناء چونکے گہری سانس بھرتے ہوئے ان کے چہرے کی جانب دیکھا۔

"جب اولاد جوان ہو جائے حلیمہ۔۔۔بالخصوص بیٹیاں بڑی ہو جائیں تو باپ سوچوں میں ہی گم رہا کرتے ہیں" ان کا انداز سپاٹ لیکن چہرہ ابھی بھی سوچ کی پرچھائیوں تلے دبا پڑا تھا۔حلیمہ کے لئے ان کے یہ تاثرات نئے نہیں تھے۔وہ شوہر کی ہر رمز سے واقف تھیں۔انہیں جب کوئی بات بہت ہی زیادہ بری لگتی تھی تو انداز اور تاثرات بالکل اسی طرح سپاٹ اور لاتعلق ہو جایا کرتے تھے

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔" ان کی جانب کیک رس کی پلیٹ بڑھاتے ہوئے ان کی اہلیہ نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی۔حلیمہ ایک عجیب عورت تھیں۔انہوں نے شاید ہی کبھی ان کی کسی بات کی تردید کی تھی۔وہ جب بھی کوئی بات کہتے تھے، کرتے تھے یا کوئی فیصلہ کرتے تھے تو حلیمہ بلا چوں چراں کئے مان لینے کی عادی تھیں اور اس کا کریڈٹ وہ ہمیشہ خود کو دیتے تھے۔انہوں نے زندگی بھر نیک نیتی سے اپنی ذمہ داریاں نبھائی تھیں۔بیوی اور بچوں کو ہمیشہ وہ سب دیا تھا جن کی انہیں ضرورت تھی۔وہ اپنی خود کی نظر میں ایک بہترین ذمہ دار شوہر تھے۔

"تم نے کیا سوچا ہے زری اور نینا کے لئے۔۔۔کوئی رشتے وغیرہ ہیں نظر میں؟ انہوں نے کیک رس کھانے کی بجائے چائے کی پیالی کے ساسر میں رکھا تھا۔حلیمہ مسکرائیں اور حیران بھی ہوئیں

"یہ آج صبح صبح کون سی سوچیں بے حال کرنے لگیں آپ کو"

"بے حال تو واقعی ہو رہا ہوں۔۔۔بیٹا تو دیا نہیں اللہ نے کہ ذمہ داریاں بانٹ لیتا۔۔۔اب جو کچھ کرنا ہے بیٹیوں کے لئے مجھے ہی کرنا ہے۔" وہ سوچوں میں غرق تھے۔حلیمہ کے چہرے پر بھی تفکر کا جال سا بچھنے لگا۔ان کے لئے ازدواجی اندگی کی پہلی اور اہم شرط شوہر کی فرمانبرداری تھی۔اندھے اعتقاد والے لوگ جس طرح اخبار میں" آج کا دن کیسا گزرے گا" والا صفحہ دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں وہ اس اپنے شوہر کی پیشانی دیکھا کرتی تھیں۔وہ خوش ہوتے تھے تو یہ بھی خوش رہا کرتی تھیں اور اگر کبھی وہ پریشان اداس یا متفکر نظر آتے تو ان کا دن بھی اسی طرح گزرا کرتا تھا۔اب بھی شوہر کو مسلسل ایک ہی سوچ میں گم دیکھ کر ان کو بھی بے اطمینانی نے گھیر لیا تھا۔دل جیسے بالکل بجھ سا گیا تھا

"میں بڑی ہی بدقسمت ہوں۔۔۔آپ کو بیٹے کی خوشی بھی نا دے سکی" وہ اسی بجھے ہوئے انداز میں بولی تھیں

"یہ سب تو اللہ کے کام ہیں حلیمہ۔۔۔اس نے بیٹا نہیں دیا۔۔۔اس کی مرضی۔۔۔میں اپنی بیٹیوں سے بھی خوش ہوں۔۔۔یہ تو اللہ کی رحمت ہیں۔۔اللہ جن انسانوں کو اہل سمجھتا ہے انہیں ہی اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔۔۔تم دل چھوٹا کیوں کرتی ہو" وہ ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر انہیں تسلی دے رہے تھے۔حلیمہ کا دل شوہر کے اس رویے پر اس قدر مشکور ہوا کہ آنکھیں بھر آئیں

"آپ بہت اچھے انسان ہیں۔۔۔فرشتہ صفت۔۔۔میرے ماں باپ کی کوئی نیکی ہی تھی جو میرے کام آگئی ورنہ مرد تو بیٹا نا ہونے پر دوسری شادیاں کر لیتے ہیں لیکن آپ نے ایسا کبھی سوچا بھی نہیں" وہ احسان مند ہوئی جا رہی تھیں۔

"حلیمہ تمہیں تو بس شوہر کی تعریف کا موقع دے اللہ۔۔تم زمین آسمان کے قلابے ملانے لگتی ہو" وہ انہیں چڑانے لگے تھے ۔حلیمہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرائیں۔

"کیوں نا کروں تعریف۔۔۔آپ ہیں ہی اتنے اچھے۔۔۔نا صرف ایک اچھے شوہر بلکہ ایک بہترین باپ۔۔۔اللہ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے آپ جیسا جیون ساتھی دیا۔۔۔میں تو جتنا شکر ادا کروں کم ہے" حلیمہ ایک بار پھر ان کی تعریف میں رطب اللسان ہوئی تھیں۔ان کا سینہ بھی احساس تفخر سے پھولنے لگا۔وہ واقعی خود کو ایک بہترین شوہر اور باپ سمجھتے تھے۔انہوں نے بیٹیوں کی آمد پر بھی اللہ کا شکر ادا کیا تھا اور کبھی اپنی اہلیہ کو بیٹا نا ہونے کا طعنہ نہیں دیا تھا۔وہ بیٹیوں سے ناخوش بھی نہیں ہوتے تھے لیکن نینا کی خودسری انہیں پریشان کرنے لگی تھی۔وہ بدزبان بھی تھی اور بدمزاج بھی۔۔۔اس کے علاوہ اس کی طبیعت میں ضد اور ہٹ دھرمی کا عنصر بھی بہت زیادہ تھا۔

"اچھا باپ ہوں یا نہیں یہ تو تب ثابت ہوگا نا جب بیٹیوں کی ذمہ داری سے فراغت ملے گی۔۔۔ابھی تو ان کے مستقبل کی سوچ پریشان رکھتی ہے" وہ بالآخر اپنی پریشانی کی وجہ بتانے پر تیار ہو ہی گئے تھے۔حلیمہ نے سر ہلا کر تائید تو کی لیکن ساتھ ہی انہیں تسلی بھی دینی چاہی تھی

"اللہ نے بیٹیوں کو جب اتنا بڑا کرنے میں مدد کی ہے تو آئندہ بھی وہی کوئی سبب بنائے گا انشاءاللہ۔۔۔آپ اتنا بھی مت سوچیں۔۔۔اللہ خود ہی کوئی سبیل بنا دے گا"

"انشاءاللہ۔۔۔زری کی مجھے اتنی فکر نہیں ہے۔۔۔وہ بہت سمجھدار ہے۔۔۔اچھا برا سمجھتی ہے۔۔سارا مسئلہ نینا کا ہے۔۔۔وہ نا صرف

ضدی ہے بلکہ اپنی مرضی کرتی ہے ہر معاملے میں ۔۔۔جس نے جو کہہ دیا اس کے پیچھے لگ جاتی ہے ۔۔اسے اپنے اچھے برے کی پہچان نہیں ہے ۔۔اس کی بہت فکر رہتی ہے مجھے" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

" نینا کی وجہ سے تو میں بھی بہت پریشان رہتی ہوں ۔۔۔بہت منہ پھٹ ہوگئی ہے ۔۔۔بہت زبان درازی کرنے لگی ہے ۔" حلیمہ نے بھی فوراً ہاں میں ہاں ملائی

"سنو۔۔کیا اس نے کبھی تم سے کچھ کہا۔۔کسی میں دلچسپی ہے اسکی ۔۔۔میرا مطلب ۔۔۔" وہ جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہوگئے تھے۔حلیمہ نے ناگواری سے سر ہلایا اور فوراً تردید کی

"نہیں ۔۔۔کبھی نہیں ۔۔۔ضدی ہے میری بیٹی لیکن اس قسم کی بھی نہیں ہے ۔۔۔"

" وہ تو میں بھی جانتا ہوں ۔۔۔لیکن میں نے سوچا شاید ۔۔۔لڑکوں کے ساتھ پڑھتی ہے تو ۔۔۔شاید کہیں کچھ ۔۔۔" وہ ایک بار پھر خاموش رہے تھے۔انہیں مناسب الفاظ ہی نہیں مل رہے تھے۔انسان بھی بہت ہی عجیب چیز ہے۔بعض اوقات دوسروں کی بیٹیوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے جو الفاظ اور انداز بنا کسی جھجھک کے استعمال کرلیتا ہے،وہی الفاظ اور انداز اپنی بیٹیوں کے لئے نامناسب لگنے لگتے ہیں۔حلیمہ نے سابقہ انداز میں سختی سے گردن ہلائی تھی۔

"نہیں ۔۔۔آپ جیسا سوچ رہے ہیں،ایسا کچھ نہیں ہے اور یہ بات میں اپنی بیٹی کے بارے میں حلفیہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ ایسی کسی الٹی سیدھی سرگرمی میں ملوث نہیں ہے ۔۔۔آپ کو بھی اپنی تربیت پر بھروسہ ہونا چاہیئے۔۔" وہ بھی کچھ کہتے کہتے چُپ سے ہوئے پھر ٹھنڈی ہوتی ہوئی چائے کا سِپ بھرا تھا۔ان کا دل ابھی بھی اسی منظر میں اٹکا تھا جو انہوں نے صبح صبح کمرے کی کھڑکی سے دیکھا تھا۔

"سلیم کے ساتھ کافی بے تکلفی ہے اس کی ۔۔۔" انہوں نے بالآخر ان کے بھانجے کا نام لے ہی لیا تھا لیکن اس انداز میں کہ حلیمہ کو محسوس بھی نا ہو

" ہاں جی ۔۔دراصل اس کا بچپن گزرا ہے ان سب کے ساتھ ۔۔وہ سب اسے بہن سمجھتے ہیں" حلیمہ نے لفظ" بہن" پر زور دیتے ہوئے تسلی دینے والے انداز میں کہا تھا۔ان کو یہ اندازہ تو ہو ہی چلا تھا کہ ان کے مجازی خدا کسی غلط فہمی کا شکار ہیں اور یہ بات ان کو اب جھنجھلاہٹ میں مبتلا کرنے لگی تھی۔اپنی ہی اولاد کی بار بار صفائی دینا انہیں برا لگ رہا تھا جبکہ ان کی خاموشی سے ان کے شوہر کو مزید شہہ ملی تھی

" عجیب باتیں کرتی ہو حلیمہ ۔۔سمجھنے میں اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے ۔۔۔رشتے کہہ دینے سے بدل نہیں جاتے ۔۔۔معشوقہ کو محبوبہ کہو تو وہ حلال نہیں ہوجاتی ۔۔۔نینا ان کی بہن نہیں ہے ۔۔۔ناہی وہ اس کے بھائی ہیں ۔۔۔تم نینا کو بولو کہ سلیم سے دور رہا کرے ۔۔مجھے وہ لڑکا ایک آنکھ نہیں بھاتا ۔۔۔عجیب بیہودہ سالڑکا ہے ۔۔۔سارا دن محلے کی عورتوں سے ٹھٹھے لگاتا رہتا ہے" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بول رہے تھے۔حلیمہ کا چہرہ بالکل بُجھ گیا تھا لیکن پھر بھی وہ کچھ نہیں بولی تھیں

" مجھے نینا سے شکایت نہیں ہے ۔۔۔وہ تو بچی ہے۔لیکن سلیم دوکان پر بیٹھ بیٹھ کر بہت شاطر ہوگیا ہے ۔۔۔تم نے کبھی اس کے

دیکھنے کے انداز پر غور کیا ہے۔۔۔ ہر عورت کو ایسے گھورتا ہے جیسے نگل لے گا۔۔ وہ ایک بدفطرت انسان ہے" وہ ناک چڑھا کر بولے تھے ۔حلیمہ کو اس بات پر سخت اعتراض ہوا۔ وہ اپنے بھانجوں کی طبیعت سے واقف تھیں لیکن صفائی دینا اور شوہر کو کسی غلط بات پر ٹوکنا ان کے نزدیک سخت بے ادبی تھی۔

اس لئے وہ چپ کی چپ رہ گئیں۔



" بی بی جان ! کوئی دروزہ نہیں کھولتا۔۔ لگتا ہے گھر میں کوئی نہیں ہے" ڈرائیور نے گیٹ سے گاڑی کی جانب آ کر منہ بناتے ہوئے اطلاع دی تھی۔ صوفیہ نے جتاتی ہوئی نظروں سے ساس کو دیکھا جو خود بیزار ہوئی بیٹھی تھیں۔ وہ تو گھر سے بہت نیک نیت لے کر نکلی تھیں کہ ایک بیوہ عورت کی عدت ختم ہوئی ہے۔ اس کی دل جوئی کریں گی، اسے اپنی اپنائیت اور محبت کا احساس دلائیں گی اور سمجھائیں گی کہ ان کے گھر کے دروازے اس کے لئے کبھی بند نہیں ہوں گے لیکن ساری پلاننگ ناکام ہوگئی تھی۔ نیک دل عورت تھیں۔ نیکی کرنے کا خیال ہی ان کے لئے خوش کن ثابت ہوا کرتا تھا۔ گھر سے خوش باش نکلی تھیں۔ راستے میں بارش کی بناء پر ٹریفک کا خوب اژدھام رہا تھا۔ آدھ پون گھنٹہ کا راستہ ختم ہونے میں ہی نہیں آرہا تھا۔ دوسری جانب صوفیہ کی طنزیہ شکل دیکھ کر وہ پہلے ہی افسوس میں مبتلا ہوئی جا رہی تھیں اور اب حبیبہ کی غیر موجودگی کی اطلاع نے مزید اکتا دیا تھا۔ گھنٹہ بھر کی ڈرائیو لا حاصل ثابت ہوئی تھی۔

" ارے بیٹا۔ تین چار بار بجاؤ نا گھنٹی۔۔۔" وہ افسوس بھرے انداز میں بولی تھیں

" بی بی جان گھنٹی میں پانی پڑ گیا ہے بارش کا۔ کرنٹ آرہا ہے۔۔۔ میں نے دروازہ بجایا ہے لیکن۔۔۔" بی بی جان نے اس کی بات کاٹی۔

" ارے میاں تو زور سے بجاؤ نا۔۔۔ اندر کمروں میں آواز نہیں جاتی اس کی۔۔ وہ بیوہ عورت ہیں۔۔۔ بند کمرے میں کہیں پڑی ہوں گی۔۔ کیا پتا نماز قران میں مصروف ہوں۔۔۔۔ ان کو کہاں جانا ہے۔ گھر میں ہی ہوں گی۔۔ اتنی بارش میں بھلا نکلتا ہے کوئی گھر سے" انہوں نے اصرار کیا تھا۔ ڈرائیور سر ہلا کر دوبارہ گیٹ کی جانب چلا گیا تھا۔ وہ جانتی تھیں دوبارہ ان سے آیا نا جائیگا اس لئے چاہتی تھیں کہ یہ چکر ضائع نا ہو۔ صوفیہ نے تاسف بھرے انداز میں انہیں دیکھا۔ حبیبہ کی غیر موجودگی کا سن کر ویسے ہی اس کے وجود میں الارم بجنا شروع ہو گئے تھے۔

" بی بی جان ہر بیوہ عورت نماز قران ہی نہیں پڑھتی رہتی۔۔ اس کی اور بھی مصروفیات ہوتی ہیں۔۔۔ اور آپ کب تک حبیبہ کو اس ایک بات کی بناء پر رعایت دیتی رہیں گی۔۔۔ وہ کوئی عام سی عورت نہیں ہے۔۔ ایک آزاد خود مختار عورت ہے۔۔۔ وہ واقعی گھر میں نہیں ہوگی۔۔ اس موسم میں نکل گئی ہوگی کہیں آوارہ گردی کرنے۔۔ میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ کاشف کی گاڑی کو دیکھا تھا میں نے۔۔۔ آپ کا بیٹا سیر سپاٹا کروانے لے گیا ہوگا بیچاری کو" صوفیہ نک چڑھے انداز میں بولی۔ بی بی جان نے اس کی جانب دیکھا نا اس کی بات کا جواب دیا۔ وہ بحث برائے بحث کی قائل نہیں تھیں اور پھر ایک ڈیڑھ سال میں وہ جان گئی تھیں کہ بہو کی جتنی تربیت وہ کر سکتی تھیں، کر لی۔۔۔ اب باقی وہ اپنے

ذاتی تجربات سے سیکھے گی۔ چند منٹ میں ہی ڈرائیور نفی میں سر ہلاتا ہوا واپس آ گیا تھا۔ بی بی جان کو بہت مایوسی ہوئی لیکن انہوں نے ڈرائیور کو گاڑی گھر کی طرف موڑنے کا کہہ دیا تھا۔ اس نے گاڑی ریورس کی۔ گاڑی ذیلی سڑک پر ڈالی اور چند لمحوں میں بڑی سڑک پر آ گیا۔

"گاڑی کھڑی ہے اندر۔۔۔ مگر لگتا ہے گھر میں کوئی نہیں ہے" ڈرائیور نے عام سے انداز میں کہا تھا

"کس رنگ کی گاڑی کھڑی تھی اندر؟" اس نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ عام طور پر وہ گھر کے مرد ملازمین کو براہِ راست کم ہی مخاطب کرتی تھی لیکن اس وقت اس سے رہا نہیں گیا تھا

"سیاہ رنگ کی تھی جی۔۔۔" صوفیہ نے سر ہلایا پھر اس نے جتاتی ہوئی نظروں سے بی بی جان کی جانب دیکھا لیکن وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر اکتاہٹ تھی۔ اس کا اپنا دل جل کر خاک ہوا جا رہا تھا

"اے لو۔۔۔۔۔ انسان دِکھا نہیں تمہیں کوئی۔۔۔ گاڑی دِکھ گئی" وہ ڈرائیور کی بات پر غور کیے بناء اسے ڈپٹ رہی تھیں



"تم لوگوں کو گھر سے جانا ہوتا ہے تو میری واپسی سے پہلے ہو آیا کرو۔۔۔ لیکن میں گھر آؤں تو مجھے گھر ملا کرو ورنہ میرا دل بے چین ہونے لگتا ہے۔۔۔ میں گھر آتے ہی سب سے پہلے تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں" کاشف نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے لاڈ بھرے لہجے میں کہا تھا۔ وہ جب گھر پہنچا تو اس کی توقعات کے برعکس بی بی جان اور صوفیہ ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ اسی لئے اس نے آرام سے یہ تاثر دیا تھا کہ وہ تو کب سے گھر پر موجود ان کا انتظار کر رہا تھا۔ بیڈ روم میں پہنچتے ہی اس کا انداز کافی والہانہ ہو گیا تھا کہ صوفیہ کو بھی شکوے شکایتیں بھول گئیں۔

"میں بھی کب جانا چاہ رہی تھی۔ لیکن بی بی جان نے اصرار کیا تھا۔۔۔ وہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔۔۔ حبیبہ کی عدت ختم ہوئی ہے تو وہ اس سے ملنا چاہتی تھیں لیکن وہ محترمہ تو گھر پر تھیں ہی نہیں" صوفیہ نے بات کا آغاز سادہ سے انداز میں کیا تھا۔

"تم لوگوں کو فون کر کے جانا چاہیئے تھا نا۔۔۔ وہ بہت عجیب طرح کی عورت ہے۔۔۔ چوبیس گھنٹوں میں سے بیس گھنٹے تو وہ آوارہ گردی میں گزارتی ہے۔۔۔ اور اب تو صورتحال ہی تبدیل ہو چکی ہے۔۔۔ وہ پہلے بھی گھر پر کم ہی ٹکتی تھی اب تو خیر سے مجید بھی نہیں رہا۔۔۔ اب کون پابند کر سکتا ہے اس کو گھر کی چار دیواری میں رہنے کے لئے۔۔"

کاشف نے سرہانہ درست کر کے اپنی نشست کو آرام دہ بنایا تھا۔ صوفیہ کو اس کے منہ سے یہ جملہ سن کر بے حد حیرت ہوئی۔

"آج سورج کدھر سے نکلا تھا۔۔۔ آج تو کاشف صاحب اپنی پسندیدہ ترین ہستی کی خامیاں گنوا رہے ہیں" وہ اپنے دل کی خوشی چھپاتے ہوئے مزاحیہ سے انداز میں بولی تھی

"نہیں بھئی۔۔ خامیاں نہیں گنوا رہا۔۔۔ ہر انسان کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے۔۔۔ وہ اپنے شوہر کی زندگی میں بھی ایسی ہی تھی۔۔۔ آزاد منش۔۔ آوارہ گرد" وہ انتہائی تضحیک آمیز انداز میں بولا تھا۔ حبیبہ کی برائی صوفیہ کے مزاج کو بے حد بشاش کر دیتی تھی لیکن اسے حیرت بھی ہو رہی تھی مگر اس نے اس سے متعلق سوال نہیں کیا تھا۔

"آپ کی گاڑی کہاں تھی شام کو۔۔۔؟" اس نے لہجے کو سرسری بناتے ہوئے سوال کیا تھا۔کمرے کا ماحول بے حد خوشگوار تھا وہ شوہر پر شک کر کے اسے خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔اسے بلاوجہ جھگڑا کرنے کی عادت بھی نہیں تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ان کے درمیان جھگڑے کی بنیادی وجہ شروع سے کاشف کی رنگین مزاجی رہی تھی جسے کاشف صوفیہ کی شکی طبیعت قرار دے کر چٹکیوں میں اڑا دیا کرتا تھا اور صوفیہ کے کسی قسم کے استفسار پر وہ غصے میں آجایا کرتا تھا اور چیخ چیخ کر بولنے لگتا تھا جس سے صوفیہ ڈر جایا کرتی تھی۔کاشف اس کے ہر خدشے کو اتنی مہارت سے شک قرار دے دیتا تھا کہ بعض اوقات صوفیہ خود یہی سمجھنے لگتی تھی کہ شاید وہ اوورری ایکٹ کرتی ہے۔اس لئے اس نے گاڑی کے متعلق بھی عام سے انداز میں سوال کیا تھا

"حبیبہ کے گھر تھی۔۔۔اسے کہیں جانا تھا تو اس نے منگوائی تھی بمع ڈرائیور کے" کاشف نے سوچا سمجھا جواب دیا تھا

"اور آپ خود کہاں تھے۔۔۔کس کے ساتھ وقت گزارتے رہے" وہ ابھی بھی تحمل سے بولی تھی۔کاشف نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا پھر وہ مسکرایا تھا

"میں حبیبہ کے ساتھ رہا سارا دن۔۔۔پہلے اس کے ساتھ ناشتہ کیا۔۔۔اس کے ہاتھ کی بنی چائے پی۔۔۔پھر سارا وقت اس کے ساتھ محبت جتاتا رہا تاکہ وہ اپنے شوہر کو یاد کر کے اداس نا ہو۔۔۔پھر اسے شاپنگ پر لے گیا۔۔۔اس کی پسندیدہ جگہ سے لنچ کروایا پھر اسے گھر ڈراپ کیا میں گھر واپس آنا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے روک لیا۔۔۔اسے اکیلے ڈر لگ رہا تھا۔۔۔اس کی خاطر میں نے اس کو گود میں لے کر اس کا کندھا تھپتھپا کر اسے سلایا اور پھر گھر واپس آگیا" کاشف نے نہایت اطمینان سے صوفیہ کی گود میں سر رکھا اور اس کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا اور آنکھیں بند کر کے اسے سارا دن کی روئیداد سنائی تھی۔صوفیہ نا سمجھی کے عالم میں اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔اسے بولنے کے لیئے مزید لفظ ہی نہیں مل رہے تھے۔کاشف نے یکدم آنکھیں کھولیں اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس دیا

"یہی سب سوچتی رہتی ہو نا تم میرے بارے میں۔۔۔ہے نا۔۔۔بولو" وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔

"یہ تو نہیں کہا میں نے" صوفیہ سنبھل کر بولی

"چہرہ دیکھو اپنا۔۔۔اتنا شک مت کیا کرو بیگم۔۔۔۔میں کئی دن سے اس کی طرف نہیں گیا۔۔۔ہاں گاڑی ضرور بھیجتا ہوں بمع ڈرائیور کے۔۔۔یہ تو میری ذمہ داری ہے یار۔۔۔اس کے شوہر کا کتنا سرمایہ ہے میرے کاروبار میں۔۔۔جبکہ تم سمجھتی ہو میں شاید رنگ رلیاں مناتا رہتا ہوں" وہ اسے شرمندہ کرنا چاہ رہا تھا اور کامیاب رہا تھا

"اف۔۔۔یہ کب کہا میں نے۔۔۔اب ایسے بھی ویلے نکمے نہیں ہیں آپ۔۔۔اتنا تو جانتی ہوں میں" وہ گہری اطمینان بھری سانس لے کر بولی۔یہ مشرقی عورت کی الٹی رمز ہے۔شوہر اگر اپنے منہ سے اعتراف کرلے تو اسے جھوٹا سمجھا جاتا ہے اور صوفیہ کو اس کی ساری سچی بات پر یقین نہیں آیا تھا۔وہ یہی سمجھی تھی کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔وہ اگر انکار کرتا تو صوفیہ کی نظر میں جھوٹا ٹھہرتا اور کاشف نے اسی لئے اطمینان سے اعتراف کر کے اسے گھما کر رکھ دیا تھا۔

"شکر ہے اتنا تو جان گئی ہو مجھے ۔۔۔ دیکھو صوفیہ پلیز اب تم اپنے آپ کو ان فضول سوچوں سے نکال لو۔۔میں واقعی اتنا فارغ نہیں ہوں ۔۔۔اتنا کام بڑھ گیا ہے۔۔۔مجید کی وفات سے کام کا بہت بوجھ مجھ پر پڑ گیا ہے۔۔۔بعض اوقات کھانا کھانے کے لئے دس منٹ کی فرصت بھی نکالنی محال ہو جاتی ہے۔۔اس کے باوجود تم اگر یہ سمجھتی ہو نا کہ میں سارا دن غیر عورتوں کے ساتھ وقت گزارتا رہتا ہوں تو پلیز اپنے ذہن کو تھوڑا آرام دو۔۔۔مجھے تمہارے اور زرمین کے علاوہ کسی دوسرے وجود میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔تم دونوں کے بعد اگر کوئی چیز میری توجہ اپنی جانب کھینچتی ہے تو وہ میرا بزنس ہے۔۔۔جس کے لئے میں دن بھر خوار ہوتا ہوں۔۔۔میں تم دونوں کو زندگی کی ہر خوشی دینا چاہتا ہوں۔۔۔یہ سب جو میرے پاس ہے نا یہ میرے ابا کا کمایا ہوا ہے۔۔۔میں اس میں اضافہ نہیں کروں گا تو میری اولاد کے پاس فخر کرنے کے لئے کچھ نہیں بچے گا۔۔۔تم سمجھ رہی ہو نا میری بات۔۔۔" وہ ابھی بھی اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔صوفیہ کو دل ہی دل میں خود پر غصہ آیا اور اپنی سوچ پر شرمندگی بھی ہوئی۔اس کا شوہر سارا دن کتنی محنت سے کام کرتا تھا، خوار ہوتا تھا اور وہ اس پر شک کرنے سے باز نہیں آتی تھی۔

"مجھے امید ہے آئندہ تم اس متعلق کوئی بات نہیں کرو گی۔۔۔اور سنو دوبارہ حبیبہ کے گھر جانے کی ضرورت نہیں۔۔۔نا تم وہاں جاؤ گی نا زرمین کو لے جاؤ گی۔۔۔مجید کے بعد اس عورت کے رنگ ڈھنگ بہت بدل گئے ہیں۔۔۔بیس طرح کے آدمیوں سے تو یارانے ہیں اس کے۔۔" کاشف نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

"مجھے تو پہلے دن سے وہ عورت کبھی اچھی نہیں لگی۔۔۔شوہر کی زندگی میں اس کے ناز و ادا قابو میں نہیں رہتے تھے اور اب تو شوہر بھی نہیں رہا" صوفیہ تسلی بھری سانس لیتے ہوئے بولی تھی۔بالآخر سب کچھ اس کے حق میں ہو ہی گیا تھا۔

"اچھا چھوڑو اس بی گریڈ عورت کو۔۔۔یہ ذرا میرا سر دباؤ نا ذرا۔۔۔کسی سیانے نے یہ نہیں بتایا تمہیں کہ بیوی جب محبت سے شوہر کا سر دباتی ہے نا تو اس کے سارے دن کی تھکن اتر جاتی ہے۔۔۔" اس نے اس کا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا تھا۔صوفیہ جی جان سے نہال ہوتے ہوئے اپنے فرشتہ صفت شوہر کی پیشانی کو سہلانے لگی تھی اور ساتھ ہی اس دن اس نے اپنے آپ سے تہیہ کیا تھا کہ وہ اپنی بلا وجہ شک کی عادت کو ترک کر دے گی۔دوسری طرف کاشف کو اس رات بہت اطمینان کی نیند آئی۔اس کی بیوی بھی اس سے راضی ہو گئی تھی اور دل بہلانے کو ایک عدد خوبصورت محبوبہ بھی مکمل طور پر مٹھی میں تھی۔اللہ کو راضی کرنے کا اس نے ابھی سوچا نہیں تھا۔اس کے نزدیک یہ بڑھاپے میں کرنے والا کام تھا



اس کے گیلے بال ٹخنوں تک پھیلے تھے اور ٹاول سے کافی دیر جھاڑ لینے کے بعد بھی پانی کی ننھی بوندیں فرش پر ٹپک رہی تھیں۔اس نے آئینے میں کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سمیٹ کر بائیں کندھے پر پھیلایا تھا اور پھر دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے ان کو سہلانے لگی۔پانی اس کی انگلیوں پر بھی چمکنے لگا لیکن اسے اس عمل سے محبت تھی۔وہ کچھ دیر بالوں کو اسی طرح سہلاتی رہی تاکہ نا صرف پانی نکل جائے بلکہ بغیر کنگھا کئے وہ سیدھے بھی ہو جائیں۔اس کے بعد اس نے بالوں کو اسی طرح کندھے پر بکھرا رہنے دیا تھا۔وہ اپنے بستر تک گئی تھی جہاں

اس کے گلابی رنگ کے ٹاول پر اس کا چیل فون پڑا تھا۔اس نے وہ سیل فون اٹھالیا اور پھر فرنٹ کیمرہ آن کر کے اس نے بالوں کی ایسے زاویے سے تصویر لی تھی کہ اس کی ایک آنکھ، ناک اور آدھے ہونٹ بھی تصویر میں سما سکیں۔دو تین کلک کے بعد تصاویر چیک کی تھیں پھر برا سامنہ بنا کر اس نے وہ سب ڈیلیٹ کر دیں۔اسے وہ پسند نہیں آئیں تھیں۔ان میں اس کے بال ذرا بھی نمایاں نہیں ہو رہے تھے۔اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔کمرے کی ایک ٹیوب لائٹ آن تھی۔اس نے آگے بڑھ کر دوسری ٹیوب لائٹ بھی آن کر لی تھی اور پھر پہلے کی طرح اس نے چند تصاویر اتاری تھیں اور پہلے ہی کی طرح چند سیکنڈز میں وہ سب ڈیلیٹ کر دی تھیں۔وہ مطمئن نہیں ہو رہی تھی۔ان تصاویر میں اس کے بالوں کی خوبصورتی مکمل طور پر نمایاں ہی نہیں ہو رہی تھی۔اسے اپنے لمبے بال بے حد پسند تھے۔اس کے بال انتہائی خوبصورت تھے۔ان کی لمبائی ٹخنوں تک تھی اور بالکل ریشم کی طرح نرم تھے۔ان کا رنگ بالکل سیاہ نہیں تھا بلکہ وہ ہلکے سے بھورے تھے اور جب کبھی وہ بال کھول کر سورج کی روشنی میں جاتی تھی تو کرنیں اس کے شہد رنگ بالوں سے پھسل پھسل کر عجب سنہرا سا عکس پیش کرتی تھیں۔وہ اسی سنہرے عکس کو کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کرنا چاہ رہی تھی لیکن سورج کی روشنی مدھم پڑ چکی تھی اور فی الوقت یہ ممکن نہیں تھا۔اس نے ناک منہ چڑھا کر مزید تصاویر لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔کیمرہ آف کرتے ہی چیل فون پر آئے ہوئے واٹس ایپ میسجز نمایاں ہوئے تھے۔وہ پچاس سے زیادہ میسجز تھے۔اپنے بیڈ پر نیم دراز ہو کر اس نے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے پہلا میسج کھولا تھا۔وہ مزید مسکرائی تھی پھر اس نے دوسرا میسج کھولا تھا۔اس کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی اور پھر تیسرے میسج پر مسکراہٹ ہنسی میں بدل گئی تھی۔یکے بعد دیگرے اس نے پچاسوں میسجز کھول کر دیکھ لئے تھے۔آخری میسج پر پہنچنے تک اطمینان بھری ہنسی اس کے ہونٹوں کے کناروں سے باہر اُبلنے لگی تھی۔پچاس کی پچاس میسج ایک ہی نمبر سے آءے ہوئے تھے اور ہر میسج میں ایک ہی جملہ لکھا ہوا تھا۔

"راپنزل راپنزل۔۔۔اپنے بال بکھراؤ۔راپنزل راپنزل۔۔۔اپنے بال بکھراؤ"



"یہ کیا ہے اماں؟" وہ دھیرے دھیرے سیڑھیاں اتر کر ڈائننگ ٹیبل تک آئی تھی جب رانی کی آواز اسے سنائی دی۔اماں رضیہ اور رانی سامنے کچن میں اپنے دھیان میں مگن تھیں اس لئے انہیں شہرین کے آنے کی خبر نا ہوئی تھی۔وہ عام طور سے سمیع کے آفس چلے جانے کے ڈیڑھ دو گھنٹے بعد اٹھتی تھی اس لئے ان ڈیڑھ دو گھنٹوں میں اماں رضیہ ہی ان کی مالکن ہوتی تھیں۔وہ تقریباً دو سالوں سے ان کے پاس تھیں اور انہوں نے بہت اچھے طریقے سے سارا گھر سنبھالا ہوا تھا۔اس لئے شہرین ان کی جانب سے بہت مطمئن تھی

"یہ کاغذات ہیں۔۔۔سمیع نے دئے تھے" اماں رضیہ کی کافی مصروف سی آواز سنائی دی تھی

"آپ تو بڑی قابل ہیں اماں۔۔۔سارے ہی کام کر لیتی ہیں۔۔۔کھانا پکانا، سینا پرونا۔۔۔اور یہ لکھت پڑھت بھی" رانی انہیں سراہ رہی تھی یا طنز کر رہی تھی۔شہرین سمجھ نا پائی۔اس نے بہت آہستگی سے کرسی تھوڑا سا اٹھا کر آگے کی اور اس پر بیٹھ گئی۔اس کی جانب ان دونوں کی پشت تھی۔

"ارے نوکر کیا اور نخرہ کیا۔۔جو بھی صاحب لوگ کہیں سب کرنا ہی پڑتا ہے" اماں کا انداز اکتاہٹ بھرا تھا۔

"آپ کو تو خیر کوئی بھی نوکر نہیں سمجھتا۔۔اتنی عزت کرتی ہیں شہرین باجی آپ کی" رانی کی آواز آئی تھی

"ہاں اس میں کیا شک ہے۔۔شہرین بھی اور سمیع بیٹا بھی دونوں نیک ماں باپ کی نیک اولادیں ہیں۔۔خوب ادب آداب اور سلیقے والے لوگ ہیں۔۔ہمیشہ عزت واحترام سے بات کرتے ہیں" اماں رضیہ کی بات سن کر شہرین کو اچھا لگا۔وہ اور سمیع واقعی ملازموں کے ساتھ کافی اچھے طریقے سے بات کرنے کے عادی تھے۔

"ہمیں کیا پتا اماں ان کے ماں باپ نیک ہیں یا بد۔۔ہم نے کون سا کسی کو یہاں آتے جاتے دیکھا ہے۔۔میں کتنے عرصے سے یہاں ہوں۔۔باجی کے میکے یا سسرال سے کبھی کسی نے قدم نہیں رکھا۔۔چلو وہ نا سہی کوئی اور ہی سہی۔۔کوئی تو آئے جائے اس گھر میں۔۔بڑے لوگوں کے گھر تو مہمان ہی ختم نہیں ہوتے لیکن یہاں تو کبھی کسی مہمان کو دیکھا ہی نہیں۔۔وہ جہاں میری بڑی بہن کام کرتی ہے۔۔کہتی ہے آئے روز دعوتیں ہوتی ہیں۔۔ایسے پیارے پیارے کپڑے پہن کر اس کی مالکن کی سہیلیاں اور ملنے والیاں آتی رہتی ہیں۔۔اتنے مزے مزے کی چیزیں بنتی ہیں اس کی مالکن کے باورچی خانے میں۔۔" رانی بہت ہی لالچی سی لڑکی تھی۔بات کرتے ہوئے بھی جیسے لالچ آواز سے جھلکنے لگا تھا

"آئے ہائے رانی تو یہاں کون سا بھوکی مرتی ہے۔۔گوشت مرغی مچھلی۔۔سب کچھ تو ملتا ہے تجھے۔۔فریج میں آئسکریم جوس تو نہیں چھوڑتی۔۔شہرین نے کتنے ہی پرانے کپڑے تجھے دئے ہوئے ہیں۔۔پھر بھی تیرا لالچ ختم نہیں ہوتا" اماں رضیہ نے سخت لہجے میں ٹوکا تھا

"آپ تو ناراض ہی ہو گئیں اماں۔۔۔میں نے کب کہا کہ میں بھوکی مرتی ہوں۔۔میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ مہمان نہیں آتے اس گھر میں۔۔شہرین باجی کے اماں ابا یا سمیع بھائی کے ماں ابا کو کبھی نہیں دیکھا۔۔نانا نانی اور دادا دادی کی تو جان ہوتی ہے اپنے دوہتروں پوتوں میں لیکن کوئی ایمن سے ملنے بھی کبھی نہیں آتا۔۔رونق نہیں ہے اس گھر میں" رانی ابھی بھی اپنے موقف پر قائم تھی۔ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھی شہرین کو برا تو لگا لیکن جو بھی رانی کہہ رہی تھی وہ حقیقت ہی تھی سو اس نے ٹوکا نہیں تھا بلکہ خاموشی سے ان کی باتیں سنتی رہی

"ارے بی بی تمہارے پنڈوں گوٹھوں (دیہات گاؤں) میں رہ گئی ہیں ایسی رونقیں اب۔۔شہروں میں نہیں ہوتا یہ سب۔۔معاف کرو مجھے اور کام کرنے دو" اماں رضیہ مزید اکتائی ہوئی آواز میں بولی تھیں۔

"اچھا اچھا ماں کرو کام۔۔ڈانٹو تو نہیں" رانی پھر بولی تھی

"ڈانٹ نہیں رہی ہوں صرف سمجھا رہی ہوں۔۔۔تیری ماں آتی ہے مجھے کہہ کر جاتی ہے کہ تیرا خیال رکھا کروں اسی لئے کہہ رہی ہوں۔۔۔اپنے کام سے کام رکھا کر۔۔ملازموں کو زیب نہیں دیتیں ایسی باتیں۔۔۔چل اٹھ ایمن بٹیا کے کپڑے بدل۔۔اسے تیار کر دے۔۔۔اسپتال لے جانا ہے" اماں رضیہ نے کہا تھا۔ایمن کے نام اور اسپتال کے ذکر پر شہرین چونکی۔

"ایمن کو کیا ہوا ہے۔۔۔وہ تو ٹھیک ہے۔۔۔اسپتال کیوں جانا ہے" شہرین کے ذہن میں جو سوال اٹھا تھا وہی رانی نے پوچھ لیا تھا

"ایک تو تُو ہم سب کی مالکن بنی رہا کر۔۔۔سوال پر سوال کرتی جائیگی۔۔۔کچھ نہیں ہوا ہے بچی کو۔۔ٹھیک ٹھاک ہے۔۔۔حفاظتی ٹیکہ لگنا ہے۔۔اس مہینے چار سال کی ہو رہی ہے۔۔۔سمیع بیٹا کہہ گیا تھا کہ گاڑی بھیج دوں گا ایمن کو لے جانا۔۔ڈاکٹر سے ٹائم لے رکھا ہے اس نے" اماں رضیہ نے اس کے تجسس کو دیکھتے ہوئے تفصیل سے جواب دیا تھا

"ایمن کی سالگرہ ہے اس مہینے۔۔۔؟" رانی کا لہجہ پر جوش ہوا تھا

"اماں سالگرہ بھی کرتے ہیں یہ لوگ بچی کی یا نہیں۔۔مجھے نہیں لگتا کہ کرتے ہوں گے" وہ پھر اپنے حقوق سے تجاوز کرتے ہوئے ایک سوال پوچھ رہی تھی

"ارے میری ماں مجھے نہیں پتا۔،،، مجھے صرف ٹیکے کا بتایا ہے سمیع نے۔۔۔اور تجھے بھی جو کہا ہے وہ کر" ماں رضیہ اس بار بہت سخت لہجے میں گھرک کر بولی تھیں

"جارہی ہوں جارہی ہوں۔۔بس آخری بات بتادو۔۔۔سالگرہ ہوگی کہ نہیں" وہ شاید کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہوگی لیکن اماں نے شاید پھر ٹوکا تھا

"اچھا اچھا۔گھور کیوں رہی ہیں۔۔۔جارہی ہوں۔۔۔کیا قسمت ہے ایمن بیچاری کی بھی۔۔۔اتنی پیاری بچی ہے لیکن اس کے ماں باپ کو اس سے پیار ہی نہیں ہے"۔رانی کی دور جاتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔شہرین وہیں بیٹھی رہ گئی۔اس کے ملازمین اس کی ناک کے نیچے اس کے متعلق کیا کیا باتیں کرتے رہتے تھے



"کیا کر رہی ہو؟" زری نے اسے بستر پر آڑا ترچھا لیٹ دیکھ کر پوچھا تھا۔اس کے بال بکھرے تھے اور چہرہ بالکل بے رونق لگ رہا تھا جبکہ اس کے برعکس زری نے کلینزنگ کر کے ہاتھ منہ دھویا تھا پھر نائٹ کریم لگائی تھی۔اپنے بالوں میں دس منٹ کنگھا پھیر پھیر کر خون کی روانی کو خوب بڑھایا تھا پھر بستر پر بیٹھ کر اس نے خوب سارا لوشن ہتھیلیوں پر انڈیلا تھا اور انگلیوں کا مساج کرنا شروع کر دیا تھا۔وہ اپنے آپ سے کبھی لاپروائی نہیں برتتی تھی۔

"نماز پڑھ رہی ہوں" نینا نے لیٹے لیٹے جواب دیا تھا۔زری نے اسے گھورا

"لیٹ کر کون سی نماز پڑھ رہی ہو تم؟"

"جب نظر آرہا ہے کہ لیٹی ہوئی ہوں تو پھر کیوں پوچھا کہ کیا کر رہی ہو؟" نینا نے اسی کے انداز میں جواب دیا

"اس لئے پوچھا کہ کہیں تم سو تو نہیں گئی" زری نے دائیں ہاتھ کی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی پہلی انگلی کو مروڑتے ہوئے مساج کرتے ہوئے کہا تھا

"فرض کرلو۔۔اگر سوگئی ہوتی تو۔۔۔؟" نینا نے ایک اور سوال پوچھا

"تو میں تمہیں وہ نا کہتی جو کہنے والی تھی" زری اطمینان سے بولی

"اچھا تو پھر کہہ دو بسنتی۔۔۔کیا کہنا چاہتی تھی تم" نینا کا مزاج کافی اچھا تھا۔

"میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ کبھی کبھی سونے سے پہلے کلینزنگ کر کے منہ دھولیا کرو۔۔۔رنگ کتنا پھیکا سا ہو رہا ہے۔۔۔اور اسکن بھی رف ہوگئی ہے تمہاری" وہ اس کا احساس کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔نینا نے پہلے منہ بنایا پھر تھوڑا سا ہنسی

"کیا بہت بری لگ رہی ہوں؟" اس کا مزاج اچھا ہو رہا تھا اس لئے زری نے بھی اتنی بات کہہ دی تھی ورنہ وہ برداشت کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔

"نہیں۔۔۔بری تو نہیں لگ رہی لیکن اگر اپنا خیال رکھو تو فریش لگنے لگو گی۔۔خوبصورت لگنے لگو گی" نینا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔اس نے اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھا۔اس کے ہاتھ تو واقعی کتنے رف لگتے تھے جبکہ زری اتنی نکھری نکھری لگ رہی تھی۔وہ دوبارہ اپنی جگہ پر ڈھیر ہوگئی

"میرا دل نہیں کرتا یار۔۔۔یہ کام نہیں ہوتے مجھ سے" اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔اس کا موڈ اچھا تھا تب ہی ایسے کہہ دیا تھا ورنہ ایسے مشوروں پر وہ ترخ کر زری کو" مائنڈ یور آن بزنس" کہا کرتی تھی

"خوبصورت لگنے کا دل نہیں کرتا۔کیسی لڑکی ہو تم؟" زری حیران ہوئی حالانکہ جانتی تھی اس کی بہن ایسی ہی ہے

"میرا مطلب یہ سب کرنے کو نہیں کرتا۔۔۔مساج کلینزنگ۔۔فیشل پیڈی کیور مینی کیور" وہ اسی انداز میں لیٹی چھت کو تکتے ہوئے کہہ رہی تھی

"تم بہت عجیب مخلوق ہو۔۔۔آجکل کی لڑکیوں والی تو کوئی بات ہی نہیں تم میں۔۔۔میں اگر یونیورسٹی میں پڑھتی ہوتی نا تو اتنا تیار ہو کر جایا کرتی۔۔۔نئے نئے کپڑے بنواتی۔۔۔اسٹائلش جوتے خریدتی۔۔۔روزانہ بدل بدل کر بیگ لے کر جایا کرتی۔تمہیں تو کوئی شوق ہی نہیں ہے" وہ ناک چڑھا کر بولی

"ٹھیک کہہ رہی ہے بہن۔۔۔مجھے واقعی شوق نہیں ہے ایسے کاموں کا اور پھر یونیورسٹی جاتی ہوں۔۔بکرا منڈی نہیں کہ ہار پھول سہرے لٹکا کر جاؤں" اس نے اعتراف کیا تھا۔زری اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے بستر پر آ گئی

"کیوں نینا۔۔ایسا کیوں۔تمہارا دل نہیں کرتا کہ تم خوبصورت لگو۔۔تمہیں دیکھ کر سب کہیں کہ تم کتنی پیاری ہو۔۔۔میں نے ڈائجسٹ میں پڑھا تھا کہ عورت کو ستائش کی حرص ہوتی ہے"

"تم نے آدھا جملہ پڑھا ہے۔۔۔مکمل جملہ ایسے ہے۔۔۔عورت کو ستائش کی حرص ہوتی ہے اور حرص بری بلا ہے" وہ اس کے چہرے کو دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

"اوہو۔۔میرا مطلب تھا کہ ستائش اچھی لگتی ہے عورت کو۔۔۔سراہے جانا سب کو پسند ہوتا ہے" وہ وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر لوشن سے اس کا مساج کرنے لگی۔نینا کو بہن کی یہ حرکت بڑی اچھی لگی۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔زری کے سفید دودھیا

نرم ملائم ہاتھوں میں اس کا بے رونق پھیکا سا ہاتھ بہت ہی عجیب لگ رہا تھا لیکن اصل چیز وہ خلوص اور محبت تھی جس سے زری اس کا مساج کر رہی تھی

"آج تو بڑی مہربان ہو رہی ہو ہمشیرہ۔۔۔کیا بات ہے" وہ چڑاتے ہوئے پوچھ رہی تھی

"میں تو ہمیشہ سے ہی ایسی ہوں نینا۔۔یہ تم ہو جو ہر وقت سڑی رہتی ہو۔۔۔غصے اور خفگی کو اپنے ناک پر عینک کی طرح رکھ کر گھومتی رہتی ہو" زری نے اسی خلوص سے کہا تھا جس خلوص سے وہ مساج کر رہی تھی

"اور میں بھی ایسی ہی ہوں شروع سے۔۔۔تمہارا میرا کیا مقابلہ۔۔۔تم اماں ابا کی لاڈلی، خاندان بھر کی چہیتی۔۔۔اور میں۔۔۔" اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے۔۔تم پتا نہیں ایسا کیوں سوچتی رہتی ہو۔۔۔امی اور ابا دونوں تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔۔بالخصوص ابا کو بہت محبت ہے تم سے" زری نے سمجھانا چاہا

"اوہ۔۔۔اچھا۔۔واقعی۔۔۔ابا کو محبت ہے مجھ سے" وہ طنزیہ انداز میں بولی تھی۔زری نے تاسف بھرے انداز میں اس کا چہرہ دیکھا پھر کچھ کہتے کہتے ارادہ ترک کر دیا۔ان دونوں کے درمیان بحث کا یہ نیا موضوع نہیں تھا۔نینا غلط فہمی کا شکار تھی کہ ابا اس سے محبت نہیں کرتے۔اسی لئے وہ جب بھی کبھی ابا کے متعلق تحفظات کا شکار ہوتی تھی تو زری اسے سمجھانے کی کوشش کرتی تھی۔

"ہاں۔۔ماں باپ کبھی اولاد سے نفرت نہیں کرتے" زری اسی پوائنٹ پر کھڑی تھی۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی کہ وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ محبت نام کی بھی کوئی چیز نہیں ہے ہمارے درمیان۔۔۔" نینا ابا کے ذکر پر چہرے کے تاثرات کو بالکل سپاٹ کر لیا کرتی تھی۔

"محبت کسے کہتی ہو تم؟" زری نے اب اس کا بایاں ہاتھ تھام لیا تھا اور اس کا مساج کرنے لگی تھی

"محبت کو ہی محبت کہتی ہوں یار۔۔۔کیا ہو گیا ہے۔۔۔آج فلسفہ بلوانے پر کیوں تلی ہوئی ہو" وہ مسکرا کر بولی تھی۔ابا کے ذکر پر وہ ہمیشہ موضوع بدلنے کو ترجیح دیتی تھی۔زری نے بغور اسکا چہرہ دیکھا

"تم نے کبھی کسی سے محبت کی نینا۔۔۔یا کسی کو تم سے محبت ہوئی" وہ کھوجنے والے انداز میں پوچھ رہی تھی۔آواز خود ہی سرگوشی میں ڈھل گئی تھی۔امی ابھی جاگ رہی تھیں۔وہ اگر ان دونوں کی باتیں سن لیتیں تو اچھی خاصی شامت آ سکتی تھی اس لئے وہ دھیمی آواز میں پوچھ رہی تھی۔اس کے ذہن میں اس دن والا سلیم کا اعتراف گونجنے لگا تھا

ہاں۔۔۔دنیا میں صرف ایک شخص ایسا ہے جو واقعی مجھ سے محبت کرتا ہے۔" نینا نے اپنی آواز کو دھیما کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔وہ اسی اونچی ٹون میں بولی تھی۔زری نے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کی جانب دیکھا

"کون۔۔؟" زری کا تجسس عروج پر تھا

"سلیم کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے یار" وہ اپنی دھن میں بولی تھی۔زری اس کے اعتراف پر بہت حیران ہوئی۔اس کا خیال تھا کہ وہ یہ بات اس سے کبھی شئیر نہیں کرے گی لیکن اس نے تو بہت آسانی سے بتا دیا تھا اور جب اس نے بتا دیا تو اس کا بھی دل چاہا تھا کہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا راز بہن سے شئیر کرے۔اس نے ساری تمہید باندھی ہی اس لئے تھی لیکن پھر بھی وہ اپنے بارے میں بات کرتے ہوئے ڈرتی تھی

"تمہیں بھی سلیم سے محبت ہے؟" اس نے ایک دم سوال کیا حالانکہ اسے اس سوال کا جواب پتا تھا۔نینا خود سلیم سے کہہ چکی تھی کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتی لیکن اس کی حیرت کی انتہاء نا رہی جب نینا بولی

"دنیا میں امی کے بعد مجھے صرف سلیم ہی سے محبت ہے" وہ سلیم کے نام پر زور دے کر بولی تھی۔زری کو اس کا جواب سن کر بہت مایوسی ہوئی۔وہ اس جواب کی توقع کر ہی نہیں رہی تھی۔اسے اگر سلیم سے محبت تھی تو سلیم کو اس دن رو کر انکار کیوں کر رہی تھی وہ۔۔

"سلیم بہت اچھا انسان ہے۔۔اس کا دل اتنا خالص ہے۔۔ریا کاری سے بالکل پاک۔۔" نینا اس کی تعریفیں کرنے میں مگن تھی۔زری کو اس منافقت کی سمجھ نہیں آئی تھی لیکن اس نے فی الحال اپنا راز شئیر کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔



"تم نے مجھے کیوں نہیں یاد کروایا ایمن کی ویکسی نیشن کا؟" رات کو اس نے سمیع سے شکوہ کیا تھا۔صبح اماں رضیہ اور رانی کی باتیں سن کر وہ کافی دیر تک اسی متعلق سوچتی رہی تھی لیکن اس نے کسی کو ٹو کا یا ڈانٹا نہیں تھا لیکن دل میں اُلجھن سی بیٹھ گئی تھی کہ شاید وہ سب اپنی سوچ میں حق بجانب تھے۔ان کے سامنے سمیع اور اس کا تاثر ہی کچھ اس طرح کا جم رہا تھا کہ وہ اپنی بچی سے اسقدر لاپرواہ رہتے ہیں تو شاید انہیں اس سے محبت ہی نہیں ہے۔سمیع نے کبھی اسے ایمن کے کام نا کرنے پر نہیں ٹو کا تھا۔وہ پیدا ہوئی تھی تو اس کے ہاسپٹل گھر آمد سے پہلے ہی اس نے ملازمہ کا انتظام کر لیا تھا لیکن تب شہرین ٹھیک رہتی تھی تو اس نے بچی کے سب کام ملازمہ کے سر پر نہیں چھوڑ رکھے تھے لیکن ایمن چھ مہینے کی ہوئی تو شہرین کو ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا جس کی بناء پر اتنی کمزوری ہو گئی کہ اس سے ایمن کے کام ہوتے ہی نہیں تھے تب سے ایمن ملازماؤں کے ہاتھوں میں ہی پلتی رہی تھی اور تب سے ہی شہرین نت نئی بیماریوں کا شکار رہتی تھی۔سر درد کمر درد تو عام سی بات ہو کر رہ گئی تھی سمیع نے اسے ویسے بھی ہتھیلی کا چھالہ بنا رکھا تھا۔اس کی ذرا سی تکلیف پر وہ گھبرا جایا کرتا تھا۔وہ اسے گھر کے کاموں کے علاوہ ایمن کے کام کرنے پر بھی ٹوک دیا کرتا تھا جس کی بناء پر شہرین بھی لاپرواہ ہوتی چلی گئی تھی حالانکہ ہر ایک دو مہینے بعد سوچتی تھی کہ بس اب اپنی بچی کو خود ہی سنبھالے گی لیکن آئے روز کی بیماریاں پیچھا ہی نہیں چھوڑتی تھیں

"میں نے اماں رضیہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ لے جائیں۔۔" سمیع نے اتنا ہی کہا تھا کہ شہرین نے اس کی بات کاٹ دی

"تمہیں مجھ سے کہنا چاہیئے تھا۔۔ایمن کی ماں میں ہوں۔۔اماں رضیہ نہیں ہیں" سمیع نے لیپ ٹاپ سے نگاہیں ہٹا کر لمحہ بھر کے لئے اس کے چہرے کی جانب دیکھا

"ایسے کیوں کہہ رہی ہو۔کیا ہوا" وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا

"ملازمین پر ہر کام نہیں چھوڑا جا سکتا۔۔وہ الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں۔۔تم مجھے یاد کرواتے کی ایمن کو ویکسی نیشن کے لئے لے جانا ہے" وہ خفگی بھرے لہجے میں بولی تھی۔

سمیع نے گہری سانس بھری اور اپنے سامنے پڑی فائل کھولی پھر دوبارہ سے لیپ ٹاپ کی جانب دیکھ کر بولا

"میرے سیل میں ایمن کے لئے ریمائنڈر لگا ہوتا ہے۔۔۔صبح مجھے الرٹ ملا تھا کہ آج اس کی ویکسی نیشن کی ڈیٹ ہے۔تم سو رہی تھیں تو میں نے اس کی اپائنٹمنٹ کنفرم کر کے اماں رضیہ کو بتا دیا۔"

"تم مجھے جگا کر بتا دیتے سمیع۔۔۔" اس کی سوئی ایک جگہ ہی اٹکی تھی

"تم لیٹ اٹھتی ہو۔۔میں نے سوچا جلدی جگا دیا تو پھر سر درد کی شکایت کرو گی۔" سمیع ابھی بھی لاپرواہ سے انداز میں بولا تھا۔

"ایک تو میں اس سر درد سے عاجز ہوں۔۔۔اپنے شوہر اور بچی کی ذمہ داریاں بھی ٹھیک سے نہیں اٹھا پاتی۔۔۔اور لوگ پتا نہیں کیا کیا سمجھتے ہیں" اسے پھر اماں رضیہ اور رانی کی باتیں یاد آ گئی تھیں

"کیا ہوا ہے۔۔تمہاری امی کا فون آیا تھا کیا؟" سمیع نے پاچھا۔عام طور سے جس روز شہرین اپنی امی سے فون پر بات کر لیتی تھی۔اس روز اسی طرح خود ترسی کا شکار رہا کرتی تھی

"نہیں۔۔۔" اس نے نفی میں سر ہلایا

"تو پھر میری امی کا آیا ہوگا۔۔۔" وہ حتمی نتیجے پر پہنچا تھا

"کسی کا فون نہیں آیا سمیع لیکن مجھے اچھا نہیں لگتا جب اماں رضیہ سمجھتی ہیں کہ میں ایمن کا خیال نہیں کرتی یا اس کی جانب سے لاپروائی برتتی ہوں" وہ منہ لٹکا کر بولی تھی۔سمیع نے چند لمحے کے لئے دوبارہ اس کی جانب دیکھا۔اس کی پیشانی پر تیوریاں پڑنے لگی تھیں

"انہوں نے یہ سب کہا تم سے۔۔؟" وہ برا مان کر پوچھ رہا تھا پھر اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر بولا

"اماں رضیہ کون ہوتی ہیں ایسا سمجھنے والی۔۔۔یا تم سے کچھ بھی الٹا سیدھا بولنے والی۔۔۔وہ ایمن کی گورنس ہیں۔۔انہیں کس لئے بلوایا ہے میں نے۔۔کس چیز کی تنخواہ دیتا ہوں میں۔۔یہ ان کی ذمہ داری ہے۔۔۔میں بات کروں گا ان سے۔۔۔اگر ان سے یہ سب نہیں ہوتا تو بتا دیں۔۔۔میں نے تو ان کا لحاظ کر کے ہی انہیں یہاں بلوایا تھا کہ کہاں در در کی ٹھوکریں کھائیں گی اس عمر میں۔۔۔وہ نہیں کر سکتیں اگر ایمن کی دیکھ بھال تو بے شک واپس چلی جائیں۔۔۔ملازموں کی کمی نہیں ہے۔۔۔ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں۔۔۔میں ایمن کے لئے کسی اور کو ہائر کر لیتا ہوں" وہ سخت لہجے میں بول رہا تھا۔شہرین نے ناک چڑھائی

"اتنا ایموشنل مت ہو۔انہوں نے کچھ نہیں کہا۔۔۔وہ تو ہنسی خوشی سب کرتی رہتی ہیں۔۔لیکن سمیع۔۔میں خود ہی سوچ رہی تھی کہ۔۔۔" وہ بات کرتی کرتی چپ ہوئی تھی۔وہ اب اماں رضیہ کا نام نہیں لینا چاہتی تھی۔سمیع کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔وہ واقعی کبھی کبھی بہت بدلحاظ ہو جاتا تھا۔شہرین کو کوئی کچھ کہے یہ اس کی برداشت سے باہر تھا

"اوہو۔تم خود ہی سب کچھ مت سوچتی رہا کرو۔۔۔کچھ کام باقی لوگوں کے لئے بھی چھوڑ دیا کرو۔۔۔میں نے تو کبھی کچھ نہیں کہا نا تم سے۔۔۔میں جانتا ہوں جب تمہاری طبیعت ٹھیک ہوتی ہے تو ایمن کے سارے کام تم ہی کرتی ہو۔۔" وہ چڑ کر بولا تھا۔شہرین نے جواب میں کچھ نہیں کہا لیکن وہ ابھی بھی کچھ سوچ رہی تھی۔یہ حقیقت تھی کہ اس نے کبھی ایمن سے محبت کا والہانہ اظہار نہیں کیا تھا۔وہ جب بھی کبھی ایسا کرنے کے متعلق سوچتی تھی تو کوئی احساس تھا جو اسے روک دیتا تھا۔۔اس کی پیدائش سے لے کر اب تک حالات اس طرح کے رہے تھے کہ ایمن واقعی نظرانداز ہوتی رہی تھی۔بہت سارے عناصر تھے جو اس سب کے پیچھے کارفرما تھے لیکن سب سے بڑی وجہ شہرین کی طبیعت ہی تھی جو کبھی سنبھلتی تھی اور کبھی بگڑی رہتی تھی،آجکل چونکہ وہ ٹھیک تھی تو اس لئے بھی اس ساری صورتحال میں اسے اپنی کوتاہی بہت بری طرح محسوس ہو رہی تھی

"اچھا چلو تم ناراض مت ہو۔۔۔ایمن کی برتھ ڈے آ رہی ہے" اس نے گفتگو کا موضوع بدل کر کہا تھا اچانک کہا تھا۔ایمن سے محبت کے اظہار کا فی الحال اسے یہی طریقہ سمجھ میں آیا تھا

"ہر سال ہی آتی ہو۔۔کون سی نئی بات ہے" وہ لاپروائی سے بولا تھا

"ہاں۔۔۔لیکن اس سال مجھے سیلیبریٹ کرنی ہے بہت شاندار طریقے سے۔۔۔ہر سال کی طرح نہیں کرنی کہ بس کہیں باہر کھانا کھانے چلے گئے اور بچی کے لئے کوئی تحفہ لے لیا۔اس بار ویسے کرنی ہے جیسے سب کرتے ہیں۔۔گھر میں پارٹی کرنی ہے۔۔سب کو بلائیں گے" وہ حتمی لہجے میں بولی تھی

"یہ کیا نیا شوق چرایا ہے بھئی۔۔۔پارٹی کرنے کا دل ہے" وہ اس کی فرمائش پر ہنسا تھا۔

"ہاں۔میرا دل چاہ رہا ہے کہ اس بار ایمن کے لئے کچھ اسپیشل سا کیا جائے۔۔۔چار سال کی ہو جائیگی اور ابھی تک ہم نے اس کی کسی برتھ ڈے کی ڈھنگ سے تصاویر بھی نہیں بنائیں۔لوگ کتنا کچھ کرتے ہیں اپنے بچوں کے لئے۔۔۔"

"ہم۔۔۔"سمیع نے ہنکارا بھرا پھر اس کی کنپٹی پر انگلی رکھ کر نیم سنجیدہ سے انداز میں بولا

"ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں زوجہ۔۔۔ہو سکے تو اسے یہاں محفوظ کر لو۔۔لوگ روگ ہوتے ہیں۔۔ان کی پیروی مت کرو۔۔اپنی اولاد کے لئے کبھی کسی کو دکھانے یا جتانے کے لئے کچھ نا کرنا۔۔اس سے نا اولاد خوش ہوتی ہے نا لوگ اور نا ہی اللہ۔۔"

"سن لی ہے میں نے نصیحت اور شکر ہے مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔۔۔میں لوگوں کی خاطر کچھ نہیں کرنا چاہتی۔۔میں تو اپنی بیٹی کی خاطر ہی کرنا چاہتی ہوں۔۔اور تم بھی باتیں کرنے کی بجائے ذرا سا اچھی سی اماؤنٹ کا چیک کاٹ کر دے دو تو مہربانی ہوگی" وہ اس کی نصیحت کو خاطر میں نالاتے ہوئے بولی تھی

"تم میرا خرچہ کروا کر ہی دم لوگی" وہ خوشگوار انداز میں بات کر رہا تھا جس کا مطلب تھا اسے شہرین کی تجویز منظور تھی

"ہاں نا صرف خرچہ کرنا ہوگا بلکہ محنت بھی کرنی پڑے گی۔۔۔میں امی لوگوں کو بھی بلواؤں گی۔۔۔بہت اچھی پارٹی کرنی ہے مجھے۔۔" وہ پرجوش تھی۔سمیع لفظ "امی" پر لیپ ٹاپ کی جانب دیکھتا رہا تھا۔وہ چاہتے ہوئے بھی اسے ٹوک نہیں پایا تھا

☆ ☆ ☆

"کیابات ہے ۔۔۔آج تو بالکل اچھا ٹیسٹ نہیں کیا آپ نے" اس نے رانیہ کی ٹیسٹ شیٹس اس کو چیک کرنے کے بعد واپس تھما تے ہوئے ناراضی بھرے لہجے میں کہا تھا۔کافی دن ہو گئے تھے اب رانیہ کو پڑھاتے ہوئے اور ان دونوں کے درمیان استاد اور شاگرد والی اچھی کیمسٹری بن چکی تھی ۔رانیہ اپنا کام بہت ذمہ داری سے کرتی آئی تھی ۔ یہ پہلی مرتبہ تھا کہ نینا کو اس سے شکایت ہوئی تھی ۔رانیہ نے تھکے ہوئے انداز میں شیٹس پکڑی تھیں اور غائب دماغی سے انکا جائزہ لینے لگی ۔نینا کو اس کے بجھے بجھے سراپے نے حیرت میں مبتلا کیا تھا

وہ سولہ سترہ سال کی دبلی پتلی لیکن بہت پرجوش زندہ دل سی لڑکی تھی ۔اچھے مارکس لے کر خوب شور مچاتی تھی ۔دو تین بار تو وہ نینا کو اسی خوشی میں آئسکریم کھلا چکی تھی کہ میرے ٹیسٹ میں اچھے مارکس آئے ہیں ۔اسی طرح کبھی خراب مارکس آتے تھے تو" ہو ہائے" ڈال کر ر واویلا بھی مچاتی تھی لیکن آج وہ نا بے چین ہوئی تھا نا کوئی خاص ردِعمل ظاہر کیا تھا

" آپ کی طبیعت ٹھیک ہے رانیہ" نینا نے بال پوائنٹ کو کیپ لگاتے ہوئے سرسری سے انداز میں سوال کیا ۔اس نے نا سمجھی کے عالم میں سر اٹھایا اور پھر گردن ہلا کر دوبارہ شیٹ دیکھنے لگی تھی ۔ یہ بھی ایک غیر معمولی بات تھی ۔وہ بہت باتونی لڑکی تھی لیکن آج وہ کافی چُپ تھی ۔اس کی بڑی بڑی گہری آنکھیں بھی سرخ سی ہو رہی تھیں

"کیابات ہے ماما سے ڈانٹ پڑی ہے ۔۔۔روئی ہیں آپ؟" نینا نے دوبارہ پوچھا تھا

"نہیں نینا باجی ۔۔۔ایسی تو کوئی بات نہیں ہے" اب کی بار اس نے نظر اٹھا کر اس کی جانب دیکھے بناء جواب دے دیا تھا۔

" آنکھیں کیوں اتنی سرخ ہو رہی ہیں ۔۔۔کیا ساری رات جاگتی رہی ہو؟" نینا نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی ۔رانیہ نے چونک کر اسے دیکھا ۔نینا کے لہجے میں شفقت اور ملائمت دونوں تھی ۔رانیہ چونکہ ایک پرابلمیٹک طالبِ علم نہیں تھی اس لئے نینا اس پر پہلے بھی زیادہ سختی نہیں کرتی تھی لیکن آج اس کو اس انداز میں دیکھ کر وہ مزید نرم لہجے میں سوال کر رہی تھی ۔رانیہ نے اس کی جانب دیکھا، کچھ کہنے کے لئے پر تولے پھر اس نے یکدم رونا شروع کر دیا ۔نینا پریشان ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب ہوئی

"کیابات ہے رانیہ ۔۔۔کسی نے کچھ کہا ہے ۔۔۔ماما نے زیادہ ڈانٹ دیا کیا؟" رانیہ کچھ نہیں بولی بلکہ ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں صاف کرنے لگی تھی جیسے اپنے بے وقت کے رونے پر خود بھی شرمندہ ہو گئی ہو

" آپ مجھ پر ٹرسٹ کر سکتی ہیں رانیہ ۔۔۔کوئی بات ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے تو آپ مجھ سے شیئر کر سکتی ہیں" اس نے بہت محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا ۔اپنے تمام اسٹوڈنٹس کے ساتھ پڑھائی کے بعد اس کا لہجہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا

" بولو نا رانیہ ۔۔" اس کی خاموشی سے اکتا کر نینا نے پھر پوچھا تھا ۔رانیہ کے چہرے پر کشمکش تھی جیسے کچھ کہنا بھی چاہتی ہو، بتانے کی خواہش بھی ہو مگر ہچکچاہٹ بھی ہو۔

" اچھا آپ کی مرضی ۔لیکن اگر کوئی پریشان کن بات ہے تو اپنی ماما سے ڈسکس کر لینا ۔۔۔اوکے" نینا نے اسے متامل دیکھ کر اپنی جانب سے بات ختم کرنے کی کوشش کی تھی ۔اسے یونیورسٹی سے دیر بھی ہو رہی تھی اور کچھ اس میں صبر بھی اس سے زیادہ نہیں تھا ۔وہ

بال کی کھال نکال کر وقت برباد کرنے والے لوگوں میں سے نہیں تھی

" ماما سے ڈسکس نہیں کر سکتی میں۔۔۔وہ مجھے ہی ڈانٹیں گی" رانیہ نے گلوگیر لہجے میں جواب دیا تھا۔

" ماما ڈانٹنے والی مخلوق ہی کا نام ہے لیکن ماما سے زیادہ اچھا دوست بھی کوئی نہیں ہوتا۔ڈانٹنے ڈپٹنے کے بعد بھی ان جیسی اعتبار اور محبت آپ سے کوئی نہیں کر سکتا۔۔" وہ نصیحت کر رہی تھی۔

" نینا باجی۔۔وہ دراصل ایک لڑکا ہے۔۔۔مجھے تنگ کر رہا ہے کچھ دنوں سے۔۔۔" رانیہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئی تھی۔نینا نے سر ہلایا۔اس کے نزدیک یہ عام سی بات تھی جو ہر تیسری لڑکی کے ساتھ وقوع پذیر ہو رہی تھی

" فیس بک پر۔۔۔؟" اس نے اب کی بار ذرا سخت لہجے میں سوال کیا تھا۔

" جی فیس بک پر بھی اور واٹس ایپ پر بھی" رانیہ شرمندگی سے بولی تھی۔

" سب سے پہلے تو آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ نے فیس بک پر اپنا کانٹیکٹ نمبر دیا ہی کیوں۔۔۔۔یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا آپ کو۔۔" وہ اب کی بار پہلے سے زیادہ سختی لہجے میں سمو کر پوچھ رہی تھی

"نہیں نینا باجی میں نے نہیں دیا تھا۔۔دراصل میں جہاں پہلے ٹیوشن پڑھتی تھی نا وہاں کے کچھ اسٹوڈنٹس نے اپنے اسکول میں واٹس ایپ کا ایک گروپ بنایا ہوا تھا جہاں وہ ایگزام کے دنوں میں ایک دوسرے کے ساتھ اپنی تیاری، پرانے پیپرز اور اس طرح کی چیزیں شیئر کرتے تھے۔ماما سے پوچھ کر میں نے بھی ان لوگوں کو اپنا نمبر دیا ہوا تھا۔۔شاید وہاں سے کسی نے لیا ہے" وہ وضاحت آمیز انداز میں جلدی جلدی بولی تھی

" تو اب کیا پرابلم ہے۔۔کیا کہتا ہے وہ۔۔۔آئی مین وہ لڑکا جو آپ کو ٹیز کر رہا ہے" نینا کے چہرے پر سختی ہر سوال کے ساتھ بڑھتی جاتی تھی۔اسے ہمیشہ ان بچوں پر غصہ آتا تھا جو ٹیکنالوجی کا غلط استعمال کرتے تھے اور پھر دوسروں کو موردِ الزام ٹھہراتے تھے۔

" وہ کہتا ہے مجھے فیس بک پر ایڈ کرو۔۔۔مجھ سے دوستی کرو۔۔۔۔مجھ سے فون پر باتیں کرو۔۔بار بار واٹس ایپ کر کے ایک ہی بات کہتا ہے۔۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر چُپ ہوئی تھی

"کیا۔۔؟" نینا نے استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا تھا

" ایک ہی بات لکھتا رہتا ہے۔۔۔آئی لو یو راپنزل۔۔آئی لو یو راپنزل" رانیہ کے لہجے میں جھجھک اور شرمندگی ایک ساتھ بڑھی تھی۔آنکھیں بھی دوبارہ نم ہوئی تھیں

" راپنزل" نینا نے یہ لفظ پہلی بار سنا تھا۔



حبیبہ اس کی زندگی سے چپ چاپ نکل کر اس کے شوہر کی زندگی میں اس طرح داخل ہوئی کہ اسے پتا ہی نا چل سکا۔وہ پہلے اس

سے خار کھاتی تھی، چڑتی تھی، کوستی تھی۔ اسے دل ہی دل میں برا جانتی تھی اور پھر یوں ہوا کہ وہ اور کاشف مل کر اسے برا بھلا کہنے لگے۔ اس کا ذکر آتا تو کاشف ناک چڑھا کر کہتا

"کیا یہ ضروری ہے کہ جب ہمیں اپنی باتیں کرنی چاہیئں تب ہم کسی تھرڈ کلاس عورت کو یاد کریں۔۔۔مت کیا کرو اس کا تذکرہ میرے سامنے۔۔اس کے مرے ہوئے شوہر کی لاج رکھ رہا ہوں ورنہ تو اس کی آواز بھی نا سنتا کبھی" اس کے لہجے کی حقارت، تضحیک اور نفرت صوفیہ کے دل میں سکون بن کر اترتی تھی۔ وہ ان دنوں اتنی پرسکون رہنے لگی تھی کہ اسے خود بھی اپنی زندگی پر رشک آتا۔ وہ ساری باتیں جو اس کی خوش قسمتی کے بارے میں خاندان میں مشہور تھیں وہ بالکل حقیقت لگتی تھیں۔ وہ سب ایک اچھی خوشحال مطمئن زندگی گزار رہے تھے۔ کاشف کا کاروبار خوب ترقی کر رہا تھا۔ وہ مہینے میں دو تین دن کے لئے اپنے بزنس کی پروموشن کے لئے شہر سے باہر بھی جاتا تھا۔ ایک بار وہ ایک ہفتے کے لئے دبئی بھی گیا اور جب بھی وہ گھر سے جاتا۔ اداسی اس کے پورے وجود پر چھائی رہتی تھی۔ وہ زرمین کو اتنی بار گود میں لے کر گلے سے لگاتا کہ اس کی اداسی کو محسوس کر کے صوفیہ کی آنکھیں نم ہو جاتیں۔ اس کا شوہر اپنی فیملی کے لئے اتنی محنت کر رہا تھا۔ اپنے وقت اور آرام کی قربانی دے رہا تھا تو وہ کیوں نا ایسے انسان کی محبت میں مبتلا ہوتی۔ ہر گزرتا دن اس کے دل میں کاشف کی قدر و منزلت کو بڑھا رہا تھا۔

اس کی آنکھوں پر محبت کی پٹی اتنی زور سے بندھ گئی کہ اسے اس کے پار کچھ نظر آنا ہی بند ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

"یہ راپنزل کون ہے؟" اس نے کاؤنٹر پر کھڑے ہو کر پہلا سوال یہی کیا تھا اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اوپر لٹکتا پاپڑ والا پیکٹ اتار لیا تھا۔ سلیم کاغذ قلم ہاتھ میں لے کر بیٹھا ہی تھا۔ اس کا سوال سن کر چڑ کر بولا

"مجھے کیا پتا کون ہے۔۔۔ مجھ سے تو ایسے پوچھ رہی ہو جیسے میری پھپھی کی بیٹی ہو"

"بات سنو سلیم تم ذرا آپے میں رہا کرو۔ تمہیں ذرا سی اہمیت دے دو نا۔ سر ہی چڑھ جاتے ہو" نینا اس سے زیادہ چڑ کر بولی۔ اس نے اطمینان سے پیکٹ کھول لیا تھا اور اب کڑکڑ کی آوازیں پیدا کرتے ہوئے پاپڑ چبا رہی تھی

"جی اچھا میڈم جی۔۔۔ اور کوئی حکم۔" اس نے فائل سائیڈ پر رکھ دی تھی پھر وہیل چئیر ذرا سی کاؤنٹر کی جانب کھسکائی تھی۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ اسے ایک مشہور میگزین کے ایڈیٹر نے کال کی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کے لئے مزید لکھے لیکن وہ پاپڑ چبانے میں غرق تھی

"تمہارا جی نہیں بھرتا ان چیزوں سے۔۔" وہ ناک چڑھا کر سوال کر رہا تھا۔ نینا نے نفی میں سر ہلایا

"نہیں۔۔۔ کوئی اور سوال۔۔؟" توقع کے مطابق کورا سا جواب آیا تھا

"مت کھایا کرو اس طرح کی چیزیں۔۔" وہ اب اس کی فکر کر رہا تھا لیکن اس پر اثر نہیں ہوا

"مجھے بھوک لگ رہی ہے" چھوٹا سا پیکٹ تھا۔ ایک ختم کر کے اس نے دوسرا بھی اتار لیا تھا

"تو تمہارے ابا تمہیں کھانے کو نہیں دیتے کیا۔۔۔ یا مجھ غریب کا ہی نقصان کئے جانا ہے" وہ اس کے کھانے کی رفتار سے مزید چڑ رہا تھا، نینا نے ناک پھلائی پھر لہجے میں مصنوعی خفگی پیدا کر کے بولی

"میرے ابا کا نام احترام سے لو۔۔۔ میں اپنے ابا کو جو مرضی کہوں وہ میرے ابا ہیں۔۔۔ میں جو چاہے کہہ سکتی ہوں تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ان کے بارے میں کوئی بات کرو"

"مجھے کوئی شوق بھی نہیں ہے بڑوں کے بارے میں عزت و احترام کے بغیر بات کرنے کا۔۔۔ آپ کے شوق آپ کو ہی مبارک ہوں" سلیم نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا

"یہ ہوئی نا بات شریف لڑکوں والی۔۔۔ اب ذرا میرے سوال کا جواب دو۔۔۔ یہ راپنزل کیا ہے؟" وہ پھر سے سوال دوہرا رہی تھی۔ رانیہ کے سامنے اس نے اپنی لا علمی ظاہر نہیں کی تھی لیکن حقیقت یہ تھی کہ اسے پتا نہیں تھا کہ راپنزل کیا ہے۔ رانیہ کا فون نمبر اس کے پاس تھا اور اس نے اسے تسلی دی تھی کہ وہ پریشان نا ہو وہ اس تنگ کرنے والے لڑکے کا کچھ نا کچھ ضرور کر لے گی اسی لئے اب وہ گھر جانے کی بجائے یہاں کھڑی تھی۔ دراصل سلیم کے پاس موبائل ایزی لوڈ کی سہولت تھی اسی لئے سیلولر کمپنیز میں اس کے تھوڑے بہت تعلقات بھی تھے۔ اس نے سوچا تھا وہ رانیہ کا مسئلہ اسے بتا کر مدد کے لئے کہہ دے گی۔ "راپنزل" کا تذکرہ تو اس نے صرف تمہید باندھنے کے لئے کر دیا تھا اور وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ جب رانیہ اس کے سامنے دوبارہ یہ لفظ دوہرائے تو اسے پتا ہو۔ اپنے شاگردوں کے سامنے اسے "لاعلم" ظاہر ہونے سے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔

"راپنزل تم ہو" سلیم نے مذاق اڑانے والے انداز میں اسے کہا تھا۔ نینا نے سابقہ انداز میں اسے دیکھا پھر افسوس سے سر ہلایا

"تمہیں بھی عزت راس نہیں آتی نا۔۔۔ میں جب بھی تمہیں پڑھا لکھا، قابل آدمی سمجھ کر تم سے کوئی مدد لینے آتی ہوں۔۔۔ پچھتاتی ہوں۔۔۔ ہمیشہ پچھتاتی ہوں"

'ارے واہ تم تو شاعری بھی کرنے لگی۔۔۔ آتی ہوں، پچھتاتی ہوں" وہ عادت کے مطابق ابھی سنجیدہ نہیں ہوا تھا

"معاف کرو بھئی۔۔۔ سارے خاندان میں تم ہی کافی ہو ایک شاعر۔۔۔ ہمیں اپنے ماتھے پر یہ کلنک کے ٹیکے مزید نہیں لگوانے۔۔۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔ سلیم نے اس سے بھی زیادہ برا منہ بنایا

"اچھا تو پھر جاؤ یہاں سے اور خبردار اب پاپڑ چپس کھانے یا چلی ملی مانگنے میری دوکان پر آئی تو۔۔۔ اللہ بچائے ان غریب غرباء رشتے داروں سے"

"اچھا فرض کرو اگر دوبارہ آ گئی تو کیا کرو گے" اس نے پوچھا

"تمہارے ابا کو شکایت کر دوں گا کہ آپ کی بیٹی مجھے تنگ کرتی ہے" وہ دھمکانے والے انداز میں بولا

"ہاہا۔۔۔ ابا سے بات کرنے کی ہمت ہے تم میں۔۔۔ ان کے سامنے تو تمہاری گھگی بندھ جاتی ہے"

"اتنی ہمت تو تم میں بھی نہیں ہے۔۔۔تمہاری تو سانس ہی بند ہونے لگتی ہے" اس نے منہ بنا کر جواب دیا

"اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔۔۔اور ہر بات میں میرے ابا کا ذکرِ خیر کرنا ضروری ہوتا ہے کیا؟ وہ سوال کر رہی تھی اور یہی وہ حد تھی جو سلیم پہچانتا تھا کہ اب اسے مزید نہیں چڑانا۔ اپنے ابا کے ذکر سے وہ ہمیشہ کتراتی تھی۔

"اچھا بتاؤ کیا کام ہے۔کیا پوچھنا تھا" وہ سنجیدہ ہوا

"اونہہ۔۔۔سارا موڈ ہی غارت کر دیا۔اب چلتی ہوں۔۔رات کو آؤں گی تو بات کریں گے" وہ چبوترے سے نیچے اتری تھی

"رکو تو۔۔۔کیا لفظ پوچھ رہی تھی۔۔۔راپنزل۔۔۔؟۔۔میرا خیال ہے کسی کہانی کا کردار تھا۔۔۔ویسے کیوں پوچھ رہی ہو" اسے سنجیدہ دیکھ کر نینا دوبارہ چبوترے پر چڑھی تھی پھر اسے رانیہ کا پورا مسئلہ بتایا تھا

"اس سیلولر کمپنی کا بندہ آتا تو ہے میرے پاس۔۔۔میں فون کرتا ہوں اس کو۔۔۔پوچھتا ہوں کہ کیا ہو سکتا ہے۔۔۔ویسے تم اس لڑکی کو بھی سمجھاؤ نا کہ کچھ دن کے لئے اپنا نمبر بند کر دے اور آئندہ الٹے سیدھے لوگوں کو مت دے اپنا نمبر" اس نے پوری بات سن کر مشورہ دیا تھا

"کہا تو تھا میں نے۔۔۔دیکھو اب کیا ہوتا ہے۔۔۔ویسے لڑکی تو بہت اچھی ہے وہ" وہ رانیہ کی حمایت میں بولی۔

"اچھا چلو تم اب جاؤ۔۔۔گاہک آ رہے ہیں" سلیم نے تین چار لڑکوں کو دوکان کی جانب آتے دیکھ کر اسے اشارہ کیا تھا۔نینا سر ہلا کر پھر چبوترے سے اتر گئی

"یہ کام کر دینا۔بھولنا مت۔۔" اس نے تاکید کی

"گاہکوں میں لگ کر کہیں بھول ہی نا جاؤں۔۔۔ایسا کرو مغرب کے وقت دوبارہ یاد کروانا مجھے" نینا نے جاتے جاتے سر ہلایا تھا



"مجھے مسز تحریم لودھی نے آپ کے متعلق بتایا تھا" شہرین نے اپنے سامنے بیٹھی چالیس بیالیس سالہ پر وقار سے حلیے والی خاتون کو دیکھتے ہوئے کہا۔وہ ایمن کی برتھ ڈے پارٹی کے ارینج مینٹس کے سلسلے میں ان سے ملنے کے لئے آئی۔سمیع کے کسی شناسا نے ان کے بارے میں بتاتے ہوئے کافی تعریف کی تھی اور ان کے کام کو تسلی بخش سے اوپر کے ریمارکس دئے تھے

"آپ نے لاسٹ منتھ ان کے بیٹے کی برتھ ڈے کی پول پارٹی ارینج کی تھی نا۔۔میں نے اس کی تصاویر دیکھی ہیں۔۔مجھے اچھا لگا آپ کا کام۔۔۔مسز تحریم کافی تعریف بھی کر رہی تھیں" شہرین نے وضاحت کی۔وہ خاتون خوش ہوئی تھیں

"بہت شکریہ۔۔" وہ اس فیلڈ میں بہت پرانی نہیں تھیں۔اپنے ہی گھر سے کیٹرنگ کا نیا نیا کام شروع کیا تھا۔اس لئے محنت بھی کافی کرتی تھیں اور ریٹس بھی مناسب سے تھے۔

"دراصل میری بیٹی کی فورتھ برتھ ڈے ہے کچھ دنوں میں۔۔۔میں چاہتی ہوں آپ ہمارے لئے بھی بہت اچھے سے ارینج مینٹ کریں۔۔دراصل یہ برتھ ڈے بہت اسپیشل ہے۔۔ہمارے کچھ بہت ہی خاص مہمان آ رہے ہیں اس روز۔۔۔وہ میری بیٹی کو پہلی بار

دیکھیں گے تو میں کافی کانشس سی ہو رہی ہوں ۔۔۔میں چاہتی ہوں ان پر میرا اور میری بیٹی کا بہت زبردست سا امپریشن جمے" وہ اپنا مدعا بیان کر رہی تھی۔وہ خاتون اس کی بات سنتے سنتے سر بھی ہلاتی جا رہی تھیں۔اس کی بات ختم ہوئی تو بولیں

"پھر تو آپ بالکل صحیح جگہ پر آئی ہیں۔۔۔میں پوری کوشش کروں گی کہ دوس وفیصد آپ کے معیار پر پوری اتر سکوں۔۔آپ اپنا بجٹ، ڈیمانڈز اور لوکیشن بتائیے۔۔۔ڈیٹ اور ٹائمنگ بھی بتا دیجئے۔۔میرے پاس بہت ہی ہارڈ ورکنگ لوگوں کی ٹیم ہے۔۔۔اللہ نے چاہا تو ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔نئی ہونے کے باوجود وہ خاتون کافی پروفیشنل تھیں۔شہرین نے اس کی پوچھی گئی سب باتیں بتانی شروع کی تھیں جنہیں وہ اپنے آئی پیڈ میں محفوظ کرتی جاتی تھیں

"یہ کچھ تصاویر ہیں گزشتہ چھ ماہ کی ان برتھ ڈے پارٹیز کی جو ہم نے ارینج کی تھیں۔۔۔آپ مناسب سمجھیں تو تھیم ان میں سے سلیکٹ کر لیں۔۔آپ کی بیٹی کی برتھ ڈے ہے تو تھیم آف کورس گرلش ہوگی۔۔۔آج کل سنڈریلا، ایلس اور لٹل مرمیڈ کی تھیمز زیادہ پاپولر ہیں۔۔۔"ہیلو کِٹی" بھی بچیوں میں کافی مقبول ہے" وہ اپنا آئی پیڈ اس کی جانب کر کے اسے تصویریں دکھانے لگیں۔مختلف قسم کے فیری ٹیلز اور کارٹون کریکٹرز والی تھیم کی پارٹیز کی تصاویر ایک کے بعد ایک شہرین کے سامنے آتی جا رہی تھیں اور وہ دیکھتے ہوئے ریجیکٹ کرتی جاتی تھی۔

"اگر آپ کو ان میں سے کچھ بھی پسند نہیں آ رہا تو آپ خود اپنی پسند بتا دیجئے۔۔۔ہم اس کے مطابق کام کر لیں۔۔۔بچیوں میں آجکل باربی اور پرنسیس ہی زیادہ اِن ہیں۔۔۔" ان خاتون نے اپنا مشورہ دیتے ہوئے اس کی رائے بھی جاننی چاہی تھی۔شہرین نے نفی میں سر ہلایا

"اس کے علاوہ کچھ اور ہے؟" اس نے پوچھا تھا

"آپ کی پشت پر جو بورڈ ہے اس پر بھی کچھ آئیڈیاز ہیں۔۔وہاں بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔۔۔فیری ٹیل میں سے نہیں چاہیئے تو کوئی بھی کارٹون کریکٹر سلیکٹ کر لیں۔۔اسپنج باب ہے، شان داشیپ بھی پسند کرتے ہیں بچے۔۔کیونکہ برتھ ڈیز بچوں کا فنکشن ہوتا ہے تو بچوں کی پسند کو مدِنظر رکھنا بے حد ضروری ہے" وہ خاتون پچھلی دیوار کی طرف لگے بورڈ کی طرف اس کی رہنمائی کرتے ہوئے مسلسل بول رہی تھیں اور اسے مختلف کارٹون کریکٹرز کے بارے میں بتاتی جا رہی تھیں۔شہرین چپ چاپ ان تصاویر کو دیکھنے لگی جو بورڈ پر چپاں کی گئی تھیں۔چند لمحے وہ ان پر ہی غور کرتی رہی پھر بالآخر اس نے ایک کارڈ پر انگلی رکھی تھی

"یہ۔۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں اس خاتون کا چہرہ دیکھا اور ان کی رائے جاننا چاہی۔وہ خاتون اس کے برابر آ گئی تھیں۔وہ ایک بڑے سے قلعے کی کھڑکی میں بیٹھی ہوئی شہزادی کی تصویر کا کارڈ تھا۔تصویر میں اسکریکٹر کے لمبے بالوں نے شہرین کی توجہ اپنی جانب کھینچی تھی۔اس کے سنہرے بال قلعے کی کھڑکی سے نیچے کی جانب تصویر کی آخری سرے تک جا رہے تھے۔

"راپنزل۔۔؟" اس خاتون نے بھی سوالیہ انداز میں شہرین کا چہرہ دیکھا۔شہرین نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا

"اوکے۔۔۔ڈن" وہ مسکرائی تھیں

☆ ☆ ☆

" نینا باجی حمزہ مجھے تنگ کر رہا ہے" وہ چائے کا کپ لے کر امی کے دیوان پر آ کر بیٹھی ہی تھی کہ برکت نے تان لگائی تھی۔ وہ گھر میں بچوں کو ٹیوشن نہیں پڑھاتی تھی لیکن کبھی کبھی پڑوسیوں کے بچے اس سے میتھ سیکھنے یا انگلش کی گرامر وغیرہ کرنے آجایا کرتے تھے۔

"حمزہ تم باز آتے ہو کہ لگاؤں ایک تھپڑ" اس نے وہیں سے آواز لگائی۔

" نینا باجی قسم سے میں تنگ نہیں کر رہا۔۔ میں نے تو اپنی کتاب میں اسے اس کی امی کا نام لکھا دکھا رہا ہوں۔۔۔ لیکن یہ دیکھ ہی نہیں رہا تھا"

حمزہ نے بھی جواب دیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور برآمدے میں ان کے قریب آ کر بیٹھ گئی

"کیا مسئلہ ہے تمہارا حمزہ کے بچے۔۔۔ ہر وقت شرارتیں سوجھتی ہیں تمہیں" اس نے اس کا کان زور سے کھینچا تھا۔

" آہ ہ۔۔۔ نینا باجی میری غلطی ہو یا نا ہو۔۔۔ آپ ہمیشہ مجھے ہی ٹوکتی ہیں۔۔۔ حالانکہ میری امی جب بھی کوئی مزے کی چیز بناتی ہیں ۔۔۔ میں سب سے پہلے آپ کے لئے لاتا ہوں لیکن پھر بھی۔۔۔" اس نے مصنوعی انداز میں ہنکارا بھر کر اپنی ناراضی ظاہر کی تھی۔

" اوئے تمہاری امی کو مزے کی چیز بنانی آتی بھی ہے۔۔۔ پیکٹ کے مصالحے ڈال کر بھی بریانی نہیں بنانی آئی انہیں۔۔" وہ ناک چڑھا کر بولی۔ حمزہ کی آنکھیں پھیل سی گئیں

" میں بتاؤں گا امی کو کہ نینا باجی ایسے کہہ رہی تھیں۔۔ بلکہ وہ چپلی کباب بھی نہیں لاؤں گا جو امی بنا رہی تھیں۔۔۔ امی نے کہا تھا کہ جب پڑھ کر آؤ گے تو نینا باجی کے لئے لے جانا" نینا نے منہ سائیڈ پر کر کے اپنی ہنسی روکی تھی۔ وہ گریڈ 8 کا اسٹوڈنٹ تھا اور باتیں کرنے میں سب کے کان کترتا تھا۔

" اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔۔۔ کبھی کبھی اچھا بھی پکا لیتی ہیں تمہاری امی۔۔۔ چپلی کباب تو ہمیشہ ہی اچھے بناتی ہیں۔۔۔" وہ بدقت ہنسی روکتے ہوئے اسے تاکید کر کے بولی۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول " راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"نینا باجی چپلی کباب اس کی امی نہیں بنا رہیں بلکہ میری امی بنا رہی ہیں اور یہ بات اسے میں نے ہی کہی تھی کہ امی نے کہا ہے پڑھنے کے بعد آپ کے لئے کباب لے جاؤں" برکت روہانسا ہو کر بولا۔ نینا کو مزید ہنسی آئی جسے اس نے چائے کے کپ کی آڑ میں چھپایا تھا۔ زری بھی پاس آ کر بیٹھی ہی تھی۔ اس نے اپنی ہنسی روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

"حمزہ کے بچے بہت چالاک ہو گئے ہو۔۔۔کسی دن بہت پٹائی کروں گی میں تمہاری۔۔۔چلو اپنی کتاب کھولو اور پڑھنا شروع کرو" نینا نے ٹوکا تھا پھر وہ برکت کی طرف متوجہ ہوئی۔

"برکت تم جلدی سے آؤ۔۔۔بتاؤ کون سی ایکسر سائز سمجھنی ہے۔۔۔جلدی جلدی سمجھو پھر اپنے گھر جاؤ۔۔۔اور امی کو بتا دینا میں آٹھ بجے سے پہلے کھانا کھا لیتی ہوں۔۔۔آٹھ بجے سے پہلے کباب لے آنا" وہ اس کی جانب انگلی کر کے بولی۔ اسی دوران امی بھی آ کر ان کے پاس بیٹھ گئی تھیں۔

"آٹھ بجے کے بعد آؤ تو زیادہ لے کر آنا کیونکہ آٹھ بجے میرے ابا آجاتے ہیں اور میری امی کھانے کی سب اچھی چیزیں ان کو دے دیتی ہیں۔۔۔سمجھ گئے نا" یہ بات امی کو چڑانے کے لئے کہی گئی تھی۔ امی کچھ چپ چپ سی تھیں اور یہ بات محسوس کر کے ہی اس نے امی کو ہنسانے کی خاطر کہی تھی لیکن وہ اس کے شرارت بھرے انداز پر صرف مسکرائیں اور وہ بھی لمحہ بھر کے لئے۔ نینا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں زری سے پوچھا بھی کہ امی افسردہ سے کیوں نظر آتی ہیں لیکن اس نے بھی کندھے اچکا دیئے۔ وہ برکت کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ اسے پڑھا کر فارغ ہوئی پھر حمزہ کو اسکی ایکسر سائز سمجھائی تب تک مغرب کی اذان ہو گئی تھی۔ نینا کو یاد آیا تھا کہ سلیم نے کہا تھا شام کو رانیہ والا مسئلہ دوبارہ یاد کروا دینا۔ اس نے حمزہ کی نوٹ بک سے ایک صفحہ پھاڑ کر اس پر بڑے حروف تہجی میں "راپنزل" لکھا تھا اور ساتھ ہی سوالیہ نشان بنا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سلیم اس لفظ کو دیکھ کر سمجھ جائیگا کہ وہ کیا یاد کروانا چاہ رہی ہے۔ دونوں بچوں کو چھٹی دیئے دس پندرہ منٹ ہی ہوئے تھے کہ حمزہ دوبارہ آگیا۔ اس کے ہاتھ میں وہی کاغذ تھا جس پر اس نے بڑا سا راپنزل لکھ کر بھیجا تھا۔ نینا نے کھول کر دیکھا

"اوہ تیری خیر۔۔۔" اس کے منہ سے پہلا جملہ یہی نکلا تھا۔ سلیم نے اس کاغذ پر راپنزل کے بالکل نیچے ایک بہت ہی خوبصورت اسکیچ بنا کر بھیج دیا تھا۔ سلیم کی ہینڈ رائٹنگ تو پیاری تھی ہی لیکن وہ اسکیچز بھی بہت خوبصورت بنا لیتا تھا۔ اس کاغذ پر اس نے ایک بڑی سی دیوار میں ایک کھڑکی بنائی تھی اور اس میں ایک لڑکی کا چہرہ نمایاں تھا۔ چہرے کے خدوخال پر تو کوئی محنت نہیں کی گئی تھی لیکن اس کی چٹیا سلیم نے بہت خوبصورت بنائی تھی۔ چٹیا اتنی لمبی تھی کہ کھڑکی سے ہوتی ہوئی دیوار کے ساتھ ساتھ کاغذ کے کنارے تک آ گئی تھی۔ اس لڑکی کے سر کے اوپر تیر کا نشان بنا کر سلیم نے راپنزل سے بھی بڑا "نینا" لکھ دیا تھا۔ نینا کے چہرے پر مسکراہٹ اور شرارت ایک ساتھ در آئی

اس نے اسی صفحے کی الٹی سائیڈ پر ایک ہاتھ کا آڑا ترچھا اسکیچ بنایا تھا اور اس پر "فٹے منہ" لکھ کر حمزہ کے ہاتھ واپس بھیجا تھا۔ وہ ابھی کمرے میں آئی ہی تھی کہ اس نے ابا کے کمرے کا دروازہ دھڑام کی آواز کے ساتھ بند ہوتے ہوئے سنا۔ وہ پریشان سی ہو کر باہر نکلی۔ زری

اس سے بھی پہلے کچن سے نکل کر آ گئی تھی

"کیا ہوا؟" وہ اُس سے پوچھ رہی تھی۔ نینا نے کندھے اچکائے۔

☆ ☆ ☆

"آج صدیق کیوں نہیں آیا؟" اس نے فون پر کاشف سے شکایت گلہ اور سوال ایک ساتھ کرتے ہوئے ڈرائیور کی بابت پوچھا تھا۔ زرمین سوا سال کی ہو چلی تھی اور صوفیہ دوبارہ امید سے تھی۔ اس بار پریگنینٹ ہو کر اس کی چھب ہی نرالی تھی۔ وہ بے حد نکھر گئی تھی اور رنگ روپ میں واضح فرق آیا تھا جبکہ زرمین کی دفعہ وہ بہت بھدی اور بدمزاج ہو گئی تھی۔ اب کی بار وہ بہت خوش دکھائی دیتی تھی۔ بی بی جان اور اس کی بہنوں بھابیوں کا خیال تھا کہ وہ اس بار ضرور ہی بیٹے کی ماں بنے گی۔ وہ ذہنی طور پر بہت مطمئن ہو چلی تھی کیونکہ کاشف اب مکمل طور پر اس کا تھا۔ حبیبہ تو جیسے قصہ پارینہ ہو گئی تھی۔ پہلے خاندان برادری کی شادیوں یا تقریبات میں وہ اس کے ہمراہ جاتا تھا تو اپنی دور پار کی کزنز کے ساتھ بے تکلفی سے باتیں کرتا ہوا بھی صوفیہ کو الجھن میں مبتلا کرتا تھا لیکن اب صورتحال بدل گئی تھی۔ اس کے اندر ذمہ داری پیدا ہو گئی تھی اور وہ کچھ سنجیدہ طبیعت ہو گیا تھا۔ اس کی کاروباری مصروفیات نے اسے خاندان سے کسی قدر دور بھی کر دیا تھا۔ اب بی بی جان اور صوفیہ زیادہ تر تقریبات میں اس کے بغیر ہی شرکت کیا کرتی تھیں۔ اس ساری صورتحال سے صوفیہ بے حد مطمئن تھی جس کی وجہ سے وہ بہت تروتازہ اور نکھری ہوئی دکھائی دیتی تھی۔

"نہیں آیا کیا۔۔" کاشف جواب دینے کی بجائے سوال کرنے لگا

"یہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ نہیں آیا کیا؟" صوفیہ ہنسی تھی۔ یہ اس کی عجیب عادت تھی۔ سوال کو دوہرا کر پوچھتا ضرور تھا۔

"ابھی تک نہیں آیا تو اس کا مطلب آج چھٹی کر لی ہے اس نے۔۔۔ شاید کوئی مسئلہ ہو گیا ہو گا۔۔۔۔ اب کیا کرو گی تم۔۔۔ کیسے جاؤ گی؟" کاشف کی اطمینان بھری آواز سنائی دی تھی

اس نے اپنی خالہ کی طرف جانا تھا۔ اس کی ایک بھابھی اس کی خالہ کی بیٹی تھیں۔ وہ آجکل اپنے میکے آئی ہوئی تھیں۔ وہ صوفیہ اور بی بی جان سے آ کر مل گئی تھیں اب بی بی جان چاہتی تھیں کہ صوفیہ اور وہ خود خالہ کے گھر جائیں اور اس کی بھابھی کو باقاعدہ کھانے کی دعوت دیں۔ صوفیہ کو بی بی جان کی یہ وضعداریاں خوب بھاتی تھیں۔ اسی لئے وہ خوشی خوشی اپنا بہترین لباس زیب تن کئے، زرمین کو بھی اچھے طریقے سے تیار کرنے کے بعد گھر پر ڈرائیور کا انتظار کر رہی تھی جو بارہ بج جانے کے بعد بھی نہیں آیا تھا۔ صوفیہ کو خوشی اس بات کی تھی کہ اب کاشف کو خود آ کر انہیں لے جانا پڑے گا۔ شوہر کے ساتھ جانے میں جو عزت افزائی ملتی تھی وہ اسے ہر چیز سے زیادہ پسند تھی۔ "آپ بتائیں۔۔۔ اب کیا کروں؟" وہ اسی کے انداز میں بولی

"میرا خیال ہے آج کا پروگرام ملتوی کر دو۔۔ کل چلی جانا۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ صوفیہ نے اس کی بات کاٹی

"جی نہیں۔۔ میں اب تیار ہو چکی ہوں۔۔ بی بی جان بھی منتظر بیٹھی ہیں۔۔ زرمین بھی اپنا نیا فراک پہن کر خوشی سے پھولی نہیں سما

رہی۔۔۔ہمیں آج ہی جانا ہے" وہ اٹھلا کر بولی تھی۔

"اچھا۔۔" اس کی پرسوچ آواز ابھری تھی

"چلو میں ایسا کرتا ہوں اپنے سٹاف میں سے کسی کو ڈرائیور کے طور پر بھیج دیتا ہوں۔۔۔" اس نے اتنا کہا تھا کہ صوفیہ نے اسکی بات کاٹ دی

"آپ خود آجائیں نا۔۔۔خالو جان بھی آپ سے مل کر خوش ہوجائیں گے۔۔۔کافی پسند کرتے ہیں آپ کو"

"ارے میں کوئی فارغ بیٹھا ہوں۔۔۔دکانداری کا وقت ہے۔۔کسٹمرز کا آنا جانا لگا ہے۔۔میں کیسے آسکتا ہوں؟" وہ سمجھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا

"ہم کون سا روئی کاتنے جارہے ہیں۔۔سمجھیں یہ گئے اور یہ آئے۔۔انہیں کھانے کی دعوت ہی تو دینی ہے" صوفیہ کا اصرار جاری تھا۔

"اچھا۔میں ایک گھنٹے تک دیکھتا ہوں۔۔۔" اس نے اتنا کہا اور ابھی صوفیہ نے اپنی گرمجوشی کا اظہار بھی نہیں کیا تھا کہ اس کی سماعتوں نے اگلا جملہ سنا

"اوہو یار۔میری گاڑی تو ورکشاپ میں ہے۔۔۔سروس کے لئے چھوڑ کر آیا تھا"

"نواب کاشف صاحب آپ کے پاس کون سا ایک ہی گاڑی ہے۔۔۔آپ کے آفس میں تین تین گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں" وہ اٹھلا کر بولی تھی۔یہ احساس کہ وہ ایک رئیس آدمی کی بیوی تھی نے اسے اتراہٹ میں مبتلا کرنا شروع کر دیا تھا

"وہ میرے سٹاف کے لئے ہیں جناب اور شادی کو اتنا عرصہ گزر گیا تمہیں ابھی تک یہ پتا نہیں چلا کہ نواب کاشف صاحب کسی کی گاڑی ڈرائیو نہیں کر سکتے۔۔۔" وہ بولا تھا۔

"کیوں بھئی؟" صوفیہ کو واقعی اس بات کا نہیں پتا تھا۔کاشف ہنسا

"میں یہ بیوفائی نہیں کرسکتا یار"

"یہ کیسی عجیب دلیل ہے" صوفیہ بھی ہنسی تھی۔

"دلیل نہیں میری فطرت ہے یہ۔۔۔اور اپنی گاڑی کے علاوہ میں کوئی اور گاڑی ڈرائیو کروں تو مجھے بے چینی ہونے لگتی ہے کہ جیسے میں کچھ غلط کر رہا ہوں۔اس نے لاچاری بھرے لہجے میں کہا پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگا

"مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔۔۔میں کسی دوسرے کی کسی چیز کے ساتھ کمفرٹیبل نہیں رہتا۔۔میں نے کبھی کسی کی کوئی چیز استعمال نہیں کی۔۔کسی کا کپڑا نہیں پہنا۔کسی کے بستر پر نیند بھی نہیں آتی مجھے۔۔حتیٰ کہ میں اسکول میں بھی کسی سے پینسل ربر یا بال پوائنٹ استعمال کرتے ہوئے بھی کتراتا تھا۔مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔۔" صوفیہ نے گہری سانس بھری۔اپنے شوہر کی ان نزاکتوں سے تو واقف تھی وہ۔اتنے عرصے میں وہ کبھی اس کے ساتھ اپنے سسرال یعنی صوفیہ کے میکے جا کر ایک دن بھی نہیں ٹھہرا تھا۔کھانے کی میز پر بھی وہ اپنی مخصوص کرسی کے

علاوہ کسی اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے جھنجھلا جاتا تھا۔

"اس لئے میری جان میری مجبوری کو سمجھو۔۔۔اور پلیز آج کا پروگرام ملتوی کر دو" وہ منت بھرے لہجے میں بولا ۔صوفیہ اس کے انداز پر پگھل ہی گئی

"میں دراصل خالہ کو فون کر چکی ہوں۔۔۔بی بی جان کی آمد کا بھی بتایا تھا نہیں۔۔۔اب وقت ایسا ہے کہ مجھے خدشہ ہے وہ کھانے کا اہتمام نا کر کے بیٹھی ہوں۔۔۔اس لئے مناسب نہیں لگتا کہ اب عین وقت پر ان کو انکار کروں" وہ مجبور ہو کر بولی تھی ۔کاشف نے ہنکارا بھرا

"ہاں ہاں ۔۔پھر تو ضرور ہی جاؤ بھئی۔۔۔یہ منظور نہیں ہمیں کہ کوئی ہماری زوجہ کو بدتہذیب سمجھے" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا

"آپ بھجوا دیں گاڑی بمع ڈرائیور کے ۔۔ہم انتظار کر رہے ہیں" صوفیہ نے ہامی بھری

"حکم کی تعمیل ہوگی مادام۔۔۔بس واپسی ذرا ہمارے گھر آنے سے پہلے ہو جائے تو فدوی سدا زندگی آپکا غلام رہے گا" وہ شرارت بھرے لہجے میں التجاء کر رہا تھا ۔صوفیہ نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا تھا



"امی میں جا رہی ہوں" اس نے سر پر ڈوپٹے کا سرا رکھتے ہوئے بیگ اٹھایا تھا اور پھر کچن کی جانب منہ کر کے خدا حافظ کہنا چاہا تھا ۔امی نے جواب نہیں دیا تھا لیکن کھٹ پٹ کی آوازیں آ رہی تھیں اور اسے اندازہ تھا امی کچن میں ہیں ۔وہ ان کے بیڈ روم کی جانب دیکھ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی کچن کی طرف آئی ۔اسے اور زری دونوں کو اندازہ تھا کہ امی کا مزاج کچھ ٹھیک نہیں ہے اور پھر رات کو بھی ابا کا انداز دیکھ کر تصدیق ہو گئی تھی کہ وہ کسی بات پر برہم ہیں ۔امی اور ابا نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا حالانکہ زری گرم کر کے کمرے میں بھی لے گئی تھی لیکن ابا نے تو دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا اور امی نے ٹرے پکڑ تو لی تھی لیکن آدھ گھنٹے بعد وہ ٹرے کچن میں جوں کی توں رکھ گئی تھیں ۔ان کے والدین کی لڑائی ایسی ہی ہوتی تھی اور یہ بات وہ دونوں بہنیں بچپن سے دیکھتی آ رہی تھیں ۔اس کے امی ابا کی عجیب کیمسٹری تھی ۔اس نے ان دونوں کو کبھی زندگی میں بہت زیادہ چیختے چلاتے ایک دوسرے کو کوستے دیکھا یا سنا نہیں تھا ۔ان دونوں کے چہرے اور انداز ہی جتا دیا کرتے تھے کہ کوئی گڑبڑ ہے ۔ابا کو جب بھی غصہ آتا تھا ان کا چہرہ تن جاتا تھا اور ناک پھولی ہوئی رہتی تھی ۔جب جب ابا کا مزاج بگڑتا تھا امی کا کھانا پینا بالکل بند ہو جاتا تھا ۔ابا کی پیشانی پر ایک تیوری امی کی آنکھوں سے کم از کم ایک لیٹر آنسوؤں کی صورت میں بہتی تھی ۔گھر میں سناٹے کا راج ہو جاتا ۔امی بوتل کے جن کی طرح گردن جھکائے ابا کے احکامات پر بھیگی آنکھوں کے ساتھ عمل درآمد کرتی نظر آتی تھیں اور ابا بدمزاج غصیلے انسان کی طرح اینٹھے اینٹھے نظر آتے تھے مگر ایک یا دو دن بعد سب کچھ خود بخود ٹھیک ہو جاتا تھا ۔امی بھول جاتی تھیں کہ انہوں نے رو رو کر اپنی کتنی انرجی ضائع کی تھی یا وہ ابا کی کسی بات پر خفا تھیں جبکہ نینا کو اس صورتحال سے سخت چڑ تھی ۔اس نے کچن میں جھانکا ۔امی آٹا گوندھ رہی تھیں ۔وہ اندر داخل ہو گئی تھی پھر اس نے بلا ضرورت فریج کھولا ،پانی کی بوتل نکالی او کیبنٹ سے گلاس اٹھاتے ہوئے کن انکھیوں سے امی کو بھی دیکھا ۔حسبِ توقع ان کی آنکھیں سوجی ہوئی اور ناک سُرخ ہو رہی تھی۔

"امی میں جارہی ہوں" اس نے دو سِپ پانی پیا اور دوبارہ سے انہیں اپنے جانے کے متعلق بتایا تھا

"جاؤ۔۔جہاں مرضی جاؤ۔۔جس کا دل جہاں چاہے جدھر چاہے جاؤ۔۔مجھے بخشو سب" انہوں نے آٹے والے برتن میں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر زور زور سے مارتے ہوئے کہا تھا۔نینا کو امی کا انداز بالکل اچھا نہیں لگا

"کیا ہوا۔۔کیوں رو رہی ہیں" اس نے بہت نرم لہجے میں پوچھا تھا لیکن امی نے مُڑ کر اسے غصیلی نگاہوں سے گھورا تھا

"جس کی تمہارے جیسی اولاد ہو، اس کے نصیبوں میں رونے کے علاوہ کچھ نہیں لکھا ہوتا۔جاؤ یہاں سے۔۔۔"

"میں نے کیا کر دیا اب جو مجھ سے خوامخواہ ناراض ہو رہی ہیں آپ" وہ ناک چڑھا کر پوچھ رہی تھی۔امی نے گندھے ہوئے آٹے کو ایئر ٹائٹ باکس میں رکھ کر کیپ لگایا اور پھر جھٹکے سے فریج کا دروازہ کھولا تھا۔باکس کو اس میں رکھ کر انہوں نے اسے گھورا تھا

"کسی نے کچھ نہیں کیا۔۔جو کیا ہے میں نے کیا۔۔۔میں نے ہی تربیت کی ہے تم لوگوں کی ایسی کہ ماں باپ کو زمانے بھر میں ذلیل کرواؤ۔۔جی بھر کر کرواؤ" وہ تنک کر بولی تھیں

"مگر پتا تو چلے کہ ہوا کیا ہے؟" وہ نرم لہجے میں پوچھ رہی تھی۔امی کے آنسو اس کے دل پر براہِ راست وار کرتے تھے۔اسے یاد بھی نہیں آ رہا تھا کہ اس سے غلطی کیا ہوئی جو امی اسے اس طرح بی ہیو کر رہی ہیں

"تم جاؤ یہاں سے۔۔۔کہا نا کچھ نہیں ہوا۔۔" وہ اسی انداز میں بولیں۔نینا کا صبر بھی بس اتنا ہی تھا

"اچھا نا سہی۔۔جا رہی ہوں میں۔۔۔مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ آج سارا دن گھر میں یہی سٹار پلس کا ڈرامہ چلتا رہے گا۔۔لیکن امی یاد رکھئے گا آپ کے یہ دو دو لٹر آنسو ابا جیسے آدمی پر ضائع کرنے کے لئے نہیں تھے۔۔۔ان کو بچا کر رکھئے۔ابا کے علاوہ بھی اور لوگ ہیں آپ کے ارد گرد جن کے لئے یہ آنسو بہائے جا سکتے ہیں" وہ سیڑھیوں کی طرف جاتی ہوئی بولی تھی۔امی کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

"اللہ کرے نینا تُو تو مر ہی جائے۔۔سکون ہو جائیگا میری جان کو۔۔۔ذلیل کر کے رکھ دیا ہے تیری حرکتوں نے مجھے۔۔نا مرتی ہے نا جان چھوٹتی ہے" امی اس کے عقب سے چلا کر بولیں۔وہ تن فن کرتی سیڑھیاں اتری تھی اور یہ دیوان پر بیٹھ کر پھر سے رونے لگی تھیں



"عجیب سسٹم ہے ہمارے گھر کا بھی۔۔" زری نے توے پر پڑے بل دار پراٹھے کا پہلو بدلتے ہوئے یاسیت سے سوچا تھا۔ابا گھر سے جا چکے تھے اور امی اپنے کمرے میں بند تھیں۔اسے اندازہ تھا آج امی سارا دن ایسے ہی گزاریں گی۔اپنے کمرے میں بند رہیں گی۔دل چاہے گا تو اٹھ کر آنسو بہاتے ہوئے ابا کی پسند کا کھانا بنائیں گی۔دل چاہے گا تو اسے مخاطب کر لیں گی ورنہ نہیں۔جب رات کو ابا آئیں گے اور اگر ان کا غصہ اتر چکا ہو گا، ان کا مزاج نارمل ہو گا تو ان کو دیکھتے ہی امی بھی بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔وہ اپنے اور ان کے لئے معمول کے مطابق ناشتہ بنا رہی تھی حالانکہ جانتی تھی کہ ان کو کھلانے کے لئے اسے سخت محنت کرنی پڑے گی۔اس نے اپنا پراٹھا تو عام گھی سے بنایا تھا لیکن ان کا پراٹھا زیتون کے تیل سے ہلکا سا گریس کیا پھر فریج میں پڑا دو دن پرانا امی کا پسندیدہ بھنڈی گوشت کا سالن نکالا تھا۔اسے اوون

میں رکھا پھر اپنے لئے بنایا آملیٹ پراٹھا اور چائے کے کپ ٹرے میں سجائے اور پھر اوون کی بیپ بجنے پر اس نے سالن بھی نکالا۔ یہ سب لوازمات لے کر وہ کمرے میں جا ہی رہی تھی کہ پھر کچھ یاد آیا۔ اس نے ٹرے شیلف پر رکھی اور پھر کیبنٹ سے اچار والا جار نکال کر بھی ٹرے میں رکھ لیا۔ امی سالن کے ساتھ اچار بھی شوق سے کھاتی تھیں اور وہ چاہتی تھی کہ امی کچھ نا کچھ کھالیں۔ اس نے اپنی طرف سے ناشتے کی ٹرے کو امی کی مرضی و منشاء کے مطابق سجانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ وہ سب لے کر امی کے کمرے میں آ گئی۔

"امی آئیں ناشتہ کرلیں۔۔۔ آج تو ٹی وی بھی نہیں لگایا آپ نے۔۔ کون آیا ہے آج مارننگ شو میں۔۔۔" اس نے روز کے انداز میں مرکزی تپائی پر ٹرے رکھی اور ٹی وی لگا لیا۔ امی دروازے کی طرف پشت کر کے لیٹی تھیں۔ انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا زری نے ٹی وی آن کرنے کے بعد ان کا پسندیدہ چینل لگایا تھا پھر کھڑکی کے پردے ہٹا کر وہ ان کے بستر کی طرف آ گئی

"اٹھیں نا امی۔۔ رات بھی کچھ نہیں کھایا تھا" وہ بہت قریب سے بولی تھی

"جاؤ زری یہاں سے۔۔ کرلو ناشتہ۔۔۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔۔ میری چائے رکھ جاؤ بس میز پر۔۔۔" انہوں نے بازو آنکھوں پر رکھا ہوا تھا لیکن آواز گلوگیر ہو رہی تھی۔ زری کو سخت رنج ہوا

"امی ناشتے سے کیا لڑائی ہے آپ کی۔۔ کچھ تو کھالیں ورنہ شوگر لو ہو جائیگی۔۔ پلیز اٹھ جائیں" اس نے ان کے سر کے نیچے بازو رکھ کر انہیں کسی مریضہ کی طرح اٹھا کر بٹھانے کی کوشش کی تھی۔

"اچھی بات ہے لو ہو جائے۔۔ مر جاؤں گی تو ان مصائب سے جان تو چھوٹ جائیگی نا۔۔" امی بہت آرام سے اٹھ کر بیٹھی تھیں اور پھر روتے ہوئے بولی تھیں۔

"اللہ نا کرے امی۔۔ کیسی باتیں کر رہی ہیں صبح صبح۔۔ چلیں اٹھیں۔۔ ہاتھ منہ دھو کر فریش ہو کر آئیں۔۔۔ اتنا خستہ پراٹھا بنایا ہے میں نے آپ کے لئے" زری لاڈ سے بولی تھی۔ امی نے ہتھیلیوں کی پشت سے آنکھیں صاف کیں

"زری مجھے بھوک نہیں ہے بیٹی۔۔ تم کھالو۔۔ میں چائے پی لیتی ہوں" امی نے عاجز ہو کر کہا تھا۔ زری کا خلوص انہیں مزید دکھی کر گیا تھا۔ نینا اور اس میں کتنا فرق تھا

"امی آپ کھائیں گی تو میں کھاؤں گی۔۔ آپ اٹھیں فریش ہو کر آئیں۔۔۔ پھر مجھے بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے۔۔۔ ابا کیوں ناراض ہیں "اس نے ریموٹ اٹھا کر چینل تبدیل کرنے شروع کئے تھے۔ امی بھی اس کے اصرار پر اٹھ گئی تھیں اور پھر چند لمحوں میں فریش ہو کر آ گئی تھیں۔ زری کو دوبارہ کہنا نہیں پڑا تھا۔ وہ رات سے بھی بھوکی تھیں اور بھوک تو انہیں لگ ہی رہی تھیں۔ پراٹھا اور بھنڈی کا سالن ان کو ویسے بھی مرغوب تھا۔ ناشتے کی خوشبو اور بیٹی کے اصرار نے زری ہمیشہ انہیں ایک جذباتی سہارا فراہم کیا تھا۔ انہوں نے زری کے کہے بناء ہی کھانا بھی شروع کر دیا تھا۔ زری بھی سکون سے ٹی وی پر میک اپ کے متعلق کوئی پروگرام دیکھتے ہوئے اپنا ناشتہ ختم کرنے لگی تھی۔ چائے کے کپ ہاتھ میں آئے تو امی کافی پرسکون ہو چکی تھیں

"اب بتائیں کہ کیا ہوا ہے" اس نے ان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا

"کچھ نہیں ۔۔۔بس تمہارے ابا کبھی کبھی بلا وجہ۔۔۔" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔زری نے دوسرا سوال نہیں کیا لیکن وہ ان کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی تھی۔اسے پتا تھا امی بالا آخر اسے بتا ہی دیں گی۔اسے لگتا تھا جیسے اس بات کا تعلق نینا سے ہی ہے

"تمہارے ابا کہہ رہے ہیں میں آپا سے سلیم اور نینا کے رشتے کی بات کروں" امی نے بالا آخر اگل دیا تھا۔زری جتنی حیران ہوئی اس سے زیادہ حیران ہونے کی اداکاری کی۔نینا نے اگر اس کے سامنے سلیم کے متعلق اعتراف نا کیا ہوتا تو شاید اسے زیادہ شاک لگتا

"انہیں نینا کی سلیم کے ساتھ حد درجہ بے تکلفی کی وجہ سے غلط فہمی ہوگئی ہے کہ۔۔۔۔" وہ چند لمحے خاموش رہیں۔بیٹی کے سامنے مناسب الفاظ تلاش کرنا بھی بڑی ہمت کا کام تھا

"انہیں شک ہوگیا ہے کہ نینا اور سلیم کے درمیان کچھ سلسلہ ہے۔۔۔" انہوں نے لاچار لہجے میں اُگل ہی دیا پھر یہ سوچ کر کہ بیٹی کو باپ سے متنفر نہیں کرنا بعجلت اگلا جملہ بولا

"ان کا بھی کیا قصور ہے بھلا۔۔۔کوئی بھی باپ وہم کا شکار ہو ہی سکتا ہے یہ سب دیکھ کر۔۔۔بتاؤ اسے خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔۔انہوں نے بچے کے ہاتھ میں دبی پرچی دیکھ لی۔۔۔تب سے آگ بگولا ہوئے ہیں۔۔پہلے ہی ناراض رہتے ہیں کہ اسے کیا ضرورت ہے صبح شام اس کی دوکان پر حاضری دینے کی۔۔۔اور پھر خود بتاؤ سیڑھیوں چبوتروں پر بیٹھ کر بلا وجہ ہی ہی ہو ہو کرتے رہنا کوئی مناسب بات ہے کیا۔۔۔کسی کو بھی غلط فہمی ہو سکتی ہے۔۔۔تمہارے ابا اسی بات پر ناراض ہیں۔۔اب وہ چاہتے ہیں کہ میں آپا سے آج ہی بات کروں کہ وہ نکاح کر کے لے جائیں اسے۔۔۔تمہارے ابا اتنے غصے میں تھے کہ کہہ گئے ہیں ایک مہینے کے اندر اندر اسے رخصت کر دیں گے۔۔۔سب کچھ اس نینا کی وجہ سے ہوا ہے۔۔اس نے مجھے باپ کے سامنے شرمندہ کروا کر رکھ دیا ہے۔۔تم ہی کہو کیسے دور کروں میں ان کی غلط فہمی" وہ سب بتاتے ہوئے روئی تو نہیں تھیں لیکن لہجہ بھیگا ہوا تھا۔زری نے سر ہلایا پھر جھجک کر بولی

"امی کیا پتا یہ غلط فہمی نا ہو۔۔۔میرا مطلب۔۔۔نینا کی سلیم کے ساتھ۔۔۔" وہ کچھ کہتی کہتی رک گئی تھی

"میرا مطلب انڈر اسٹینڈنگ تو ہے دونوں میں۔۔۔یہ تو حقیقت ہے" اسے مناسب لفظ مل گیا تھا۔امی نے بغور اس کا چہرہ دیکھا

"زری اس نے کبھی کچھ کہا تم سے اِس بارے میں۔۔۔" زری نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ہاں کہہ دینے کی صورت میں نینا نے اس کا سر پھاڑ دینا تھا۔

"اس نے کچھ نہیں کہا۔۔لیکن امی مجھے لگتا ہے وہ سلیم کو پسند تو کرتی ہے۔۔۔آپ خود دیکھیں نا اس کے ساتھ جتنی فرینک ہے اتنی کسی کے ساتھ نہیں ہے" اس نے بعجلت کہتے ہوئے اپنا موقف واضح کیا تھا۔امی نے سر جھٹکا

"اس بات سے کون کمبخت انکار کر رہا ہے کہ وہ اس سے بہت زیادہ بے تکلف ہے۔۔اگر کسی سے ہنس کر بات کر لیتی ہے تو وہ سلیم ہی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں اپنی بہن سے رشتہ مانگنے چل پڑوں۔۔۔ان کو تو جوڑ ہی نہیں ہے کوئی" وہ اکتا کر بولی تھیں۔زری

نے سر ہلایا پھر جب بات سمجھ میں آئی تو فوراً بولی

"امی ویسے سلیم اچھا لڑکا ہے۔۔خیال رکھنے والا ۔۔۔تمیز دار ہے۔۔۔اب اس کے ساتھ جو حادثہ ہوا اس میں اس کا کیا قصور۔۔یہ تو کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا نا۔۔۔وہ کیوں ناپسند ہے آپ کو" اس نے ایک اور سوال پوچھا تھا۔امی کے چہرے کے تاثرات مزید اکتاہٹ کا شکار ہوئے

"میں کیوں ناپسند کروں گی۔۔میری بہن کی اولاد ہے۔۔مجھے اپنی اولاد کی طرح پیارا ہے۔۔۔ناپسند تمہارے ابا کو ہے۔۔۔بلکہ سخت خار کھاتے ہیں اس سے۔۔۔۔۔اور نینا یہ بات جانتی ہے لیکن پھر بھی جان بوجھ کر انہیں غصہ دلانے کی غرض سے یہ سب کرتی ہے۔۔مجھے کتنی باتیں سننی پڑی ہیں اس کی وجہ سے۔۔۔کہتے ہیں یہ کیسی تربیت کی ہے بیٹی کی تم نے۔۔۔تمہاری ناک کے نیچے خط و کتابت ہو رہی ہے اور تم سوئی ہوئی ہو جیسے۔۔اب بتاؤ میں بولوں بھی تو کیا بولوں" امی کی آنکھوں سے پھر پانی ٹپکا تھا

"وہ خط وط نہیں تھا امی۔۔میں وہیں بیٹھی تھی۔۔اپنی کسی اسائنمنٹ کے سلسلے میں حمزہ کی نوٹ بک سے پیج پھاڑ کر کچھ پوچھ رہی تھی وہ اس سے کچھ۔۔۔" زری نے صفائی دینے کی کوشش کی

"دیکھو زری خط تھا یا نہیں تھا۔۔۔جو بات غلط ہے وہ غلط ہے۔۔۔لڑکیوں کو ایسے کام نہیں کرنے چاہیئے جن سے ان کی حرمت پر نقطہ برابر بھی حرف آئے۔۔۔" ان کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ زری کے موبائل پر بیپ بجی تھی اور پھر بجتی چلی گئی تھی۔واٹس ایپ میسج موصول ہو رہے تھے۔اسے یکدم شرمندگی سی محسوس ہوئی۔اسے لگا امی نینا کو نہیں اسے اشاروں اشاروں میں کچھ کہہ رہی ہیں۔اس نے چپل فون اٹھا کر اس کی بیپ بند کر دی تھی۔

"امی آپ اسے ایک بار پیار سے سمجھا دیں نا۔۔آپ سمجھائیں گی تو وہ سمجھ جائیگی" اپنی شرمندگی کو کم کرنے کی خاطر اس نے مشورہ دیا تھا۔

"پیار سے خاک سمجھتی ہے وہ۔۔۔اسے پتا چل گیا نا کہ اس کے باپ نے سلیم کے ساتھ بے تکلف ہونے سے منع کیا ہے تو یقین کرو۔۔۔تین وقت کھانا بھی اس کی دوکان پر بیٹھ کر کھانا شروع کر دے گی" امی بیزار کن لہجے میں بولی تھیں۔زری نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ ہنکارا بھر کر سیل فون اور برتن اٹھا کر باہر نکل آئی تھی

☆ ☆ ☆

سالگرہ والا دن ایک یادگار دن تھا۔۔شاید کبھی نا بھولنے والا

وہ ایمن کی سالگرہ تھی اور رراپنزل اس کی سالگرہ والے دن ہر چیز پر حاوی تھی

ہال کی پوری دیوار پر وال اسٹیکر چسپاں تھا جس میں بھوری بھوری اینٹوں والا وہ قلعہ خوب نمایاں ہو رہا تھا۔پوری دیوار کے ساتھ اتنی بڑی تصویر لگانے سے پورا ہال ہی کچھ مختلف مگر خوبصورت لگنے لگا تھا۔اسٹیکر بنواتے وقت تصویر کے رنگوں کو بہت شوخ کر کے پرنٹ کروایا گیا تھا جو دیکھنے میں بہت بھلے لگ رہے تھے۔قلعے کی کھڑکی بھی خوب بڑی کر کے بنائی گئی تھی اور اس میں موجود لڑکی کے فراک اور اس

کے لمبے بالوں کا رنگ بہت گہرا کیا ہوا تھا۔اس کے بال بالکل زمین تک آرہے تھے اور اپہلی نظر میں صرف بال ہی تھے جو ساری دیوار پر بکھرے نظر آتے تھے۔اس کے چہرے پر ایمن کے چہرے کی بڑی سی تصویر بالخصوص فکس کر کے لگائی گئی تھی۔دیوار پوری طرح سج گئی تھی اور اس کے علاوہ بھی پورے ہال میں یہی تھیم نمایاں تھی۔ڈسپازیبل کپس پلیٹس کیپس اور گڈی بیکس پر بھی یہی کردار نمایاں تھا۔ایمن کا فراک خوب گھیر دار اور لمبا تھا جو اس کے پاؤں تک آرہا تھا۔اس کے اپنے بال بھی لمبے تھے لیکن راپنزل کا گیٹ اپ دینے کے لئے اس کو مصنوعی بالوں کی چٹیا بھی لگائی ہوئی تھی۔شہرین نے اسے باقاعدہ پارلر سے تیار کروایا تھا۔اس چار سالہ بچی نے اتنی گیدرنگ پہلی مرتبہ دیکھی تھی پھر اس کا لباس اور بال خوب بھاری بنا دئے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ گھبرائی گھبرائی سی بیٹھی تھی۔شہرین نے خود نمائی کی حد کر دی تھی۔اس نے ملازمین کی بات کو ذہن پر اتنا سوار کر لیا تھا کہ ایک سالگرہ کی تقریب کرنے کے لئے ہی شادی کے ولیمے جتنا خرچ کر لیا تھا۔سمیع کے کولیگز اپنی جان پہچان کے لوگ اور پڑوسیوں کے علاوہ تقریب کے مہمانِ خصوصی اس کے میکے کے لوگ تھے جنہیں اس نے بہت تاکید اور اصرار کر کے بلوایا تھا۔سمیع کو اس کی خوشی اسقدر عزیز تھی کہ اس نے نا چاہتے ہوئے بھی اسے ایسا کرنے سے روکا نہیں تھا لیکن اس نے اپنے گھر والوں کو انوائٹ نہیں کیا تھا۔اسے پتا تھا کہ فیصل آباد سے اس کے گھر والے کبھی نہیں آئیں گے۔اسے خدشہ تھا کہ شہرین کی امی اور بہنیں بھی نہیں آئیں گی اور شہرین کو ہونے والے دکھ کا سوچ کر وہ بے چین بھی تھا لیکن توقع کے بالکل برعکس اس کی امی دو بہنیں اور بھابی اپنے بچوں کے ساتھ پارٹی میں آ گئی تھیں۔جب یہ لوگ آئیں تو پارٹی اپنے عروج پر تھی۔تمام ہی مہمان آچکے تھے۔سمیع اِن لوگوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور شادی کے ابتدائی مہینوں کے بعد سے اس کی ان سے بات چیت بالکل بند تھی لیکن پھر بھی ان کو دیکھ کر اسے اچھا لگا تھا۔کیک ان کی آمد کے بعد ہی کاٹا گیا تھا پھر جب سب اپنی اپنی پلیٹ لے کر ادھر ادھر بکھر گئے تو شہرین ایمن کو بطورِ خاص اپنی امی اور بہنوں کے پاس لے آئی تھی

"یہ ایمن تو بالکل تمہارے جیسی ہے شہرین" اس کی بھابی نے ایمن کو دیکھ کر کہا۔وہ سب ایمن کو پہلی بار مل رہے تھے اور شہرین کی خوشی دیدنی تھی۔اس نے ایمن کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھابی کے سامنے کیا تھا۔

"ہاں جی۔۔۔سب یہی کہتے ہیں" وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی تھی۔یہ بھابی اس کی خوبصورتی کو ہمیشہ سراہتی آئی تھیں۔شہرین کو ان کی بات سن کر بہت فخر محسوس ہوا تھا

"سب یہی کہتے رہیں گے۔۔۔یہ بالکل تمہارے جیسی ہے اور اس کی عادتیں حرکتیں بھی تمہارے جیسی ہی ہوں گی" اس کی بڑی بہن نے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔شہرین نے طنز بھانپ لینے کے باوجود اپنی مسکراہٹ کو بحال رکھا تھا

"بیٹیاں ماؤں جیسی ہی تو ہوتی ہیں باجی" وہ سر ہلا کر بولی تھی۔اس کی امی نے ہنکارا بھرا

"کچھ بیٹیاں رنگ روپ تو ماؤں سے لے لیتی ہیں لیکن عادات میں ماؤں پر نہیں پڑتیں۔۔۔تم جتنی خود سر اور ضدی تھیں اتنی تو میں یا میری کوئی اور بیٹی نہیں ہے"۔شہرین نے امی کی بات پر ان کی جانب دیکھا۔اسے اچھا نہیں لگا تھا۔وہ سمیع اور اس کی شادی والی بات

اور اسی ضمن میں کی گئی ضد کا حوالہ دے رہی تھیں اور وہ جب بھی کبھی اس سے ملتی تھیں یہ حوالہ دینا بھولتی نہیں تھیں۔اس نے مصنوعی انداز میں مسکرانے کے لئے ہونٹ پھیلاتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھنے کے ساتھ دعا بھی کی تھی کہ سمیع کہیں قریب نا ہو لیکن وہ پاس ہی اپنے کولیگ اور ان کی مسز سے باتیں کر رہا تھا۔شہرین کو اس کے چہرے کے بدلتے رنگ صاف نظر آئے تھے۔

”اللہ نا کرے ایسی خودسر کسی کی بیٹی ہو۔۔۔۔۔یہ بھی اللہ کی طرف سے بڑی آزمائش ہوتی ہے پھپھو۔۔۔“اس کی بھابھی نے ناک چڑھا کر کانوں کو ہاتھ لگائے۔شہرین کا چہرہ بالکل سپاٹ ہوگیا تھا۔اپنی اولاد کی خوشی میں اس نے کسی کو بھی کوسنے بددعائیں دینے کے لئے تو نہیں بلایا تھا

”آپ صحیح کہہ رہی ہیں بھابھی لیکن شہرین کی بیٹی تو شہرین سے بھی دو ہاتھ آگے ہوگی۔۔۔ابھی سے تربیت ایسی کر رہی ہے شہرین۔۔۔آپ نے دیکھا نہیں اس نے سالگرہ کی تھیم کیسی چنی ہے۔۔۔راپنزل۔۔۔“اس کی بہن نے ناک چڑھا کر کہا تھا

”یہ تصویر دیکھیں نا ذرا۔۔۔کمرے کی چاردیواری میں جب کوئی رستہ نہیں نظر آیا تو لڑکی نے اپنی زلفوں سے ہی لڑکا پھنسا لیا۔۔۔آنکھ مٹکا کر کے جی نا بھرا تو خوب طریقہ ڈھونڈا کہ اپنی زلفوں سے باندھ کر یار کو کمرے میں بلوالیا۔۔۔واہ واہ۔۔۔“یہ اس کی بھابھی کے الفاظ تھے جو سیسہ بن کر شہرین کے کانوں میں اترے تھے۔اس بھابھی کے بھائی سے شہرین کی بچپن میں منگنی ہوئی تھی۔بہت سی نگاہیں ان کی بلند آواز کے باعث ان کی جانب مبذول ہو چکی تھیں۔۔راپنزل کی تشریح پر وہی نگاہیں دیوار کی جانب گئی تھیں جس پر سالگرہ کی تھیم کا بڑا سا اسٹیکر چسپاں تھا۔سمیع کی برداشت اتنی ہی تھی۔وہ سُرخ چہرہ لئے آگے آیا تھا

”چُپ کریں آپ لوگ۔۔۔آپ کو ہماری بے عزتی کرنے کے لئے انوائٹ نہیں کیا گیا۔۔“شہرین کی امی نے اس کی بات کاٹ دی

”تم تو چپ ہی رہو چودھری سمیع صاحب۔۔۔تم نیچ ذاتوں کو کیا پتا کہ بے عزتی کیا ہوتی ہے۔۔۔جن کی اپنی کوئی عزت ہی نا ہو انہیں اس لفظ کے مطلب بھی کیا پتا ہوں گے۔۔۔تم نے پٹھانوں میں جنم لیا ہوتا تو پتا چلتا کہ عزت کسے کہتے ہیں۔۔۔کسی کی بیٹی پر ڈورے ڈالنے والے ہمیں سکھائیں گے عزت کیا ہوتی ہے۔۔۔تم تو دیکھنا تمہارے ساتھ اللہ کیا کرے گا۔۔۔ہر سانس کے ساتھ بددعا نکلتی ہے میرے دل سے تمہارے لئے۔۔۔یہ چار سال کی ہوئی نا تمہاری اولاد ابھی۔۔۔چند سال اور گزرنے دو پھر دیکھنا کیسے تمہارے شملے میں تارے ٹانکے گی۔۔۔سارے زمانے میں تمہاری پگڑی نا اچھالی اس نے تو میرا نام بدل دینا۔۔۔انشاءاللہ۔۔میری بددعا ہے تجھے شہرین۔۔۔جیسے میرا دل توڑا تو نے۔۔اپنے باپ کو رسوا کروایا نا۔۔تیری بیٹی بھی یہی کرے گی تیرے ساتھ۔۔بالکل یہی۔۔۔۔۔“وہ چلا رہی تھیں۔شہرین نے ڈبڈبائی آنکھوں سے ان سب کی جانب دیکھا پھر وہ جھول کر پاس پڑے کاؤچ پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گئی تھی۔اس کا سر گھوم رہا تھا اور اس کے کانوں میں سائیں سائیں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"تم مجھ سے شادی نہیں کرو گے" حبیبہ نے اپنی ڈرنک والا گلاس ہاتھ میں لے کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا

"""یہ کیسا سوال ہے؟" کاشف مسکرایا تھا۔ان کے تعلقات کو کافی مہینے گزر چکے تھے اور اس دوران حبیبہ نے پہلے کبھی یہ سوال نہیں کیا تھا۔وہ ایک دل پذیر میٹھے جھرنے کی طرح اس کی زندگی میں نرمی سے بہتی چلی جا رہی تھی یعنی کاشف کا جب دل چاہتا تھا اس میٹھے جھرنے کے پانی سے لطف اندوز ہو لیتا تھا اور جب دل چاہتا تھا اس سے کنی کترا کر اپنے معمول کی زندگی گزارنے لگتا تھا۔اتنے مہینوں میں وہ اتنا تجربہ کار تو ضرور ہو چکا تھا کہ یہ سیکھ لیتا کہ ذہنی سکون اور عیاشی کو کیسے الگ الگ خانوں میں رکھنا ہے۔

اب صوفیہ بے خبر رہنے لگی تھی تو خوش رہنے لگی تھی جس سے گھر کا ماحول بھی پر سکون ہو گیا تھا اور ظاہر ہے اس کا کاشف پر مثبت پڑا تھا گھر بار دونوں طرف بہت سکون ہو گیا تھا۔راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا لیکن اس ساری صورتحال میں جو سب سے زیادہ ناخوش تھا وہ حبیبہ تھی۔

اسے چند مہینوں میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ اس کے لئے نقصان کے سودے کے سوا کچھ نہیں ہے۔وہ کاشف کی ظاہری شخصیت کی چمک دمک سے متاثر ہو کر اس کی زندگی میں شامل تو ہو گئی تھی لیکن اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں رہی تھی۔مجید کی زندگی میں بھی وہ آزادانہ روش والی عورت تھی۔اب سے نہیں بہت عرصے سے وہ ایک سوشل بٹر فلائی بنے رہنے میں خوش تھی۔اسے وجیہہ مرد بھاتے تھے،ان کی معیت میں وہ بہت خوش رہتی تھی۔اسے اچھا لگتا تھا جب لوگ اس کے لباس شخصیت اس کے حسن کو سراہتے تھے کمپلیمینٹ پاس کرتے تھے لیکن وہ ایک خوشحال عورت تھی اور ایک مرد کی منکوحہ تھی۔کسی کی مجال نہیں تھی کہ اس کے سامنے کوئی اس کے لئے کوئی غلط الفاظ استعمال کرے۔اس کی غیر موجودگی میں کوئی کچھ بھی کہتا لیکن اس کے سامنے سب اسے سراہتے تھے،اس کی عزت کرتے تھے۔

کاشف کی زندگی میں شامل ہو کر وہ اپنی مرضی کے برعکس زندگی گزار رہی تھی۔اس کی سوشل لائف ختم ہو کر رہ گئی تھی کیونکہ ان کے سرکل میں سب جان چکے تھے کہ اس کا اور کاشف کا مخفی افیئر چل رہا ہے۔وہ خود کو کاشف کی "دوست" بنائے رکھنے میں تو خوش تھی لیکن یہ اسے منظور نہیں تھا کہ لوگ اسے بی گریڈ عورت یا طوائف کہتے اور وہ بھی اس عورت کے مقابلے میں جو شکل عقل میں اس سے بے حد کمتر تھی۔اسے صوفیہ سے سخت جلن محسوس ہوتی تھی۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی اور چونکہ وہ خود کو عام عورتوں سے مختلف قرار دیتی تھی اس لئے اپنے اندر کے حسد جلن اور ذہنی کشمکش کو ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن ایک روز وہ یہ بات کر ہی بیٹھی تھی

"یہ سوال لگ رہا ہے تمہیں؟" اپنے لہجے میں سادگی شامل کر کے وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی

وہ ہلکے نیلے رنگ کی سلیولیس قمیض کے ساتھ سفید چوڑی دار پاجامہ پہنے ہوئے ہمیشہ کی طرح بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

"اور کیا ہے یہ؟" کاشف نے صوفے پر ذرا سا ترچھا ہو کر اپنا سارا رخ اس کی جانب مبذول کیا تھا

"یہ میری رائے ہے۔۔۔مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تم شادی نہیں کرو گے مجھ سے" وہ ایسے بات کر رہی تھی جیسے اپنے بارے میں نہیں بلکہ کسی اور کے بارے میں بات کر رہی ہو۔کاشف نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"شادی بہت بڑی ذمہ داری ہے بھئی اور میں تو پہلے ہی ایسی ایک ذمہ داری کو طوق گلے میں ڈالے ادھ موا ہوا پڑا

ہوں ۔۔میں مزید یہ بوجھ کیسے برداشت کرسکتا ہوں ۔۔۔رحم سرکار رحم ۔۔بندہ عاجز پر اتنا ظلم نا کریں" وہ اسی کے انداز میں لیکن ہنستے ہوئے بولا۔حبیبہ ہنسی تو نہیں لیکن اس کی مسکراہٹ کافی دلنشین تھی

"یہ بوجھ، ذمہ داریاں، مسائل، مجبوریاں خوبصورت عورتوں کی ڈکشنریوں میں نہیں ہوتے ۔۔۔یہ تو صوفیہ کاشف جیسی عام عورتوں کے دکھڑے ہیں ۔۔۔میں بوجھ ڈالنے نہیں بوجھ بانٹنے پر یقین رکھتی ہوں"

"اچھا کرتی ہو۔۔۔میں بھی یہی سوچتا ہوں"

"ہماری سوچ کافی ملتی جلتی ہے" حبیبہ مسکرائی تھی

"صرف سوچ ہی نہیں ۔۔ہمارے دل بھی ملتے ہیں ۔۔۔تب ہی تو سب کچھ بھول بھال کر یہاں تمہارے پاس بیٹھا رہتا ہوں ۔۔۔تمہارے ساتھ جتنا وقت گزرتا ہے ۔۔وہ میری زندگی کا بہترین وقت ہوتا ہے" کاشف نے اپنے لہجے میں حتیٰ المقدور سچائی سمو کر اس برے رویے کی تلافی کرنے کی کوشش کی تھی جو شادی جیسے اہم موضوع پر انکار کر کے اس نے حبیبہ کے ساتھ برتا تھا

"مجید بھی یہی کہا کرتا تھا۔۔" حبیبہ نے نجانے کتنے دن بعد مرحوم شوہر کو یاد کیا تھا۔کاشف نے پھر اس کی بات کاٹ دی

"کیا بات ہے ۔۔۔آج تو پرانی فلمی ہیروئنوں کی طرح بہت جذباتی ہو رہی ہو ۔۔۔مرحوم شوہر کا ذکر کر رہی ہو ۔۔۔کہیں مجید کو خواب میں تو نہیں دیکھ لیا تھا رات" وہ مذاق اڑا رہا تھا

"اتنے ڈراؤنے خواب نہیں دیکھتی میں" وہ ناک چڑھا کر بولی۔کاشف نے پھر بلند و بانگ قہقہہ لگایا تھا

"اچھا کرتی ہو" وہ اپنی ڈرنک والا گلاس اس کے گلاس سے چھو کر بولا

"میں نے ہمیشہ منفرد اور اونچے خواب دیکھے ہیں ۔۔۔اور ان خوابوں کو پورا کرنے کے لئے محنت کی عادت بھی ہے مجھے" وہ پھر اسی نزاکت بھرے لہجے میں بولی جو اس کا وطیرہ تھا۔کاشف کی کولڈ ڈرنک ختم ہو چلی تھی ۔

"کیا بات ہے ۔۔آج تو اپنی ہی تعریفیں کئے چلی جا رہی ہو" وہ لہجے میں مزاح کا عنصر پیدا کر کے بولا تھا۔حقیقت یہ تھی کہ وہ اس بیکار کی گفتگو سے بوریت کا شکار ہونے لگا تھا

"تم تو میری تعریف کرو گے نہیں ۔۔میں نے سوچا میں ہی کر لوں" اب کی بار حبیبہ چاہتے ہوئے بھی اپنے لہجے کی شکستگی چھپا نہیں پائی تھی ۔کاشف نے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر نرمی سے اپنی انگلیاں اس کی ہتھیلی پر مسلتا ہوا بولا

"بہت قیمتی ہو تم میرے لئے ۔۔۔تم نے کبھی وہ کلی دیکھی ہے جو کوٹ کے اوپر سجائی جاتی ہے ۔۔۔جس سے پورا کوٹ سج جاتا ہے ۔۔وہ کلی ہو تم میرے لئے ۔۔۔یہاں پر سجا کے رکھا ہوا ہے تمہیں ۔۔یہاں ۔۔۔اپنے دل میں" اس نے اپنا دوسرا ہاتھ سینے پر رکھا تھا ۔حبیبہ کے چہرے پر مسکراہٹ بڑھی ۔

"جب اتنا ہی قیمتی سمجھتے ہو مجھے تو پھر اپنانے سے ڈرتے کیوں ہو" وہ سوال پر سوال کر رہی تھی ۔کاشف نے اس کا ہاتھ ابھی بھی نہیں چھوڑا تھا

"اپنانا کسے کہتی ہو تم۔۔۔تمہیں اپنا ہی تو رکھا ہے۔۔۔گھر میں بیوی بچی کو چھوڑ کر تمہارے پاس بیٹھا رہتا ہوں۔۔اور کیا کروں بتاؤ" وہ مزید محبت سے اس کے ہاتھ کو سہلانے لگا تھا

"تم شادی نہیں کرو گے مجھ سے" اس نے وہی بات دوہرائی جو وہ دوہرانا چاہتی تھی

"اب یہ کیا۔۔سوال یا رائے یا پھر تمہارا اندازہ۔۔۔؟" کاشف کے چہرے پر سنجیدگی ابھری تھی۔حبیبہ نے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر دیکھتی رہی۔ان دونوں کے دل میں کیا چل رہا تھا وہ دونوں ہی اس بات سے ناواقف تھے۔

"میں اگر یہ کہوں کہ یہ میرا مطالبہ ہے۔۔تو۔۔۔؟" حبیبہ اب اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔کاشف نے قہقہہ لگایا۔اتنا اونچا کہ ہر دوسری آواز اس قہقہے کی آواز میں دب کر رہ گئی لیکن یہ ایک بیکار، کسی بھی جوش یا حقیقی خوشی سے مبّرا قہقہہ تھا کیونکہ جعلی ہمیشہ خالی ہوتا ہے۔

"تو میں یہ کہوں گا کہ جی بھر کر کرو۔۔۔یہ تمہارا حق ہے۔۔آخر حسن والے مطالبے نہیں کریں گے تو کون کرے گا" وہ بات کرتا ہوا اس کے مزید قریب ہوا۔حبیبہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔کاشف کو اللہ نے صرف شکل سے ہی نہیں نواز ا تھا۔وہ گفتگو کے فن سے بھی ماہر تھا۔اسے بات کو اپنی مرضی کی جانب موڑنا بخوبی آتا تھا۔

"تم میری زندگی کی سب سے قیمتی متاع ہو۔۔تم مطالبے نا کیا کرو۔۔حکم کیا کرو" وہ لہجے میں شہد جیسی مٹھاس سمو کر بولا تھا۔حبیبہ کو بس اسی انداز نے ہی ٹریپ کر رکھا تھا۔یہ بات فی الوقت دب گئی لیکن چند دن بعد پھر حبیبہ نے یہ موضوع چھیڑ دیا۔کاشف اکتا کر اس روز اپنے گھر جلدی واپس آگیا۔حبیبہ اور اس کے درمیان بحث معمول بنتی جاتی تھی۔کاشف کے پاس تو اپنے گھر بیوی بچی کا آسرا تھا۔وہ وقت کو گزار سکتا تھا لیکن حبیبہ کے پاس ایسی کوئی سپورٹ نہیں تھی۔اس سے وقت کاٹے نہیں کٹتا تھا۔اسے تو فیصلہ کرنا ہی تھا اور اس نے کر لیا۔



"سلیم کے بچے کتنے وہ ہو نا تم" وہ کیمپس سے واپس آئی تو عادت اور روٹین کے مطابق پہلے اس کی دوکان پر آئی تھی اور قریب آتے ہی چلائی تھی۔سلیم نے انجان پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے گردن اچکائی پھر منہ بنا کر بولا

کتنے وہ سے کیا مراد ہے۔۔۔دو در جن ہوں میں۔۔۔خوش؟" وہ استفہامیہ انداز میں پوچھ رہا تھا

"دو در جن۔۔؟" وہ اسی انداز میں چلائی تھی

"صحت دیکھی ہے اپنی مسٹر دو در جن۔۔۔جتنا تمہارا وزن ہے نا امریکہ اور یورپ میں لوگ اتنے وزن کی بال سے رگبی کھیل لیتے ہیں۔۔تمہاری یہ بیساکھی نا ہو تو نا ہو تو شمال سے آنے والی ہوائیں تمہیں اڑا کر جنوب میں پھینک آئیں۔۔۔" وہ اسی طرح ناک چڑھا چڑھا کر بولا تھا

"اور تم خود تو جیسے شاہدہ منی ہو نا۔جتنا تمہارا وزن ہے نا اس سے زیادہ وزن تو ٹنڈولکر کے بلے کا ہو گا" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا کیونکہ وہ بھی دُبلی پتلی ہی تھی

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔۔اب فلموں اور کرکٹ کی باتیں کر کے یہ مت بتاؤ مجھے کہ تمہارا جنرل نالج بہت اچھا ہے۔۔۔میں یہ بات تب تک نہیں مان سکتی جب تک مجھے اپنے کام کا پتا نا چل جائے" وہ لاجواب ہو کر اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے بولی تھی۔

"کون سا کام؟"سلیم نے سوال کیا تھا۔نینا نے آنکھیں پھیلائیں

"تم میرا کام کیسے بھول سکتے ہو۔۔۔اسی لئے کہا تھا کہ کتنے وہ ہو تم" وہ دوبارہ چلا کر بولی

"بی بی نینا صاحبہ آپ کوئی ایک کام کہتی ہیں مجھ سے۔۔۔دن میں ستر بار کام پڑتے ہیں آپ کو مجھ ناچیز سے۔۔۔"اس نے وہیل چئیر کو گھسیٹ کر آگے کیا تھا۔نینا نے آنکھیں پھیلائیں

"احسان جتانے کی بجائے اللہ کا ہزار ہا شکر ادا کیا کرو کہ میں تم سے کام کروا کر تمہیں عزت بخش دیتی ہوں۔۔۔خوش قسمتی ہے یہ تمہاری کہ تم میرے کام آرہے ہو ورنہ تمہاری یہ ننھی سی جان اس سڑی ہوئی دوکان میں سڑ سڑ کر سیاہ ہو جاتی۔۔۔" وہ ہاتھ کاؤنٹر پر مار کر بولی۔

"اوہ مجھے ایک بات بتاؤ۔۔۔تمہیں میری دوکان سے کیا مسئلہ ہے۔۔۔میری دشمنی میں اس بیچاری کو کیوں گھسیٹ لیتی ہو۔۔جانتی ہو نا کتنی محبت ہے مجھے اس سے۔۔" وہ مصنوعی انداز میں چڑ کر پوچھ رہا تھا۔نینا نے کاؤنٹر پر پڑے ٹافیوں وغیرہ کے ڈبوں میں سے اپنی پسند کی ببل گم نکالی تھی

"خدارا اب مجھے اپنی اور اپنی اس دوکان کی عشقیہ داستان نا سنانا۔۔۔میں رونا نہیں چاہتی" وہ ریپر اتار کر ببل منہ میں رکھ رہی تھی۔سلیم کو اس کی بات پر ہنسی آئی

"اچھا تو تم بتا دو۔۔کیا سننا چاہتی ہو تم؟" وہ بالآخر مدعے پر آگیا تھا۔

"اوہ میرے خالہ زاد بھائی۔۔میرے پرچون کی دوکان والے کزن۔۔میری خالہ کے اکلوتے بیساکھی والے بیٹے تمہیں کل ایک پرچی بھیجی تھی جس پر راپنزل لکھ کر بھیجا تھا۔۔۔آیا کچھ یاد۔۔۔وہی پرچی جس پر تم نے پھول بوٹے بنا کر واپس کر دی تھی۔۔۔اور پھر میں نے۔۔۔۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بول رہی تھی کہ سلیم نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروایا پھر پوچھا

"بس بس۔۔۔آگیا یاد۔۔۔راپنزل کا پوچھا تھا نا تم نے۔۔؟"

"ہاں جی۔۔۔رانیہ کا مسئلہ بتایا تو تھا" نینا اب کاؤنٹر والے چبوترے سے اتری تھی

"رانیہ کو چھوڑو۔۔راپنزل کی بات کرو۔۔کتنا اچھا اسکیچ بنا کر بھیجا تھا میں نے تمہیں" وہ اسے اس کی پوچھی گئی بات بتانے کی بجائے اپنی تعریف اپنے منہ سے کرتے ہوئے اترایا تھا

"میں نے بھی تو جواباً کتنا اچھا اسکیچ بنایا تھا۔۔اس کی تعریف بھی تو کرو" وہ اس کی نقل اتارتے ہوئے بولی۔

"تم نے تو جواب ہی نہیں دیا۔۔اسکیچ تو دور کی بات ہے"سلیم نے جتایا۔نینا نے مصنوعی قہقہہ لگایا

"ہاہا۔۔اب تو یہی کہو گے تم۔۔اتنا مزے کا جواب جو دیا تھا میں نے" وہ چڑا رہی تھی۔

"کون سا جواب۔۔۔حمزہ تو واپس ہی نہیں آیا وہ پرچی لے کر" سلیم کو یقین تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے جبکہ اس نے ناک پھلائی

"کیا حمزہ کا بچہ واپس نہیں آیا تھا۔۔۔اس کی تو آج میرے ہاتھوں وہ شامت آئیگی کہ یاد رکھے گا۔۔۔شام کو خبر لیتی ہوں اسکی" نینا نے بلاوجہ مڑ کر اس سمت میں دیکھا جس طرف حمزہ کا گھر تھا۔سلیم ایک ثانیے کے لئے کچھ نہیں بولا پھر اس نے وہیل چیئر کو بالکل کاؤنٹر کے قریب کیا تھا۔

"اچھی بات ہے وہ نہیں آیا۔۔۔مناسب بھی نہیں لگتا تھا کہ وہ خط یہاں سے وہاں اور وہاں سے لے کر جاتا۔۔۔کوئی دیکھ لیتا تو نا جانے کیا سمجھتا" اس نے بہت ہی دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

"ارے اس میں نامناسب کیا ہے۔۔۔وہ کوئی عشقیہ خطوط نہیں تھے۔۔۔ایک عام سی پرچی تھی جس پر صرف ایک لفظ" راپنزل "لکھا ہوا تھا" وہ بہت ہی بُرا مان کر بولی تھی۔سلیم نے سر ہلایا۔یہ اس کی عادت تھی۔وہ بات سمجھے بناء غصہ کر جاتی تھی

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو یار۔۔لیکن لوگ اپنے حساب سے جج کرتے ہیں،اپنے ذہن سے سوچتے ہیں۔۔۔مجھے نامناسب لگا اس لئے میں نے کہہ دیا۔۔۔مجھے اسکیچ بنا کر بھجوا دینے کے بعد احساس ہوا کہ یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا مجھے" وہ اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا

"اوہو خیر ہے۔۔۔سارا محلہ مجھے جانتا ہے۔۔۔اور خیر سے تمہیں بھی سب جانتے ہیں۔۔۔انہیں پتا ہے کم از کم نینا سلیم کو لو لیٹر نہیں لکھ سکتی" وہ ناک سے مکھی اڑا رہی تھی

"اوہو نینا۔۔کیسے کیسے الفاظ استعمال کرتی ہو۔۔لو لیٹر،عشقیہ خطوط۔۔۔اچھا نہیں لگتا۔۔میں تمہیں کیا سمجھا رہا ہوں اور تم۔۔۔" وہ پھر اسے ٹوکتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو" وہ اب گھر کی سمت ہوئی تھی

"اب غصہ کر گئی ہو نا۔۔۔ویسے تمہارا مزاج بالکل خالو جیسا ہے۔۔گھڑی میں تولہ۔۔گھڑی میں ماشہ" وہ وہیں بیٹھے بیٹھے بولا تھا۔

"اتفاق سے میں تمہارے خالو کی بیٹی ہوں نا تو مزاج انہی سے ملنا تھا۔۔۔اب ڈاکٹر عامر لیاقت سے تو ملنے سے رہا" وہ بناء مڑے،بناء اس کی جانب دیکھے بولی تھی اور پھر اپنے گھر کی جانب بڑھ گئی تھی اور اسی لمحے اسے یاد آیا تھا کہ ابا بھی تو اسی وقت گھر آئے تھے جب اس نے وہ کاغذ کی پرچی حمزہ کے ہاتھ واپس بھجوائی تھی۔سیڑھیوں تک پہنچنے میں وہ دل ہی دل میں اس بات پر متصدق ہو چکی تھی کہ ابا کا موڈ اسی لئے خراب ہوا تھا کہ انہوں نے وہ پرچی دیکھ لی تھی۔سلیم کو جو بات نامناسب لگ رہی تھی۔ابا کے لئے تو وہ بات بہت ہی زیادہ بری تھی۔ہونٹ چباتے ہوئے وہ چند لمحے ایسے ہی دروازے پر کھڑی رہی تھی پھر عجیب سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی تھی

"مزے کی بات ہے۔۔۔انجوائے کریں ابا۔۔۔میں بھی یہی کر رہی ہوں" پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے اسے نے خود کلامی کی تھی۔

☆ ☆ ☆

"مجھے مجید کی سب انویسٹمینٹ واپس چاہیئے" حبیبہ نے بالا آخر اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا تھا۔کاشف نے حیران نا ہونے کی بھرپور اداکاری کی اور اتنے ہی بھرپور طریقے سے ناکام ہوگیا

"کیا مطلب ۔۔۔؟" وہ یہی سوال کر پایا تھا

"میں قطر میں سیٹلڈ ہونے کا پلان بنا رہی ہوں" حبیبہ نے ہمیشہ کی طرح سادہ مگر لگاوٹ بھرے انداز میں کہا تھا

"اچانک ۔۔مگر کیوں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔وہ کافی دن کے بعد حبیبہ سے ملنے آیا تھا اور آتے ہی اسے یہ اطلاع ملی تھی۔اس کے ذہن میں فوراً جمع تفریق شروع ہوگئی تھی۔حبیبہ کے ارادے کے آفٹر میتھس اس نے سوچنے بھی شروع کر دئے تھے

"یہاں سے جی بھر گیا ہے ۔۔دل نہیں لگتا میرا اب یہاں" حبیبہ نے کہا تھا۔اس نے اس کے اتنے دن غیر حاظر رہنے کے متعلق کوئی استفسار بھی نہیں کیا تھا جس سے کاشف مزید تخمینے لگانے پر مجبور ہوا جا رہا تھا

"اور میں ۔۔۔میرا کیا ہوگا ۔۔۔میرے بارے میں سوچا ہے ۔۔۔میرا دل کیسے لگے گا تمہارے بغیر" وہ جھلا کر بولا تھا۔حبیبہ کی ایک بہن قطر میں ہوتی تھی اور اس کے شوہر کا شمار وہاں سیٹلڈ پاکستانی کمیونٹی کے رئیس بزنس مینوں میں ہوتا تھا۔سیٹھ مجید نے جو دبئی میں بزنس سیٹ کیا ہوا تھا اس میں بھی اسی بہنوئی نے ان کی مدد کی تھی۔وہ کافی اثر و رسوخ والا آدمی تھا۔

"تمہارے بارے میں سوچ کر ہی تو یہ فیصلہ کیا ہے ۔۔" حبیبہ نے اسی انداز میں کہا تھا۔

"میں چاہتی ہوں تم دبئی والا سارا بزنس خود سنبھالو ۔۔میں اس جھنجھٹ سے نکلنا چاہتی ہوں" کاشف کی سانس میں سانس آئی ۔۔دبئی میں سارا پیسہ مجید کا تھا اور اس کی موت کے بعد سے حبیبہ نے وہ سب کاشف کے حوالے کر رکھا تھا لیکن کوئی قانونی لکھت پڑھت کبھی نہیں ہوئی تھی۔

"تمہاری معاونت کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر پاؤں گا۔تم یہیں رہو گی بس ۔۔میرے پاس ۔۔میرے قریب" اس نے کہا تھا ۔حبیبہ نے نفی میں سر ہلایا

"میں صرف تین مہینے کیلئے ہی تو جا رہی ہوں ۔۔واپس آجاؤں گی" حبیبہ نے اسے تسلی دی تھی پھر اس کے بولنے کا انتظار کئے بغیر بولی

"وہاں جا کر دیکھتی ہوں کہ کونسا بزنس کیا جا سکتا ہے ۔۔۔میری بہن بیوٹی سیلون بنانا چاہتی ہے ۔۔۔وہ بتا رہی تھی کہ کافی اسکوپ ہے وہاں اس بزنس کا ۔۔۔اس لئے تم میری ساری رقم واپس کر دو" اس نے جتنا سادہ انداز میں ساری بات کی تھی، اتنی سادہ تھی نہیں

"ہاں ہاں ۔۔۔میں تمہیں پچاس ساٹھ ہزار دے سکتا ہوں۔" کاشف نے ٹانگ پر ٹانگ رکھی تھی جب بات اس طرح غیروں کی طرح ہی ہونی تھی تو اسے بھی بے تکلف ہو کر بیٹھنے کی ضرورت کیا تھی۔حبیبہ نے اسے گھورا

"پچاس ساٹھ ہزار میں تو دس دن بھی نہیں گزر سکیں گے قطر میں ۔۔۔مجھے سارا پیسہ چاہیئے ۔۔۔اپنا پیسہ" اس نے "اپنا" پر سارا زور لگاتے ہوئے کہا تھا

"اپنا پیسہ۔۔؟" کاشف نے دوہرایا پھر وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا تھا

"کون سا پیسہ۔۔۔؟" اس نے استفہامیہ انداز میں جیبہ کا چہرہ دیکھا

"میں اس ایک کروڑ روپے کی بات کر رہی ہوں جو مجید نے تمہارے بزنس میں انویسٹ کیا تھا اور جس میں سے تم نے ایک ہزار بھی کبھی واپس نہیں کیا" جیبہ نے دوٹوک انداز میں کہا تھا۔کاشف کے چہرے کی طنزیہ مسکراہٹ گہری ہوئی

"سیٹھ مجید کی وفات کو تقریباً ایک سال ہونے کو آیا ہے۔۔۔اس دوران تمہارا گھر کیسے چل رہا ہے۔۔کبھی یہ سوچا ہے تم نے ۔۔۔تمہارے چار ملازمین کی تنخواہیں، تمہاری گاڑی کا پیٹرول۔۔آئے روز تمہاری عیاشیاں، مہنگے ہوٹلوں میں کھانا۔۔۔قیمتی کپڑوں اور زیورات کی شاپنگ۔۔۔ہمہ وقت تمہارا نوٹوں سے بھرا ہوا پرس۔۔۔یہ سب کیسے اور کون پورا کر رہا تھا۔۔۔اس وقت اپنا پیسہ کیوں یاد نہیں آیا تمہیں"

"کاشف تم گھما پھرا کر بات مت کرو۔۔۔جو کہنا ہے صاف صاف کہہ ڈالو" جیبہ نے بھی سرد مہر لہجہ اپنایا تھا

"صاف صاف بات یہ ہے جیبہ کہ پیسہ اس کا ہوتا ہے جو محنت کرتا ہے۔۔۔جو محنت نہیں کرتا پیسہ اس کے ہاتھ سے پھسلنے لگتا ہے۔۔۔مجید بھائی کی بہت عزت ہے میرے دل میں۔۔انہوں نے بہت ساتھ دیا ہے میرا۔۔۔اس بناء پر تمہاری بھی عزت کرتا ہوں میں ۔۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں اپنی محنت کی کمائی اندھوں کی طرح تمہارے ہاتھ میں دے دوں۔۔۔اس کاروبار کو اپنا خون پسینہ دیتا ہوں میں۔۔۔جان توڑ محنت کرتا ہوں۔۔اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ اس میں سے ایک کروڑ روپیہ نکال کر تمہارے ہاتھ پر رکھ دوں۔۔" وہ چُپ ہوا تھا

"تم قطر چلی جاؤ۔۔گھوم پھر آؤ۔۔میں تمہیں نہیں روکوں گا۔لیکن میں زیادہ سے زیادہ دو لاکھ دے دیتا ہوں تمہیں۔۔۔" وہ کندھے اچکا کر بولا تھا۔جیبہ نے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا

"تمہیں کُچھ اندازہ ہے۔۔قطری دینار کتنے کا ہے۔۔۔دو لاکھ کے تھوڑے سے دینار بنیں گے۔۔میں وہاں شاورما کھانے نہیں جا رہی۔۔بزنس کرنے جا رہی ہوں۔۔۔دو لاکھ میں تمہیں دے دیتی ہوں۔۔تم میرا بیوٹی سیلون سیٹ کرآؤ وہاں" جیبہ کا انداز طنزیہ ہو گیا تھا

۔کاشف ہنسا

"تو پھر چُپ چاپ یہاں میرے پاس رہو۔۔میں ہر مہینے تمہیں پچاس ہزار دیتا رہوں گا۔۔۔اتنا کافی رہے گا تمہارے لئے" اس نے آفر دی تھی۔جیبہ کو اس وجیہہ چہرے والے مرد کے اندر چھپے مکروہ شیطان پر بے حد غصہ آیا

"کاشف۔۔۔میں کوئی بی گریڈ عورت نہیں ہوں۔۔جسے پچاس ہزار مہینے پر باندھ کر اپنی عیاشی کے لئے بٹھا کر رکھ لو گے تم۔۔۔اب تک تم مجھ پر جو بھی خرچ کرتے ہو وہ میرا حق تھا۔میرے مرحوم شوہر نے اپنی ساری جمع پونجی تمہارے بزنس میں انویسٹ کر رکھی تھی۔۔۔تم خیرات نہیں دیتے تھے مجھے" وہ انگلی اٹھا کر غرا کر بولی تھی

"یہ مجھے بتا رہی ہو تم؟" کاشف نے اسی کے انداز میں پوچھا تھا۔اس کے چہرے پر پھیلی طنزیہ مسکراہٹ جیبہ کو مزید غصہ دلا رہی تھی

"ہاں تمہیں بتا رہی ہوں۔۔۔تاکہ تمہیں یاد رہے کہ جیبہ تم پر جو کچھ لٹا رہی تھی وہ سب۔۔۔سب کا سب۔۔محبت کے نام پر تھا۔۔۔دولت

کے نام پر نہیں ۔۔۔تمہارے چند ہزار روپوں کی خاطر تم پر نہیں مرمٹی تھی حبیبہ۔۔۔تاکہ تمہیں یاد رہے کہ حبیبہ طوائف نہیں ہے۔۔۔سنا تم نے۔۔حبیبہ طوائف نہیں ہے" اس کے منہ سے الفاظ کے ساتھ دھواں نکلتا بھی محسوس ہو رہا تھا۔کاشف نے پھر ایک جعلی قہقہہ لگایا

"حبیبہ طوائف نہیں ہے۔۔۔واقعی۔۔؟" وہ اب اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔حبیبہ کا دل چاہا اس کا گلا دبا دے یا اس کی آنکھوں میں انگلیاں گھونپ کر اسے اندھا کر دے۔وہ چند ثانیے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔اس چہرے پر کیسے مرمٹی تھی وہ۔۔پھر اسے برداشت نا ہو سکا تھا۔اس نے ایک زوردار تھپڑ کاشف کے چہرے پر دے مارا تھا

پہلی خوبصورت دلفریب کہانی اپنے اختتام کو پہنچی تھی



"شہرین باجی کی امی تو بڑی ہی بدتمیز ہیں جی" رانی نے پانی کا گلاس اماں رضیہ کی جانب بڑھاتے ہوئے ناک چڑھا کر کہا تھا۔ماں رضیہ نے بے چینی اور بے بسی سے چور انداز میں اسے دیکھا۔ان کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ اسے ٹوک دیتیں۔انہوں نے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے پانی کے ساتھ گولی نگلی تھی۔رانی ان کے بستر پر بیٹھ گئی تھی۔گھر کے ملازمین بھی آج تو الجھے الجھے سے نظر آتے تھے لیکن اماں رضیہ کا دل تو بہت ہی بوجھل تھا۔آج کی تقریب کے لئے گھر کی مالکن کا جوش و ولولہ ان سے چھپا ہوا نہیں تھا۔انہوں نے ایک ایک چیز پر شہرین کو پیسہ پانی کی طرح بہاتے دیکھا تھا اور پھر جس طرح وہ یہ سب کرتے ہوئے خوش اور مطمئن نظر آتی تھی یہ بھی ان سے ڈھکا چھپا نہیں تھا لیکن جو کچھ ہوا تھا اس کا تو کسی کو اندازہ بھی نہیں تھا۔شہرین کا اترا ہوا اُلجھا ہوا چہرہ ان کی نظروں کے سامنے سے ہی نہیں ہٹ رہا تھا۔وہ بہت دکھی تھیں اگر گھر کی عام ملازمہ ہوتیں تو شاید دو باتیں کر کے تقریب کے اس طرح خراب ہو جانے پر مرچ مصالحے لگا کر افسوس کرتیں اور سو جاتیں لیکن چونکہ وہ صرف ملازمہ نہیں تھیں۔وہ خود کو گھر کے مالکوں میں بھی شمار ہوتی تھیں۔انہوں نے سمیع کو بھی پالا تھا اور اب اس کی اولاد کو بہت محبت سے پال رہی تھیں۔شہرین سے بھی لگاؤ رکھتی تھیں۔اس بدقسمت جوڑے کی ایک ایک بات ان کے سامنے عیاں تھی۔وہ ماں نہیں تھیں لیکن ان کے دل میں اس گھر کے مالک کے لئے ماؤں جیسا ہی پیار تھا سو تکلیف بھی ان کی حد سے سوا تھی۔سب پھیلاوا سمیٹ کر اب وہ اپنے بستر پر آئی تھیں۔سر درد کی دوا لی تھی اور اب رانی سے پاؤں دبوا رہی تھیں

"یہ ایسی ہی بدزبان ہیں شروع سے۔۔ایک دو بار ہی ملی ہوں ان سے۔۔لیکن جب بھی ملی ہوں کبھی اچھی نہیں لگیں مجھے۔۔۔۔پتھر دل والی عورت ہے" اماں رضیہ نے سرہانے سے سر ٹکا کر بازو آنکھوں پر رکھا

"اماں۔۔صرف پتھر دل نہیں۔۔بہت بڑے والے پتھر دل والی عورت۔۔۔ایمن کے بارے میں کیسے کہہ رہی تھی اور سمیع بھائی کو تو ایسے گھور رہی تھی جیسے کچا کھا جائیگی" رانی کو اپنی رائے درمیان میں دینے کا بہت ہی شوق تھا

"چل تو چپ کر کے اپنا کام کر۔۔زیادہ مت بولا کر ہر بات میں" اماں رضیہ اکتا کر بولی تھیں۔ان کے دل میں بھی غبار جمع تھا لیکن کیا کرتیں رانی کے سامنے زیادہ بات بھی نہیں کر سکتی تھیں

"میرا دل تو اسی وقت بولنے کو چاہ رہا تھا۔۔جب وہ موٹی بھینس سمیع بھائی کو کوس رہی تھیں۔۔۔بھلا اپنے داماد کو بھی ایسے کہتا ہے کوئی۔۔توبہ توبہ" رانی ان کے پاؤں دباتی ہوئی سابقہ انداز میں بولی تھی

"کہہ تو رہی ہوں ایسی ہی ہیں وہ۔۔۔شہرین کے خاندان والوں نے کبھی اس شادی کو قبول ہی نہیں کیا۔سمیع کو کبھی وہ رتبہ ہی نہیں دیا جس کا وہ مستحق ہے۔۔۔بتاؤ ہیرے جیسا بچہ۔۔چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نا ملتا لیکن ان کو قدر ہی نہیں۔۔۔کیسے گالیاں دے رہی تھی بیچارے بچے کو" اماں رضیہ تاسف بھرے لہجے میں بولی تھیں

"سمیع بھائی تو بالکل فرشتہ صفت ہیں۔۔ایسے داماد ہمارے جیسے گھروں میں ہوں تو سائیں پاؤں دھو دھو کر پیئیں" رانی نے سارا زور ان کے پاؤں پر لگاتے ہوئے کہا تھا۔اماں رضیہ نے ناگواری سے اس کے انداز کو دیکھا

"چل۔۔۔رانی تو بھی مبالغہ آرائی کی حد ہی کر دیا کر۔۔جہالت کی پوٹلی۔۔مت بولا کر یہ محاوروں کی زبان۔۔۔سمجھتی نہیں ہے تجھ پر۔۔کون پیتا ہے کسی کے پاؤں دھو دھو کر۔۔۔" وہ جھنجھلائی تھیں

"سچ کہہ رہی ہوں اماں۔۔۔میری بہن کا خاوند ہے اتنا مارتا ہے میری بہن کو۔۔۔کپڑا لتا تو کیا لے کر دینا ہے۔۔دو وقت کھانے کو بھی ترسا ترسا کر دیتا ہے۔۔۔مگر جب بھی ہمارے گھر آتا ہے۔۔میری ماں کا بس نہیں چلتا کہ اس کے لئے اپنا دل ہی نکال کر رکھ دیں۔۔اس کے لئے بوتل پھل سب منگوائے گی۔۔آپ خود سوچیں اماں سمیع بھائی جیسا داماد ہو میری ماں کا تو پاؤں دھو دھو کر ہی پیئے گی نا" رانی نے اب کی بار اپنے الفاظ پر زیادہ اور ان کے پاؤں پر مناسب سا زور دیا

۔اماں رضیہ نے سر ہلایا

"داماد کی عزت تو کرنی ہی چاہیئے۔۔ہمارے گھروں میں بھی اسی طرح ہوتا ہے بھئی۔۔داماد کو گھر کے بیٹوں سے بڑھ کر پیار اور تکریم دی جاتی ہے۔۔۔لیکن سمیع کی تو قسمت ہی خراب ہے۔۔۔بہت بغض پال رکھا ہے شہرین کی ماں نے اپنے دل میں" اماں رضیہ نے ناک چڑھا کر کہا تھا

"لیکن اماں کیوں۔۔۔؟اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں شہرین باجی کے گھر والے سمیع بھائی سے۔۔؟" وہ ان کے مزید قریب ہو کر ٹوہ لینے والے انداز میں پوچھ رہی تھی

"ارے دونوں طرف یہی صورتحال ہے۔۔۔سمیع کے گھر والے کون سا کم ہیں کسی سے۔۔انہوں نے بھی شہرین کو ہر جگہ بے عزت ہی کیا ہے۔۔۔سمیع کی ماں نے کبھی بیٹی کہہ کر نا دیا ہوگا بیچاری بچی کو۔۔نندیں بھی بھاوج کی رتی برابر عزت نا کرتی تھیں۔۔روز کا جھگڑا فساد تھا ۔۔اسی لئے تو سارا گھر چھوڑ چھاڑ یہاں آگیا بیوی کو لے کر۔۔"

"لیکن کیوں اماں۔۔۔ایسا کیوں۔۔۔" رانی کا تجسس عروج پر تھا۔اس نے ان کی بات کاٹ کر سوال کیا تھا۔ماں رضیہ بھی اپنی دھن میں سب بتا دینے پر تیار تھیں آج۔۔حالانکہ وہ پہلے بھی باتوں باتوں میں رانی کو بتا چکی تھیں لیکن اس کے سوال پر پھر سے بولنے لگیں

" دونوں گھر راضی نہیں تھے اس شادی پر۔۔۔ پہلے دن سے قبول نہیں کیا دونوں خاندانوں نے ایک دوسرے کو۔۔۔ اِدھر والے پٹھان تھے۔۔ اُدھر والے پنجابی۔۔۔ بس یہی رونا تھا۔۔۔ ورنہ تو دونوں مسلمان۔۔ فرقہ مسلک کی بھی کوئی لڑائی نہیں۔۔۔ مال مرتبے میں بھی ایک برابر تھے۔۔۔ بچے بھی ایک دوسرے کے جوڑ کے تھے۔۔۔ یہ ہیرا تھے تو بچی بھی کندن جیسی تھی۔۔۔ بچوں کی ضد پر مجبور ہو کر بیاہ تو کر دیا لیکن دوبارہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کو تیار نہیں ہوئے۔۔۔ سمیع کے گھر والے شہرین کو کوسنے دینے سے باز نہیں آتے اور یہاں سمیع کو شہرین کے خاندان والوں کی الٹی سیدھی سننے کو ملتی رہتی ہیں۔۔۔ چار سال گزر گئے لیکن دلوں میں کشادگی نا پیدا ہو سکی دونوں طرف۔۔" اماں رضیہ نے تاسف سے گردن ہلائی۔۔ وہ تو ہر واقعے اور ہر رنجش کی وجوہات سے واقف تھیں۔ رانی نے بھی سر ہلایا

" اس کا مطلب ہے اماں آپ پڑھے لکھے مالدار لوگوں کے مسئلے مسائل بھی ہم جیسے ان پڑھ غریب کمینوں والے ہی ہوتے ہیں" وہ اپنی رائے دے رہی تھی۔ اماں رضیہ کو اس کی رائے بڑی ناگوار گزری

" ارے ہاں بہن ہاں۔۔۔ سچ کہہ رہی ہے تو" انہوں نے ناپسندیدگی سے کہا تھا۔ رانی افسوس سے سر ہلاتے ہوئے ان کے پاؤں دبانے لگی تھی



میرا قصور کیا ہے شہرین" سمیع کے لہجے میں اس کے سوال سے بھی زیادہ چبھتا ہوا تجسس تھا۔ شہرین نے پیشانی میں اٹھنے والی چبھن کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی ساری نگاہ ہاتھوں کی انگلیوں کی جانب مبذول رکھی۔ اس کا دل بالکل ٹوٹ چکا تھا اور ہمیشہ کی طرح اس کے دل کا حال اس کے چہرے پر لکھا تھا۔ آنکھیں نا رونے کے باوجود اتنی سرخ تھیں کہ لگتا تھا گھنٹوں روتی رہی ہے۔ یہ دگرگوں حالت صرف اس کی ہی نہیں تھی۔ سارا گھر سناٹے میں ڈوبا تھا۔ کیٹرنگ والے اپنا سامان سمیٹ کر لے جا چکے تھے اور ملازمین نے بھی سب پھیلاوا سمیٹ کر اپنے اپنے مسکن میں پناہ لے لی تھی۔ وہ دن جس کو خوبصورت بنانے کی خاطر اتنے دن صرف کیئے گئے تھے وہی دن عجیب بدصورتی میں گزر گیا تھا۔ شہرین کی امی اور اس کی بہنوں کے کوسنوں طعنوں اور بددعاؤں نے سارے ماحول کو اتنا داغدار کر دیا تھا کہ کوئی مہمان بھی زیادہ دیر نہیں رُکا تھا۔ ان کے واویلوں کے بعد اگرچہ کھانا فوراً سرو کر دیا گیا تھا لیکن پھر بھی کسی سے ٹھیک سے کھایا ہی نہیں گیا اور چونکہ بچے زیادہ اور ان کے لئے ہی گیمز وغیرہ کا اہتمام بھی تھا لیکن بچوں کے شور سے شہرین کے سر میں جو درد اٹھا تو پھر اس سے بیٹھا ہی نہیں گیا۔ وہ سمیع کو بتا کر اپنے کمرے میں آ گئی تھیں اور پھر جن کو پتا نہیں چلا تھا ان کو بھی اندازہ ہو گیا کہ کچھ گڑبڑ ہوئی ہے۔ سارا ماحول ہی الٹ پلٹ ہو کر رہ گیا تھا سب ہی مہمان صورتحال کی نزاکت کو بھانپ کر دھیرے دھیرے اجازت لے کر چلے گئے تھے۔ سمیع کا خفگی اور غصے کے مارے برا حال تھا۔ سب کو رخصت کر کے وہ کمرے میں آیا تو پھر عادت کے برعکس شہرین پر برس پڑا تھا

" میری نفرت میں تمہارے گھر والے اتنا گر جائیں گے۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ تمہارے گھر والے مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے مہمانوں کی موجودگی کا بھی خیال نہیں کیا۔۔۔ آخر کیوں۔۔۔ انہیں ترس نہیں آتا ہم پر۔۔۔ میری بچی

کی پہلی خوشی تھی۔۔۔پہلی۔۔۔چار سالوں میں پہلی بار اس کے لئے یہ سب ارینج کیا تھا ہم نے۔۔کس لئے۔۔۔؟اس لئے کہ وہ آئیں اور جھولی بھر بھر کر میری بیٹی کو بد دعائیں دے کر جائیں۔۔میری ننھی سی بیٹی کے بارے میں ایسی ایسی غلیظ باتیں کر کے جائیں۔۔۔اس لئے۔۔۔؟وہ بے بسی سے چور لہجے میں چلا رہا تھا۔شہرین نے شادی کے بعد پہلی بار اسے اس طرح چلاتے ہوئے دیکھا تھا لیکن وہ بالکل برف کی طرح سرد ہوئی بیٹھی تھی۔۔۔اس کے وجود میں ذرا سی بھی جنبش نہیں ہو رہی تھی

"میں نے کیا کر دیا ہے ایسا کہ وہ مجھے معاف کرنے کو تیار نہیں۔۔۔کیا تم سے شادی میرا گناہ ہے شہرین۔۔۔کیا میں نے تمہیں گھر سے بھگا کر شادی کی تھی۔۔۔تمہارے گھر میں گھس کر تمہیں اٹھا کر لے آیا تھا۔۔۔ایسی کون سی کالک مل دی تھی ان کے منہ پر۔۔۔کیا تمہیں پسند کرنا میرا گناہ ہے۔۔۔یا میرے نام کے ساتھ لگا "لاحقہ" میرا گناہ ہے۔۔۔اتنی سی بات ہے نا کہ تم شہرین خان تھیں اور میں سمیع رندھاوا۔۔۔صرف اتنی سی بات نا۔۔جسے وہ بھول نہیں پاتے۔۔۔ذات پات برادری شملہ پگڑی ان سب چیزوں کی بہت حرمت ہے ان کے دل میں لیکن بیٹی۔۔بیٹی کا شوہر۔۔نواسی۔۔۔ان کا کوئی احساس نہیں انہیں۔۔۔اور پھر یہ سب دنیا کی چیزیں ہیں جو انسان کی آسانی کے لئے بنائی گئی ہیں نا کہ انسان کی گردن کے گرد طوق لٹکانے کے لئے۔۔۔مرنے کے بعد تو ان کی بھی حیثیت نہیں رہے گی۔۔۔قبر میں کون شناختی کارڈ مانگے گا۔۔۔یہیں رہ جائیگا سب۔۔۔لیکن تمہارے گھر والے یہ بات بھولتے ہی نہیں۔۔۔ان کے لئے میں پنجابی ہوں تو سمجھو گلی کا کتا ہوں۔۔۔مجھ سے جب ملیں گے مجھے ذلیل کریں گے۔۔۔میری بیٹی کو بد دعائیں دیں گے۔" وہ برس رہا تھا۔وہ اسے طعنے نہیں دے رہا تھا لیکن اس کے دل میں جو غبار جمع تھا وہ اسے نکالے بغیر رہ نہیں پا رہا تھا۔شہرین کو اس کے الفاظ اور انداز کچھ بھی برے نہیں لگ رہے تھے۔وہ صحیح ہی تو کہہ رہا تھا۔اس کے گھر والے صرف ذات برادری کے فرق کی وجہ سے ان کے رشتے کے خلاف تھے پھر اس کی ضد سے عاجز آ کر شادی تو کر دی لیکن معافی نہیں دی۔وہ بیٹی کی جائز خواہش کو بیٹی کے گناہ کے طور پر یاد رکھتے تھے

"میں تنگ آ چکا ہوں ان سب سے۔۔۔جب بھی ملتے ہیں دل پر وار کرتے ہیں۔۔۔کیا کوئی ایسے بھی بد دعائیں دیتا ہے کسی کو۔۔۔میں ذہنی طور پر تھک گیا ہوں شہرین۔۔۔صرف ان لوگوں کی ان باتوں کی وجہ سے میں ایمن سے بھی دور ہوتا جاتا ہوں۔۔۔مجرم سمجھنے لگا ہوں اپنے آپ کو۔۔۔اسے کبھی گود میں اٹھا لوں تو ڈر جاتا ہوں کہ کہیں میرے حصے کی بد دعائیں اسے نا کھا جائیں۔۔۔تمہیں کہا تھا کہ چھوڑو یہ برتھ ڈے پارٹی وارٹی۔۔۔ہمارا کوئی نہیں ہے جو ہماری خوشی میں خوش ہو۔۔۔لیکن تمہیں شوق اٹھا تھا کہ نہیں۔۔۔لوگ کہتے ہیں ہمیں اپنی بیٹی سے پیار نہیں ہے۔۔۔دیکھا اب کیسے تحفے ملے بیٹی کو۔۔۔کیسے کیسے الفاظ استعمال کئے انہوں نے میری چھوٹی سی بچی کے لئے۔۔۔" وہ اب کی بار چلا نہیں رہا تھا لیکن اس کا لہجہ بے حد لاچار تھا۔جو کچھ بھی ہوا تھا وہ ان دونوں کے اعصاب کے لئے بہت زیادہ تھا۔ہر حال میں پرسکون رہنے والا سمیع بے سکونی کی عجب کیفیت سے گزر رہا تھا۔شہرین نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔وہ اسے کبھی وہ خوشی نہیں دے پائی تھی جس کا وہ مستحق تھا۔وہ اپنی بیٹی کو بھی وہ محبت نہیں دے پائی تھی جس کی وہ متقاضی تھی۔اس کے دل میں ہوک سی اٹھی۔اس نے کتنی محبت سے آج کے دن کو ایمن کے لئے اسپیشل بنانے کے لئے ہر ممکن اقدامات کئے تھے اور نتیجہ کیا نکلا تھا۔۔۔اس

نے اپنی انگلیوں کو مسلا۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی اس وقت اس کے آنسو سمیع کے غصے کو بھڑکا دیں گے لیکن ملال دکھ اور پچھتاوا اس کی آنکھوں سے یکدم پانی بن کر بہنے لگا تھا۔سمیع نے اس کی جانب دیکھا اور توقع کے عین مطابق اس کی پیشانی پر تیوریوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تھا۔

"تم رو کیوں رہی ہو۔۔۔رونا تو مجھے چاہیئے۔۔۔میں۔۔۔" وہ لفاظ کی کمی کا شکار ہوا تھا اور اس کے یہ چند الفاظ شہرین کا مزید حوصلہ بہالے گئے تھے۔وہ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔

"میں ہمیشہ تمہارے لئے دکھ کا باعث بنتی ہوں نا۔۔کاش میں تمہاری زندگی میں آئی نا ہوتی۔۔۔کاش میں نے تم سے شادی ہی نا کی ہوتی" وہ روتے روتے بول رہی تھی۔

"شہرین خدا کا واسطہ۔۔۔یہ دیکھو میں ہاتھ جوڑتا ہوں تمہارے آگے۔۔۔۔۔۔تمہیں اگر یہ شادی تمام مسئلوں کی جڑ لگتی ہے تو ختم کر دیتے ہیں اسے۔۔۔چھوڑ دو مجھے۔۔جانا چاہتی ہو اپنے ماں باپ کے پاس تو چلی جاؤ۔۔۔میں رہ لوں گا اکیلا۔۔۔لیکن میرے صبر کا امتحان مت لو۔۔مرے ہوئے کو ن مارتا ہے بھلا۔" وہ تڑپ کر بولا تھا۔شہرین نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں خفگی اور غیض کے وہ رنگ بکھرے تھے جو اس نے اس چہرے پر پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔اس کے دل میں درد کی نئی لہر اٹھی اور یکدم اس کا سر چکرایا تھا۔درد کا اتنا تیز جھٹکا لگا تھا اسے کہ وہ خود کو کراہنے سے روک نہیں پائی تھی۔ایک لمحے کے لئے درد تھما اور پھر ایک اور جھٹکا لگا اور اب کی بار یہ اتنا شدید تھا کہ وہ مزید زور سے چلائی۔سمیع نے اس کی جانب دیکھا

"اب کر لو اپنی طبیعت خراب۔۔۔شروع ہو گیا نا سر میں درد۔۔۔اسی لئے منع کر رہا تھا میں۔۔صرف اسی لئے۔۔۔" وہ اکتا کر بولا تھا شہرین سے لیکن شہرین سے کچھ نہیں بولا گیا۔اسے ایسے درد کے جھٹکے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئے تھے۔اس نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔سمیع کو تب ہی صورتحال کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

"کیا بہت زیادہ درد ہے۔۔۔اچھا چھوڑو۔۔مت سوچو کچھ۔۔" وہ اس کے قریب آیا تھا اور اسے دونوں بازوؤں سے تھامنا چاہا تھا لیکن وہ اس کی بازوؤں میں جھول گئی تھی۔

"شہرین۔۔شہرین" سمیع نے چلا کر اسے پکارا تھا۔وہ اپنے ہوش کھو رہی تھی۔صورتحال سمیع کی توقع سے زیادہ سنگین تھی



"نینا"

وہ اپنی اسائنمنٹ کا کام مکمل کر کے سونے کی تیاری کر رہی تھی جب امی کی آواز سنائی دی۔اس نے وال کلاک کی جانب دیکھا۔ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔امی اور ابا دونوں ہی جلدی سونے کے عادی تھے۔وہ اور زری جاگتی رہتی تھیں لیکن زری آج جلدی سو گئی تھی۔وہ جو بستر پر نیم دراز سی تھی امی کی آواز سن کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”جی امی ۔۔“ اس نے فوراً جواب دیا تھا۔ امی کا مزاج سارا دن خراب نا دیکھ چکی ہوتی تو شاید اتنی مودب ہو کر کبھی نا دکھاتی

”جاگ رہی ہو؟“ وہ پوچھ رہی تھیں۔ نینا نے ان کی جانب بغور دیکھتے ہوئے سر ہلایا۔ وہ صبح کی نسبت اب بالکل ٹھیک لگتی تھیں ۔ چہرے پر سوچوں کا جال تو بکھرا نظر آتا تھا لیکن اداسی اور رنجیدگی کے رنگ غائب تھے۔ نینا نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔

”جی ۔۔سونے ہی لگی تھی۔۔آپ سنائیں آپ کے مجازی خدا کا مزاج شریف درست ہوگیا“ وہ شرارت بھرے لہجے میں سوال کر رہی تھی۔ امی نے اسے دیکھا پھر انہیں افسوس ہوا۔ دلی افسوس ۔۔۔وہ اپنے باپ کے متعلق کس قدر بدگمانی کا شکار رہتی تھی کہ ان کے بارے میں بات کرتے ہوئے ایک لاتعلقی اس کے انداز پر چھائی رہتی تھی اور انہوں نے محسوس کیا تھا کہ جب بھی کبھی وہ غصے میں آتے تھے یا ناراضی کا اظہار کرتے تھے اس روز نینا کی ہنسی سارے گھر میں گونجتی رہتی تھی۔ بات بات پر ہنسی کا فوارہ منہ سے پھوٹتا رہتا تھا۔ وہ نجانے ایسی کیوں تھی۔ اسے باپ کو زِچ کرنے میں لُطف آتا تھا۔ وہ ان کی بے بسی کا مزا لیتی تھی اور یہ بحیثیت ماں ان کی بہت بڑی ناکامی تھی۔ اسی لئے انہوں نے سوچا تھا کہ وہ اسے پیار محبت سے سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں کہ وہ اب بچی نہیں رہی۔ اس لئے وہ باتیں جو اس کے باپ کی طبیعت پر ناگوار گزرتی ہیں وہ انہیں ترک کردے۔ اسی لئے وہ اس وقت اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

”تمہیں اچھا لگتا ہے اپنے ابا کے بارے میں اس طرح بات کرنا“ انہوں نے سوچا نہیں تھا کہ گفتگو کی ابتدا ایسے کریں گی یا اس کے پاس بیٹھتے ہی اسے ٹوکیں گی لیکن وہ سرزنش کئے بنا رہ نہیں سکی تھیں

”میں نے بادشاہ سلامت کی شان میں کون سی گستاخی کردی ہے امی ۔۔۔میں تو بس پوچھ رہی تھی ۔۔“ اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی کیونکہ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ سیل فون آجانے کے بعد سے لینڈ لائن کا استعمال بہت ہی کم ہوگیا تھا۔ یہ فون خال خال ہی بجتا تھا اس لئے اس کا بجنا پریشان بھی کردیتا تھا۔ ویسے بھی رات کے بارہ بج رہے تھے۔

”اس وقت کس کا فون ہوسکتا ہے؟“ امی نے بستر سے اٹھتے ہوئے خود سے سوال کیا تھا۔ وہ فون اٹھانے کے لئے کمرے سے باہر نکلی بھی نہیں تھیں کہ گھر کا دروازہ بجنے لگا۔ اب کی بار نینا بھی چھلانگ لگا کر بستر سے اتری۔ فون کی گھنٹی بند ہوگئی تھی

”خالہ دروازہ کھولیں ۔۔میں ہوں علیم“ دستک کے ساتھ آواز بھی آئی تھی۔ امی نے جھری سے دیکھتے ہوئے دروازہ کھول دیا تھا

”خالہ آپکو امی بلا رہی ہیں ۔۔۔“ وہ اندر آتے ہوئے بولا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے اثرات نمایاں تھے

”اللہ خیر کرے سب ٹھیک ہے نا؟“ امی بھی بدحواس سی ہوئی تھی۔

”نوشی باجی کو ہاسپٹل لے کر گئے ہیں۔۔۔ باتھ روم میں پھسل گئی تھی۔۔ ایمرجنسی میں ہے۔۔“ علیم کی آواز میں کپکپاہٹ سی تھی۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول ”راپنزل“ ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"یا اللہ۔۔نوشی باجی کو کچھ نا ہو یا اللہ۔۔پلیز انہیں کچھ نا ہو" نینا نے جائے نماز پر بیٹھے نجانے کتنویں بار یہی الفاظ دوہراتے ہوئے دعا مانگی تھی۔زری نے گہری سی سانس والی لمبی جماہی لی۔پریشانی تو جو تھی سو تھی لیکن نینا کا ردِعمل اسے مزید پریشان کر رہا تھا۔وہ کب سے جائے نماز پر بیٹھ دعائیں کرتی جاتی تھی۔امی تو خالہ کو دیکھتے ہی ان کے ساتھ ہاسپٹل چلی گئی تھیں۔ان لوگوں کی باتیں، پھر فون کی گھنٹی اور پھر دروازہ کھٹکھٹائے جانے کی آواز سے زری خود ہی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور تب سے وہ نینا کو تسلیاں دیتی ہوئی جیسے تھک سی گئی تھی جبکہ وہ ایک ہی انداز میں دعا مانگتی جاتی تھی

"مہرو بہت چھوٹی سی ہے یا اللہ۔۔ماں کے بغیر کیسے رہے گی اتنی چھوٹی بچی۔۔ماں کے بغیر رہنا بہت مشکل ہے یا اللہ۔۔تو مہر سے اس کی ماں واپس نا لے یا اللہ۔۔مہر کی ماما اسے واپس کر دے یا اللہ"

"اللہ خیر کرے گا نینا۔۔کیوں اتنا برا برا سوچ رہی ہو۔۔۔کچھ نہیں ہو گا نوشی باجی کو۔۔آؤ تم سو جاؤ اب۔۔۔انشاء اللہ سب ٹھیک ہو گا" زری نے اسے ایک بار پھر نصیحت کی۔نینا نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا۔زری اسکا چہرہ دیکھ کر دھک سے رہ گئی۔اس کی آنکھیں بالکل سرخ ہو رہی تھیں اور یہ سرخی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ زری کو اسی کی طبیعت خراب ہو جانے کا خدشہ ستانے لگا تھا۔

"زری۔۔میرا دل بہت بے چین ہے۔۔۔مجھے سکون نہیں آ رہا۔۔مجھے لگتا ہے کچھ ہونے والا ہے" وہ بالکل چھوٹی بچی کی طرح بے چین لہجے میں بولی تھی۔نوشی باجی سے اسکی محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔وہ خالہ کی سب سے بڑی بیٹی اور سلیم لوگوں کی بہن تھیں۔نینا جب خالہ کے گھر رہتی تھی تو نوشی باجی اور اس کی محبت مثالی تھی۔نوشی باجی کسی بڑی بہن کی طرح اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتی تھیں اور نینا بھی ہمہ وقت ان کا سایہ بنی رہتی تھی۔اسکول جانا ہوتا تھا تو تیار بھی ان سے ہوتی تھی، کھانا کھانا ہوتا تھا تو بھی ان کے ہاتھ سے ہی کھاتی تھی۔ان کی شادی کے بعد بھی نینا شروع میں کافی اپ سیٹ رہتی تھی اور خالہ کے گھر کے بعد اگر نینا کہیں جانے کے لئے آسانی سے رضامند ہو جاتی تھی تو وہ نوشی باجی کا ہی گھر تھا۔ان کی شادی کو سات سال ہو چکے تھے لیکن ان کے سسرال والے ان کے حق میں زیادہ اچھے نہیں تھے۔ان کے شوہر بھی ملازمت کی غرض سے سعودیہ رہتے تھے۔ان کی ایک ہی بیٹی تھی اور اب تقریباً پانچ سال بعد ان کے یہاں پھر سے یہ پھول کھلنے والا تھا۔ابتداء سے ہی ان کو کچھ پیچیدگیاں رہی تھیں جس کا نینا اور زری کو تو کچھ نہیں پتا تھا لیکن خالہ اور امی جب اشاروں میں بات کرتی تھیں تو ان کے کانوں میں بھی کچھ نا کچھ پڑتا رہتا تھا اور اب ان کی ڈلیوری کچھ دن میں ہی متوقع تھی۔۔اس لئے ان کا اس طرح باتھ روم میں گر جانا یقیناً کسی بڑی پریشانی کا باعث بن سکتا تھا۔نینا اور زری دونوں ہی تمام تر صورتحال سے تو مکمل طور پر آگاہ نہیں تھیں لیکن خالہ جس طرح ہوائیاں اڑاتا ہوا چہرہ لے کر آئی تھیں اور امی بھی کافی عجلت اور پریشانی میں تھیں یہی سوچ سوچ کر نینا بے حال ہوئی جا رہی تھی اور زری اسے دیکھ دیکھ کر پریشان تھی۔زری کو اس کی طرح خالہ کی فیملی سے بے پناہ انسیت تو نہیں تھی لیکن وہ بھی نینا کے رونے سے وہم کا شکار ہونے لگی تھی

"تم بہت زیادہ سوچ رہی ہو نینا۔۔۔ پلیز ایسے مت سوچو۔۔۔ دعا کرو۔۔۔ اللہ بہتر کارساز ہے۔۔۔ اور پلیز یہ رونا بند کرو۔۔۔ ابا اٹھ جائیں گے تو وہ بھی پریشان ہوں گے" وہیں اپنے بیڈ پر بیٹھے اس نے کہا تھا۔ نینا کچھ نہیں بولی لیکن اس نے پھر سے چہرے پر ہاتھ رکھ لئے تھے اور ہل ہل کر دعائیں کرنے لگی تھی۔

اسی دوران فون کی گھنٹی بجی تھی۔ نینا کرنٹ کھا کر اٹھی تھی اور پھر جیسے جھاگ بن کر بیٹھ گئی۔

"زری تم دیکھو پلیز۔۔۔ یا اللہ رحم یا اللہ رحم" وہ اس کی جانب التجائیہ انداز میں دیکھ رہی تھی۔ زری کے اپنے ہاتھ پاؤں پھول سے گئے تھے۔ وہ بستر سے اتر کر باہر فون کی جانب لپکی تھی۔ امی کا موبائل نمبر فون کی سی ایل آئی کی اسکرین پر چمک رہا تھا



"MRI۔۔۔؟" سمیع نے پریشانی سے چور لہجے میں ڈاکٹر صاحب کی جانب دیکھا

"گھبرائیے مت سمیع صاحب۔۔۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔۔۔" ڈاکٹر صاحب نے اسے تسلی دی تھی۔ شہرین انتہائی نگہداشت میں رات بھر رہی تھی اور ابھی بھی اسے ہوش نہیں آیا تھا۔ آن ڈیوٹی ڈاکٹرز کی جانب سے نیورو سرجن کو کال کیا گیا تھا وہ اتفاق سے سمیع کے ایک دوست کے واقف کار تھے اور سمیع نے خاص طور پر انہیں فون کروایا تھا کہ شہرین کو بہترین سروسز مہیا کی جاسکیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ ابتدائی ٹیسٹ کروائے تھے جن کی رپورٹس لے کر سمیع اب ان کے کمرے میں موجود تھا۔ ان کے چہرے پر سوچوں کا جال بکھرا تھا جو سمیع کو کسی انہونی کے خدشے کا احساس دلا رہا تھا۔ مرد ہونے کے باوجود اس کا دل بے حد ڈرا ہوا تھا

"ڈاکٹر صاحب سب ٹھیک ہے نا۔۔۔ پہلے بھی اسے سر درد تو ہو جاتا تھا لیکن ایسے۔۔۔ میرا مطلب یہ بے ہوشی۔۔۔" مناسب الفاظ نا ملنے پر اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"میں آپ کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا۔۔۔" ڈاکٹر رضی نے اتنا ہی کہا اور پھر خاموش ہو گئے۔ سمیع کو بڑی کوفت سی ہوئی لیکن وہ بولا کچھ نہیں۔ ڈاکٹر رضی نے اس کا چہرہ دیکھا

"یہ ہمارا وہم بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن مستقل بے ہوشی اور پھر بلڈ پریشر کا مسلسل ہائی رہنا کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔۔۔ ان پر دوا اثر نہیں کر رہی۔۔۔ ابھی بھی پوری طرح ہوش میں نہیں ہیں وہ" ڈاکٹر رضی پھر چپ ہوئے تھے۔

"یہی تو میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ مسئلہ کیا ہے۔۔۔ کیوں نہیں ہو رہا بلڈ پریشر کنٹرول۔۔۔ اور پھر شہرین کو بلڈ پریشر کا تو مسئلہ کبھی رہا ہی نہیں تھا۔۔۔ اس کو تو بس ڈپریشن کی وجہ سے سر درد رہتا تھا" سمیع ان کے انداز سے مزید بوکھلا سا گیا تھا

"آپ نے پہلے سب ضروری ٹیسٹ کروائے ہیں کبھی۔۔۔ ان کی رپورٹس ہیں آپ کے پاس" ڈاکٹر رضی ایک نظر اس کا چہرہ دیکھتے تھے اور دوسری نظر شہرین کی فائل کی جانب ڈالتے تھے۔ سمیع نے سر ہلایا

"جی جی سب رپورٹس موجود ہیں۔۔۔ اور ابھی گزشتہ مہینے سب ٹیسٹ ہوئے ہیں۔۔۔ تھائی رائڈ۔۔۔ ایل ایف ٹی۔۔۔ رینل فنکشن

ٹیسٹ ۔۔" اس نے اپنی سمجھ کے مطابق ان تمام ٹیسٹ کے نام لئے تھے جو اس کے خیال میں کافی ضروری تھے اور جن کی شہرین کی تمام رپورٹس ٹھیک آئی تھیں ۔ ڈاکٹر رضی نے سر ہلایا

"سی ٹی اسکین ہوا ہے کبھی ۔۔؟ آپ نے بتایا کہ یہ دو سال سے مختلف معالجین کے پاس جا رہی ہیں ۔۔ پہلے کبھی کسی نے سی ٹی اسکین یا ایم آر آئی وغیرہ کروایا ۔۔ کیا رپورٹ آئی تھی؟" یہ اب تک کا ڈاکٹر رضی کا طویل ترین جملہ تھا سمیع نے چند لمحے سوچنے میں صرف کئے

"سی ٹی اسکین تو ہوا تھا شاید ۔۔۔ مجھے ٹھیک سے یاد نہیں ہے ۔۔ لیکن رپورٹ تو اس کے تمام ٹیسٹ کی ٹھیک آتی رہی ہیں ۔۔ میں ابھی گھر سے تمام رپورٹس منگواتا ہوں ۔۔۔ ڈاکٹر بشریٰ صفدر کو جانتے ہیں آپ ۔۔۔ یہ گائناکولوجسٹ ہیں ۔۔۔ ان سے تو ابھی دو ہفتے پہلے ملے تھے ہم ۔۔۔ وہ کہہ رہی تھیں یہ صرف ڈپریشن ہے" سمیع بیچارگی سے بس چور لہجے میں بولا تھا ۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح سے ڈاکٹر رضی کے منہ سے یہ جملہ اگلوا لے کہ یہ صرف ڈپریشن ہے اور کچھ نہیں

"صحیح ۔۔۔ صحیح ۔۔۔ اللہ خیر کرے گا انشاء اللہ ۔۔۔ بہر حال اچھی بات ہے کہ ٹیسٹ ہو جائے ۔۔ آپ اسے احتیاطی تدبیر کہہ لیجئے ۔۔۔ اللہ کریم ہے ۔۔۔ آپ پریشان نا ہوں اور فوری ایم آر آئی کروائیے" ڈاکٹر رضی نے فائل بند کر دی تھی ۔ سمیع نے گہری سانس بھری ۔ اس کے حلق میں درد سی ہونے لگی تھی ۔ اسے لگا وہ رونے لگے گا ۔ اس نے بمشکل خود پر قابو پایا

"جی ٹھیک ہے ۔۔ جو آپ مناسب سمجھیں ۔۔ لیکن ۔۔" اب کی بار اس نے ڈاکٹر رضی کی طرح جملے میں وقفہ دیا تھا

"آپ کے ذہن میں کیا چل رہا ہے ڈاکٹر ۔۔۔ میرا مطلب ہے آپکا کیا خیال ہے ۔۔ کیا اندازہ لگا رہے ہیں آپ" اس کے چہرے پر ایسی کیفیت تھی کہ ڈاکٹر رضی کو اس پر ترس سا آیا ۔

"انسانی ذہن کے اندازوں پر مت جائیے سمیع صاحب ۔۔۔ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے علاج مکمل ہونے دیجئے ۔۔۔ وہ بہترین حکمت والا ہے" ڈاکٹر رضی نے اسے تسلی دی تھی ۔ سمیع نے سر ہلایا

"بے شک اللہ کریم ہے" وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا ۔ شادی کے چار سال بعد اس کا دل چاہا تھا کہ اس کے گھر والوں میں سے کوئی اس کے پاس ہوتا ۔ اسے کسی ایسے اپنے کی ضرورت تھی جو اس کی دلجوئی کر سکتا ۔ اس کے قدموں کی تھکاوٹ ڈاکٹر رضی سے چھپی نہیں رہی تھی ۔ انہوں نے بھی گہری سانس بھری ۔ انہیں فوری ایم آر آئی رپورٹ کی ضرورت تھی



محبت کی پہلی کہانی ختم ہوئی لیکن زندگی ابھی باقی تھی اور وہ تمام شوق اور عادتیں بھی باقی تھیں جو کاشف نثار جیسے انسان کو اپنی حدود سے تجاوز کرتے رہنے پر اکساتی تھیں ۔

یہ کچھ مردوں کی فطرت ہوتی ہے ۔۔۔ انہیں یہ بات کبھی نہیں بھولتی کہ دل بہلانے والی سب ہی چیزوں میں انہیں عورت سب سے زیادہ مرغوب ہے لیکن یہ بات وہ بھول جاتے ہیں کہ رغبت کے تحت اندھا دھند چلنے والوں کے لئے حساب کتاب اور عذاب بھی زیادہ

ہوتے ہیں۔کاشف مردوں کی اسی صنف سے تعلق رکھتا تھا بلکہ وہ اس رغبت کے ہاتھوں کچھ زیادہ ہی ستایا ہوا انسان تھا۔گھر میں موجود بیوی اس کی تشفی کے لئے ناکافی تھی۔اس لئے اس کی دوسری محبت کی کہانی پہلی کے اختتام کے فوراً بعد ہی شروع ہوگئی تھی۔اس کا نام رخشی طالب تھا اور وہ حبیبہ سے بالکل مختلف تھی۔

رخشی ایک ادھیڑ عمر پنجابی فلم اسٹار تھی جس کی طلب مارکیٹ میں کافی کم ہو چکی تھی۔اس لئے وہ شادیوں وغیرہ پر یا چھوٹے شہروں میں کلچرل شو کر کے اپنی گزر بسر کر رہی تھی۔کاشف نے پہلی بار اسے کسی کاروباری دوست کے بیٹے کی شادی میں دیکھا تھا اور شاید رخشی نے بھی اسے پہلی بار وہیں دیکھا تھا۔

"یہ ہمارے بہت ہی پیارے عزیز ہیں ۔۔کاشف نثار۔۔۔دوستوں کے دوست" رزاق توقیر نے رخشی سے متعارف کروایا تھا اس کو۔

"سیٹھ صاحب اگر آپ ان کو" پیارے عزیز" نا بھی کہتے تو بھی رخشی دیکھ سکتی ہے۔۔۔۔۔۔پیاری شکل مجھ سے چھپی نہیں رہتی ۔۔۔۔" وہ کاشف کو بغور دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی تھی۔کاشف کو اس کھلی تعریف پر ہنسی آئی۔

"آپ نے تو شرمندہ ہی کر دیا مجھے۔۔۔" وہ اتنا ہی کہہ سکا

"ارے کاشف صاحب اس میں شرمانے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔کیا پہلے کبھی کسی نے آپ کو نہیں بتایا کہ آپ بہت ہی خوبصورت آدمی ہیں۔۔۔کبھی فلموں میں ہیرو شیرو آنے کی کوشش کی یا نہیں" وہ پہلی ہی ملاقات میں اسے دل کھول کر سراہ رہی تھی۔کاشف نے سر جھکا کر اپنے جوتوں کی ٹوہ کو دیکھا اور مسکراہٹ کو ہونٹوں میں ہی دبانے کی کوشش کی۔رزاق صاحب کے سامنے کسی عورت کا اس طرح سراہنا اسے واقعی شرمانے پر مجبور کر گیا تھا

"اوئے ہوئے ہوئے۔۔۔۔اِنی سوہنی مسکراہٹ۔۔۔بڑے ظالم ہیں بھئی آپ۔۔۔ایسے مسکرائیں گے تو رخشی اپنا دل نکال کر آپ کے قدموں میں نا رکھ دے گی" وہ بہت ہی منہ پھٹ تھی۔کاشف اب کی بار اپنا قہقہہ روک نہیں سکا تھا۔رزاق توقیر اس سے بھی زیادہ زور سے ہنسے تھے

"چلو بھئی کاشف۔تمہارا تو صحیح پیچا پڑ گیا ہے۔۔۔۔مزے کرو" وہ کاشف کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپاتے ہوئے شرارت بھری مسکراہٹ اس کی جانب اُچھال کر آگے بڑھ گئے تھے۔

"پیچا بھی پڑا ہے اور بوکاٹا بھی ہو جائیگا۔۔۔" رخشی نے ان کی پشت دیکھتے ہوئے کہا تھا۔کاشف کو اس کی کھلی ڈُلی یہ عادت بڑی ہی چُلبلی سی لگی۔وہ اسے سب کے سامنے کس طرح سراہ رہی تھی۔ایسی عورتیں روز روز کہاں ملتی تھیں۔وہ رزاق صاحب کے ہٹتے ہی جی جان سے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپ کی آواز بہت خوبصورت ہے۔۔۔اچھا گاتی ہیں آپ" کاشف نے اس کی تعریف کی تھی

" آواز میں کیا رکھا ہے سوہنیو ۔۔۔اصل خوبصورتی تو وہ ہے جو اللہ نے آپ کو دے رکھی ہے" رخشی نے رزاق صاحب کے ہٹتے ہی مزید دلبرانہ انداز اپنایا تھا۔کاشف نے پھر قہقہہ لگایا۔ بیچا واقعی پڑ گیا تھا

وہ ایک پرکشش مرد تھا اور رخشی ایک کھلی ڈلی عورت تھی۔اسے مردوں کے ہاتھوں پر ہاتھ مار کر فحش لطیفے سننے سنانے سے الجھن ہوتی تھی نا ہی وہ مردوں کی گود میں بیٹھ کر شراب کا گلاس پیش کرنے سے کتراتی تھی۔کاشف نے ابھی تک خاندان کی تہذیب یافتہ تمیز دار عورتیں دیکھی تھیں یا جیبہ جیسی نفاست پسند عورت اس کی زندگی میں رہی تھی۔ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اسے رخشی سے چڑ ہوتی اور وہ دوبارہ کبھی اس سے نا ملتا لیکن رخشی اسے بڑی پسند آئی۔وہ اس کی اتنی تعریف کر رہی تھی کہ کاشف اس کے انداز کا لطف لینے لگا۔دوسری ملاقات ایک غزل نائٹ میں ہوئی جس کے ٹکٹس خاص طور پر رخشی نے اسے بھجوائے تھے پھر تیسری چوتھی ملاقات کا پتا ہی نہیں چلا کہ کب کہاں کیسے ہوئیں۔کاشف کو بس اتنا یاد رہا کہ جیبہ کے چلے جانے سے اس کی زندگی میں بہت بڑا خلا پیدا ہوا تھا جسے رخشی جیسی بھاری بھرکم عورت ہی بھر سکتی تھی۔



" آپ کیا کر رہے ہیں؟" اس نے خالو سے کچن میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔وہ چولہے کے پاس کھڑے نجانے کیا بنا رہے تھے۔نوشی باجی کی حالت بہتر تھی لیکن ڈاکٹر نے بہت زیادہ احتیاط کا مشورہ دیا تھا۔امی نے فون پر یہی بتایا تھا۔خالہ ہاسپٹل میں ہی تھیں لیکن امی صبح واپس آگئی تھیں۔نینا اور زری بھی امی کے گھر آنے کے بعد ہی سوئی تھیں پھر امی تا خیر سے سونے کے باعث صبح اٹھ نہیں پائی تھیں لیکن نینا اٹھی تھی اور پھر یونیورسٹی کے لئے تیار ہو کر اس نے سینڈوچ میکر میں ڈبل روٹی پر کیچپ لگا کر شامی کباب والے سینڈوچ بنائے تھے۔انہیں ایک پلیٹ میں بہت اہتمام سے رکھنے کے بعد فوائل سے لپیٹ کر وہ خالہ کے گھر آگئی تھی۔ان کا دروازہ کھلا ہی تھا کیونکہ سلیم نے دوکان کا شٹر اٹھا رکھا تھا لیکن وہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا شاید ابھی گھر والے حصے میں موجود تھا لیکن اس نے زیادہ دھیان نہیں دیا تھا۔وہ آج بالخصوص خالو سے ملنے آئی تھی خالہ چونکہ ہاسپٹل تھیں اور نینا جانتی تھی کہ خالو اور سب لڑکوں کو ناشتہ کرنا تھا۔اسے اپنے ماں باپ کے ناشتے کی کبھی اتنی فکر نہیں ہوئی تھی لیکن خالو کے بھوکے ہونے کا سوچ کر وہ اتنا تردد کر کے آئی تھی ورنہ وہ اتنی من موجی تھی کہ دل نہیں چاہتا تھا تو بھوکی ہونے کے باوجود اپنے لئے بھی اتنا کام کرنے کو تیار نا ہوتی تھی۔خالو نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا

" ارے میری بیٹی آئی ہے صبح صبح ۔۔۔" وہ اسے دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔نینا نے آگے بڑھ کر پہلے چولہے کی جانب دیکھا جس پر ساس پین پڑا تھا۔وہ شاید اپنے لئے چائے بنا رہے تھے۔نینا نے ان کی جانب پلیٹ بڑھائی اور پھر خود چولہے کے پاس آگئی۔

" ابو آپ خود کیوں کچن میں آئے ۔۔۔ مجھے بلوا لیتے" وہ ناراض ہو رہی تھی۔خالو مسکرائے

" کیوں بھائی ۔۔۔میں کیوں بلواتا ۔۔۔مجھے پتا تھا میری بیٹی خود ہی میرے لئے کچھ اچھا سا ناشتہ بنا کر لے آئیگی" وہ ایک سمت میں پڑی بڑی سی میز پر بیٹھ گئے جسے وہ اسٹول کے طور پر استعمال کرتے تھے۔خالو کے ساتھ نینا کی بہت جمتی تھی۔سارے خاندان میں وہ واحد انسان تھے جن سے لاڈ کرتے ہوئے نینا کبھی نہیں شرماتی تھی اور وہ بھی اس سے اپنی سگی اولاد کی طرح محبت کرتے تھے۔وہ بہت سادہ

سے انسان تھے ۔اپنے کام سے کام رکھنے والے،ایماندار شخص، محکمہ زراعت میں کلرک رہے تھے پھر ریٹائرمینٹ کے بعد ایک بڑی پیسٹی سائیڈ پرائیوٹ کمپنی میں ملازمت کرنے لگے تھے ۔وہ کم گو تھے،اور ہر قسم کے لڑائی جھگڑوں اور بحث سے کتراتے تھے ۔جو انہیں نہیں جانتے تھے ان کے لئے وہ ایک خشک سی شخصیت تھے لیکن جو جانتے تھے انہیں پتا تھا کہ وہ ایک بہت ہی بذلہ سنج اور رونقی انسان تھے ۔نینا نے سردیوں اور گرمیوں کی کئی شامیں ان کے ساتھ کیرم بورڈ اور لڈو کھیلتے ہوئے اور بلا وجہ کی بحثیں کرتے ہوئے گزاریں تھیں ۔وہ اس کے لئے اس کے سگے باپ سے کہیں بڑھ کر تھے

"اچھا وچھا تو مجھے کوئی نہیں پتا ۔لیکن فریج میں شامی کباب پڑے تھے،،،میں سینڈوچ بنالائی ہوں بس ۔۔آپ کو پتا ہے میں زیادہ سگھڑ نہیں ہوں" وہ ساس پین کے نیچے آنچ کو مناسب کر کے فریج کی جانب مڑتے ہوئے بولی ۔نوشی باجی کا سوچ کر دل ابھی بھی پریشان تھا لیکن وہ خالو سے ان کے متعلق بات کرتے جھجک رہی تھی ۔اگر وہ پریگنینٹ نا ہوتیں تو وہ برملا ان سے ان کے متعلق بات کرتی لیکن ابھی اسے شرم سی آ گئی تھی اور یہی حال ان کا بھی تھا سو وہ ایک دوسرے سے غیر ضروری باتیں کرنے لگے تھے ۔

"زیادہ سگھڑ کی خوب کہی ۔۔تصیح کرو ۔۔۔درست جملہ ایسے ہوگا ۔۔آپ کو پتا ہے میں سرے سے سگھڑ ہوں ہی نہیں ۔۔ٹھیک سے اردو بولنا تو سیکھ لو کم از کم ۔۔" یہ سلیم کی آواز تھی ۔یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ نینا کو اپنے گھر میں داخل ہوتے دیکھتا اور پھر اس کو دیکھنے نا آتا

"جی اچھا ماسٹر جی ۔۔کر لیتی ہوں تصیح ۔۔۔میں سگھڑ ہوں ہی نہیں ۔۔اور اب تم بھی ذرا تصیح کر لو اور اپنے ذہن میں بٹھا لو کہ مجھے سگھڑ ہونے کا شوق بھی نہیں ہے ۔" وہ ساس پین میں پتی اور چینی وغیرہ ڈالتے ہوئے عام سے انداز میں بولی

"حد ہے ڈھٹائی کی ۔۔بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے "سلیم وہیل چئیر کو اپنے ابو کے سامنے لے گیا تھا ۔

"یہ بھلائی نہیں پڑھائی تھی ۔۔۔لیکن مجھے اردو پڑھنے کا کوئی شوق نہیں ۔۔جملہ درست کر کے لکھیں والا پانچ نمبر کا سوال میں اردو کے پیپر میں بھی چھوڑ آیا کرتی تھی" وہ مگن سے انداز میں بولی

"اسی لئے تم اردو میں نکمی رہ گئی ہو ۔۔اسٹوڈنٹس کو اردو پڑھانے کے لئے گائیڈ بکس ڈھونڈتی پھرتی ہو"سلیم اسے چڑاہ رہا تھا اور ساتھ ہی اس کا بنایا ہوا سینڈوچ کھانے لگا تھا

"بہت اچھے سینڈوچ ہیں ۔۔بہت ذائقہ ہے میری بیٹی کے ہاتھ میں ۔۔۔" خالو اسے سراہ رہے تھے

۔نینا کچھ نہیں بولی ۔اس نے چائے میں دودھ ڈال کر آنچ کو مناسب کیا تھا پھر سنک میں پڑے رات کے بچے ہوئے برتن جلدی جلدی دھونے لگی ۔اسے ٹیوشن پڑھانے بھی جانا تھا لیکن یہاں بھی کام بکھرے دیکھ کر صرف خالہ کی مدد کے خیال سے کام کرنے لگی تھی ۔وہ نجانے کب ہاسپٹل سے آتیں اور پھر آتے ہی کچن بکھرا دیکھ کر اس میں لگ جاتیں ۔انکے آرام کا خیال کر کے نینا یہ سب کرنے لگی تھی ۔

آپ کس غلط فہمی میں ہیں ۔۔یہ زری نے بنائے ہوں گے ۔۔۔یہ صرف درگت بنا سکتی ہیں لوگوں کی ۔۔اسے کہاں بنانا آتا ہے کچھ"سلیم اسے چڑاہ رہا تھا

”سلیم صاحب کوئی لیٹر تو نہیں پوسٹ کرنا۔۔کوئی چیز تو نہیں بجھوانی۔۔۔میں پوسٹ آفس جاؤں گی آج۔۔اگر کوئی نئی چیز بجھوانی ہے۔۔کہیں۔۔۔تو دے دو۔“ وہ سادہ سے انداز میں بولی تھی لیکن یہ ایک دھمکی تھی جو سلیم ہی سمجھ سکتا تھا کہ وہ ابو کے سامنے اس کی شاعری کا ذکر کرنے لگی ہے۔اس نے بھی ابو کی جانب دیکھا۔وہ ان دونوں کی جانب ہی دیکھ رہے تھے۔وہ سٹپٹا سا گیا

”کون سا لیٹر۔۔۔میں نے کیا بجھوانا کسی کو۔۔۔“ وہ اسی انداز میں بولا تھا۔سنک میں برتن ختم ہو گئے تھے۔نینا نے چائے کپوں میں انڈیل کر ان کے سامنے رکھی تھی

”وہی شاعری واعری۔۔۔کوئی کہانی۔۔افسانہ۔۔۔“ وہ ایسی ہی تھی۔بے پرواہ اور اپنی مرضی کی مالک۔سلیم نے اسے گھور کر دیکھا

”پتا نہیں کیا بولتی رہتی ہو۔۔۔“ وہ اپنی غلطی پر پچھتایا تھا۔اس نے اطمینان سے چائے ان کے سامنے رکھی اور پھر ابو کو خدا حافظ بول کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔اس وقت اس نے اپنے ابا کو اپنے گھر کے دروازے سے نکلتے دیکھا تھا۔اسے دیکھ کر ان کے چہرے کا زاویہ بدلا لیکن انہوں نے کچھ کہا نہیں تھا۔وہ اس کے قریب آئے تھے

”میں خالو کو ناشتہ دینے آئی تھی“ اس نے وضاحت کی تھی اور اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ابا کے سامنے وہ خالو کو چاہتے ہوئے بھی ابو نہیں کہہ پاتی۔

”آؤ میں یونیورسٹی چھوڑ دیتا ہوں تمہیں۔۔“ ابا نے کہا تھا۔گودام میں ان کی سوزوکی کھڑی ہوتی تھی جسے وہ کم ہی استعمال کرتے تھے۔اپنی دوکان پر آنے جانے کے لئے وہ موٹر بائیک کا استعمال کرتے تھے۔کبھی گھر کی خواتین کے ساتھ آنا جانا ہوتا تھا تو گاڑی نکال لیتے تھے۔

”میں چلی جاؤں گی۔۔گاڑی نکالنے میں جتنی دیر لگے گی۔۔اتنی دیر میں تو میں پہنچ بھی جاؤں گی“ اس نے سہولت سے انکار کر دیا۔نوشی باجی کی طبیعت کی خرابی نے اس کے دل کو بوجھل سا کیا ہوا تھا۔

”بائیک پر چھوڑ دیتا ہوں“ وہ پیشکش کر رہے تھے۔نینا نے دوبارہ نفی میں سر ہلایا

”آجاؤ۔۔آجاؤ۔۔“ وہ آگے بڑھے تھے۔نینا بھی سر جھکا کر ان کے پیچھے چل پڑی۔بہت دن کے بعد اس کا دل چاہا تھا کہ ابا کی بات مان لے ورنہ تو وہ ہمیشہ ہی ان سے کتراتی ہی رہتی تھی اور ان کی بات سے انکار کرنا تو اس کا مشغلہ تھا۔



”مجھے یہ عورت ایک آنکھ نہیں بھائی“ بی بی جان نے رخشی سے پہلی بار ملنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کیا۔صوفیہ کو حیرت ہوئی۔وہ کسی کے بارے میں اس طرح فوری رائے نہیں دیتی تھیں۔یہ تو اس کی عادت تھی کہ وہ فوراً ملنے ملانے والوں سے متعلق اپنے ایک مخصوص رائے قائم کر لیتی تھی اور اسے رخشی اچھی لگی تھی۔تھوڑی فربہ،بڑھتی ہوئی عمر والی عورت۔۔جس کے رنگے ہوئے بال واضح اس کی عمر کا پتا دیتے تھے۔چہرے پر جھریاں بھی بغور دیکھنے سے نظر آجاتی تھیں اور سب سے بڑھ کر چیچک کے نشان تھے جو میک اپ کی تہہ بھی چھپا نہیں پاتی تھی۔کاشف کے احباب میں رخشی ایک ایسی عورت تھی جس نے صوفیہ کے اعتماد کو بہت حوصلہ دیا تھا۔اس کی صاف ستھری نکھری ہوئی

سانولی رنگت، اس کے چمکتے ہوئے بال اس کا جوان سراپا اور پھر حمل کا مخصوص روپ جوزری کی دفع تو اس کے قریب سے بھی نہیں گزرا تھا جبکہ اس بار تو سب اسکو سراہتے تھے، اس سے رنگ روپ میں اضافے کی ٹپس مانگتے تھے۔ ان دنوں اس کا مورال انتاہائی تھا کہ اسے رخشی سے وہ خطرہ محسوس نہیں ہوا جو حبیبہ یا کاشف کے قریب رہنے والی کسی دوسری عورت سے ہوسکتا تھا یا پہلے ہوتا رہا تھا۔ کاشف پہلے بھی اپنے احباب کو کاروباری مراسم رکھنے والوں کو گھر یا کبھی باہر کھانے کی دعوتیں دیتا رہتا تھا

"مجھے تو اچھی لگی بیچاری۔۔۔ تنہائی کی ماری ہوئی۔۔۔ آپ نے دیکھا نہیں کتنی جلدی گُھل مل گئی۔۔۔ نخرہ وخرہ بھی نہیں کیا۔۔۔ کھانے کی تعریف بھی کر رہی تھی اور کس طرح شوق سے سب کھایا اس نے۔۔۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ فلموں میں کام کرتی رہی ہے" صوفیہ نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ بی بی جان پان پر چونا لگا رہی تھیں لیکن دھیان اسی کی جانب تھا

"ان کا بھڑکیلا چُست لباس۔۔۔ ان کی گفتگو کا منہ پھٹ انداز۔۔۔ بات بات پر منہ کھول کر ہنس رہی تھیں اور پھر دو دفعہ تو کھانے کی میز پر گانا گانے لگی تھیں۔۔۔ اور کیا کرتیں وہ کہ تمہیں یقین آجاتا کہ وہ فلموں میں کام کرتی رہی ہیں۔۔۔ اب کیا ناچ کر دکھا دیتیں؟" بی بی جان چڑ کر پوچھ رہی تھیں۔ صوفیہ کو ہنسی آئی

"میرے کہنے کا مطلب تھا کہ بڑھی ہو چکی ہے۔۔۔ اس کا دور ختم ہو چکا۔ چڑھتے سورج کو پوجنے والی دنیا نے اسے سائیڈ لائن کر دیا ہوا ہے۔۔۔ اس لئے ہم عام جیسے لوگوں میں بھی گھل مل گئی تھی۔۔۔ مجھے تو لگا انسانوں کی ترسی ہوئی تھی۔۔۔ حیرت ہے آپ سے خار کھا رہی ہیں۔۔۔ وہ ہاری ہوئی شیرنی تھی بی بی جان"

"ہاری ہوئی شیرنیاں زیادہ خطرناک ہوجاتی ہیں کیونکہ ہارنے کے باوجود یہ شیرنیاں ہار نہیں مانتیں۔۔۔ اس لئے ان سے خار کھانا ہی چاہیئے۔۔۔ تم کاشف سے کہنا اسے دوبارہ گھر مت بلوائے بلکہ کوشش کرنا کہ اس سے میل ملاپ بالکل نا ہو دوبارہ۔۔۔ اب بچی کی ماں بن چکی ہو تم۔۔۔ خود بھی ان نزاکتوں کو سمجھا کرو اور کاشف سے بھی کہنا۔۔۔ میں اب ہر بات بیاہی اولاد سے کہتی اچھی نہیں لگتی" ان کا انداز دو ٹوک تھا۔ صوفیہ کے چہرے پر شرارت چمکی

"یہی بات جب میں حبیبہ کے بارے میں کہتی تھی تو آپ خفا ہوجاتی تھیں۔۔۔ اور اب یہ رخشی جو منہ متھے لگنے کے قابل نہیں ہے۔۔۔ اس سے محتاط رہنے کی تلقین کر رہی ہیں" جملہ مکمل کرتے کرتے شرارتی رنگ طنزیہ سا ہو گیا تھا۔ بی بی جان نے پان منہ رکھ لیا تھا

"حبیبہ کی بات اور تھی۔۔۔ وہ کسی کی بیاہتا تھیں جب ہمارے حلقہ احباب میں شامل ہوئیں اور پھر ان کے اطوار ایسے نہیں تھے جیسے ان کے ہیں" انہوں نے دوٹوک سے انداز میں کہا تھا

"بیاہتا ہو یا بیوہ۔۔۔ لیکن وہ ایک گھر خراب کرنے والی عورت تھی۔۔۔ رخشی بیچاری تو۔۔۔ خیر چھوڑیں۔۔" اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑی تھی۔

"تمہارا مسئلہ یہ ہے صوفیہ بیٹی کے تم انسانوں کو ان کی چہروں سے جانچتی ہو۔۔۔ ان کا تجزیہ ان کے وجود سے کرتی ہو۔۔۔ ابھی

بچی ہو نا اس لئے ۔۔۔تمہیں پہچان نہیں ہے ۔۔۔میں نے زمانے کے سب سرد و گرم دیکھ لئے ہیں ۔۔۔میں وضع قطع دیکھ کر انسان کے اطوار بھانپ لیتی ہوں ۔۔۔میں نے کبھی حبیبہ کو اچھا نہیں کہا ۔۔۔اس کے انداز بھی اچھی عورتوں کے سے نہیں تھے ۔۔لیکن وہ اکیلی ہی قصور وار کب تھیں ۔۔۔اور پھر ۔۔۔" وہ لمحہ بھر کے لئے چُپ ہوئیں پھر عادت کے مطابق ہنکارا بھرا

" خیر چھوڑو ۔۔۔اپنا دامن اٹھاؤ تو اپنا بدن ہی ننگا ہوتا ہے ۔۔۔تم بس کاشف پر نظر رکھا کرو ۔۔۔اسے اس عورت سے ملنے جلنے مت دو"

صوفیہ نے سابقہ انداز میں ان کی جانب دیکھا ۔وہ ہمہ وقت اس انداز میں بات نہیں کرتی تھیں لیکن جب کرتی تھیں تو دکھی سی ہو جاتی تھیں ۔ان کے انداز میں کاشف کے لئے شکوک تھے جبکہ صوفیہ کے دل سے اب ہر شک جڑ سمیت ختم ہو چکا تھا ۔اسی لئے اسے بی بی جان کا انداز ناقابلِ ہضم لگا ۔

" کاشف کی حسیات اب اس قدر مردہ بھی نہیں ہوئیں ۔۔۔وہ تو حبیبہ ہی ان پر ڈورے ڈالتی رہتی تھی ۔۔۔وہ تو ہمیشہ ہی کتراتے رہے ہیں ۔۔۔اب عورت ہی بچھ بچھ جائیگی تو مرد کب تک دامن بچائے گا ۔۔۔اچھا ہوا مر کھپ گئی کہیں ۔۔۔ہماری زندگی سے تو نکلی ۔۔۔اللہ کا شکر ۔۔۔" بی بی جان نے اس کی بات کاٹ دی

" اسی لئے کہہ رہی ہوں کہ بس اس رخشی سے دوبارہ میل ملاقات کی ضرورت نہیں ہے ۔"

" آپ فکر کیوں کر رہی ہیں ۔۔۔کاشف پر بھروسہ ہے مجھے بی بی جان ۔۔۔وہ اب بہت بدل گئے ہیں ۔۔۔زرمین کے آنے سے بہت ذمہ دار ہو گئے ہیں ۔۔۔انہیں اچھے برے کی پہچان ہو چکی ہے ۔۔۔اسی لئے تو حبیبہ کا نام بھی نہیں لیتے اب کیونکہ ان کو خوب اچھی طرح پتا چل چکا تھا کہ وہ اچھی عورت نہیں تھی ۔۔۔اور پھر یہ رخشی ۔۔۔یہ تو بڑی عمر کی آنٹی ہے ۔۔۔اور پھر ۔۔۔" وہ لمحہ بھر کے لئے رکی اور لہجے میں شرارت سمو کر بولی

" آپ کا بیٹا بہت حسن پرست ہے بی بی جان ۔۔۔رخشی جیسی کو گھاس نہیں ڈالنے والے " بی بی جان نے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر گہری سانس بھری ۔ساس بہو کے درمیان گفتگو عجیب رُخ اختیار کر چلی تھی لیکن وہ پھر بھی اپنا موقف وضح کرنا چاہتی تھیں اس لئے بولیں

" صوفیہ میری ماں جی اللہ بخشے انہیں بڑی سیانی عورت تھیں ۔۔۔وہ کہا کرتی تھیں ۔۔مرد سرہانے رکھا سانپ ہوتا ہے ۔۔۔یعنی اس سے غافل نہیں رہنا چاہیئے ۔۔۔اپنے مرد کے معاملے میں ہمیشہ مستعد اور چوکس رہو ورنہ وہ ڈنگ مارتے لمحہ نہیں لگاتے ۔۔۔تم سمجھ رہی ہو نا میری بات بیٹی ۔۔۔" بی بی جان نے اسے بڑی ہی قیمتی بات بتائی تھی ۔صوفیہ نے سر ہلایا ۔

" جی بی بی جان سمجھ رہی ہوں ۔۔۔آپ میری بڑی ہیں ۔۔بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں ۔۔لیکن ایک بات میں بھی ضرور کہوں گی ۔۔۔ہر مرد بھی " ایسا " نہیں ہوتا ۔۔۔کچھ مرد عورت کے حسنِ سلوک اس کی خدمت اور محبت سے بالکل بدل جاتے ہیں ۔بچپن کے لاڈ پیار نے انہیں غیر ذمہ دار بنا رکھا تھا ۔آپ نے انہیں بے جا آزادی دے کر ان کو اس طرح کا بنا دیا ہوا تھا لیکن میری محبت اور خدمت نے کاشف کا دل

جیت کر انہیں یکسر بدل ڈالا ہے بی بی جان ۔۔میں بہت مطمئن ہوں ۔۔آپ مجھے دوبارہ سے ان وسوسوں کا شکار مت ہونے دیں جن سے میں بہت مشکل سے نکلی ہوں"

وہ انہیں تسلی دیتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ گئی تھی ۔ بی بی جان چُپ کی چُپ رہ گئیں ۔کل کی بچی سارا الزام ان کی تربیت کے سر رکھ کر انہیں ہی موردِ الزام ٹھہرا گئی تھی ۔



اماں رضیہ نے دوبارہ لینڈ لائن فون سے سمیع کے فون کا نمبر ملوایا تھا ۔۔مسلسل بیل جا رہی تھی لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا ۔اماں رضیہ نے بے بسی سے فون کریڈل پر رکھ دیا ۔چوبیس گھنٹے سے زیادہ ہو چلے تھے اور شہرینہ ابھی تک ہاسپٹل میں ہی تھی ۔سمیع نے دو پہر کے قریب فون کیا تھا اور بتایا تھا کہ شہرین کو ہوش آ گیا ہے ۔اس کے کچھ ضروری ٹیسٹ ہیں اور ڈاکٹر نے ابھی ڈسچارج نہیں کیا ہے ۔اس کے علاوہ اس نے مزید کچھ نہیں بتایا تھا اور تب سے اماں رضیہ کا دل بالکل بُجھا ہوا تھا ۔کبھی شہرین کی طرف دھیان جاتا کہ اللہ جانے بچی کو مسئلہ کیا ہے پھر سمیع کے لیئے دل بے چین ہونے لگتا کہ نجانے اس نے کھانا کھایا ہو گا ابھی تک یا نہیں ساتھ ساتھ شہرین اور سمیع کے ماں باپ پر غصہ آنے لگتا جنہوں نے اپنی اپنی اولادوں کی زندگیوں کو کس قدر اذیت ناک بنا دیا ہوا تھا اور سب سے آخر میں اپنے ساتھ صوفے پر بیٹھی ایمن پر ترس آنے لگتا جسے ماں باپ کی توجہ ملی ہی نہیں تھی ۔

"ایمن بیٹی ۔۔کچھ کھاؤ گی ۔۔" انہوں نے بہت محبت سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا تھا ۔اس نے نفی میں سر ہلا دیا

"یہاں آؤ میری بچی ۔۔میری گود میں آؤ ۔۔ہنسا بولا کرو چندا ۔۔رانی اے رانی ۔۔ایمن کے کھلونے لاؤ" وہ اسے اپنی گود میں لیتے ہوئے رانی کو آواز دے رہی تھیں ۔ایمن نے صبح سے اپنی ماں کو دیکھا تھا نا باپ کو اور اب مغرب ہو چلی تھی لیکن وہ نا روئی تھی نا ان کے متعلق کچھ پوچھا تھا ۔وہ سارا دن ان کے ساتھ رہتی ہی نہیں بلکہ اس کا وقت رانی یا اماں رضیہ کے ساتھ ہی گزرتا تھا ۔اس کے باوجود اماں رضیہ کو محسوس ہو رہا تھا کہ ایمن کی آنکھوں میں سوال چُھپا ہے لیکن اسے پوچھنا نہیں آ رہا کہ اس کی ماں کہاں ہے ۔وہ انہیں معمول سے ہٹ کر خاموش لگ رہی تھی ۔انہوں نے اسے گود میں لے لیا ۔اسی دوران باہر کی بیل بجی تھی ۔گھر میں مرد ملازم ایک ہی تھا جو گیٹ کیپر بھی اور ڈرائیور کے طور پر بھی کام کرتا تھا لیکن وہ عموماً مغرب کے وقت چلا جایا کرتا تھا ۔وہ بھی سمیع کے ساتھ ہاسپٹل میں ہی تھا ۔رانی کچن میں اپنے کھانے کے لیئے روٹی بنا رہی تھی ۔اماں رضیہ نے ایمن کو گود سے اتار کر دوبارہ صوفے پر بٹھایا اور آہستگی سے اٹھیں تھیں تا کہ گیٹ کھول کر آ سکیں ۔اسی دوران رانی جلدی جلدی کچن سے نکلی اور انہیں بیٹھنے کا اشارہ کر کے باہر نکل گئی ۔اماں کو یہ بھی برا لگا ۔انہیں اچھا نہیں لگتا تھا کہ جوان جہان بچی دروازہ کھولنے جائے ۔وہ آہستگی سے چلتی چلتی لاؤنج کے دروازے تک آ گئیں جہاں سے گیٹ تک نگاہ پڑتی تھی

"اری کمبخت ۔۔دیکھ تو لیتی کون ہے ۔۔" اسے بعجلت گیٹ کھولتا دیکھ کر وہ چڑ کر بولی تھیں ۔گیٹ کھلتے ہی دو لوگ اندر داخل ہوئے تھے اور ماں کے چہرے پر یکدم تاثرات بدلے تھے ۔

"کیا اس گھر میں آنیوالے مہمان کی اتنی عزت بھی نہیں کیا جاتی کہ گھر کے مالک ان کے لئے دروازہ کھول دیں" آنیوالی خاتون نے طنزیہ انداز میں رانی کو دیکھتے ہوئے اونچی آواز میں کاہ تھا۔آواز ماں رضیہ تک بھی آئی تھی۔انہوں نے جلدی جلدی قدم دروازے سے باہر نکالے اور آنیوالے مرد اور عورت کا استقبال کیا تھا۔مرد کی نسبت عورت کے چہرے پر زیادہ رعونت تھی۔

"میں آہی رہی تھی بھابھی۔۔۔ایمن کو لے کر بیٹھی تھی۔۔اس لئے۔۔ذرا۔۔" انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے آنیوالی خاتون سے معانقہ کیا تھا جس کا جواب زیادہ گرمجوشی سے نہیں دیا گیا تھا۔رانی کھوجنے والے انداز میں ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔وہ ان لوگوں کو پہلی بار دیکھ رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر مخصوص قسم کا اشتیاق تھا مہمانوں کی آمد اسے بڑی پسند تھی جو اس گھر میں کم ہی آتے تھے۔اس کی بھابھی اور بہن اسے بتاتے رہتے تھے کہ مالکوں کے مہمان آتے جاتے انہیں سو پچاس دے کر ہی جاتے تھے جبکہ رانی نے اس گھر میں اس معاملے میں خشک سالی ہی دیکھی تھی۔اماں رضیہ ان دونوں مہمانوں کو لے کر اندر کی جانب بڑھ گئی تھیں۔رانی نے بھی ان کی پیروی کی

"یہ ایمن ہے۔۔۔یہاں آؤ بچی۔۔۔ہمیں پہچانتی ہو" وہ بیٹھتے ہی ایمن کو دیکھتے ہوئے سوال کر رہی تھیں۔ایمن اسی انداز میں صوفے پر بیٹھی تھی۔

"یہاں تو آؤ۔۔۔ماں نے سلام ولام کرنا بھی سکھایا ہے یا نہیں۔۔۔ہمارے بارے میں تو کبھی جھوٹے منہ نا بتایا ہوگا انہوں نے۔۔ارے دادی دادا ہیں تمہارے۔۔۔تمہارے باپ کے ماں باپ ہیں۔۔۔جن کے کلیجے تمہاری ماں نے چیر رکھے ہیں" وہ ایمن سے بھی اسی انداز میں بات کر رہی تھیں جس میں اماں رضیہ سے کی تھی۔وہ سمیع کے ماں باپ ہیں۔۔یہ سن کر رانی مستعد ہو کر آگے بڑھی تھی۔

"یہ تو بہت اچھی بچی ہے باجی۔۔ایمن دیکھو یہ آپکی دادی ہیں۔۔۔ہیلو تو بولو ان کو" وہ ایمن کے قریب آ کر اسے سمجھانے لگی تھی۔ایمن اس کے اس طرح کہنے پر ذرا سا منمنائی تھی۔دادی نے اس کا کچھ اثر نہیں لیا تھا

"جاؤ اپنی مالکن کو بتا کر آؤ کہ ان کے سسرال والے آئے ہیں۔۔۔دو گھڑی کو شکل دکھا جائیں۔۔۔" انہوں نے رانی کو طنزیہ انداز میں حکم دیا

"وہ تو جی کل سے گھر نہیں ہیں۔۔۔سمیع صاحب اور وہ دونوں ہی۔۔۔" رانی نے اتنا ہی کاہ تھا کہ انہوں نے بات کاٹ دی

"اچھا تو بچی کو یہاں چھوڑ کر سیر سپاٹوں پر نکلے ہوئے ہیں۔۔یہ تو حال ہے اس پڑھی لکھی پٹھانی کا۔۔۔یہ ذرا سی بچی کو تم لوگوں کے سہارے چھوڑ کر آپ گھر سے غائب ہیں۔۔۔سمیع پر تو کالا جادو کر دیا ہوا ہے اس نے۔۔۔اسے اب بھی عقل نہیں آتی۔۔۔بتاؤ مجھے کہتا تھا کہ شہرین پڑھی لکھی لڑکی ہے۔۔۔پڑھی لکھی لڑکی ہی گھر اور بچوں کو اچھے طریقے سے سنبھال سکتی ہے۔۔۔اے رضیہ اب تم کیوں منہ سی کر بیٹھی ہو۔تم بھی نہیں سمجھاتی سمیع کو۔۔۔تمہاری تو خوب سنتا ہے" توپوں کا رُخ اب ماں رضیہ کی جانب ہوا تھا۔اماں رضیہ نے رانی کو اشارہ کیا کہ ان کے لئے کولڈ ڈرنک لائے پھر دھیمی سی آواز میں بولیں

"ارے نہیں بھابھی غلط فہمی ہوئی آپ کو۔۔۔سیر سپاٹا کہاں کریں گے بیچارے۔۔۔بیمار پڑی ہے بیچاری بچی۔۔۔ہاسپٹل میں ہے۔۔سمیع کل سے ان کے ساتھ خوار ہو رہا ہے"

"ہاسپٹل میں۔۔۔اب کیا ہوگیا خیر سے۔۔۔؟" وہ ناک چڑھا کر پوچھ رہی تھیں

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔بس سر میں ہی درد ختم نہیں ہوتا۔۔۔وہ کیا ہوتا ہے موا بلڈ ہائی رہتا ہے۔۔ڈاکٹرز کہتے ہیں ٹینشن ہے۔۔۔" اماں نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا تھا۔سمیع کی امی کا ناک اور چہرہ یکدم پھول سا گیا۔انہوں نے ناگواری سے جتانے والے انداز میں اپنے شوہر کی طرف دیکھا جو بس اِدھر اُدھر دیکھ کر شاید بیٹے کی مالی حالت کو نظروں ہی نظروں میں تول رہے تھے۔

"اسی لئے۔۔۔بس اسی لئے۔۔۔میں کسی پڑھی لکھی لڑکی سے شادی کے حق میں نہیں تھی۔۔ان کی تو دکانداریاں ہی الگ ہوتی ہیں۔۔۔نخرے نزاکتیں ہی ختم نہیں ہوتے۔۔۔بتاؤ سر درد بھی کوئی بیماری ہے بھلا۔۔۔ہمیں تو کبھی نا ہوا یہ سر درد۔۔۔ہمیں تو شوہر کے سامنے کبھی تکلیف بیان کرنے کی جراءت بھی نا ہوئی اور ایک یہ شہرین بیگم ہیں۔۔۔چھینک کو بھی ہارٹ اٹیک کہہ کر شوہر کو سناتی ہوں گی۔مجھے پتا ہے۔۔سب جانتی سمجھتی ہوں میں۔۔۔شوہر کی توجہ اور روپے پیسے بٹورنے کے لئے بیمار ہی پڑی رہتی ہوں گی ہماری بہو رانی" ان کے چہرے پر رعونت مزید بڑھ گئی تھی۔اماں رضیہ کا دل کسی نے نچوڑ کر رکھ دیا۔وہ کبھی ماں نہیں بنی تھیں لیکن شہرین اور سمیع دونوں کی مائیں کبھی کبھی انہیں گوشت پوست کے انسان کی بجائے کسی سنگلاخ چٹان کو کاٹ کر بنائے گئے مجسمے لگتے تھے جن کے سینے میں اللہ نے دل ہی نہیں رکھا ہوا تھا۔

"نہیں بھابھی۔۔وہ تو خود بیچاری ڈاکٹرز سے بیزار ہے۔۔۔دوا کھا کھا کر اتنا اکتا چکی ہے کہ اب دواؤں کی شکل بھی نہیں دیکھتی۔۔۔بس اچھے انسانوں کی آزمائشیں ختم نہیں ہوتیں۔۔۔شہرین بیٹی بھی ایسے لوگوں میں سے ایک ہے۔۔۔" اماں رضیہ نے دھیمے سے لہجے میں شہرین کی حمایت کرنی چاہی تھی لیکن سمیع کی امی بھڑک ہی اٹھیں

"ارے رضیہ تم تو ہو ہی تھالی کا بینگن۔۔۔بس جہاں اپنا فائدہ دیکھا اسی طرف لڑھک گئیں۔۔۔سمیع کے یہاں رہ رہی ہو۔۔۔اس کی بیوی کا دم نہیں بھروگی تو کیا میرا بھروگی۔۔۔مجھے نا بتاؤ کون کتنا اچھا ہے۔۔۔۔جن کتابوں کے سبق تم اب پڑھ رہی ہو نا۔یہ سب ہم نے بچپن میں پڑھ لی تھیں۔۔۔تم سے زیادہ پہچان ہے مجھے اچھے برے کی" وہ کچھ زیادہ ہی بھری ہوئی تھیں۔اماں رضیہ چُپ کی چُپ رہ گئیں کیونکہ اس لمحے رانی کولڈ ڈرنکس کے گلاس لئے چلی آئی تھی اور اماں رضیہ کی درگت بنتے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں بس اب یہ دو جوس پلا کر رخصت کر دو ہمیں ہمارے ہی بیٹے کے گھر سے۔۔۔چائے پلوانے کی تو ہماری بہو کی جانب سے ممانعت ہوگی کہ سسرال والوں پر تو دھیلا بھی نا خرچا جائے" وہ ایک بار پھر تنک کر بولیں۔اماں رضیہ اپنی جگہ سے اٹھی تھیں

"ایسا کیوں کہہ رہی ہیں بھابھی۔۔چائے کیا آپ کھانا بھی کھائیں۔۔۔آپ کا اپنا ہی گھر ہے۔۔۔میں بس چائے بناتی ہوں آپ کے لئے۔۔۔کل کیک لائے تھے سمیع میاں۔۔۔بہت اچھا اور تازہ تھا۔وہ بھی لاتی ہوں آپ کے لئے" اماں رضیہ نے اب کی بار جواب کا انتظار بھی نہیں کیا تھا۔انہیں پتا تھا یہاں سے جلی کٹی ہی سننے کو ملی تھیں۔سمیع کی امی کی ایک کزن بھی یہاں کراچی میں ہی مقیم تھیں۔گمان غالب تھا کہ ان لوگوں کا قیام ان ہی کے یہاں تھا ورنہ کچھ سامان وغیرہ تو ہمراہ ہوتا۔اماں رضیہ یہی سب سوچتی کچن کی جانب چلی گئی تھیں۔سمیع کی امی نے رانی کو بغور دیکھا تھا۔اس نے بھی فوراً جوس کا گلاس اٹھا کر پہلے ان کے شوہر کو اور پھر انہیں دیا۔اس کے بعد اس نے میز پر پڑا

ریموٹ اٹھا کر سامنے کی طرف رکھ دیا تھا تا کہ اگر سمیع کے والد چاہیں تو ٹی وی لگالیں ۔وہ ان لوگوں کے سامنے کچھ زیادہ ہی مستعد نظر آنے کی کوشش کر رہی تھیں ۔وہ گھر کے مالک کے والدین تھے اور اماں رضیہ کی جو حالت اتنی سی دیر میں انہوں نے کر دی تھی اسی سے رانی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ رعب اور دبدبے کے بوجھ سے کچھ زیادہ ہی لدے پھندے ہیں ۔ایسے لوگوں کی حمایت ملازموں کے لئے بڑی ہی ضروری ہوتی ہے اور رانی ان کی حمایت حاصل کرنا چاہتی تھی ۔ایمن اماں رضیہ کے تعاقب میں کچن کی جانب چلی گئی تھی ۔دادای کے خشمگین سے انداز نے اس پر کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑا تھا

"کیا نام ہے تمہارا۔۔؟"سمیع کی امی نے تو یوں کا رُخ اس کی جانب کیا

"جی نام تو میری ماں نے زیب النساء رکھا تھا پر سب پیار سے رانی رانی کہتے ہیں" وہ جواب دینے کے لئے بالکل چوکس تھی

"اچھا تو بیگم رانی رانی ۔۔۔یہ بتاؤ تمہاری بیگم صاحبہ کب سے اسپتال میں ہے؟" وہ اسے گھور رہی تھیں ۔

"جی شہرین باجی تو کل رات سے ہی وہاں ہیں ۔۔ابھی تک واپس نہیں آئیں ۔۔سمیع بھائی کا فون آیا تھا۔۔کہتے ہیں ابھی ایک دن اور لگے گا" اس نے اپنی طرف سے مزید اضافہ کر کے بتایا تھا۔سمیع کی امی نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں سر ہلایا

"ایسا کیا ہو گیا ہے تمہاری شہرین باجی کو۔۔۔"سمیع کی امی کی انداز میں طنز کی آمیزش مزید بڑھ گئی تھی ۔رانی نے کچن کی جانب دیکھا ۔اماں رضیہ یقیناً وہاں مصروف تھیں ۔اس نے ان کی جانب سر جھکایا اور آہستہ سی آواز میں بولی

"وہ جی ایمن کی سالگرہ تھی نا کل ۔۔۔تو ان کی گھر والے بھی آئے تھے۔۔۔بڑی بے عزتی کی انہوں نے شہرین باجی کی اور سمیع بھائی کی بھی ۔۔۔ایمان سے ساری تقریب کا ستیاناس کر دیا۔ان کی امی نے گالیاں والیاں بھی دیں ۔۔۔" وہ مکمل جاسوسی کے موڈ میں تھی ۔سمیع کی امی کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ چمکنے لگی

"اچھا ہی ہوا۔۔اب سمیع کو احساس ہوا ہو گا کہ میں کس لئے اسے پٹھانوں میں رشتہ کرنے سے روکتی تھی ۔۔سن رہے ہیں آپ ۔۔۔یہ سب ہو رہا ہے آپ کے بیٹے کے ساتھ یہاں پر ۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنے شوہر کی شکل بھی دیکھی جو اب تک بالکل غیر جانبداری سے بس جائزے لینے میں مگن تھے ۔

"بس جی یہی بات دل پر لے لی شہرین باجی نے ۔۔۔" رانی نے مزید ٹکڑا لگایا ۔سمیع کی امی استہزائیہ انداز میں ہنسیں

"ارے ہاں بھئی ۔۔بہت ہی نازک دل ہے تمہاری شہرین باجی کا ۔۔۔دل پر کیوں نا لیں گی ۔۔۔انہیں پتا جو ہے کہ ان کے شوہر نے انہیں ہتھیلی کا چھالہ بنا رکھا ہے" رانی نے ایک بار پھر کچن کی طرف دیکھا ۔اس کے پاس ایک اور اہم خبر بھی تو تھی جو وہ سمیع کی امی کو بتا سکتی تھی ۔کیا پتا اسے سو دو سو مل ہی جاتے ۔وہ اب کی بار بالکل ہی ان کے صوفے کے قریب جھکی تھی

"وہ جی ان کو بچہ بھی ہونے والا ہے نا ۔۔لیکن بتاتی نہیں ہیں کسی کو ۔" سمیع کی امی نے چونک کر اسے دیکھا تھا پھر طنزیہ انداز میں شوہر کو بھی دیکھا تھا ۔اماں رضیہ کو کچن میں خبر بھی نا ہوئی تھی کہ رانی نے ان کے پیچھے کیا قیامت برپا کر دی ہے

☆　☆　☆

"میں نے اپنی سم کچھ دن کے لئے بند کر دی ہے۔۔آپ نے یہی کہا تھا نا مجھے۔۔" رانیہ کسی تابعدار بچی کی طرح اسے خود ہی بتا رہی تھی۔نینا کو دل ہی دل میں بڑی شرمندگی ہوئی۔اس نے دو دن پہلے اس سے وعدہ تو کر لیا تھا کہ وہ اس کی مشکل کو حل کرنے کے لئے ضرور کچھ کرے گی لیکن وہ عملی طور پر کچھ بھی نہیں کر پائی تھی۔اس کا ارادہ تھا کہ صبح گھر سے نکلنے سے پہلے وہ سلیم سے پوچھے گی کہ اس نے اپنے دوست سے سم بلاک کرنے کی بات کی یا نہیں لیکن نوشی باجی کی پریشانی اس کے حواسوں پر اس طرح سوار رہی تھی کہ اسے کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا۔یونیورسٹی اسے ابا نے ڈراپ کر دیا تھا اس لئے وہ رانیہ کو پڑھانے نہیں آسکی تھی اور ابھی بھی وہ آنا نہیں چاہتی تھی لیکن رانیہ کے ایگزامز کا اس کی امی نے اتنی بار تذکرہ کر کے اسے تاکید کی ہوئی تھی اور پھر ایڈوانس میں ٹیوشن بھی دی دے ہوئی تھی اس لئے نینا نے سوچا تھا کہ یونیورسٹی کے بعد رانیہ کو پڑھا آتی ہے لیکن دوسری ٹیوشن سے چھٹی کر لے گی۔اس ساری پریشانی میں اس کے ذہن سے رانیہ کے گھر آتے ہوئے بھی اس کی مدد والی بات نکل ہی گئی تھی لیکن جب رانیہ نے خود اس بات کا تذکرہ کیا تو اسے فوراً اپنا سارا دھیان اس کی طرف لگانا پڑا۔اس کی یہ بات اچھی تھی کہ جب کسی کے ساتھ ہمدردی یا اس کی مدد کا وعدہ کر لیتی تھی تو پھر جی جان سے وہ کام نبٹاتی تھی

"یہ اچھا کیا آپ نے۔۔اور آپ گھبراؤ مت۔۔وہ آپکا کچھ نہیں بگاڑ سکتا" اس نے رانیہ کو تسلی دی تھی

"دراصل اکیڈمی کے کچھ لوگ اس کے پاس ایڈڈ ہیں۔۔مجھے ڈر لگتا ہے یہ سوچ کر کہ وہ میرے بارے میں کوئی الٹی سیدھی بات نا کر دے۔۔سب لوگ پھر اکیڈمی میں باتیں کریں گے میرے بارے میں" وہ بیچاری واقعی ڈری ہوئی تھی ورنہ اتنے دنوں میں نینا نے اسے بہت ہشاش بشاش ہی دیکھا تھا لیکن اب کچھ دن سے وہ بالکل بجھی بجھی سی تھی

"فیس بک پر۔۔" نینا نے یہ سوال پہلے بھی پوچھا تھا لیکن اب دوبارہ پوچھ کر یقین دہانی چاہ رہی تھی۔نینا نے شرمندہ ہوتے ہوئے سر ہلایا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ ایسے لوگوں کو بلکہ کسی بھی بغیر جان پہچان کے انسان کو فیس بک پر ایڈ مت کیا کریں۔۔" وہ ابھی اتنا ہی بولی تھی کہ رانیہ نے اس کی بات کاٹ دی

"قسم سے نینا باجی میں نے ایڈ نہیں کیا ہوا۔۔لیکن میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ میری فیس بک اکاؤنٹ راپنزل کے نام سے تھی۔۔اس نے مجھے ایک بار میسیج کیا۔میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔۔میں آپ کو نہیں جانتی تو اس نے فوراً سوری بول دیا اور کہنے لگا کہ دراصل اسکی گرل فرینڈ کا اکاؤنٹ بھی راپنزل کے نام سے ہے تو وہ مجھے اپنی۔۔دراصل۔۔وہ سمجھا شاید میں اسکی گرل فرینڈ ہوں" رانیہ یہ سب بتاتے ہوئے بے حد شرمندہ نظر آرہی تھی۔نینا کو اس پر ترس آیا۔اس کے اندر عام بچیوں والی تیزی طراری مفقود تھی۔وہ واقعی اس بات کی وجہ سے کافی گھبرائی ہوئی تھی۔ساتھ ہی نینا کو اس پر لڑکے پر بے پناہ غصہ آیا۔

"میں نے اسے فوراً اسے بتا دیا تھا کہ میں اس کی گرل فرینڈ نہیں ہوں۔۔اس کے بعد اس نے مجھے بتایا کہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔دراصل اسے میرا نمبر واٹس ایپ والے گروپ سے ملا ہے اور پھر اس نے فضول میسیجز کرنے شروع کر دئیے اور بار بار کہنے لگا کہ مجھے

فیس بک پر ایڈ کرو یا مجھ سے فون پر بات کرو۔۔۔ وہ تو یہ بھی کہتا ہے کہ اس نے مجھے دیکھ رکھا ہے۔۔۔ اکیڈمی کی کسی پارٹی کی تصویریں ہیں اس کے پاس۔۔۔" وہ رک رک کر بات مکمل کر رہی تھی

"مجھے سب سے زیادہ اسی بات کا ڈر ہے کہ وہ کسی گروپ میں یا کسی فورم پر میرے بارے میں کوئی الٹی سیدھی بات نا کر دے"

"اتنا کیوں ڈر رہی ہو۔ اتنا ہی سورما یا بہادر ہوتا وہ تو ایسے بزدلوں کی طرح آپ کو ڈرانے کی کوشش نا کر رہا ہوتا۔۔۔ وضاحتیں مت دو رانیہ۔۔۔ دکھاؤ مجھے ذرا کیا آئی ڈی ہے اسکی۔ تصویر وغیرہ لگائی ہوئی ہے اس نے اپنی۔۔۔؟۔۔۔ وہ اگر آپ کی پروفائل چیک کر کے آپ کو تنگ کر سکتا ہے تو یہ کام ہم بھی کر سکتے ہیں" وہ ناراضی بھرے لہجے میں بولی تھی۔ رانیہ نے فوراً ہی اسے ایک نام بتا دیا تھا۔ نینا نے اسی کے لیپ ٹاپ سے اسی کی آئی ڈی پر سرچ کر کے اس شخص کی پروفائل کھول لیا تھا۔

"یہی ہے۔۔۔؟" نینا نے اس کی پروفائل پکچر کو انلارج کر کے رانیہ سے پوچھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا

"آپ نے دیکھا ہے اسے کبھی کہیں۔۔۔ اکیڈمی وغیرہ میں۔۔" وہ تصویروں کو بغور دیکھتے ہوئے دوسرا سوال پوچھ رہی تھی کیونکہ تصویروں میں نظر آنے والا لڑکا رانیہ کی طرح کوئی سترہ اٹھارہ سال کا تو نہیں لگ رہا تھا۔ شکل سے تو وہ یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ لگ رہا تھا۔ اس نے اپنی تصاویر بھی کافی ساری شئیر کر رکھی تھیں، نینا دھیرے دھیرے سب دیکھنے لگی پھر اس نے رانیہ کا چہرہ دیکھا تھا

"پتا نہیں اب اس نے تصویر بھی اپنی لگا رکھی ہے یا نہیں۔۔۔" وہ اپنا خیال ظاہر کر رہی تھی۔ رانیہ نے بے بسی سے کندھے اچکائے

"آپ اتنا ڈر کیوں رہی ہیں رانیہ۔۔۔ دیکھیں اگر انسان سچا ہو تو اسے کبھی ڈرنا نہیں چاہیئے۔۔۔ آپ کسی کو بھی جواب دینے سے پہلے خود اپنے آپ کو۔ اپنے اللہ کو جواب دہ ہیں۔۔۔ آپ نے اگر کوئی غلط کام نہیں کیا ہے تو اللہ آپ کی مدد ضرور کریں گے۔۔" نینا نے اتنا ہی کہا تھا کہ رانیہ نے اسکی بات کاٹ دی

"میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں نینا باجی۔۔۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔۔۔" اب کی بار نینا نے اسکی بات کاٹ دی

"میں وضاحت نہیں مانگ رہی رانیہ۔۔۔ میں آپ کو ایز اے ٹیچر نصیحت کر رہی ہوں" نینا نے اتنا کہا پھر اس کی جانب دیکھ کر بولی

"رانیہ مجھے نہیں پتا آپ نے اپنی آئی ڈی راپنزل نام کی کیوں اپنائی۔ لیکن مجھے لگتا ہے ہر لڑکی ہی راپنزل ہوتی ہے۔۔۔ اپنی حدود اور روایات کے قلعے میں محصور، اپنے پیاروں کی حفاظت میں ہر برے شخص سے محفوظ۔۔ ہمارے جیسے گھروں میں ماں باپ ہمیں بہت محبت سے زمانے کے سرد و گرم سے بچا کر پالتے ہیں۔ ہماری حفاظت کرتے ہیں۔۔ ہمیں گندی میلی آنکھوں سے، برے ارادوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہمیں اپنے حصار میں رکھتے ہیں کیونکہ ایک لڑکی کی حرمت اسکی حیا اس کی عزت دنیا کی سب سے قیمتی چیز ہوتی ہے۔۔۔ اور قیمتی چیزیں قلعوں کی دیواروں میں محصور رکھی جاتی ہیں۔۔۔ ان کی حفاظت کی جاتی ہے۔۔۔ یہ سب انٹرنیٹ موبائل پر لڑکوں سے فرینڈشپس وغیرہ یہ سب تو حرمت کی دیوار میں دڑاڑ ڈالنے کی چیزیں ہیں۔۔۔ اسے بھٹکانے گمراہ کرنے کے اوزار۔۔" وہ بہت اچھے طریقے سے اسے سمجھا رہی تھی اور رانیہ بھی اس کی بات کو مکمل ارتکاز کے ساتھ سن رہی تھی۔

" بالکل ایسے جیسے راپنزل نے اپنے بالوں کو چور دروازہ بنالیا تھا اسی طرح یہ سب فضولیات بھی ایک لڑکی کی زندگی میں چور دروازے کھول دیتی ہیں اور چور دروازے چاہے عاشقی معشوقی کے لئے کھولے جائیں یہ چور دروازے ہی رہتے ہیں ۔۔یہ بھٹکا دیتے ہیں ۔انسان کو گمراہ کر دیتے ہیں ۔یہ سب فینٹسی صرف کہانیوں تک اچھی لگتی ہے کہ ایک لڑکی سارے زمانے سے چھپ کر ایک لڑکے سے مل رہی تھی تو وہ اس کے حق میں اچھا بھی ثابت ہوا تھا ۔۔حقیقت میں کبھی ایسا نہیں ہوتا ۔۔۔شہزادے چور دروازوں سے نہیں آیا کرتے رانیہ" نینا نے ساتھ ساتھ اس کا چہرہ بھی دیکھا تھا ۔وہ بیچاری چُپ کی چُپ رہ گئی تھی ۔نینا نے اس کا ہاتھ سہلایا

" آپ گھبراؤ مت ۔۔۔بس اپنی پڑھائی پر توجہ دو ۔۔اوکے ۔۔۔اور فکر مت کرو ۔۔اس بندے کو میں سنبھال لونگی" وہ نصیحت کرنے کے بعد تسلی بھی دے رہی تھی ۔رانیہ نے مشکور نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا ۔وہ کچھ مطمئن نظر آنے لگی تھی ۔نینا کی آنکھوں میں لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظر آنے والے شخص کا چہرہ محفوظ ہوتا جاتا تھا ۔



" اولیگو ڈینڈروگلیوما ۔۔" رپورٹس اس کے ہاتھ میں تھیں اور ان پر سرخ مارکر سے یہ لکھا تھا ۔اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا ۔اس میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ لفافہ کھول کر ایک دفعہ نظر ہی ڈال لیتا ۔لفافے کے اوپر مارکر سے یہی ایک لفظ لکھا تھا ۔سمیع کو وہ لفظ نہیں ایک بڑی سی چمگادڑ لگ رہی تھی جو سارے پر پھیلا کر اس کے چہرے کو اپنے حصار میں لے لینا چاہتی تھی ۔وہ میڈیکل کی ٹرمز کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا ۔اسے نہیں پتا تھا کہ یہ سب کیا ہے لیکن اس کی چھٹی حس چیخ رہی تھی اور چیختی ہی جا رہی تھی ۔وہ تھکے ہوئے وجود کو لے کر ڈاکٹر رضی کے کمرے کے باہر اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا ۔شہرین کو ہوش آگیا تھا لیکن اسے بے حد نقاہت محسوس ہو رہی تھی ۔چند گھنٹوں میں ہی وہ برسوں کی بیمار لگنے لگی تھی شاید اسپتال کسی خون چوسنے والے عفریت کا نام تھا جو یہاں آجاتا تھا ۔ڈھے جاتا تھا ۔سمیع کو لگ رہا تھا وہ خود بھی بے حد بیمار ہے ۔

ڈاکٹر رضی کے روم کے اوپر لگی کالنگ لائٹ جلنے بجھنے لگی ہونے لگی تھی ۔اس کا نمبر لکھا نظر آنے لگا تھا ۔اندر موجود مریض باہر آ گیا تھا ۔وہ اٹھا اور پھر من من بھاری قدموں کو گھسیٹتا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا ۔ڈاکٹر رضی اپنے کمپیوٹر پر مکمل ارتکاز کے ساتھ مصروف تھے ۔اسے دیکھ کر انہوں نے خوش آمدید کہنے والے انداز میں سر ہلایا

" آئیے سمیع صاحب ۔۔" ڈاکٹر رضی نے کہا تھا ۔ان کے چہرے پر کچھ ایسے رنگ تھے کہ سمیع کا دل مزید زور سے اچھلا تھا ۔

" یہ رپورٹس آگئی ہیں ۔۔۔ان پر یہ لکھا ہے ۔۔۔اولیگو ۔۔۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر ان کا چہرہ دیکھنے لگا ۔اسے اس لفظ کو ٹھیک سے ادا کرنا بھی نہیں آیا تھا

" جی ۔۔پورٹس میرے سامنے موجود ہیں ۔۔۔لیبز کے ریکارڈ کمپیوٹرز میں آجاتے ہیں ۔۔۔"

" آپ نے دیکھ لی ہیں رپورٹس ۔۔۔سب ٹھیک ہے نا ۔۔۔کوئی پریشانی والی بات تو نہیں" وہ بے تابی سے پوچھ رہا تھا ۔ڈاکٹر رضی نے چند لمحے اس کی جانب دیکھنے کی بجائے مانیٹر کی سکرین کو دیکھا ۔

"سمیع صاحب حوصلہ رکھیں ۔۔آپ کو بہت توانائی کی ضرورت ہے ۔۔آپ تو خود بیمار لگنے لگے ہیں مجھے ۔۔کھانا وغیرہ کھایا آپ نے ۔۔کوئی جوس وغیرہ پیجئے ۔۔منگواؤں آپ کے لئے" وہ مسکرائے بغیر اس سے پوچھ رہے تھے ۔سمیع نے بمشکل ہونٹوں کے کناروں کو پھیلایا لیکن وہ مسکرا نہیں پایا تھا۔وہ کیسے مسکرا سکتا تھا۔شہرین کو اس طرح ہاسپٹل کے بستر پر پڑا دیکھ کر تو اس کے حلق سے پانی کا گھونٹ نہیں اتر رہا تھا۔

"سمیع صاحب ۔۔آپ نے پہلے کبھی اولیگو۔۔کا نام سنا ہے؟" وہ اس سے پوچھ رہے تھے ۔سمیع نے نفی میں سر ہلایا

"کینسر ۔۔؟" یہ لفظ ادا کرتے ہوئے ان کا انداز استفہامیہ تھا۔یہ لفظ کس کو نہیں پتا تھا ۔سمیع کا بدن اپنی جگہ سے نہیں اچھلا تھا لیکن روح نے تو قلابازی لگا ڈالی تھی ۔اسے لگا اس کے بدترین اندازوں کی تصدیق ہوئی ہے

"شہرین کو۔۔۔یہ ہے ۔۔۔میرا مطلب ۔۔۔اولیگو ڈینڈروگلیوما ۔۔۔کینسر ہے ۔۔؟" یہ سوال نہیں تھا۔یہ ایک پکار تھی ،ایک چیخ تھی

"آپ کے ساتھ کوئی اور ہے ۔۔۔میرا مطلب مریضہ کا کوئی اور رشتہ دار ۔۔" وہ الٹا اس سے سوال پوچھ رہے تھے

"ڈاکٹر صاحب شہرین کو ۔۔کیا ہے ۔۔؟" اس کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ یہ الفاظ دوہراتا تھا۔یہ کوئی فلم یا سیریل نہیں تھا کہ کوئی آرام سے یہ لفظ بول دیتا۔اس کا اپنا دماغ لفظ "کینسر" پر جھنجھنا اٹھا تھا۔اسے ایسا لگا جیسے اس نے جلتی ہوئی استری پر ہاتھ رکھ دیا ہے اور ابھی تک رکھا ہی ہوا ہے ۔ڈاکٹر رضی اس کی نفی کرتے تو ہاتھ جلتی گرم استری سے اٹھتا لیکن انہوں نے اگلا جملہ بول کر اس کے پارے وجود پر ابلتا ہوا پانی ڈال دیا تھا

"آئی ایم سوری سمیع صاحب ۔۔خبر واقعی کچھ اچھی نہیں ہے ۔۔آپ کی اہلیہ کو ٹیومر ہے ۔۔۔برین ٹیومر ۔۔۔1 پوائنٹ 3 سینٹی میٹر کا ۔۔۔بظاہر سننے میں یہ چھوٹا سا ٹیومر لگتا ہے ۔۔۔لیکن آپ اسے گریڈ 2 کا کینسر سمجھ لیجئے" سمیع کا صبر ختم ہوا تھا۔نا چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھ سے پانی ٹپکا تھا۔اس نے بائیں ہاتھ سے آنکھوں کو صاف کیا اور کوشش کی کہ وہ اس طرح بے قابو نا ہو لیکن اس کی کوشش ناکام رہی تھی۔اس کے لئے قیامت کا سماں ایک لمحہ پہلے ہی شروع ہوا تھا۔اسے اب صور کی آواز بھی اس طرح نہیں ہلا سکتی تھیں جس طرح ڈاکٹر رضی کی آواز نے اسے ہلا ڈالا تھا۔اس نے میز کی سطح پر سر رکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"سمیع صاحب سنبھالئے خود کو پلیز ۔۔۔" ڈاکٹر رضی نے میکینکل سے انداز میں کہا۔وہ شہر کے بہترین نیورو سرجن تھے اور ان کے پاس اکثر ہی مریضوں کو دینے کے لئے اچھی خبریں نہیں ہوا کرتی تھیں ۔انہیں اب لاچار آنسوؤں کو سہنے کی عادت سی ہوتی جاتی تھی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ انہیں دکھ بھی نہیں ہوتا تھا۔سمیع کے آنسو یقیناً ان کے دل کو بھی بوجھل کر رہے تھے ۔سمیع نے ان کی تسلی کے جواب میں سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔یہ صرف اس کا دل جانتا تھا کہ لفظ "کینسر" بظاہر پانچ حرفوں کا مجموعہ تھا لیکن جب یہ آپ کے کسی پیارے کو تشخیص ہوتا تھا تو یہ ایک میزائل بن جاتا تھا۔ڈاکٹر رضی کے ایک جملے نے کسی میزائل کی طرح اسے اڑا کر بھسم کر ڈالا تھا

☆ ☆ ☆

”بی بی جان کو تو رخشی ذرا پسند نہیں آئی“ رات کو کاشف کے بازو پر سر رکھے صوفیہ نے لاڈ بھرے لہجے میں بات شروع کی۔اس کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔کاشف کا دھیان ٹی وی کی جانب تھا لیکن پھر بھی اس نے صوفیہ کا مکمل جملہ سنا تھا

”اس میں اچھا لگنے والا کچھ تھا بھی تو نہیں ۔۔میڈم بانوری“ کاشف نے اس سے بڑھ کر مذاق اڑایا اور ناک بھی چڑھائی۔صوفیہ نے قہقہہ لگایا۔یہ نجانے زنانہ فطرت کی کونسی حس ہے کہ جب آپکا مرد آپ کے سامنے کسی دوسری عورت کی اس طرح تضحیک کرے تو آپ کو لطف آئے۔صوفیہ کو گدگدی ہوئی

”اس میڈم بانوری میں کچھ تو ایسا ہوگا نا جو وہ آپ کے قریبی احباب میں شامل ہے“ وہ ٹوہ لیتے ہوئے ذرا سا اترا کر بولی

”اوہ یار۔۔بزنس کے بڑے جھمیلے ہیں۔۔۔پتا نہیں کیسے کیسے لوگوں کو منہ لگانا پڑتا ہے۔۔خوشامد کرنی پڑتی ہیں۔۔اور آؤ بھگت بھی۔۔“ کاشف بیزار کن ترین لہجے میں بولا پھر صوفیہ کے اگلے سوال کا انتظار کئے بغیر کہنے لگا

”اوہو۔۔تمہارے ذہن میں کیا چل رہا ہے۔کہیں پھر شک کا کیڑا وہ بھی کئی سو ٹانگوں والا تو نہیں گھس گیا دماغ میں۔۔“ وہ شرارتی انداز میں پوچھ رہا تھا۔صوفیہ نے ہنستے ہوئے نفی میں گردن ہلائی

”نہیں۔نہیں۔۔میں تو نہیں۔۔“ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن کاشف نے اسکی بات کاٹ دی

”خدا کو مانو یار۔۔میرے لئے وہ رخشی ہی رہ گئی ہے۔۔دنیا میں خوبصورت عورتیں مرگئی ہیں کیا یا میری جمالیاتی حس مرگئی ہے“ وہ اسے چڑا رہا تھا۔صوفیہ کو اب کی بار اس کے جملے نے پہلے سے بھی زیادہ لطف دیا

”میں کچھ نہیں کہہ رہی۔۔دراصل بی بی جان کو ہی آپ کی فطرت کا علم ہے۔۔سمجھا رہی تھیں مجھے کہ کاشف کو بچا کر رکھو اس عورت سے۔۔“ صوفیہ نے مزا لیتے ہوئے اسے بتایا۔کاشف نے ناگواری سے سر ہلایا

”بیوی تو بیوی۔میری ماں بھی نجانے میرے بارے میں کیا کیا سوچتی رہتی ہیں۔۔اتنا وہمی بھی نا ہو اب انسان“ وہ زچ ہو کر بولا

”کیوں نا ہوں بھئی۔۔ہمیں ہونا پڑتا ہے۔۔خوبصورت آدمی کی بیوی اور ماں کو تو بہت زیادہ وہمی اور محتاط ہونا پڑتا ہے ورنہ یہ حبیبہ اور رخشی ٹائپ عورتیں تو آپ جیسوں کو ورغلا کر نجانے کہاں تک لے جائیں“ صوفیہ صاف گوئی سے بولی تھی

”کیا ہو گیا ہے صوفیہ۔۔۔رحم کرو مجھ پر۔۔رخشی کو تو میں کبھی نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا۔۔وہ دیکھنے کے قابل ہے بھلا۔۔میرا اس کے ساتھ صرف کاروباری ربط ہے۔۔۔گھر بلانے کا مقصد بھی ان روابط کو بڑھانا تھا۔۔تم لوگوں کو کچھ نہیں پتا ان کاروباری تعلقات کا۔۔۔یہ رخشی بہت کام کی عورت ہے۔۔اس کے دور دور تک تعلقات ہیں۔۔گورنر ہاؤس اور اس کے متعلقہ ذیلی دفاتر میں اگلے مہینے سے پنکھے اور اسپلٹ یونٹ لگنے ہیں۔۔سنا ہے سب کچھ تبدیل کروانا ہے۔۔۔اتنا بڑا تو گورنر ہاؤس ہے اور پھر کئی آفس ہیں۔۔سنا ہے ایک ایک آفس میں تین تین یونٹ لگیں گے۔۔پنکھے بھی تبدیل ہوں گے۔۔اور بھی چھوٹے بڑے کئی کام ہوں گے۔۔۔میں چاہتا ہوں یہ کانٹریکٹ مجھے مل جائے۔۔وارے نیارے ہوجائیں گے۔۔اس لئے میں رخشی سے ذرا بنا کر رکھنا چاہتا ہوں۔تم دعا کرو جیسا میں سوچ رہا ہوں ویسا

ہی ہو جائے۔۔۔سرکاری کام کے اپنے ہی مزے ہوتے ہیں" کاشف نے جملہ مکمل کیا تو صوفیہ نے پھر سر ہلایا

" مجھے پتا ہے آپ بہت محنت کرنے والے انسان ہیں اور آپ کے لئے تو ہمہ وقت دعا کرتی ہوں" وہ اس کے کندھے پر اپنا سر رگڑ کر بولی تھی۔کاشف مسکرایا

" بہت شکریہ میری جان اور اب کسی شک کو دل میں مت پالنا۔۔۔میری کیا مت ماری گئی ہے جو رخشی جیسی عورت میں دلچسپی لوں۔۔۔میری تو اپنی بیوی لاکھوں میں ایک ہے۔۔۔اس جیسی تو میں چراغ کیا لالٹین لے کر بھی ڈھونڈنے نکلوں تو نا ملے۔۔۔مجھے کیا دلچسپی کسی دوسری عورت میں" وہ اس کے گرد اپنی بازو کا حلقہ سخت کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔صوفیہ تو نہال ہی ہوگئی۔اسے پتا تھا وہ لاکھوں میں ایک نہیں ہے لیکن محبت میں ریاضی کے اصول تھوڑی چلتے ہیں کہ ثابت ہوں گے تو تسلیم کئے جائیں گے۔۔۔یہ تو مذہب کی طرح بس ایمان لانے کی بات تھی۔صوفیہ دل و جان سے کاشف کی محبت پر ایمان لا چکی تھی۔اسے یقین آگیا تھا کہ جب کاشف اسے لاکھوں میں ایک کہہ رہا ہے تو بس وہ لاکھوں میں ایک ہی ہے۔طمانیت کی لہر اس کے پورے وجود میں اتری اور اس کی آنکھوں میں گرد بن کر چھانے لگی

☆ ☆ ☆

" یہ کیا پکایا ہے۔۔؟" اس نے باؤل کی جانب دیکھ کر ناک چڑھایا تھا۔

" دال ہے۔مونگ مسور۔۔۔" زری ٹرے رکھ کر پانی لینے کچن کی جانب جا رہی تھی۔اسے جواب دے کر آگے بڑھ گئی

" اتنی پتلی دال۔۔۔" نینا نے باؤل میں چمچہ چلایا تھا

" ہاں یہ ڈائٹنگ کر رہی ہے" زری مسکرائی تھی۔امی پھر ہاسپٹل چلی گئی تھیں تو دوپہر کا کھانا زری نے بنایا تھا

" یہ ڈائٹنگ کر رہی ہے یا تم ڈائٹنگ کر رہی ہو" نینا ابھی باؤل میں چمچ چلا رہی تھی

" میں بھی کہاں کر رہی ہوں۔۔۔بلکہ آج تو امی نے سختی سے منع کیا ہے۔۔۔نوشی باجی کی وجہ سے پریشان تھیں اور ملبہ سارا اس بات پر گرا کہ لڑکیاں اپنی غذا کا خیال نہیں رکھتیں جس کی وجہ سے انہیں بعد میں مسئلے ہوتے ہیں" زری نے اچار اور چپاتیوں والی ٹرے بھی میز پر رکھی تھی

" نوشی باجی کی تو مجھے بھی بہت ہی ٹینشن ہے۔۔۔اللہ انہیں جلدی جلدی ٹھیک کر دے بس" نینا نے پلیٹ میں دال نکالتے ہوئے کہا تھا۔

" انشاءاللہ۔۔۔امی بتا رہی تھیں ابھی کافی بہتر ہیں وہ۔۔۔میں نے فون کیا تھا۔۔۔اب خطرے کی کوئی بات نہیں ہے" زری بتا رہی تھی۔نینا نے سر ہلایا۔

" زری ہم کھانا کھالیں تو تم ابا سے فون کر کے کہو نا ہمیں ہاسپٹل لے چلیں۔۔۔میں نوشی باجی کو دیکھنا چاہتی ہوں" وہ اس سے درخواست کر رہی تھی۔

"میں نے امی سے کہا تھا کہ ہم آجائیں ہاسپٹل تو امی کہتیں کل آجانا۔۔کل سرجری کی ڈیٹ دی ہے ڈاکٹر نے۔۔۔بے بی دیکھنے چلیں گے ان کا" زری پرجوش تھی

"کل بھی چلے جائیں گے بے بی دیکھنے۔۔۔لیکن آج نوشی باجی کو تو دیکھ آئیں۔۔پتا نہیں کیوں میرا بہت دل چاہ رہا ہے"

نینا نے لجاحت بھرے لہجے میں کہا تھا۔زری نے سر ہلایا

"اچھا کھانا کھالیں۔۔پھر فون کرتی ہوں ابا کو" اس کا اصرار دیکھ کر زری نے بھی ہامی بھر لی تھی۔کھانا وغیرہ کھا کر اس نے ابا کو کال کر پوچھا تو انہوں نے بھی مثبت جواب دے دیا کہ تم لوگوں کو ملوا لاتا ہوں اور تمہاری امی کو بھی لے آئیں گے۔

"ابا اتنے اچھے ہیں۔۔ہماری ساری باتیں ہی مان لیتے ہیں" زری کو بڑی خوشی ہوئی کہ اس کے ایک بار کہنے سے ابا نے اس کی بات کا مان رکھ لیا۔نینا نے گہری سانس بھری۔

"میں نے کب کہا کہ اچھے نہیں ہیں۔۔۔اور تمہاری باتیں تو ابا امی سب ہی مان لیتے ہیں" وہ سادہ سے انداز میں کہہ رہی تھی۔زری باتھ روم میں گھس گئی۔کپڑے بدل کر اس نے اطمینان سے کاجل اور لائنر لگایا۔لپ پینسل سے ہونٹوں کی شیپ بنائی اور گلاس لگا کر حتیٰ الامکان نیچرل لک لینے دینے کی کوشش کی تھی۔

"تم خوبصورت ہو۔۔اور خوبصورت ہی رہو گی بہن۔۔۔اب چل پڑو" نینا نے منہ بھی نہیں دھویا۔بس بال ٹھیک کئے اور ڈوپٹہ اوڑھ کر دیوان پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی تھی جبکہ وہ کمرے سے نکل ہی نہیں رہی تھی۔اسی لئے نینا نے اکتا کر کہا تھا۔وہ پھر بھی نہیں نکلی۔نینا اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور کمرے میں اسے دیکھنے کی غرض سے داخل ہوئی تھی۔زری پر نظر پڑتے ہی ناگواری اس کے چہرے پر پھیل گئی

زری نے ہاتھ میں موبائل پکڑ رکھا تھا اور وہ اپنی تصاویر بنانے میں مگن تھی۔

"ہم مریض کی عیادت کے لئے جا رہے ہیں۔۔۔سیاحت کے لئے نہیں جا رہے زری" اس نے منہ بنا کر ٹوکا تھا۔خجالت بھری مسکراہٹ زری کے چہرے پر چمکی۔اس کے باوجود وہ رکی نہیں تھی۔اس نے دو تین مزید کلک کئے تھے

"کتنی سیلفیاں لیتی رہتی ہو تم۔۔۔کیا ملتا ہے ان سے" زری ہنسی تھی

"مجھے اچھا لگتا ہے بس۔۔۔" زری اتنا ہی کہہ سکی

"اس میں اچھا لگنے والی بات کیا ہے۔۔میں تو یہ سمجھ نہیں سکی آج تک۔۔۔کسی کو بھیجتی ہو لینے کے بعد۔۔؟" نینا نے عام سے انداز میں پوچھا اور یکدم اس کے چہرے پر نظریں گاڑیں۔زری کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔چند سیکنڈز وہ چپ ہی رہی

"ہاں بلاول بھٹو کو بھیجتی ہوں۔۔۔بڑی فرمائشیں کرتا ہے کہ زری پلیز کبھی تو سیلفی بھیج دیا کرو" وہ اس کی بات کو مذاق میں اڑا کر بولی تھی۔نینا چند لمحے اسی کی جانب دیکھتی رہی جبکہ زری لاتعلق سی ہو کر جوتے کے اسٹریپ باندھنے لگی تھی

"آئے ہائے نینا۔۔تم نے تو میرا دل ہی توڑ دیا۔۔۔میں کس کو بھیجوں گی یار۔۔۔میری ایسی قسمت کہاں کہ کوئی مجھے سیلفی بھیجنے کو

بولے۔۔۔ پتا نہیں کب میری منگنی ہوگی۔۔۔کب میرا منگیتر ہوگا۔کب میں بھی سب کے سامنے اس کی باتیں کر کے شیخیاں بگھاروں گی ۔۔۔اسے اپنی حسین حسین سیلفیاں بھیجوں گی۔۔۔ یار تم کہو نا امی کو کہ اب زری کے لئے کوئی رشتہ ڈھونڈیں" وہ شرارتی انداز میں کہہ رہی تھی

"ہاں کہوں گی امی کو کہ امی سلیم سے رشتہ کر دیں زری کا۔۔" نینا کا دل ہی جانتا تھا کہ زری کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے یہ جملہ کیسے بولا۔توقع کے عین مطابق زری کے چہرے پر ناپسندیدگی اور ناگواری کے رنگ چمکنے لگیں

"اونہہ۔۔۔اور کیا پتا امی تمہارا رشتہ سلیم سے کرنے کا سوچ رہی ہوں" زری بے ساختگی میں یہ کہہ گئی۔

"کیا آ آ آ۔۔۔ سلیم سے میرا رشتہ۔۔۔۔ یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔امی کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتیں" وہ دونوں کمرے سے ایک ساتھ باہر نکلی تھیں۔زری نے کچھ کہنا چاہا اسے بتانا چاہا کہ ابا تو یہ بات سوچ رہے ہیں پھر ارادہ ترک کر دیا۔نینا کا کوئی بھروسہ تھوڑی تھا کہ ابھی منہ بنا کر مزاج بگاڑ کر بیٹھ جاتی۔زری کے دل میں یہ کھُد بُد ضرور مچی تھی کہ آخر امی اور نینا دونوں اس بات کو ناممکنات میں سے کیوں قرار دے دیتی ہیں جبکہ ابا اس نہج پر سوچ رہے تھے۔وہ اس کے پیچھے سیڑھیاں اترنے لگی تھی۔اسی دوران اس کے موبائل کی رنگ بجی تھی۔اس نے دیکھا۔امی کال کر رہی تھیں۔اس نے فون کان سے لگایا

"جی امی بس نکل رہے ہیں ہم۔۔۔ابا آ گئے ہیں۔۔"

"پوچھو نوشی باجی کیسی ہیں اب۔۔" نینا نے لفظ "امی" سن کر مڑ کے اسے کہا تھا۔

"کیا آ۔۔۔اچھا۔سب ٹھیک ہے نا۔میرا مطلب خطرے والی بات تو نہیں۔۔" زری نے فون پر پوچھا تھا۔نینا کے چہرے کا رنگ بھی بدلا۔وہ بھی دو اسٹیپ چڑھ کر دوبارہ اس تک آئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔اللہ خیر کرے۔۔۔ہم دعا کرتے ہیں۔۔۔آپ ہمیں بتائیے گا پھر۔۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔سب ٹھیک ہے نا؟" نینا کا دل لرزنے لگا تھا

"امی کہہ رہی ہیں۔۔نوشی باجی کو ابھی سرجری کے لئے لے جا رہے ہیں۔۔۔ان کو سانس نہیں ٹھیک سے آ رہا تھا۔۔۔ایمرجنسی میں لے گئے ہیں دوبارہ۔۔" زری بھی پریشان تھی لیکن نینا کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔وہ وہیں اسٹیپ پر ہی بیٹھ گئی تھی



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

ڈیڑھ گھنٹہ وہ دونوں ہی پریشانی سے ایک دوسرے کے چہرے دیکھتی رہی تھیں۔ابا بھی واپس دوکان پر چلے گئے تھے اور امی اپنا موبائل نہیں اٹھا رہی تھیں۔وہ دونوں اس دوران دعا کرنے کے سوا کر بھی کیا سکتی تھیں پھر اطلاع آ ہی گئی

نوشی باجی کا انتقال ہو گیا تھا اور ڈاکٹرز بچے کو بھی نہیں بچا سکے تھے۔۔

"میرا دل کہتا تھا یہی ہو گا۔۔مہر اکیلی رہ جائیگی۔۔۔مجھے پتا تھا مہر اکیلی رہ جائیگی۔۔مجھے ہمیشہ مہر میں" کو نین کاشف نثار" کی جھلک نظر آتی تھی۔۔ہمیشہ۔۔۔" نینا مرنے والی کا افسوس نہیں کر رہی تھی بلکہ مرنے والی کی باقیات کا افسوس کر رہی تھی۔زری نے دیکھا اس کی آنکھیں بالکل خشک تھیں۔اسے زیادہ حیرت نہیں ہوئی۔اس نے نینا کو رونے والے مواقع پر کم ہی روتے دیکھا تھا

☆......☆......☆

"میرا مشورہ ہے کہ آپ مریضہ کو اعتماد میں لیجیے۔۔۔انہیں ان کی بیماری کے متعلق بتائیے۔۔۔ہو سکتا ہے بہت سے لوگ میری اس بات کی مخالفت کریں لیکن میں سمجھتا ہوں کسی بھی قسم کے مریض سے اس کی بیماری کے متعلق چھپانا بہت بڑی زیادتی ہے۔۔برین ٹیومر کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔۔اس کا علاج۔۔پھر اس کے ذیلی اثرات۔۔یہ چلنے کے لئے ایک لمبی ناہموار پتھریلی ٹوٹی پھوٹی سڑک کی طرح ہے۔۔میں قطعاً آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔۔لیکن یاد رکھیں زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔۔کل کیا ہو گا یہ کوئی نہیں بتا سکتا ہم صرف علاج کر سکتے ہیں اور وہ ہم کریں گے تاکہ مریض کو فائدہ پہنچ سکے۔۔اس لئے مریض کو پتا ہونا چاہیئے کہ وہ علاج کی غرض سے جن پروسیجرز سے گزر رہا ہے، جن تکالیف کو سہہ رہا ہے۔۔وہ سب اس کے فائدے کے لئے ہیں۔۔۔وہ مثبت سوچے گا تو علاج کے نتائج بھی مثبت نکلیں گے" ڈاکٹر رضی نے سمیع کو بتایا تھا۔آج شہرین کو عارضی طور پر ڈسچارج کیا جا رہا تھا۔تین دن بعد بایوپسی کے لئے دوبارہ آنا تھا۔ڈاکٹر رضی نے اس کا کیس بورڈ کے سامنے رکھا تھا۔سمیع نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔الفاظ اس کے کانوں تک پہنچ رہے تھے،اس کی سماعتیں سُن تو رہی تھیں لیکن سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔اتنا اکیلا تو اس نے اپنے آپ کو زندگی میں کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔وہ کس سے بات کرتا کس سے اپنا دکھ کہتا۔

"آپ سمجھ رہے ہیں نا میری بات۔۔۔" ڈاکٹر رضی اس کی غائب دماغی کو محسوس کر کے بولے تھے

"ڈاکٹر صاحب کیا سمجھوں۔۔لگتا ہے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔۔۔آپ مجھے سچ سچ بتائیں موت شہرین سے کتنی دور ہے۔۔؟"

وہ بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔اس کے دل میں لا تعداد خدشات جمع تھے۔ڈاکٹر رضی نے نفی میں ایسے سر ہلایا کہ سمیع کو اپنے خدشات مزید درست لگنے لگے

"سمیع صاحب آپ موت کو کیا سمجھتے ہیں۔۔میرا خیال ہے یہ انسانی زندگی کی وہ فیز ہے جسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دی

جاتی ہے حالانکہ اس کی کوئی اہمیت یا حیثیت نہیں ہوتی۔۔ یہ ایک پردہ ہے جو دو زندگیوں کے درمیان حائل ہوتا ہے۔۔کیمرے کے اندر ایک باریک سا پردہ ہوتا ہے جسے اپرچر کہتے ہیں۔۔جب کیمرے کی آنکھ روشنی کو نگل کر اندر لیجاتی ہے تو ایک سیکنڈ کے لئے یہ پردہ اپنی جگہ چھوڑتا ہے۔۔روشنی یہاں سے گزر کر پردے پر زندگی سے بھرپور تصویر کو محفوظ کر لیتی ہے اور اپرچر واپس اپنی جگہ پر آجاتا ہے۔۔۔موت ایسا اپرچر ہی ہے جو انسان کو اس فانی سے لافانی دنیا میں لے جاتا ہے۔۔۔اور بس اس کا کام ختم ہو جاتا ہے۔۔لیکن یہ کام کب ہوگا کیسے ہوگا۔۔ یہ تو کوئی نہیں بتا سکتا نا۔۔۔اور پھر میں چوک میں بیٹھا بنگالی بابا تو ہوں نہیں۔۔۔جو الٹی سیدھی پیشگوئیاں کر کے نوٹ بناتا ہے۔۔میں تو معالج ہوں۔۔علاج کی حکمت بیان کر سکتا ہوں۔۔علاج کر سکتا ہوں۔۔۔میں تو اپنا کام ہی کروں گا نا۔۔۔۔موت کے متعلق تو کوئی بھی حتمی طور پر نہیں بتا سکتا۔۔کون جانتا ہے کہ میں یہاں سے اٹھوں اور دس قدم چل کر ہارٹ اٹیک سے مرجاؤں۔۔ یا آپ اپنی گاڑی لے کر نکلیں اور سڑک پر کوئی ٹرک آپ کو کچلتا ہوا موت کے گھاٹ اتار دے۔۔۔یہ تو اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔۔انسان کو اتنا اختیار ہی کب ہے۔۔" ان کا انداز بارعب اور دبدبے والا تھا لیکن سمیع کو ان کی باتوں سے ذرا سا حوصلہ ضرور ملا۔

" میں یہ سب آپ کو اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ خود کو اور باقی اہلِ خانہ کو ذہنی طور پر تیار کیجئے۔۔اور مریضہ کو بھی بتائیے۔۔ان کی بیماری کی نوعیت ایسی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ان کی ذہنی کارکردگی پر فرق پڑ سکتا ہے۔۔سوچنے سمجھنے کی صلاحیت متاثر ہو سکتی ہے۔۔۔بہتر ہے انہیں اپنے مکمل حواسوں کے ساتھ دنیاداری کے تمام جھمیلے سمیٹنے دیں اور پھر انسان کے اللہ کے ساتھ بہت سے معاملات ہوتے ہیں۔۔جس کی خبر صرف انسان کو ہی ہوتی ہے۔۔اسے اپنے لئے کیا مانگنا ہے۔۔اللہ کی راہ میں کیا کیا دینا ہے۔۔یہ اسے ہی پتا ہوتا ہے۔۔۔اس لئے اپنی اہلیہ کو آگاہ کیجئے تا کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنے تجارتی معاملات نبٹا سکیں۔۔اپنی توانائی کو بحال رکھتے ہوئے ان کی مدد کیجئے" ایک معالج جس قدر نصیحت کر سکتا تھا اتنی تو ڈاکٹر رضی نے کر ہی دی تھی۔سمیع کے حواس ابھی بھی نارمل نہیں ہو پا رہے تھے۔اسے تو خود فی الحال حوصلے کی ضرورت تھی

" ڈاکٹر رضی۔۔لیکن یہ کیوں ہوا۔۔۔میرا مطلب کوئی تو وجہ ہوگی اس ٹیومر کی۔۔" وہ خود بھی اپنی کیفیت کو مناسب الفاظ دینے میں ناکام ہو رہا تھا۔اسے سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ جو پوچھنا چاہتا ہے کیسے پوچھے

" یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔۔۔ہم پوری ہسٹری لے کر ہی کچھ کہہ پائیں گے۔۔لیکن جیسا کہ آپ نے بتایا مریضہ ذہنی تناؤ کا شکار رہی ہیں۔۔۔اور اینٹی ڈیپریسینٹ کا مسلسل استعمال کرتی رہی ہیں۔۔تو شاید یہ وجہ ہو۔۔۔لیکن بہرحال اس بارے میں کوئی بھی معالج حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔" وہ کندھے اچکا کر بولے تھے۔سمیع نے سر ہلایا لیکن تاسف نے اس کے پورے وجود کا گھیراؤ کیا تھا

" میری محبت گھن کی طرح کھا گئی تمہیں شہرین۔۔۔کس کس بات کی معافی مانگوں تم سے" وہ سوچ رہا تھا

☆......☆......☆

"تم فلم میں کام کرو گے؟" رخشی نے اس سے پوچھا تھا

"خدا کو مانو رخشی بیگم ۔۔ بالکل ہی عقل سے پیدل سمجھ لیا ہے کیا" وہ ہنس کر بولا تھا

"خدا کو تو مانتی ہی ہوں ۔۔ کافر نہیں ہوں میں شہزادے ۔۔۔ تم میری بات مانو ۔۔ تمہارے جیسے چاکلیٹی ہیروز کی فلم انڈسٹری کو سخت ضرورت ہے ۔۔۔ وہ جو پرانے پرانے لوگ اپنے ماں باپ کے سہارے ہیرو بنے بیٹھے ہیں ۔۔۔ پہلی ہی فلم سے سب کی دوکانیں بند کردو گے تم ۔۔۔" وہ اپنے لہجے پر زور دے کر بولی تھی۔

"تم پاگل ہو رخشی ۔۔" کاشف نے سر جھٹکا تھا

"تمہارا قصور ہے ۔۔ تم نے مجھے پاگل کر دیا ہے" وہ منہ پھٹ تو تھی ہی ۔ ترکی بہ ترکی بولی تھی

"خوبصورت عورتوں کو پاگل کرنا میری مشغلہ ہے" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا ۔ رخشی نے قہقہہ لگایا

"اس مشغلے کو کاروبار بھی بنایا جاسکتا ہے" وہ مشورہ دے رہی تھی ۔ کاشف نے ہنسی روکتے ہوئے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا

"تم سمجھتے کیوں نہیں ہو ۔۔۔ ایک ہی فلم سے تم زمین سے آسمان پر پہنچ جاؤ گے ۔۔۔ شہرت تو ملے گی ہی ۔۔ دولت بھی چھپر پھاڑ کر آئیگی" وہ سمجھا رہی تھی

"نہیں بھئی مجھے ایسے کوئی شوق نہیں ہیں ۔۔۔" کاشف نے پہلی انکار کر دیا لیکن چند دن بعد ایک محفلِ موسیقی سے واپسی پر جہاں رخشی نے اسے بطورِ خاص مدعو کیا تھا اسے واپسی پر گاڑی میں ہی رخشی نے یہ موضوع چھیڑ دیا

"تم نے دیکھا تھا کتنے اداکار آئے ہوئے تھے ۔۔ خرم ملک کو دیکھا تھا ۔۔۔ کتنا برا لگ رہا تھا ۔۔ جھریاں اور آنکھوں کے حلقے نہیں چھپتے اب اس کے کسی بھی میک اپ سے ۔۔ جتنا مرضی چوچا کا کا بن لے ۔۔۔ چہرے سے پتا چل جاتا ہے کہ ستر سال کا ہو گیا ہے" اسی ہیرو جس کے سامنے وہ اسے سرجی سرجی کہہ کر گفتگو کرنے کے بہانے ڈھونڈتی رہی تھی کے بارے میں بات کرتے ہوئے وہ طنزیہ انداز اپنا کر بولی تھی

ستر کا تو نہیں ہو گا یار ۔۔ چالیس بیالس کا ہو گا ۔۔ اتنا برا تو نہیں لگ رہا تھا ۔۔۔ اچھا خاصا وجیہہ لگ رہا تھا" کاشف نے اس کی بات کی تردید کی تھی

"تم اس لئے کہہ رہے ہو یہ سب کیونکہ تم نے اسے نزدیک سے نہیں دیکھا تھا ۔ تمہیں اس کے چہرے پر وہ موٹا موٹا میک اپ نظر نہیں آیا جو مجھے نظر آ رہا تھا ۔۔۔ بالکل گنجا ہو گیا ہے ۔۔۔ وگ پہنی ہوئی تھی ۔۔ چالیس بیالیس کا تو اس کا بیٹا ہو گا اب" وہ اسی انداز میں کچھ زیادہ ہی مبالغہ آرائی کرتی ہوئی بولی تھی

"اس کے باوجود اس نے اپنے آپ کو بہت اچھا مین ٹین کیا ہوا ہے ۔۔۔ توند تو بالکل نہیں نکلی ہوئی تھی ۔۔ سنا ہے کسی بہت مہنگے جم ان میں جاتا ہے ۔۔۔ ابھی بھی ساری محفل کی جان تھا وہ ۔۔۔ ہر چیز پر اس کے آتے ہی جیسے رونق سی چھانے لگی تھی" کاشف نے بھی اخبار

میں پڑھے ہوئے کسی پرانے انٹرویو کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی رائے ظاہر کی تھی

"یہی تو فائدہ ہوتا ہے ہیروز کو۔۔۔ ہر چیز تک ان کی رسائی ہو جاتی ہے۔۔۔ جم بھی جاتے ہیں۔۔اسکن کے ڈاکٹرز سے گولیاں بھی لے لے کر کھاتے ہیں تا کہ جوان نظر آئیں اور پھر دوسری بات خوب کہی تم نے۔۔۔ مجھے تو ذرا پسند نہیں یہ خرم ملک۔۔۔اس کا سارا چارم کیمرے تک محدود ہے۔۔ان جیسوں کو پبلک کے سامنے پیش ہی ایسے کیا جاتا ہے کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔۔۔ جبکہ تم جیسے کسی میک اپ کسی کیمرے کی روشنی کے محتاج نہیں ہوتے۔۔۔اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہتی ہوں کاشف نثار تمہارے اندر ایک بہت بڑا ہیرو چھپا ہوا ہے۔۔۔" وہ اتنی لمبی تمہید کے بعد اپنا موقف بیان کر رہی تھی۔۔کاشف نے گردن اکڑاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا اور پھر اپنے زعم اور احساسِ تفاخر پر ذرا سا قابو پا کر بولا

"میری تعریف کرنے کا کوئی موقع ضائع نا کیا کرو تم۔۔"

"کیوں کروں۔۔۔" وہ اپنے مخصوص چلبلے انداز میں بولی پھر مشہور پنجابی گیت گنگنانے لگی تھی

"منڈہ شہر لہوردا۔میرے دل تے تیر چلاوے۔۔۔" کاشف نے قہقہہ لگایا

'تم ہنستے جاؤ۔لیکن میری بھی ضد ہے۔۔تمہیں ہیرو بنا کر ہی چھوڑوں گی" وہ ہنستے ہوئے جتانے والے انداز میں بولی تھی

"تمہاری باتیں سن سن کر لگتا ہے۔۔۔اس سمندر میں اترنا ہی پڑے گا۔۔۔ایک آدھی فلم کرنی ہی پڑے گی" کاشف نے بھی رضامندی ظاہر کر ہی دی تھی

"ایک آدھ کر کے دیکھو۔۔۔۔لائن نا لگ گئی پھر کہنا" وہ اسے مزید چڑھا رہی تھی۔کاشف نے سر ہلایا تھا۔

۔رخشی پہلی ملاقات سے ہی اسے، اس کی شخصیت کو، اس کے خدوخال قد کاٹھ کو اتنا دل کھول کر سراہتی تھی کہ وہ دل ہی دل میں خود کو واقعی کسی شہزادہ سمجھنے لگا تھا۔ پہلے بھی اسے کے سراہنے چاہنے والے کم نہیں رہے تھے لیکن رخشی نے تو جیسے اس کی تعریفوں کے پُل باندھنے کا ٹھیکہ ہی لے لیا تھا۔ وہ ڈیڑھ مہینے کی شناسائی میں اسے اپنے ساتھ فلم انڈسٹری کی جانب سے منعقد کی جانے والی پارٹیز میں بھی لے گئی تھی۔۔یہ کاشف سے کسی طور ڈھکا چھپا نہیں تھا کہ پنجابی فلموں کے دور میں کس علاقے کے لوگ راج کر رہے تھے اور فلم انڈسٹری کی کیا حیثیت تھی لیکن پھر بھی اسے اچھا لگنے لگا تھا۔ایسی پارٹیز میں زیادہ تر عورتیں رخشی کی طرح بہت کھلے ڈلے انداز والی تھیں۔شراب کے نشے میں بار بی کیو اور سگریٹ کے دھوئیں کے ساتھ رقص و سرود والی یہ محفلیں اس کے لئے ایک نیا مختلف اور انوکھا تجربہ تھا۔اسی لئے جب رخشی نے اسے فلم میں ہیرو بننے کی پیشکش کی تو وہ بظاہر انکار کرتا رہا لیکن دل میں یہ شوق ضرور سر اٹھانے لگا تھا کہ کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔

☆......☆......☆

"نوشی باجی آپریشن تھیٹر میں پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو چکی تھیں۔انہیں اندرونی چوٹیں آئی تھیں جس کا پتا چلنا مشکل تھا کیونکہ ان کی زچگی قریب تھی اور ڈاکٹر ضروری ٹیسٹ کرتے ہوئے کترا رہے تھے۔اسی لئے فوری سرجری کی ہدایت کی گئی تھی لیکن تمام تر عجلت کے باوجود

ان کی جان نہیں بچائی جا سکی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ نینا اور زری ابا کے ساتھ ان کے گھر ہی پہنچ گئے تھے۔ میت اگرچہ ابھی تک گھر نہیں پہنچی تھی لیکن محلے والے اور کچھ رشتہ دار جمع ہو چکے تھے۔ کہرام مچا ہوا تھا۔ نوشی باجی کی ساس خوب اونچی آواز میں بین ڈال رہی تھیں۔ ان دونوں کو دیکھا تو اٹھ کر آئیں اور باری باری دونوں کے گلے لگ کر پانچ منٹ تک مسلسل روتی رہیں۔۔ زری کے آنسو بھل بھل کر گرنے لگے تھے۔ نینا نے خود کو ان سے علیحدہ کیا اور پھر تلخ سے انداز میں پوچھنے لگی

”مہر کہاں ہے؟“ نوشی باجی کی ساس نے ان کی جانب دیکھا پھر ناک صاف کرتے ہوئے بولیں

”وہ اپنی پھپھی کے پاس بیٹھی ہے۔۔ اسے وہیں رہنے دو۔۔ بچی ہے گھبرا جائیگی۔۔ تم لوگ یہاں میرے پاس بیٹھو“

”ہم یہاں بیٹھ کر کیا کریں خالہ جی۔۔ ہم بھی اس کی پھپھی کے پاس چلے جاتے ہیں۔۔“ نینا ایک بھی آنسو بہائے بغیر بولی تھی۔ زری نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ وہ موقع کی نزاکت کا احساس کئے بغیر بدتمیزی پر اتر آئی تھی۔ یہ بھی اس کے مزاج کا مخصوص حصہ تھی

”آئے ہائے بیٹی۔۔ بہت پیار تھا تمہیں مرنے والی سے۔۔۔ کچھ دیر تو یہاں بیٹھ کر غم منا لو۔۔“ وہ اسے مصنوعی روہانسے انداز میں بولیں۔ نینا نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں انہیں دیکھا۔ زری کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتی۔ نینا نے اس کا ہاتھ پکڑا اور نوشی باجی کی ساس کی طرف منہ کر کے بولی

”اب کاہے کا غم کریں خالہ جی۔ آپ جاری رکھیں اپنی سرگرمی۔۔ ہم مہر کے پاس بیٹھتے ہیں“ اتنا کہہ کر وہ کمرے کی جانب آ گئی تھی۔ زری کو اس کی دماغی حالت پر شبہ سا ہوا۔ اس نے دعا کی تھی کہ امی لوگ ہاسپٹل سے میت کے ساتھ جلدی سے آجائیں۔۔ وہ نینا کی بدتمیزی کی وضاحتیں نہیں دے سکتی تھی

☆......☆......☆

”میں نے کہا تھا نا کہ کاشف نثار کے اندر ایک ہیرو قید ہے؟“ رخشی نے اس کی تصویر کو سراہنے والے انداز میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دونوں سید اسحاق گل کے اسٹوڈیو میں بیٹھے تھے، اس کی تصویریں ان کے سامنے بکھری تھیں جبکہ وہ رخشی کے ساتھ ان کی میز کے بالکل سامنے بیٹھا تھا۔ فلم انڈسٹری کے لئے عرصے سے کام کرنے والے ایک بہت ہی ماہر فوٹو گرافر نے اس کا پورٹ فولیو تیار کیا تھا۔ نئے اسٹائل کا ہیر کٹ اور شیو بنوانے کے لئے اس نے مہنگے ترین اسٹائلسٹس سے مشورے لئے تھے۔ کپڑے جوتے اور گھڑیاں تو اس کے شوق میں شامل تھیں ہی لیکن اب وہ ان چیزوں کو مزید اسٹائلش طریقوں سے استعمال کرنے کے گر سیکھ رہا تھا۔ رخشی کو ہر کام کی جلدی تھی اور اس کے جلدی مچانے سے نتائج اتنے حیران کن تھے کہ کاشف نثار کو مزا آنے لگا تھا۔ اسے وجیہہ نظر آنے کا پہلے بھی خبط تھا اور رخشی کے زندگی میں آنے کے بعد اس شوق میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ نکھر کر سامنے آیا تھا۔ رخشی نے اسے چند پروڈیوسرز سے بھی ملوایا تھا۔ وہ سب کاشف کو دیکھ کر بہت متاثر تھے اور انہوں نے اس کی بہت حوصلہ افزائی کی تھی۔ وقتی طور پر اس کی توجہ اپنے کام اور گھر سے ہٹتی جاتی تھی لیکن وہ صوفیہ کو ذرا سا بھی شک نہیں ہونے دیتا تھا۔ صوفیہ اس بار زچگی کے لئے اپنی امی کے گھر جانے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن ابھی ساتواں مہینہ شروع ہونے

میں چند دن باقی تھے لیکن کاشف اپنے رویے سے اسے اسقدر اعتماد میں لے چکا تھا کہ اسے اب کاشف کی ساری سرگرمیاں صرف کاروباری تقاضے نظر آتے تھے۔رخشی اسے ایک بڑے ڈائریکٹر سے ملوانے کے لئے لائی تھی

"اس میں تو کوئی شک نہیں۔۔بندہ تو بڑا کمال کا ڈھونڈ کر لائی ہو رخشی بیگم۔۔" وہ خالصتاً فلمی انداز میں اس کی تعریف کر رہے تھے۔

"رخشی نے پہلے کبھی کوئی عام بندہ ملوایا ہے آپ سے سرجی۔۔" وہ ذومعنی انداز میں مسکرا کر پوچھ رہی تھی

"وہ تو ٹھیک ہے۔۔لیکن کیا اسے کچھ آتا ہے بھی یا صرف شکل ہی شکل ہے۔۔؟" انہوں نے استفہامیہ انداز میں کاشف کا چہرہ دیکھا۔

"میرا مطلب ہے فلم کے لئے اور بھی بہت سے لوازمات درکار ہوتے ہیں۔۔فلم خالی خولی خوبصورت ہیرو سے نہیں بن جاتی ۔۔اداکاری وہ بھی فلمی اداکاری بچوں کا کھیل نہیں ہے۔۔۔اپنے جذبات کو ڈائیلاگ کے ساتھ ملا کر پبلک کے خون کو گرمانا کوئی عام بات ہے کیا۔۔پھر گھڑسواری سوئمنگ۔۔رقص۔۔۔بھی آنا چاہیئے۔۔۔یہ سب کریں گے تمہارے کاشف صاحب۔۔" ان کا انداز استہزائیہ سا تھا۔

"بالکل کرلیں گے۔۔۔آپ کاشف صاحب کو ہلکا نا لیں" رخشی لجاحت بھرے لہجے میں بولی تھی

"ہلکا تو بالکل نہیں لے رہا۔۔بندہ تو غضب کا لائی ہو۔۔لیکن اناڑی ہے۔۔انڈسٹری کی صورتحال تم جانتی ہی ہو۔۔اناڑیوں پر محنت کرنے کا حوصلہ ختم ہوگیا ہے اب مجھ میں۔۔"

"ہاہائے۔۔آپ کون سا بوڑھے ہو گئے ہیں جو حوصلہ ختم ہو گیا ہے۔۔آپ ذرا غور کریں۔۔میرا مشورہ ہے کہ ایک بار رسک لے کر دیکھیں۔۔رخشی آپ کی خیر خواہ ہے۔۔آپ کا نمک کھایا ہے۔۔اچھی چیز سب سے پہلے آپ کو دکھاتی ہوں۔۔کاشف میں ہیرو بننے کا بہت مارجن ہے۔۔ان کو چانس دے کر دیکھیں۔۔آپ میرے فیصلے کو داد دیں گے" وہ منت بھرے انداز میں بولی۔کاشف کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔جب اس میں

5+ پوٹینشل تھا۔سارے پروڈیوسرز اس کی تعریف کر رہے تھے تو ایک ڈائریکٹر کی منت کیوں کرتا وہ۔۔لیکن وہ خاموش رہا تھا کیونکہ رخشی نے اسے پہلے ہی ہدایت کی تھی کہ کسی بات میں دخل اندازی نہیں کرے گا۔

"ہمم۔۔اب تم اتنا اصرار کر رہی ہو تو کرنا ہی پڑے گا نا کچھ۔۔اچھا بھئی کاشف نثار۔۔ہیروئن کے بھائی کا رول کرلو گے۔۔ایک آدھ ہیروئن بھی ہوگی ساتھ۔۔رونے دھونے اور جذباتی طور پر پبلک کا دل جیتنے کا بڑا موقع ملے گا اس رول میں۔۔ہیرو تو نہیں لیکن سائیڈ ہیرو ضرور بنا سکتا ہوں" وہ ہنکارا بھر کر بولے تھے۔کاشف نے ناگواری سے نفی میں سر ہلایا

"نہیں۔۔" رخشی نے آنکھیں نکال کر اسے دیکھا پھر اس سے پہلے کہ وہ اس کے انکار کی کوئی وضاحت دیتی۔کاشف نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا تھا

"میں کسی ایسی تھرڈ کلاس فلم میں کام کرنا ہی نہیں چاہتا میں جس میں دو دو من کی ہیروئن کو کندھوں پر اٹھا کر ٹھمکے لگانے پڑیں یا کرتے کے گریبان کو پھاڑ کر بڑکیں مارنی پڑیں۔۔کوئی اچھی چیز ہو تو بتائیے ورنہ ایسی کوئی مجبوری تھوڑی ہے مجھے۔۔وہ تو رخشی ہی اصرار کرتی

رہتی ہے ورنہ مجھے کوئی شوق نہیں کسی فلم میں کام کرنے کا" وہ ناک چڑھا کر بولا تھا۔سید اسحاق گل کے چہرے کے تاثرات یکدم بگڑے

"اسی لئے تو میں نے کہا کہ اناڑی بندہ ہے۔۔۔ایسے بندوں کو پرفارمنگ آرٹ کی الف بے بھی نہیں پتا ہوتی۔۔فلم کتنا بڑا اور اہم میڈیم ہے ایسے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔۔۔ان کے لئے فلم فقط ہیروئن کے لالی پوڈر سے شروع ہو کر اس کے پراندے اور اس کے رنگین کپڑوں سے ڈھکے جسم تک محدود رہتی ہے۔۔۔جس کو فلم کی اہمیت ہی نہیں پتا۔۔وہ فلم میں کام خاک کرے گا" سید اسحاق گل صاحب کے انداز میں اسقدر تضحیک تھی کہ کاشف نثار کے ماتھے پر ناگواری کی تیوریاں نمایاں ہونے لگیں

"جس طرح کی فلمیں آپ بنا رہے ہیں۔۔۔ایسی فلم کی اہمیت تو واقعی نہیں پتا مجھے۔۔۔تھکے ہوئے اداکار۔۔۔ننگے ناچ اور وہی ڈز ڈز ڈھاٹھاہ کرتے مصنوعی ہتھیاروں سے معاشرے کی جو خدمت آپ لوگ کر رہے ہیں۔۔وہ آپ کو ہی مبارک ہو بھئی۔۔۔میری طرف سے سات سلام ایسی فلم کو۔۔۔" کاشف استہزائیہ انداز میں ہنسا تھا۔سید اسحاق گل ایک بڑا پروڈیوسر ڈائریکٹر تھا۔اس کا پارہ یکدم ہائی ہوا تھا۔

"ارے برخوردار اتنا ہی جوش اٹھ رہا ہے معاشرے کا تو خود کوئی فلم کیوں نہیں بنا لیتے۔۔آخر ہم بھی تو دیکھیں کہ پھر فلم کیسی ہوتی ہے۔۔۔بناؤ فلم تو پتا چلے نا ورنہ باتیں کرنے والے تو یہاں وہاں بکھرے پڑے ہیں۔۔۔اور اگر یہ سب نہیں کر سکتے تو اپنا بوریا بستر اٹھاؤ اور رفو چکر ہو جاؤ اور دوبارہ کبھی اسٹوڈیو میں نظر نا آنا ایسا نا ہو کہ مجھے اپنے ملازموں سے باہر کا راستہ دکھانا پڑے" یہ آخری وار بڑا کاری تھا۔کاشف اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر کھا جانے والی نظروں سے اپنے سامنے بیٹھے اس ڈائریکٹر کو دیکھا

"ایسا ہے تو پھر اب آپ کو فلم بنا کر دکھانی ہی پڑے گی۔۔۔دکھاؤں گا بھی اور سکھاؤں بھی کہ "فلم" کہتے کسے ہیں" اس نے سید اسحاق گل کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تھا۔یہ بھی ایک کھلا چیلنج تھا۔وہ واقعی کسی فلمی ہیرو کی طرح بڑک مار کر باہر نکلا تو رخشی نے چند لمحے سوچا پھر وہ بھی کاشف کے ساتھ باہر نکل آئی تھی۔

"تم واقعی فلم بنانے کا ارادہ رکھتے ہو؟" اسی روز شام کو جب کاشف اس ڈائریکٹر سے جھگڑ کر نکلا تو رخشی نے اس سے فون پر پوچھا تھا۔کاشف اپنے شوروم میں تھا لیکن اس کا دماغ اور دل ابھی تک وہیں اسی ڈائریکٹر کے کمرے میں بھٹک رہا تھا۔اسے سخت بے چینی ہو رہی تھی۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فٹافٹ ایک اعلیٰ سی فلم بنا کر اس کے منہ پر دے مارے۔ڈیڑھ دو مہینے کے عرصے میں اس نے رخشی جیسی بی گریڈ ڈانسر کے ساتھ وقت گزارا تھا۔رقص و سرود سے بھرپور رنگیلی تقریبات میں شرکت کی تھی۔کچھ تھکے ہوئے اداکاروں اور پروڈیوسرز کی محافل میں بیٹھ کر سگریٹ پھونکے تھے اور اسے لگنے لگا تھا کہ یہ تو کوئی کام ہی نہیں تھا جو وہ نہیں کر سکتا تھا۔اسے قدرت نے اتنی اچھی شکل دی تھی۔وہ اس کے سہارے بڑی بڑی باتیں کرنے والے سید اسحاق گل اینڈ کمپنی کے منہ بند کر سکتا تھا۔

"میں دوغلا اور منافق کبھی نہیں رہا۔۔۔جو کہا ہے وہ کر کے دکھاؤں گا۔۔۔تم مجھے بتاؤ مجھے ابتداء کہاں سے کرنی چاہیئے؟" وہ ٹھوس لہجے میں پوچھ رہا تھا

"صدقے جاؤں۔۔۔میں نے جیسا تمہارے بارے میں سوچا تھا۔قسم خدا کی تم اس سے کہیں زیادہ اچھے اور سمجھدار انسان

ہو۔اب رخشی ٹھونک بجا کر حلفیہ یہ کہہ سکتی ہے کہ انڈسٹری کو کاشف نثار جیسے مرد کی ہی ضرورت ہے۔۔تم فکر مت کرو۔۔رخشی تمہارے ساتھ ہے" وہ اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی۔

☆......☆......☆

"مجھے کیا ہوا تھا؟" شہرین نے سرہانے کے سہارے بیٹھے ہوئے سوال کیا تھا۔اس کی ڈرپس سب ختم ہو چکی تھیں۔نرس کچھ دیر پہلے ہی برنولا وغیرہ اتار کر انہیں فارغ کر چکی تھی۔اس کے چہرے پر نقاہت کے آثار تو تھے لیکن وہ پہلے سے بہتر نظر آتی تھی جبکہ سمیع خود کو برسوں کا بیمار سمجھ رہا تھا۔اس کا دماغ بالکل ماؤف تھا۔ایک سوچ آ رہی تھی، ایک جا رہی تھی۔اسے لگ رہا تھا جیسے زندگی اس کے لئے اس مقام پر اس کے ہاتھ سے نکلتی جا رہی ہے حالانکہ ڈاکٹر رضی نے اسے کافی ہدایات اور تسلیاں دی تھیں لیکن برین ٹیومر کا لفظ ہی ایک ایسا آکٹوپس تھا جس نے سمیع کے حواسوں کو جکڑ لیا تھا۔

"مجھے کیا ہوا تھا سمیع۔۔؟" شہرین نے اس کی خاموشی سے اکتا کر دوبارہ سوال کیا تھا۔اسے اپنی امی اور بہنوں کا رویہ تو یاد تھا اور اسے یہ بھی احساس تھا کہ ان کی باتوں نے اسے ہرٹ کر دیا تھا تب ہی اس کی طبیعت بگڑ گئی تھی لیکن وہ سمیع کی جامد خاموشی سے زیادہ بے چین تھی اور چاہتی تھی کہ سمیع چپ توڑے۔سمیع نے اس کا چہرہ دیکھا

"عشق۔۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تمہیں عشق ہوا تھا" وہ بدقت مسکرا کر بولا تھا اور بیڈ کی ساتھ والی تپائی پر پڑی چند ضروری چیزیں سمیٹنے لگا تھا۔وہ گھر جا رہے تھے۔شہرین کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی

"تھا نہیں۔۔ہے۔۔مجھے ابھی بھی تم سے عشق ہے" وہ اسی کے انداز میں لیکن "ابھی بھی" پر زور دے کر بولی تھی اور پھر بغور اس کے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔یہ ایک عجیب میکانکی عمل تھا۔وہ اس بات پر شرمندہ تھی کہ اس کے گھر والے ہمیشہ سمیع کے خلاف رہتے تھے اور وہ اس کی دلجوئی کرنے کی بجائے خود بیمار ہو کر بستر پر پڑ جاتی تھی۔یہ بہت ضروری تھا کہ وہ اپنے الفاظ سے کبھی کبھی سمیع کے ٹوٹے دل اور مجروح جذبات کو پرسکون کرنے کی کوشش کر سکے اور یہ بات وہ بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ سمیع کو محبت کا والہانہ اظہار ہمیشہ بے حد خوش کر دیتا تھا۔وہ اس کے چہرے کی جانب ہی دیکھ رہی تھی آیا وہ کیسا خوشگوار ردِعمل ظاہر کرتا ہے۔وہ توقع کر رہی تھی کہ وہ خوشی سے نہال ہو گا اور مزید کچھ کہے گا لیکن وہ تو مسکرایا تک نہیں تھا۔اس کی جانب دیکھا تھا نا ہی اس کی بات کا جواب دیا تھا۔

"چلیں۔۔" وہ اس کی جانب دیکھنے بناء بولا تھا۔شہرین کو اس کا انداز بہت بجھا ہوا لگا۔وہ بیڈ سے ٹانگیں لٹکا کر بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے کہنے پر اپنی جگہ سے اٹھی اور پھر اس کے برابر آ گئی۔سمیع نے کچھ کہے بناء اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور پھر وہ ہاسپٹل کے کمرے سے باہر نکل آئے تھے۔شہرین کو اس کی خاموشی پر حیرت بھی ہوئی۔ادائیگی وغیرہ وہ سب کر چکا ہوا تھا۔اس لئے اطمینان سے لمبا سا کوریڈور گزر کر وہ ہاسپٹل کے گلاس ڈور سے باہر نکل آئے تھے۔دھوپ اور اس کی حدت نے استقبال کیا تھا لیکن گرمی میں زیادہ شدت نہیں تھی۔ہوا بھی مسلسل چل رہی تھی۔اس لئے شہرین کو موسم خوشگوار سا لگا

"تم یہاں کھڑی ہو۔۔میں پارکنگ سے گاڑی لے کر آتا ہوں" باہر نکل کر جہاں تین چار اسٹیپس بنے تھے سمیع نے اس کا ہاتھ چھوڑنا چاہا تھا لیکن اس نے مزید مضبوطی سے تھام لیا

"میں بھی ساتھ چلتی ہوں نا۔۔" اس نے کہا تھا اور ساتھ ہی پہلا اسٹیپ اتری تھی

"نہیں تم رکو۔۔زیادہ چلنا پڑے گا تم تھک جاؤ گی۔" سمیع نے انکار کیا تھا

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے حیدر آباد گاڑی پارک کر آئے ہو۔۔یہ ہاسپٹل کے پیچھے تو پارکنگ ہے۔۔۔اتنا سا چل کر نہیں تھکوں گی میں" وہ قطعیت سے بولی تھی۔سمیع بھی اسٹیپ اترنے لگا تھا

"میں نے تو اس لئے کہا تھا کہ تم تھک جاؤ گی۔۔یہاں تو پارکنگ کی جگہ تھی ہی نہیں۔۔میں نے بالکل باہر کی طرف پارک کی ہوئی ہے گاڑی"

"نہیں تھکوں گی میں۔۔ذرا سا سر درد اور بلڈ پریشر ہائی ہوا ہے میرا۔۔کینسر نہیں ہو گیا مجھے جو بار بار تھک جاؤ گی تھک جاؤ گی گردان کر رہے ہو۔۔تمہارے ساتھ واک کرنا اچھا لگتا ہے مجھے" وہ چڑ کر بولی تھی لیکن سمیع اس کے منہ سے لفظ "کینسر" سن کر جامد سا ہو گیا تھا۔اس نے تینوں اسٹیپس اتر کر اتنے تھکے ہوئے انداز میں قدم بڑھائے تھے کہ شہرین چونکے بناء نارہ سکی

"مجھے تو لگتا ہے تم تھک گئے ہو۔۔میری وجہ سے تمہیں بہت خوار ہونا پڑتا ہے۔۔۔لیکن تم فکر نا کرو۔تمہاری ساری خواری ختم ہونے والی ہے۔۔" وہ اس کو صرف ہنسانے کے لئے نیم مزاحیہ سا انداز اختیار کر رہی تھی لیکن سمیع نے اسے ٹوک دیا

""چپ کرو شہرین۔۔۔باقی باتیں گھر جا کر کر لینا۔۔کتنا بولتی ہو تم" شہرین کو اس کے انداز پر حیرت ہوئی۔

"وقت بدل گیا ہے۔۔اور وقت بدل جاتا ہے" وہ گہری سانس بھر کر بولی تھی۔

"یہ کس نے کہا۔۔؟" سمیع کو احساس ہوا تھا کہ اس پر طنز کیا گیا ہے۔اس لئے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا

"صنم بلوچ نے کہا تھا۔۔۔ایک ڈرامے میں۔۔۔" شہرین ناک چڑھا کر بولی تھی

"غلط کہا تھا۔۔ہمارا مشکل وقت تو بدلا ہی نہیں کبھی" شہرین کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا جسے شہرین نے چھڑانا چاہا تھا

"کیا ہوا سمیع۔۔سب ٹھیک ہے نا۔۔ایمن ٹھیک ہے؟" وہ اس کے جملے سے زیادہ اس کے انداز سے پریشان ہوئی تھی

"ہاں بالکل۔۔" ابھی بھی اس کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ شہرین اپنی جگہ پر رک گئی۔سمیع کو بھی توقف کرنا پڑا

"کیا ہوا۔۔رک کیوں گئی ہو؟" وہ اس کی جانب دیکھے بناء پوچھ رہا تھا۔شہرین اس کے سامنے آگئی تھی

"تم میری طرف دیکھ کیوں نہیں رہے۔۔۔میں کب سے یہ بات نوٹس کر رہی ہوں۔۔تم نے ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا" وہ شکوہ نہیں کر رہی تھی بلکہ اپنی پریشانی کا اظہار کر رہی تھی

"یہ بات تو نہیں ہے شہرین۔۔" سمیع نے لاچاری سے کہتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔سورج کی روشنی اس کے چہرے کا احاطہ کر

رہی تھی۔آنکھوں کے نیچے حلقے مزید نمایاں ہونے لگے تھے۔

"سب خیریت ہے نا۔؟" وہ پوچھ رہی تھی سمیع سے چند لمحے کچھ بولا ہی نہیں گیا

"ایک ہی بات بار بار کیوں پوچھ رہی ہو۔۔" وہ پھر مسکرایا تھا

"اتنا پریشان کیوں ہو۔۔میری وجہ سے بالکل بھی پریشان مت ہو۔۔میں اتنی جلدی مرنے ورنے والی نہیں ہوں۔۔اور ذرا سے سر درد سے کوئی مرتا بھی نہیں ہے" وہ اسے تسلی بھی ایسے دے رہی تھی کہ سمیع کا چہرہ مزید بجھنے لگا پھر اس نے اپنی شرٹ میں اٹکایا ہوئے سن گلاسز اتار کر شہرین کی آنکھوں پر لگا دئے تھے۔

"اللہ نا کرے شہرین۔۔ایسی باتیں مت کرو۔اللہ کرے میری عمر بھی تمہیں لگ جائے۔۔اللہ کرے تمہیں کبھی کوئی گرم ہوا چھُو کر بھی نا گزرے۔۔" وہ اسے دعا دے رہا تھا۔شہرین اس کے والہانہ انداز پر مسکرائی تھی۔سمیع نے پھر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور گاڑی کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

☆......☆......☆

"میں فلم بنانا چاہتا ہوں" اس نے پرعزم لہجے میں کہا۔حبیب رضوی نے اس کی جانب دیکھا اور اس کے انداز کو جی بھر کر داد دی

"میں آپ کے حوصلے کی داد دیتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا تھا۔رخشی نے حبیب رضوی کو انڈسٹری کا سب سے شاطر دماغ کہہ کر کاشف سے ملوایا تھا۔وہ ڈائریکٹر تھا اور نئے نئے تجربات کرتا رہتا تھا۔اس نے سوالیہ انداز میں ان کی جانب دیکھا

"دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر پال لیا ہے آپ نے اور پھر ضد بھی یہ ہے کہ آخری کنارے تک جائیں گے۔۔یہ آپ کا حوصلہ ہی تو ہے" وہ ہنسا تھا۔رخشی نے یقیناً اسے کاشف اور اسحاق گل کے جھگڑے کے بارے میں بتا دیا تھا۔کاشف کو اس کی وجاہت کے بعد کوئی اس کے ہمت و حوصلے کی داد دے رہا تھا۔اسے اپنے بدن میں جوش کی ایک نئی لہر ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی اسی لئے حبیب رضوی کا اگلا جملہ اسے بھایا نہیں تھا۔

"دیکھیں کاشف صاحب میں زیادہ باتیں بنانے والا فنکار نہیں ہوں۔۔نا ہی ادیب یا شاعر ہوں کہ الفاظ کو گھما پھرا کر خوبصورت شکل دے کر ایک تلخ بات کو آپ کی سماعتوں کے لئے قابل قبول بنا سکوں۔۔حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ایک غلط فیصلہ کیا۔اسحاق گل سے جھگڑ کر آپ یہاں اپنی جگہ نہیں بنا پائیں گے۔۔انڈسٹری میں پرانے لوگوں کے لئے جگہ تنگ ہوئی جا رہی ہے اور آپ تو بالکل ہی نئے نکور ہیں۔۔کوئی تجربہ نہیں۔کوئی بیک گراؤنڈ نہیں۔۔یہاں بڑے گھاگ لوگ بیٹھے ہیں۔۔آپ یہ سب ہینڈل نہیں کر پائیں گے" وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا تھا

"اب ایسی بات بھی نہیں ہے رضوی صاحب۔۔سید اسحاق گل اور کمپنی کو زیادہ ہی سر پر چڑھا رکھا ہے آپ سب نے۔۔مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ انڈسٹری کے ایسے پرانے مال کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کی ضرورت کیا ہے۔۔پوری انڈسٹری کو ان لوگوں نے یرغمال

بنا رکھا ہے لیکن کب تک۔۔۔آخر کبھی تو ان سب پرانی چیزوں کو متروک قرار دینا ہی پڑے گا۔اور پھر نیا ہونا کوئی خامی تھوڑی ہے۔۔۔ہم نئے ہیں تو کیا۔۔کبھی تو پرانے ہوں گے نا۔تجربہ تو کام کرنے سے ہی آتا ہے۔۔سمندر میں اتریں گے تو تیرنا سیکھ ہی جائیں گے رضوی صاحب۔۔یہی چلن ہے زمانے کا۔کوئی بھی انسان ماں کے پیٹ سے ڈگری لے کر نہیں نکلتا" وہ ان کی بات کو چٹکیوں میں اڑا کر بولا تھا۔

میں اس بات سے انکار نہیں کرتا لیکن سمندر میں آنکھیں بند کر کے نہیں ناک بند کر کے چھلانگ لگائی جاتی ہے۔۔یعنی حالات اور وقت کے مطابق خود کو ڈھالنا ہی دانشمندی ہے۔۔آپ فلم بنائیں۔۔انڈسٹری کو پر جوش لوگوں کی بہت ضرورت ہے لیکن تجربہ اور جوش دونوں ہی ضروری ہیں۔۔اسحاق گل سے بیر پال کر آپ کسی بھی اسٹوڈیو میں کام نہیں کر پائیں گے۔۔میری مانیں تو سید صاحب سے صلح کر لیں۔۔آپ کہیں تو میں ثالثی کی کوشش کروں" اس نے پیشکش کی تھی۔کاشف نے ناگواری سے سر ہلایا۔رخشی نے اس کی جانب ناصحانہ انداز میں دیکھا تھا

"رضوی ٹھیک کہہ رہا ہے کاشف۔۔تم بے شک اس کے ساتھ کام مت کرو۔۔لیکن اس سے بگاڑو بھی مت۔۔نیا نیا کام ہے۔۔سب کے ساتھ بنا کر رکھنا ہی عقلمندی ہے۔۔میرا مشورہ ہے کوئی بدشگونی والا کام نا کرو۔" رخشی نے بھی اسے مشورہ دیا تھا۔کاشف نے ان دونوں کی جانب دیکھا پھر کندھے اچکائے تھے

"آپ لوگ کہتے ہیں تو مان لیتا ہوں۔۔ورنہ مجھے "اس" کاٹھ کباڑ میں دلچسپی نہیں ہے" اس کے انداز میں رعونت تھی۔اس کا اشارہ انڈسٹری کے سب سے زیادہ تجربہ کار شخص کی طرف تھا۔رخشی نے اس کو چنے کے اتنے اونچے جھاڑ پر چڑھا دیا تھا کہ باقی سب اسے اپنے سامنے بونے نظر آرہے تھے۔اس نے اپنے آپ کو کچھ زیادہ ہی "ہیرو" سمجھنا شروع کر دیا تھا۔حبیب رضوی نے اپنی میز پر پڑے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ملانا شروع کیا تھا۔چند لمحوں بعد کال ریسیو کر لی گئی اور اس کے بھی چند لمحے بعد سید اسحاق گل لائن پر تھا۔

"اسپیکر آن کر دو رضوی۔۔کاشف تک بھی ساری گفتگو پہنچنی چاہیئے" رخشی نے کہا تھا۔حبیب رضوی نے اسپیکر آن کر دیا تھا

☆......☆......☆

"یہ سادہ پلاؤ ہی بنوایا ہے۔۔قورمہ نہیں بنوایا۔۔اب ان لوگوں کا کیا کروں گی جو چاول نہیں کھاتے۔۔۔سارا خاندان بھوکا بیٹھا ہے باہر۔۔اور خدا جھوٹ نا بلوائے تو ہر گھر میں تین نا سہی کم از کم دو تو ضرور ہی شوگر کے مریض نکل آئیں گے۔۔چاولوں کو دیکھ کر سب نے ناک بھوں چڑھانی ہے۔۔۔مجھے تو خود ڈاکٹر نے چاولوں سے پرہیز بتایا ہے۔۔ویسے تو اللہ کا شکر ہے مجھے شوگر نہیں ہے لیکن رات کے وقت چاول ہضم نہیں ہوتے مجھے۔۔۔اس سے بہتر تھا دو دیگیں حلیم کی اتروا لیتے۔۔خرچا بھی بچ جاتا اور سب کھا پی کی رخصت ہو جاتے۔۔۔اب یہ چاول کون کھائے کون انکار کر دے مجھے کیا خبر۔۔" یہ نوشی باجی کی ساس تھیں۔نینا کی نگرانی میں خالہ نے پلاؤ کے بڑے بڑے دیگچے باورچی خانے میں بھجوائے تھے۔ایک کا ڈھکن اٹھاتے ہی نوشی باجی کی ساس خالہ کشور نے اعتراض شروع کر دیا تھا۔ان کے خاندان میں یہ روایت تھی کہ جس گھر میں مرگ ہوتی تھی اس گھر کی بہو کے میکے والے جنازہ سے فراغت کے بعد سارے خاندان کو کھلا پلا کر رخصت کرتے تھے۔

" جن کو پلاؤ نہیں کھانا۔ان کے لئے چائے بنوالی ہے۔۔۔پاپے اور ڈبل روٹی بھگو بھگو کر کھالیں۔۔" یہ جواب نینا نے نہیں دیا تھا۔۔یہ آواز باورچی خانے کے ایک کونے سے آئی تھی۔نینا نے دیکھا اور پھر دوبارہ سے گہری سانس بھر کر دیگچے کا ڈھکن ٹھیک کرنے لگی۔مرحومہ اس کی سگی بہن نہیں تھی لیکن سگی بہن سے بھی بڑھ کر تھی اور پھر ایسی جوان سال ناگہانی موت نے تو اہل محلہ کو بھی تڑپا دیا تھا۔نوشی باجی کی ساس کے انداز نے اسے پریشان نہیں کیا تھا۔وہ ایسی ہی تھیں۔۔خود غرض اور منہ پھٹ۔۔اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی لیکن نینا نے کبھی ان سے زیادہ بات نہیں کی تھی۔نوشی باجی ہمیشہ ہی ٹوک دیا کرتی تھیں کہ کہیں وہ ان سے کوئی بدتمیزی نا کرے۔اس لئے ابھی بھی وہ چپ ہی رہی تھی۔وہ اور زری زیادہ تر وقت مہر کے ساتھ ہی رہی تھیں

" سارا خاندان تھو تھو کرے گا کہ آصف کے سوہرے ایسے بھوکے ننگے تھے کہ چائے پاپے کھلا کر بھیج دیا۔۔" خالہ نے تڑخ کر اس سمت میں منہ کر جواب دیا تھا جہاں سے انہیں مشورہ دیا گیا تھا۔

" پہلے آپ فیصلہ کرلیں کہ سارے خاندان کو ٹی بی ہے یا شوگر۔۔تھو تھو کیوں کریں گے بھلا۔۔۔یہ فوتگی والا گھر ہے۔۔کسی کے مامے چاچے کا ولیمہ نہیں ہے۔۔قورمے پلاؤ اپنے اپنے گھر جا کر بھی کھائے جاسکتے ہیں" وہ اب سامنے آگیا تھا۔اس کا صحیح نام کیا تھا یہ تو نینا نہیں جانتی تھی لیکن سب ہی اسے پپو کہتے تھے۔نوشی باجی کا دیور تھا اور نکھٹو آوارہ کے طور پر مشہور تھا۔اس لئے گھر میں کم ہی نظر آتا تھا

" اوہ پاگل خانے آ۔۔تیرا بیچ میں بولنا ضروری نہیں ہے۔۔یہ خاندانی نزاکتیں ہیں۔۔۔دنیا داری کو کرنی پڑتی ہیں۔۔مرنے والوں کے ساتھ مرا تھوڑی جاسکتا ہے۔۔پیٹ سب کے ساتھ لگا ہے۔۔صبح سے مرگ والے گھر میں آئے بیٹھیں ہیں۔۔بھوک لگ جانا فطری سی بات ہے لیکن تیرے کھوتے دماغ میں نہیں آئیں گی یہ باتیں۔۔تو چپ ہی رہ" خالہ کشور اسے گھور کر بولیں تھیں۔

" پیٹ سب کے ساتھ لگا ہے۔۔دل نہیں لگا کیا۔۔۔یا وہ گھروں میں پانی والے کولر میں رکھ آئے ہیں سب۔۔کسی کی بیٹی کسی کی ماں مری ہے اور سارے لوگ اسی کے گھر والوں سے یہ شکایت کر رہے ہیں کہ پلاؤ پکوالیا۔قورمہ کیوں نہیں۔۔۔خدا کے غضب سے ڈریں ماں جی۔۔لوگوں سے ڈر ڈر کر تو خاک ہاتھ نہیں آنیوالی۔۔۔" وہ بعجلت بولا تھا پھر اس نے اکیلے ہی بڑا سا دیگچہ اٹھایا اور بالکل ایک طرف کر دیا۔اس کے بعد دوسرے کے ساتھ بھی یہی عمل دوہرایا۔دیگچہ کافی بھاری تھا اور وہ اتنا دبلا پتلا سا تھا کہ اس کے اس عمل نے نینا کو حیران کیا۔

" خدا سے نا ڈرتی ہوتی تو ابھی یہ دیگچے واپس بھجوا دیتی۔۔۔مگر میری عادت نہیں ہے ایسی۔۔بڑا نرم دل ہے میرا۔۔رانی بنا کر رکھا ہوا تھا میں نے نوشی کو۔۔۔یہ بہن کھڑی ہے اس کی۔۔۔اسی سے پوچھ لو۔مجال ہے کبھی شکایت کا موقع دیا ہو" وہ موقع کی نزاکت کا احساس کئے بغیر شروع ہوگئی تھیں لیکن آواز بہت دھیمی تھی جو باورچی خانے تک ہی محدود تھی۔نینا کا دل چاہا وہ یہاں سے نکل کر واپس صحن میں چلی جائے جہاں اس کی امی اور خالہ بیٹھی تھیں لیکن خالہ نے ہی کہا تھا کہ یہ دیگچے کچن میں رکھوا کر میرا انتظار کرنا۔۔۔

" جی جی ایک آپ کا دل نرم۔ایک آپ کے بیٹے کا۔۔اتنا نرم کہ بیوی کے مرنے پر جنازے میں شرکت کے لئے نہیں آسکا۔۔بہت غلط کیا بھائی نے۔۔اتنی اچھی تھیں نوشین بھابھی۔۔لیکن۔۔۔" وہ تاسف بھرے لہجے میں بولا تھا، خالہ کشور نے گھور کر پھر اسے دیکھا

" کیسے آجاتا۔۔چوبرجی سے نہیں آنا تھا۔سعودیہ سے آنا تھا۔اور وہ تو بیچارہ آنا چاہتا ہی تھا۔لیکن میت کی حالت ایسی نہیں تھی کہ زیادہ دیر رکھا جاسکتا۔اس کے یہاں پہنچنے تک تو دفنائے ہوئے بھی چوبیس گھنٹے گزر جانے تھے۔۔۔پھر کا ہے کو ٹکٹ پر پیسے ضائع کرتا ۔۔" وہ تنک کر بولی تھیں۔نینا کو ان کی بات سن کر بھی کوئی افسوس نہیں ہوا۔نوشی باجی چلی گئی تھیں۔اس کے دل میں اب اس خاندان کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔اس کے لئے نوشی باجی مرحوم نہیں ہوئی تھیں۔آصف بھائی مرحوم ہو گئے تھے۔

" ماں جی جانے دیں یہ سب بیکار کی باتیں۔۔آپ نے بھائی کو روک دیا کہ دو مہینے بعد جب روزی کی شادی ہوگی تب ہی آنا۔۔ابھی آؤ گے تو ٹکٹ کے پیسے ضائع ہوں گے۔آپ کو اور آپ کے بیٹے کو انسانوں کی نہیں ریالوں کی بہت فکر ہے۔" وہ لگی لپٹی رکھے بغیر بولا

ہاہ ہ ۔۔۔مرن جوگا نا ہووے تے۔۔دفع ہو ادھر سے نکل۔۔شرم نہیں آتی ماں کو ٹونے (طعنے دینا) لگا تا ہے" نینا کی موجودگی کو محسوس کر کے وہ ذرا سا شرمندہ ہو گئی تھیں

" جا رہا ہوں۔۔۔مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے یہاں کھڑے ہو کر وقت ضائع کرنے کا۔اور بی بی آپ تو راستے سے ہٹیں۔۔اندر جا کر بیٹھیں۔۔یہاں کونسی دعائے مغفرت ہو رہی ہے۔۔۔ہم سورہ فاتحہ نہیں پڑھ رہے۔۔جو آپ کا یہاں کھڑے رہنا ضروری ہے" وہ کچن کے دروازے سے نینا کی طرف دیکھتا ہوا تنک کر بولا اور پھر باہر نکل گیا

" اے بیٹی اس کی بات کو دل پر نا لینا۔۔۔یہ ذرا چھوٹے دماغ کا ہے۔۔بچپن میں ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا نا اسے۔۔بڑا علاج کروایا تھا اس کا لیکن فائدہ نہیں ہوا۔۔اس بیماری کا اثر ابھی بھی دماغ پر ہے" وہ وضاحت کر رہی تھیں۔یہ بات اپنے اس بیٹے کے متعلق وہ پہلے بھی بتاتی رہتی تھیں

" نکالو ذرا تھوڑا سا پلاؤ۔۔۔دیکھوں کیسا ہے۔۔۔بڑے کا گوشت تو نہیں ڈلوایا نا۔۔ہمارے یہاں نہیں کھاتا کوئی۔۔سب کا پرہیز ہے۔۔آئے ہائے بھوک تو ہے ہی نہیں۔۔۔بس رسم دنیا نبھانے کو کھا لیتی ہوں تھوڑا سا۔۔ہائے ہائے اللہ کے کام ہیں سارے۔۔" وہ دیکھ بھی رہی تھیں کہ نینا اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں ہے لیکن پھر بھی بولتی جا رہی تھیں۔نینا کوئی جواب دئے بغیر باہر نکل آئی۔اس کا صبر اور ظرف بس اتنا ہی تھا۔

" کاش ہم نے اس گھر میں بیٹی دینے کی بجائے بکری دے دی ہوتی۔۔۔زیادہ سکھی رہتے" خالہ کبھی کبھار بہت جلے دل کے ساتھ یہ جملہ بولا کرتی تھیں۔نینا کو یہ جملہ پہلی بار سمجھ میں آیا تھا۔اس کا دل مزید بوجھل ہو گیا۔مہر کے لئے اس کے دل میں پھر درد اٹھا تھا۔وہ اسے ڈھونڈتی ہوئی باہر نکل آئی تھی

☆......☆......☆

" وہ تھکا ہوا وجود لے کر کاؤچ پر گر سا گیا تھا۔ایسا لگتا تھا بہت لمبی مسافت طے کر کے آیا ہے۔شہرین کو گھر ڈراپ کر کے وہ ڈاکٹر

میلوڈینا سے ملنے چلا گیا تھا۔اسے سیکنڈ اوپینئن درکار تھا۔انہوں نے بھی ساری رپورٹس دیکھنے کے بعد بایوپسی کا کہا تھا اور مشورہ دیا تھا کہ شوکت خانم چیک کروالیں۔سمیع کو ایسے لگتا تھا جیسے ہر لمحہ اس کے لئے ایک نئی اذیت لکھتا چلا جا رہا تھا۔لاؤنج میں اسے کوئی نظر نہیں آیا تھا۔وہ چند لمحے ایسے ہی ادھ موا سا کاؤچ پر بیٹھا رہا پھر وہ سیدھا ہوا تھا۔اسے چند ضروری کال کرنی تھیں۔اماں رضیہ نے اسے اس کی والدین کی آمد کا فون پر بتایا تھا اور یہ بھی اصرار کیا تھا کہ وہ شہرین کے پاس ہاسپٹل آجاتی ہیں وہ گھر واپس آجائے لیکن سمیع نے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ انہیں کال کرلے گا۔اس کے بعد اسے وقت ہی نہیں مل سکا تھا نا ہی اس کا دل چاہا تھا۔اب شہرین کے گھر آجانے کے بعد اس کا دل چاہا کہ وہ انہیں فون کرلے۔اسے شہرین کے لئے بہت سی دعائیں جمع کرنی تھیں۔اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا ٹیلی فون سیٹ اٹھا کر گود میں رکھا تھا۔اس کی امی کو لمبی لمبی کالز کا شوق تھا اور وہ پی ٹی سی ایل سے ہی کال کرتی تھیں۔اس لئے اس نے اس فون کو استعمال کرنے کا سوچا تھا۔رنگز جاتی رہیں تھیں پھر گھر کی ملازمہ نے فون اٹھا لیا تھا

"باجی امی کو بلوا دیں۔۔میں سمیع۔۔"اس نے اتنا ہی کہا تھا اور پھر وہ انتظار کرنے لگا تھا۔امی نے آ نے میں پورے پانچ منٹ لئے تھے اور اس دوران سمیع سوچتا رہا تھا کہ وہ انہیں کیا کہے کہ وہ جو دل میں شہرین کے خلاف اتنا بغض رکھتی ہیں،وہ منٹوں میں ختم ہو جائے

"یاد آ گئی بیٹا جی۔۔تمہیں ہماری۔۔بڑی مہربانی۔۔"امی نے فون اٹھاتے ہی پہلا طنزیہ جملہ بولا تھا۔سمیع کو ذرا بھی دکھ نہیں ہوا۔اسے احساس تھا اسے ان سے ملاقات نا کر کے اچھا نہیں کیا تھا

"آئی ایم سوری امی۔۔دراصل شہرین ٹھیک نہیں تھی۔۔"اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ امی نے اس کی بات کاٹ دی

"شکر ہے تمہیں سمجھ میں آ گئی کہ شہرین ٹھیک نہیں ہے۔۔یہی بات میں تمہیں سمجھانا چاہ رہی تھی۔۔"

"امی خدارا۔ختم کر دیں یہ غصہ۔۔۔بیمار ہے وہ۔۔بہت بیمار۔۔"اس نے گہری لمبی سانس بھرتے ہوئے التجاء کی تھی

"بیٹا جی۔۔تم اس کے نخرے اٹھانا بند کر دو۔۔۔دوسرا بچہ پیدا کرنے جا رہی ہے۔۔اب تو سمجھ لو اس چالاک عورت کی رمزیں۔۔وہ انگلیوں پر نچا رہی ہے تمہیں۔۔"وہ چلا کر بولی تھیں۔انہیں اس بات کا بہت ہی زیادہ غصہ تھا کہ سمیع اور شہرین نے ان سے یہ بات چھپائی تھی اور پھر سمیع نے ان کی اپنے گھر پر آمد پر ان سے ملاقات بھی گوارا نہیں کی تھی

"دوسرا بچہ۔۔۔یہ کس نے کہہ دیا آپ سے"سمیع انتہائی حیران ہوا تھا

"بہت لوگ ہیں اور بھی جو ہمیں تم لوگوں کی باتیں بتا دیتے ہیں۔۔افسوس اس بات کا ہے سمیع کہ تم نہیں بتاتے۔۔تم ہمیں اپنا دشمن اور اس عورت کو اپنا سب سے بڑا خیر خوار سمجھتے ہو۔۔میری دعا ہے کہ تمہیں اس بار بیٹے کی خوشی ملے اور پھر اس بیٹے کو بھی کوئی لڑکی کالا جادو کر کے اپنا گرویدہ بنا لے جیسے تمہاری شہرین بیگم نے تمہیں بنایا ہے تو پھر تمہیں پتا چلے کہ جب اولاد ایسے دکھ دیتی ہے تو کیسا کلیجہ پھٹتا ہے۔۔"وہ بناء سوچے سمجھے بولتی چلی جا رہی تھیں

"امی آپ کا دل نہیں دکھتا۔بددعائیں دیتے ہوئے۔۔"اس نے اتنا ہی کہا۔اس کا دل اتنا بھرا ہوا تھا کہ اسے لگا وہ رو دے

گا۔ وہ روٹھا ہوا جا رہا تھا۔ امی کے الفاظ اس کا دل چیر رہے تھے۔

"نہیں۔۔ میری روم روم سے سانس سانس سے اس حرافہ کے لئے بد دعائیں نکلتی ہیں۔۔۔ صرف بد دعائیں۔۔" امی اسی انداز میں بولی تھیں۔ ان کے دل میں اسقدر خفگی تھی کہ انہیں بیٹے کی بجھی ہوئی آواز سے بھی کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا

"تو پھر آپ کو مبارک ہو امی۔۔۔ لگتا ہے اللہ نے آپ ہی کی سن لی ہے۔۔" اس نے تنا ہی کہا تھا اور پھر فون بند کر دیا۔ مزید کیا کہتا وہ۔۔ اسے لگا تھا بس بھری ہوئی آنکھیں بہنے کو ہیں شاید وہ بہہ ہی جاتیں کہ سمیع کو احساس ہوا وہ کسی کی نگاہوں کی زد میں ہے۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسے کوئی نظر نہیں آیا تھا پھر اسکی نگاہ اپنے پاؤں میں پڑے بال پر پڑی۔۔ بال کو دیکھتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ کوئی اور بھی ہے۔ وہ ایمن تھی اور اس کی جانب ہی دیکھ رہی تھی کہ شاید وہ بال اٹھائے گا اور اسے دے دے گا۔ سمیع چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتا رہا بناء کچھ کہے، کچھ سنے۔۔۔

"میرا دل چاہتا ہے میری بیٹی بالکل تمہارے جیسی ہو" اس کے کانوں میں اپنا ہی کہا ہوا جملہ گونجا تھا۔

"کیوں؟" شہرین کا مسکراتا ہوا سراپا کیسے آنکھوں کے سامنے سج سا گیا تھا

"اس لئے کہ دنیا میں خوبصورتی کی کمی ہوتی جاتی ہے۔۔۔ دنیا کو خوبصورت لوگوں کی ضرورت ہے۔۔ تمہارے جیسے لوگوں کی" اس نے کبھی کہا تھا اور شہرین کھلکھلا کر ہنسی تھی

"میری دعا ہے کہ میری بیٹی اپنی دادو جیسی ہو۔۔ وہ مجھ سے بہت ناراض رہتی ہیں۔۔۔ ان کی پوتی ان جیسی ہو گی تو وہ اس سے اور بھی زیادہ پیار کریں گی۔۔۔ پھر شاید ان کی ناراضی مجھ سے ختم ہو جائے" شہرین کے چہرے پر کیسی معصومیت چمکنے لگی تھی۔ سمیع کو یاد آیا تھا۔ اس نے ایمن کا چہرہ دیکھا اور پھر بناء اسے مخاطب کئے، اس کا بال تھمائے، اسے کوئی مثبت رسپانس دئیے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔ اسے پتا نہیں چلا تھا۔ ایمن اسے کیسی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی

☆......☆......☆

"بادشاہو۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ رضوی فلم بنائے اور اسحاق گل اس کے کندھے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑا نا ہو۔۔" حبیب رضوی نے ابتدائی علیک سلیک کے بعد مدعا بیان کیا تھا

"مبارکاں جناب مبارکاں۔۔۔ جم جم بناؤ" دوسری جانب سے آنیوالی آواز اسپیکر کے ذریعے کمرے میں گونجی تھی

"نیا لڑکا متعارف کرواؤں گا۔ کاشف نثار۔۔ بڑا چُن کر ہیرا ڈھونڈا ہے۔۔ آئے گا اور چھا جائیگا۔"

"کاشف کا اس کے چیچھے انداز پر ناگواری محسوس ہوئی تھی۔

"اچھی بات ہے بھائی۔۔۔ نئے نئے تجربے ویسے بھی راس آجاتے ہیں تمہیں۔۔۔ میری نیک تمنائیں تم سب کے ساتھ ہیں" آواز میں وہی پرانی گرمجوشی نمایاں تھی۔ کاشف نے چئیر کی پشت سے ٹیک لگالی تھی۔ شاید سید اسحاق گل کو یاد بھی نہیں تھا اس کے بارے میں

" سید صاحب آپ کو اپنے ہیرو سے ملوانا چاہتا ہوں ۔۔وقت نکال کر کسی روز کھانا کھائیں ہمارے ساتھ ۔تازہ مچھلی کو مصالحہ لگوائیں گے ۔۔تبولہ اور حمس (عربی چٹنی سلاد) کے ساتھ دبئی کا ذائقہ بھول جائیں گے آپ ۔۔ساتھ آپ کی پسندیدہ امپورٹڈ بوتل بھی ہوگی " وہ قہقہہ لگاتے ہوئے پیشکش کر رہا تھا

" ضرور ضرور ۔کیوں نہیں ۔۔آج ہی رکھ لو ۔۔دلنشین کو بھی بلاؤ نا ۔۔مچھلی ہو ۔۔امپورٹڈ بوتل ہو ۔۔اور کوئی خوبصورت غزل نا سننے کو ملے تو ہر چیز ادھوری ادھوری لگتی ہے" سید اسحاق گل نے رضامندی دی تھی ۔حبیب رضوی نے تابعداری سے سر ہلایا جیسے وہ اسے ٹیلی فون ریسیور سے دیکھ ہی رہا ہو

" دلنشین کہاں ہم غریبوں کی دعوت قبول کرے گی ۔۔وہ اب گورنر ہاؤس میں غزلیں سنانے جاتی ہے ۔۔ایوانِ صدر میں جلوے بکھیرتی ہے ۔۔ہمارے تو فون کا جواب بھی نہیں دیتی سر جی ۔۔مگر تسی فکر نا کرو ۔۔رخشی ہے نا ۔اس کی آواز میں ۔۔میڈم نور جہان کے گانے سنیں گے ۔۔" حبیب رضوی نے اسی انداز میں کہا تھا

" نہیں ۔۔" سید اسحاق کی قطعیت بھری آواز ریسیور میں ابھری تھی

" اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا میں ۔۔ہر گامے کا چھے کو اٹھا کر ہیرو بنانے لے آتی ہے ۔۔ٹکے ٹکے کے لوگوں کے ساتھ پھرتی ہے ۔۔سو سو روپے لے کر میڈم کے گانے گا دیتی ہے ۔۔دماغ پھر گیا ہے اسکا ۔ادب آداب بھولتی جاتی ہے ۔۔انسانوں کی پرکھ بھی نہیں رہی اسے ۔۔اس کا باب ختم ہو چکا اب ۔۔" وہ ناگواری بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا ۔یہ ایک تیر سے دو شکار ہو گئے تھے اور بالکل بے خبری میں ہو گئے تھے ۔جہاں کاشف اور رخشی کے چہرے کا رنگ بدلا وہاں حبیب رضوی بھی ڈگمگا سا گیا

" آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں ۔۔اپنی لڑکی ہے ۔کوئی غلطی شلطی ہو گئی تو معاف کر دیں ۔لیکن منہ نا موڑیں ۔۔آپ کی آشیرباد کے بغیر تو وہ واقعی ختم ہو جائے گی ۔۔میری فلم تو پھر ڈبے میں ہی پڑی رہ جانی ہے"

وہ لجاحت بھرے لہجے میں بولا تھا ۔رخشی برا سا منہ بنا کر حبیب رضوی کے عقب سے ہو کر سامنے کرسی پر آبیٹھی تھی ۔کاشف نے اسے جتاتی ہوئی نظروں سے دیکھا

" میرے لئے تو وہ ویسے ہی ختم ہے رضوی ۔۔میں اب اس کی شکل نہیں دیکھوں گا ۔" سید اسحاق گل نے اتنا کہا پھر وہی قصہ دوبارہ سنانے لگا تھا کہ کیسے رخشی کسی عام سے بندے کو اسٹوڈیو میں لئے پھر رہی ہے اور اس بندے نے اس کی بڑی بے عزتی کی ہے ۔اسحاق گل نے کاشف کے کہے گئے ہر جملے کو مرچ مصالحہ لگا کر حبیب رضوی کو سنایا تھا ۔کاشف نے اس دوران بہت مشکل سے خود کو کچھ بھی کہنے سے روک کر رکھا تھا کیونکہ رضوی مسلسل ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر رہا تھا

" میرے منہ پر کہتا ہے کہ مجھے فلم بنانی نہیں آتی ۔۔اوہ مجھے کہتا ہے میں فلم بنا کر دکھاؤں گا کہ فلم کہتے کسے ہیں ۔۔اوہ مجھے تڑیاں (دھمکیاں) لگا رہا تھا ۔۔اور وہ رخشی بھی اسی کے ساتھ تھی ۔۔وہی لائی تھی اسے ۔۔وہ رخشی کل کی لڑکی ۔۔جس کی دو کوڑی کی عزت

نہیں تھی۔۔جسے داتا دربار سے میں اٹھا کر انڈسٹری میں لایا تھا۔۔عزت دلوائی۔کام سکھایا۔وہی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس نیچ انسان کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئی۔۔اب میں بھی دیکھتا ہوں کہ کیسے فلم بناتے ہیں یہ۔۔اتنا ہی ماٹھا سمجھ لیا ہے اسحاق گل کو۔۔جس کا دل چاہے گا وہی منہ اٹھا کر فلم بنا لے گا کیا۔۔اب یہ ہمیں ہمارے کام سکھائیں گے۔۔" وہ بہت غصیلے اور طنزیہ انداز میں بات کر رہا تھا اور اس نے جس طرح کے الفاظ استعمال کئے تھے اس سے کاشف کا پارہ بھی بہت ہائی ہو گیا تھا، رخشی کے چہرے کے تاثرات بھی بالکل بدل گئے تھے۔حبیب رضوی نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پہلے فون کا اسپیکر اور پھر چند لمحوں بعد فون ہی بند کر دیا تھا

"اسحاق گل تیری میری ختم ہو گئی۔۔بس رخشی سے مک گئی تیری۔۔اب تو میں سو فیصد کاشف کے ساتھ ہوں۔۔وہ سارے گر اسے سکھاؤں گی جو فلم بنانے میں کام آتے ہیں۔۔یہ اسحاق گل سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔اسے تو اب رخشی مزا چکھائے گی" رخشی بڑبڑا رہی تھی۔ اسحاق گل کے انتہائی ہتک آمیز رویے سے کاشف کے دل میں فلم بنانے کا خیال مزید پختہ ہوا تھا۔وہ اپنے فیصلے پر مزید مستحکم ہوا تھا۔

☆......☆......☆

"نینا کچھ کھا لو" امی نے اس کے لئے پلیٹ بنائی تھی پھر بہت امید سے اس کے لئے لائی تھیں۔وہ اپنے بستر میں لیٹی تھی۔لحاف اپنے او۔

پر اس طرح ڈال رکھا تھا کہ گردن کے سوا سارا وجود چھپا ہوا تھا حالانکہ موسم میں کوئی خنکی نہیں تھی۔پنکھا فل اسپیڈ کے ساتھ چل رہا تھا اور کمرے کی کھڑکی بھی کھلی تھی۔اس کے باوجود انہیں اسے اس طرح لیٹا دیکھ کر بے حد گھٹن اور الجھن محسوس ہوئی۔نوشین کے انتقال کو پانچ دن گزر چکے تھے۔وہ سب خاندان میں ہونے والے اس نقصان کو برداشت کرنے کے عمل سے گزر رہے تھے۔ان کی بہن نے اپنی بیٹی کھوئی تھی تو گھر کے بیٹوں کے لئے بہن نہیں رہی تھی۔وہ ان کی بھانجی تھی۔وہ سب افسردہ تھے لیکن نینا کا حال سب سے برا تھا۔چند دنوں میں اس کا چہرہ بالکل پھیکا پڑ گیا تھا۔وہ برسوں کی بیمار لگنے لگی تھی۔یہ بھی اس کی عجیب سی شخصیت کا ایک رُخ تھا۔۔یا تو کسی سے الفت کا مظاہرہ کرتی ہی نہیں تھی لیکن جس سے کرتی تھی پھر اس پر جان وارنے کو بھی تیار رہتی تھی۔نوشین سے اس کی محبت ڈھکی چھپی نہیں تھی لیکن اس کے اس طرح چلے جانے سے وہ اتنا اثر لے گی یہ بھی ان کے گمان میں نہیں تھا

"مجھے بھوک نہیں ہے امی۔" وہ لیٹے لیٹے بولی تھی۔انداز میں پژمردگی بے حد نمایاں تھی۔اس سے پہلے کہ امی مزید کچھ پوچھتیں یا کہتیں وہ اپنا منہ چھپائے ہوئے بولی

"امی میں نے آپ سے کہا تھا مہر سے ملنے چلتے ہیں۔۔اسے کچھ دن کے لئے یہاں لے آتے ہیں" امی نے گہری سانس بھری

"کیسے لے آئیں نینا۔۔اس کی دادی سخت برا مانتی ہے۔کل ہم کلمہ طیبہ کا ورد کرنے گئے تو سب کے درمیان مین بیٹھی کہتی ہیں کہ بس تین ہو گئے۔۔تین دن کا ہی سوگ ہوتا ہے۔۔اب نا آئے کوئی منہ اٹھا کر۔۔تمہاری خالہ نے کہا کہ مہر کو ہمارے ساتھ بھجوا دیں تو ناک چڑھا کر بولیں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔۔دادی کے گھر رہے یا نانی کے ایک ہی بات ہے لیکن مہر کے باپ نے منع کیا ہے۔۔وہ

کہتا ہے ایسے بچی کو ماں کے بغیر رہنے کی عادت نہیں پڑے گی۔۔اس کی عادتیں خراب ہوں گی" امی کے ناداز میں کس قدر تاسف تھا یہ نینا کو محسوس بھی نہیں ہوا تھا

"آپ چلیں تو سہی۔۔میں خود ان سے بات کرلوں گی۔۔" اس نے لحاف ابھی بھی منہ سے نہیں اتارا تھا

"کہہ تو رہی ہوں اس کی دادی ناک بھوں چڑھاتی ہے۔۔صاف کہتی ہے آپ کی بیٹی مرگئی۔۔مہر ہماری بیٹی ہے۔۔اس کے فیصلے ہم کریں گے" امی کو نوشین کی ساس کا لہجہ یاد آیا تو ان کے چہرے کے تاثرات بھی بگڑ سے گئے تھے۔نینا خاموش ہوگئی

"اچھا اٹھو۔کھانا کھاؤ" وہ اسے پھر سے اٹھنے کی تحریک دے رہی تھیں

"مجھے بھوک نہیں ہے" جواب آیا تھا

"میں جانتی ہوں۔لیکن اٹھو تو سہی۔۔دیکھو اتنے مزے کے قیمہ کریلے بنائے ہیں زری نے۔۔سلاد اور پودینے کی چٹنی بھی ہے۔۔تھوڑا سا کھالو۔۔" وہ بہت پیار بھرے لہجے میں بولی تھیں۔وہ پھر بھی نہیں اٹھی تھی۔امی نے آگے بڑھ کر اس کا لحاف تھوڑا سا ہٹانا چاہا تھا

"نہیں کریں امی۔۔سونے دیں" وہ چڑ کر بولی۔امی نے گہری سانس بھری۔وہ دن بہ دن بہت چڑچڑی ہوئی جاتی تھی اور انہیں اس کی اسی بات پر غصہ آتا تھا۔

"تھوڑا سا کھالو۔شکل دیکھو۔۔بہت کمزور ہو رہی ہو۔۔اٹھو شاباش۔کھانا کھاؤ۔نہاؤ۔کپڑے تبدیل کرو۔۔" وہ اسے اٹھنے کے لئے تحریک دے رہی تھیں

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔کہا تو ہے نہیں کھانا۔۔کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو سب" وہ اکتا کر بولی تھی۔انداز میں بدتمیزی نمایاں تھی امی نے گہری سانس بھر کر اسے دیکھا۔وہ کبھی کبھی اپنی بدمزاجی سے ان کا کس قدر دل دکھا دیتی تھی۔زری ایک منٹ پہلے ہی کمرے میں آئی تھی۔اسے بھی اس کا انداز اچھا نہیں لگا تھا۔

"چلو تمہاری مرضی۔۔لیٹی رہو ایسے ہی۔۔آئیں امی ہم کھاتے ہیں۔۔اس کے پاس تو بیٹھنا بھی گھاٹے کا ہی سودا ہے" زری نے بالکل اسی کے انداز میں امی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا تھا۔

"میں کب کہہ رہی ہو کہ میرے پاس بیٹھو۔جاؤ سب یہاں سے" اب کی بار وہ غرا کر بولی تھی

"اٹھ بھی جائیں امی۔۔کتنے نخرے دیکھنے ہیں اس کے۔۔آپ کے لاڈ پیار نے سر چڑھا لیا ہے اسے۔۔چھوڑ دیں اس اس کے حال پر۔۔ہمیں بھی دکھ ہے نوشی باجی کا۔لیکن قدرت سے کون لڑ سکتا ہے۔اللہ کی مرضی تھی۔کوئی کیا کرسکتا ہے۔۔یہ محترمہ ایسے پیش آرہی ہیں سب سے جیسے ہم سب نے مل کر مارا ہے نوشی باجی کو" زری انتہائی غصے سے بولی تھی

"جاؤ جاؤ۔نکلو یہاں سے" اب کی بار نینا کا انداز انتہائی طنزیہ تھا۔زری تو اس کے پاس بیٹھی ہی نہیں تھی۔امی جو اس کے بے حد

قریب بیٹھی تھیں۔وہ بھی برا مان کر اٹھ گئیں۔ان کے دل کو اس کے اس رویے سے سخت ٹھیس پہنچی تھی لیکن وہ ایسی ہی تھی۔۔بدمزاج۔خود سر۔۔بدتمیز۔۔اور دن بہ دن اس کی یہ عادات مزید پختہ ہوئی جاتی تھیں۔زری کو امی کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر نینا پر مزید غصہ آیا تھا لیکن وہ کچھ نہیں بولی

"اولاد کا نا ہونا بھی آزمائش ہے اور اولاد کا ہونا بھی آزمائش ہے" امی نے نینا کے لحاف میں چھپے وجود کو دیکھتے ہوئے تاسف سے سوچا تھا

☆......☆......☆

"تم کب تک یونہی بیٹھے رہو گے" وہ لیپ ٹاپ کھول کر اس پر کب سے وہ وہ لفظ لکھ کر گوگل کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو ڈاکٹر رضی نے اسے بتایا تھا۔وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر شہرین کا ٹیومر کس نوعیت کا ہے اور پھر اس کا علاج، بعد کے اثرات وغیرہ۔۔

وہ چاہتا تھا اسے کچھ نا کچھ تو پتا ہو۔۔ورنہ تو دماغ کوئی بھی راستہ سجھانے سے انکاری تھا۔اس نے گوگل کے تلاش کے خانے میں ڈیفڈ رو گلیوما لکھ کر اسکرین کی طرف اسی غائب دماغی سے دیکھنا شروع کیا تھا۔گوگل نے اس کے سامنے چند صفحات اگل دئے تھے۔پہلے والا لنک کھولتے ہی اس پر بڑا بڑا میڈیکل ایمرجنسی لکھا آنے لگا تھا۔ایک کارنر میں سرخ سا نشان بار بار جلتے بجھتے ہوئے خطرے کے نشان کو نمایاں کر رہا تھا۔پہلی ایک دو فقروں میں ہی اس بیماری کو خوفناک قرار دیا گیا تھا جس سے سمیع کی ہمت مزید جواب دے گئی تھی۔اس کے اندر اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ کچھ بھی پڑھ پاتا۔وہ صرف لیپ ٹاپ کی اسکرین کی جانب دیکھنے میں مگن تھا۔۔

اسے پتا نہیں چلا تھا کب شہرین اس کے عقب میں آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔سمیع نے چہرے کے تاثرات کو فوراً نارمل کرنے کے لئے پیچھے کی جانب نہیں دیکھا تھا

"تم سوئی نہیں اب تک۔۔؟ میں تو سمجھا تھا تم سو چکی ہو"

"ایک دن ہاسپٹل کے کمرے میں سو جانے سے عادتیں بدل نہیں جایا کرتیں۔۔تم گھر میں موجود ہو لیکن بیڈروم میں نا ہو تو سونا تو دور کی بات ہے۔۔میں اس بیڈروم میں بیٹھ بھی نہیں سکتی" وہ استحقاق بھرے انداز میں بولی تھی۔سمیع مسکرایا کیونکہ وہ اب اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی

"اس کا مطلب میں تمہاری عادت بن چکا ہوں؟" وہ اسے چڑا رہا تھا

"پختہ عادت۔۔انفیکٹ میں تمہاری ایڈیکٹ ہو چکی ہوں" وہ سابقہ انداز میں بولی اور ساتھ ہی اس کی کرسی کے پیچھے آ کر اس کی گردن میں باہیں حمائل کی تھیں۔سمیع کے وجود میں جنبش بھی نہیں ہوئی تھی۔اس نے شہرین کے اس محبت بھرے انداز کا خیر مقدم بھی نہیں کیا تھا۔شہرین کے دل کو ایک اور ٹھیس پہنچی۔۔سینے میں کہیں پھر ٹیس اٹھی تھی۔اسے سمیع کے انداز اس قدر بدلے بدلے لگ رہے تھے کہ وہ پریشان ہوئی جا رہی تھی جبکہ سمیع کو احساس بھی نہیں ہوا تھا

" ایڈیکشن کوئی اچھی چیز تو نہیں ہوتی۔۔۔" سمیع مسکرایا یا شاید اسے بہلانے کے کے لئے مسکرانے کی سعی کی

" اچھی چیز کی ایڈیکشن ہو جائے۔۔تو پھر اس سے اچھی چیز کوئی نہیں ہوتی" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے جتانے والے انداز میں بولی تھی۔دل میں خواہش اٹھی تھی کہ سمیع اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ رکھ دے۔۔اسے شدید احساس ہوا تھا کہ جس دن سے اس کی امی نے سمیع کی تذلیل کی تھی اس دن سے سمیع کا رویہ اس کے ساتھ بدل سا گیا تھا اور یہ بات اسے بہت اذیت دے رہی تھی

" کیا سوچ رہے ہو۔۔؟" جب سمیع اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں بولا تو وہ اپنی تھوڑی اس کے سر پر رکھ کر بولی تھی کہ شاید اب وہ اپنا ہاتھ بڑھائے گا اور اس کے گال پر رکھے گا۔۔اس کے گال کو سہلائے گا۔۔۔کبھی کبھی کوئی تسلی دلاسہ مرہم پھاہہ درکار نہیں ہوتا ۔۔۔دل چاہتا ہے کوئی ہاتھ ہو جو آپ کے ہاتھ کو تھام لے اور بس سکون مل جائے۔۔۔لمس میں زندگی ہے۔۔لمس میں توانائی ہے۔۔۔انسان کے دردِ دل کا مداوا انسان ہی کر سکتا ہے۔۔انسانی رشتوں میں قیمتی ترین رشتہ۔۔میاں بیوی کا رشتہ۔۔میاں بیوی کا رشتہ خون کا رشتہ نہیں ہوتا لیکن اس رشتے سے خون کے رشتے ضرور جنم لیتے ہیں۔

شہرین کا دل چاہا وہ خود آگے بڑھے اور سمیع کے گلے لگ جائے۔۔اور یہ کونسا پہلی بار ہوتا جو وہ اس کے گلے لگ جاتی لیکن اس لمحے اسے جھجھک محسوس ہو رہی تھی۔سمیع کی بیزاری اسے بہت ڈرا رہی تھی۔کیا وہ اس سے لاپرواہ ہوا جا رہا تھا۔کیا وہ اس کے دل میں اپنی قدر واہمیت کھونے لگی تھی۔۔ایک کے بعد ایک خدشہ اسے اپنے حصار میں لیا جاتا تھا

" میں سوچ رہا تھا کہ تم نے مجھے" اچھا" قرار دیا ہے اس بات پر خوش ہونا چاہیئے یا مجھے" چیز" قرار دیا ہے اس پر افسوس کرنا چاہیئے

" اس کی آواز میں بے دلی نہیں تھی لیکن کچھ تھا جو شہرین کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

" میں نے کہا تھا نا وقت بدل گیا ہے۔۔۔پہلے تم میری سب باتوں پر صرف خوش ہوا کرتے تھے۔۔اور اب تمہیں افسوس ہونے لگا ہے۔۔" یہ ایک شکوہ تھا جو سادہ سے انداز میں کیا گیا تھا

" مجھے تو نجانے کس کس چیز پر افسوس ہونے لگا ہے شہرین۔۔۔اتنا افسوس۔۔کہ دل چاہتا ہے۔۔" اس نے لمبی گہری سانس بھری اور فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔شہرین کا سارا وجود سرد ہونے لگا اور اسی لمحے اس کی خاموشی کو محسوس کر کے سمیع نے اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ رکھ دئے۔۔۔توانائی کی ایک انوکھی لہر اس کے ہاتھوں سے سفر کرتی ہوئی شہرین کے ہاتھوں تک منتقل ہوئی تھی۔وہی لمس جس کے لئے شہرین لمحہ بھر پہلے بے قرار ہوئی جاتی تھی۔۔فی الوقت اسے بے چین کر گیا تھا۔سمیع نے اس کا ہاتھ تھامے تھامے اسے اپنے سامنے کر لیا تھا

" کیا دل چاہتا ہے سمیع۔۔اور ایسے کیوں کہہ رہے ہو۔۔کیوں افسوس ہو رہا ہے تمہیں۔۔۔میں اپنی امی کے رویے کی معافی مانگتی ہوں تم سے۔۔۔میں جانتی ہوں تم بہت ہرٹ ہو۔۔لیکن پلیز معاف کر دو" وہ اس کے سامنے آ کر التجائیہ انداز میں بولی تھی۔سمیع کے دل کو جیسے کسی نے چیر ڈالا۔وہ اپنی امی کے رویے کی بات کر رہی تھی جبکہ اسے تو یاد ہی نہیں تھا۔۔شہرین کے علاوہ اسے کوئی یاد نہیں تھا۔وہ کیسے یاد رکھتا کسی کو۔۔اس کے علاوہ دنیا میں کون تھا اس کا۔

وہ جو اس کے سامنے تھی وہ اس کی دنیا تھا اور اس کی دنیا اندھیر ہوئی جاتی تھی۔اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں۔اس نے شہرین کے دونوں ہاتھ تھام لئے تھے

"شہری۔ایک بات کہوں۔۔تم پریشان تو نہیں ہوگی" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔شہرین چونکی تھی لیکن اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتی۔سمیع نے اپنی بانہیں اس کی کمر کے گرد حمائل کی تھیں اور پھر اپنا سر اس کے وجود میں چھپا لینا چاہا تھا

"میں تھوڑی دیر رونا چاہتا ہوں شہرین۔۔۔پلیز پریشان مت ہونا۔اور کوئی سوال بھی مت کرنا۔۔کچھ مت پوچھنا۔اور ٹوکنا بھی نہیں۔۔بس مجھے رو لینے دو تھوڑی دیر۔تھوڑی سی دیر۔۔۔پلیز شہرین۔۔"

وہ گلوگیر لہجے میں التجاء کر رہا تھا۔شہرین ہکا بکا اسے دیکھنے لگی۔سمیع کی آنکھیں بھری ہوئی تھی لبالب۔۔اس نے دیکھا چند آنسو اس کے گالوں پر پھسل آئے تھے۔۔۔اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی۔۔سمیع کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی تھیں۔

"سمیع۔۔۔" اس نے تڑپ کر اس کے سر کو اپنی بانہوں کی قید میں بند کر لیا تھا

☆......☆......☆

"کیسی ہو۔۔۔" سلیم نے اس کے بے رنگ و رونق چہرے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔وہ دوکان کے اندر آئی تھی اور پھر دائیں طرف والے کاؤنٹر پر بیٹھ گئی تھی۔یہ کاؤنٹر دروازے کے بالکل پیچھے تھا اور اس پر بیٹھنے سے باہر کی جانب سے بیٹھنے والے نگاہ نہیں پڑتی تھی۔باجی کے انتقال کے بعد وہ پہلی دفعہ اس سے ملنے آئی تھی اور وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس نے ان کی وفات کا کتنا زیادہ اثر لیا تھا لیکن اس کے پاس کہنے کے لئے کوئی الفاظ نہیں تھے۔اس لئے اس نے یہی بہتر سمجھا تھا کہ گفتگو کا موضوع کوئی اور ہی رکھا جائے کیونکہ اس کے چہرے پر لکھا تھا کہ وہ خالہ یا زری سے جھگڑا کر کے آئی ہے

"مجھے کیا ہونا ہے۔۔ٹھیک ہوں" وہ ناک چڑھا کر بولی

"جھگڑ کر آئی ہو زری سے۔۔؟" اس کے چہرے کے تاثرات سے وہ یہی اندازہ کر پایا تھا۔

"مجھے تمہاری زری سے جھگڑنے کے علاوہ بھی اور بہت سے کام ہیں۔۔" وہ پہلے سے زیادہ برا منہ بنا کر بولی تھی۔سلیم بے دلی سے مسکرایا۔کبھی کبھی اسے لگتا تھا اس کے سوا نینا کو کوئی سمجھ ہی نہیں پایا۔وہ اداس ہوتی یا کسی بات پر افسردہ ہوتی تو اسی طرح لڑنے جھگڑنے لگتی تھی۔ایک بے بس چھوٹے بچے کی طرح جسے تسلی دلاسہ مانگنے کے لئے بھی رونا پڑتا تھا اور اس کی یہ رمز اس کی ماں ہی سمجھ پاتی تھی بالکل اسی طرح وہ بدمزاج ہو ہو کر کہتی تھی کہ میں اداس ہوں اور کسی کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی۔سلیم تھا جو جانتا تھا کہ وہ رونا چاہتی تھی لیکن کسی کے سامنے رونے سے بہتر وہ یہ سمجھتی ہے کہ لڑ جھگڑ کر اپنی بھڑاس نکال لے

"دن بدن اتنی جھگڑالو کیوں ہوتی جاتی ہو نینا۔۔؟" وہ بہت محبت سے اس سے پوچھ رہا تھا۔نینا نے گھور کر اسے دیکھا

"اپنے کام سے کام رکھا کرو۔۔مجھ پر غور و خوض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔میں لیب میں رکھا ہوا امیبا نہیں ہوں۔۔۔سمجھے

۔۔" وہ غرا کر بولی تھی۔کوئی اور ہوتا تو اس بات پر بے حد ناراض ہو جاتا لیکن وہ بھی سلیم تھا جس نے بچپن سے اس لڑکی کے نخرے اٹھائے تھے۔اپنی آئسکریم چپس اور جوس میں سے بچا بچا کر اس کے لئے حصہ رکھا تھا

"میں تمہاری ہر رمز سے واقف ہوں۔غور و خوض کئے بغیر بھی۔۔۔مجھ سے کیوں چھپاتی ہوں اپنی فیلنگز۔۔۔" وہ اب اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اوہ مہاراجہ رنجیت سنگھ۔۔۔زیادہ ہیرو بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔تمہارے پاس آکر پانچ منٹ بیٹھ کیا جاتی ہوں۔تم ایموشنل ہی ہو جاتے ہیں" وہ کاؤنٹر سے اتری تھی اور واپس جانے لگی تھی۔سلیم نے یکدم اس کا ہاتھ پکڑا اور پھر التجائیہ انداز میں بولا

"پانچ منٹ پورے تو کرلو۔۔" اس نے اس کی جانب دیکھا لیکن بولی کچھ بھی نہیں۔ایسے ہی کھڑی رہی جیسے واقعی کسی فلم کی ہیروئن ہو۔۔کوئی اور ہوتا تو اس کے تاثرات دیکھ کر ناک چڑھاتا ہوا اسے جانے دیتا لیکن وہ سلیم تھا اور وہ بھی نینا تھی جس جانتی تھی کہ سب سے لڑ جھگڑ کر اسے سلیم سے بہتر سامع کوئی نہیں ملنے والا۔۔

"بیٹھو۔۔۔جب پانچ منٹ ہو جائیں تو چلی جانا" اس نے اس کا ہاتھ تھامے ہوئے کہا تھا۔نینا خاموشی سے دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئی

"رونا چاہتی ہو نا۔۔؟" وہ اب اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔نینا نے ناگواری سے سر ہلایا۔اس کا ہاتھ ابھی سلیم کے ہاتھ میں تھا

"رولو۔تھوڑا سا۔کسی کو نہیں بتاؤں گا۔۔آنسو قیمتی ہوتے ہیں۔۔لیکن قیمتی چیزوں کی زکوٰۃ تو ادا کرنی پڑتی ہے" نینا نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔چہرے پر مخصوص خشونت تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی۔سلیم نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا

"ہاں یہ ایک ڈائیلاگ تھا۔۔لیکن مجھے ان کو لکھنے کے پیسے ملتے ہیں۔۔تم پیسے مت دینا۔آنسوؤں کی زکوٰۃ دے دو۔۔۔سمجھو میں بہت ضرورت مند ہوں ان آنسوؤں کا۔۔" وہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔نینا کی آنکھیں بھری تھیں لیکن چہرے کے تاثرات ابھی بھی ویسے ہی تھے۔اس نے سلیم کے چہرے سے نگاہیں ہٹا کر سامنے دیوار کی جانب دیکھا تھا

"مجھے رونا نہیں آتا۔۔۔پتا نہیں کیوں۔۔" وہ گلوگیر لہجے میں کہہ رہی تھی۔۔آنکھیں ابلنے کو تیار تھیں

"سب انسانوں کو رونا آتا ہے لیکن تم رونے سے ڈرتی ہو۔۔۔رونے سے سکون مل جاتا ہے نینا" وہ ناصحانہ انداز میں بولا

"ہاں۔۔۔" اس نے کہا۔پہلا آنسو پھسل کر گال پر آیا تھا۔

"کیونکہ مجھے چُپ کروانے والا کوئی نہیں ہے۔۔۔اگر مجھے پتا ہو کہ مجھے کوئی چپ کروانے والا ہے تو میں بھی زور زور سے رولوں۔۔۔لیکن مجھے روتا دیکھ کر کوئی بھی مجھے تسلی نہیں دیتا۔۔رونا تب ہی سکون دیتا ہے جب پتا ہو کہ کوئی ہے جو آپ کو دلاسہ دے سکتا ہے" وہ اب روتے ہوئے بولی تھی۔سلیم نے کچھ نہیں کہا۔وہ جانتا تھا فی الوقت اسے الفاظ کی ضرورت ہے بھی نہیں۔اس کی بات میں خود غرضی کی نمایاں جھلک تھی لیکن وہ اسے ٹوکنا نہیں چاہتا تھا۔وہ کچھ دیر بلا آواز روتی رہی اور وہ اسے دیکھتا رہا۔

"ہو گئے ہو اب خوش۔۔۔رو مر لیا ہے میں نے۔۔" چند لمحے بعد اس نے اپنی آنکھیں خود ہی صاف کر لی تھیں۔

"اچھا کیا جو رو مر لیا۔۔ورنہ تم مزید ایک ہفتہ خالہ اور زری سے جھگڑ جھگڑ کر انہیں نخرے دکھاتی رہتی" وہ مسکرایا تھا۔

"ان سب کی کتنی فکر ہے تمہیں۔۔میری فکر نہیں ہے" یہ شکوہ تھا جس نے سلیم کو مزید مسکرانے پر مجبور کیا

"چلی ملی کھاؤ گی" وہ اس کی بات کا جواب دیئے بغیر پوچھ رہا تھا۔نینا نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔

"تم خالہ کو بولو نا کہ وہ مہر کو یہاں لے آئیں۔۔۔" اس نے درخواست کی تھی

"اس کے دادا دادی اسے یہاں نہیں بھیجنا چاہتے نینا۔تم جانتی ہو ان کی ذہنیت۔۔وہ ذرا وہمی سے لوگ ہیں۔۔۔اس کی دادی نے امی کو صاف الفاظ میں کہا کہ بار بار مہر کو مت بلوائیں۔۔وہ نہیں چاہتیں کہ نانا نانی کے گھر جا کر مہر کوئی الٹی سیدھی پٹیاں پڑھے۔۔"سلیم نے بیچارگی سے کہا تھا

"اس ڈر سے اب ہم مہر سے لاتعلق تو نہیں ہو سکتے نا۔۔۔وہ کچھ بھی کہیں گے تو کیا ہم مان لیں گے۔۔وہ ہٹ دھرمی کر سکتے ہیں تو کیا ہم نہیں کر سکتے" حسبِ معمول وہ چڑ کر بولی۔سلیم نے اس کا چہرہ بغور دیکھا

"مہر کا اپنے ابا کے گھر میں رہنا ہی بہتر ہے نینا۔۔۔"



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول" راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"مہر کا اپنے باپ کے گھر میں رہنا ہی بہتر ہے" سلیم نے اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔ وہ جانتا تھا وہ بھڑک اٹھے گی اور یہی ہوا۔

"اب تم اپنی نئی دکان کھول کر بیٹھ جاؤ۔۔کوئی میری بات نا سمجھنا۔۔سب کو اس کی دادی سے ڈر لگ ہے۔۔کوئی اللہ سے کیوں نہیں ڈر رہا۔۔وہ ننھی سی بچی کیسے رہے گی وہاں۔۔۔کسی کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے۔۔۔پرواہ ہے تو اس بات کی کہ اس کی دادی جھگڑا کریں گی اور ناراض ہو جائیں گی۔۔۔" وہ دانت چبا چبا کر بول رہی تھی۔ سلیم کو بھی دل ہی دل میں تاسف محسوس ہوا لیکن وہ بے بس تھا۔ اس کے امی ابو نے یہی فیصلہ کیا تھا اور خود وہ بھی اسی بات کو مہر کے لئے بہتر سمجھتا تھا

"نینا ایک بات تم بھول رہی ہو۔۔نوشی باجی ان کی بیٹی نہیں تھیں ۔۔لیکن مہر انہی کی اولاد ہے۔۔وہ اسے بہت چاہتے ہیں۔۔میں نے اس کی دادی کو اس کے لئے فکر مند دیکھا ہے۔۔اس کے باپ کو بھی بیوی کی بے شک پرواہ نہیں تھی لیکن بیٹی پر جان چھڑکتا ہے وہ۔۔۔اور پھر ہم کس بنیاد پر ان سے بحث کریں۔۔ہمارے گھر تو خود کوئی نہیں ہے اسے سنبھالنے والا۔۔امی کو گھٹنوں ٹخنوں کے درد نے عاجز کیا ہوا ہے۔۔وہ کیسے سنبھالیں گی ایک چھوٹی بچی کو۔۔۔دادی کے گھر میں مہر زیادہ اچھے طریقے سے رہے گی۔۔اس کی پھپھو ہے۔۔۔وہ بہت محبت کرتی ہے مہر سے۔۔۔" نینا چھلانگ لگا کر اسٹول سے اتری اور اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی

"چلو بس کرو اب۔۔تمہارے پانچ منٹ ختم ہو گئے ہیں اور یہ تقریر بھی کسی اور کو سنانا۔۔نینا متاثر نہیں ہوتی ایسی باتوں سے۔۔۔" وہ باہر نکلنے لگی تھی

"بات تو سنو۔۔رکو تو سہی۔۔" سلیم اسے روک رہا تھا

"نہیں شکریہ۔۔مجھے ڈر ہے میں تمہارے پاس زیادہ دیر رکی تو مجھے بھی اس لاعلاج بیماری کے جراثیم لگ جائیں گے جو تم سب کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر چکے ہیں۔۔۔۔خود غرض ڈرپوک لوگ۔۔۔اونہہ" وہ ناک چڑھا کر ناگواری سے بولی تھی۔ سلیم نے اب کی بار اسے روکنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

"آئی ایم سوری" سمیع نے بناء اس کی جانب دیکھے کہا تھا۔ وہ اس سے لپٹ کر کافی دیر رو چکنے کے بعد اب خود احتسابی کے عجیب سے مرحلے سے گزر رہا تھا۔ شہرین نے اس کے انداز پر زیادہ پسندیدگی ظاہر نہیں کی تھی۔ وہ دونوں اپنے بیڈ پر دراز تھے۔ سمیع چت لیٹا تھا جبکہ شہرین نے اس کی جانب کروٹ لی ہوئی تھی اور دونوں ہتھیلیاں گالوں کے نیچے رکھے وہ ابھی بھی سمیع کے رویے کے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔

"سوری کس خوشی میں بول رہے ہو تم؟" وہ صرف سمیع کے مزاج کو بحال کرنے کے لئے چڑانے والے انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"سوری خوشی میں کب بولا جاتا ہے ۔۔۔شرمندگی میں بولتے ہیں سوری" سمیع نے اس انداز میں لیٹے بناء اس کی جانب دیکھے کہا۔

"اچھا۔تو شرمندہ کیوں ہو رہے ہو تم ۔۔۔" وہ پھر پوچھ رہی تھی

"مجھے رونا نہیں چاہیئے تھا۔میں نے پریشان کر دیا تمہیں ۔۔" وہ ایسے بولا جیسے بولنے کے لئے کچھ بچا نا ہو اور بولے بناء چارہ بھی نا ہو۔شہرین نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا پھر وہ ذرا سا آگے ہوئی اور اس کی بازو کو سیدھا کر کے اس کے سینے پر سر رکھ کر بولی

"پریشان ہوں میرے دشمن ۔۔۔" اس نے اتنا کہا پھر گہری سانس بھری پھر ذرا سا مزید اس کے قریب ہوئی

"کاش میں یہ کہہ سکتی سمیع ۔۔کاش میں یہ کہہ سکتی کہ تمہارا رویہ مجھے پریشان نہیں کر رہا۔۔۔حقیقت یہ ہے کہ میں بہت بے چین ہوں ۔۔۔تم اس طرح بی ہیو کیوں کر رہے ہو؟" وہ واقعی بے چین لہجے میں پوچھ رہی تھی۔سمیع نے اس کی آنکھوں میں دیکھا پھر لمحے بھر میں ہی نظریں چرا کر کہیں اور دیکھنے کی سعی کرنے لگا۔

"کس طرح بی ہیو کر رہا ہوں میں ۔۔۔؟" وہ سوال در سوال کر رہا تھا۔اس کے پاس بولنے کو وضاحت دینے کے لئے کچھ تھا ہی نہیں ۔۔سچ تو یہ تھا کہ اس کی حسیات مفلوج ہوئی جا رہی تھیں۔مسئلہ یہ تھا کہ وہ یہ ساری صورتحال کسی سے ڈسکس بھی نہیں کر پا رہا تھا۔شہرین سے شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد جب اس نے فیصل آباد سے آ کر کراچی رہائش اختیار کی تھی تو جو چند یار دوست تھے ان سے میل ملاقات نا ہونے کے برابر رہ گیا تھا جبکہ خاندان برادری والوں سے وہ خود ہی زیادہ ملتا نہیں تھا کیونکہ اس کی امی نے شہرین کے متعلق کافی الٹی سیدھی باتیں پھیلا رکھی تھیں جن کی وضاحت وہ ہر ایک کو نہیں دے سکتا تھا اور پھر آج سے پہلے کبھی اسے شہرین کے سوا کوئی بھی ہمراز و ہمنوا درکار ہی نہیں رہا تھا۔اب شہرین کی اس خوفناک بیماری، علاج، اور بعد کے لائحہ عمل کو وہ کس سے ڈسکس کرے اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی ۔۔

"سمیع تم میری بات کو کبھی اس طرح نہیں ٹالتے ۔۔۔اور پھر ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ تمہیں مجھ سے نگاہیں چرانی پڑی ہوں ۔۔۔لیکن اب ۔۔۔مجھ سے کیا اور کیوں چھپا رہے ہو سمیع" وہ لجاجت سے بولی۔اس کے ساتھ بھی یہ سب پہلی بار ہو رہا تھا۔ان کا رشتہ تو اس قدر مضبوط رہا تھا کہ وہ جو سوچتی تھی سمیع اس سوچ تک بھی پہلے سے رسائی رکھتا تھا۔

"میں نگاہیں چرا رہا ہوں تم سے ۔۔۔؟ ۔نہیں ۔۔۔بالکل نہیں" سمیع نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنے لہجے کو پائیدار رکھنے کی کوشش کی۔

"سمیع !تمہیں کیا لگتا ہے شہرین کیسی محبت کرتی ہے تم سے ۔۔۔ویسی جیسی کوئی بھی عام عورت اپنے مرد سے کرتی ہو گی ؟" وہ اس سے سوال پوچھ رہی تھی جبکہ سمیع مسکرایا۔وہ جانتا تھا شہرین اب دل ہی دل میں اس کے انداز سے چڑ رہی ہے

"سوال تو یہ ہے کہ کیا شہرین واقعی سمیع سے محبت کرتی ہے؟" وہ محبت بھرے انداز میں اس کو دیکھ کر پوچھ رہا تھا

"یہی تو سمجھانا چاہ رہی ہوں تمہیں کہ شہرین عام سی محبت نہیں کرتی تم سے ۔۔۔میں تو تمہاری ابرو کی جنبش سے تمہارے دل کا حال جان لیتی ہوں ۔۔۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہیں کوئی پریشانی لاحق ہو اور مجھے خبر نا ہو ۔۔۔تم مسلسل کسی سوچ میں گم ہو اور میں سمجھ نا سکوں ۔۔۔ایسا

تو ہو نہیں سکتا نا" وہ اب مزید اس کے قریب ہوئی تھی۔سمیع نے اسے اپنی بازو کے حلقے میں لیا۔اب جھوٹ بولے بناء چارہ بھی نہیں تھا۔وہ سوچنے لگا تھا اسے کیا کہہ کر شہرین کو ٹالنا ہے

"امی آئی تھیں کچھ دن پہلے۔۔۔جب تم ہاسپٹل میں تھی۔۔۔ناراض تھیں مجھ سے۔۔بس ان کی ناراضی سے دل ٹوٹ جاتا ہے میرا۔۔۔وہ سمجھتی ہیں میں نافرمان ہوں جبکہ میں ایسا نہیں ہوں۔۔۔میں تو کبھی ایسا نہیں تھا یار۔۔۔تم جانتی ہو نا میں نافرمان تو نہیں ہوں "اس کا دل اور لہجہ اتنا ٹوٹا ہوا تھا کہ شہرین کا بھی دل دکھ سا گیا۔یہ تو وہ بھی جانتی تھی کہ اس کے ساس سسر اس کی غیر موجودگی میں آئے تھے۔رانی سے اور اماں رضیہ سے بھی یہ خبر اسے مل چکی تھی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس بار ان کی آمد سمیع کے حواس پر اسقدر بھاری پڑے گی

"تم نے بھی اچھا نہیں کیا سمیع" وہ اسی قدر کہہ سکی۔سمیع نے اس کا چہرہ دیکھا پھر گہری سانس بھری۔وہ اس کے جھوٹ سے بہل گئی تھی

"اماں رضیہ بتا رہی تھیں کہ جب وہ آئیں تو انہوں نے تمہیں کال کی تھی لیکن تم نے کال اٹینڈ کی نا ان سے ملنے آئے۔۔۔یہ تو بہت بری بات ہے۔۔وہ اسی لئے ناراض ہو کر گئی ہیں اور کہہ گئی ہیں کہ اب کبھی اس گھر میں قدم نہیں رکھیں گی۔۔۔وہ تو پہلے ہی ناراض رہتی ہیں ہم سے اور تم نے انہیں مزید ناراض کر دیا" وہ اپنی رائے کا اظہار بھی کر رہی تھی اور شوہر کو سمجھا بھی رہی تھی۔سمیع نے سر ہلایا جیسے اس کی بات سے مکمل اتفاق ہو

"میں جانتا ہوں وہ واقعی اب یہاں نہیں آئیں گی۔۔۔ان کی طبیعت میں بہت ضد ہے" سمیع تاسف بھرے لہجے میں بولا تھا۔دل ہی دل میں وہ ماں سے سخت ناراض تھا۔ایک دن پہلے کی گئی کال کی تلخی ابھی تک قائم تھی

"اس کا مطلب تم امی اپنی پر گئے ہو عادات کے معاملے میں۔۔۔" شہرین نے شاید اسے چڑانا چاہا تھا لیکن سمیع نے اس کی تائید کی تھی

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔اور پتا ہے میری دادی بھی یہی کہا کرتی تھیں اور تب امی خوش ہوا کرتی تھیں سن کر۔۔۔جبکہ اب کوئی ایسا کہے تو امی برا مان جاتی ہیں" اپنی امی کے متعلق بات کرتے ہوئے وہ مگن سا نظر آنے لگا تھا

"امی بہت اچھی ہیں دل کی۔۔۔مجھ سے محبت بھی بہت کرتی ہیں لیکن ناراض ہیں۔۔۔شاید کبھی ان کا دل میری طرف سے نرم ہو جائے تو مجھے بھی سکون ہو جائے۔۔۔ابھی تو دل میں اس بات سے بہت بے سکونی رہتی ہے۔۔۔ماں ناراض ہے تو اللہ بھی کہاں راضی ہو گا مجھ سے" وہ کس قدر بجھا ہوا تھا۔شہرین کو دکھ ہوا

"مسئلے کی اصل جڑ تو میں ہوں سمیع۔۔۔کاش میں تمہاری زندگی میں کہیں نا ہوتی۔۔۔کبھی نا ہوتی" وہ خود کو یہ کہے بناء نا رہ سکی تھی۔سمیع نے کچھ نہیں کہا۔وہ خاموش رہا تھا۔اس کے چہرے کی جانب ایک ٹک دیکھتا ہوا سمیع اسے کچھ اجنبی سا لگا۔چند لمحے اس کی جانب خالی نگاہوں سے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے اس کو زور سے اپنے ساتھ لگایا تھا

"سمیع کی زندگی میں تم نا رہی تو سمیع بھی نا رہے گا شہرین ۔۔مر جائیگا" وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔شہرین نے اس کے لہجے پر غور کیا تھا نا الفاظ پر۔اسے بس اچھا لگا تھا کہ سمیع کے انداز میں گرمجوشی تھی۔

☆......☆......☆

"امی آپ کی چھوٹی بیٹی بالکل پاگل ہو چکی ہے" زری نے چائے کا کپ انہیں تھماتے ہوئے اپنی سخت خفگی کا اظہار کیا تھا۔امی کچھ نہیں بولیں بلکہ ان کے چہرے کے تاثرات میں ذرا بھی جنبش نہیں ہوئی تھی۔زری کو ان کا چہرہ پڑھنے میں بہت مہارت حاصل تھی۔اسے اندازہ تھا کہ نینا کے رویے کی بدصورتی نے ان کو اس قدر رنجیدہ خاطر کر دیا ہے۔انہوں نے کھانا بھی بس برائے نام ہی کھایا تھا اور اس بات کا بھی زری کو بڑا قلق تھا۔اس نے بہت محنت سے دو گھنٹے لگا کر قیمہ کریلے بنائے تھے اور کھانے کو ذائقہ دار بنانے کے لئے جتنے لوازمات درکار ہو سکتے تھے اس نے وہ سب استعمال کئے تھے۔کھانا شروع ہونے سے پہلے وہ بہت پر جوش تھی کہ امی بہت خوش ہوں گی اور اس کی تعریف بھی کریں گی لیکن نینا کی ناراضی نے کھانے کا سارا مزا کرکرا کر دیا تھا۔امی نے نصف سے بھی کم روٹی لی تھی اور پھر بھوک نا ہونے کا بہانہ کر کے ہاتھ روک لئے تھے۔فطری طور پر زری کو اس ساری صورتحال میں دکھ سے زیادہ غصہ آ رہا تھا جبکہ دوسری جانب امی نینا کے رویے پر شدید دکھی تھیں

"چھوٹی بیٹی کا تو پتا نہیں لیکن میں ضرور اس کے دکھ میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔یہ لڑکی میری جان لے کر ہی دم لے گی" امی نے بالآخر زبان کھولی تھی۔

"اچھا چھوڑیں آپ۔۔۔اس کی تو عادت بن چکی ہے۔۔پہلے سب کا دل جلانا اور پھر خود گھنٹوں جلتے رہنا۔۔۔پتا نہیں یہ لڑکی کس کے جیسی ہے۔۔۔عجیب عادتیں ہیں اس کی اور یونیورسٹی جانے سے دماغ مزید ساتویں آسمان پر پہنچ گیا ہے" زری ناک چڑھا کر بول رہی تھی۔امی نے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر چند لمحے دیکھتی ہی رہیں۔۔شاید انہیں کچھ یاد آنے لگا تھا

"چھوڑا ہی تو نہیں جاتا۔۔بیٹی ہے میری۔۔کل کو دوسرے گھر بھی جانا ہے۔۔۔یہی عادتیں رہیں تو کون آئے گا بیاہنے اور بالفرض کوئی آ بھی گیا تو اگلے دن ہی واپس چھوڑ جائے گا۔۔حد ہوتی ہے خود سری اور بدتمیزی کی بھی۔۔۔ماں ہوں اس کی۔۔۔سوکن نہیں ہوں اس کی۔۔۔ابھی تو میں تمہارے باپ کو کچھ پتا نہیں چلنے دیتی۔۔پردے ڈالتی رہتی ہوں ان کے سامنے۔۔۔انہیں پتا چلے گا تو کیا گزرے گی ان کے دل پر۔۔۔اور پھر سارا الزام تو ماں کی تربیت پر آ جاتا ہے نا۔۔۔کتنا سمجھایا ہے پیار سے غصے سے کہ تمیز سے بات کیا کرو بیٹی۔۔بیٹیاں اچھی نہیں لگتیں ماں باپ کے سامنے زبان چلاتی ہوئی لیکن مجال ہے کان پر جوں بھی رینگے۔۔۔"

امی کو بھی جیسے بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔وہ بہت دکھی تھیں اور زری دیکھ سکتی تھیں کہ ان کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔زری کا دل بھی بجھ سا گیا۔اس نے سوچا کہ بات بدل دے لیکن پھر یہ سوچ کر چپ رہی کہ اچھا ہے امی تھوڑا بول لیں ورنہ اکیلی بیٹھی سوچ سوچ کر کڑھتی رہیں گی۔

"کبھی کبھی تو ایسی بات پر بحث کرنے لگتی ہے کہ جس میں بحث کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔۔بتاؤ اگر مہر کی دادی یا باپ نہیں چاہتے کہ ہم اس سے ملیں۔۔تو ہم کیسے اس سے مل سکتے ہیں۔۔اس کی دادی نے اتنی بے عزتی کی اس روز تمہاری خالہ کی اور میری۔۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہمیں گھر کے اندر بھی نا بلوائیں اور دروازے سے ہی باہر بھیج دیں۔۔ایسی صورتحال میں کیا یہ اچھا لگتا ہے کہ ہم دوبارہ اس بچی سے ملنے جائیں۔۔ہم سے تو نہیں کروائی جاتیں بے عزتیاں۔۔ہم سے زیادہ تو آپا (سلیم کی امی) کا دل دکھتا ہوگا نا۔۔بیٹی تو چلی گئی لیکن ظالم لوگ بیٹی کی بیٹی سے ملنے بھی نہیں دے رہے لیکن انہوں نے بھی تو صبر کیا ہے نا۔۔سینے پر سل رکھ ہی لی ہے نا حوصلے کی۔۔ان کا کلیجہ نا پھٹتا ہوگا جب اس ننھی بچی کے بارے میں سوچتی ہوں گی لیکن اس ناہنجار نینا کی طرح بے صبری تو نہیں ہو رہیں نا۔اس کے نرالے ہی مطالبے شروع ہو جاتے ہیں۔۔آئے ہائے۔۔کیا کیا دعائیں مانگتا ہے انسان اولاد کے لئے۔۔اس کے روشن نصیبوں کے لئے۔۔اور اولاد یہ دن دکھاتی ہے ماں باپ کو۔" امی نے تاسف سے بھری لمبی گہری سانس بھری تھی۔آنسو بھی ٹپکنے کے ہی قریب تھے لیکن حوصلہ کر رہی تھیں اور انہیں روکنے کے جتن بھی کر رہی تھیں۔زری نے مناسب سمجھا کی بات ہی بدل دے

"مہر کی دادی تو چلو پہلے بھی ایسی ہی تھیں یہ اس کے ابا کو یکدم کیا ہوا۔۔بھلا بتاؤ نانی کے گھر جانے سے بھی روک دیا اور یہ حکم بھی صادر کر دیا کہ کوئی نانی کے گھر سے ملنے بھی نا آئے۔۔اب اسقدر بھی پتھر دل نہیں ہونا چاہیئے انسان کو۔۔پہلے تو ایسے نہیں تھے آصف بھائی۔۔یہ سعودیہ جا کر ہی کچھ ہوا ہے ان کو" وہ بات کو گھما کر مہر کے خاندان کی طرف لے گئی تھی

"ارے پہلے بھی ایسا ہی تھا بس نوشی ہمیں بتایا نہیں کرتی تھی۔۔بڑا ہی بد بخت نکلا یہ آصف تو۔۔سنا ہے آصف نے دوسری شادی کر لی ہوئی ہے وہاں۔۔سال ڈیڑھ سال پہلے کی تھی جب پاکستان سے چھٹی گزار کر گیا تھا۔نوشی کو اتنی امید تھی کہ اب کی بار بیٹا ہوگا تو اس کے حالات سسرال میں بدل جائیں گے لیکن شوہر نے ہی ناک میں دم کر دیا ہوا تھا۔۔چھ مہینے سے نا کبھی بیچاری کو فون کرتا تھا نا ہی ایک دھیلا بھیجا تھا۔۔ہم سے تو ہمیشہ چھپاتی ہی رہی ہے۔۔یہ شادی والی بات بھی پتا تھی اسے لیکن یہاں کسی سے ذکر نہیں کیا تھا اس نے بس اسی غم میں گھلتی جا رہی تھی۔۔" امی نے ناک چڑھا کر کہا پھر اپنی چائے کے ٹھنڈے ہوتے ہوئے کپ سے سپ بھرا تھا۔

"دوسری شادی۔۔اور نوشی باجی نے تو کبھی ہوا بھی نا لگنے دی۔۔آصف بھائی کی تو اتنی تعریفیں کیا کرتی تھیں وہ"

زری کو یہ بات سن کر بڑا دھچکا لگا۔ان سب کے لئے نوشی کے سسرال میں آصف ہی سب سے زیادہ قابل بھروسہ آدمی تھا جس کی وہ سب دل سے عزت کرتے تھے کیونکہ نوشی باجی ہمیشہ ہی شوہر کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا کرتی تھیں

"بس یہ مرد ذات ہوتی ہی ایسی ہے۔۔اور عورت بس پردے ڈال کر دنیا کے سامنے اسے فرشتہ بنائے رکھتی ہے۔۔اگر عورت میں یہ خوبی نا ہو تو دنیا میں مرد کی عزت کرنے والا شاید کوئی بھی نا بچے"

امی نے اپنے چائے کا مگ اٹھا کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ان کے چہرے پر سوچوں کا جال تھا۔زری نے شکر کیا کہ گفتگو کا موضوع بدل رہا تھا۔پہلے وہ اپنی اولاد کی خامیاں بیان کر رہی تھیں تو کڑھ رہی تھیں اور اب کسی اور کی اولاد کی خامیوں کی بات شروع ہوئی تھی تو دکھ

سے زیادہ ناگواری لہجے میں درآئی تھی۔

" دنیا میں عورت کے لئے تو بس یہی جھمیلے ہیں۔۔۔اپنا آپ گل جاتا ہے مگر اولاد راضی ہوتی ہے نا شوہر۔۔۔شوہر کی پردہ داری کر کے فرصت ملتی ہے تو اولاد منہ کو آنے لگتی ہے۔۔۔بھلا بتاؤ اگر وہ اپنی پوتی کو نہیں بھیجنا چاہتے تو اس میں میرا کیا قصور تو جو تمہاری ہمشیرہ صاحبہ مجھ سے بدتمیزی پر اتر آئیں۔۔۔بے تکی سی بات کرنے لگتی ہے کبھی کبھی تو۔۔ایسی بھی کیا محبت جاگ پڑی اس کے دل میں اب مہر کے لئے۔۔۔" امی اب خود کلامی کے سے انداز میں بات کر رہی تھیں" زری نے ان کا چہرہ دیکھا۔وہ کس قدر بجھی ہوئی لگتی تھیں

" آپ دل پر نالیں امی۔۔آپ کو تو پتا ہے اس کی طبیعت کا۔۔پاگل ہے بالکل۔۔۔کہتی ہے مہر کو گود لے لوں گی اور خود پالوں گی "اس نے انہیں تسلی دینے کے ساتھ مزید گوہر افشانی کی تھی۔امی نے اس کی جانب دیکھا پھر ناگواری سے سر ہلایا

" الٹی رمز ہے اس لڑکی کی۔۔۔کب کس کی محبت اس کے دل میں جاگ جائے۔۔پتا نہیں چلتا۔۔اور ماں کو تو پانی کا گلاس نہیں پلایا ہوگا کبھی اٹھ کر۔۔۔اس پرائی بچی کو گود لینے کے منصوبے بنا رہی ہے۔۔۔" بہت محبت جاگ گئی ہے اس (مہر) کے لئے تو اور ماں باپ کو عزت سے مخاطب کرتے ہوئے بھی جان جاتی ہے۔۔۔ایسا بھی کیا نظر آگیا اب مہر میں اسے" امی کو بہت غصہ آگیا تھا۔زری نے ان کی شکل دیکھی پھر جھجکتے ہوئے بولی

" وہ کہتی ہے اسے مہر میں کو نین کاشف نثار کی جھلک نظر آتی ہے" امی نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر دیکھتی رہ گئیں

☆......☆......☆

پچاس ہزار۔۔۔اس عام سے کرتا شلوار کے" کاشف کا منہ کھل سا گیا تھا۔رخشی نے ناک چڑھا کر اسے دیکھا

" ابھی بھی پچاس ہزار میں نے بحث کر کے دئیے ہیں۔۔میری پرانی یاری ہے اس سے ورنہ جتنا اس کا نام ہے نا۔۔لاکھوں میں بکتے ہیں اس کے کپڑے۔۔۔ڈیزائنر ویئر کوئی عام بات تھوڑی ہے چن (چاند) میرے۔۔۔لیکن تمہارا پہلا تجربہ ہے نا اس لئے تمہیں مہنگا لگ رہا ہے" وہ جتاتے ہوئے انداز میں بولی تھی۔کاشف نے اسے گھور کر دیکھا

" ایسی بات بھی نہیں ہے اب۔۔۔کپڑا تو میں نے شروع سے ہی عمدہ اور نفیس پہنا ہے۔۔۔اور یہ جو پچاس ہزار کا بوسیدہ سا کرتا شلوار تم نے مجھے دلوایا ہے نا۔۔اس سے کہیں بہتر میرا درزی سی کر دیتا ہے۔۔۔دبئی سے کپڑا لا کر دیتا ہوں اسے اور جب وہ سلائی کر کے واپس بھجواتا ہے تو اس کرتے شلوار سے کہیں زیادہ گریس نکلتی ہے کپڑے کی۔۔۔جس محفل میں چلا جاؤں لوگ بار بار تعریف کرتے ہیں"

وہ ناک چڑھا کر بولا تھا۔رخشی نے اس کی بات پر سر ہلا کر گویا تائید کی

" اوہ بادشاہو۔۔۔تہاڈی کیہڑی گل اے۔۔۔تم تو اچھرے سے ملنے والا بیس روپے میٹر والا کپڑا کا شلوار کرتا بھی پہن لو تو کپڑے کی قیمت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔۔یہ اس درزی کی نہیں تمہاری شخصیت کا چارم ہے میری جان" وہ مکھن لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔کاشف کی جھوٹی انا کو ایسی باتوں سے بڑی تسکین ملتی تھی۔ابھی بھی اس کا سینہ فخر سے پھولا تھا

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ، مجھے میری مرضی کا لباس پہننے دیا کرو لیکن تم مجھے اس ڈیزائنر کے پاس لے آئیں۔۔چلو پیسے کی تو خیر ہے لیکن مجھے یہ کرتا شلوار پسند ہی نہیں آیا" وہ صاف گوئی سے بولا تھا

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن یہ اس انڈسٹری کا تقاضا ہے۔۔۔اور تم یہ باتیں جتنی جلدی سیکھ لو اتنا اچھا ہے۔۔۔جمعرات کو ایوارڈ شو ہے۔۔۔وہاں پر میڈیا کی زبردست کوریج ہوگی۔۔۔حبیب کا ارادہ ہے کہ تمہیں وہیں ہیرو کے طور پر متعارف کروایا جائے۔۔۔تمہاری تصویریں آئیں گی سب بڑے اخباروں میں۔۔۔فیشن میگزین میں۔۔اس لئے کسی نامی گرامی ڈیزائنر کا جوڑا اشد ضروری تھا میری جان۔۔۔"

کاشف نے سر ہلایا۔اسے یقین تھا رخشی صحیح کہہ رہی ہے۔وہ اس کے مشوروں پر آنکھوں بند کر کے عمل کرتا تھا۔وہ اس کی دستِ راست تھی، اس کی خیر خواہ تھی۔اسے فلم انڈسٹری کا تجربہ تو تھا نہیں اس لئے رخشی جو کہتی تھی اسے وہی ٹھیک لگتا تھا۔وہ ہر روز حبیب رضوی کے آفس آتا تھا جہاں اسے کاسٹنگ اور کہانی سے متعلقہ لوگوں سے ملوایا جاتا تھا۔وہ ہر روز بڑکیں مارتے ہیرو اور فصلیں خراب کرتی مٹکتی لچکتی ہیروئن کی کہانی سنتا تھا، بڑی توندوں اور بڑے مخروں والے اداکاروں کے تھکے ہوئے آڈیشن دیکھتا تھا پھر اس کے بعد مہنگے ہوٹلوں سے کھانا آرڈر کروایا جاتا۔شراب پانی کی طرح پی جاتی۔

ہر تیسرے چوتھے روز ایک الہڑ مٹیار چیختے ہوئے رنگوں والا لباس پہن کر آڈیشن کے نام پر کانوں سے دھواں نکالتا ہوا رقص پیش کرتی اور جاتے جاتے ایک خطیر رقم خیر سگالی کے طور پر لے کر رخصت ہو جاتی۔معاملہ آگے بھی بڑھ سکتا تھا لیکن چونکہ رخشی بھی ہمراہ ہوتی تھی تو بات رقص وسرود تک ہی رہتی۔ہر روز حبیب رضوی کے اسٹوڈیو میں بیٹھ کر سید اسحاق گل کے ہتک آمیز رویے کو بار بار دوہرایا جاتا۔اس سے بدلہ لینے اور اسے نیچا دکھانے کی نئی حکمت عملی تیار کی جاتی۔کاشف کافی مصروف ہو گیا تھا۔گھر سے تیار ہو کر شوروم جانے کے لئے نکلتا اور پھر رخشی کے گھر جا کر بیٹھا رہتا یا پھر سیلف گرومنگ کے لئے شاپنگ یا سیلون کے چکر شروع ہو جاتے۔

☆......☆......☆

"صوفیہ تم تو آتی ہی نہیں ہو کبھی ہمارے یہاں۔۔۔ہاں بھئی بڑے آدمی کی بیوی جو ہوئی۔۔۔" صوفیہ کی کزن نے مسکراتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔وہ اس سے ملنے کے لئے آئی تھیں۔صوفیہ اپنے بھاری بھرکم وجود کی جانب دیکھتے ہوئے آہ بھرنے والے انداز میں مسکرائی اور ابھی کچھ کہہ بھی نہیں پائی تھی کہ بی بی جان بولیں

"ارے بیٹی یہ کیا بات کی تم نے۔۔۔ہمیں ایسا کوئی احساسِ کمتری نہیں ہے۔۔۔اللہ نے تو سب انسان برابر بنائے ہیں۔۔۔یہ چھوٹے بڑے کی تخصیص تو انسانوں کی پیدا کی ہوئی ہے" انہیں ایسی باتیں بڑی ناگوار گزرتی تھیں۔صوفیہ کی کزن کو اس بات کا یکدم ہی احساس ہوا کہ شاید بی بی جان کو اچھا نہیں لگا اس لئے مسکرا کر وضاحت دینے والے انداز میں بولیں

"بی بی جان بالکل ٹھیک کہا آپ نے لیکن آپ خود بتائیں کتنے کتنے دن گزر جاتے ہیں صوفیہ ہماری طرف آتی ہی نہیں۔۔۔میری ساس اکثر پوچھتی ہیں کہ نگینہ تمہاری کزن تو آتی ہی نہیں اور تم ہر دو مہینے بعد اس کے یہاں جانے کی رٹ لگا دیتی ہو۔۔۔میرا بھی دل چاہتا

ہے نا کہ آپ لوگوں ہمارے یہاں آئیں"

"ضرور آئیں گے بیٹی ۔۔کیوں نہیں آئیں گی ۔۔۔تم ناراض مت ہو ۔۔دراصل میں ہی صوفیہ کو زیادہ باہر آنے جانے سے روکتی ہوں ۔۔۔اب تو چند ہی ہفتے باقی ہیں ذرا اللہ خیر خیریت سے فراغت دے دے پھر انشاء اللہ آئیں گے ہم ۔۔۔تم بہن جی کو بھی میرا اسلام اور پیغام دینا" بی بی جان سبھاؤ سے بولیں تھیں ۔صوفیہ کی کزن نے سر ہلایا

"اور ہاں دوبارہ یہ چھوٹے بڑے والی بات نا کرنا بیٹی ۔۔۔ہم سب ایک خاندان کا حصہ ہیں ۔۔۔ایک برابر ۔۔۔کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہے"

بی بی جان کچھ معاملات میں زیادہ ہی زود و رنج ہو جاتی تھیں ۔صوفیہ نے کچھ کہہ کر بات سنبھالنی چاہی لیکن اس کی کزن پھر ہنس دیں اور بولیں

"آپ تو برا مان گئیں بی بی جان ۔۔دراصل میرے کہنے کا مطلب ہے کہ اب تو سنا ہے کہ کاشف بھائی فلم میں ہیرو وغیرہ آئیں گے نا ۔۔مشہور ہو جائیں گے ۔۔اس لئے میں نے تو مذاق میں کہہ دیا تھا" بی بی جان اور صوفیہ نے چونک کر ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا

"کیا بنا رہے ہیں کاشف ۔۔۔؟"صوفیہ کو لگا اسے سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہے ۔بی بی جان بھی کچھ نا سمجھی کے سے عالم میں سر پر رکھے ڈوپٹے کی فال درست کرتے ہوئے صوفیہ کی کزن کا چہرہ دیکھ رہی تھیں

"فلم ۔۔۔دراصل اخبار اور میگزین میں تصویریں دیکھی تھی میں نے ۔۔" وہ اتنا ہی بولی تھیں کہ صوفیہ نے بات کاٹ دی

"وہ تو چیمبر کامرس کی کوئی میٹنگ ہوگی باجی ۔۔۔کبھی کبھی اس کی تصویر آجاتی ہے اخبار میں ۔۔"

"ہاں ۔۔شاید ۔لیکن ۔۔۔شام کے اخبار میں تھی تصویر شوبزنس والے صفحے پر ۔لکھا تھا کاشف نثار ۔۔۔نیا خوبرو ہیرو ۔۔۔" وہ بیچاری کچھ تذبذب کا شکار ہو گئی تھیں ۔حقیقت تو یہ ہے وہ خود بھی سُن گُن لینے آئی تھیں ۔صوفیہ کے خاندان میں اداکاری وغیرہ کو کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ایسی باتیں معیوب سمجھی جاتی تھیں اور پھر فلم جس قدر زبوں حالی کا شکار تھی ،وہاں جس قسم کے لوگوں کا راج تھا یہ کسی سے بھی ڈھکا چھپا نہیں تھا۔کاشف کے فلم انڈسٹری کے لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہی صوفیہ کے بھائیوں کو بھی پسند نہیں تھے لیکن چونکہ بہن کے سسرال اور شوہر کا معاملہ تھا اس لئے کسی نے کھل کر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا اور پھر صوفیہ خاندان سے باہر بیاہی جانیوالی پہلی لڑکی تھی ۔کاشف خاندان کے سب دامادوں سے زیادہ امیر ،زیادہ تعلقات والا آدمی تھا۔سب اسے سیٹھ آدمی سمجھتے تھے اور اس کے معاملات میں زیادہ بولنے سے کتراتے تھے۔

"آپ لوگوں کو شاید پتا ہی نہیں ہے ۔۔۔میں نے بھی اخبار میں دیکھا تھا ۔۔لیکن بات نہیں کی کسی سے ۔۔۔مجھے تو خود بہت حیرت ہوئی تھی کہ کاشف بھائی کس قسم کے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے لگے ہیں ۔۔۔شریف آدمی کا کیا کام فلم انڈسٹری میں ۔۔۔" وہ اتنا ہی بولی تھیں کہ صوفیہ نے ناگواری سے ان کی بات کاٹ دی

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے باجی۔۔۔کاشف ایسے الٹے سیدھے چکروں میں نہیں پڑتے۔۔۔" صوفیہ قطعیت بھرے انداز میں بولی تھی۔اس کی کزن چپ کی چپ رہ گئیں جبکہ بی بی جان کے پاس بھی کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا لیکن وہ بہو کی طرح بات کو جھٹلا بھی نہیں سکتی تھیں کیونکہ اپنے بیٹے کی حرکتیں ان سے چھپی ہی تو تھی نہیں۔۔۔اس کے رخشی اور اسی جیسے لوگوں کے ساتھ تعلقات انہیں پہلے ہی بہت بری طرح کھٹکتے تھے اور اب یہ نئی خبر سامنے آگئی تھی۔

☆......☆......☆

"تم صبح صبح کیسے آگئی۔۔۔تمہارے بارے میں تو سنا تھا کہ یونیورسٹی میں پڑھتی وڑتی ہو۔۔۔یہاں کیسے آگئیں اس وقت۔۔" مہر کی دادی نے اس کو دیکھ کر کہا تھا۔ان کے انداز میں ناگواری نہیں تجسس تھا، نینا نے بمشکل خود کو سخت الفاظ کے استعمال سے روکا تھا

"جی خالہ یونیورسٹی کی جاؤں گی یہاں سے۔۔۔مہر کو دیکھنے آئی تھی میں۔۔" اس نے مدعا بیان کیا۔وہ واقعی اپنے مخصوص پنک پولکا ڈاٹس والی قمیض اور سفید ٹراؤزرز اور ڈوپٹہ میں ملبوس تھی اور اسے یہاں سے یونیورسٹی ہی جانا تھا۔اس نے راستے سے مہر کے لئے جوس اور چاکلیٹس خریدی تھیں۔وہ شاپر بھی اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔اس نے جان بوجھ کر سلیم کی دوکان سے کچھ بھی نہیں لیا تھا جو اس کی سخت ناراضی کا اظہار تھا۔

"مہر کو دیکھنے آئی تھی۔۔۔؟" اس کی دادی نے دوہرایا

"وہ بیمار ہے کیا۔۔؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔نینا نے ان کے انداز پر دل ہی دل میں سیخ پا ہوئی تھی

"بیمار تو میں ہوں خالہ۔۔۔ڈاکٹر نے بولا ہے صبح صبح کسی پرنور چہرے والی عورت سے دو چار جلی کٹی سن لوں تو افاقہ ہوگا۔۔اس لئے آپ کے یہاں چلی آئی۔۔جلی کٹی سنانے والی تو بہت ہیں میرے احباب میں۔۔۔لیکن آپ سے زیادہ پرنور چہرے والی تو دور دور تک کوئی اور نہیں۔۔۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی اور پھر انہی کے ساتھ تخت پر اطمینان سے بیٹھ گئی۔انہوں نے سابقہ انداز میں اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔انہیں اس لڑکی کی باتیں پہلے بھی زیادہ سمجھ نہیں آیا کرتی تھیں

"مہر کہاں ہے؟" انہیں اسی طرح شش و پنج میں چھوڑ کر وہ دوسرا سوال کر رہی تھی۔خالہ نے طنزیہ سی گہری سانس بھری

"دیکھو بیٹی۔تم اب گھر چل کر آئی ہو تو میں کچھ نہیں کہوں گی۔۔مل لو مہر سے۔۔لیکن روز روز یہ گولیاں ٹافیاں اٹھا کر یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔بچی کو ورغلانے کی کوشش مت کرو تم لوگ" وہ دو ٹوک انداز میں بولی تھیں۔نینا نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا۔اس کی امی نے اس انداز میں کچھ کہا ہوتا تو وہ بدتمیزی کی انتہاء کر دیتی لیکن اب وہ ذرا مدھم لہجے میں بولی تھی

"خالہ وہ ہماری بہن کی بیٹی ہے۔۔۔ہمیں اس میں اپنی مری ہوئی بہن کی جھلک نظر آتی ہے۔۔۔اتنا ظلم بھی نا کریں آپ۔۔۔ہم کسی بات پر اعتراض تو نہیں کر رہے لیکن آپ اسے ہم سے ملنے سے روک کیوں رہی ہیں۔۔۔میری ناقص سمجھ میں تو یہ بات آ ہی نہیں رہی" وہ واقعی اس بات پر حیران تھی کہ مہر سے اتنی محبت تو اس کے باپ یا دادی نے پہلے کبھی نہیں ظاہر کی تھی

"اب تم میرے منہ سے ہی سننا چاہتی ہو تو سن لو کہ مہر کے باپ کو تم لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں ہے۔۔۔وہ نوشین کے غم سے نڈھال ہے۔۔۔بہت جلد بچی کو اپنے ساتھ سعودیہ لے جانا چاہتا ہے۔۔۔وہ نہیں چاہتا کہ بچی کو کسی خالہ نانی سے زیادہ انسیت ہو اور وہ وہاں جا کر اس کو پریشان کرے یا ساتھ جانے سے ہی انکار کر دے۔۔۔ہم نہیں چاہتے کہ وہ کسی ذہنی کشمکش سے گزرے۔۔پہلے ہی بچی نے ماں کا تازہ تازہ غم جھیلا ہے۔۔۔وہ بہت مشکل دور سے گزر رہی ہے۔۔تم لوگوں کا کیا بھروسہ۔۔اس کے دل میں باپ کے لئے کیسی کیسی غلط باتیں بھر دو۔۔اسے کہہ دو کہ اس کی دادی اس کی دشمن ہے۔۔یا اس کا باپ اس سے محبت نہیں کرتا اور اسے اس کے باپ کے ظلم و ستم کی داستانیں سنا سنا کر اسے باپ سے ہی متنفر کر دو۔۔تم لوگوں کا تو کچھ نہیں جائیگا لیکن ہماری بچی تو نکل جائیگی نا ہمارے ہاتھ سے" وہ اپنا موقف بیان کر رہی تھیں۔نینا کو سخت برا لگا

"آپ عجیب منطق بیان کر رہی ہیں۔۔۔ہم کیوں کریں گے ایسی کوئی کوشش۔۔۔ہم لوگ ایسے جاہل بھی نہیں ہیں۔۔۔ہاں ٹھیک ہے۔۔ہو گئی تھی غلطی۔۔کر دی تھی نوشی باجی کی شادی آپ لوگوں میں۔۔لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ آپ ہمیں بالکل ہی کم عقل سمجھ لیں اور پھر مہر پانچ سال کی ایک چھوٹی سی بچی ہے۔۔اس وقت اسے ہم سب کی ضرورت ہے تاکہ اسے جذباتی سہارا مل سکے۔۔۔ہم سب صرف اتنا چاہتے ہیں۔۔۔یہ جتنی خاندانی سیاست کی باتیں آپ نے بیان کر دی ہیں۔۔۔یہاں تک تو ہماری سوچ بھی نہیں گئی ابھی تک" وہ چڑ چڑ کر بول رہی تھی۔خالہ نے بغور اس کو دیکھا۔وہ بھی ڈھیٹ ہی لگتی تھی۔اتنی واضح باتیں سن کر بھی ویسے ہی بیٹھی تھی

"میں صبح صبح بحث میں نہیں پڑھنا چاہتی۔۔۔شوگر کی دوائی کھا کر ابھی تو ناشتہ نہیں کیا میں نے اور تم نے یہ باتیں شروع کر دیں۔۔میرا تو دل گھبرانے لگا ہے۔۔۔اب تم گھر چل کر آئی ہو تو مل لو مہر سے۔۔بھیجتی ہوں میں اسے۔۔لیکن دس منٹ سے زیادہ نہیں ہیں اس کے پاس۔۔۔اسے سکول کے لئے نکلنا ہے۔۔خیر سے اپنی پھپھو کے ساتھ ہی جاتی ہے۔۔مہنگے انگلش میڈیم اسکول میں داخل کروایا ہوا ہے اسے۔۔میری بیٹی بھی وہیں پڑھاتی ہے۔۔۔دونوں ایک ساتھ ہی جاتی ہیں اور واپس آتی ہیں۔۔بھیجتی ہوں میں اسے۔۔" وہ تخت سے اتری تھیں اور پھر بولتے بولتے دائیں طرف بنے کمرے کی جانب چل دی تھیں۔نینا کو سخت سبکی کا احساس ہوا اور ساتھ ہی یہ احساس بھی ہوا کہ اس کی امی اور خالہ اگر یہاں آنے سے کترا رہی تھیں تو ان کا رویہ جائز ہی تھا۔نوشی باجی کی ساس واقعی پہلے سے زیادہ بے مروت ہو چکی تھیں۔وہ وہیں بیٹھ کر مہر کا انتظار کرنے لگی لیکن اس کا دل بجھ سا گیا تھا۔وہ تو سوچ کر آئی تھی کہ مہر کی دادی کو رضامند کر لے گی کہ چند دن اسے ان کے گھر رہنے کے لئے بھیج دے لیکن یہاں تو معاملہ بالکل ہی بگڑا ہوا تھا وہ تو اس کے ان سے ملنے تک پر بھی معترض تھیں۔

"منیبہ جلدی آجاؤ۔۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔" وہ وہیں بیٹھی تھی کہ کسی کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔یہ پپو کی آواز تھی اور وہ اسے پہچانتی تھی۔ایک لمحے بعد وہ اسی کے تخت پر آ بیٹھا تھا اور اپنے جوتے پاؤں میں اڑستے ہوئے ان کے تسمے باندھنے لگا تھا۔اس نے اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔اس لئے نینا بھی خاموشی سے بیٹھی مہر کا انتظار کرتی رہی۔

"او بہن جی آجاؤ۔۔۔مجھے دیر ہو رہی ہے" تسمے باندھ کر وہ سیدھا ہوتے ہوئے پھر چلایا تھا۔اسی اثناء میں مہر اور اس کی پھپھو چلی

آئی تھیں۔

"نینا خالہ۔۔" مہر اسے دیکھتے ہی دوڑ کر اس کے پاس آئی تھی اور اس سے لپٹ گئی تھی

"مہر دیر ہو رہی ہے۔۔ چلو" اس کی پھپھو نے خشمگین نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے مہر کو کہا تھا۔ آواز میں تلخی تھی جسے سن کر مہر کو بھی جیسے یاد آگیا کہ اسے کیا تاکید کی گئی تھی۔ وہ ذرا سنبھل کر نینا سے الگ ہو گئی اور اپنا ہاتھ بھی اس کے ہاتھ سے چھڑوا لیا۔ نینا کا دل جیسے بالکل ٹوٹ کر رہ گیا۔ مہر اس سے اور زری سے بہت قریب رہی تھی بالخصوص زری سے بہت اٹیچڈ تھی وہ۔۔ جب بھی نانی کے گھر آتی تو کئی کئی گھنٹے زری کے پاس بیٹھی باتیں بگھارتی رہتی تھی۔ زری بھی اس کے بالوں کی پونیاں بناتی، مہندی سے اس کی ننھی ہتھیلیوں پر پھول بوٹے بناتی رہتی۔ مہر کے ددھیال والے اس کے ننھے ذہن میں نجانے کون کون سی باتیں بھر رہے تھے

"اللہ اکبر۔۔ یہ تم اسکول جا رہی ہو یا حلوائی کی دوکان پر شوکیس میں بیٹھنے جا رہی ہو" پپو اپنی بہن کو دیکھ کر بولا تھا۔ اس نے کافی شوخ رنگ کی لپ اسٹک لگا رکھی تھی۔

"تم تو چپ کرو۔۔ ہر وقت نا بولتے رہا کرو۔۔" وہ چڑ کر بولی تھی

"اوئے میں تو چپ ہی تھا۔ تم نے ہی مجھے مجبور کیا ہے یہ راگ درباری شروع کرنے کے لئے۔۔ بھلا بتاؤ صبح صبح ایسے تیار ہو کر جا رہی ہیں جیسے اسکول نہیں بلکہ کسی کے نکاح کی تقریب اٹینڈ کرنے شادی ہال میں جا رہی ہوں۔۔ جاؤ منہ دھو کر آؤ" وہ ناگواری سے بولا تھا۔ نینا کے سامنے شمع اتنی توہین پر سخت برا مان کر پاؤں پٹختے ہوئے صحن سے واپس کمرے کی جانب چلی گئی تھی، نینا اور مہر دونوں نے ہی اسے کمرے تک جاتے ہوئے دیکھا

"چلیں بی بی اب منہ اٹھا کر اُدھر ہی نا دیکھتی رہیں۔۔ اتنے وقت کو غنیمت جانیں اور کر لیں اپنی بھانجی سے دو باتیں۔۔ ورنہ ابھی وہ تھانیدارنی آجائے گی" وہ نینا کو دیکھ کر بولا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا وہ بھی اسی سمت چلا گیا تھا جس سمت اس کی بہن گئی تھی۔ نینا نے مہر کو اپنی بازو کے حصار میں لیا اور تخت پر آبیٹھی۔ مہر کا انداز سہما ہوا تھا اور یہی بات نینا کے دل کو مزید بے چین کرتی جاتی تھی۔ وہ اسے چاکلیٹ دے کر بہلانے کی کوشش کرنے لگی

☆......☆......☆

"فلم فلم کی کیا رٹ لگائی ہوئی ہے آپ لوگوں نے۔۔ کیا ہو گیا۔ اب ایسی بھی کوئی بری چیز نہیں ہے۔۔" کاشف نے بی بی جان کے استفسار پر سخت لہجے میں کہا تھا۔ بی بی جان کو سخت برا لگا۔

"ایسی ویسی کی خوب کہی تم نے۔۔۔ یہ ناچ گانا۔ الٹی سیدھی باتیں۔۔ یہ ہمارے خاندان میں دور دور تک کسی نے نا کی ہوں گی۔ تم نے سوچا بھی کیسے کہ میری اجازت کے بغیر تم ایسا کوئی کام کر سکتے ہو" بی بی جان پھنکار کر بولی تھیں۔ صوفیہ بھی وہیں موجود تھی۔ اس کی ابھی تک کاشف سے علیحدگی میں اس موضوع پر بات نہیں ہوئی تھی لیکن ایک بات حتمی تھی اسے اب دنیا میں کاشف کے سوا سب ہی غلط لگتے تھے۔

اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ بی بی جان کاشف سے سخت لہجے میں بات کیوں کر رہی ہیں۔

"بی بی جان آپ کے خاندان میں کوئی ایک بھی تو کاشف نثار جیسا نہیں گزرا۔۔مجھ جیسی خوبرو شخصیت، پہننے اوڑھنے ملنے برتنے کا طریقہ کسی میں تھا بھی تو نہیں۔۔۔مجھ میں پوٹینشل ہے بی بی جان۔۔۔مجھ میں کچھ تو ایسا ہے نا کہ مجھے ہیرو بننے کی پیشکش ہوئی ہے۔۔آپ یہ بات کیوں نہیں سمجھتیں۔۔۔اور اب وہ پرانا دقیانوسی دور گزر چکا جب اداکاراؤں کو بھانڈ میراثی کہا جاتا تھا۔۔۔اب تو اداکاری ایک باقاعدہ قابل عزت پروفیشن بن چکا ہے۔۔۔اس میں پیسہ بھی ہے اور شہرت بھی۔۔۔آپ یقین کریں یہ ایسی ویسی فارمولا فلم نہیں ہے جس کی وجہ سے ہمارے خاندان کی عزت پر کوئی حرف آئے۔۔آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں آپ کا بیٹا ہو کر کوئی الٹے سیدھے کام میں پڑ سکتا ہوں ۔۔۔میں نے خود اس فلم کی کہانی سنی ہے۔۔اسکرپٹ اپنے سامنے بیٹھ کر لکھوایا ہے۔۔یہ ایک بہت اچھے گھریلو موضوع پر بنائی جانے والی فلم ہو گی جس میں اہم سوشل ایشو کو زیرِ بحث لایا جائیگا۔۔۔اپ ذرا نرمی کی نظر ڈالیں مجھ غریب پر۔۔۔ناراض مت ہوں" اپنی بات کے اختتام پر وہ خوش آمد کرنے والے انداز میں بولا تھا۔ماں کی ناراضی بہر حال اسے خائف کر دیتی تھی۔بی بی جان نے چڑ کر اسے دیکھا۔یہ ان کی اکلوتی اولاد ہمیشہ ان کے لئے مسائل کا انبار ہی اکٹھا کرتی رہی تھی

"تم کچھ بھی کہو بیٹے۔۔۔الفاظ کو جس طرح مرضی توڑ مروڑ کر میرے سامنے پیش کر دو۔۔۔میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ یہ فلم ڈرامے میرے خاندان کا مقام نہیں ہیں۔۔۔ہمیں ایسی چیزیں راس نہیں آسکتیں۔۔۔جو چیز میری نظر میں قابل عزت نہیں ہے میں تمہیں اسے اپنانے کی اجازت کیسے دے سکتی ہوں۔۔تم جسے اداکار یا ہیرو کہہ رہے ہو نا میرے لئے وہ بھانڈ میراثی ہی ہیں۔میری نظر میں ان کا درجہ کبھی نہیں بڑھ سکتا۔۔کیونکہ جو غلط ہے وہ غلط ہی رہے گا۔۔اور میری یہ بات یاد رکھنا تم۔۔۔خنزیر کو تکبیر پڑھ کر چیر پھاڑ لینے سے بھی وہ مسلمان کے لئے حلال نہیں ہو جاتا" وہ حتمی لہجے میں بولی تھیں اور پھر چونکہ بیٹے کی ضدی ہٹ دھرم طبیعت سے واقف تھیں اس لئے انہوں نے وہاں بیٹھ کر اپنا وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔وہ اٹھ کر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی جانب چل دی تھیں۔کاشف نے صوفیہ کا چہرہ دیکھا۔وہاں بے یقینی تھی۔وہ آگے بڑھا اور بیوی کے پاس آ بیٹھا۔اس کے وجود سے بہترین پرفیوم کی مہک اٹھ رہی تھی،اس کے بدن پر بیش قیمت دیدہ زیب لباس تھا۔اس نے نہایت قیمتی گھڑی پہن رکھی تھی۔اس کے بال اور چہرہ کسی بھی عام آدمی سے زیادہ خاص تھا

"کیا تمہیں بھی یہی لگتا ہے صوفیہ۔کیا تمہیں بھی یہی لگتا ہے صوفیہ کی میں کچھ غلط کر رہا ہوں۔تمہیں تو اپنے کاشف پر بھروسہ ہونا چاہیئے۔تم تو میرا ساتھ دو۔۔تم تو میری طاقت ہو۔ایسی نگاہوں سے دیکھ کر تم تو مجھے یوں بے حوصلہ مت کرو" کاشف نے اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگاتے ہوئے ٹوٹے ہوئے لہجے میں التجا کی تھی۔صوفیہ کا دل جیسے کسی نے ہاتھوں میں لے کر لیموں کی طرح نچوڑ ڈالا۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھے

"آپ کی صوفیہ کو آپ پر مکمل اعتماد ہے کاشف۔۔میں زندگی کے ہر مقام پر آپ کے ساتھ کھڑی رہوں گی۔آپ جو کرنا چاہتے ہیں سر اٹھا کر کریں۔۔۔اللہ آپ کا ساتھ دے گا"

وہ ایسی ہی عورت تھی۔ یہ اس کی تربیت اور طبیعت دونوں کا حصہ تھا۔ مجازی خدا اس کے لئے واقعی خدا تھا۔

☆......☆......☆

"کیا تلاش کر رہے ہو بیٹا" سمیع ناشتے کے لئے ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھا تھا۔ جب اماں رضیہ اس کے لئے ناشتہ کی ٹرے سجا کر لائیں تو دیکھا وہ کافی سارے پیپرز میز پر بکھرائے خود ٹیلیفون اسٹینڈ کے قریب کھڑا نجانے کیا تلاش کر رہا تھا۔

"اماں یہاں ایک نیلے سے رنگ کی ڈائری تھی۔۔ پرانی سی۔۔ ٹیلیفون کے اسٹینڈ پر پڑی رہتی تھی۔۔ اب نظر نہیں آ رہی

"اسے ایک دو پرانے فون نمبر درکار تھے۔ موبائل کی سہولت کی وجہ سے لینڈ لائن کا استعمال کافی کم ہو کر رہ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ ڈائری بھی متروک چیزوں میں شامل ہو چکی تھی۔ اب ضرورت پڑی تھی تو مل نا رہی تھی

"تم ناشتہ کرو بیٹا۔۔ میں ڈھونڈتی ہوں۔۔ یہیں کہیں موجود ہوگی" انہوں نے ٹرے میز پر رکھ کر اسے کہا تھا۔ وہ چیزوں کو بہت سنبھال سنبھال کر رکھنے کی عادی تھیں۔ ایک ایک کاغذ کا ٹکڑا پھینکنے سے پہلے تسلی کر کے شہرین سے پوچھ کر ہی ادھر اُدھر کرتی تھیں کہ کہیں کوئی ضروری کاغذ گم نا جائے۔ انہوں نے ٹیلیفون اسٹینڈ کے نچلے والے دونوں درازوں کو چیک کرنے کے بعد اوپر کی ایک شیلف کو بھی چیک کیا تھا؛ لیکن ڈائری کہیں موجود نا تھی۔ انہیں بالکل بھی یاد نہیں آیا تھا کہ آیا نیلے رنگ کی کوئی ڈائری انہوں نے کبھی یہاں دیکھی ہے یا نہیں۔

"بیٹا یہاں تو کوئی ڈائری نہیں ہے۔۔ شاید تمہارے کمرے میں موجود ہوگی" وہ بولی تھیں۔ سمیع نے چائے کے کپ کو ہاتھ لگایا نا ہی سلائس اٹھایا تھا۔ وہ اماں رضیہ کو کچھ دنوں سے الجھا الجھا سا نظر آتا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ ماں باپ کے رویے نے سمیع کو پریشان کیا ہوا ہے۔

"نہیں اماں۔ کمرے میں نہیں ہے۔۔ یہیں رکھی ہوتی تھی۔۔ کافی پرانی تھی" وہ الجھ کر بولا

"ارے بیٹا۔۔ پریشان مت ہو۔۔ مل جائیگی اگر یہاں رکھی تھی تو۔ تم ناشتہ کرو۔ آرام سے چائے پیو۔۔ کتنے دن ہوئے دیکھ رہی ہوں۔۔ کھانا پینا سب بھولے بیٹھے ہو۔۔ مارا ماری بھاگم بھاگ بس کام نبٹانے میں لگے ہو۔۔ کبھی یہ کر رہے ہو کبھی وہ۔۔ چہرہ دیکھو کیسا پیلا ہو رہا ہے۔۔ اپنا خیال رکھو بیٹا۔۔ یہ دنیاداری تو نگل لیتی ہے انسان کو۔۔ وقت کے پیچھے کاہے کو بھاگنا۔۔ یہ کس کے ہاتھ آتا ہے بھلا" وہ نصیحت کئے بنا رہ نا پائی تھیں۔ سمیع نے ان کی جانب دیکھا پھر سر ہلایا

ٹھیک کہتی ہیں اماں۔۔ وقت کسی کے ہاتھ نہیں آتا۔۔ اور میرے ہاتھ سے تو بہت تیزی سے نکلتا ہی جا رہا ہے۔۔ نکلتا ہی جا رہا ہے۔۔ بس نکلتا ہی جا رہا ہے" وہ اسقدر اداس اور بجھا ہوا لگا تھا کہ اماں کا دل پسیج سا گیا

"ارے صبح صبح اتنا کلیجہ پھٹنے والا انداز کیوں اپنا رہے ہو بیٹا۔۔ اللہ تمہاری ساری مشکلیں آسان کرے۔۔ میرے تو روم روم سے تمہارے لئے دعائیں نکلتی ہیں"

"دعائیں ہی درکار ہیں بس۔۔ جن کو دینی چاہیئں وہ تو ناراض ہیں ہم سے۔۔ آپ ہی ذرا دعاؤں کی ڈوز بڑھا دیجئے ہمارے لئے۔۔ کبھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی میں کبھی ایسا وقت بھی آئیگا کہ دعائیں اس طرح اکٹھی کرنا پڑیں گی" وہ اپنے انداز میں مگن بولا تھا۔ اماں

رضیہ ٹیلیفون اسٹینڈ چھوڑ کر تڑپ کر اس کے قریب آئیں

"ارے بیٹا کیوں ایسی باتیں کر رہے ہو سویرے سویرے۔۔۔سب خیریت تو ہے نا۔۔۔ڈاکٹر نے کیا بول دیا ہے ایسا۔۔۔غور کر رہی ہوں کہ کچھ پریشان ہو۔۔۔اب منہ سے نہیں کہتے ہو تو کیا ہمیں دکھتا بھی نہیں ہے۔۔۔جس دن سے ہاسپٹل سے آئے ہو۔۔ایسے ہی ہو بجھے بجھے سے۔۔۔سب ٹھیک تو ہے نا۔" وہ اس کے قریب آ کر دلار سے بولی تھیں۔سمیع نے سر اٹھا کر ان کی جانب دیکھا۔اسے سہارے کی ضرورت تو تھی۔اسے کوئی تو ایسا چاہیئے تھا جس سے وہ اپنا غم کہہ سن سکتا

"ماں بس دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔۔۔شہرین ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ڈاکٹر نے ایک خوفناک بیماری کا انکشاف کیا ہے۔۔۔دعا کریں اللہ اس مصیبت کو ٹال دے۔۔۔ہماری مشکل آسان کر دے" وہ کہہ رہا تھا۔۔آنکھیں بھیگی تو نہیں تھیں لیکن لہجہ بالکل ٹوٹا ہوا تھا۔اماں نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا

"رحم یارب العالمین رحم۔۔۔بچی کی حالت دیکھ کر تو مجھے پہلے ہی شک گزرتا تھا کہ کچھ ہے جو اسے کھائے جا رہا ہے۔۔۔بلاوجہ کس کو سر درد ہوتا ہے۔۔۔ہر روز یہی دکھڑا رہتا ہے بچی کا کہ سر میں درد ہے۔۔۔اب بتاؤ بیٹا ڈاکٹر نے کیا بولا ہے۔۔۔کب تک آرام آجائیگا بچی کو۔۔" وہ بے چین ہو کر پوچھ رہی تھیں

"ابھی علاج تو شروع ہی نہیں ہوا۔۔کل لے جاؤں گا دوبارہ۔۔ایک ٹیسٹ ہے۔۔اس کی رپورٹس لاہور جائیں گی۔۔۔پھر کچھ بتائیں گے ڈاکٹر۔۔" وہ اسی انداز میں بولا

"اللہ اپنا خاص کرم کرے۔۔تم نے صبح صبح کیسی خبر سنا ڈالی۔۔دل بے سکون ہو گیا ہے میرا تو۔۔۔ابھی نوافل پڑھ کر دعا مانگتی ہوں بچی کے لئے"

"بس دعاؤں کی ہی ضرورت ہے اماں۔۔اور دھیان رکھئے گا یہ بات ابھی آپ کے اور میرے درمیان ہی رہنی چاہیے۔۔شہرین کو ابھی پتا نہیں چلنا چاہیئے۔۔میں بائیوپسی کی رپورٹ آنے کے بعد سوچوں گا کہ مجھے یہ بات اسے بتانی ہے یا نہیں۔۔۔آپ کسی سے بھی تذکرہ نہیں کیجئے گا" وہ تاکید کر رہا تھا۔اماں رضیہ نے بجھے ہوئے دل کے ساتھ سر ہلایا

"اور وہ ڈائری تو تلاش کیجئے۔۔مجھے اس میں سے کچھ ضروری نمبر تلاش کرنے ہیں" وہ دوبارہ سے تلاش میں مگن ہوا تھا۔اماں رضیہ اِدھر اُدھر دیکھتی اندر کی جانب چل دی تھیں۔اسٹور روم میں بھی کچھ پرانے کاغذات وغیرہ اٹھا کر رکھے تھے انہوں نے۔۔وہیں تلاش کرنے کی غرض سے وہ اس سمت میں مڑ گئی تھیں۔کچھ دیر کی تلاش بسیار کے بعد وہ مایوسی سے واپس مڑی تھیں۔

"اللہ جانے کدھر رکھ دی۔۔۔معاف کرنا بیٹا۔میرے ذہن میں بالکل نہیں آ رہا اس وقت کہ کہاں رکھ بیٹھی ہوں۔۔پھر تم نے خبر ایسی سنا دی ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں سن ہوئے جا رہے ہیں۔۔۔فی الوقت بالکل ہمت ختم ہوتی محسوس ہو رہی ہے" وہ لاچاری سے بولیں۔سمیع نے سر اٹھا یا نا ان کی جانب دیکھا

" اماں آپ کے پاس رحیم بھائی کا نمبر ہوگا۔سلمان چاچو کے بڑے بیٹے۔۔وہ جولاہور میں رہتے ہیں۔۔۔وہ شوکت خانم میں ایڈمن کی کوئی جاب وغیری کرتے تھے نا۔۔ایک بار ذکر کیا تو تھا انہوں نے مجھ سے کہیں ملاقات میں۔۔۔لیکن دوبارہ ملنا جلنا ہی نہیں ہوا۔۔" وہ اپنے ابو کے کزن کے بیٹے کا تذکرہ کررہا تھا۔اماں رضیہ سارے خاندان کی خبر گیری کرنے میں ہمیشہ آگے رہتی تھیں اس لئے اس نے ان سے پوچھا تھا کہ ممکن ہو ان کے پاس نمبر ہو

" ہاں بیٹا ضرور ہوگا۔۔سلمان کے یہاں کافی اچھا وقت گزرا ہے میرا۔۔ان کے بیٹوں کے چلے میں نے ہی کروائے تھے۔۔۔رحیم بھی تمہاری طرح بڑی عزت کرتا ہے میری۔۔۔اب تو ماشاء اللہ اس کے اپنے بچے بھی بڑے بڑے ہو گئے ہیں" وہ تفصیل بتانے لگی تھیں

" آپ دیکھیں ذرا اپنے فون میں۔۔کوئی نمبر مل سکے تو۔۔۔پلیز" وہ اپنی کنپٹیوں کو دباتا ہوا بولا تھا۔نیندرات بھر نہیں آئی تھی اور جو پریشانی لاحق تھی وہ الگ۔۔سر درد تو لازم سی بات تھی

☆......☆......☆

" آپ سلیم بول رہے ہیں؟" اس نے فون کان سے ہی لگایا تھا کہ کسی نے مدبر سے لہجے میں پوچھا

" جی نہیں۔۔میں تو اردو بول رہا ہوں" وہ اپنے مخصوص انداز میں جواب دیتا ہوا وہیل چیئر پر سیدھا ہوا تھا۔اس شخص نے ہلکا سا قہقہہ لگایا

" میرے کہنے کا مطلب تھا۔۔آپ سلیم بات کر رہے ہیں۔۔"

"سلیم باتیں کون کرتا ہے آجکل۔۔۔یہ تو نفیس باتوں کا دور ہے۔۔" وہ خوامخواہ بے تکلف ہو رہا تھا۔دوپہر کے وقت زیادہ تر ہول سیل ڈیلرز اپنی ادائیگی وغیرہ کے سلسلے میں کال کیا کرتے تھے۔وہ سب اسی کی طرح کے عام کم پڑھے لکھے انسان تھے۔ان سب کے سامنے سلیم خود کو بڑا قابل سمجھتا تھا۔دوسری جانب سے اس شخص کی مزید ہنسنے کی آواز آئی

" دراصل میں جگ بیتی میگزین کی طرف کال کر رہا ہوں۔۔کبیر احمد نام ہے میرا۔۔آپ کی کچھ کہانیاں موصول ہوئی تھیں۔۔ان کے بارے میں بات کرنی تھی" اس شخص نے وضاحت کی۔سلیم کو زور کا جھٹکا لگا۔اس نے کبھی کسی میگزین کو اپنے اصل نام سے کوئی تحریر نہیں بھجوائی تھی اور اس سے پہلے اس کو کبھی اس طرح کال بھی موصول نہیں ہوئی تھی۔

"سلیم صاحب۔۔ہیلو۔۔آپ سن رہے ہیں نا۔" اس کی خاموشی سے اکتا کر دوسری جانب سے پوچھا گیا

" جی جی۔۔ہاں جی۔۔سن رہا ہوں جی۔۔آپ کہیئے" وہ یکدم خود کو بہت بونا سا محسوس کرنے لگا تھا۔وہ پرچون کی دوکان والا تھا تو بہت پُر اعتماد تھا لیکن اب جب خود کو ادیب متعارف کروانا پڑ رہا تھا تو اس کے اعتماد کی دھجیاں بکھر گئی تھیں۔اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ کیا بات کرے کیا جواب دے۔اسے کم پڑھے لکھے ہونے کا احساسِ کمتری ایسے مواقعوں پر زیادہ ہی گھیر لیتا تھا۔

"سلیم بھائی آپ کے تو فین ہو گئے ہم۔۔۔کیا ہی اچھی تحاریر ہیں آپ کی۔۔۔میں نے پہلے بھی کچھ چیزیں دوسرے میگزینز میں دیکھی ہیں۔۔۔بہت روانی ہے آپ کے قلم میں۔۔۔جزئیات نگاری پر کافی مہارت ہے آپ کو۔۔۔" وہ کھل کر سراہ رہے تھے۔سلیم کو دل ہی دل میں اچھا بھی لگا اور ساتھ ہی شرم سی بھی آئی کہ کیا جواب دے

"ارے بھائی کچھ تو بولو۔۔۔کیا ہوا" وہ اس کی مسلسل خاموشی سے چڑ کر دوبارہ ذرا اونچی آواز میں بولا

"کچھ نہیں جی۔۔میں سُن رہا ہوں۔۔۔آپ کہیئے۔۔۔" وہ یکدم کنفیوز سا ہو گیا تھا

"میں کیا کہوں۔۔کوئی غزل کہہ دوں کیا۔۔۔لیکن یاد رہے میں دو چار غزلیں ایک ساتھ کہہ کر ہی دم لوں گا پھر۔۔۔یہ نا ہو کہ بعد میں تم اعتراض کرو" وہ مزاحیہ سے انداز میں بولا۔سلیم کو ہنسی آ گئی تھی

"نہیں نہیں آپ کہیئے۔۔۔میں سن رہا ہوں۔۔" وہ اسی انداز میں بولا تھا

"ایسا لگتا ہے کافی مصروف ہو تم بھائی۔۔۔میں نے غلط وقت پر فون کر دیا شاید" یقیناً اس شخص کو برا لگا تھا۔سلیم نے کھنکھار کر گلا صاف کیا

"معاف کیجئے گا۔۔میں دراصل کھانا کھا رہا تھا۔۔۔آپ بُرا نا مانیئے گا میں آپ کو شام کو فون کرتا ہوں" وہ بہانہ بنا کر بولا تھا

"ہاں ہاں۔۔کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔آرام سے کھانا کھاؤ۔۔۔ابھی تو بس مجھے تمہاری تعریف ہی کرنی تھی۔۔۔بہت متاثر ہوا ہوں میں تمہارے اندازِ تحریر سے۔۔تم میں بہت مارجن نظر آ رہا ہے مجھے۔۔۔ذرا سا نکھر گئے تو بہت آگے جاؤ گے" وہ کھل کر سراہ رہا تھا

"بہت بہت شکریہ سر۔۔۔بس قلم ہی گھسیٹنا سیکھ رہا ہوں ابھی تو۔۔" وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا

"ماشاءاللہ قلم گھسیٹنے کی رفتار اتنی عمدہ ہے تو جب قلم دوڑے گا تو کیا صورتحال ہو گی۔۔۔یہ بتاؤ کیا کرتے ہو۔۔کہاں رہتے ہو" وہ مزید سوال پوچھنے لگا تھا۔سلیم نے چند لمحے سوچا پھر دوبارہ گلا صاف کرتے ہوئے بولا

"ابھی تو پڑھ رہا ہوں۔۔۔ایم اے میں ایڈمیشن لیا ہے۔۔" اس نے بناء سوچے سمجھے جھوٹ بول دیا تھا۔

"اچھا۔۔اچھا۔۔بہت خوب۔۔۔تمہاری تحریر سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ ماشاءاللہ پڑھے لکھے قابل انسان ہو" اب کی بار سلیم کا منہ لٹک سا گیا

"چلو کھانا کھاؤ۔۔۔بات چیت ہوتی رہے گی انشاء اللہ۔۔۔اس بار کے شمارے میں تمہاری تحریر لگا رہا ہوں۔۔۔مزید لکھتے رہنا۔۔۔میں منتظر رہوں گا" کبیر احمد نے کہا تھا۔سلیم نے سر ہلاتے ہوئے خدا حافظ کہا تھا۔فون بند کرتے ہی ایک جانب مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیلی اور پھر ساتھ ہی اس نے گہری سانس بھری تھی۔تعریف کسے بری لگتی ہے لیکن اسے جھوٹ بولنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"یہ نینا کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔۔اس نے ہی میرا فرضی نام تبدیل کر کے لفافے پر اصلی نام لکھ ڈالا ہو گا" وہ سوچ رہا تھا پھر اس نے اپنا سیل فون دوبارہ اٹھایا۔یہ بھی تو خوشی کی بات اور وہ اسے نینا کے ساتھ ہی شیئر کرنا چاہتا تھا۔اس نے نینا کا نمبر ملایا تھا۔رنگ جا رہی تھی

لیکن تین چار رنگ جانے کے بعد کال کاٹ دی گئی تھی۔ یہ ہی عمل کل بھی دوہرایا گیا تھا تب سلیم نے سوچا تھا کہ وہ شاید مصروف ہوگی لیکن اب اس حرکت سے وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے۔ اس نے تاسف سے سر جھٹکا پھر چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے ایک اور نمبر ملایا تھا۔ چند لمحے بعد کال ریسیو کر لی گئی تھی

"زری۔۔میں سلیم بول رہا ہوں" اس نے نرم سے لہجے میں کہا تھا۔ زری کو اس نے کبھی پہلے اس طرح کال نہیں کی تھی۔ وہ سب بھائی نینا سے بے تکلف تھے لیکن زری کی کسی کے ساتھ زیادہ بات چیت نہیں تھی۔ سلیم نے بہت وقت سے زری کا نمبر محفوظ کر رکھا تھا۔ وہ اکثر واٹس ایپ پر اس کا اسٹیٹس چیک کرتا رہتا تھا اور کبھی کبھی وہ اس کا لاسٹ سین آپشن بلا وجہ دیکھتا رہتا

"ہاں بولو۔ خیریت۔۔" وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔ سلیم کو سمجھ نا آئی کہ اس کے سنجیدہ سے لہجے کے جواب میں وہ کیا کہے۔

"ہاں وہ دراصل۔۔میں نینا کو فون کر رہا تھا۔ وہ کال نہیں ریسیو کرتی۔۔تو میں نے سوچا کہ پوچھ لوں۔۔وہ ٹھیک ہے نا" اس نے جملہ ترتیب دینے میں کوئی دو منٹ تو ضرور ہی لگائے ہوں گے

"اس وقت وہ یونیورسٹی میں ہوتی ہے۔۔تمہیں پتا تو ہے۔۔" وہ تنک کر بولی تھی۔ سلیم کا منہ لٹک سا گیا۔ اس کا انداز کافی ہتک آمیز تھا

"ٹھیک ہے۔۔" سلیم نے بجھے ہوئے انداز میں فون بند کر دیا تھا

☆......☆......☆

"میں تو پریشان ہی ہوگئی تھی کہ اللہ خیر کرے تم اتنے دن سے آ ہی نہیں رہی تھی اور دو ایک بار کال بھی کی تو تم نے جواب نہیں دیا۔ مجھے تو رانیہ نے کل بتایا کہ تمہاری کزن کا انتقال ہوگیا تھا" مسز رحیم اس کے پاس بیٹھی کہہ رہی تھیں۔۔وہ پورے ایک ہفتے بعد رانیہ کو پڑھانے کی غرض سے آئی تھی۔ کہاں تو وہ بلا وجہ چھٹی کرتی ہی نہیں تھی اور کہاں بناء بتائے ہفتہ بھر سے غائب تھی۔ ایک دن پہلے ہی رانیہ کے واٹس ایپ پیغام کے جواب میں اس نے بتایا تھا کہ وہ کزن کے انتقال کے باعث نہیں آرہی۔ اسی لئے رانیہ کی مما مسز رحیم اس سے تعزیت کر رہی تھیں۔ اس کی بات کے جواب میں نینا نے سر ہلایا لیکن منہ سے ایک جملہ بھی ادا نا کیا۔ ایک ہفتہ ہی تقریباً اسے مہر سے ملے ہوئے ہوگیا تھا۔ دوبارہ اس کے گھر جانے کی اس میں ہمت ہی نہیں آئی تھی۔ اس کی دادی کے رویے نے اسے بڑا دل برداشتہ کیا تھا۔ اپنی ماں سے بحث کرنا ایک الگ بات ہے اور دوسرے رشتہ داروں سے زبان چلانا ایک بالکل الگ بات۔۔۔نینا اب اتنی بھی خود سر نہیں ہوئی تھی کہ کسی اور کے گھر جا کر ان سے بدکلامی کرتی۔ یہ اور بات تھی کہ اس کا دھیان مسلسل مہر کی جانب لگا رہتا تھا جبکہ گھر میں سخت کرفیو کا ماحول نافذ تھا۔ امی اور زری اسے ضرورت کے سوا مخاطب ہی نہیں کر رہی تھیں۔ وہ بھی گھر میں ناک منہ پھلا کر بیٹھی رہتی لیکن دل ہی دل میں وہ سخت اداس اور پریشان تھی۔ امی کے ساتھ بدتمیزی کر لینے کے بعد اسکا دل ہمیشہ ملال کا شکار ہوتا تھا لیکن منہ سے اظہار کرنا اسے آتا ہی نہیں تھا۔ سلیم سے تو وہ سخت ناراض تھی۔ اس کی کالز اٹینڈ کرنا تو دور کی بات، اس کے واٹس ایپ پیغامات کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کر رہی تھی وہ۔

کیا ہوا تھا ان کو۔۔؟" مسز رحیم نے پوچھا تھا۔رانیہ اس کے لئے چائے بنانے گئی ہوئی تھی

"کن کو۔۔؟" وہ چونکہ اپنے دھیان میں مگن تھی۔اس لئے سمجھ نہیں پائی کہ وہ کس کی بات کر رہی ہیں

"تمہاری کزن کو۔۔۔جن کا انتقال ہوا ہے؟۔۔بیمار تھیں کیا" انہوں نے وضاحت کی

" کچھ بھی نہیں۔۔۔بس اچانک ہی۔۔" وہ ان کی جانب دیکھے بناء بولی تھی۔دل تو چاہا کہہ دے

"ان کے خون میں شوہر سے محبت کی زیادتی ہوگئی تھی۔۔بس یہی لاعلاج مرض ان کی جان لے گیا" وہ اتنی منہ پھٹ تھی کہ اگر اپنے خاندان کا کوئی شخص سامنے کھڑا یہ سوال کرتا تو کہہ بھی دیتی لیکن غیروں کے سامنے اس کی مروت ذرا قائم و دائم رہتی تھی سوچپ ہی رہی

"اب تو سمجھ ہی نہیں آتی۔۔بس اچانک پتا چلتا ہے کہ فلاں فلاں کو فلاں بیماری ہوگئی۔۔یا اس کا انتقال ہوگیا۔۔جواں مرگی بہت عام ہوتی جاتی ہے۔۔کبھی کبھی تو بہت ڈر لگتا ہے۔۔۔بیماریاں بھی تو کئی کئی قسم کی ہوگئی ہیں اب۔۔۔اور یہ کینسر تو سمجھو نزلہ زکام کی طرح ہونے لگا ہے انسانوں کو۔۔۔پہلے کبھی کبھی کسی کا پتا چلتا تھا کہ اس کو یہ بیماری ہے۔۔اب ہر تیسرے چوتھے گھر میں کینسر کا کوئی نا کوئی مریض سننے میں آجاتا ہے۔۔۔میرے میاں کے ایک کزن ہیں۔۔۔کراچی میں رہتے ہیں۔۔۔اس کی بیوی کے بارے میں بھی پتا چلا کہ کینسر ہوگیا ہے۔۔۔اتنی خوبصورت لڑکی ہے۔۔عمر بھی کوئی اٹھائیس انتیس ہی رہی ہوگی۔۔۔دونوں کی محبت کی شادی تھی۔۔لیکن دونوں طرف والے اس شادی سے سخت ناراض ہیں اس لئے ملتے جلتے نہیں تھے۔۔۔۔بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔۔۔کبھی کوئی خیر خبر کی اطلاع بھی نہیں آتی تھی۔۔۔ابھی رات ہی رحیم مجھے بتا رہے تھے کہ چند دن پہلے سمیع کا فون آیا تھا۔۔۔پریشان تھا بہت۔۔شہرین کو کینسر ڈائگناز ہوا ہے۔۔۔۔میں تو سُن کر ہل ہی گئی۔۔۔وہاں سے یہاں شوکت خانم بھجوائی ہیں رپورٹس۔۔کل جائیں گے رحیم ڈاکٹر سے میٹنگ کرنے۔۔۔وہ لوگ کراچی سے لاہور موو کرنے کا سوچ رہے ہیں۔۔۔کیونکہ ہماری تو ساری فیملی یہاں پنجاب میں ہی ہے۔۔رحیم بھی یہی کہہ رہے تھے اسے کہ لاہور آجاؤ۔۔۔میری تو دعا ہے اللہ صحت دے اس لڑکی۔۔۔ملواؤں گی تمہیں۔۔۔بہت ہی خوبصورت لڑکی ہے۔۔لیکن قسمت دیکھو۔۔۔ہائے ہائے" وہ مخصوص انداز میں تعزیت کرنے کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے روانی سے باتیں کر رہی تھیں۔اختتام پر انہوں نے تاسف سے بھری لمبی گہری سانس لی۔

نینا کو تاسف تو محسوس ہوا لیکن اسے اس موضوع میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔اس کے لئے آجکل سب سے بڑا دکھ صرف یہ تھا کہ مہر کی ماں مرچکی تھی اور اس کا خیال رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔مہر اکیلی ہوگئی تھی اور وہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لانا چاہتی تھی۔اسے کا ای غرض تھی کسی کی بیماری سے۔۔۔

"اونہہ۔۔۔قسمت کی خوب کہی۔۔۔سب کے اپنے اپنے دکھ ہیں۔۔۔سکھی تو کوئی بھی نہیں ہے مسز رحیم۔۔۔جن کو بیماریاں نہیں کھاتیں۔۔۔وہ کون سا قسمت کے دھنی ہیں۔۔۔جن کو کینسر نہیں ہوتا۔۔وہ بھی اس دنیا میں اپنی اپنی ذات کے ناسور پال رہے ہیں۔۔۔ہمیں ناسنائیں کسی کے غم۔۔۔ہمیں تو خود اپنے دُکھ سے بڑا دُکھ کسی کا نہیں لگتا۔۔۔بس دعا ہے کہ اللہ سب کو اپنا اپنا ناسور جھیلنے کی طاقت دے" وہ بس میز کی سطح کی جانب دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔۔ایسی تلخ ترین باتیں وہ اکثر سوچتی رہتی تھی۔اس کے لئے مشکلات اور مصائب صرف اس کو

لاحق تھے

☆......☆......☆

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ فلم بنانے کے لئے اتنا سرمایہ درکار ہوتا ہے" کاشف نے پانچ لاکھ کا چیک کاٹتے ہوئے حبیب رضوی کو کہا تھا۔اس کا پیسہ تھا، پانی کی طرح بہہ رہا تھا اس لئے اسے دُکھ بھی زیادہ ہو رہا تھا

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے کاشف سیٹھ۔۔۔وہ محاورہ نہیں سنا کہ جتنا گڑ اتنا میٹھا۔۔۔جس قسم کا کام آپ اور ہم کر رہے ہیں نا۔اس کے لئے یہ چھوٹی موٹی رقم تو کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔آپ دیکھنا دنیا صدیوں یاد رکھے گی اس فلم کو۔۔۔ایسی زبردست چیز تیار ہو گی کہ رہتی دنیا تک آپ کا نام رہے گا۔۔آپ یہ دس بیس لاکھ کی پرواہ نا کریں۔۔ یہ دوگنا چوگنا ہو کر واپس آنے والا ہے۔۔۔فلم سپر ڈوپر ہٹ ہو گی۔۔ایسا ریکارڈ بزنس ہو گا کہ آپ دیکھتے اور نوٹ گنتے رہ جائیں گے" حبیب رضوی نے اسے تسلی دی۔وہ اس کام میں ماہر تھا۔وہ کاشف کے حوصلے کے گراف کو کبھی گرنے نہیں دیتا تھا۔

اس فلم کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔وہ یا تو سیلف گرومنگ پر دھیان دے رہا تھا یا نئی نئی آڈیشن کے لئے آنیوالی لڑکیوں کے ساتھ وقت گزار رہا تھا جبکہ ہر تیسرے روز رخشی یا حبیب رضوی ایک بڑی رقم کا مطالبہ لے کر اس کے سامنے آموجود ہوتے۔۔یہ نہیں تھا کہ کام نہیں ہو رہا تھا۔یقیناً ہو رہا تھا۔۔لیکن سب کام فائلوں کی حد تک تھا۔پیپر ورک کے نام پر کاشف کے سامنے اتنے انبار لگائے جا رہے تھے کہ وہ سوچتا تھا بس فلم بننے میں شاید کچھ ہی دن باقی ہیں۔اس کا دن سوتے ہوئے اور شام شراب کے نشے میں دھت رہنے میں گزرنے لگا

رات کیسی ہی کیوں نا ہو۔۔اس کی صبح ضرور ہوتی ہے۔۔اور نیند چاہے غفلت کی کیوں نا ہو۔۔ٹوٹ جایا کرتی ہے

کاشف کو بھی بالا آخر جاگنا پڑا۔بنک سے دس لاکھ کا ایک چیک واپس آگیا تھا۔اس کے اکاؤنٹ میں ساڑھے پانچ لاکھ کی رقم رہ گئی تھی۔یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ کاشف بلبلا اٹھا

"تم لوگ اتنی رقم آخر خرچ کہاں رہے ہو۔۔ہر دوسرے روز ایک نیا چیک میرے سامنے رکھ دیتے ہو۔اور میں بھی کاٹھ کے الو کی طرح اس پر دستخط کر دیتا ہوں۔۔میں دیوالیہ ہو چکا ہوں۔۔۔جبکہ میرا پیسہ کہاں خرچ ہو رہا ہے مجھے بتایا بھی نہیں جا رہا۔۔مجھے ایک بات بتاؤ۔۔تم لوگ فلم بنا رہے ہو کہ شتر مرغ کا انڈہ سینچ رہے ہو۔" وہ رخشی پر چڑھ دوڑا تھا

"اوہ بادشاہو۔اتنا غصہ کس بات کا۔۔۔یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔تمہاری مرضی اور منشاء کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔۔مجھ پر تو رقم نہیں خرچ کر رہے تم اپنی۔۔۔اپنی ذات پر لگا رہے ہو یا اپنی فلم پر لگا رہے ہو۔۔۔مجھ پر غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔میرا کیا قصور ہے اس میں۔۔" رخشی کو پتا تو چل چکا تھا کہ کاشف کے پاس اب لٹانے کے لئے وافر پیسہ نہیں رہا سو اس نے آنکھیں فوراً ماتھے پر رکھ لیں

"تمہارا ہی قصور ہے رخشی۔۔تم نے ہی مجھے اس سارے چکر میں پھنسایا ہے۔" اس نے غرا کر ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ رخشی نے اس کی بات کاٹ دی

"کاشف نثار۔۔اس انداز میں مجھ سے بات مت کرو۔۔۔یہاں رخشی کی عزت ہے۔۔اور رخشی ایسا لہجہ برداشت نہیں کرتی

۔۔۔مجھے الزام دینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔تم جو کچھ بھی کر رہے ہو۔۔اپنی مرضی سے کر رہے ہو" اس کا لہجہ کاشف کے لہجے سے بھی زیادہ تلخ تھا۔اسے بے پناہ غصہ آگیا۔یہ عورت ایک دن پہلے تک اس سے میری جان اور میرا شہزادہ کہہ کر بات کرتی تھی اور اب یکدم کیسے اس کے انداز واطوار ہی بدل گئے تھے

" مجھے اب سمجھ میں آئی ہے تمہاری۔۔تم ہو ہی دونمبر عورت۔۔۔" کاشف نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا ۔رخشی نے اس سے زیادہ تیز نگاہوں سے اسے گھورا

" ابے او گندی فطرت والے بدنیت بدقماش انسان۔۔۔دونمبر ہو گی تیری ماں۔۔تیری بہن اور تیری وہ چھٹانک بھر کی بیٹی۔۔۔" کاشف نے پہلے بھی اسے گالیاں بکتے سنا تھا۔اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ عورت جس کے منہ سے اس کے لئے پھول جھڑتے ہیں، کبھی اس طرح اسے ماں بہن کی گالیاں دے گی۔اس نے آگے بڑھ کر دائیں ہاتھ سے دو تھپڑ اسے جڑ دئے تھے۔رخشی بھاری بھرکم عورت تھی۔اس نے سنبھلتے ہوئے میز پر پڑا گلدان اٹھا کر اسے مارنا چاہا تھا۔اسی دوران حبیب رضوی اور اس کے دوساتھی بھی اسٹوڈیو میں آگئے۔انہوں نے کاشف کو گارڈ کے ذریعے باہر بھجوا دیا تھا۔کاشف کے حواس بالکل ہی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔یہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا تھا۔ایک دو دن میں صوفیہ کی ڈیلیوری متوقع تھی اور یہاں وہ اس مشکل میں گرفتار ہو گیا تھا۔وہ سخت غصے میں گھر آگیا لیکن اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی نا ہی اس معاملے میں کسی کو اعتماد میں لینے کی کوشش کی تھی۔اگلے دن صبح کے وقت تین بڑے اخبارات کے شوبز کے صفحوں پر ایک ہی خبر جگمگا رہی تھی۔رخشی نے اس پر زیادتی کا الزام لگاتے ہوئے اس کی فوری گرفتاری کی اپیل کی تھی۔یہ چھوٹی خبر نہیں تھی۔سارئے خاندان میں کھلبلی مچ گئی۔وہی کاشف جو ہیرو بننے کے خواب دیکھ رہا تھا یکدم زیرو ہو کر رہ گیا تھا۔اسی رات صوفیہ کا بلڈ پریشر شوٹ کر گیا۔جس کا نتیجہ اسٹل برتھ کی صورت نکلا۔ان کے یہاں مردہ بچے نے جنم لیا۔یہ بھی انتہائی دُکھ والی بات تھی لیکن اصل پریشانی یہ تھی کہ رخشی نے اس کے خلاف ایف آئی آر درج کروادی تھی۔

سب کچھ دیکھتے ہی دیکھتے درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا۔



" تم نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی ہے؟" شہرین نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

" کیوں۔۔کیا ہوا۔۔۔اچھا نہیں لگ رہا کیا" سمیع نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔وہ شوکت خانم کے کنسلٹنٹ سے رابطے میں تھا۔بایوپسی کے بعد مزید چیزیں کلئیر ہو گئی تھیں۔شوکت خانم والوں نے فوری ریڈی ایشن کا مشورہ دیا تھا۔ریڈی ایشن سے پہلے یہ بہت ضروری تھا کہ سمیع شہرین کو اعتماد میں لیتا۔۔۔یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اس پروسیجر سے گزرتی اور اسے پتا نا چلتا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے جبکہ سمیع اسقدر کنفیوژ اور اس سے زیادہ بے چین تھا کہ اس کو تو اپنی دنیا لٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی

" تم نے پندرہ دن سے شیو نہیں کی۔۔۔حلیہ دیکھو ذرا اپنا۔۔۔مجھے تو لگتا ہے تم نے بہت دن سے کپڑے بھی تبدیل نہیں

کئے" شہرین تنقیدی نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے بولی تھی

"اوہ کم آن یار۔۔اب اتنی آفت بھی نہیں مچی ہوئی۔۔ایک ویک ہی ہوا ہے شیو کئے ہوئے۔۔۔اور پھر رف اینڈ ٹف لک جچتی ہے مجھ پر" وہ صرف اس لئے کہ شہرین پھر اس کے رویے سے پریشان نا ہو بہت نارمل انداز میں بات کر رہا تھا

"یہ کس نے کہا؟" شہرین مسکرائی تھی

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تم ہی ایسے کہا کرتی تھیں۔۔" وہ بھی مسکرایا تھا

"یہ ذکر پرانے زمانے کا ہے۔۔جب آتش جوان ہوا کرتا تھا۔۔اب تو تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہیئے۔۔ورنہ لوگ مجھ سے پوچھا کریں گے کہ آخر آپ نے اس آدمی میں کیا دیکھا جو اس سے لو میرج کی۔۔کہاں آپ اتنی خوبصورت اور کہاں یہ پرانا سا بوسیدہ سا آدمی۔۔؟" وہ لہجے میں زمانے بھر کی شرارت سمو کر بول رہی تھی۔سمیع نے اس کے چہرے کو گہری نگاہوں سے دیکھا۔وہ اس کے لئے جتنا پریشان تھا وہ اتنی ہی دلفریب باتیں کرنے لگی تھی۔سمیع کی توانائی کو بحال رکھنے کے لئے وہ اپنی بساط سے زیادہ فریش نظر آنے کی کوشش کرتی تھی،خوش رہتی تھی اور کوشش کرتی تھی کہ ان کے درمیان کوئی بھی ایسی بات نا ہو جس سے پریشانی کا کوئی بھی عنصر جنم لے۔سمیع نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم کہہ دینا کہ یہ بوسیدہ سا آدمی تمہاری محبت میں بالکل پاگل ہو چکا تھا۔۔اس لئے تم نے ترس کھا کر اس سے شادی کر لی تھی۔" وہ بولا تھا۔شہرین نے مصنوعی ناراضی کے انداز میں اس کیا جانب دیکھا

"تم تو بالکل ہی بد ذوق ہو چکے ہو سمیع۔۔۔میں تو مذاق کر رہی تھی اور تم سنجیدہ ہو گئے۔۔کسی کی مجال ہے کہ تمہیں کچھ کہہ کر دکھائے۔۔میں تو تمہیں چڑاہ رہی تھی ورنہ تم تو میرے لئے آج بھی اتنے ہی ہینڈسم اتنے پروقار اور وجیہہ ہو جتنا پہلے دن تھے۔۔۔وقت گزرنے کے ساتھ تمہارا جادو میرے حواسوں کو مزید مفلوج کرتا جاتا ہے۔۔تمہاری محبت نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا" وہ اس طرح کا اظہار کب کیا کرتی تھی۔سمیع کو خود پر ترس آیا۔وہ ایسی باتوں کے جواب میں خود کو کس قدر لاچار پاتا تھا ورنہ پہلے تو ایسی ایک آدھ بات شہرین کر بھی دیتی تھی تو سمیع خوشی سے پاگل سا ہو جاتا تھا

"میری محبت نے تمہیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔لیکن میری محبت میں تم مجھے نا چھوڑ دینا شہرین۔۔۔کبھی نا چھوڑنا مجھے۔۔۔میں مر جاؤں گا" وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے قریب کر رہا تھا۔شہرین نے پھر ناک چڑھائی

"اُف ف ف ف۔۔۔کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔آجکل تم مرنے مارنے کی باتیں کچھ زیادہ نہیں کرنے لگے۔۔۔مت کیا کرو ایسی باتیں۔۔۔مرنا ہے تو بس مجھ پر مرنا۔۔۔"سمیع آجکل جتنا بُجھا ہوا رہتا تھا،شہرین اسقدر اس پر نثار ہوئی جاتی تھی۔ابھی بھی اس کی ذرا سی پیش قدمی پر وہ فوراً اس کے قریب آ بیٹھی تھی۔

"دل چاہتا ہے تم سے گانا سنانے کی فرمائش کی جائے" وہ لاڈ بھرے لہجے میں بولی تھی۔سمیع نے نفی میں گردن ہلائی۔

"نہیں۔۔میرا دل نہیں چاہ رہا"

"انکار کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا نافرمان شخص کہ ملکہ شہرین دربار میں کرنے والوں کے ساتھ زیادہ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا" اس کی بذلہ سنجی کچھ زیادہ ہی عروج پر تھی۔سمیع نے اس کے سر پر اپنی تھوڑی رکھ دی تھی۔وہ اسے ہنسانے والی باتیں کرتی تھی جبکہ اس کا دل بوجھل ہوا جاتا تھا

"میرا دل نہیں کرتا ملکہ عالیہ" وہ اسی بجھے ہوئے انداز میں بولا تھا

"ملکہ عالیہ بار بار اصرار کرتی اچھی لگیں گی کیا۔۔" وہ مزید اس کے قریب ہوگئی تھی۔اس نے شاید گھنٹی بھر پہلے شیمپو کیا تھا۔اس کے بالوں سے ٹھنڈی میٹھی سی خوشبو سمیع کے نتھنوں میں گھس رہی تھی۔

"اچھا بابا۔۔فرمائیے ملکہ عالیہ۔کیا پیش کروں" وہ ہار مانتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"وہی جو ملکہ عالیہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔" اس کی پشت سمیع کی جانب تھی،سمیع نے گہری سانس بھری۔وہ اکثر اس کے لئے گانے غزلیں گنگناتا رہتا تھا۔یہ ان دونوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔وہ گنگنایا کرتا تھا اور شہرین اس سے چپکی بیٹھ سنتی رہا کرتی تھی

"تیری قسم! ہم کو تیری یادیں جو آتی ہیں ہمیں ہر پل ستاتی ہیں
اب تو نہیں لگتا ہمارا دل تمہارے بن،اب ہر دھڑکن رُلاتی ہیں
تمہارا ساتھ اگر ملتا ہمارا دل نا یوں جلتا کہ جل کر ہم نے راتوں میں
تڑپ کر بیقراری میں گزارے ہیں وہ کتنے پل۔۔۔وہ یادوں میں"
اس نے شروع کیا تھا اور آنکھیں بھی ساتھ ہی بھیگنے لگی تھیں۔
"رہو تم خوش جدھر بھی ہو،ہمارا حال مت پوچھو
ہماری یہ دعائیں ہیں۔تمہاری جو بھی راہیں ہیں
تمہیں لے جائیں گلشن میں بہاروں میں
تیری قسم! ہم کو تیری یادیں جو آتی ہیں ہمیں ہر پل ستاتی ہیں
اب تو نہیں لگتا ہمارا دل تمہارے بن،اب ہر دھڑکن رُلاتی ہیں"

کوشش کے باوجود اس کی آنکھیں بھرنے لگی تھیں۔اس نے شہرین کے گرد اپنی بازوؤں کا حلقہ بنایا تھا اور اس حلقے کی گرفت کچھ اس قسم کی تھی کہ جیسے کوئی بچہ اپنی من پسند چیز کے چھن جانے کے خدشے سے بے حال ہوا جا رہا ہو

"قیامت دل پہ یوں گزری، بھلائیں ہم بھلا کیسے
دُھواں اٹھتا ہے دل سے یوں، لگی تھی آگ یہ کیسے
وہی یادیں، وہی بیتی ہوئی باتیں
جب آتی ہیں، ہمیں ہر پل جلاتی ہیں
ہمیں ہر پل ستاتی ہیں"

وہ گا رہا تھا، لہجہ گلوگیر ہوا جاتا تھا۔ بالا آخر اسے ضبط نا ہو سکا تھا۔ اس نے شہرین کو دھکیل کر خود سے الگ کیا تھا اور خود اس کی جانب دیکھے بناء وہاں سے لمبے قدم اٹھاتا باہر نکل گیا تھا۔ شہرین ہکا بکا اس کا انداز دیکھتی رہ گئی تھی۔

☆......☆......☆

"تمہارے پاس پپو کا نمبر ہے؟" وہ یونیورسٹی کے لئے نکلتے ہوئے سلیم کی دوکان پر آئی تھی اور بناء کسی دعا سلام کے مدعا بیان کر دیا تھا۔ سلیم نے سخت ناپسندیدگی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"السلام وعلیکم" اس نے با آوازِ بلند اسے سلام کیا تھا۔ نینا نے جواب تک نا دیا تھا

"میں نے پوچھا تمہارے پاس پپو کا نمبر ہے؟" وہ ناک چڑھا کر پوچھ رہی تھی

"کون پپو۔۔؟" سلیم نے بھی ناک چڑھائی۔ اسے نینا کا انداز ذرا بھی نہیں بھایا تھا

"وہی۔۔مہر کا چاچو۔۔" اس نے جواب دیا۔ وہ دوکان کے چبوترے تک بھی نہیں آئی تھی

"جن کے ساتھ اس کی رشتہ داری تھی۔۔وہ ملک عدم سدھار چکیں۔۔میرے کچھ نہیں لگتے وہ لوگ۔۔اور جو لوگ میرے کچھ نہیں لگتے ان کے نمبر شمبر بھی نہیں ہوتے میرے پاس" اس کا انداز جتاتا ہوا تھا

"اچھی بات ہے۔۔۔میرا نمبر بھی ڈیلیٹ کر دو" وہ اتنا کہہ کر اس کی جانب سخت نگاہوں سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔ سلیم کو اسقدر غصہ آیا کہ دل چاہا کوئی چیز اٹھا کر اس کے سر میں دے مارے۔ اس نے شیلف پر پڑا فون اٹھایا تھا اور کانٹیکٹس کھول کر نینا کا نام سرچ کیا تھا۔ پہلا لیٹر لکھتے ہی نینا کا نام نمایاں ہو گیا تھا۔ اس نے غصے سے اس نمبر کو کھول کر ڈیلیٹ کا آپشن کھولا تھا اور لمحہ ضائع کئے بناء وہ نمبر ڈیلیٹ کر دیا تھا

"یہ لو نینا بی بی۔۔کیا یاد کرو گی تم بھی" اس نے ناک چڑھا کر خود کلامی کی تھی۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"ایف آئی آر۔۔۔یہ کیا بلا ہوتی ہے۔۔۔" بی بی جان نے ہکا بکا ہو کر بہو کی شکل دیکھی تھی۔وہ بہت مشکل وقت سے گزر رہی تھی۔اللہ نے بیٹا دیا تھا مگر مردہ۔اور اب شوہر کی طرف سے بے پناہ پریشانی جان کو لاحق تھی۔نقاہت ہمہ وقت اس کے وجود کا حصہ بنی رہتی تھی۔بی بی جان کو اس کی سستی اور بیزاری بھی بخوبی محسوس ہوتی تھی لیکن ان کو بالکل اندازہ نہیں تھا کہ بہو کی پریشانی یا بیماری کی وجہ دراصل ان کا بیٹا ہے کیونکہ صوفیہ اور کاشف دونوں نے یہ بات ابھی تک ان سے چھپا کر رکھی تھی۔کاشف کا خیال تھا وہ بات سنبھال لے گا۔اس نے بہت اچھے وکیل کو ہائر کیا تھا جس نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ بھی رخشی پر غبن کا مقدمہ کر دے۔رخشی اینڈ کمپنی اتنے ہوشیار تھے کہ اس سے بھی پہلے نا صرف حدود بلکہ بعد میں ہتکِ عزت کا دعویٰ بھی دائر کر دیا گیا تھا۔کاشف اتنی بری طرح اس مصیبت میں دھنس گیا تھا کہ اس نے کچھ مہینوں کے لئے دبئی جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔صوفیہ بی بی جان کو اعتماد میں لینا چاہ رہی تھی

"بی بی جان آپ کا اندازہ بالکل درست تھا۔۔رخشی اچھی عورت نہیں ہے۔۔۔اس نے کاشف پر الزام لگایا ہے۔۔۔" صوفیہ بات بات کرتی کرتی رکی۔ساس کے سامنے شوہر کے متعلق اس طرح کی بات کیسے کرتی۔دوسری جانب بی بی جان نے بھی نظریں چرا کر سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"کیا واقعی الزام لگایا ہے۔۔؟" انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں سوال کیا تھا۔سوال میں طنز بھی تھا،غصہ بھی اور افسوس بھی۔لیکن پہلی بار صوفیہ کو ان کی آنکھوں میں بے حد لاچاری نظر آئی۔اسے دکھ بھی ہوا اور وجود پر چھائی بیزاری بڑھنے لگی۔اسے اس بات سے جھنجھلاہٹ بھی ہوئی کہ بی بی جان کو اپنے بیٹے پر یقین نہیں تھا۔

"وہ بہت بری عورت ہے۔۔۔اس نے کاشف کے لئے بہت پریشانی پیدا کر دی ہے" صوفیہ نے انہیں چیدہ چیدہ باتیں بتاتے ہوئے صورتحال واضح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی

"مجھے اپنے بیٹے سے یہی امید تھی" انہوں نے ساری بات سن لینے کے بعد بالکل جامد تاثرات کے ساتھ کہا تھا۔

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں بی بی جان۔۔" اس نے ان کے چہرے کی جانب دیکھے بناء پوچھا تھا۔

"کاشف نے اچھا نہیں کیا۔۔۔اس نے نا صرف میرے سارے خاندان کی عزت خاک میں ملا دی۔۔بلکہ ایک شریف ماں باپ کی بیٹی کو بھی اذیت پہنچائی ہے۔۔۔" ان کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ صوفیہ نے ان کی بات کاٹ دی۔

"بی بی کاشف میرے شوہر ہونے سے بھی پہلے آپ کے بیٹے ہیں۔۔۔جب مجھے ان پر ان کی شرافت پر مکمل بھروسہ ہے تو آپ کیوں نہیں کرتیں۔۔۔ان پر اعتماد کیجئے۔۔وہ بہت مشکل دور سے گزر رہے ہیں۔۔انہیں حوصلے کی ضرورت ہے اور آپ نے یہاں اپنا ہی مذہبی فلسفہ شروع کر دیا ہے۔۔۔رخشی نے الزام لگایا ہے۔۔۔الزام۔۔۔کاشف کچھ غلط کر ہی نہیں سکتے۔۔۔مجھے ان پر یقین ہے" وہ تڑخ کر بولی تھی۔

اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔بی بی جان ہی نہیں،اس کے بھائی اور والدین بھی اس واقعے کے بعد کاشف سے سخت

متنفر تھے۔صوفیہ کے سب سے بڑے بھائی بالخصوص اس سارے واقعے کے بعد کاشف کی غیر موجودگی میں صوفیہ سے ملنے آئے تھے۔انہوں نے کاشف کے خلاف سخت زبان استعمال کی تھی جس وجہ سے صوفیہ ان سے بھی بہت ناراض تھی۔سارا خاندان اس کے فرشتہ صفت شوہر پر شک کر کے اسے تکلیف دے رہا تھا۔ایسی صورتحال میں بی بی جان کا یہ اندز اسے بالکل سلگا گیا تھا

"بی بی جان نے اس کے انداز پر برہم ہوئے بناء تاسف سے اسے دیکھا تھا۔یہ اس کا نہیں اس کے خاندان کا وطیرہ تھا۔ان کے یہاں شوہر کو سات خون بھی معاف تھے۔اس کے خاندان میں بیٹیوں کی تربیت ہی ایسی کی جاتی تھی کہ شوہر کو ہر حال میں فرشتہ ہی سمجھنا ہے۔اس پر شک نہیں کرنا۔۔اور شوہر کی ہر بات پر سر تسلیم خم کرنا ہے۔وہ اس بات سے بھی واقف تھیں کہ صوفیہ کو ان کے بیٹے سے بہت محبت تھی اور یہ محبت اس کے حواسوں کو مفلوج کر چکی تھی۔اس کے نزدیک اس کا محبوب شوہر ہر غلطی اور گناہ سے مبرا تھا۔

یہی تو وہ خصوصیات تھیں جن کی بناء پر انہوں نے اپنا سارا خاندان چھوڑ کر صوفیہ کو اپنے آوارہ بیٹے کے لئے منتخب کیا تھا۔وہ بھی کتنی بھولی تھیں۔انہوں نے بیٹے کی آوارگی کا علاج صوفیہ نام کی دوا سے کرنے کی کوشش کی تھی اور اس میں بری طرح ناکام ہوگئی تھیں۔انہیں صوفیہ پر ترس آیا تھا۔اپنے بیٹے سے اگر کوئی سکھ انہیں زندگی میں ملا تھا تو وہ صوفیہ ہی تھی۔نیک ماں باپ کی بچی جوان کے سامنے ان ہی کے بیٹے کا دفاع کر رہی تھی۔

"صوفیہ بیٹی میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی لیکن ایک بات یاد رکھنا۔۔آنکھیں اور کان بند کر کے زندگی گزارنے کا حکم تو ہمارا مذہب بھی نہیں دیتا۔۔بس مجھے یہی کہنا تھا۔اللہ تمہیں ذہنی سکون دے۔۔دونوں جہانوں کی خوشیاں دے۔۔میرے بیٹے سے جو دکھ تمہیں پہنچا ہے نا۔۔میں اس پر تم سے معافی مانگتی ہوں۔۔میری اولاد کا بدقماش نکلنا میری غلطی ہے۔۔اور بدبختی بھی۔۔۔میں نے اپنی اس غلطی کو تمہارے دم سے دور سے کرنا چاہا تھا لیکن میں ناکام رہی۔۔۔مجھے معاف کر دو بیٹی۔۔"وہ اتنی دکھی تو پہلے کبھی صوفیہ کو نظر نہیں آئی تھیں۔اسے افسوس بھی ہوا۔وہ اس کی بزرگ تو تھیں لیکن ساتھ ہی ان کے لئے ناراضی بھی برقرار رہی،نا صرف ان سے بلکہ ہر اس شخص سے جو کاشف کو غلط قرار دے کر اس سے ہمدردی جتانے کی کوشش کرتا تھا۔حالات چند دن بعد مزید خراب ہونے لگے جب یہ پتا چلا کہ رخشی نے ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں بھی کاشف کا نام شامل کروا دیا تھا۔انہی دنوں بی بی جان نے صوفیہ کو کچھ کاغذات دئے تھے۔

"یہ ہمارے آبائی گھر کے کاغذات ہیں۔یہ میرے نام ہے۔۔یہ مجھے میرے والد کی طرف سے ترکے میں ملا تھا لیکن میں اسے تمہارے نام کر رہی ہوں۔۔زندگی میں کبھی میرے بیٹے کی وجہ سے کوئی ایسا موقع آیا کہ سر پر چھت چھن جانے کی نوبت آپہنچی تو تمہارے پاس کچھ ایسا ضرور ہونا چاہیئے جو صرف تمہارا ہو۔۔میں چاہتی تو یہ گھر کاشف کے نام بھی کر سکتی تھی لیکن میں اسے تمہارے نام کر رہی ہوں۔۔۔میرا دل کہتا ہے کاشف کی کرنی تمہیں بے گھر کر کے چھوڑے گی۔۔"بی بی جان نے بے حد تسلی دینے والے انداز میں کہا تھا۔صوفیہ نے کاغذات لے لئے تھے۔

☆......☆......☆

"ایمن کہاں ہے۔۔؟" شہرین نے رانی سے پوچھا تھا۔وہ اماں رضیہ کے کہنے پر رانی سے تیل لگوا رہی تھی۔رانی بھی بڑی محنت سے اپنی لمبی لمبی انگلیوں سے اس کے سر میں مساج کرنے میں مگن تھی۔اس کے سوپر لمحہ بھر رکی

"اسے اماں رضیہ نے اپنے پاس بٹھایا ہوا ہے۔۔۔وہ جو آپ قاعدہ لائی تھیں نا۔اے اپیل اور بی بال والا ۔۔۔اماں وہ پڑھا رہی ہیں اسے" رانی مزا لے کر بولی تھی۔اماں رضیہ ایمن کو پڑھانے کے لئے آجکل بڑی تگ و دو کر رہی تھیں۔آنکھوں پر چشمہ ٹکائے جب وہ چھوٹی سی بچی کی استانی بن کر دکھاتی تھیں تو رانی کو بڑی مزاحیہ لگتی تھیں جبکہ شہرین کو بڑا اطمینان ہوا۔اماں رضیہ اس کے لئے کیا تھیں یہ کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔وہ کون سا کام تھا جو وہ نا کر سکتی تھیں۔ٹی وی سے دیکھ دیکھ کر ان کے مہمانوں کے لئے نئی ڈشز بناتی تھیں۔اس کے گھر کے انٹریئر کا دھیان رکھتی تھیں۔ان کی وجہ سے اس کی بچی ہمیشہ صاف ستھری اپ ٹو ڈیٹ نظر آتی تھی اور اب اس کو پڑھانے کی ذمہ داری بھی انہوں نے خود بخود اپنے سر لے لی تھی

"آپ کی طبیعت کیسی ہے شہرین باجی؟" رانی نے اسے خاموش دیکھ کر سوال کیا تھا

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ایسے کیوں پوچھ رہی ہو؟" اس کا انداز مشکوک سا تھا اس لئے شہرین کو حیرانی ہوئی تھی

"وہ جی۔۔۔اماں رضیہ ہر وقت کہتی رہتی ہیں نا کہ شہرین بیٹی کا خیال رکھو۔۔۔ان کو پھل کاٹ دو۔۔جوس بنا دو۔۔۔اب بھی مجھے صفائی کرنے نہیں دی کچن کی۔۔۔کہتی ہیں پہلے آپ کے بالوں میں تیل ڈال دوں پھر باقی کام کروں" رانی کو شاید اچھا نہیں لگ رہا تھا شہرین کا مساج کرنا،شہرین مسکرائی

"اماں رضیہ بہت پیار کرتی ہیں مجھ سے۔۔۔اس لئے فکرمند رہتی ہیں میرے لئے" وہ مساج کو بہت انجوائے کر رہی تھی اس۔لئے مزے سے بولی تھی۔رانی نے ناگواری سے منہ بنایا۔شہرین اسے دیکھ نہیں پا رہی تھی

"پتا نہیں باجی پیار و یار کرتی ہیں یا نہیں۔۔۔ہم غریبوں کو نہیں سمجھ میں آتی یہ پیار محبت کی باتیں۔۔۔میری اماں تو کہتی ہیں جو زیادہ پیار کرے۔۔اس سے بچ کر رہنا چاہیئے۔۔۔وہی وقت آنے پر ڈنک ضرور مارتا ہے" رانی نے اپنا فلسفہ جھاڑا تھا۔شہرین نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔وہ کبھی کبھی اپنی عمر سے۔بہت بڑی بڑی باتیں کرنے لگتی تھی

"ایک تم فلاسفر۔۔دوسری تمہاری اماں۔۔۔۔چلو جاؤ کام کرو اپنا۔بہت باتیں کرنے لگی ہو" اب کی بار شہرین اپنی ناگواری چھپا نہیں پائی تھی۔رانی کو بھی احساس ہوا کہ اس نے مالکن کو غصہ دلا دیا ہے۔اس لئے فوراً بات سنبھالتے ہوئے بولی

"باجی آپ۔بہت معصوم ہیں۔۔۔سچی میں آپ کو لوگوں کی سمجھ بوجھ نہیں ہے۔۔۔لوگ۔بہت منافق ہو گئے ہیں آجکل کے۔۔۔میں تو بس اس لئے آپ کو کہہ رہی تھی کہ آپ ذرا دھیان رکھا کریں۔۔۔یہ اماں رضیہ اتنے جوس پھل کیوں دیتی رہتی ہیں آپ کو۔۔۔کبھی کہتی ہیں سیب کاٹ دو۔۔۔کبھی کہیں گی۔۔۔انار کا جوس دے دو۔۔۔ہر آدھے گھنٹے بعد کہیں گی۔۔۔جاؤ شہرین سے پوچھ کر آؤ کہ کچھ کھانے کا دل تو نہیں چاہ رہا۔۔۔آپ ماشاءاللہ سے صحتمند۔ٹھیک ٹھاک ہیں۔۔لیکن وہ آپ کو ایسی باتیں کر کر کے بیمار کر دیں گی۔۔۔اور مجھے تو ایک اور

بھی شک ہے" رانی منہ ٹیڑھا کر کے بولی تھی

" بک بک کرتی جاتی ہو رانی ۔۔ ہماری بزرگ ہیں وہ ۔۔۔ یہ ان کا خلوص ہے" وہ چڑ کر بولی تھی ۔اپنی نرم دل فطرت سے مجبور تھی اسے ڈانٹ بھی نہیں سکتی تھی

" وہ تو ٹھیک ہے باجی ۔۔لیکن محتاط رہا کریں ۔۔۔کہیں آپ کو جوس پھل کے چکر میں تعویذ نا پلاتی رہتی ہوں اماں رضیہ ۔۔۔ دیکھیں نا اپنا اتنا خیال رکھ کر بھی آپ بیماریوں رہتی ہیں ۔۔۔ مجھے تو یقین ہے کہ آپ پر کسی نے کیا ہوا ہے کچھ ۔۔۔کالا علم وغیرہ" رانی پہلے سے بھی زیادہ گہرا فلسفیانہ انداز اپنا کر بولی تھی ۔شہرین نے اسے گھور کر دیکھا

" جاؤ یہاں سے ۔۔کام کرو جا کر ۔۔۔ایک تو الٹی سیدھی فلمیں ڈرامے دیکھ دیکھ کر تم نے دماغ خراب کیا ہوا اپنا ۔۔چلو نکلو یہاں سے ۔۔۔وہ چڑ کر بولی تھی ۔رانی نے تیل والی بوتل اٹھائی اور سر ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی تھی ۔شہرین نے سائیڈ پر پڑا تازہ موسمی کے جوس والا گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا تھا ۔اماں رضیہ کچھ دیر پہلے ہی اسے جوس دے کر گئی تھیں ۔اس نے پہلا سپ ہی بھرا تھا ایک دم ہی پتا نہیں کیا ہوا کہ اسے زور کا چکر سا آ گیا تھا ۔اس نے بمشکل گلاس دوبارہ سے اس کی جگہ پر رکھ کر سر پکڑ لیا تھا ۔چند لمحے وہ آنکھوں کو پٹپٹا کر اپنا توازن بحال کرنے میں لگی رہی ۔یہ چکر سر درد بہت بے چین رکھنے لگے تھے اسے ۔۔کچھ دیر لگی تھی پھر اس کے حواس نارمل ہونے لگے ۔آنکھوں نے بھی کام ٹھیک سے کرنا شروع کر دیا تھا ۔اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دوبارہ گلاس اٹھایا تھا پھر یکدم اسے کچھ خیال آیا

" مجھے تو یقین ہے آپ پر کسی نے کیا ہوا ہے کچھ ۔۔۔" رانی کا جملہ اس کے دماغ میں گونجا تھا ۔اس نے جوس کے گلاس کی طرف دیکھا ۔چند لمحے کچھ سوچا ،سوچتی رہی ۔۔۔پھر اس نے سر جھٹکتے ہوئے سِپ لینے شروع کر دئے تھے ۔

☆......☆......☆

" میں صلح کرنے کو تیار ہوں" کاشف نے تھکے ہوئے انداز میں حبیب رضوی کو کہا تھا جو اس کے اور رخشی کے درمیان ثالث کا کردار ادا کر رہا تھا ۔

" رخشی سخت ناراض ہے ۔۔۔تم نے اس کو نا صرف ذہنی تکلیف پہنچائی ہے بلکہ تمہاری اس حرکت سے اس کی شہرت کو بھی بڑا دھچکا لگا ہے ۔" حبیب رضوی نے سمجھانے والے انداز میں کہا تھا ۔کاشف کچھ نہیں بولا حالانکہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ایک موٹی سی گالی اس عورت کو اُس کے اِس ہمدرد کے سامنے دے مگر وہ نہیں دے سکتا تھا ۔رخشی نے اس کی کوئی ویڈیو بنا لی تھی اور اس کے پاس کاشف کی کوئی تصویریں بھی تھیں جن کی بناء پر وہ اسے بلیک میل کر رہی تھی کہ اگر وہ معافی مانگے بناء دبئی چلا گیا تو وہ تصاویر پبلک کر دے گی ۔اسی وجہ سے کاشف کو اپنی دبئی روانگی منسوخ کرنی پڑی تھی ۔اب اسے کے پاس اس سارے مسئلے کا یہی حل تھا کہ وہ رخشی اینڈ کمپنی سے صلح کر لے ۔ان سب میں حبیب رضوی ہی اسے ذرا شریف انسان لگا تھا جو ثالث بننے کو تیار تھا ۔

" اب اگر وہ کوئی ڈیمانڈ کرتی ہے ۔کوئی پانچ سات لاکھ مانگتی ہے تو میرا مشورہ یہ ہے کاشف باؤ کہ اس کی بات مان لینا ۔۔۔وہ

بڑی خطرناک عورت ہے۔۔دور دور تک اس کے تعلقات ہیں۔کہیں آپ کی کوئی تصویر شصویر اخبار میں لگ گئی تو بڑی بدنامی ہوجانی ہے" حبیب رضوی بظاہر اس کا دوست بنا بیٹھا تھا۔کاشف کچھ نہیں بولا تھا۔اٹھارہ سال کی عمر سے وہ شباب وشراب کا عادی تھا لیکن ایسی صورتحال میں کبھی گرفتار نہیں ہوا تھا۔رخشی نے اسے بہت بڑی مصیبت میں ڈال دیا تھا۔اس کو دل چاہتا تھا وہ اس عورت کو قتل کروادے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ رخشی اس سے کہیں زیادہ تعلقات والی پہنچی ہوئی ہستی ثابت ہو رہی تھی سو وہ صلح کرنے کو تیار ہو گیا تھا۔اسی لئے وہ اس وقت حبیب رضوی کے آفس میں بیٹھا تھا۔رخشی سید اسحاق گل کے ہمراہ وہاں آئی تھی۔اسحاق گل کے چہرے تاثرات نے کاشف کو مزید غصہ دلایا تھا لیکن وہ خاموش رہنے پر مجبور تھا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا اس آدمی کو کسی کی عزت کا پاس نہیں ہے رخشی۔۔تم اس حمایت میں زمین آسمان کے قلابے ملاتی تھیں۔۔بھگت رہی ہو نا اب۔۔" اسحاق گل نے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔رخشی نے سر ہلایا

"بس جی غلطی ہو گئی۔۔رخشی نے جب جب آپ کے مشورے سے ہٹ کر چلنے کی غلطی کی ہے۔۔پچھتائی ہے۔۔" رخشی کا انداز اس سے بھی زیادہ طنزیہ تھا۔کاشف پیچ وتاب کھا رہا تھا لیکن صورتحال کا تقاضا تھا کہ وہ صبر کے ساتھ چپ چاپ بیٹھا رہے۔سو وہ بیٹھا ہوا تھا

"پرانی باتیں چھوڑو رخشی۔۔جو ہوا سو ہوا۔۔کاشف نے اس دن زیادہ پی لی تھی۔۔تمہیں تو اندازہ ہے کہ شریف آدمی کو کبھی کبھی شراب لڑ جاتی ہے۔۔چلو خیر۔ہو گیا جو ہونا تھا۔چھوڑو سب کچھ۔۔میرے کہے کی لاج رکھو اور اب مفاہمت کر لو کاشف سے۔۔۔۔۔۔یہ تھانے کچہری کے چکر نا تم برداشت کر سکتی ہو نا کاشف۔۔شریف لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے یہ مقدمے عدالتیں۔۔اور ویسے بھی کاشف بے حد شرمندہ ہے اپنی اس حرکت پر۔۔" حبیب رضوی تقریر کرنے والے انداز میں بولا تھا۔

"اتنا ہی شرمندہ ہے تو اس سے کہو کہ ایک بار مجھے سوری بولے اور کہے کہ اس نے دست درازی کی کوشش نشے میں کی تھی۔۔رخشی بہت بڑے دل والی عورت ہے۔۔تم سے بہتر کون جانتا ہے رضوی کہ میں جھگڑوں لڑائیوں سے کتنا بچ کر چلتی ہوں" وہ ناک پھلا کر بولی تھی۔حبیب رضوی نے سر ہلایا تھا اور ساتھ ہی کاشف کا چہرہ دیکھا جہاں پر سپاٹ تاثرات کا ڈیرہ تھا۔حبیب رضوی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اشارہ کیا تھا۔

"میں نے دست درازی نہیں کی تھی۔۔اس جیسی بدصورت عورت کی جانب تو میں نظر بھر کر نہیں دیکھتا کجا کہ۔۔" وہ بھی ناک چڑھا کر بولا تھا اور جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔رخشی بجائے برا منانے کے قہقہہ لگا کر ہنسی تھی۔

"وہ کیا محاورہ ہے بھلا سا۔۔۔رسی جل گئی مگر بل نہیں گئے۔۔۔لیکن پھر بھی تم پر یہ بل جچتے ہیں۔۔جلیبی سیدھی کس کو اچھی لگتی ہوگی" وہ اسی انداز میں بولی تھی۔کاشف نے دیکھا حبیب رضوی اور اسحاق گل کے چہروں پر بھی طنزیہ سی مسکراہٹ تھی۔وہ اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔اس کا ایک بار پھر دل چاہا کہ اٹھ کر بھاگ جائے مگر حالات اس موڑ پر آچکے تھے کہ اس کے لئے منہ چھپانے کو بھی فی الوقت جگہ میسر نہیں تھی۔

"رخشی احسان فراموش نہیں ہے۔۔اچھا وقت گزارا ہے تمہارے ساتھ۔۔اسی لئے معاف کرتی ہوں تمہیں۔۔کیا یاد کرو گے تم

بھی۔۔لیکن ایک چھوٹی سی شرط ہے" وہ جانچتی ہوئی نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔کاشف نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ وہ اب کچھ نہیں بولے گا۔اس کے باوجود رخشی کے انداز دیکھ کر اسے بولنا پڑا تھا

"کیا شرط۔۔؟" اس نے تنک کر سوال کیا تھا

"میرا بچپن کا خواب تھا کہ ماڈل ٹاؤن میں میرا ایک گھر ہو۔۔زیادہ کی خواہش تو کبھی نہیں کی میں نے۔۔بس پرانی طرز کا کینال ڈیڑھ کینال پر بنا ہوا گھر کافی ہے۔۔تم تو ویسے بھی بیوی بچوں سمیت اب دبئی جانے والے ہونا۔۔" خباثت اس کے چہرے پر پھیلی تھی۔کاشف بھنا کر اپنی جگہ سے اٹھا تھا

"ذلیل عورت۔۔تجھے تو میں اب ایک پائی نا دوں اور تو میرے گھر کی بات کرتی ہے۔۔جا کر لے جو کرنا ہے۔۔بس اب کوئی بات نہیں ہوگی تجھ سے۔۔" اسے بے پناہ غصہ آ رہا تھا۔رخشی کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔کاشف کمرہ چھوڑ کر نکل جانا چاہتا تھا حالانکہ حبیب رضوی اس کو روک رہا تھا لیکن اس نے ایک نہیں سنی تھی اور ابھی وہ دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ حبیب رضوی کے کمرے کا ٹیلی فون بج اٹھا تھا۔حبیب نے ریسیور پر دو تین رسمی جملے بولے تھے اور پھر اسے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے فون کی جانب اشارہ کیا تھا۔کاشف نے جلتے بھنتے ہوئے فون پکڑ لیا تھا

"سیٹھ صاحب۔۔ابھی ابھی کوریئر سے ڈاک موصول ہوئی ہے میرے نام کی۔۔۔سیٹھ صاحب اس میں آپ کی تصویریں ہیں۔۔اچھی نہیں ہیں سیٹھ صاحب۔۔لڑکیاں ہیں ساتھ۔آپ سمجھ رہے ہیں نا۔۔" یہ اس کے شوروم کے مینیجر کی آواز تھی جو بے حد راز داری والے انداز میں اسے بتا رہا تھا۔کاشف کا سارا غصہ اور بھناہٹ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھی۔چند لمحوں بعد اس کا پچاس لاکھ کا گھر صرف ایک دستخط کے بعد اس کا نا رہا تھا۔

سیٹھ کاشف نثار کی محبت کی دوسری کہانی کا اختتام بے حد دردناک ہوا تھا۔۔ایسا انجام جو اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا پہلے اس نے ایک عورت کا روپیہ چھینا تھا۔۔اور اب ایک دوسری عورت اس کا روپیہ چھین چکی تھی۔

☆......☆......☆

"آج کا دن کیسا گزرا؟" سمیع نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔وہ کافی فریش لگ رہی تھی۔فیروزی رنگ کا کھلتا ہوا رنگ پہن رکھا تھا اور میک اپ بھی کیا ہوا تھا۔سمیع دن بہ دن مرجھا رہا تھا اور جس کی وجہ سے مرجھا رہا تھا وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ نکھری نکھری سی لگنے لگی تھی

"تمہیں یاد کرتے کرتے گزرا" وہ مزے سے بولی تھی

"ہاں اسی لئے تمہاری تین سو فون کالز اور میسیجز موصول ہوئے سارا دن مجھے۔۔میرا دن انہی کو چیک کرتے گزر گیا" وہ طنزیہ انداز میں بولا تھا۔شہرین نے اسے ایک بھی کال یا میسیج نہیں کیا تھا۔شہرین قہقہہ لگا کر ہنسی

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم چاہتے تھے کہ میں تمہیں کال کروں؟"

"انسان ایک کال تو کر ہی لیتا ہے نا شوہر کو۔۔۔اور کچھ نا سہی یہ ہی پوچھ لیتی تم کہ میں نے لنچ میں کچھ کھایا ہے یا نہیں۔۔۔؟" وہ بات برائے بات کر رہا تھا۔اسے آجکل باتیں کرنے کے لئے بھی بہت محنت کرنا پڑتی تھی۔شہرین کے سامنے خود کو ایکٹو رکھنے کے لئے وہ بہت تردد کرتا تھا ورنہ دل تو چاہتا تھا کہ بس اٹوانٹی کھٹوانٹی لے کر پڑا رہے اور کسی سے بات بھی نا کرے یا پھر لمبی تان کر سو جائے۔۔۔جب آنکھ کھلے تو پتا چلے کہ یہ سب خواب تھا۔

"میں سوچ رہی تھی کہ تمہیں کال کرلوں۔۔پھر اماں رضیہ نے کہا کہ رانی سے مساج کروالوں۔۔مساج کروایا تو جوس پینے لگ گئی۔۔پھر مجھے اتنے زور کا چکر آگیا۔۔" وہ اتنا ہی بولی تھی کہ سمیع نے اپنا رخ بالکل اس کی جانب کرلیا

"چکر آتے رہے آج۔۔۔تم نے دوا کھائی تھی۔۔۔جوس پیا تھا نا۔۔؟" وہ پوچھ رہا تھا

"سمیع ساری باتیں چھوڑو۔۔یہ بتاؤ جادو ٹونا واقعی حقیقت ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔سمیع نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہا۔اس کا کبھی کبھی دل چاہتا تھا وہ بس اسے دیکھتا ہی رہے۔اسے کھو دینے کا خدشہ ہر وقت اس کے وجود پر چھایا رہتا تھا جبکہ اس کے سامنے خود کا حاضر دماغ اور زندہ دل رکھنے کے لئے بھی اسے بہت محنت کرنا پڑتی تھی

"یہ سوال تمہیں مجھ سے نہیں پوچھنا چاہیئے تھا۔جادو ٹونا بالکل حقیقت ہے۔۔۔میری امی کو تو لگتا ہے کہ تم نے مجھ پر یعنی ان کے بیٹے پر کوئی جادو کیا ہوا ہے۔۔تب ہی تو اسے تمہارے سوا کچھ سوجھتا نہیں ہے" وہ نیم مزاحیہ انداز میں بولا تھا۔شہرین نے اسے گھور کر دیکھا

"اچھا تو کیا تمہیں بھی یہی لگتا ہے کہ میں نے تم پر جادو کیا ہوا ہے؟"

"مجھے لگتا ہی نہیں ہے۔۔مجھے تو سو فیصد یقین ہے کہ تم مجھ پر کچھ پڑھ پڑھ کر پھونکتی رہتی ہو۔۔۔ورنہ میری ایسی سدھ بدھ کیوں کھوئی رہتی۔۔۔یہ جادو ہی تو ہے کہ میں سوتے جاگتے بس شہرین شہرین کرتا رہتا ہوں" وہ اسے چڑاہ رہا تھا

"یہی بات میری امی بھی تمہارے بارے میں کہتی ہیں کہ اس بھورے رنگ والے پنجابی نے میری ہیرے جیسی بیٹی پر کوئی دم کردیا ہوا ہے۔۔ورنہ اتنی جھلی بھی کب ہوا کرتی تھی شہرین خان۔۔" وہ اسی کے انداز میں بولی تھی۔سمیع مسکرایا

"اچھا تو پھر تم نے کیا کہا اپنی امی کو۔۔؟" وہ پوچھ رہا تھا

"میں نے کہا کہ ادے آپ کو نہیں پتا۔کبھی کبھی جھلے ہوئے رہنے میں بھی مزا آتا ہے۔۔۔میں بہت مزے میں ہوں۔۔اس بھورے پنجابی کا نشہ قائم رہنے دیں میرے حواسوں پر۔۔" وہ اتنے سادہ انداز میں اتنا بڑا اعتراف کر رہی تھی۔سمیع نے قہقہہ لگایا تھا۔اتنے دل سے وہ شاید بہت دن کے بعد ہنسا تھا۔شہرین کو اچھا لگا۔

"میری بات پر تو بہت ہنسی آرہی ہے۔۔۔یہ نہیں بتایا تم نے کہ تم نے اپنی امی کو کیا جواب دیا" وہ چاہتی تھی کہ سمیع بھی اعتراف کرے۔اس کی محبت میں کوئی ایک آدھ جملہ بولے

”میں نے اپنی امی کو کچھ نہیں کہا بھئی ۔۔تمہیں پتا ہی ہے میری امی غصے کی بہت تیز ہیں ۔۔جلدی جلدی خفا ہو جاتی ہیں ۔۔میں اگر ان سے ایسی کوئی بات کہہ دیتا جیسی تم نے اپنی ادے سے کہی تھی تو انہوں نے مجھے اچھے خاصے طعنے دینے تھے ۔۔وہ مجھے پہلے ہی زن مرید اور پتا نہیں کیا کیا کہتی ہیں ۔۔“ وہ اسے چڑاہ رہا تھا

”ہاں ۔۔اچھا کیا کہ تم نے کچھ نہیں کہا ان سے ۔۔۔وہ تو پہلے ہی خفا رہتی ہیں مجھ سے ۔۔ان کے دل سے میرے لئے خفگی جانے کب ختم ہوگی“ وہ حسرت بھرے لہجے میں بولی تھی ۔سمیع بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا ۔اس کی بات پر اس کی جانب رخ موڑ کر بولا

”شہرین مت سوچا کرو کسی کے بھی بارے میں ۔۔۔اپنے بارے میں سوچا کرو ۔۔زندگی میں سکون بس اسی لمحے میں ہوتا ہے جو ہم جی رہے ہوتے ہیں ۔۔ان لمحوں سے خوشی کشید کیا کرو ۔اپنے آپ کو خوش رکھا کرو ۔۔ساری دنیا کے بارے میں سوچ سوچ کر پہلے ہی تم نے اپنے آپ کا حشر کر لیا ہے ۔۔“ وہ اسے سمجھا رہا تھا ۔

”میں نے کیا کیا ہے؟“ وہ اتنی معصومیت سے بولی تھی کہ سمیع کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی

”کہہ تو رہا ہوں کہ جادو کیا ہے تم نے ۔۔“ شہرین نے مصنوعی ناراضی سے اسے دیکھا ۔وہ سمیع کو رانی کے متعلق بتانے والی تھی لیکن بات کا رخ کہیں اور مڑ گیا تھا اور اس کے ذہن سے یہ خیال محو ہو گیا تھا ۔



میں دبئی جانے کے کچھ عرصہ بعد تم لوگوں کو بھی بلوالوں گا“ کاشف نے صوفیہ کو تسلی دی تھی ۔صوفیہ کچھ نہیں بولی تھی ۔گزشتہ کچھ عرصے میں اس کی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں آئی تھیں ۔بی بی جان بہت مضبوط اعصاب کی عورت تھیں لیکن اس بار کاشف کی حرکتوں نے انہیں بالکل توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا ۔انہیں نیند میں سوتے ہوئے فالج کے حملے نے آلیا تھا اور پھر ہاسپٹل پہنچنے تک ہارٹ فیل ہو گیا تھا ۔وہ جانبر نا ہو سکی تھیں ۔صوفیہ اور کاشف کو اس گھر میں منتقل ہونا پڑا تھا جو بی بی جان نے اس کے نام کیا تھا ۔کاشف کا بزنس تو تھا لیکن رخشی والے معاملے نے اس کی ساکھ کو کافی متاثر کیا تھا ۔جس کا اثر اس کے بزنس پر بھی پڑا تھا ۔دوسری جانب صوفیہ اور زرمین کو شاہانہ زندگی کی عادت پڑ چکی تھی ۔وہ ملازموں کے حصار میں رہنے سے بڑی سہل پسند ہو چکی تھی ۔زرمین ڈبے والا مہنگا ترین دودھ پیتی تھی ،برانڈڈ کپڑے پہنتی تھی لیکن اب حالات پہلے جیسے نہیں رہے تھے ۔انہیں مالی تنگی کا سامنا بھی تھا اور ٹھاٹھ باٹھ بھی ختم ہو کر رہ گئے تھے ۔کاشف اسی لئے پاکستان سے چلے جانا چاہتا تھا ۔اس لئے اس نے سوچا تھا کہ تھوڑے کی بجائے سب کچھ دبئی انویسٹ کر دینا بہتر ہوگا ۔صوفیہ کو کچھ اعتراضات تھے بھی تو اس نے ظاہر نہیں کیا تھا ۔وہ صرف کاشف کا حوصلہ بڑھاتی رہتی تھی ۔

”یہاں اب وہ پہلے والے حالات نہیں رہے ۔۔۔دبئی میں لوگوں کی قوتِ خرید بھی زیادہ ہے ۔۔وہ لوگ مشینری وغیرہ خراب ہو جانے پر ہم پاکستانیوں کی طرح میکینکوں کے پاس نہیں بھاگتے ۔۔بلکہ خراب چیز کو کچرا دان میں ڈال کر اگلے ہی دن نئی لے لیتے ہیں ۔۔دبئی میں بزنس اسکوپ بہت بڑھ چکا ہوا ہے“ کاشف کہہ رہا تھا ۔

" آپ جیسے مناسب سمجھیں کاشف ۔۔میری تو دعا ہے کہ اللہ آپ کی ہمت میں اضافہ کرے" وہ پر خلوص لہجے میں بولی تھی ۔اسے ویسے بھی یہ احساس ستانے لگا تھا کہ کاروبار کے ٹھپ ہونے سے کاشف نفسیاتی طور پر متاثر ہو رہا تھا۔اس کی خواہش تھی کہ کاشف اس ٹراما سے باہر نکلے ۔اسے اپنی فکر تھی نا زرمین کی ۔۔اسے بس یہ پرواہ تھی کہ کاشف کے اعصاب ٹوٹ پھوٹ کا شکار نا ہوں۔وہ مضبوط رہے۔عجیب بات یہ تھی کہ کاشف ثنا اسے کبھی غلط نہیں لگا تھا۔وہ اسے ہمیشہ فرشتہ لگتا تھا۔صوفیہ کو کاشف کی زندگی میں آنیوالی ہر عورت حرافہ لگتی تھی۔اسے یقین تھا کہ شادی شدہ مردوں کو بہکانے والی عورتیں ہی ہوتی ہیں ۔۔اسے یہ بھی یقین تھا کہ کاشف یہاں سے جائیگا تو اس پر مثبت اثر ہوگا۔

سو کاشف دبئی چلا گیا تھا

☆......☆......☆

" یہ شیمپو اور لوشن وغیرہ ہیں ۔۔سب امپورٹڈ ہیں ۔۔اور یہ بچی کے فراکس ہیں" اس شخص نے ایک بڑا سا بنڈل اس کے حوالے کیا تھا۔کاشف کو گئے تین مہینے ہوئے تھے جب اس نے کسی آنے والے شخص کے ہمراہ کچھ سامان بھجوایا تھا۔صوفیہ نے بے چینی سے سارا بنڈل یہ سوچ کر کھنگالا تھا کہ شاید اس کے نام کا کوئی خط ہوگا جس میں کاشف نے اس کے لئے کچھ محبت بھری باتیں لکھی ہوں گی۔اسے بتایا ہوگا کہ وہ اسے یاد کرتا ہے۔زرمین کے متعلق پوچھا ہوگا۔انہیں اپنے پاس بلوانے کے متعلق کچھ کہا ہوگا لیکن سارا بنڈل چھان کر بھی اسے ایسا کوئی محبت نامہ نہیں ملا تھا۔اسے دلی افسوس ہوا۔اس کے پاس کاشف کو بتانے کے لئے کئی باتیں تھیں۔وہ اسے یاد کرتی تھی اور اس کی واپسی کے لئے دل و جان سے منتظر تھی حالانکہ وہ اسے فون کرتا تھا لیکن فون پر اسے پرائیویسی میسر نہیں تھی۔وہ آجکل اپنے میکے میں رہ رہی تھی لیکن وہاں اس کا بالکل دل نہیں لگتا تھا۔ایک امیر گھرانے میں شادی نے اس کے طور طریقوں کو بالکل بدل کر رکھ دیا۔اسے اپنی بھابیوں کے پکائے کھانے پسند آتے تھے نا ان کے ڈش کرنے کے طریقے۔۔وہ زرمین کو کرسی میز پر بٹھا کر کھلانے کی عادی وہ چکی تھی۔اس کے بھتیجے بھتیجیاں جب چٹائی پر بیٹھ کر کھاتے تو اسے چڑ ہوتی اور وہ انہیں ٹوک بھی دیتی تھی ۔یہ سوچے سمجھے بناء کہ ان سب کو بھی اس کی حرکتوں پر اکتاہٹ ہونے لگی تھی ۔وہ ہر وقت جھنجھلائی ہوئی رہتی تھی۔اس کا اندازِ گفتگو چڑچڑا ہو رہا تھا۔وہ بات بے بات بچوں کو ٹوک دیتی تھی جبکہ زرمین کو ذرا سا بھی کوئی ٹوک دیتا تو اسے غصہ آنے لگتا تھا۔اسی لئے کاشف کا پہلا پارسل جب بناء خط کے موصول ہوا تو اسے اچھا نہیں لگا تھا ۔اسے جذباتی سہارے کی سخت ضرورت تھی

" آپ کو ایک چھوٹا سا خط تو، مجھے لکھنا چاہیئے تھا۔۔" جب کاشف کا فون آیا تو اس نے شکوہ کیا تھا، کاشف ہنسا

" فون کر تو لیتا ہوں۔۔"

" نہیں ۔۔آپ مجھے خط بھی لکھیں ۔۔مجھے آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں ۔۔جب آپ مجھے خط لکھیں گے تو میں آپ کو تفصیل سے جواب دوں گی" وہ اصرار کر رہی تھی

" یار ۔۔میں نہیں لکھ سکتا۔۔مجھے لکھنا نہیں آتا۔۔کیا لکھوں گا میں خط میں ۔۔تم سے جو بات کرنی ہوتی ہے فون پر کر تو لیتا ہوں" وہ

بیچارگی سے بولا۔صوفیہ چند لمحے کے لئے چپ سی ہوگی۔کاشف کے پاس اپنی بیوی سے کرنے کے لئے باتیں ہی نہیں تھیں۔

"اچھا۔۔پھر تصویریں ہی بھیج دیں۔۔۔ایسا لگتا ہے آپ کو دیکھے عرصہ ہو چلا ہے۔۔یہ تو کر سکتے ہیں نا آپ" اس نے دوسری خواہش کا اظہار کیا تھا۔کاشف ہنسا

"ہاں تصویریں بھیج دوں گا۔۔یہ تو واقعی کر سکتا ہوں" اس نے جواب دیا تھا۔چند دن بعد صوفیہ کو بذریعہ ڈاک تصویریں موصول ہوگئی تھیں۔سارے گھر نے تصویریں دیکھیں اور کاشف کی صحت کو پہلے سے بہتر قرار دیتے ہوئے خوب سراہا۔وہ جب یہاں سے گیا تھا تو بہت مرجھایا ہوا لگتا تھا لیکن تین مہینے میں ہی اس کا سارا وجود پہلے کی طرح نکھرا نکھرا لگنے لگا تھا

"تم نے ایک بات نوٹ کی۔۔ہر تصویر میں کاشف بھائی کے آس پاس ایک لیڈیز بیگ پڑا ہے۔۔۔گاڑی والی تصویر میں بھی ہے۔۔۔ریسٹورنٹ والی تصویر میں بھی بیگ نظر آرہا ہے" اس کی چھوٹی بھابھی نے مزاحیہ انداز میں اس کی توجہ اس طرف دلائی تھی۔سارا زور "لیڈیز" پر تھا۔اس نے بھی بغور دیکھا۔بیگ تو موجود تھا۔اس نے بھابھی کا چہرہ دیکھا۔وہاں ایک مشکوک سی مسکراہٹ چمک رہی تھی جو اس سے برداشت نا ہوئی۔بات اتنی بڑی تو نہیں تھی۔اس کا چھوٹی والی بھابھی کے ساتھ اچھا دوستانہ تھا۔وہ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق میں بہت سی باتیں کر لیا کرتی تھیں لیکن صوفیہ کو ان کے چہرے پر بکھری طنزیہ اور مشکوک مسکراہٹ اس لمحہ زہر لگی تھی

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔۔؟" وہ چلا کر بولی تھی۔اس کی بھابھی اس کے انداز پر حیران ہوئیں

"میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا صوفیہ۔۔کہ تم سیخ پا ہو جاؤ۔۔ایک سرسری سی بات کی ہے" وہ تحمل سے بولی تھی۔صوفیہ کی تسلی نہیں ہوئی تھی

"سرسری باتیں ایسے نہیں کی جاتیں۔۔۔میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ کیا جتانا چاہ رہی تھیں۔۔یہ جو لیڈیز بیگ کی طرف اشارہ کیا ہے نا آپ نے۔۔۔اسکا کیا مطلب ہے۔۔مجھے بخوبی سمجھ میں آتا ہے" وہ اسی طرح طنزیہ انداز میں بولی تھی۔اس کا لہجہ اونچا تھا سو بڑی بھابھی بھی آموجود ہوئی تھیں۔

"سمجھ میں آتا ہے تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔میں جو بھی کہہ رہی ہوں تمہارے بھلے کو کہہ رہی ہوں۔۔مخلص ہوں تمہاری۔۔۔شوہر کے متعلق پوچھ گچھ رکھا کرو۔۔جس طرح کا کردار ہے تمہارے شوہر کا۔کون واقف نہیں ہے اس سے۔۔۔پوچھو اس سے کہ کس کا بیگ ہے۔۔کیوں سینے سے لگا کر تصویریں کھچوا رہا ہے۔۔" وہ بھی غصے میں آگئی تھیں۔صوفیہ نے گھور کر انہیں دیکھا

"مجھے اپنے شوہر پر مکمل بھروسہ ہے۔۔۔میں شکی عورتوں کی طرح ذرا ذرا سی بات پر فساد کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔۔۔آپ اپنے مشورے اپنے پاس رکھیں" وہ چلا کر بولی تھی

ارے بی بی۔۔انہی باتوں کی وجہ سے تو وہ تمہارے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔۔۔اس کی خیر خبر رکھا کرو۔۔تمہیں چکنی چپڑی سنا سنا کر تمہارے پیچھے پہلے بھی بہت کچھ کرتا رہا ہے وہ۔۔۔بدفطرت آدمی کی بیوی کو بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔۔۔ایسے ہی لاتعلق رہو گی تو پچھتاؤ گی بعد میں۔۔" اس کی بھابھی نے سفاکی سے سب کچھ کہہ ڈالا تھا۔صوفیہ کو اتنا برا لگا کہ وہ مزید چلا چلا کر بولنے لگی تھی

"وہ بدفطرت آدمی نہیں ہے۔۔یہ تم لوگوں کی حاسد نظریں اور بددعائیں جنہوں نے مجھے اس حال کو پہنچا دیا ہے۔۔سب کی سب جلتی ہیں مجھ سے۔۔۔میرا شوہر ہیرا ہے ہیرا۔۔لیکن تم سب لوگوں کی بددعائیں کھا رہی ہیں اسے۔۔سارے خاندان کو آگ لگ گئی تھی یہ دیکھ کر کہ او ہو صوفیہ کو تو اتنا اچھا بر مل گیا۔ایسا فلمی ہیرو جیسا شوہر۔۔دولت الگ شخصیت الگ۔۔تم سب لوگوں نے نظر لگا دی میری خوشیوں کو۔۔کالی زبان والیاں۔۔ڈائنیں نا ہوں تو۔۔۔تم لوگ تو جس کو نظر اٹھا کر دیکھ لو۔۔۔وہ اپنے قدموں پر کھڑا کھڑا نیچے گر جائے۔۔ایسے حسد بھرے دل ہیں تمہارے۔۔۔اچھا اللہ سوہنا تو دیکھ رہا ہے نا۔۔وہی تم جیسوں سے بچائے گا ہمیں۔۔۔اور بچا تا رہا ہے۔۔انشاء اللہ" وہ حقارت سے بولی تھی۔آنکھوں سے آنسو بھی رواں تھے۔بڑی بھابھی چھوٹی والی کو سمجھا بجھا کر وہاں سے لے گئی تھیں۔رات کو بھائیوں کے آنے پر یہ معاملہ پھر اٹھا تھا۔وہ چونکہ ان کی بہن تھی۔وہ اسے گھر سے نہیں نکال سکتے تھے لیکن انہوں نے دونوں کو تحمل سے رہنے کی تلقین کی تھی مگر صوفیہ کچھ اور سوچ چکی ہوئی تھی۔اسے مزید یہاں رہنا ہی نہیں تھا

☆......☆......☆

"میں آپ کو ہی ڈھونڈ رہی تھی" نینا ایک دم سے اس کے سامنے آتے ہوئے بولی تھی۔اسکول کے گیٹ کے باہر بچوں کا رش بڑھ رہا تھا۔چھٹی ہو چکی تھی اور بچے شور مچاتے باہر کی طرف آ رہے تھے۔وہ مہر کے اسکول میں مہر سے ملنے کے لئے آئی تھی مگر اندر نہیں گئی تھی کیونکہ ایک تو اس کی اجازت ہی نہیں تھی دوسرا مہر کی پھپھو بھی اسکول میں ٹیچر تھی۔اس لئے وہ مہر کے چاچو کو چھٹی کے وقت ڈھونڈتی ہوئی آ پہنچی تھی اس نے نگاہیں اٹھا کر پہلے حیرانی اور پھر ناگواری سے اسے دیکھا

"مجھے کیوں ڈھونڈ رہی تھیں آپ۔۔۔میں آپ کی گمشدہ انگوٹھی نہیں ہوں" وہ ہمیشہ طنزیہ انداز میں ہی بات کرتا تھا۔دھوپ کی شدت سے اس کا چہرہ بالکل سرخ ہو رہا تھا اور یقیناً گرمی اس کی جھنجھلاہٹ میں اضافہ کر رہی تھی

"دیکھیں پپو صاحب۔۔معاملہ ذرا سنجیدہ ہے" اس نے تحمل کا مظاہرہ کیا تھا جو کہ وہ عام طور سے کرتی نہیں تھی۔

"میرا نام خاور ہے۔۔۔پپو مجھے صرف میری ماں کہتی ہے" وہ ناک چڑھا کر بولا تھا۔نینا نے سر ہلایا

"اچھا تو خاور صاحب۔۔۔مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔۔آپ جانتے ہیں کہ میں۔۔" ایک لمحے کے لئے رکی پھر بولی۔۔

"ہم سب مہر کے لئے بہت پریشان ہوں۔۔ہم سب اسے بہت یاد کرتے ہیں۔۔آپ اپنی والدہ کو سمجھائیں کہ اتنا ظلم نا کمائیں۔۔۔انہوں نے صرف شوگر کے ڈاکٹر سے ہی نہیں ملتے رہنا۔ایک نا ایک دن اللہ سے بھی ملنا ہے" وہ لہجے کو سخت کئے بناء انتہائی طنزیہ انداز میں بولی تھی۔خاور عرف پپو نے گھور کر اسے دیکھا

"آپ میری والدہ کے بارے میں اس انداز میں بات کیسے کر سکتی ہیں۔۔ٹھیک ہے اب آپ کی ان سے رشتے داری نہیں رہی لیکن بزرگوں کا احترام کرنے کے لئے رشتہ دار ہونا ضروری نہیں ہوتا" وہ واقعی برا مان گیا تھا اور اچھا تو اسے بھی نہیں لگا تھا

"خاور صاحب۔۔جس تانے لاگے وہی جانے۔۔۔ہم بھی کوئی ایسے ویسے لوگ نہیں ہیں کہ جو بزرگوں کی عزت کرنا نا جانتے ہوں

۔۔۔ یہ ساری کتابیں پڑھ کر ہی یہاں تک پہنچے ہیں ۔۔ کچھ لوگوں کو عزت نہیں کروانا آتی ۔۔۔ آپ کی امی جی بہت زیادتی کر رہی ہیں ہمارے ساتھ ۔۔ ایک چھوٹی سی بچی کو اس کے پیاروں سے دور رکھ کر نجانے کونسی نیکی کر رہی ہیں وہ ۔۔۔ کم از کم آپ تو سمجھا سکتے ہیں انہیں ۔۔۔ کہ یہ ظلم مت کریں" وہ التجائیہ انداز میں بولی تھی ۔ خاور نے سابقہ انداز میں اس کا چہرہ دیکھا

"کون سا ظلم بی بی ۔۔۔ پتا نہیں آپ کیا سمجھتی ہیں ۔۔ میری اماں کوئی جلاد تو نہیں ہیں جو اپنی ہی پوتی کا خیال نا رکھ پاتی ہوں گی ۔۔۔ ہاں میں مانتا ہوں اللہ جنت نصیب کرے نوشی باجی کے ساتھ ان کا رویہ اچھا نہیں تھا ۔ زیادتی کر جاتی تھیں امی ان کے ساتھ ۔ لیکن مہر کے ساتھ بہت محبت کرتی ہیں وہ ۔۔ اس کا خیال رکھتی ہیں ۔۔" وہ اسے سمجھانا چاہ رہا تھا ۔ اس کے انداز میں چھلکتی بے چینی دیکھ کر سمجھ تو رہا تھا کہ گہرے سے بہت محبت کی وجہ سے وہ اس کے لئے پریشان ہے ۔ نینا نے ساری بات سن کر تاسف سے سر ہلایا تھا

"خیال کیسے رکھتے ہیں ۔۔۔ آپ کو پتا ہی نہیں ہے ۔۔ ماں نہیں رہی اس کی ۔۔ کیسے سوتی ہوگی چھوٹی سی بچی ۔۔ چھت کو تکتے تکتے تھک جاتی ہوگی تو نیند آجاتی ہوگی ۔۔ کھانا کیسے جاتا ہوگا اندر ۔۔۔ یقین کریں خاور صاحب ۔۔ چھوٹی سی بچی ہے نا ۔۔ اس لئے اپنی کیفیت بیان نہیں کر سکتی ۔۔ لیکن وہ بہت کچھ محسوس کرتی ہوگی ۔۔۔ ماں کی یاد قدم قدم پر ستاتی ہوگی اسے ۔۔" نینا کا لہجہ نجانے کیوں روہانسا ہو گیا تھا ۔ خاور اس کے الفاظ سے زیادہ اس کے چہرے پر غور کر رہا تھا جہاں بے چینی اور اضطراب پھیلا ہوا تھا ۔ وہ سوچ رہا تھا

"اللہ ہی جانتا تھا کہ یہ سخت مزاج دِکھنے والی لڑکی مہر کے معاملے اسقدر بے چین کیوں تھی؟

وہ اس کو زیادہ نہیں جانتا تھا لیکن نوشین باجی کے بعد اس نے جب بھی اسے دیکھا تھا وہ مہر کے لئے بے حد پریشان نظر آتی تھی ۔ خاور نے اپنی رسٹ واچ کی جانب دیکھا پھر اسے دیکھ کر بولا

"دیکھیں بی بی ۔۔۔ ابھی تو میں لیٹ ہو رہا ہوں ۔۔۔ ابھی میری بہن آجائے گی ۔۔۔ آپ کو میرے ساتھ دیکھ کر وہ خوامخواہ مشکوک ہوگی ۔۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم یہاں اسکول گیٹ پر کھڑے ہونے کی بجائے کہیں بیٹھ کر بات کر لیں ۔۔۔ آپ مناسب سمجھیں تو ۔۔۔" اس نے ایک تجویز دی تھی اور نینا تو جیسے منتظر ہی تھی ۔

"جی ٹھیک ہے ۔۔ آ جہاں بھی کہیں ۔۔ میں آپ سے وہاں بیٹھ کر بات کرنے کو تیار ہوں ۔۔" وہ بہ عجلت بولی تھی ۔

"آپ میرا سیل نمبر لے لیں ۔۔۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ کہاں بیٹھ کر بات ہو سکتی ہے" اس نے کہنے کے ساتھ اپنا فون بھی جینز کی پاکٹ سے برآمد کیا تھا ۔ نینا کا فون تو اس کے ہاتھ میں ہی تھا ۔ اس نے عجلت بھرے انداز میں اپنا نمبر اسے دے دیا تھا



"آہا ۔۔۔ چاول ۔۔۔ چنوں والے چاول ۔۔" وہ پلیٹ دیکھ کر خوشی سے بولی تھی ۔ امی نے بغور اس کا انداز دیکھا ۔ وہ کتنے دن کے بعد ایسے خوش نظر آتی تھی ۔ اس کی بدمزاجی اور خودسری کے سامنے کبھی کبھی وہ خود کو بے حد لاچار محسوس کرتی تھیں

"ہاں ۔ حمزہ دے کر گیا تھا تمہارے لئے ۔۔۔ کہہ رہا تھا امی نے خاص طور پر نینا باجی کے لئے بھیجے ہیں" بہت دن کے بعد ان

کے درمیان ضرورت کے علاوہ کوئی بات ہو رہی تھی۔انہوں نے دوسری ٹرے بھی اس کے سامنے رکھتے ہوئے یہ جملہ بولا تھا۔انہوں نے چکن کا سالن بنایا تھا۔زری نے سلاد اور دہی بھلے بنا لیئے تھے۔یہ نینا کا پسندیدہ کھانا تھا

"اللہ خوش رکھے حمزہ کی امی کو۔۔اچھی عورت ہیں۔۔" نینا کھانے کو دیکھ کر واقعی خوش تھی اور بہت رغبت سے کھا رہی تھی۔ایسا موقع کافی کافی دن کے بعد آتا تھا جب نینا سکون سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا کرتی تھی۔امی بھی اطمینان سے اس کے پاس بیٹھ گئیں۔زری اور وہ پہلے ہی کھا چکی تھیں اور زری تو کھانا کھا کر لیٹ گئی تھی جبکہ وہ نینا کے انتظار میں وہیں لاؤنج میں بیٹھی رہی تھیں

"تمہاری پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟" انہوں نے پوچھا تھا۔نینا نے سر ہلایا

"ٹھیک ہے۔۔بس اب فائنل ٹرم ہوگی۔۔تھیسز ہوگا۔۔پھر انٹرن شپ۔۔۔پھر جاب ڈھونڈوں گی" امی نے لفظ" جاب" پر اس کے چہرے کی طرف دیکھا

"اچھی بات ہے۔۔کسی اچھے سے اسکول میں اپلائی کر دینا۔۔اتنا پڑھ لکھ کر گھر بیٹھے رہنے سے فائدہ۔۔جاب سے مصروف بھی رہو گی اور تجربہ بھی بڑھے گا"

"اسکول میں۔۔؟" وہ حیران ہوئی تھی

"آپ سے کس نے کہاں میں ٹیچنگ کرنے والی ہوں۔۔۔ایم بی اے کر کے میں ٹیچنگ نہیں کر سکتی۔۔۔یخ۔۔ہر وقت بچوں کی چوں چوں۔۔میڈم یہ میڈم وہ۔۔۔نرا سر درد۔۔۔میں نہیں کر سکتی یہ سب۔۔" اس نے نخوت سے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"اچھا تو پھر کیا کرو گی۔۔۔"امی کے نزدیک لڑکیوں کے لئے ٹیچنگ سے بہتر کوئی پروفیشن تھا ہی نہیں۔

"کر ہی لوں گی کچھ نا کچھ۔۔۔ابھی تو تھیسز۔۔وائیوا۔۔۔جیسی بلائیں ٹلنے کی دعا کریں۔۔پھر دیکھتی ہوں" وہ اطمینان سے بولی۔مہر کے چاچو سے مل کر اسے بڑا سکون ہو گیا تھا کہ مہر کے لئے وہ کچھ نا کچھ کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیگی

"جو بھی کرنا ہو۔۔اپنے ابا سے مشورہ کرنے کے بعد کرنا۔۔۔وہ روک ٹوک تو کرنے والے ہیں نہیں لیکن تم پوچھ لو گی تو انہیں اچھا لگے گا" وہ اسے سمجھا رہی تھیں حالانکہ جانتی تھیں وہ سمجھنے والی چیز ہے نہیں۔اس نے ان کے اس مشورے پر نخوت سے سر جھٹکا تھا

"ابا نے تو آج تک ہم سے پوچھ کر کچھ کیا نہیں ہے۔۔۔بس ہم ہی پوچھتے رہیں" امی نے اس کے طعنے کو بمشکل ہضم کیا تھا۔وہ اسے ٹوکنا نہیں چاہتی تھیں

"یہ اولاد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ماں باپ سے مشورہ کر کے زندگی کے اہم فیصلے کرے۔۔۔ماں باپ۔۔بالخصوص باپ کب مشورہ کرتے ہیں اولاد سے۔۔۔تم لوگ تو خوش قسمت ہو کہ تمہیں اتنے اچھے محبت کرنے والا باپ ملا ہے۔۔" انہوں نے اپنی جانب سے ایک اور کوشش کی تھی۔نینا نے ایک لمحے کے لئے رک کر ان کا چہرہ دیکھا۔کچھ کہنا چاہا پھر چپ چاپ چمچ پلیٹ میں ہلاتی ہوئی نوالے بنانے میں مگن ہو گئی۔امی ابا سے زیادہ قابل توجہ فی الوقت اس کی پلیٹ میں موجود رزق تھا

"اچھا بات سنو۔۔۔میں نے تم سے ایک بات کرنی تھی" امی نے بھی اس کی عدم توجہ دیکھ کر موضوع پلٹ دیا تھا۔

"آپ نے پھر کسی بچے کی اماں سے ہامی تو نہیں بھر لی کہ نینا ٹیوشن پڑھا دے گی۔۔۔جیسے نینا مفت کی ٹیوشن ٹیچر سارے محلے کے نکمے بچوں کو ٹیوشن پڑھانے کا آفاقی معاہدہ کر کے آئی ہے" وہ جلد بازی سے بولی تھی۔ایسا چونکہ پہلے بھی کئی بار ہو چکا تھا۔اس لئے اس کا دھیان اسی جانب گیا تھا لیکن امی نے ناگواری سے نفی میں سر ہلایا

"سن تو لو۔۔۔زری کا بہت اچھا رشتہ آیا ہے۔۔۔آپا زینب کے جاننے والوں میں سے ہیں۔لڑکا قطر میں ہوتا ہے۔۔۔بہت اچھی جاب ہے۔۔۔دو لاکھ سیلری ہے۔۔۔گاڑی گھر سب ملا ہوا ہے۔۔۔ذات برادری بھی اپنی ہے۔۔۔عمر بھی ستائیس اٹھائیس ہے۔۔۔اس کی بہن نے زری کو کہیں آپا زینب کی بیٹی کی شادی کی مووی میں دیکھا تھا" امی پر جوش لہجے میں بولی تھیں۔نینا چمچ بھر کر منہ تک لے جا رہی تھی۔ان کی بات سن کر اسے بلاشبہ خوشی ہوئی تھی۔زری نے جب سے پڑھائی چھوڑی تھی تب سے امی اسی جتن میں لگی نظر آتی تھیں کہ زری کا رشتہ ہو جائے۔زری جس قدر خوبصورت اور سلیقہ مند تھی اس حساب سے اس کے لئے پرپوزلز کی لائن لگی ہوئی ہونی چاہیئے تھی لیکن ایسا تھا نہیں۔اِدھر اُدھر سے بس عام عام سے رشتے آ جاتے تھے۔یہ والا رشتہ کافی اچھا لگ رہا تھا اس لئے امی کو خوش دیکھ کر نینا کو اچھا لگا مگر ساتھ ہی دل میں ایک احساس جاگا تھا۔کسی کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا تھا مگر اس نے اپنے ہی خیال کو جھٹک دیا تھا

"واقعی۔۔۔یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے" وہ واقعی خوش ہوتے ہوئے بولی تھی

"ہاں۔۔۔میں بھی بہت خوش ہوں۔۔۔اللہ تم دونوں کے نصیب جلد از جلد کھولے۔۔۔آمین۔لڑکا چھٹی پر آجکل پاکستان آیا ہوا ہے۔۔۔وہ لوگ منگنی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔میں نے بلوایا ہے کل چائے پر۔۔۔کوئی بات مزید آگے بڑھی تو کھانے پر بھی مدعو کروں گی" امی کافی پر جوش تھیں

"یہ تو کافی اچھی بات ہے" نینا نے اتنا ہی کہا تھا

"اب تم سے ایک ریکویسٹ ہے کہ کل ذرا جلدی آجانا اور گھر کے کاموں میں تھوڑی مدد کر دینا۔۔۔زری تو ان کے سامنے کام کرتی اچھی نہیں لگے گی۔تم اس کی اکلوتی بہن ہو۔۔۔تمہیں ہی کرنا ہے یہ سب۔۔۔سمجھ رہی ہو نا۔" امی کے انداز میں التجا تھی۔نینا نے سر ہلایا

"جی۔ٹھیک ہے۔۔۔آپ بتا دینا۔مجھے کیا کیا کرنا ہوگا" وہ بہت فرمانبرداری سے کہہ رہی تھی۔امی کو بڑا اطمینان ہوا۔

☆......☆......☆

"تم فنیشل ہی کر لو" وہ اپنی کوئی کتاب بستر پر رکھ کر بیٹھی ہوئی تھی جب اچانک ہی اسے کچھ خیال آیا۔اس نے زری کی جانب دیکھ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا تھا۔زری کانوں میں ہیڈ فون لگائے ایف ایم سن رہی تھی۔اس کے ہلتے ہاتھ دیکھ کر اس نے ہیڈ فون اتارا تھا۔

"مجھ سے کہہ رہی ہو کچھ۔۔۔؟" وہ کچھ حیران تھی کیونکہ نینا کا مزاج کافی اچھا لگ رہا تھا۔وہ شاید کئی سالوں بعد اپنے ہاتھوں سے زری اور اپنے لئے چائے بھی بنا کر لائی تھی۔

" ہاں بہن تم سے ہی کہہ رہی ہوں۔۔فیشل کرلو۔کوئی پیڈی کیور مینی کیور۔۔۔سنا ہے اب تو پروٹین ٹریٹمینٹ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔۔۔میرے جیسے خوبصورت لڑکیوں کی تو نہیں لیکن تم جیسی واجبی سی شکل وصورت والیوں کی خوب چاندی ہوگئی ہے۔۔۔اپنے کالے پیلے چہرے پر ذرا سی محنت کرلو تو بس میرے جیسی خوبصورت لگنے لگو گی" وہ بہن کو چڑاہ رہی تھی۔زری نے سر ہلایا

" ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔بس اب میں کیا کروں اللہ نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے۔۔مجھے واقعی محنت کرنی پڑتی ہے تا کہ تم جیسی حسین وجمیل خوبصورت طرحدار۔۔۔"اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ نینا نے اسے ٹوک کر مزید لفظوں کا اضافہ کیا

" پڑھی لکھی سمجھدار۔۔سلیقہ مند اور نوجوان بھی"

" ہاں ہاں۔نوجوان بھی لگ سکوں۔۔۔بس قسمت کی بات ہے۔۔سب نصیب کے کھیل ہیں" وہ بھی ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"قسمت کی بات تو مت کرو بہن۔۔۔یہاں ہم مار کھا گئے۔۔تم اس معاملے میں ذرا دو قدم آگے ہی ہو ہم سے۔۔۔اسی لئے پردیس سے کوئی رشتہ آیا ہے تمہارے لئے۔۔۔ہم قسمت کے دھنی ہوتے تو ہمارے لئے آتا نا" وہ بھی مزاحیہ اور رازدانہ انداز میں بولی تھی۔زری جواب تک مذاق مذاق کھیلتے ہوئے ہنس رہی تھی یکدم چُپ سی ہوئی

"کس کا رشتہ آیا ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی

" اب اتنا بھی مت بنو۔سارا دن گھر میں ہوتی ہو۔امی کے ہر فون کال کی جاسوسی کرتی ہو۔۔تمہیں سب پتا تو ہے" نینا نے ناک چڑھا کر کہا تھا۔

"قسم سے مجھے نہیں پتا کسی بھی رشتے وشتے کے متعلق۔۔۔بتاؤ نا کس کا رشتہ آیا ہے۔۔۔میرا۔۔؟" وہ آخر میں استفہامیہ انداز اپنا کر بولی تھی

" ہاں بنو رانی۔۔قطر میں ہوتا ہے لڑکا۔خالہ زینب کا پتا ہے نا۔ان کے کوئی جاننے والے ہیں۔لڑکا اچھا ہے۔۔۔ویل سیٹلڈ۔۔ایجوکیٹڈ۔اسمارٹ ہینڈسم۔۔۔" نینا جانتی تھی زری سب تفصیلات جاننا چاہتی ہوگی۔اسے جتنا معلوم تھا وہ سب بتانے لگی۔زری نے ذرا بھی دلچسپی نہیں لی تھی۔نینا کو اپنے دھیان میں محسوس بھی نہیں ہوا کہ زری کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔نینا کی باتوں میں کوئی دلچسپی لئے بناء وہ سرہانہ سیدھا کر کے سیل فون، ہیڈ فون سمیت لحاف میں گھس گئی تھی

"کل آ رہے ہیں وہ لوگ۔۔۔کیا پتا وہ بیچارا قسمت کا مارا بھی ساتھ ہو۔۔۔اسی لئے کہہ رہی تھی کوئی مرمت ورمت کرلو اپنی۔۔آئی بروز بنا لو۔۔۔" نینا نے اتنی لمبی تمہید جس بات کے لئے باندھی بالا آخر اس نے وہ اگل ہی دیا تھا، زری کی کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی لیکن لحاف کے نیچے سے اس کے سیل فون کی چمکتی اسکرین واضح ہو رہی تھی جو بتا رہی تھی کہ یقیناً واٹس ایپ مسلسل چل رہا تھا۔اس کو لحاف میں گھسا دیکھ کر نینا بھی کتابوں کی جانب متوجہ ہوگئی تھی

☆......☆......☆

" میں چاہتی ہوں آپ اپنی امی کو آمادہ کریں کہ وہ مہر کو مجھے دے دیں۔۔میں اس کا بہت خیال رکھوں گی۔۔اس کی مری ہوئی ماں نے مجھے بچپن میں بہت محبت سے پالا پوسا تھا۔۔وہ شاید بارہ سال کی تھیں جب میں ان کے گھر آئی تھی۔۔لیکن وہ میرا ایسا خیال رکھتی تھیں جیسے میری سگی ماں بھی نا رکھتی ہوگی۔۔۔میرا کھانا پینا۔اوڑھنا برتنا۔سونا جاگنا۔ہر چیز کی ذمہ داری انہوں نے بنا کسی کی تاکید کے خود سنبھالی ہوئی تھی۔۔مہر آپ لوگوں کے پاس ہے۔۔۔وہ کیا کھاتی ہوگی۔۔کیسے رہتی ہوگی۔۔یہ سوچ سوچ کر مجھے رات رات بھر نیند نہیں آتی خاور صاحب" نینا بے حد لاچاری بھرے لہجے میں بولی تھی۔چار بجے کا وقت تھا۔گرمی کافی کم ہو چکی تھی اگرچہ ابھی ابھی سردیوں کے آثار تو نہیں شروع ہوئے تھے لیکن پھر بھی موسم شام کو کچھ بہتر ہونا شروع ہو گیا تھا۔وہ دونوں یونیورسٹی کے قریب ایک کیفے ٹیریا میں بیٹھے تھے۔

" ایک بات بتائیں مجھے نینا صاحبہ آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ ہم مہر کا خیال نا رکھتے ہوں گے۔۔یا ہمارے گھر وہ بھوکی مرتی ہوگی۔۔۔ہم اس کے آرام کا خیال نا رکھتے ہوں گے اور وہ سارا دن جھاڑو پونچھا لے کر گھر کی صفائی میں لگی رہتی ہوگی۔۔۔اور میری امی پھولن دیوی کی طرح گھوڑے پر بیٹھی اس کو ہنٹر مارتی رہتی ہوں گی۔۔۔فلمیں ولمیں کافی شوق سے دیکھتی ہیں آپ" وہ انتہائی طنزیہ انداز میں بولا تھا اور اس سے پہلے کہ نینا کوئی جواب دیتی وہ مزید بولا

" ہمارے گھر میں مہر کا اسٹیٹس کسی شہزادی سے کم کا نہیں ہے۔۔۔میری امی میرے ابو اور میری بہنیں اس پر جان چھڑکتی ہیں۔۔اس کے منہ سے نکلی خواہش پوری کرنا ہم سب اپنا فرض سمجھتے ہیں۔۔۔" وہ لمحہ بھر کے لئے رکا تو نینا نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر اس نے ہاتھ ہوا میں بلند کر کے اسے روک دیا تھا

" ہاں میں مانتا ہوں۔۔نوشین بھابھی کے ساتھ میرے گھر والوں کا سلوک متنازعہ تھا۔وہ ان کی قدر نہیں کر پائے لیکن اس میں زیادہ قصور ان کے شوہر یعنی میرے بھائی کا تھا۔۔اگر مرد اپنی عورت کی عزت کرتا تو پھر کوئی اس عورت کی عزت نہیں کرتا۔۔آصف بھائی اس مردوں میں سے تھے جو رشتوں میں توازن رکھنا جانتے ہی نا تھے۔۔۔بہر حال وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ان کی غیر موجودگی میں ان کا ذکر غیبت میں شمار ہوگا۔۔۔میں یہاں صرف اسلئے آیا ہوں کہ آپ کو سمجھا سکوں کہ آپ مہر کے لئے اتنی فکر مند نا رہا کریں۔۔وہ بہت خوش ہے ہم سب کے ساتھ۔۔۔میں پوری کوشش کروں گا کہ اپنی امی کو آمادہ کر سکوں کہ وہ ہفتہ دس دن بعد مہر کو آپ سے ملنے کے لئے بھیج دیا کریں" اس نے جیسے ایک سانس میں اپنا سارا موقف بیان کر ڈالا تھا۔نینا نے اسکی بات سن کر گہری سانس بھری

" میں یہ نہیں کہہ رہی کہ آپ لوگوں کے یہاں اس کا خیال نا رکھا جاتا ہوگا۔۔لیکن آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔۔۔اسے ماں کی ضرورت ہے۔۔وہ بہت چھوٹی ہے۔۔ایک چھوٹی بچی کو ماں کا لمس درکار ہوتا ہے۔۔اسے سوتے ہوئے ہر کروٹ پر ایک بازو درکار ہوتی ہے جو اس کا احاطہ کر کے اسے تحفظ کا احساس دلا سکے۔۔اور جب اسے یہ تحفظ نہیں ملتا تو وہ ذہنی طور پر بہت ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔۔۔بچپن میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ بڑی قاتل ہوتی ہے خاور صاحب۔۔یہ ساری زندگی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔۔۔ایسا ٹوٹا پھوٹا انسان پھر نارمل نظر آنے کے لئے ہر ابنارمل حد تک جانے لگتا ہے۔۔میں مہر کو صرف اس توڑ پھوڑ سے بچانا چاہتی ہوں۔۔" اب کی بار وہ جیسے کسی ٹرانس

کی کیفیت میں بول رہی تھی۔اس کی نگاہوں کا مرکز میز پر پڑا ہوا گلدان تھا۔اسے احساس نہیں ہوا تھا کہ اس کی بات سنتے ہوئے خاور عرف پپو کے چہرے پر کیسی مسکراہٹ چمکنے لگی تھی

"میں تو بس مہر کو اس کی ماں کی ممتا کا احساس دلانا چاہتی ہوں۔۔اس لئے چاہتی ہوں کہ مہر میرے ساتھ رہے" اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے جملہ مکمل کیا تھا

"اچھا۔اب سمجھا ہوں میں آپ کی بات۔۔لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ مہر آپ کے ساتھ رہے۔۔۔یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ مہر کے ساتھ رہ لیں؟" وہ جیسے کوئی تجویز دینا چاہ رہا تھا۔نینا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ اسی صورت میں ممکن ہے نینا صاحبہ کہ میں آپ سے شادی کر لیتا ہوں۔۔۔اس صورت میں آپ ہمارے گھر کا فرد بن جائیگی اور پھر مہر کا خیال رکھنا آپ کے لئے بے حد آسان ہو جائیگا" وہ انتہائی اطمینان سے بولا تھا۔نینا کو جھٹکا سا لگا۔اسے امید نہیں تھی کہ یہ عام سا لگنے والا شخص اتنی جراءت رکھتا ہوگا کہ اس سے یہ بات کرے۔وہ نینا تھی۔اپنی تلوار جیسی زبان سے سب کو سیدھا کرنے کا حوصلہ رکھتی تھی لیکن نجانے کیوں اس لمحے اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔وہ چند سیکنڈز بس اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔۔پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور بناء اس کی جانب دیکھے لمبے قدم بھرتی باہر نکل گئی تھی۔خاور وہیں بیٹھا مسکراتا رہا تھا



وہ گھر پہنچی تو مہمان آچکے ہوئے تھے۔اس نے یونیورسٹی سے آف کیا تھا لیکن چونکہ مہر کے چاچو سے ملنا ضروری تھا اس لئے امی کی مدد کر کے گھنٹہ بھر کی اجازت لے کر نکلی تھی۔اب جب وہ واپس آئی تھی تو ذہن و دل کی کیفیت میں عجب کھلبلی مچی تھی۔مہر کے لئے اسکی توجہ اور پریشانی کو اس کے چاچو نے کس طرح کیش کروانا چاہا تھا یہ سوچ سوچ کر ایک جانب اسے اس شخص پر بھی غصہ آرہا تھا دوسری جانب وہ خود سے بھی نالاں تھی کہ اسے اتنا جذباتی ہونے کی کیا ضرورت تھی کہ مہر کی محبت میں اس کے چاچو سے ملنے چل دی۔گھر میں آتے ہی مہمان اور امی کا مزاج برہم دیکھ کر وہ بھول بھال کر ان کے ساتھ مصروف ہو گئی تھی۔شائستہ مزاج اور دھیمی سی مسکراہٹ والی ایک آنٹی تھیں،انکل ذرا خاموش طبع تھے لیکن ابا کے ساتھ سیاست اور پاکستان کے حالات پر باتیں کرتے رہے۔لڑکے کی ایک بہن بھی ساتھ تھیں جو زیادہ تر اپنے پانچ سالہ بیٹے اور دو سالہ بیٹی کی شرارتیں سناتی رہی۔نینا کو ان سب سے مل کر اچھا لگا اسی لئے وہ محسوس نہیں کر پائی کہ زری بہت چپ چپ تھی۔وہ اس طرح سے تیار بھی نہیں تھی جس طرح عام طور سے گھر میں رہا کرتی تھی۔سادہ سا چہرہ۔۔نا کاجل مسکارا نا لپ گلاس۔۔۔کپڑے بھی عام سے ہی پہن رکھے تھے جو عام طور سے گھر میں پہن کر رکھا کرتی تھی۔

"مجھے تو یہ لوگ بے حد پسند آئے۔۔پرسوں میں تمہارے ابا اور خالہ جائیں گے ان کے یہاں۔۔تم چلو گی۔۔؟" امی نے خوش ہوتے ہوئے کہا تھا اور ساتھ ہی اس سے پوچھا تھا۔ان کے چہرے پر اطمینان کی گہری لکیریں تھیں۔وہ برتن دھو رہی تھی اور امی بسکٹ کباب وغیرہ کے باقیات سمیٹنے میں مگن تھی۔نینا نے سر ہلایا

" کیا مجھے جانا چاہیئے؟" امی شیشے کے جار میں بسکٹ رکھ رہی تھیں۔اس کے سوال پر حیرت سے رک کر اسے دیکھنے لگیں
" مجھے لے جانے سے پہلے سوچ لیں۔۔۔زری کی نسبت میں زیادہ خوبصورت ہوں۔۔یہ نا ہو کہ اس سسرال والوں کو میں بھا جاؤں۔۔۔پھر آپ کو اعتراض ہو" یہ اس کا مذاق تا تھ۔امی کو سمجھنے میں ذرا سا لمحہ لگا لیکن جب سمجھ گئیں تو مسکرائی تھیں
" بکو نہیں۔۔۔زری کو پسند کر گئے ہیں تب ہی تو بلوایا ہے ہمیں اپنے یہاں۔۔۔اور تم ضرور ساتھ چلو۔۔لڑکے کو دیکھنا۔اس کے ساتھ ذرا بات وات کرنا۔تم تو پڑھی لکھی ہو۔۔۔ذرا اپنے حساب سے جانچنا کہ ہماری زری کو خوش بھی رکھے گا یا نہیں" امی اسے سمجھانے کے ساتھ جار کا ڈھکن لگاتے ہوئے اسے کیبنٹ میں رکھنے لگی تھیں۔۔وہ آج ضرورت سے زیادہ متحرک اور چاق و چوبند نظر آ رہی تھیں
" واہ بھئی۔۔۔زری کے سسرال والوں کی وجہ سے ہماری بھی عزت ہونے لگی ہمارے گھر میں۔۔ورنہ ہمیں کون اتنی عزت دیتا تھا کہ ہم سے مشورہ کرے، ہماری رائے مانگے" وہ طنزیہ انداز میں مذاق کر رہی تھی
" تمہارے مشورے کی اہمیت نا ہوتی تو تمہیں ساتھ چلنے کو نا کہتی۔۔۔پگلی۔تم زری کی بہن ہو۔اس کی پسند نا پسند کو سمجھتی ہو۔۔۔مجھ سے تو وہ شرماتی رہے گی۔۔لیکن تم سے تو ہر بات کرے گی نا۔۔۔لڑکے کی تصویر لائیں گے۔۔پھر تم زری کو دکھا کر اسکی رائے لینا۔۔اسے ان کے گھر بار کے متعلق بتانا" امی پر جوش لہجے میں مشورہ دے رہی تھیں۔نینا نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا
" وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن آپ نے غور کیا۔زری کچھ چُپ چُپ سی ہے نا۔" اسے یکدم ہی یاد آیا تھا کہ زری کا رویہ بھی کچھ لیا دیا سا تھا آج اور وہ ابھی تک کمرے سے بھی نہیں نکلی تھی
" ظاہر ہے اب وہ گانے گانے سے تو رہی۔۔لڑکیاں ان موقعوں پر چُپ ہی رہتی ہیں۔۔شرما ور مار ہی ہوگی" امی شرارتی انداز میں بولی تھیں۔نینا نے برا سا منہ بنایا
" اتنی شرمیلی بھی نہیں ہے اب زری۔۔" امی پھر مسکرائیں
" کہہ تو ٹھیک رہی ہو۔لیکن بچی ہے نا۔۔۔یہ بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔۔۔حالانکہ وہ باقاعدہ رشتہ لائے تھے۔۔عام لوگوں کی طرح لڑکی دیکھنے اور اس کا امتحان لینے نہیں آئے تھے لیکن پھر بھی عجیب تو لگتا ہے نا۔۔۔جب تمہارا وقت آئے گا نا تب تمہاری بھی پٹر پٹر کرتی زبان کو بریک لگ جائیگی" امی پھر شرارت بھرے لہجے میں بولی تھیں۔ان کی اِس بات پر یکدم نینا کو پھپو کا بچہ یاد آ گیا۔
" یہ اسی صورت ممکن ہے کہ میں آپ سے شادی کر لیتا ہوں" اس نے دل میں اس کا ڈائیلاگ دوہرایا تھا اور ساتھ ہی غصہ بھی آیا۔وہ چند لمحے سوچتی رہی پھر اس نے امی کی جانب دیکھا تھا۔
" امی ایک پلیٹ بنا دیں چاٹ اور کباب کی۔۔وہ جو آئس کیک وہ لوگ لائے تھے وہ بھی ڈال دیں۔۔۔میں سلیم کو دے آتی ہوں
" اتنی اہم بات اس نے ابھی تک سلیم کو نہیں بتائی تھی۔اس نے جلدی جلدی ہاتھ چلانے شروع کئے۔برتن دھو کر وہ سلیم کے پاس جانا چاہتی تھی۔امی پلیٹ بنانے لگی تھیں

☆......☆......☆

" بیٹا پھر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔۔لاہور جاؤ گے کیا؟" اماں رضیہ نے اس کے سامنے چائے کا کپ رکھتے ہوئے بے دلی سے سوال کیا تھا۔سمیع کا اترا ہوا چہرہ دیکھ دیکھ کر ان کا بی پی لو رہنے لگا تھا۔ان کا دل چاہتا تھا کہ اس کے تمام مسائل کو چٹکیوں میں حل کر دیں لیکن وہ خود بے حد مجبور تھیں۔قدرت سے تو لڑ نہیں سکتی تھیں لیکن خواہش تھی کہ کسی روز شہرین کی اماں کو فون کر کے اس کو خوب باتیں سنائیں

" جی اماں۔۔کیونکہ یہاں تو میں بہت ہی کم لوگوں کو جانتا ہوں۔۔پنجاب میں اپنا پورا خاندان ہے۔۔وہاں لوگوں کے تعلقات ہیں۔۔آپ کو پتا ہی ہے ہمارے یہاں سفارش واسطے ہر کام کے لئے ضروری ہیں۔۔" وہ مگن سا بولا تھا

" بیٹا۔ڈاکٹر کہتا کیا ہے۔۔اب کیا کریں گے وہ۔۔علاج کب شروع ہوگا" اماں نے دوسرا سوال کیا تھا۔بہت دن ہوئے تھے شہرین گھر میں ہی تھی۔سمیع اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا ہی نہیں رہا تھا۔اماں رضیہ کو لگ رہا تھا کہ کہیں تاخیر تو نہیں ہو رہی

" اماں ریڈی ایشن کا کہا ہے۔۔وہاں لاہور ہی کروائیں گے۔۔باقی کی صورتحال تو لاہور جا کر ہی واضح ہوگی"

ریڈی ایشن۔۔یہ کیا آپریشن وا پریشن ہوتا ہے؟" ان کی معلومات ناقص تھیں۔سمیع نے ان کی جانب دیکھا۔وہ فکرمند نظر آتی تھیں۔ان کے دل میں شہرین کے لئے بہت جگہ تھی۔یہی وجہ تھی کہ سمیع نے اپنی امی کے رویے سے مایوس ہو کر ان سے بات کی تھی۔اسے کسی ایسے ہمدردی کی بے حد ضرورت تھی جو اس کی ہمت مسلسل بندھاتا رہتا۔

" شعاعوں سے علاج کریں گے اماں۔۔زیادہ تو مجھے بھی نہیں پتا۔۔وہیں لاہور جا کر تفصیلات پتا چلیں گی لیکن ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ شعاعوں سے ٹیومر یعنی رسولی کو جلانے کی کوشش کریں گے۔۔اس کے بعد سائز چیک کریں گے۔۔ڈاکٹر تو بہت پرامید ہیں کہ ریڈی ایشن بہت پراثر ثابت ہوں گی۔اللہ کرے اسی سے آرام آجائے۔۔" وہ بیچارگی کی انتہاء پر تھا۔

" انشاء اللہ بیٹا۔میں تو خصوصی دعائیں کر رہی ہوں آجکل۔شہرین مجھے بہت عزیز ہے۔۔اللہ رحم کرے بچی پر" دعائیں دینے کا یہ ان کا مخصوص انداز تھا۔سمیع کچھ نہیں بولا۔وہ اپنے اکاؤنٹس وغیرہ چیک کر رہا تھا۔اس کا روبار بہت وسیع پیمانے پر تو نہیں پھیلا ہوا تھا لیکن پھر بھی کافی برکت تھی۔اس نے گزشتہ پانچ سالوں میں سخت محنت کی تھی۔پہلا سال جاب سے تجربہ حاصل کر کے اس کے بعد نے اپنی فرم اسٹیبلش کر لی تھی۔چھ سات دس لوگوں کا اسٹاف بھی تھا کہ۔کراچی جیسے شہر میں ایک پوش علاقے میں رہائش بھی تھی۔اب تک تو سب کچھ بہت اچھے طریقے سے چل رہا تھا لیکن شہرین کو جس موذی مرض نے آلیا تھا اس میں پیسہ پانی کی طرح خرچ ہونا تھا۔شادی کے بعد پہلی مرتبہ جہاں سمیع کو یہ احساس ہوا تھا کہ وہ بہت اکیلا تھا وہاں یہ احساس بھی بہت حاوی تھا کہ اس نے کبھی کیوں پیسہ بچا کر نہیں رکھا تھا۔وہ لائحہ عمل ترتیب دے رہا تھا۔شوکت خانم سے ریڈی ایشن کے بعد اس کا ارادہ تھا کہ وہ لندن یا دبئی کے کسی بڑے ہاسپٹل میں شہرین کی رپورٹس بھیج کر دوسری رائے ضرور لے گا مگر اس کے لئے ضروری تھا کہ اس کے اکاؤنٹ میں خطیر رقم ہوتی۔

اماں رضیہ اس کو مصروف دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔وہ سمیع سے مشورہ کرنا چاہتی تھیں کہ وہ شہرین کی بہن یا امی کو فون کر کے شہرین کی بیماری کے متعلق بات کر لیں۔ان کا خیال تھا کہ اس صورتحال میں سمیع اور شہرین کو بہت سے ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو واقعی

ان کے ہمدرد ہوتے جو ماں باپ ہی ہو سکتے تھے۔ماں باپ کی دعائیں ہر مشکل ٹال سکتی تھیں لیکن سمیع لاہور روانگی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔اماں رضیہ نے سوچا تھا کہ وہ سمیع سے دوبارہ اس بارے میں بات کریں گے لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ان کے اپنے ہی گھر میں جاسوس پیدا ہو چکے تھے جو ان کے لئے صورتحال کو مزید گھمبیر بنا رہے تھے

☆......☆......☆

"بیٹی۔۔کچھ کھاؤ گی؟" اماں رضیہ نے شہرین کو کاؤچ پر بیٹھے دیکھ کر پوچھا تھا۔اس نے ہلکے پرپل رنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔مناسب جیولری، گہری لپ اسٹک۔۔بھورے بال جو نفاست سے کندھے پر آگے کی جانب ڈال رکھے تھے۔وہ آجکل سجنے سنورنے پر بہت دھیان دینے لگی تھی۔اللہ نے حسن تو دے ہی رکھا تھا۔سج سنور کر رہتی تھی تو بے حد خوبصورت لگنے لگتی تھی

"سمیع کا انتظار کر رہی ہوں۔۔وہ آئیں تو چائے پیتے ہیں۔۔کباب وغیرہ ہیں فریج میں۔۔؟" اس نے انہی سے پوچھا تھا۔گھر کی مالکن وہ تھی لیکن سب ذمہ داری اماں رضیہ کے ہی سر تھی۔اس نے تشکر بھرے انداز میں انہیں دیکھا تھا ساتھ ہی رانی کی بات یاد کر کے غصہ بھی آیا۔نجانے کیا اول فول بکتی رہتی تھی

"نہیں بیٹی۔۔۔معاف کرنا۔بس آجکل جی کچھ اچھا نہیں رہتا۔۔کچھ بنا نہیں پاتی۔۔دل چاہ رہا ہے تو بولو ابھی بنا لیتی ہوں" انہوں نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا تھا

"نہیں نہیں۔۔اماں۔۔۔ابھی تو ڈنر کا کام ختم کر کے آپ نکلی ہیں کچن سے۔۔۔میں کچھ آرڈر کر دیتی ہوں۔۔۔رانی ذرا میرا سیل فون لاؤ" اس نے پاس بیٹھی رانی کو کہا تھا جو ایمن کے کھلونے بکھرائے اس کے ساتھ مگن بیٹھی تھی لیکن دھیان سارا شہرین اور اماں رضیہ کی جانب تھا۔کھانے پینے کی باتیں ویسے بھی اسے فوراً سن جایا کرتی تھیں۔وہ فوراً اٹھی تھی

"ارے بیٹی یہ آرڈر واڈر مت کیا کرو۔۔ہمیں کیا خبر کیا کیا گند بلا ڈال کر بناتے ہیں یہ باہر کی چیزیں۔۔جو بھی کھانا ہو مجھے بتایا کرو۔۔میں خود بنا دیا کروں گی۔۔۔باہر کا کھانا مت کھایا کرو۔۔۔میں نے ٹی وی پر دیکھا تھا کہ بہت سے کیمیکل ڈالتے ہیں۔۔۔وہ موا کیا بولتے ہیں۔۔اجی نو موتو۔۔۔وہ تو دماغ کی بیماریاں لگا دیتا ہے۔۔۔مت کھایا کرو" وہ ناصحانہ انداز میں کہہ رہی تھیں۔اسی اثناء میں رانی سیل فون اٹھا لائی تھی

"اماں آپ تو جانے کہاں کہاں سے ڈھونڈ کر دیکھتی ہیں ٹی وی پر ایسی چیزیں۔۔۔میں نے تو جب بھی کوئی کھانے پکانے والا پروگرام دیکھا ہے۔۔۔وہ سب یہی چیزیں ڈال کر بناتے ہیں۔۔۔سویا ساس۔۔۔چلی ساس۔۔ہوٹ ساس۔۔اور بھی پتا نہیں کون کون سی ساس۔۔۔اتنے مزے کا لگتا ہے سب۔۔۔" رانی نے ٹوک کر سارا ٹیمپو ہی خراب کر دیا تھا۔اماں نے اسے گھور کر دیکھا۔وہ دن بہ دن مزید چٹوری ہوتی جاتی تھی۔شہرین کے کچھ جواب دینے سے پہلے ہی اس کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تھی۔شہرین نے کال ریسیو کرنے کے لئے بہت احتیاط سے اسکرین کو چھوا تھا۔یہ اس کی ساس کی کال تھی اور وہ اسے بہت ہی کم فون کرتی تھیں

"میں تو ٹھیک ہوں۔۔آپ کیسی ہیں" اس نے اپنے دل کو قابو میں رکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔وہ جب بھی فون کرتی تھیں، کچھ جلی کٹی ضرور سناتی تھیں

"سمیع کا ہی انتظار کر رہی تھی۔۔ابھی تک آئے نہیں ہیں آفس سے۔۔۔بس آنے والے ہوں گے۔۔۔کافی مصروف ہو گئے ہیں آجکل۔۔" وہ بہت احتیاط سے بات کر رہی تھی کہ کوئی ایسی بات نا نکلے منہ سے جو ان کے مزاج کو بگاڑ دے۔اماں رضیہ اسی کے چہرے کو تکنے میں مگن تھیں

"جی سمیع نے بتایا تھا کہ آپ آئی تھیں یہاں۔۔۔معاف کیجئے گا میں ہاسپٹلائزڈ تھی ان دنوں۔۔آپ سے ملاقات ہی نا ہو سکی۔۔آپ آئیں نا دوبارہ۔۔۔ایمن آپ کو مس کرتی ہے" وہ کہہ رہی تھی حالانکہ یہ جھوٹ تھا۔ایمن کی دادی کا ایمن سے کوئی تعارف تھا ہی نہیں۔وہ ایمن کو کبھی پیار نہیں کرتی تھیں۔۔اور نا ہی ایمن کو ان سے کوئی انسیت تھی۔

"جی بس۔۔۔دو دن رہی تھی ہاسپٹل میں۔۔" وہ کہہ رہی تھی۔اماں رضیہ کا رواں رواں اس کے منہ سے ادا ہونے والے جملوں کی جانب متوجہ تھا

"نہیں۔۔نہیں پریشانی کی بات نہیں تھی۔۔۔بس ذرا سا سر درد تھا۔۔آپ کو پتا ہے آجکل کے ڈاکٹرز پیسے بنانے کے چکر میں لمبا بل بنانے کے چکر میں ذرا ذرا سی بات پر ایڈمٹ کر لیتے ہیں" وہ تفصیل سے جواب دے رہی تھی

"کیا۔۔۔ٹیومر۔۔۔کیسے۔۔؟" اب کی بار شہرین کی آواز میں حیرانی تھی۔اماں رضیہ نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا۔یہ کیا کہنے والی تھیں سمیع کی والدہ اپنی بہو سے

"مجھے۔۔۔؟ آپ کو کس نے بتایا۔۔سمیع نے۔۔۔" وہ ابھی بھی حیران تھی پھر وہ مسکرائی

"ارے نہیں آنٹی۔کسی نے غلط بتایا ہے آپ کو۔۔تھوڑا ڈپریشن تھا مجھے۔۔۔اور پھر کراچی کا موسم۔۔۔ہیومی ڈیٹی۔۔۔وہ کیا کہتے ہیں اردو میں۔۔ہاں۔۔رطوبت بہت ہوتی ہے اِدھر۔تو اس لئے تھکاوٹ ہو جاتی مجھے۔۔۔اور تو کوئی بات نہیں۔۔" وہ ابھی بھی مسکرا رہی تھی۔اماں رضیہ نے سر بالکل ہی جھکا لیا تھا۔خدا ہی جانتا تھا کہ یہ اطلاع ان تک کیسے پہنچی تھی

"سمیع نے کس کو بتایا؟" اس سے پھر کوئی سوال کیا گیا تھا

"کون سے ہاسپٹل میں۔۔۔شوکت خانم میں۔۔؟۔کس نے بھیجی ہیں۔۔؟۔۔سمیع نے۔۔۔میری رپورٹس۔۔؟" وہ ایک کے بعد ایک سوال دوہرا رہی تھی

"نہیں آنٹی۔۔چھپاؤں گی کیوں۔۔۔سچ کہہ رہی ہوں مجھے خود نہیں پتا۔۔سمیع نے بتایا ہی نہیں۔۔۔بس انہوں نے سوچا ہو گا کہ شاید میں پریشان ہو جاؤں گی" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے اس کا لہجہ اور چہرہ بالکل پھیکا اور مرجھایا ہوا لگنے لگا تھا۔۔دوسری جانب اس کی ساس جانے کیا کہہ رہی تھیں لیکن اماں رضیہ کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپکے تھے۔کوئی کچھ بھی کہتا۔کینسر کا لفظ ہی حواسوں پر بجلی گرا دینے کے

لئے کافی تھا۔اماں کو اس کی آواز آنا ہی بند ہو گئی تھی کہ وہ فون پر کیا باتیں کر رہی ہے

"اماں رضیہ۔۔سمیع نے آپ سے کوئی بات کی تھی۔۔؟ کچھ کہا انہوں نے کہ میری رپورٹس میں کیا ہے۔۔۔" فون بند کرتے ہی وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔اماں سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

"کہاں پڑی ہیں میری سب رپورٹس۔۔۔اسٹڈی میں۔۔؟" وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔وہ اب کی بار بھی کچھ نہیں بولی تھیں۔شہرین اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور سیڑھیوں کی جانب چل دی تھی۔اس کا اگلا پڑاؤ یقیناً اسٹڈی روم تھا کیونکہ سمیع زیادہ تر کاغذات وغیرہ وہیں رکھتا تھا۔اس کا سیل فون وہیں پڑا رہ گیا تھا۔اماں رضیہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ نہیں پائی تھیں۔صورتحال یکدم بالکل فلمی ہو گئی تھی۔

☆......☆......☆

"یہ لو۔۔۔کیا یاد کرو گے تم بھی۔۔اتنی ناراضی کے باوجود تمہارا خیال رہتا ہے مجھے۔۔۔امی نے اتنی مزے مزے کی چیزیں بنائی تھیں۔۔اکیلے نہیں کھائی گئیں مجھ سے" اپنے مخصوص احسان جتلاتے انداز میں پلیٹ سلیم کے سامنے رکھی گئی تھی۔سلیم کے ہاتھ تیزی سے کوئی نیا افسانہ مکمل کرنے میں مگن تھے۔اس آواز پر اس نے سر اٹھایا پھر اس کو دیکھتے ہی سخت مصنوعی ناراضی کے اظہار کے طور پر اس نے ہاتھوں سے گھسیٹ کر وہیل چیئر کا رُخ تبدیل کر لیا تھا

"یہ تم نئی نویلی دلہن کی طرح کیوں پیش آ رہے ہو میرے ساتھ۔۔۔" وہ پلیٹ وہیں کاؤنٹر پر چھوڑ کر چھوٹے دروازے کو اپنے وجود سے دھکیل کر کھولتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی اور سلیم کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔اس نے ہاتھ میں پکڑا فولڈر اپنے بازو سے ڈھک لیا تاکہ نینا کچھ دیکھ نا سکے کہ وہ کیا لکھ رہا ہے۔نینا نے اس کی اس حرکت پر ناک چڑھائی

"مجھے تمہاری گھٹیا سستی عشقیہ شاعری اور نچلے درجے کے تھکے ہوئے افسانے پڑھنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔اس لئے انہیں اپنی مریل بازہ کا برقع پہنا کر اپنا اور میرا وقت ضائع مت کرو سلیم میاں" وہ اسی انداز میں بولی تھی جس میں بولا کرتی تھی

"نینا تمہیں نہیں لگتا تم بہت زیادہ بولتی ہو۔۔۔اور بہت فضول بولتی ہو۔۔۔ہر شاعری گھٹیا سستی اور عشقیہ بھی نہیں ہوتی۔۔۔میں تھکے ہوئے افسانے لکھوں یا تر و تازہ نہائے دھوئے فریش۔۔۔تمہیں میری انسلٹ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔۔۔" سلیم چڑ کر بولا تھا

"اوہو ہو۔۔۔یعنی اب تم مجھے سکھاؤ گے کہ کیسے بولنا ہے۔۔۔کس طرح بات کرنی ہے" نینا کو دل ہی دل میں شرمندگی تو ہوئی لیکن سلیم کے سامنے اعتراف کرنا اس کی شان کے سخت خلاف تھا سو ڈھٹائی سے اپنے موقف پر جمے رہنے کے لئے اس نے اپنا انداز تبدیل نہیں کیا تھا

"میرے سکھانے سے تم نے کچھ سیکھنا ہوتا تو اب تک سیکھ چکی ہوتی۔۔۔" وہ اسی روکھے سے انداز میں بولا تھا۔نینا نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔اسے اندازہ تو تھا کہ وہ اس سے خفا بھی ہے اور پھر ایک اور وجہ بھی تھی جو صرف اسے اور نینا کو ہی معلوم تھی لیکن وہ اس کے سامنے تذکرہ کر کے اس کا دل مزید نہیں توڑنا چاہتی تھی اور نا ہی وہ اسے طعنے دینے آئی تھی لیکن اس کے ساتھ تعلق ہی ایسا تھا کہ اس کا دل

جلائے بغیر، اس پر مصنوعی رعب ڈالے بغیر اسے سکون بھی نہیں ملتا تھا

"میں تمہیں اتنی اہم بات بتانے آئی تھی اور یہاں تمہارے مزاج ہی نہیں مل رہے" وہ خلاف توقع اپنے لہجے کو معتدل کر کے بولی تھی۔سلیم نے فولڈر کاؤنٹر پر الٹا کر کے رکھا پھر بجھے ہوئے انداز میں بولا

"مجھے اس اہم بات کا بہت اچھی طرح پتا ہے۔۔۔تم کیا سمجھتی ہو مجھے۔۔۔تمہیں پتا بھی ہے کہ میں یہاں سے بیٹھا تم لوگوں کے گھر میں ہونے والی ہر سرگرمی پر نظر رکھتا ہوں۔۔کوئی دیکھے نا دیکھے سلیم تو دیکھے گا" ہی جملے کے اثر کو ہلکا کرنے کے لئے اس نے آخر میں مزاحیہ انداز اپنایا تھا۔نینا نے کوئی دلچسپی لئے بناء رازدارانہ لہجہ اپنایا تھا

"تو پھر سنو سلیم بابو۔۔۔کیا تمہیں واقعی پتا ہے کہ مہر کے چاچو نے مجھے پروپوز کیا ہے" سلیم نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اس کے چہرے کے تاثرات یکدم غصیلے ہوئے تھے

"کیاااا۔۔؟۔۔۔اس کمینے کی جراءت کیسے ہوئی یہ بات کرنے کی۔۔۔ہمارے گھر کی ایک بیٹی کو تو کھا گئے یہ لوگ۔۔اور اب دوسری پر نظر رکھ لی ہے۔۔۔کمینہ نظر باز۔۔۔شکل سے ہی دونمبر لگتا ہے مجھے۔۔۔ویسے ہر وقت منہ پر بیچارگی اور معصومیت کا پردہ ڈال کر رکھا ہوتا ہے۔۔۔اور حرکتیں دیکھو۔۔۔لڑکیوں کو پروپوز کیا جا رہا ہے۔۔اتنی ہمت اس کی۔۔اور تم بھی ہر ایک کے ساتھ بے تکلف ہو جایا کرو۔۔تم اس کا فون نمبر ڈھونڈتی پھر رہی تھی نا۔۔۔مجھے پتا تھا اب کوئی چاند چڑھے گا ہی۔۔۔" وہ چبا چبا کر بول رہا تھا۔نینا کو اندازہ تھا کہ وہ اسی طرح ری ایکٹ کرنے والا ہے۔اچھی بات یہ تھی کہ سلیم کا موڈ بدل گیا تھا۔وہ اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کر مسکراتی رہی

"تمہیں ہنسی آ رہی ہے۔۔۔شرم کرو۔۔اچھی لڑکیاں ایسی باتوں کا بُرا مناتی ہیں۔۔ناراض ہوتی ہیں" وہ ناگواری سے بولا تھا

"تو پھر تم فرض کر لو۔۔کہ میں بری لڑکی ہوں" اسے سلیم کو چڑانے میں مزا آ رہا تھا

"احمق۔۔۔بری ہوتی تو وہ اتنی ہمت ہی کیوں کرتا۔۔۔کہاں وہ جاہل ان پڑھ۔۔۔بونگا سا۔۔جسے اس کے اپنے اماں ابا بھی کسی قابل نہیں سمجھتے اور کہاں تم۔۔" سلیم واقعی چڑ کر بول رہا تھا

"اماں ابا تو میرے بھی ایسے ہی ہیں۔۔۔دو کوڑی کی عزت نہیں کرتے میری۔۔۔اسی لئے تو مجھے اچھا لگا ہے یہ پروپوزل۔۔۔اللہ ملائی جوڑی ہوگی ہماری۔۔۔مجھے لگتا ہے میں اس کے ساتھ بہت خوش رہوں گی" وہ چہرے پر مصنوعی سنجیدگی طاری کر کے بولی تھی۔سلیم کو اس کے انداز دیکھ کر مزید غصہ آ رہا تھا

"نینا۔تم جاؤ یہاں سے۔۔اور دوبارہ مجھے کبھی اپنی شکل بھی مت دکھانا۔۔۔نکلو۔۔۔دفع ہو جاؤ۔۔۔بتاؤ سارے زمانے میں اِن محترمہ کو وہی نظر آیا۔۔۔پپو۔۔۔جسے اس کی اپنی اماں بھی پاگل کہتی ہے" وہ انتہائی برا مان کر بولا تھا۔نینا نے قہقہہ لگایا۔اسے سلیم کا تپا ہوا انداز دیکھ کر مزا آ رہا تھا

"مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنے جیلس بھی ہو سکتے ہو کسی سے۔۔۔حالانکہ وہ اچھا انسان ہے بیچارہ۔۔تھوڑا معصوم اور بھولا ہے لیکن

مجھے خوش رکھے گا۔میری ہر بات مانا کرے گا۔۔میرا دل چاہ رہا ہے اس کو فوراً "ہاں" کہہ دوں۔۔قسمت والیوں کو ملتا ہے ایسا بر۔۔"

"وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی

"جی۔۔درست کہہ رہی ہیں آپ محترمہ۔۔میں آپ کو خوش رکھنے کی پوری کوشش کروں گا۔۔باقی واللہُ العالم۔" یہ آواز کاؤنٹر کے بالکل سامنے سے آئی تھی۔نینا اچھل ہی پڑی۔سلیم نے بھی چونک کر عقب میں دیکھا تھا پھر وہ سیدھا ہوا۔پپو عرف خاور مہر کا ہاتھ پکڑے بالکل کاؤنٹر کے سامنے کھڑا تھا۔نینا اور سلیم دونوں بالکل کھسیا کر ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔وہ پہلے کبھی دوکان پر نہیں آیا تھا۔صورتحال یکدم ہی کافی گھمبیر ہوگئی تھی۔وہ دونوں اس بری طرح اس کا مذاق اڑا رہے تھے اور وہ جانے کیسے وہاں آگیا تھا۔

"آپ لوگ تو چُپ ہی ہوگئے ہیں۔۔میری غیر موجودگی میں میرے متعلق بات ہوسکتی ہے۔۔تو میری موجودگی میں کرتے ہوئے کیا برائی ہے" وہ سادہ سے انداز میں بناء جتائے ہوئے بولا تھا۔سلیم اور نینا اب بھی چُپ رہے تھے

"میں مہر کو آپ سے ملوانے لایا تھا۔۔میں نے وعدہ کیا تھا نا کہ آپ سے۔۔" اس نے بھی موضوع تبدیل کر دیا تھا۔نینا کھسیا کر آگے بڑھی پھر کاؤنٹر کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔

"مہر۔۔" اس نے مہر کا ہاتھ تھاما تھا۔مہر بھی خوش ہوتے ہوئے اس کے ساتھ چپکی۔نینا کو سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ کیا بولے

"میں یہاں کسی کام سے آیا تھا۔مجھے دو لگ جائیں گے۔۔میں آٹھ بجے مہر کو لینے آجاؤں گا" وہ اتنا کہہ کر فوراً ہی پلٹ گیا تھا۔

جاؤ۔جان چھوڑو۔۔آگئے خوامخواہ منہ اٹھا کر۔۔"سلیم نے اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا تھا مبادا وہ سن کر پلٹ ہی نا آئے۔پہلے ہی کافی شرمندگی اٹھانی پڑ گئی تھی۔نینا مہر کا ہاتھ پکڑ کر خالہ کے گھر میں گھس گئی تھی۔

☆......☆......☆

"یہ آپ کا گھر ہے۔۔؟" صوفیہ نے اس چھوٹے مگر انتہائی خوبصورت فلیٹ کا جائزہ لینے کے بعد سوال کیا تھا۔کاشف نے سر ہلایا

"اپنا ہی سمجھو۔۔" اس نے زرمین کو سینے سے لگائے وہ بہت خوش تھا۔صوفیہ کے بے حد اصرار پر کاشف نے ان دونوں کو تین مہینے کے لئے دبئی بلوایا تھا۔صوفیہ نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن اپنی طرف سے وہ سب سے ناراض ہو کر آگئی تھی۔اس کا واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔وہ مزید اپنی امی کے گھر اپنی بھابھیوں کے گھر نہیں رہ سکتی تھی۔وہ گھر جہاں اپنی زندگی کے کئی قیمتی سال اس نے خوشی خوشی گزارے تھے وہی گھر اب اسے چھوٹا بوسیدہ اور تنگ و تاریک لگتا تھا۔وہی بھابھیاں اور بھائی جو اسے کبھی اپنے دل کے قریب محسوس ہوا کرتے تھے،اب اس کے لئے حاسد اور کم ظرف ہوگئے تھے۔وہ سوچ کر آئی تھی وہ کاشف کے ساتھ ہی رہنے والی تھی۔کاشف بھی ان کو دیکھ کر کافی خوش تھا۔زرمین تو اس کی گود سے ہی نہیں اتر رہی تھی اور بیٹی کا یہ والہانہ پن دیکھ کر وہ بھی خوشی سے نہال ہوا جا رہا تھا۔

تمہیں گھر پسند آیا۔۔؟" کاشف نے فریج سے جوس اور کیک نکال کر میز پر رکھا تھا اور پھر اسے ان دونوں کو سرو کرتے ہوئے پوچھا تھا

"بہت زیادہ۔۔بہت ہی خوبصورت فلیٹ ہے یہ۔۔" صوفیہ سراہ رہی تھی۔وہ بالکل نئی طرز کا اور نیا چمکتا دمکتا فلیٹ تھا۔چھت

پر لگے فینسی قمقموں سے روشنیاں فرش پر لگی ٹائلز سے منعکس ہو کر دیواروں پر کئے گئے خوبصورت رنگ و روغن کے حسن کو مزید بڑھا رہی تھیں۔فرنیچر بھی اعلیٰ درجے کا تھا اور ان سب کے درمیان صوفیہ کا وجیہہ شوہر جو اتنے برے حالات کے بداثرات کو یکسر بھلا کر اب پھر پہلے کی طرح چاق چوبند لگنے لگا تھا۔سرمئی رنگ کی سویٹ شرٹ اور نیلے رنگ کی جینز۔۔کلائی پر بندھی قیمتی گھڑی اور اس کے وجود سے اٹھتی مہنگے پرفیوم کی خوشبو۔۔۔صوفیہ نے اس کو دیکھ کر دل ہی دل میں کئی بار نظر اتاری تھی۔وہ پھر زندگی کی طرف لوٹ آیا تھا۔اس نے گزشتہ کئی مہینے بہت مشکل حالات سے نبٹتے ہوئے گزارے تھے مگر اب وہ سنبھل چکا تھا۔

"شکر ہے تمہیں فلیٹ پسند آیا۔۔میں چاہتا ہوں تم یہ تین مہینے خوشی خوشی گزارو۔۔اس بدبخت عورت (رخشی) کی وجہ سے میں نے ہی نہیں تم نے بھی بہت وقت ذہنی اذیت میں گزارا ہے۔۔۔میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہارا دبئی کا وزٹ بہت اچھا رہے"وہ پرخلوص لہجے میں کہہ رہا تھا۔صوفیہ نے ہاتھ میں پکڑا جوس کا ٹن میز پر رکھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے اس کے ساتھ صوفے پر آبیٹھی

"کاشف میں آپ کے پاس آکر اتنی مطمئن اور خوش ہوں کہ اگر آپ مجھے جھونپڑی میں بھی رکھتے تو میں کوئی شکوہ کئے بناء رہ لیتی۔۔۔میں نے یہ جو چند مہینے آپ کے بغیر گزارے ہیں نا۔۔یقین کریں مجھے سب کی حقیقت سمجھ میں آگئی ہے۔۔۔شادی کے بعد لڑکی کا شوہر ہی اس کی کُل دنیا ہوتا ہے۔۔۔میرے لئے بھی بس اب آپ ہی آپ ہیں۔۔آپ کے سوا دنیا میں کوئی نہیں ہے میرا۔۔میں پاکستان میں سب کو کہہ آئی ہوں کہ میرا جینا مرنا اب صرف کاشف کے ساتھ ہے۔۔۔اس لئے میں یہ سب بلاوجہ نہیں بول رہی۔۔۔میں بس اب یہیں رہوں گی۔۔چاہے آپ مجھے یہاں ایک کمرے کے چھوٹے سے فلیٹ میں رکھیں یا اس خوبصورت فلیٹ میں۔۔۔رہنا بس اب آپ کے ساتھ ہے۔۔۔دبئی میں رہوں یا پاکستان میں۔۔۔"اس نے اپنا موقف واضح کر دینا مناسب سمجھا تھا۔اس سے پہلے کہ اس کی توقع کے مطابق کاشف اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ مستقل رہنے کی نوید دیتا۔داخلی دروازے کی گھنٹی بج اٹھی تھی۔کاشف اٹھ کر باہر نہیں گیا تھا۔اس نے صرف دیوار پر لگے ایک بٹن سے آٹومیٹک لاک کھول ڈالا

"ارے۔۔زرمین۔۔میری چندا۔۔۔کتنی بڑی ہوگئی ماشاءاللہ۔۔۔اور کتنی پیاری بھی۔۔"کسی نے اندر آتے ہوئے سراہا تھا۔صوفیہ کا دعویٰ تھا کہ وہ اس آواز کو قبر کے نیچے سے بھی پہچان سکتی تھی۔اس نے پھٹی ہوئی آنکھوں سے آنے والے انسان کی جانب دیکھا تھا پھر وہ بے حد مشکل سے مسکرائی تھی۔۔۔

"صوفیہ۔۔کیسی ہو جان۔۔۔؟"وہ اس کے قریب آئی تھی۔صوفیہ کو اپنی جگہ سے اٹھنا پڑا حالانکہ وہ گرنے والی ہو رہی تھی۔

حبیبہ نے بہت خلوص کے ساتھ اسے گلے سے لگا لیا تھا۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول"راپنزل"ابھی جاری ہے،بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"میں تمہیں دکھ نہیں دینا چاہتا تھا شہرین" سمیع نے بیڈ پر اس کے قریب بیٹھے ہوئے روہنکے انداز میں کہا تھا۔ شہرین بالکل چپ تھی۔ساس سے اپنی بیماری کے متعلق سن لینے کے بعد وہ گھر میں رپورٹس ڈھونڈتی رہی تھی جو اسے نہیں ملی تھیں۔اس نے کوئی واویلا نہیں مچایا تھا اور نا ہی جذباتی ہو کر آنسو بہائے تھے۔یہ اماں رضیہ تھیں جنہوں نے روتے ہوئے سمیع کو گھر بلوایا تھا

"تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے سمیع۔۔میں جانتی ہوں تم نے کبھی ایسا نہیں چاہا۔۔" وہ سادہ سے انداز میں بولی تھی۔دل کی یہ حالت تھی کہ دھڑکن بے قابو سی ہوتی محسوس ہوتی تھی۔اگر سمیع اسے یہ بات پہلے بتا دیتا تو وہ اس بات کو برداشت کرنے میں زیادہ ہمت صرف کرتی لیکن اب یہ انکشاف بم کی طرح اس کے سر پر پھٹا تھا۔اسے سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اسے ری ایکٹ کیسے کرنا چاہیئے۔

"تمہیں مجھے بتانا چاہیئے تھا سمیع۔۔۔مجھے پتا ہونا چاہیئے تھا۔۔۔مجھے کچھ تو پتا ہونا چاہیئے تھا" اس نے سمیع کو دیکھتے ہی کہا تھا اور سمیع کے پاس اس کے اس شکوے کا کوئی جواب نہیں تھا۔وہ زندگی میں لاچاری کے اس مقام تک کبھی نہیں آیا تھا کہ الفاظ اور ان کا انتخاب اس کے لئے مسئلہ بنے ہوں

"کیا میں مرنے والی ہوں سمیع۔۔!" اس نے اسی انداز میں سوال کیا تھا۔سمیع سے صبر نہیں ہوا تھا۔اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا تھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔شہرین کچھ نہیں بولی تھی۔سمیع کے بے بس آنسو جیسے اسے بہت کچھ باور کروا گئے تھے۔

"کتنا وقت ہے میرے پاس۔۔" اس نے چند لمحوں بعد پوچھا تھا۔سمیع نے اپنا چہرہ صاف کیا اور پھر دوبارہ سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔شہرین اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ بہت دن سے سمیع کو بے چین دیکھ رہی تھی،اس سے بار بار اس بے چینی کی وجہ جاننے کے اصرار کر رہی تھی،وہ خود بھی مسلسل سوچتی رہتی تھی کہ ایسا کیا ہوا ہے اس کی زندگی میں کہ وہ بدلا بدلا سا نظر آتا ہے اور اب جیسے اسے سب کچھ سمجھ میں آ گیا تھا۔سمجھ میں آ گیا تھا تو دل میں اس شخص کے لئے عزت اور محبت کئی گنا مزید بڑھ گئی تھی۔اسے فخر ہوا تھا اپنے آپ پر کہ اسے اتنا چاہنے والا قدر کرنے والا جیون ساتھی ملا تھا۔

سمیع۔۔تم پریشان مت ہو۔۔یقین کرو مجھے مرنے کا ذرا بھی غم نہیں ہوگا۔کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میرے مرنے کے بعد ایک شخص ایسا ہوگا جو میرے لئے ہمیشہ دعائیں کرتا رہے گا اور مجھے یاد رکھے گا۔۔کون ہوگا میرے جیسا خوش قسمت۔۔۔جسے یہ یقین ہو۔۔تم میرے لئے مت رؤ۔تم اگر میرے ساتھ ہو تو میں خوشی خوشی مرنے کو تیار ہوں" وہ واقعی پوری دلجمعی کے ساتھ کہہ رہی تھی۔سمیع نے پوری شدت سے نفی میں سر ہلایا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔۔مرنے مارنے کی بات مت کرو۔۔اتنا علم تو کسی کے پاس بھی نہیں کہ وہ کسی انسان کے مرنے کے بارے میں بتا سکے۔۔تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔۔میں تمہیں کچھ ہونے نہیں دوں گا" وہ محبت سے چور لہجے میں بولا تھا۔شہرین نے استہزائیہ انداز میں ہنسنے کی کوشش کی لیکن اس سے ہنسا نہیں گیا تھا۔اسے فی الوقت کوئی تکلیف نہیں تھی لیکن اس بیماری کا انکشاف ہی دہلا دینے کو کافی تھا۔

”تم جو کہہ رہے ہو اگر یہی سچ ہوتا۔۔تو اتنے دن سے تم اس طرح بے چین نا ہوتے سمیع۔۔۔“ شہرین کی بات سمیع نے کاٹ دی تھی

”نہیں شہرین۔۔۔۔ یہ بات نہیں ہے۔۔۔اللہ قسم یہ بات نہیں ہے۔۔۔میں اس بات سے پریشان نہیں ہوں۔۔دراصل کینسر کا لفظ ہی جان نکال لینے کو کافی ہے۔۔۔میں اس تکلیف کے متعلق سوچ سوچ کر پریشان ہوں جو تمہیں اس بیماری سے چھٹکارا حاصل کرنے میں سہنی پڑے گی۔۔۔کینسر کا علاج بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔۔۔۔میں تمہیں ملنے والی تکلیف کا سوچ سوچ کر بے چین ہوں شہرین۔۔۔میں نے تمہیں ہر تکلیف سے دور رکھنے کے لئے کیا کیا جتن کئے۔۔۔اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیا۔۔خاندان کو چھوڑ دیا۔۔وہ شہر علاقہ گلی محلہ چھوڑ دیا جہاں رہنے سے تمہیں بے سکونی ہوتی تھی۔۔۔لیکن پھر بھی نجانے کیوں اللہ نے یہ دن دکھایا۔۔کاش تمہاری بجائے یہ تکلیف میرے حصے میں آجاتی۔۔۔کاش خدا نے مجھے اس تکلیف کے لئے چُنا ہوتا۔۔۔لیکن۔۔میری دعاؤں میں اثر ہوتا تو یہ دن دیکھنا ہی کیوں پڑ رہا ہوتا شہری۔۔میری دعاؤں میں اثر کیوں نہیں ہے۔۔۔کیا میں نے خدا کو اتنا ناراض کر دیا ہے۔۔۔“ وہ اپنی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو صاف نہیں کر رہا تھا۔اس نے بہت دن تک یہ آنسو شہرین سے چھپائے تھے اور اپنی اس کوشش میں وہ بے حال ہوتا رہا تھا۔اس کے اندر اب مزید ہمت نہیں رہی تھی۔اتنے دن سے بس وہ یہی سب سوچ رہا تھا۔ایک عام انسان کی طرح حالات کے بدلتے ہی اس کے دل میں قدرت کے لئے بے پناہ شکوے پیدا ہونے لگے تھے۔شہرین نے نفی میں سر ہلایا

”سمیع ایسے مت کہو۔۔۔یقیناً اس میں ہمارے لئے کوئی بہتری ہوگی۔۔۔اور میں تو یہ سوچ کر بھی مطمئن ہوں کہ کچھ ڈائگناز تو ہوا۔۔۔ورنہ تو اتنی تکلیف کے باوجود سب ڈاکٹرز یہی کہتے تھے کہ ڈپریشن ہے، ٹینشن ہے۔۔۔۔اب یہ تو پتا چلا کہ اس سر درد اور چکروں کی وجہ کیا ہے۔۔۔اب کم از کم علاج تو صحیح سمت میں ہوگا نا“ شہرین نے اسی بجھے بجھے انداز میں کہا تھا۔سمیع بھی جانتا تھا کہ یہ دل کو بہلانے کو دی گئی ایک بودی سی دلیل ہے۔وہ مایوسی کی اس انتہا تک کبھی نہیں پہنچا تھا۔چاہنے کے باوجود وہ اس وقت شہرین کو کوئی تسلی نہیں دے پا رہا تھا۔

☆......☆......☆

”نینا۔۔۔بات سنو۔۔۔“ وہ تقریباً نیند کی وادی میں اترنے کو تھی جب زری نے اس کا کندھا ہلایا۔اس نے ناگواری بھرے انداز میں اس کی جانب دیکھا اور پھر گھڑی کی طرف دیکھا۔دس نہیں بجے تھے ابھی لیکن وہ چونکہ صبح کی اٹھی ہوئی تھی تو اسے اتنے بجے تک سخت نیند آنے لگتی تھی

”کیا آفت آگئی۔۔۔مجھے پتا ہے بیلنس ختم ہوگیا ہوگا۔۔۔لیکن میں کارڈ نہیں لا کر دے رہی۔۔۔بہت تھک گئی ہوں۔۔۔نیند بھی آرہی ہے“ اس نے کروٹ بدلی تھی۔زری کو اس سے ایسے ہی کام پڑتے رہتے تھے۔

”نینا اٹھو تو سہی۔۔۔پلیز۔۔۔“ زری نے پھر پکارا تھا اور ساتھ ہی اس کے منہ پر پڑا لحاف کھینچا۔نینا نے ناگواری سے آنکھیں کھولی تھیں۔اسے واقعی بہت نیند آرہی تھی

”یار۔۔۔وہ میرا موبائل پڑا ہے میز پر۔۔۔اسی نوے روپے ہوں گے اس میں۔۔۔ٹرانسفر کرلو خود ہی۔۔۔“ وہ اکتا کر بولی تھی

۔زری کو بڑا برا لگا۔اس نے لحاف چھوڑ دیا اور پھر اپنے بیڈ کی سمت جاتے ہوئے بولی

"تم بہت بری ہو نینا۔۔کبھی تو کام پڑنے پر کام آجایا کرو۔" زری کے انداز میں ناراضی سے زیادہ شکوہ تھا۔نینا نے آنکھیں کھول کر اس کی جانب دیکھا

"کام ہی تو آرہی ہوں۔۔۔کہہ تو رہی ہوں۔۔میرا موبائل استعمال کرلو" اس نے دوبارہ پیشکش کی تھی

"تمہیں کس نے کہا کہ مجھے موبائل یا بیلنس چاہیئے۔۔۔انسان نے کوئی ضروری بات بھی کرنی ہوسکتی ہے۔۔تم ہی میری بہن ہو۔۔میں نے اگر کوئی مشورہ کرنا ہے تو کس سے کروں میں۔۔۔میں تمہاری طرح یونیورسٹی تو نہیں جاتی نا کہ اپنی فرینڈز سے باتیں کرلوں۔۔۔مجھے تو تم سے ہی باتیں کرنی ہیں نا۔۔اور پھر بہت ساری باتیں تو انسان صرف اپنی بہن سے ہی کرسکتا ہے نا" زری نے ایموشنل بلیک میلنگ کا سہارا لیا تھا۔نینا کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔زری اس قسم کے جذباتی ڈائیلاگ بولنے کی عادی تو تھی لیکن آج اس کا انداز کچھ زیادہ ہی دکھی سا تھا۔زری کو کچھ عجیب لگا۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"اچھا اچھا زیادہ ملکہ جذبات نا بنو۔۔بتاؤ کیا ہوا ہے۔۔تمہارا ناخن ٹوٹ گیا ہے یا تمہارے چہرے پر کوئی پمپل نکل آیا ہے" اپنے بالوں کو لپیٹ کر کیچر لگاتے ہوئے وہ ناک چڑھا کر پوچھ رہی تھی۔یہ طنز نہیں تھا،معمول کا مذاق تھا جو وہ زری سے کرتی رہتی تھی لیکن زری نے انتہائی برا منہ بنا کر اس کی جانب دیکھا

"اس سے بہتر ہے تم سو ہی جاؤ۔۔میں خود ہی کرلوں گی اپنے لئے کچھ۔۔تم بس سلیم اور مہر کے لئے سوشل ورک کرتی رہو۔حمزہ اور برکت کی پڑھائی کے لئے پریشان رہو۔۔یا اپنے دوسرے اسٹوڈنٹس کے لئے نوٹس بناتی رہو۔۔تمہاری بلا سے تمہاری بہن بھاڑ میں جائے" وہ بجھے ہوئے انداز میں بولی تھی۔اس کا لہجہ آخری الفاظ ادا کرتے کرتے کچھ گلوگیر بھی محسوس ہونے لگا تھا۔نینا کو اس کے انداز میں کچھ نیا پن محسوس ہوا تھا۔اسے شرمندگی بھی ہوئی۔ہمیشہ مشکل پڑنے پر زری واقعی اس کی مدد کو آگے آجاتی تھی۔بے وقت اس کے لئے کھانے کو کچھ اسپیشل بنانا ہوتا یا عین وقت پر کوئی شرٹ سلائی کرنے کا معاملہ ہوتا،زری اس کے کام آتی تھی جبکہ نینا کو نخرے کرنے کی عادت تھی۔وہ دل نا چاہنے پر اس کی شکل دیکھنے سے بھی انکار کردیتی تھی۔وہ اٹھ کر اس کے بیڈ پر آگئی تھی

"تم تو ناراض ہی ہوگئی جان من۔۔۔اچھا چلو غصہ تھوک دو۔۔۔میں ذرا نیند میں تھی نا۔اس لئے۔۔۔بولو۔۔لیکن ایک بات میں پہلے ہی بتادیتی ہوں۔۔۔میرے پاس ابھی تک تمہارے ہونے والے دولہا کا سیل نمبر نہیں آیا ہے۔۔۔اس کی بہن نے کافی باتیں کیں مجھ سے۔۔لیکن پہلی ملاقات میں اس کے بھائی کا سیل نمبر مانگنا اچھا تو نہیں لگتا تھا نا۔۔۔وہ مجھے کوئی آوارہ لڑکی سمجھتے ہوئے تمہارا رشتہ لینے سے انکار کردیتی تو۔۔۔"

"تو اچھا ہی ہوتا۔جان چھوٹ جاتی میری۔۔۔" زری اس کی بات کاٹ کر چڑ کر بولی تھی۔نینا نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی سوال کرتی زری بولی تھی

" نینا۔تم امی سے کہہ دو۔۔۔مجھے اس لڑکے سے شادی نہیں کرنی" وہ گلوگیر لہجے میں بولی تھی۔نینا کی چھٹی حس یکدم جاگی تھی۔اسے جیسے آدھی کہانی سمجھ میں آنے لگی تھی۔

" کیوں۔۔۔کیا بہت برا ہے؟"مشکل یہ تھی کہ نینا کو سنجیدہ صورتحال میں بھی سنجیدہ ہوتے ذرا وقت لگتا تھا۔وہ مزاحیہ انداز میں پوچھ رہی تھی

" نینا۔۔۔پلیز۔۔مذاق بند کرو۔۔۔میں نے اسے نہیں دیکھا۔۔۔اور میں اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔تم بس امی سے کہہ دو کہ مجھے اس سے شادی نہیں کرنی" وہ ضدی لہجے میں بولی تھی۔ضد کبھی بھی زری کا ڈیپارٹمنٹ نہیں رہا تھا۔وہ تو امی ابا کے اشاروں پر بہت آرام سے چلنے کو تیار رہتی تھی۔نینا کو سنجیدہ ہونا ہی پڑا۔

" وہ تو نو پرابلم۔۔۔میں کہہ ہی دوں گی۔۔۔لیکن مجھے ساری بات پتا ہونی چاہیئے۔۔۔اس سے شادی نہیں کرنی۔۔۔۔تو" کس "سے کرنی ہے۔۔۔" وہ سارا زور آخری جملے پر لگاتے ہوئے استفسار کر رہی تھی۔زری کی اس درجہ ضد کی یقیناً یہی وجہ تھی۔نینا کافی پریشان ہوگئی تھی۔ابا اتنے بھی ماڈرن نہیں ہوئے تھے ابھی کہ بیٹیوں کے رشتے اس طرح سے طے کر دیتے۔معاملہ کافی گھمبیر ہو رہا تھا۔زری نے بھی انکار نہیں کیا تھا

" اس کا نام اظفر ہے" زری نے بغیر کسی جھجک کے ایک نام لیا تھا۔نینا سے ایک لمحے کے لئے کچھ بولا ہی نہیں گیا



" مجھے ایک ایسے شخص کی مدد درکار تھی جو مجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا سرمایہ بغیر کسی سخت شرائط کے میرے حوالے کر دیتا۔۔۔صوفیہ ایسا شخص گلف میں ڈھونڈنا آسان نہیں ہے۔۔۔جیبہ کے ساتھ میرے۔۔۔میرا مطلب ہمارے خاندان کے اچھے روابط ہیں۔۔اور پھر جیبہ دل کی بری نہیں ہے۔۔۔تم اگر شک اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھو تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ وہ بہت اچھی عورت ہے۔۔۔ہر مشکل گھڑی میں میرے کام آئی ہے۔۔۔اب بھی ایک کروڑ دیا ہے اس نے مجھے۔۔۔اور یہ فلیٹ بھی جیبہ کا ہی ہے۔۔۔مجھے پریشان دیکھ کر خود ہی کہنے لگی کہ صوفیہ اور زرمین کو بلوا رہے تو یہاں ٹھہرا لو۔۔۔تین مہینے تک کوئی کرایہ نہیں لے گی مجھ سے۔۔۔حتیٰ کہ ویزہ اور ٹکٹوں کا سب انتظام اس نے خود کیا ہے۔۔۔ایسے ظرف والی عورت تو میں۔۔۔میرا مطلب ہم چراغ لے کر بھی ڈھونڈیں تو نا ملے۔۔۔تم پلیز اس کی جانب سے اپنا دل صاف کر لو۔۔۔" کاشف نے اس کا ہاتھ تھام کر محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔صوفیہ تو جیبہ کو دیکھ ہکا بکا ہی رہ گئی تھی۔اس نے ان سب کے ساتھ ہی کھانا کھایا تھا اور اس دوران وہ زری سے اور اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتی رہی تھی۔کھانے کے بعد اسی نے چائے بنائی تھی اور وہ سب اتنے استحقاق سے کر رہی تھی کہ صوفیہ کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اس گھر میں اس کا روز کا آنا جانا ہے۔اس کا دل بالکل ٹوٹ گیا تھا۔کوشش کے باجود وہ اپنی ناگواری چھپا نہیں پائی تھی۔جیبہ کافی دیر ٹھہرنے کے بعد واپس گئی تھی اور اس کے جانے کے بعد بھی صوفیہ بجھی بجھی سی تھی۔زرمین کو سلا کر جب وہ سونے کے لئے لیٹی تھی تو کاشف نے بہت محبت سے جیبہ کی وہاں موجودگی کی وضاحت کر دی تھی۔اس وضاحت کے بعد وہ اس سے اپنی باتیں کرنے لگا تھا کہ وہ اسے اور زرمین کو کتنا یاد کرتا رہا ہے۔۔اور وہ کس قدر خواہشمند تھا

کہ وہ دونوں تین مہینے کے لئے اس کے پاس ضرور آئیں۔۔۔صوفیہ جس قدر خوش خوش یہاں آئی تھی۔تین مہینے کی اس گردان اور پھر اپنی سب سے بڑی حریف کو یہاں دیکھ کر اس کی ساری خوشی ماند پڑ گئی تھی۔قسمت اس کے ساتھ اچھا نہیں کر رہی تھی

☆......☆......☆

"کیا شادی کرنے کے لئے صرف نام کافی ہوتا ہے؟" نینا نے سوال کیا تھا۔زری نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں بغاوت تھی اور نینا کو یہ بغاوت پسند نہیں آئی۔بے شک زری اس سے اڑھائی تین سال بڑی تھی لیکن اس نے ہمیشہ اسے برابر کی ہی سمجھا تھا اور اس کا کریڈٹ زری کو ہی جاتا تھا۔وہ نینا کو چھوٹی بہن کی بجائے بڑی بہن کی طرح ٹریٹ کرتی آئی تھی۔

"نینا باقی سب باتیں تو بعد کی ہیں۔۔۔فی الحال تو تم امی سے کہو کہ وہ اس رشتے سے انکار کر دیں۔۔۔مجھے نہیں شادی کرنی کسی اطری شہزادے سے۔۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی

"اچھا فرض کرلو کہ میں یہ امی کو تمہارا پیغام دے بھی دوں۔۔۔اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ابا تمہارا یہ مطالبہ مان لیں گے۔۔" زری نے ایک بار پھر اس کی بات کاٹ دی

"ابا کی فکر مت کرو۔۔۔ان کو میں منا لوں گی۔۔۔وہ میری بات سے کبھی انکار نہیں کریں گے۔۔۔یہ رشتہ امی کے توسط سے آیا ہے۔۔امی چاہیں تو فوراً انکار کر سکتی ہیں۔۔۔اور میرا نہیں خیال کہ امی ابا اتنے قدامت پسند ہیں کہ بیٹی کا رشتہ اس کی مرضی کے بغیر طے کر دیں گے۔۔تم سے اس لئے کہہ رہی ہوں کہ میں خود سے یہ بات شروع کروں گی تو ہو سکتا ہے امی برا مان جائیں۔۔۔تم بس ایک بار ان تک یہ بات پہنچا دو" رزی کا اعتماد کافی حد تک بحال ہو چکا تھا۔اب وہ بہت اطمینان سے سب باتیں کر رہی تھی۔اس نے خود ہی ساری باتیں سوچ کر رکھی ہوئی تھیں۔نینا کو بھی احساس تھا کہ یہ معاملہ مذاق یا طنز کرتے رہنے سے حل نہیں ہونے والا سو وہ بھی سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"میں تمہاری بات امی تک پہنچا دوں گی لیکن مجھے بھی تو کچھ پتا ہو نا۔۔۔بہن ہوں تمہاری۔۔۔مجھ سے نہیں شئیر کرو گی تو کس سے کرو گی" اس نے بالکل اسی کا انداز اپنا کر کہا تھا۔زری کے چہرے پر مسکراہٹ سی چمکی

"اس کا نام اظفر ہے۔۔۔ہماری بات چیت ایف بی پر شروع ہوئی تھی۔وہ ایک گروپ میں شاعری وغیرہ پوسٹ کیا کرتا تھا۔۔مجھے اس کی پوسٹ اچھی لگتی تھیں سو میں لائک کرتی رہتی تھی۔۔۔پھر آہستہ آہستہ ہمارے درمیان ان باکس پر باتیں ہونے لگ گئیں۔۔وہ بہت ڈیسنٹ سا لڑکا ہے۔۔۔عام لڑکوں کی طرح چھچھورا سا نہیں ہے۔۔کبھی کبھی کوئی فضول یا اخلاق سے گری ہوئی بات نہیں کرتا۔۔۔پتا ہی نہیں چلا کب اس کی شاعری کو پسند کرتے کرتے میں اسے پسند کرنے لگ گئی۔۔۔وہ بھی مجھے پسند کرتا ہے۔۔۔ہمارے درمیان فون نمبرز ایکسچینج ہو گئے۔۔۔واٹس ایپ پر باتیں ہونے لگیں۔۔۔ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہو چکے ہیں نینا۔۔۔میں اس کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گی نینا" اس کے انداز میں وہی ہٹ دھرمی چمکی جو اس کی طبیعت میں کبھی کبھی نہیں رہی تھی۔

"اس سے بھی پوچھا ہے۔۔۔وہ بھی تم سے شادی کرے گا یا۔۔" نینا نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی تھی

" وہ بہت محبت کرتا ہے مجھ سے ۔۔۔ جتنی محبت میں اس سے کرتی ہوں ۔اس سے کہیں زیادہ وہ مجھ سے کرتا ہے ۔۔کل سے کھانا نہیں کھیا اس نے ۔۔کہتا ہے جب تک اُس قطر والے رشتے کو انکار نہیں کرو گی ۔۔کچھ نہیں کھایا جائیگا مجھ سے ۔۔۔" زری ذرا سا شرما کر اور اترا کر بولی تھی ۔

" اچھا تو نام اور فون نمبر کے علاوہ بھی کوئی معلومات ہیں اس کے بارے میں ۔۔۔ یا پھر ۔۔۔" نینا نے بدقت اپنی اکتاہٹ چھپا کر ایک بار پھر ادھورا جملہ بولا تھا

" سب معلومات ہیں ۔۔۔ میں بتا تو رہی ہوں تمہیں ۔۔۔ اس کا نام اظفر ہے ۔۔۔ اس کا فیملی تو کہیں جھنگ وغیرہ رہتی ہے شاید ۔۔خود یہاں لاہور میں ہی رہتا ہے ۔۔۔ جاب کرتا ہے ۔۔۔ اچھی جاب ہے ۔۔۔ گاڑی وغیرہ بھی ہے اس کے پاس" زری پرجوش لہجے میں بولی تھی

" ماشاء اللہ ۔۔۔ بہت معلومات اکٹھی کرلیں تم نے تو ۔۔۔ اب یہ بتاؤ کہ جاب کس کمپنی میں ہے ۔۔کہاں رہتا ہے ۔۔۔ جھنگ میں اس کی فیملی کہاں رہتی ہے ۔۔۔ ذات برادری کیا ہے ۔۔۔ اور باقی ضروری باتیں ۔۔۔" نینا نے طنزیہ انداز میں کہا تھا

" نینا یہ سب تو نہیں پتا نا مجھے ۔۔۔ اتنی پرسنل باتیں تو نہیں پوچھ سکتی نا میں اس سے" زری ناگواری سے بولی تھی

" سبحان اللہ ۔۔۔ تو پھر یوں کہو نا کہ تمہاری معلومات بس شرٹ کے کالر سائز اور جوتے کے نمبر تک ہی محدود ہیں ۔۔۔ ایسے رشتے ہوتے ہیں بھلا ۔۔۔" وہ اسے جھاڑ کر بولی

" میں نے کہا نا نینا تم نہیں سمجھو گی ۔۔۔ محبت میں باقی ہر بات غیر ضروری ہو جاتی ہے ۔۔۔ یہ وہ جذبہ ہے جو کچھ سوچنے ہی نہیں دیتا ۔مرے لئے تو بس یہ احساس ہی کافی ہے کہ جس سے میں محبت کرتی ہوں ۔۔۔ وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے ۔۔۔ میں اب کسی اور سے شادی نہیں کر سکتی نینا ۔۔۔ میں تو مر جاؤں گی اس کے بغیر"

نینا نے گہری سانس بھری ۔اسے ہمیشہ ایسی باتیں کرنے والی لڑکیوں پر غصہ آجایا کرتا تھا لیکن اب اس کے سامنے اس کی بہن بیٹھی تھی اور جس طرح کی ہٹ دھرمی اس کی آنکھوں میں جھلک رہی تھی وہ نینا کو مزید کچھ کہنے سے روک رہی تھی

" مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں ۔۔۔ میرا نہیں خیال کہ میں اب تمہارے لئے کچھ کر سکتی ہوں ۔۔۔ تمہارا مرض لاعلاج ہوتا نظر آرہا ہے مجھے" وہ بناء مسکرائے بولی تھی لیکن زری کے چہرے پر مسکراہٹ چمکنے لگی

" تمہارا اندازہ بالکل درست ہے ۔۔۔ تم بس یہ کرو کہ میرا ساتھ دو ۔۔۔ امی کو بولو کہ وہ اس رشتے سے انکار کر دیں"

" زری میں تمہارا ساتھ دوں گی لیکن میرا مشورہ مانو کہ پہلے اس لڑکے سے ساری معلومات حاصل کرو ۔۔۔ بالخصوص اس کی فیملی اور وئیر اباؤٹس کے متعلق ۔۔۔ اور کیا وہ تم سے صرف فلرٹ تو نہیں کر رہا ۔اس سے صاف صاف پوچھو کہ اپنی فیملی کو لائیگا ہمارے یہاں رشتہ مانگنے ۔۔۔شادی کرے گا نا تم سے؟ ۔۔۔" نینا نے دوٹوک لہجے میں پوچھا تھا ۔زری نے پھر ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں اسے دیکھا ۔

"آف کورس کرے گا نینا۔۔۔کہہ تو رہی ہوں اس نے صرف یہ سن کر دو دن سے کھانا نہیں کھایا کہ میرا کوئی رشتہ آیا ہوا ہے۔۔۔وہ فلرٹ نہیں ہے نینا۔محبت کرتا ہے مجھ سے" زری برا مان کر بولی تھی

"یہ بات اس نے اپنے منہ سے کہی ہے تم سے؟" نینا کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔زری نے گہری سانس بھری

"نینا محبت میں کہنا سننا ضروری نہیں ہوتا۔۔۔کچھ باتیں خود بخود سمجھ میں آجاتی ہیں۔۔۔تم اس بات کے لئے پریشان مت ہو۔۔۔کرے گا وہ مجھ سے شادی۔تم صرف امی کو کہہ کر اس رشتے سے تو انکار کرواؤ"

"کروں گی بات امی سے صبح۔لیکن یاد رکھو۔۔جب تک تم مجھے اس کے متعلق ساری معلومات نہیں دو گی۔۔میں تمہارا ساتھ نہیں دے پاؤں گی۔۔اور اس بات کا بھی یقین کر لو زری کہ میں تمہاری بہن ہوں۔۔۔کبھی بھی تمہاری بھلائی کے برخلاف کوئی بات نہیں کروں گی۔۔۔ہمیشہ تمہارا اچھا ہی چاہوں گی" نینا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔اس کی چھٹی حس اسے مسلسل کچھ سگنل دینے لگی تھی۔زری خوش ہو کر اس کے گلے سے لگ گئی تھی۔

☆......☆......☆

"میری عمر بھی تمہیں لگ جائے میری بچی" اماں رضیہ نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے اسے زندگی کی دعا دی تھی۔وہ بجھے ہوئے انداز میں مسکرائی۔جب تک لاعلم تھی تب تک احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ اماں رضیہ آجکل کچھ الجھی الجھی سی لگتی ہیں۔اب جب سب جانتی تھی تو احساس ہوا تھا کہ وہ اس کے لئے پریشان نظر آتی تھیں۔ان کی دعائیں اس کی وجہ سے لمبی ہونے لگی تھیں۔وہ کیوں ہمہ وقت اس کے کھانے پینے کے لئے پہلے سے زیادہ پریشان رہنے لگی تھیں۔

"اماں آپ کے بڑے احسان ہیں مجھ پر۔۔۔نا صرف مجھ پر بلکہ سمیع پر بھی۔۔۔آپ نے کبھی ہمیں یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ ہمارے بڑے ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔۔۔آپ کی دعائیں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہی ہیں"

وہ ان کا ہاتھ تھام کر بولی تھی۔

"تم مانو یا نا مانو میری بیٹی۔۔۔لیکن حقیقت یہی ہے کہ مجھ بوڑھی عورت کو جس قدر عزت اور پیار اس گھر سے ملا ہے۔۔کہیں اور سے نہیں ملا۔۔۔اللہ کا احسان ہے کہ خاندان میں محبت تو ملی ہے سب سے۔۔۔سب قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔۔۔لیکن جو قدر تم نے اور سمیع نے میری کی ہے۔۔اتنی تو کوئی سگی اولاد بھی دی ہوتی قدرت نے تو شاید نا کرتی۔۔۔ماں کو اپنے بچوں سے جانے کیسی محبت ہوتی ہوگی۔۔۔میں نہیں جانتی۔۔۔میرے بچے ہی نہیں ہوئے۔۔۔لیکن تم دونوں سے بے حد محبت ہے مجھے۔۔۔سچ تو یہ ہے کہ تم لوگ قابل محبت ہو" اماں رضیہ نے محبت سے مغلوب ہو کر اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔وہ اور سمیع کل صبح لاہور جا رہے تھے۔ایمن کو گھر میں ہی اماں رضیہ کے ساتھ رہنا تھا۔سمیع کا کہنا تھا کہ وہ باقی کا لائحہ عمل لاہور جا کر پلان کرے گا۔اماں اس کی پیکنگ کر رہی تھیں لیکن شہرین خود کو بہت مجبور اور بے بس محسوس کر رہی تھی۔

"اماں بس اس محبت کا واسطہ دے کر آپ سے ایک آخری فیور چاہتی ہوں۔۔۔ایک آخری التجاء۔۔۔جو میں کسی سے نہیں کرسکتی۔۔لیکن چونکہ آپ میری ماں بھی ہیں اور سہیلی بھی ہیں۔۔آپ میری بات کا مان رکھیں گی" وہ تمہید باندھ رہی تھی۔

"میری بچی شرمندہ مت کرو۔۔۔نمک کھایا ہے اس گھر کا۔۔۔بڑی عزت بخشی ہے تم لوگوں نے مجھے۔۔ماں کہتے ہی نہیں ہو، سمجھتے بھی ہو۔۔۔اللہ تم پر کرم کرے۔۔تمہیں آسانی دے۔۔۔ہر مشکل سے بچائے۔۔۔بتاؤ میری بچی۔۔مجھ بوڑھی کے بس میں جو ہوگا ضرور کروں گی" وہ گلوگیر لہجے میں بولی تھیں۔

"اماں۔۔۔مجھے اگر کچھ ہوگیا تو پلیز میری ایمن کو سنبھال لیجئے گا۔۔۔بڑی بدقسمت بچی ہے میری۔۔۔ننھیا والوں کا پیار ملا نا ددھیال والوں کا۔۔۔اور ماں ملی تو مجھ جیسی ناکارہ۔۔جس نے کبھی گود میں لے کر لاڈ تک نا اٹھائے۔۔۔آپ ہی ہیں جو اسے یہاں تک لائی ہیں۔۔۔آپ کے حوالے ہے میری بچی۔۔۔میرے بعد میری بچی کو ایسی ہی محبت سے رکھئے گا اماں رضیہ جیسے اب تک میری موجودگی میں رکھتی آئی ہیں۔۔۔آپ کا احسان ہوگا میری ذات پر" شہرین نے سوچا تھا وہ یہ بات اماں رضیہ سے کرے گی تو روئے گی نہیں۔۔۔بلکہ اس نے دل ہی دل میں تہیہ کیا تھا کہ وہ کسی کے سامنے بھی نہیں روئے گی۔۔۔لیکن انسان تھی۔۔۔نہیں سنبھالا جا رہا تھا اپنے غم کا بوجھ۔۔۔دل دماغ میں بس ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔۔۔"یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں۔۔"

"اللہ تمہیں دونوں جہانوں کی خوشیاں دے۔۔۔میری عمر بھی تمہیں لگ جائے۔۔کچھ نہیں ہوگا میری بچی تمہیں۔۔۔میں دن رات اپنے رب سے تمہارے لئے دعائیں کر رہی ہوں۔روزانہ عشاء کے بعد آیتِ کریمہ کا ورد شروع کیا ہے۔۔۔یہ بے حد جلالی عمل ہے۔۔اللہ سوہنا ضرور سنے گا ہماری" وہ اسے تسلی بھی دے رہی تھیں اور رو بھی رہی تھیں۔



"کیا کہا۔۔شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔کیوں۔۔۔یہ کیا بات ہوئی بھلا؟" امی اس کے لئے چائے کے کپ میں چینی مکس کر رہی تھیں جب اس نے زری کا پیغام بہت ڈھکے چھپے الفاظ میں ان تک پہنچانے کی کوشش کی۔حسبِ معمول امی کے لئے یہ انکشاف ناصرف حیران کن تھا بلکہ ناقابل قبول بھی۔۔۔کبھی کبھی نینا کو لگتا تھا محبت کے معاملے میں وہ بالکل امی کے جیسی ہے۔اسے اور امی دونوں کو ہی اس انقلابی افلاطونی محبت سے چڑ ہوتی تھی۔امی تو ایسے سیریلز کو دیکھ کر بھی غصہ کرنے لگتی تھیں جس میں کوئی لڑکا یا لڑکی محبت کے چکر میں پڑ کر گھر بار بھول بیٹھتے تھے۔

"اس نے گھر بیٹھے ہی پر پرزے نکال لئے ہیں۔۔۔اور میں خوامخواہ تمہیں یونیورسٹی بھیجتے ہوئے ڈر رہی تھی" امی نے ایک ساتھ ان دونوں کو طعنہ دیا تھا۔نینا نے ناک چڑھا کر انہیں دیکھا۔

"مجھے یا یونیورسٹی کو اس معاملے میں کیوں گھسیٹ رہی ہیں۔۔۔میری فکر مت کریں۔۔۔میں نے تہیہ کر رکھا ہے۔۔شادی صرف آپ کی مرضی سے کروں گی۔۔۔پھر ہر ہفتے اس اللہ کے بندے سے لڑ کر آپ کے پاس آجایا کروں گی۔۔۔پھر آپ جانیں اور آپ

کے کام۔۔۔میں تو بس ابا کے سینے پر مونگ دلوں گی۔۔۔" اس نے رس کو چائے میں بھگویا اور پھر اطمینان سے منہ میں رکھ کر چبانے لگی۔امی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم تو اپنی بک بک بند کرو۔۔۔بتاؤ یہ نیا ہی قصہ شروع ہو گیا یہاں۔۔۔ایسا ہوتا ہے بھلا۔۔۔ہمارے گھروں میں ایسی باتیں معیوب سمجھی جاتی ہیں۔۔۔اس کی ہمت کیسے ہوئی اتنی بڑی بات منہ سے نکالنے کی" امی کا پارہ نینا کی آدھی بات سن کر ہی چڑھ گیا تھا۔وہ انتہائی برا مان کر بولی تھیں۔نینا یونیورسٹی کے لئے نکل رہی تھی جبکہ زری ابھی تک سوئی ہوئی تھی۔نینا نے مناسب سمجھا کہ اس وقت امی سے بات کر لے۔اسے امی کے ردِ عمل کا اندازہ تھا۔امی کچھ معاملات میں بالکل جھاگ کی طرح تھیں۔۔۔جتنی جلدی چڑھتی تھیں اتنی جلدی بیٹھ جاتی تھیں۔

"اوہو۔۔۔آپ بھی بہار بیگم ہی بن جاتی ہیں کبھی کبھی۔۔۔ایسا بھی کیا کہہ دیا اس نے۔۔۔اپنی مرضی سے شادی کوئی بری بات تو نہیں ہے امی۔۔۔آپ خود ہی تو کہتی ہیں اب وہ زمانے نہیں رہے۔۔۔جب اولاد کی زندگی کے سارے معاملات ماں باپ طے کر لیتے تھے۔۔۔" اس نے پہلے سے بھی زیادہ نرم اندازِ گفتگو اختیار کیا تھا۔امی نے اس کے ساتھ ہی اپنے لئے بھی کپ میں چائے ڈالی تھی لیکن اب وہ بالکل ہی بے دم سی ہو گئی تھیں۔وہ دو تین دن سے زری کے رشتے کے لئے بہت پر جوش دکھائی دیتی تھیں اب اس انکشاف نے ان کا دل توڑ دیا تھا

"ہاں ٹھیک ہے زمانہ بدل گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اولاد کو آنکھوں پر پٹی باندھ کر کنویں میں چھلانگ لگانے دے دیا جائے۔۔۔ایک بچی کو ان سب معاملات کی کیا خبر۔۔۔بتاؤ اپنی مرضی سے شادی کریں گی۔۔۔یہ زری۔۔۔مارکیٹ میں کوئی ڈوپٹہ خریدنے چلی جائے تو سو بار مجھ سے پوچھتی ہے اور پھر آخر میں میری ہی پسند کا ڈوپٹہ خریدتی ہے۔۔۔یہ کریں گی اپنی مرضی سے شادی۔۔۔ارے تم یہ بات کہتی تو چلو میں سوچتی کہ تم تو ہو ہی خودسر۔۔۔ضدی۔۔۔اپنے باپ کے جیسی۔۔۔" امی اپنے دھیان میں مگن بولتی جا رہی تھیں۔نینا نے گھور کر انہیں دیکھا۔اچھا بھلا رس کا ٹکڑا منہ میں لے جا رہی تھیں۔امی کی بات سن کر رک گئی

"تمہاری جانب سے اس قسم کے دھڑکے تو جان کو لگے ہی رہتے تھے۔۔۔اب ان محترمہ کو بھی نیا بخار چڑھ گیا۔۔۔ماں باپ کے فیصلے مان لینے میں ہی دنیا اور آخرت کا سکون ہے۔۔۔لیکن تم لوگوں کو کون سمجھائے یہ باتیں۔۔۔بتاؤ یہ تو یونیورسٹی بھی نہیں جاتی۔۔۔اس میں کہاں سے آ گئی یہ ہوشیاری چالاکی۔۔۔" امی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فی الوقت دل کا سارا غبار ہی نکال کر رکھ دیں۔نینا کا موڈ خوشگوار تھا اس لئے اس نے ان کے تمام طعنوں کا برا منانے کے باوجود کوئی بات نہیں کی تھی

"کیو موبائل اے آٹھ سو سے۔۔۔جو ابا نے اسے پچھلے سال اس کی برتھ ڈے پر لے کر دیا تھا۔۔۔وہاں سے آئی ہے یہ چالاکی ہوشیاری۔۔۔اور امی میرے پیچھے تو ہاتھ دھو کر پڑی ہی رہتی ہیں آپ۔۔۔یونیورسٹی نے کیا بگاڑ دیا۔۔۔کیسی بگھو بگھو کر لگائی ہیں آپ نے مجھ معصوم پر۔۔۔چلیں کوئی بات نہیں کبھی تو ہمارے دن بھی آئیں گے نا۔۔۔جب آپ کہیں گی کہ میری نینا بیٹی نے فخر سے میرا سر اونچا کر دیا۔۔۔" وہ صرف ان کے مزاج کو معتدل رکھنے کے لئے اس انداز میں باتیں کر رہی تھی۔زری کا انکار ان کے لئے واقعی بہت حیران کن تھا۔

"اس بات میں تو میں ہمیشہ تمہاری تعریف کرتی ہوں۔۔کالج سے لڑکوں کے ساتھ پڑھتی آئی ہو۔۔سارے محلے کے آٹھویں دسویں کے لڑکوں کو پڑھاتی ہو۔۔اب یونیورسٹی میں پڑھ رہی ہو۔۔لیکن مجال ہے کبھی الٹی سیدھی کوئی بات منہ سے نکالی ہو۔۔۔ہاں بس ضدی ہو۔۔اور بدمزاج اور بدکلام بھی۔۔۔ورنہ تو کوئی شکایت نہیں ہوئی مجھے تم سے۔۔۔" امی انہی باتوں پر جس پر اسے پہلے ٹوک رہی تھیں ،اب سراہنے لگی تھیں۔نینا نے سر جھٹکا پھر خالی کپ لے کر کچن کی جانب چل دی،واپس پلٹی تو کمرے میں چل دی۔ڈوپٹہ اور بیگ اٹھا کر لائی اور جانے کی تیاری میں لگ گئی۔کن انکھیوں سے امی کو بھی دیکھتی جاتی تھی جو کسی سوچ میں گم تھیں۔

"میں جا رہی ہوں۔۔۔یونیورسٹی۔۔۔" اس نے نکلنے سے پہلے انہیں خدا حافظ کہتے ہوئے لفظ یونیورسٹی کو طنزیہ انداز میں ادا کیا تھا ۔امی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اے نینا۔۔اس نے کچھ بتایا۔کون ہے۔کیا کرتا ہے۔۔ہماری ذات برادری کے ہیں کیا۔" امی بہت بجھے بجھے انداز میں پوچھ رہی تھیں۔نینا کو ہنسی بھی آئی اور دکھ بھی ہوا۔ہنسی اس لئے کہ وہ پسند کی شادی کو برا نہیں سمجھتی تھی اور دکھ اس لئے کہ امی کا جوش و خروش یکدم ٹھنڈا پڑ گیا تھا

"اچھا میں سب پوچھ کر بتاؤ گی۔۔آپ پریشان نا ہوں۔۔۔اس معاملے کو دل پر نا لیں۔۔قطر والا رشتہ زیادہ پسند آگیا ہے تو مجھے بیاہ دیں اس نمانے سے۔۔۔میں بھی آپ کا خون ہوں۔۔۔میرا بھلا کر دیں کوئی۔۔۔دعائیں دوں گی آپ کو۔۔" وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھتے ہوئے ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔امی مسکرائی تک نا تھیں



وہ وہاں لمبا عرصہ قیام کا سوچ کر آئی تھی لیکن پہلے ہفتے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ تو ان حالات میں ایک مہینہ بھی نہیں رہ پائیگی۔کاشف کا رویہ اس کے ساتھ بہت اچھا تھا۔وہ اپنے کاروباری معاملات کو ایک طرف رکھ کر سارا وقت اسے اور زرمین کو دیتا تھا۔ایک گاڑی ان کی بلڈنگ کے باہر ہر وقت موجود رہتی تھی۔دن میں ایک وقت کا کھانا باہر سے آتا تھا یا وہ خود باہر چلے جاتے تھے۔کاشف انہیں ان کی مرضی اور پسند کی ہر چیز دلوانے پر تیار رہتا تھا۔اب ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ صوفیہ خوش اور مگن رہتی لیکن ایسا تھا نہیں۔حبیبہ جیسی خوبصورت عورت کا خیال ایک آسیب کی طرح اس کے حواسوں پر چمٹا رہتا تھا۔اس کے وہی انداز تھے۔دن کے ایک دو گھنٹے وہ ان کے گھر پر گزارتی ،جب بھی آتی اس کے اور زرمین کے لئے کچھ نا کچھ ضرور لے کر آتی۔کبھی پرفیوم،کبھی بیگ۔۔۔بالکل پہلے کی طرح کی دل جلا دینے والی ہنسی ہنستی۔۔۔پہلے کی ہی طرح بولتی باتیں کرتی۔۔اور ستم ظریفی یہ تھی کہ پہلے کی ہی طرح حسین و جمیل نظر آتی۔۔۔اور اسی لئے صوفیہ بھی پہلے کی ہی طرح اس سے چڑتی رہتی۔وہ چاہ کر بھی اپنے رویے کو اس کے ساتھ نارمل نہیں کر پاتی تھی۔اس نے اکتا کر ایک دن بالا آخر کاشف سے کہہ ہی دیا

"کیا مطلب حبیبہ یہاں کیوں آتی ہے۔۔۔ارے یار یہ اس کا فلیٹ ہے۔۔اس نے ہمیں رہنے کے لئے دے دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا حق ختم ہو گیا۔۔اور پھر ہمارے کاروباری معاملات ہیں۔۔۔وہ ہر چیز میں حصے دار ہے۔۔۔" کاشف نے اکتائے

ہوئے انداز میں تو نہیں کہا تھا لیکن اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ اسے یہ بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"وہ ہر چیز میں حصے دار ہے۔۔؟ کیا واقعی ہر چیز میں۔۔؟" صوفیہ نے اسی کا جملہ دوہرایا اور استہزائیہ انداز میں اس کا چہرہ دیکھا کہ شاید شوہر کو کھوج سکے۔۔لیکن کاشف کے چہرے کے تاثرات میں ذرا بھی فرق نہیں آیا تھا

"صوفیہ میں تم سے درخواست کرتا ہوں۔۔یہ پنڈورا بکس دوبارہ مت کھولنا۔۔میں بہت عرصے سے وضاحتیں دے رہا ہوں۔۔اب کوئی میرے کردار پر ذرا سی بھی انگلی اٹھاتا ہے نا۔دل چاہتا ہے اس کا منہ توڑ دوں۔۔ارے ہمارے کیا ماتھے پر لکھا ہے کہ ہم ہر عورت کو دیکھ کر پھسل پڑتے ہیں۔۔جس کو دیکھو ہم پر انگلی اٹھانے کو تیار ہے" اب کی بار وہ اکتا کر بولا تھا۔اس کا واضح اشارہ رخشی والے معاملے کی طرف تھا۔وہ اس انداز میں بولا کہ رخشی چپ ہو کر رہ گئی۔یہ حقیقت تھی کہ کاشف اس پر پہلے سے کہیں زیادہ مہربان ہو چکا تھا۔وہ اس کے کہنے پر واقعتا تارے توڑ لانے تک کو تیار رہتا۔وہ اکثر اس سے زرمین کے مستقبل کی باتیں کرتا اور بیٹے کے لئے اپنی خواہش کا اظہار بھی کرتا رہتا۔صوفیہ کے لئے باقی سب کچھ اچھا تھا لیکن جیسے ہی حبیبہ یا پھر حبیبہ کا خیال ہی آ جاتا تو اس کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہونے لگتا۔اس نے دوبارہ بھی ایک دو بار کاشف سے یہ ذکر چھیڑا لیکن کاشف اس ذکر سے نہایت غصے میں آ جاتا۔۔اس لئے صوفیہ چپ ہو جاتی لیکن چپ ہو جانے سے کڑھنے جلنے کا عمل رکتا نہیں تھا۔اسی طرح ایک مہینہ تو خیریت کے ساتھ گزر گیا۔



یہ دوسرے مہینے کی بات تھی جب صوفیہ کو احساس ہوا کہ وہ پریگننٹ ہو چکی تھی۔ایک مس کیریج کے بعد یہ بڑی خوش آئند اطلاع تھی اور وہ دونوں اس خوشخبری کے بہت بے چینی سے منتظر بھی تھے۔اس کوشی کو سیلیبریٹ کرنے کے لئے کاشف نے پلان بنایا تھا کہ وہ زرمین کو حبیبہ کے پاس چھوڑ کر ڈنر کے لئے باہر جائیں گے۔صوفیہ زرمین کو حبیبہ کے پاس چھوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن ایک عجیب سے احساس برتری میں گھر کر اس نے کاشف کی یہ تجویز مان لی تھی۔پریگننسی کی اطلاع اس نے اپنے گھر والوں کو بھی نہیں دی تھی لیکن حبیبہ کو وہ یہ بات ضرور بتانا چاہتی تھی۔اس لئے رات کو تیار ہو کر کاشف کے ہمراہ گھر سے نکلی۔زرمین بھی ساتھ تھی۔ارادہ تھا کہ اسے حبیبہ کے پاس چھوڑ دیں گے۔وہ فلیٹ کی بجائے وِلا میں رہتی تھی۔اس شاندار ولا میں صوفیہ ایک بار پہلے بھی آ چکی تھی۔کاشف اسے وہیں گاڑی میں بیٹھا چھوڑ کر زرمین کو حبیبہ کے پاس چھوڑنے چل دیا۔اسے ضرورت سے زیادہ کچھ دیر ہو گئی تو صوفیہ بھی گاڑی سے اتر آئی تھی۔نجانے کس جذبے کے تحت وہ دبے قدموں چلتی اندر آ گئی تھی۔اتفاق کی بات تھی کہ آٹو میٹک ڈور لاکڈ نہیں تھا۔صوفیہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی اندر داخل ہوئی۔ہال میں تو اسے کوئی نظر نہیں آیا لیکن کاشف اور حبیبہ کی آوازیں ضرور باہر تک آ رہی تھیں

"بیوی اگر اولاد پیدا کرنے جا رہی ہو تو اس سے یہ بات تو کنفرم ہو گئی کہ شوہر کو اس سے محبت ہے۔۔مجھے بیٹے کی خواہش ہے حبیبہ۔۔بیٹے باپ کی آدھی ذمہ داریاں سنبھال لیتے ہیں۔۔تم سمجھنے کی کوشش کرو" کاشف تسلی دینے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔صوفیہ تیز قدم اٹھاتی اس سمت چلی گئی تھی جہاں سے یہ آواز آئی تھی۔کاشف کی پشت دروازے کی سمت تھی لیکن حبیبہ کی نگاہیں دروازے پر ہی لگی تھیں۔

" میں صوفیہ سے بہت محبت کرتا ہوں۔۔۔وہ بہت ظرف والی عورت ہے" وہ اسے سراہ رہا تھا

"""کاشف۔۔۔" صوفیہ نے پکارا تو ساتھ ہی اس نے مڑ کر اسے دیکھا اور پھر مسکرایا

"کتنی لمبی عمر ہے تمہاری۔۔۔میں جیبہ سے تمہارا ذکر ہی کر رہا تھا۔۔۔" وہ اس کے قریب آیا تھا اور آتے ہی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دئے تھے۔صوفیہ کے دل میں اگر کوئی خدشہ پیدا بھی ہوا تھا تو یہ انداز دیکھ کر دم توڑ گیا۔

گناہ کی اگر کوئی خوشبو ہوتی تو اس لمحے اسے اپنے شوہر کے وجود سے اٹھنے والا تعفن بے حال کر دیتا لیکن ایسا کچھ نہیں تھا۔

☆......☆......☆

یہ اس کے ویزے کی معیاد ختم ہونے کے تقریباً ایک ہفتے پہلے کی بات تھی۔وہ کاشف سے بار بار کہہ رہی تھی کہ اگر ممکن ہو تو وہ اس معیاد کو بڑھا لے۔۔اور کاشف بھی اس طرح ظاہر کر رہا تھا کہ جیسے اس کی بھی یہی خواہش ہے لیکن اس نے ان کی سیٹ بھی کنفگرم کروالی ہوئی تھیں۔ایک دن بعد اس کی شام کی فلائٹ تھی

اس روز جیبہ بھی معمول کے مطابق ٹائٹ سی جینز اور شرٹ پہنے اپنے سنہرے بال کھولے انہی کے یہاں بیٹھی تھی جب صوفیہ نے یہ ذکر چھیڑا۔اسے بھی جیبہ کے سامنے بار بار یہ جتانا اچھا لگتا تھا کہ کاشف اس کی محبت میں ہمہ وقت سرشار رہتا ہے اور ان کے ت جانے کے خیال سے بہت اداس بھی ہے

" میں تو کہہ رہی ہوں کہ ہم ابھی نہیں جاتے۔۔۔کاشف بھی یہی چاہتے ہیں۔۔۔وہ نہیں رہ سکتے زرمین اور میرے بغیر۔۔۔بار بار کہتے ہیں صوفیہ مجھے بھی ساتھ لے جاؤ" اس نے اترا کر کہا تھا۔جیبہ نے سر ہلایا

" اس کی باتوں کا بھروسہ مت کیا کرو۔۔۔یہ اپنے راستے میں آنے والی بیسیوں عورتوں سے یہ ڈائیلاگ بولتا رہتا ہے" وہ مزاحیہ انداز میں بولی تھی۔کاشف کے چہرے پر بھی مسکراہٹ چمکی لیکن صوفیہ کو برا لگا

" ایسے نہیں ہیں میرے کاشف۔۔۔" وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ بولی تھی

"تمہیں کچھ خبر نہیں ہے اس میسنے انسان کی صوفیہ ڈارلنگ۔۔۔بڑی چیز ہے تمہارا کاشف۔۔۔" جیبہ ابھی مسکارتے ہوئے بولی تھی لیکن صوفیہ کو پہلے سے بھی زیادہ برا لگا۔

"تم میری بیوی کو میرے خلاف بھڑکا نہیں سکتی۔۔۔" کاشف بھی اسی انداز میں بولا تھا

" ہاں بھئی۔۔۔جب ایک انسان بیوقوف بنے رہنے پر رضامند ہو تو کوئی کیا کرسکتا ہے" جیبہ کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ چمکنے لگی تھی۔

" یہ بیوقوفی نہیں اعتماد ہے۔۔۔بھروسہ اور یقین ہے۔۔۔کاشف بہت محبت کرتے ہیں مجھ۔۔۔اس بات کا مجھے یقین ہے" صوفیہ نے جتا کر کہا۔جیبہ چند لمحے خاموش رہی لیکن اس کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ غائب نہیں ہوئی تھی۔وہ یکدم سیدھی ہوئی اور کاؤچ کے

ہینڈل پر بازو کو پھیلا کر رکھ لیا

"اچھا تو تمہیں واقعی یقین ہے ۔۔کہ یہ بندہ تم سے محبت کرتا ہے" وہ اب بالکل اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔صوفیہ کو اس کا انداز اتنا برا لگا کہ اس کا دل چاہا اسے اس جگہ سے دھکا دے کر باہر پھینک دے۔صوفیہ اس کے اس سوال کا جواب فوراً دینا چاہتی تھی لیکن اس کی استہزائیہ مسکراہٹ نے اسے جلا کر رکھ دیا تھا۔وہ کچھ بول ہی نہیں پائی۔حبیبہ نے قہقہہ لگایا

"ہماری محبت کی نشانی کو تم گود میں لے کر بیٹھی ہو۔۔اس سے بڑا کوئی ثبوت نہیں ہوسکتا اِن کی محبت کا" صوفیہ نے اس کی گود میں بیٹھی زرمین کی جانب اشارہ کیا تھا

"آہ ہ۔۔۔صوفیہ پیاری۔۔۔بہت اچھی ہو تم ۔۔۔بہت خالص ہو۔۔بڑی نیک ہو۔۔لیکن افسوس بیوقوف بھی ہو۔۔تمہیں انسانوں کی سمجھ نہیں ہے۔۔شادی کرنے اور بچے پیدا کرنے کا مطلب محبت نہیں ہوتا" حبیبہ نے زرمین کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا تھا۔صوفیہ اپنی جگہ سے اٹھی اور زرمین کو اس کی گود سے اٹھالیا پھر دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے بولی

"تو پھر اور کیا مطلب ہوتا ہے۔۔شادی کرنے اور بچے پیدا کرنے کا۔۔۔دراصل یہی مطلب ہوتا ہے محبت کا حبیبہ۔۔۔مرد جس عورت سے شادی کرتا ہے وہ اسی سے محبت کرتا ہے۔۔۔لیکن یہ بات وہ عورت نہیں سمجھ سکتی جسے شادی کے بغیر محبتیں کرنے کا شوق ہوتا ہے" یہ ایک کھل کھلا طعنہ تھا جو صوفیہ کو نہیں دینا چاہیئے تھا

"تم لوگ کیا فضول کی بحث کرنے لگ گئے ہو۔۔چھوڑو پیار کی باتیں۔۔۔بور کر دیا تم لوگوں نے ۔۔چلو کہیں باہر چلتے ہیں۔۔کولڈ کافی پی کر آتے ہیں" وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا تھا

"مجھے کافی نہیں پینی۔۔انہیں پلاؤ۔۔جن کے اعصاب سوئے ہوئے ہوں۔۔۔میں بس چلتی ہوں اب ۔۔لیکن آج ذرا صوفیہ کی غلط فہمی دور کر دینا کہ میں بغیر شادی کے محبت کرنے والی عورت نہیں ہوں۔۔۔بھلا شادی کے بغیر کون سی عورت کسی مرد اور اس کی آل اولاد پر اتنا روپیہ خرچ کرتی ہے۔۔کوئی نا کوئی وجہ تو ہوتی ہوگی نا کہ کوئی عورت اپنا گھر بار بینک بیلنس کسی مرد پر آنکھیں بند کر کے لٹاتی رہتی ہے۔" وہ آنکھیں مٹکا کر بولی تھی۔اس نے اپنا بیگ اٹھایا تھا اور پھر کسی فاتح کی طرح باہر نکل گئی تھی۔صوفیہ کچھ لمحے تو بس ہکا بکا ایک ٹک اسے جاتے دیکھتی رہی تھی پھر اس نے کاشف کی جانب دیکھا۔اس کے چہرے پر کھسیانی سی مسکراہٹ تھی

"پاگل عورت ہے۔۔۔مذاق میں بھی بلک بک کرتی رہتی ہے۔۔۔۔چلو آؤ باہر چلتے ہیں۔۔۔"

وہ پیشکش کر رہا تھا۔صوفیہ نے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر وہ زرمین کو گود میں لئے گرنے والے انداز میں کاؤچ پر گر گئی تھی۔ایک عورت مذاق میں اتنی بڑی بات تو نہیں کہہ سکتی تھی۔۔۔

"کیا کہہ گئی تھی حبیبہ۔۔" وہ اس کے آخری جملے میں کہیں اٹکی رہ گئی تھی

☆......☆......☆

"کیا سوچا پھر تم لوگوں نے۔۔۔؟" یہ اسی شام کی بات تھی جب سلیم نے نینا سے پوچھا۔ وہ بنا کسی وجہ کے اس کے پاس آ بیٹھی تھی۔

"سوچنا کیا ہے۔۔۔ میں تو دو سو فیصد راضی ہوں۔۔۔ اتنا اچھا رشتہ ہے۔۔۔ انکار کرنا تو کفرانِ نعمت ہوگا" وہ چپس چباتے ہوئے مزے سے بولی تھی۔ سلیم نے سر ہلایا جیسے کہنے کو کچھ نا ہو پھر اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا

"زری نے کیا کہا۔ وہ خوش ہے۔۔؟"

"وہ خوش ہو نا ہو۔۔ مجھے کیا۔۔۔ میں تو خوش ہوں نا۔۔ کیسی لگوں گی میں مسز پپو بن کر۔۔۔" وہ مزاحیہ انداز میں بولی تھی۔ سلیم نے اسے گھورا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔۔۔ تم بھولی نہیں ہو وہ فضول بات" وہ اسے بالکل ایسے ڈانٹ رہا تھا جیسے کوئی بڑا کسی چھوٹے کو کسی غلط حرکت پر ٹوکتا ہے۔

"سلیم۔۔ کیسے بھول سکتی ہوں۔۔۔ میرا پہلا پروپوزل۔۔۔ میری پہلی محبت بھی بن سکتا ہے۔۔۔ تمہیں کیا پتا۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سلیم نے پھر اسے ٹوکا

"چُپ رہو۔۔۔ میں نوٹس کر رہا ہوں۔ تم دِن بدن اپنی گفتگو میں بہت لاپرواہ ہوتی جا رہی ہو۔۔۔ اچھا نہیں لگتا لڑکیاں ہر وقت ایسی باتیں کرتی رہیں۔۔۔ خبردار جو تم دوبارہ ملی اس خاور پپو سے۔۔۔ میں تمہیں وارن کر رہا ہوں۔۔۔ اگر مجھے پتا چلا کہ تم دوبارہ اس سے ملی ہو تو میں خالو سے شکایت کر دوں گا" وہ سابقہ انداز میں اسے ٹوک رہا تھا۔ نینا کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سلیم کے ساتھ اس کا رشتہ ایسا تھا کہ وہ اس کی بات کا برا بھی نہیں مانتی تھی لیکن اس کی کبھی سنتی بھی نہیں تھی۔ آجکل اس کا مزاج بہت اچھا رہتا تھا اس لئے اس نے ترخ کر کچھ نہیں کہا تھا لیکن آنکھیں گھماتے ہوئے اسے دیکھا پھر مزاحیہ انداز میں بولی

"ہمت ہے تم میں خالو سے بات کرنے کی۔۔۔ ان کو دیکھ کر تو تم کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہو۔۔۔ ڈرپوک" سلیم نے گہری سانس بھری

"ڈرپوک نہیں ہوں۔۔۔ بس اپنی اوقات نہیں بھولتا۔۔۔ اپنی کم مائیگی اُن سے بات کرنے سے روک دیتی ہے۔۔۔ قسمت کے کھیل ہیں نا۔۔۔ ورنہ میں بھی کوئی قابل انسان ہو سکتا تھا۔۔۔ پڑھا لکھا۔۔۔ دو اڑھائی لاکھ کی نوکری کرنے والا۔۔۔ جس کے پاس گھر گاڑی بھی ہوتی" وہ بہت لاچار سے انداز میں بولا تھا۔ نینا نے گفتگو کا رُخ اس جانب موڑنا نہیں چاہا تھا لیکن ایسا نا چاہتے ہوئے بھی ہو گیا تھا

"سلیم یہ قسمت کی ہی بات ہے۔۔۔ کہ تم اتنے قابل اتنے اچھے ہو۔۔۔ اس سارے خاندان میں کون ہوگا تمہارے جیسا۔۔۔ ہے کوئی ایسا جس کے پاس اپنے ذاتی کاروبار کا اعتماد ہو۔۔۔ جس کے پاس کوئی ڈگری نا ہو۔۔۔ لیکن وہ رائٹر ہو۔۔۔ اس کی لکھی کہانیاں نظموں اخباروں میں چھپتی ہوں۔۔۔ تم نکل آؤ اس احساسِ کمتری سے۔۔ تم بہت اچھے ہو۔۔۔ بہت اچھے" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔ اسے یکدم ہی احساس ہوا تھا کہ وہ کس قدر بجھا بجھا نظر آتا تھا

"مت حوصلہ دو نینا۔۔پیار کی باتیں ہیں سب۔۔۔اتنا ہی اچھا ہوتا تو۔۔۔" اس نے ایک بار پھر اس کا چہرہ دیکھا اور پھر بات ادھوری چھوڑ دی

"خیر چھوڑو۔۔۔میری قسمت ہی ٹھنڈی ہے۔۔۔جس کے نصیب ہی غریب ہوں وہ کسی قابل نہیں ہوتا۔۔تم بتاؤ سچ سچ۔۔دوبارہ ملی ہو خاور سے۔۔۔؟" وہ بس جھٹک کر پوچھ رہا تھا۔ نینا کا منہ بن گیا۔ سلیم جب بھی اپنی کم مائیگی کے احساس سے اس طرح دکھی نظر آتا تھا، نینا کو بھی دکھ ہوتا تھا

"کیوں۔۔۔ملنا چاہیئے تھا کیا۔۔۔؟" نینا نے سنجیدگی کے خول کو مزید پہنے رہنے کا ارادہ ترک کیا تھا

"ارے کہہ تو رہا ہوں کہ مت ملو۔۔۔مجھے نہیں پسند وہ۔۔۔اس کی ہمت کیسے ہوئی تم سے ایسی بات کرنے کی؟" وہ تڑخ کر بولا تھا

"لیکن۔۔۔کیوں۔۔۔کیوں نہیں پسند وہ تمہیں۔۔۔سچ کہوں سلیم۔۔۔وہ انسان اچھا ہے۔۔۔سادہ اور ہمدرد۔۔۔اس کے رویے میں منافقت نہیں ہے۔۔۔اپنے گھر والوں کے برعکس وہ بہت مخلص اور اچھا ہے" وہ اس کی تعریف کر رہی تھی

"اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ وہ منہ اٹھا کر تمہیں پروپوز کر دیتا۔۔۔اسے اپنی اوقات نہیں بھولنی چاہیئے تھی" سلیم ناک چڑھا کر بولا تھا۔ نینا نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا پھر دیکھتی رہی

"اوقات کیا ہوتی ہے سلیم۔۔۔گھر بار گاڑی۔۔بینک بیلینس۔۔۔جاؤ یار۔۔۔میں نہیں مانتی یہ باتیں۔۔۔اللہ نے تو یہ پیمانے نہیں بنائے۔۔۔اب تم یہ مت سمجھنا کہ میں خاور سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ارے نہیں بھئی۔۔خاور صاحب میں مجھے بس مہر کی ذات تک دلچسپی ہے۔۔۔اور مجھے یقین ہے اس نے بھی یہ بات صرف اس لئے کہی کہ میں مہر کے لئے بہت حساس ہو رہی تھی۔۔۔ورنہ اس کو بھی پتا ہے کہ اس کی اماں اب ہمارے خاندان سے کوئی لڑکی نہیں لے جانے والیں۔۔۔" وہ اسے تسلی دے رہی تھی

"تم دیکھنا سلیم۔۔جب میں شادی کروں گی نا۔ تو ان سب باتوں کی بالکل پرواہ نہیں کروں گی۔۔۔میرے لئے بس ایک پیمانہ ہو گا اپنے جیون ساتھی کو ماپنے کا۔۔۔اور وہ ہو گا وفاداری۔۔۔جیون ساتھی کو وفادار ہونا چاہیئے۔۔۔مجھے اچھا نہیں لگتا وہ مرد۔۔۔جس میں وفا نا ہو" نینا اپنے دھیان میں مگن بولی تھی۔

"اچھا۔ زیادہ تقریروں کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔خالو آرہے ہیں اس طرف۔۔۔نکلو یہاں سے۔۔۔پھر وہ ناراض ہوتے ہیں" سلیم نے سامنے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ نینا بھی فوراً الرٹ ہوئی

"آئے ہائے۔۔۔ایک تو تمہاری یہ دوکان دن بدن منحوس ہوتی جا رہی ہے۔۔۔لگتا ہے یہاں آنا کم کرنا پڑے گا۔۔۔جاتی ہوں میں۔۔۔لیکن اپنے خالو کو بتانا کہ مرد کی فطرت میں اور کچھ ہو نا ہو۔۔۔ایک عنصر ضرور ہونا چاہیئے۔۔۔وفاداری۔۔۔کیا ضرور ہونا چاہیے۔۔؟۔۔۔وفاداری۔۔۔خیر انہیں کیا غرض اس چیز سے۔۔۔ان کے یہاں یہ جنس ناپید ہے" وہ پچھلے دروازے سے سلیم لوگوں کے گھر کی جانب جاتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں بول رہی تھی۔

☆......☆......☆

" کاشف مجھے سچ سچ بتائیں ۔۔۔اس کی بات کا کیا مطلب تھا ۔۔کیا آپ نے حبیبہ سے شادی کرلی ہے؟" صوفیہ نے عجیب سے لہجے میں اس سے پوچھا تھا۔حبیبہ کے چلے جانے کے بعد سے اس کا دل جیسے لرزتا ہی رہا تھا۔کیسا لگتا ہے اپنے ہی شوہر سے پوچھنا کہ کیا اس نے کسی اور سے شادی کرلی ہو۔۔اور اگر اس شوہر سے آپ کو بے حد محبت بھی ہو۔۔تب ۔۔۔اس نے سوچا تھا وہ روئے گی نہیں ۔۔۔بلکہ وہ بے حد ناراض ہوگی ۔۔خفا ہوگی ۔۔۔لیکن اس کی آنکھیں اور لہجہ بھیگ رہا تھا۔

" صوفیہ ۔۔۔پاگل ہوگئی ہو ۔۔۔" کاشف نے اس کی جانب حیرانی سے دیکھا ۔۔پھر اس کی بھیگتی آنکھیں دیکھ کر اس نے قہقہہ لگایا

" ایسا مر کر بھی نہیں ہوسکتا ۔۔۔میں کبھی تمہارے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گا ۔۔کسی سے بھی نہیں ۔۔۔اور یہ بات تم اپنے دل میں محفوظ کرلو ۔۔۔" کاشف نے اس کی ہنسلی کی ہڈی کو اپنی انگلی سے ذرا سا دباتے ہوئے کہا تھا ۔وہ اسے بہت محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن صوفیہ کے دل کو قرار نہیں آیا

" کاشف پھر وہ ایسے کیوں کہہ رہی تھی ۔۔۔اس کا لہجہ ایسا کیوں تھا ۔۔۔مضبوط ۔۔۔ٹھوس ۔۔خطرناک ۔۔۔جھوٹا لہجہ ایسا نہیں ہوتا ۔۔اس میں جھول ہوتا ہے ۔۔۔وہ پہچانا جاتا ہے ۔۔۔وہ اگر جھوٹی تھی تو اس کے لہجے میں کھوٹ کیوں محسوس نہیں ہوا مجھے ۔۔۔" صوفیہ کی آواز میں جھنجھلاہٹ یا غصہ نہیں تھا ۔۔بس ایک ہارے ہوئے شخص کی بے بسی تھی ۔کاشف کے چہرے کے تاثرات یکدم بدلے

" صوفیہ ۔۔اس کا مطلب میں جھوٹا ہوں ۔۔۔۔میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں ۔۔۔بس اسی لئے میں تمہیں یہاں بلواتا نہیں تھا ۔۔تمہیں ایک خطرناک لا علاج بیماری لاحق ہے ۔۔وہم کی بیماری ۔۔اور وہ کبھی ٹھیک نہیں ہوگی ۔۔۔مجھے اگر اندازہ ہوتا نا اس بات کا تو یقین کرو میں تمہیں بلواتا ہی نہیں ۔۔۔میں قسم کھانے کو تیار ہوں ۔۔حبیبی سے میرا وہی تعلق ہے ۔۔جو پہلے تھا ۔۔مفاد کا تعلق ۔۔بزنس کا تعلق ۔۔۔روپے کا تعلق ۔۔۔یہ دبئی ہے ۔۔کوٹ لکھپت یا شاہدرہ نہیں ہے ۔۔۔یہاں ایک فرد کے لئے ایک وقت کا سادہ سا کھانا پتا ہے کتنے روپے میں آتا ہے ۔۔۔ایک ہزار روپے میں ۔۔۔اور تم اتنے دن سے جو لگژری لائف گزار رہی ہو ۔۔۔اس پر میں نے کتنا سرمایہ خرچ کیا ہے ۔۔تمہیں اندازہ بھی ہے ۔۔۔تمہیں اندازہ ہے کہ یہ روپے کس محنت سے کمائے تھے میں نے جو تم نے ان گزشتہ تین مہینوں میں اڑائے ہیں ۔۔۔وہ سب روپے کمانے کے لئے حبیبہ جیسی عورت کا ساتھ ضروری تھا ۔۔۔بس یہی تعلق ۔۔۔ایک بزنس انویسٹر کا تعلق ۔۔اس کے علاوہ کوئی تعلق ہو اس سے تو یہی موت آجائے مجھے ۔۔لعنت ہے میری زندگی پر جو آدھی وضاحتیں دینے میں گزر چکی اور باقی آدھی وضاحتیں دینے میں گزر جائے گی ۔۔۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بول رہا تھا ۔۔اس کی آنکھوں میں غصہ تھا ۔۔خفگی تھی ۔صوفیہ کی آنکھیں جو پہلے صرف بھیگی ہوئی تھیں اب پانی سے بھر گئیں اور پھر بنا کسی رکاوٹ کے ابلنے لگیں

" اب رونا شروع ہو جاؤ ۔۔بس یہی بلیک میلنگ آتی ہے تم عورتوں کو ۔۔۔مرد رو نہیں سکتا ۔۔ورنہ اس وقت میں بھی دھاڑیں مار مار کر رو رہا ہوتا ۔۔ایک تو دل پہلے ہی اداس ہے کہ تم لوگ جا رہے ہو ۔۔۔اور اب تم نے یہ بازار لگا لیا ۔۔۔صوفیہ ایسے الزامات سے بہتر ہے کہ اپنے ہاتھوں سے میرا گلا دبا دو ۔۔۔تم بھی سکھی اور میں بھی" کاشف کا لہجہ اس کے آنسو دیکھ کر بھی نرم نہیں ہوا تھا بلکہ وہ پہلے سے زیادہ

اونچی آواز میں چلا کر بولا تھا۔صوفیہ نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے صاف کیا۔وہ کاشف سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔۔لیکن الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"صوفیہ تم اگر شک کرنا نہیں چھوڑ سکتی تو ایک اور حل ہے اس مصیبت کا میرے پاس۔۔۔مجھے چھوڑ دو۔۔۔آرام سے اپنے گھر میں رہو جو بی بی جان نے تمہارے نام کیا تھا۔۔۔میں تم سے جوئی جواب طلبی نہیں کروں گی اور ہر مہینے تمہارے اور زرمین کے خرچے کے لئے چیک بھیج دیا کروں گا۔۔۔چھوڑ دو بس مجھے اگر میں تمہیں اتنا ہی بدفطرت نظر آتا ہوں تو۔۔۔میں روز روز کے ان ڈراموں سے تنگ آگیا ہوں۔۔۔بس ہو گیا فیصلہ۔۔مت رہو میرے ساتھ۔۔۔چھوڑ دو مجھے۔۔" وہ مزید چلایا تھا۔صوفیہ نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔

"کاشف ایسے مت کہیں۔۔خدارا ایسے مت کہیں۔۔۔آپ ناراض مت ہوں۔۔۔میں جانتی ہوں میری اور زرمین کی خاطر آپ کیا کچھ نہیں کر رہے۔۔۔لیکن آپ میرے دل کی کیفیت بھی سمجھیں۔۔۔میں آپ کو کسی سے بانٹ نہیں سکتی۔۔۔بھوکے مرنے سے کہیں زیادہ تکلیف دہ آپ کو کسی اور کا ہوتے دیکھ کر مرنا ہے۔۔۔آپ چھوڑ دیں سب کچھ۔۔چلیں واپس پاکستان۔۔ہم تنگی ترشی میں گزارا کر لیں گے۔۔۔میں اپنی ضروریات کو محدود کر لوں گی۔۔لیکن میں ایسے نہیں جی پاؤں گی۔۔۔میری سب کشتیاں جل چکی ہیں۔۔اب تو ماں جیسی ساس بھی نہیں رہیں۔۔جن کے سامنے رو کر اپنا دل ہلکا کر لوں۔۔" یہ سب باتیں وہ صرف سوچ رہی تھی۔اس نے کاشف سے کچھ کہا نہیں تھا۔کاشف اسے اس طرح روتا دیکھ کر چڑ کر اس کے پاس سے اٹھ گیا تھا اور پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

☆......☆......☆

"نینا تم نے امی سے بات کی۔۔۔؟" وہ سلیم کے پاس سے اٹھ کر کر ابھی گھر آئی ہی تھی جب زری نے اس سے پوچھا۔ابا کو تو وہ باہر دیکھ آئی تھی لیکن امی بھی گھر نہیں تھیں۔

"امی ہیں کہاں۔۔۔؟" نینا نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے سوال کیا تھا

"پتا نہیں۔۔۔کہیں باہر نکلی ہیں چادر لے کر۔۔۔مجھ سے تو خفا خفا سی ہیں۔۔۔بات نہیں کر رہیں" زری نے سر جھٹک کر کہا تھا۔نینا کو بہت عجیب لگا۔زری ایسی نہیں تھی۔امی کی خفگی کے خیال سے ہی وہ بے چین ہونے لگتی تھی لیکن اس ایک موضوع پر اس کے بدلے بدلے اطوار کچھ عجیب لگتے تھے

"اب تو بتاؤ۔۔تم نے امی سے بات کی۔۔۔؟" زری نے اسے خاموش دیکھ کر دوبارہ پوچھا تھا

"ہاں۔۔۔میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ زری اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہے۔۔" نینا سادہ سے لہجے میں بولی۔اسے واقعی کچھ عجیب سا لگا تھا۔وہ امی سے بدتمیزی کرتی تھی۔ان کے سامنے زبان چلاتی تھی لیکن اسے ان سے محبت بھی تھی اور اس کی بدکلامی کے بعد جب زری امی کو حوصلہ دیتی تھی یا ان کا دھیان بٹاتی تھی تو اسے اچھا لگتا تھا۔اسے بہت اطمینان ہوتا تھا کہ امی کی ایک بیٹی تو اچھی ہے جو انہیں دکھی نہیں ہونے دیتی لیکن اس لمحے زری کا لاپرواہ سا رویہ اسے کچھ کھٹک رہا تھا۔

”امی نے کیا جواب دیا۔۔۔غصہ کر رہی ہوں گی؟“ زری نے پہلے جوش سے کہا اور پھر ناک چڑھا کر سوال کیا تھا۔نینا نے پھر اسے بغور دیکھا اور ابھی وہ کچھ بولی بھی نہیں تھی کی زری مزید اکتائے ہوئے انداز میں بولی

”نینا تم میری طرف سے امی کو ایک بات اور کہہ دینا۔۔۔میں اظفر کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گی۔۔۔وہ ناراض ہو ہو کر مجھے بلیک میل نہیں کر سکتیں۔۔۔میں یہ بات خود بھی ان سے کہہ سکتی تھی لیکن وہ مجھ سے بات نہیں کر رہی ہیں۔۔“ زری کا انداز مزید لاپرواہ ہوا تھا۔نینا حیران ہی رہ گئی۔یہ راتوں رات زری کو کیا ہو گیا تھا۔وہ تو بہت فرمانبردار مؤدب قسم کی بیٹی تھی۔ایک عام سے مرد کی محبت نے اس کے دل کو کیسے بدل کر رکھ دیا تھا

”امی نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا۔۔۔زیادہ ہیروئن نا بنو“ نینا برا سا منہ بنا کر بولی پھر لاؤنج میں پڑے دیوان پر بیٹھتے ہوئے بولی

”ذرا حوصلہ کرو۔۔۔امی کو بتا دیا ہے میں نے۔۔۔انہیں کچھ وقت تو لگے گا نا اتنی بڑی بات کو ہضم کرنے میں۔۔۔تم تو بدتمیزی پر ہی اتر آئی ہو“

”بہت اچھے۔۔یعنی اب تم مجھے بدتمیزی کے طعنے دو گی۔۔۔تمہیں خود بھول گیا ہو گا کہ تم امی کے ساتھ کتنی بدتمیزی کرتی ہو۔۔۔امی تمہاری پسند کا کھانا ہی نا بنائیں تو تم زبان چلا چلا کر ان کا جینا دوبھر کر دیتی ہو۔۔۔میں تو ایک جائز بات کر رہی ہوں۔۔۔اپنی پسند کی شادی کرنا گناہ نہیں ہے۔۔ہمارے مذہب میں بھی اس کی ممانعت نہیں ہے۔۔۔اس لئے مجھے ٹوک ٹوک کر شرمندہ مت کرو“ زری تڑخ کر بولی تھی ۔نینا چپ ہی رہ گئی۔زری کتنی منہ پھٹ ہو رہی تھی۔نینا کی ایک بات اچھی تھی۔اسے حالات کے مطابق سمجھدار ہونا آتا تھا۔اسے احساس ہوا تھا کہ اس لمحے زری کو ٹوک کر یا شرمندہ کر کے بات نہیں بنے گی۔اس لئے اس نے اپنے لہجے کو معتدل کیا تھا

”زری تسلی رکھو۔۔۔اور ایک بات اک یقین کر لو۔۔۔امی ابا تمہارے لئے کوئی غلط فیصلہ نہیں کریں گے۔۔۔وہ دونوں ہی بہت چاہتے ہیں تمہیں۔۔۔میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم مجھے اظفر کے متعلق سب باتیں تفصیل سے بتاؤ۔۔ہم ضروری چھان بین کے بعد ہی باقی معاملات طے کریں گے۔۔۔“ اس نے جیسے اسے تسلی دی تھی۔زری چند لمحے کچھ نہیں بولی پھر اس نے کندھے اچکائے۔۔

”میں نے اظفر سے کہا ہے۔۔وہ مجھے آج رات فون نمبر ایڈریس وغیرہ سب دے دے گا۔۔۔پھر تم امی کو بتا دینا“

نینا نے اس کی بات سن کر سر ہلایا لیکن وہ کچھ بولی نہیں تھی۔وہ تو بس زری کا بدلا چلن دیکھ کر ہی سوچ میں گم ہوئی جا رہی تھی۔

”میں تمہیں اظفر کی تصویر دکھاؤں۔۔؟“ چند لمحے کی خاموشی کے بعد زری نے پوچھا تھا۔نینا کا دل چاہا تھا کہ کہہ دے ”سنبھال کر رکھو اپنے مہینوال کی تصویر۔۔مجھے نہیں دیکھنی۔۔۔“لیکن یہ اصولاً بہت بڑی بداخلاقی ہو جاتی سو اسے کہنا پڑا

”ہاں۔۔دکھاؤ۔۔۔میں نے تو تمہیں رات ہی کہا تھا“

”میرے پاس اس کی کوئی اچھی تصویر تھی ہی نہیں۔۔۔میرے کہنے پر اس نے ابھی واٹس ایپ کی ہیں۔۔۔“ وہ پر اشتیاق لہجے میں کہتے ہوئے اپنا سیل فون آن کرنے لگی تھی۔کچھ دیر بعد ہی اس کے چیل کی اسکرین پر ایک چہرہ چمکنے لگا تھا۔وہ ستائیس اٹھائیس سال

کے ایک خوش شکل مرد کا چہرہ تھا۔گندمی رنگت، تیکھے نقوش۔۔۔چہرے پر ہلکی داڑھی۔۔۔۔نینا کو بظاہر وہ اچھا ہی لگا۔اس نے زری کے ہاتھ سے سیل پکڑ لیا تھا

"اس طرف سے آگے چلو۔۔اور بھی تصویریں ہیں۔۔" زری نے کہا تھا۔نینا ایک کے بعد ایک تصویر دیکھنے لگی۔ظاہری شکل و سورت کی حد تک وہ شخص برا نہیں تھا۔تصویریں دیکھتے ہوئے ایک تصویر دیکھ کر یکدم ہی نینا کو حساس ہوا کہ جیسے اس نے اس شخص کو پہلے کہیں دیکھا ہے۔۔اس نے دوبارہ اسی تصویر کو غور سے دیکھا تھا اور پھر سب تصویریں باری باری دوبارہ دیکھیں۔ہر تصویر کو دیکھتے ہوئے اسے ایسا لگنے لگا تھا جیسے اس نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے۔اس نے سوچ کے گھوڑے دوڑائے لیکن یہ احساس بڑا مبہم سا تھا۔اسے یاد نہیں آیا

"ہینڈسم ہے نا۔۔سچ سچ بتاؤ۔۔" زری اسی اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھی

"زری مجھے لگتا ہے جیسے میں نے اس کو کہیں دیکھا ہے۔۔" اس نے کہہ دیا تھا، زری مسکرائی

"ہاں۔۔جب میں نے پہلی بار اس کی تصویر دیکھی تو مجھے بھی ایسا ہی لگا تھا۔۔یہ ٹرکش ڈراموں کے ہیروز سے ملتا ہے نا" وہ اب شرما بھی رہی تھی۔نینا نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔دل کو پھر کوئی سخت جملہ کہنے سے روکا

"سنا تھا محبت اندھی ہوتی ہے۔۔۔لیکن "اتنی" اندھی۔۔" وہ اتنی پر زور دیتے ہوئے بولی۔زری نے قہقہہ لگایا

"سچ کہتی ہو۔۔محبت واقعی اندھی ہوتی ہے۔۔۔لیکن یقین کرو نینا اس اندھے پن میں بڑا مزا ہے۔۔محبت ایسی انوکھی بیماری ہے کہ بیمار پڑے رہنے میں بھی لُطف آتا ہے۔وہ آرام سے اعتراف کر رہی تھی۔نینا کچھ نہیں بولی۔۔وہ بس اس شخص کی تصویر کو دیکھتے ہوئے یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔۔

☆......☆......☆

اس رات کاشف گھر نہیں آیا تھا اور اگلے روز صوفیہ کی فلائٹ تھی۔وہ دوپہر کے قریب گھر میں گھسا تو اس کا حلیہ عجیب سا ہو رہا تھا۔شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے، آنکھیں چڑھی ہوئی اور سُرخ ہوئی جا رہی تھیں، وجود سے عجیب سی بساند اٹھ رہی تھی۔صوفیہ نے وہ رات بہت بے چینی میں گزاری تھی لیکن کاشف کو دیکھنے کے بعد اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔کاشف نہانے کے لئے باتھ روم میں گھس گیا۔واپس نکل کر اس نے دو کپ کافی بنائی تھی۔اس کا رویہ ایسا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نا ہو۔وہ کافی پیتے ہوئے زرمین کو گود میں لے کر باتیں کرنے لگا تھا، درمیان درمیان میں وہ صوفیہ کو بھی مخاطب کر لیتا تھا اور صوفیہ اسے جواب دینے کے لئے خود کو مجبور پاتی تھی۔اس کا دل اداس، بے چین اور کسی قدر خوفزدہ بھی تھا۔

کاشف نے وہ لیدر پاؤچ نکال لیا تھا جس میں زرمین اور صوفیہ کی ٹکٹس اور پاسپورٹ وغیرہ تھے۔اس کے بعد اس نے کال کر کے کھانا آرڈر کر دیا تھا۔اس کا رویہ اتنا نارمل تھا کہ صوفیہ کو مزید دکھ ہونے لگا۔اس کا حوصلہ ختم ہونے لگا تھا۔اس کی آنکھیں پھر بہنے لگیں۔۔کاشف نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا تھا

"مت روؤ صوفیہ۔۔۔تمہارے آنسو سیدھے یہاں جا کر لگتے ہیں۔۔۔" اس نے اپنے سینے پر دل کے عین اوپر ہاتھ رکھا تھا۔

"پہلے ہی تم لوگوں کی واپسی کے خیال سے دل مردہ ہوا جا رہا ہے۔۔۔تم مزید رو کر کیا کرنا چاہتی ہو میرے ساتھ۔۔۔بس کرو پلیز۔۔۔دفن کر دو میرے دل میں اپنے سارے وہم خدشات۔۔۔بس اتنا یاد رکھو کہ یہ بندہ تمہارے بغیر خاک اور دھول کے سوا کچھ نہیں ہے۔۔۔" وہ دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا۔

صوفیہ کے آنسو تھمے نہیں تھے لیکن کاشف کے الفاظ جیسے گرمی میں خوشگوار ہواؤں کے جیسے تھے۔اسے اچھا لگا پھر یکدم اسے کچھ محسوس ہوا۔۔اس کے بالوں میں بھی نمی محسوس ہونے لگی تھی۔اس نے سر اٹھا کر کاشف کے چہرے کی جانب دیکھا۔وہ بھی رو رہا تھا۔ہوا ہی خوشگوار نہیں تھی۔۔بادل بھی امڈ آئے تھے۔صوفیہ کے دل کی تپتی زمین پر جیسے ابرِ رحمت برس پڑی تھی

"آپ جس کی محبت میں آنسو بہا رہے ہوں۔۔جب وہ بھی آپ کے ساتھ مل کر آپ کی محبت میں آنسو بہائے تو بھلا کیسا لگتا ہے۔۔۔اچھا لگتا ہے۔۔بہت اچھا لگتا ہے۔۔۔صوفیہ کو بھی بہت اچھا لگا تھا۔۔اس کے چہرے پر دھوپ چھاؤں جیسا موسم چھانے لگا تھا یعنی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے لیکن دل کو قرار آ گیا تھا۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

وہ اور زری ایک ساتھ ابا کی طرف بڑھی تھیں۔ان کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔نینا نے اپنے دل میں بھی ایک الوہی سی خوشی کو محسوس کیا تھا۔ان دونوں نے بہت خوبصورت کپڑے پہن رکھے تھے۔یہ کپڑے ابا نے عید کے لئے انہیں دلوائے تھے۔نینا کو یاد تھا اس نے ان کپڑوں کے لئے ذرا سی بھی پسندیدگی ظاہر نہیں کی تھی لیکن امی نے زبردستی اسے یہ کپڑے پہنا دئیے تھے جس پر وہ زیادہ خوش نہیں تھی لیکن پھر بھی جب ابا آئے تو وہ بھی زری کی طرح اسی شدت کے ساتھ آگے بڑھ کر ان کے گلے کی خواہش لئے سامنے آئی تھی لیکن ابا نے اس کی جانب دیکھا بھی نہیں تھا۔انہوں نے زری کو سینے سے لگا لیا تھا۔نینا کا دل ٹوٹ گیا تھا۔اسے لگا اس کی آنکھیں بھیگ رہی ہیں۔ ایک ساتھ چند آنسو آنکھوں لڑھک کر گالوں تک آگئے تھے۔اس نے امی کی جانب دیکھا لیکن وہ بھی زری اور ابا کی طرف دیکھ رہی تھیں۔نینا کو ایک بار پھر محسوس ہوا کہ سب اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔اس کا دل بھر آیا تھا۔اس نے دیکھا زری ابا کے ساتھ جا رہی تھی۔ان کے کندھے سے کندھا ملائے وہ آگے کی جانب جا رہی تھی۔وہ زری کو پکارنا چاہتی تھی۔وہ چاہتی تھی زری ابا کے ساتھ نا جائے۔وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ یہ گھاٹے کا سودا ہے۔زری اس کی جانب دیکھ رہی تھی نا اس کی بات سن رہی تھی۔وہ بہت زیادہ خوش تھی۔نینا اسے آواز دینے لگی تھی لیکن اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔آواز حلق سے نکلتی ہی نہیں تھی۔اس نے ساری ہمت مجتمع کی اور آواز دے ڈالی پھر وہ رکی نہیں تھی۔وہ اسے مسلسل آوازیں دے رہی تھی۔اسے لگا زری نے آگے بڑھ کر اسے ہلا ڈالا ہے۔وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔کیوں چلا رہی ہو" زری اس کے سر پر کھڑی تھی۔نینا کی آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں۔

"کتنی بار کہا ہے رات کو کم کھایا کرو۔۔۔ورنہ اسی طرح ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔" زری ناگواری سے بولی تھی۔نینا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔اس نے اپنا چہرہ صاف کیا نجانے کیوں اسے لگا کہ وہ آنسو جو اس نے نیند میں خواب کے زیرِ اثر بہائے تھے ان کی نمی ابھی بھی اس کے گالوں پر کہیں چمک رہی ہوگی۔زری واپس اپنے بستر پر چلی گئی تھی۔نینا نے اس کی جانب دیکھا اور پھر ایک نظر گھڑی پر ڈالی۔دو بج رہے تھے لیکن زری کا چہرہ دیکھ کر یہ نہیں لگتا تھا کہ وہ سوئی ہوئی تھی اور نینا کو نیند میں بڑبڑاتا سن کر اٹھی ہے۔نینا دوبارہ سے بستر پر لیٹ گئی۔خواب ڈراؤنا تو نہیں تھا جو اس نے دیکھا تھا لیکن پھر بھی اس کا اثر نینا کے دماغ پر تھا۔اس نے دوبارہ سے بستر پر لیٹ کر قرانی آیات کا وِرد کرتے ہوئے دوبارہ سونے کی کوشش کی لیکن سے نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔زری کے سیل کی مدھم سی روشنی سارے کمرے میں پھیلی تھی۔وہ اپنے بستر پر لیٹی بالکل بے خبر مسلسل انگلیاں چلانے میں مصروف تھی۔میسجز کا تبادلہ وقت کی رفتار کو بھی پیچھے چھوڑتے ہوئے تیزی سے جاری تھا۔نینا نے محسوس کیا تھا کہ زری نے جب سے اسے اظفر کا بتایا تھا تب سے وہ اپنے رویے میں بے دھڑک ہوگئی تھی ورنہ وہ پہلے نینا کے سامنے اتنی رات گئے تک میسجز نہیں کرتی تھی۔اب تو جیسے ساری جھجھک ختم ہو کر رہ گئی تھی۔

۔نینا نے ناگوار سا منہ بنا کر ایک اور کروٹ بدلی تھی۔اس کے ذہن میں کہیں پھر وہی تصویر جگمگانے لگی تھی جو زری نے اسے دکھائی تھی۔سوتے وقت بھی اس کے اس کے ذہن میں مسلسل کھلبلی مچی تھی۔زری نے جو تصویریں اسے دکھائی تھیں انہوں نے اسے کسی انوکھی

سی جستجو میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اسے لگتا تھا اس نے اس تصویر میں موجود لڑکے کو پہلے کہیں دیکھ رکھا ہے۔۔۔ لیکن کہاں کب جیسے کسی سوال کا جواب بہت سوچ بچار کے بعد بھی اس کے ذہن میں نہیں جگمگا رہا تھا۔ وہ اسی سوچ کے غلبے میں سوئی تھی اور ابھی جب آنکھ کھلی تھی تب بھی دوسرا یہی خیال ذہن میں آیا تھا کہ اس لڑکے کو کہاں دیکھا تھا۔

وہ دوبارہ اٹھ کر بیٹھی تھی۔

"زری۔۔۔ بات سنو۔۔۔ مجھے ایک بار پھر وہ پکچرز دکھانا۔۔" اس نے اسے پکارا تھا۔ زری اپنے دھیان میں مگن تھی۔ نینا کو اسے دوبارہ پکارنا پڑا

"کون سی پکچرز۔۔" زری حیران ہوئی تھی۔ وہ اسے پہلے بھی فیس بک اور انسٹا گرام کی محفوظ کی ہوئی اداکاروں وغیرہ کی تصاویر دکھاتی رہتی تھی

"وہی۔۔۔ اسی لڑکے کی۔۔۔" نینا کو اس کا نام یاد تھا لیکن نینا نے جان بوجھ کر اس کا نام نہیں لیا تھا۔ یہ اس بات کی نشاندہی تھی کہ وہ اس کا نام یاد رکھ کر ابھی اس کی عزت افزائی کے موڈ میں نہیں تھی

"اس لڑکے کا نام اظفر ہے۔۔۔" زری نے جتا کر اتنا ہی کہا تھا کہ نینا چڑ کر بولی

"ہاں پتا ہے کہ اس لڑکے کا نام اظفر ہے اور یہ بھی پتا ہے کہ مزید معلومات کے لئے ڈبی کے اندر دی گئی پرچی ملاحظہ کریں۔۔۔ نام تو سن لیا ہے ہم نے کئی بار بی بی۔۔۔ اب کوئی اور بات کرو" زری نے کروٹ بدلی اور اس کی جانب دیکھا

"نینا تمہارا مسئلہ کیا ہے۔" وہ ناراض ہو رہی تھی

"مجھے کیوں یاد نہیں آ رہا کہ میں نے اس لڑکے کو کہیں دیکھا ہے۔۔۔ کہیں دیکھا ہوا ہے۔۔۔ ایسے ہی۔۔ اسی طرح کا امیج میرے ذہن میں بنتا ہے۔۔۔ مگر یاد نہیں آ رہا" وہ لاچاری سے بولی۔

"اظفر کا چہرہ بڑا کامن سا ہے۔۔۔ پھر جو تصویریں تم نے دیکھیں اس میں اس نے ڈاڑھی رکھی ہوئی ہے۔۔۔ آجکل داڑھی فیشن میں ہے تو ہر لڑکا ہی ایک جیسا لگتا ہے۔۔۔ اس لئے تمہیں لگ رہا ہوگا۔۔" زری ابھی بھی چڑ چڑے سے انداز میں بولی تھی۔ نینا چپ رہی۔ اسی زری کو وہ کل تک بالکل کسی خاطر میں نہیں لاتی تھی اور ہر بات میں اس کی بڑی بہن بننے کو تیار رہتی تھی لیکن اب زری کا رویہ اس طرح کا ہو رہا تھا کہ وہ چاہتے ہوئے بھی اسے اس طرح ٹوک نہیں پا رہی تھی جیسا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا یا جیسے وہ پہلے ہر بات میں ٹوکتی آئی تھی۔ وہ پھر سے اپنے لحاف میں گھس گئی۔ چاہتے ہوئے بھی اس کا ذہن ان پکچرز کی جستجو سے آزاد نہیں ہو پا رہا تھا۔ وہ گہری سانس بھر کر دیوار کی جانب منہ کر کے لیٹ گئی تھی۔

یونیورسٹی کے کلاس فیلوز۔۔۔ روز بس اسٹاپ پر نظر آنے والے چہرے۔۔۔ آتے جاتے لوگ۔۔۔ محلے دار۔۔ نجانے اس کا ذہن کس کس چہرے کو کھوج رہا تھا۔ وہ لاشعور میں کہیں دور دور تک ڈبکیاں لگا کر اس شخص کے چہرے کو کھوجنے کی کوشش میں لگی تھی لیکن

اسے وہ یاد نہیں آیا تھا مگر نیند دوبارہ آنے لگی تھی۔اس نے ہر خیال کو ذہن سے جھٹک دیا تھا۔وہ کب تک یہی سب سوچتی رہتی۔اس نے لحاف درست کیا تھا اور سونے تیار ہو گئی تھی۔صبح جلدی اٹھنا تھا۔۔یونیورسٹی تھی۔۔ٹیوشن تھیں۔۔۔اسے تو کتنے ہی کام نبٹانے ہوتے تھے۔اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تب ہی اس کے لاشعور سے ایک چہرہ کہیں شعور کی سطح پر جگمگایا تھا۔پہلے وہ تصویر جو دھندلی سی کہیں موجود تھی اب جیسے اسکرین پر مکمل واضح ہو گئی تھی۔اس نے آنکھیں کھول ڈالی تھیں۔وہ پہیلی جو الجھی ہوئی تھی یکدم سلجھ گئی تھی۔اسے یاد آ گیا تھا۔

اسے یاد آ گیا تھا اور یہ اچھا نہیں ہوا تھا



"یہ اسکول نہیں جاتی۔۔؟" بھابھی نے سادہ سے لہجے میں ایمن کی جانب دیکھتے ہوئے شہرین سے سوال کیا تھا۔وہ رات کو منور بھائی کے گھر لاہور پہنچے تھے کیونکہ اس کی شام کی شوکت خانم میں اپائنٹمنٹ تھی تو وہ ایک دن پہلے لاہور پہنچ گئے تھے۔اماں رضیہ اور سمیع دونوں یہی چاہتے تھے کہ ایمن ساتھ نا جائے لیکن شہرین اسے زبردستی اپنے ساتھ لائی تھی۔اسے نجانے کیوں یہ خدشہ ستا رہا تھا کہ سمیع کچھ عرصے میں ایمن کو اس کی دادی کے گھر نا چھوڑ دے۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایمن دادی کے گھر جائے۔وہ اپنی سی کوشش کر رہی تھی کہ ایمن اس کے ساتھ ساتھ رہے جب کہ ایمن اس سے کہیں زیادہ اماں رضیہ اور رانی کے ساتھ اٹیچڈ تھی۔اماں رضیہ جب ڈرائیور کے ساتھ گراسری کے لئے جاتی تھیں تو بھی ایمن ان کے ساتھ ہی جاتی تھی۔اس لئے ایمن اب اپنے ماں باپ کے ساتھ آ کر کچھ زیادہ خوش نہیں تھی۔وہ بڑی سنجیدہ سی سپاٹ سے چہرے والی بچی تھی۔وہ ہر ایک ساتھ بے تکلف نہیں ہوتی تب ہی اسے یہاں کافی مشکل ہو رہی تھی۔۔منور بھائی کی مسز اور ان کی بیٹی کے بلانے پر وہ بہت ہی کم رسپانس دیتی تھی۔شہرین کو اچھا تو محسوس نہیں ہو رہا تھا لیکن وہ بے بس سی تھی۔ایمن اس کو بھی ایسا ہی رسپانس دے رہی تھی۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ اماں رضیہ اور رانی کی کمی کو بہت شدت سے محسوس کر رہی تھی۔

"ابھی ایڈمیشن نہیں کروایا بھابھی۔۔۔اب انشاء اللہ کرواؤں گی" اس نے وضاحت کی تھی۔

"ہاں اچھا ہے ڈائریکٹ یو کے جی (اپر کنڈر گارٹن) میں کروا دینا۔۔۔پڑھی لکھی مائیں تو آجکل بچوں کو گھر میں ہی کتنا کچھ پڑھا لیتی ہیں۔۔۔تم نے بھی تو ماشاء اللہ کافی پڑھا ہوا ہے نا۔۔" وہ ابھی بھی سادہ سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔شہرین کو دل ہی دل میں بڑی شرمندگی ہوئی۔اس نے تو کبھی ایمن کو ایک لفظ نا سکھایا تھا۔وہ فقط سر ہی ہلا سکی۔

"رانیہ۔۔بچے۔۔یہاں آؤ۔۔۔ایمن کو کلر پینسلز اور کوئی پیپر دو۔۔۔اتنی عمر میں تو بچوں کو بس کلرز کے ساتھ کھیلنے کا شوق ہوتا ہے" وہ شہرین کو چپ دیکھ کر بولی تھیں۔شہرین کو وہ اچھی لگی تھیں۔ٹوہ لیتی تھیں نا طنز کرتی تھیں۔انہوں نے اس سے اس کی بیماری کے متعلق پر تجسس سوال نہیں کئے تھے نا ہی تسلی دلاسے کے نام پر بیماریوں اور بیماروں کے لمبے لمبے قصے سنائے تھے۔سمیع تو منور بھائی کے ساتھ ناشتے کے بعد ہی گھر سے چلا گیا تھا تب سے وہ بھابھی کے ساتھ تھی اور اسے اچھا ہی لگا تھا لیکن ایمن کا سپاٹ چہرہ اسے الجھا رہا تھا۔وہ یقیناً اماں رضیہ کے بغیر اداس تھی اور یہ بات ایمن کسی باہر والے کے سامنے تسلیم کرتے ہوئے کترا رہی تھی۔

"آئی ایم سوری ایمن بیٹے لیکن ہمارے گھر میں آپ کے کھیلنے کے لئے کچھ بھی نہیں ملے گا۔۔۔میں شام کو آپ کے لئے کچھ کھلونے منگواؤں گی" بھابھی اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"دراصل میرے بچے بڑے ہو گئے ہیں۔۔تو ان کے سب کھلونے وغیرہ میں نے اپنے بھانجے بھانجیوں کو دے دئے ہوئے ہیں۔۔۔اب بیچاری بچی کھیلے تو کس سے کھیلے۔۔۔دیکھو تو کیسے منہ لٹکا کر بیٹھی ہے" وہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولی تھیں۔شہرین نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"بھابھی آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔۔۔غلطی میری ہی ہے۔۔۔مجھے اپنے ساتھ اس کی ڈول وغیرہ لانی چاہیئں تھیں ۔۔۔دراصل پہلے ایمن کو لانے کا ارادہ نہیں تھا۔۔پھر عین وقت پر ہم نے سوچا کہ اسے ساتھ لے جاتے ہیں۔۔۔پتا نہیں میرے پاس کتنا وقت بچا ہے۔۔۔اب بس دل چاہتا ہے کہ اپنی بچی کو اپنے پاس رکھوں۔۔" وہ بجھے ہوئے انداز میں بولی تھی۔بھابھی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"اللہ کریم ہے شہرین۔۔۔حوصلہ رکھو۔۔۔اللہ پاک اپنے بندوں پر ان کے ظرف سے زیادہ آزمائش کا بوجھ نہیں ڈالتا۔۔۔تم کب سے تکلیف میں ہو۔۔۔اب اللہ پاک ان تکالیف سے آسانی دے گا۔۔انشاء اللہ۔۔۔اب تو میڈیکل فیلڈ نے بہت ترقی کر لی ہے۔۔۔ہر بیماری کا علاج ہے۔۔۔پریشان مت ہو"

"پریشان تو نہیں ہوں بھابھی۔۔۔اللہ پر بھروسہ ہے وہ میرے لئے مجھ سے بہتر سوچ سکتا ہے۔۔۔بس اپنی کوتاہیوں کا احساس رہتا ہے۔۔۔ان بیماریوں نے مجھے بڑا لاچار رکھا ہے۔۔۔ایمن کو بھی ٹھیک سے وقت نہیں دے پائی۔۔مجھ سے زیادہ تو اماں رضیہ سمجھتی ہیں اس کا مزاج۔۔۔وہی خیال بھی رکھتی ہیں۔۔۔" شہرین کے انداز پر شرمندگی غالب تھی۔

"اچھی بات ہے۔۔۔اماں رضیہ سے زیادہ میل ملاقات تو نہیں رہا کبھی میرا۔۔مگر ان کی تعریف سنی ہے کافی۔۔۔اچھی خاتون ہیں۔۔۔یہ بھی بڑا احسان ہوتا ہے اللہ کا کہ آپ کے بچے کو کوئی اچھا خیال رکھنے والا مل جائے۔۔۔" وہ کہہ رہی تھیں۔شہرین نے سر ہلایا

"بالکل۔۔۔اور آپ یقین کریں اماں رضیہ اس عمر میں بھی مجھ سے زیادہ ایکٹو ہیں۔۔۔اور ایمن میں تو جان ہے ان کی۔۔۔بہت پیار کرتی ہیں۔۔۔ایمن کو بھی وہ بہت عزیز ہیں۔۔۔سارا دن ان کے آگے پیچھے پھرتی رہے گی۔۔ان سے ہی باتیں کرتی رہتی ہے۔۔۔بہر آسرا ہے مجھے ان کا۔۔۔ان کی ہمارے یہاں موجودگی اللہ کا بہت بڑا احسان ہے بھابھی" شہرین دل کھول کر اماں رضیہ کو سراہ رہی تھی۔

میں سمجھ سکتی ہوں تمہاری اس بات کو شہرین۔۔۔ایمن تو چھوٹی ہے ابھی۔۔۔میں اپنی رانیہ کے لئے کتنا پریشان رہتی ہوں ۔۔۔یہ ماشاء اللہ حافظِ قرآن ہے۔۔۔بہت ذہین ہے۔۔۔لیکن اسکول کی پڑھائی شروع ہوئی تب سے کوئی اچھی ٹیوٹر نہیں ملتی تھی تو اچھے گریڈز نہیں آتے تھے حالانکہ بہت کوشش کرتی تھی۔۔۔پھر ایک بہت اچھی ٹیچر ملی مجھے۔۔۔جیسے تم اماں رضیہ کو اللہ کا احسان مانتی ہو

نا۔یقین کرو وہ بچی میری رانیہ کے معاملے میں اللہ کا احسان ہے۔۔۔یہاں گھر آ کر پڑھاتی تھی رانیہ کو۔۔۔بہت ہی ذہین اور ذمہ دار بچی تھی وہ۔۔آجکل ایگزام ختم ہو گئے ہیں رانیہ کے۔۔اس لئے نہیں آتی۔۔۔اس کی کلاسز شروع ہوں گی تو دوبارہ کال کروں گی اس کو۔۔تو میں بتا یہ رہی تھی کہ کوئی ایسا مل جائے جو آپ کے بچوں کا آپ کی طرح خیال رکھ سکے تو اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں ہوتی"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔۔" شہرین نے پھر ہاں میں ہاں ملائی تھی۔اس کا ذہن ہر پریشانی کو بھول کر اب مستقبل کی پلاننگ کر رہا تھا۔اس کو یکدم جیسے یاد آگیا تھا کہ ایمن کی اسکول شروع ہونے والی عمر آ گئی تھی۔وہ بھابھی سے باتیں کرتے ہوئے دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ واپس جا کر ایمن کے لئے کوئی اچھی ٹیوٹر تلاش کرے گی۔کونسا کینسر۔۔کہاں کا کینسر۔۔اسے فی الوقت سب بھول گیا تھا



"صوفیہ گائے کا کھونٹا بھی بدل دو تو وہ پرانے کھونٹے کی جانب پیٹھ کر کے نہیں بیٹھتی۔اسے اپنی جگہ کی اتنی قدر اور پہچان ہوتی ہے لیکن تم تو گائے سے بھی گئی گزری ہو جو ذرا سی امیر کیا ہوئی اپنی اوقات ہی بھول گئی" یہ اس کی چھوٹی بھابھی تھیں جو انتہائی ناگواری سے بول رہی تھیں صوفیہ نے انہیں گھور کر انہیں دیکھا۔

"یہی تو ساری بات ہے۔۔یہی تو تمہارے اندر کا احساسِ کمتری ہے جو ہر بات میں ابل ابل کر باہر آنے لگتا ہے۔۔۔یہی تو تمہاری ضد ہے مجھ سے کہ صوفیہ کیوں امیر ہو گئی۔۔۔یہی جلاپا تو کھائے جا رہا ہے تمہیں۔۔۔" وہ بھی بنا کوئی لحاظ رکھے بولی تھی۔بات کچھ بھی نہیں تھی۔سب بچے ایک ہی جگہ بیٹھے ایک ہی تھال میں آم کھا رہے تھے لیکن صوفیہ نے زرمین کو سب کے ساتھ بٹھانے کی بجائے الگ پلیٹ میں آم کے سلائس دے کر بٹھا دیا۔اس کی دیکھا دیکھی باقی سب بچے بھی یہی فرمائش کرنے لگے کہ انہیں بھی الگ پلیٹ میں کھانا ہے۔صوفیہ کی بھابھی کو اس بات پر غصہ آ گیا کہ اب سب الگ الگ پلیٹ میں کھائیں گے تو دھونے کے لئے کتنے برتن جمع ہو جائیں گے۔اس لئے اس نے صوفیہ کو ٹوک دیا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا جہاں سب بچے بیٹھے کھا رہے تھے وہ زرمین کو بھی وہیں سب کے ساتھ بٹھا دیتی جس پر صوفیہ نے بھی طعنہ دے دیا کہ باقی سب بچے تو تمیز سے بے بہرہ گنوار ہیں۔۔اس کی بیٹی ایسے بیٹھ کر ایک ہی تھال میں نہیں کھا سکتی۔اسے عادت نہیں ہے۔۔۔بس پھر اسی بات پر جھگڑا شروع ہو گیا۔صوفیہ کی بھابھی نے اسے طعنہ دے ہی دیا کہ وہ اپنی اوقات بھول گئی ہے۔وہ بھی کم نہیں تھی خوب چیخنے چلانے لگی۔وہ جب سے دبئی سے آئی تھی تب سے بول اسکی بھابھیوں کے اس کا رویہ بالکل ہی ناقابل قبول ہو گیا تھا اگرچہ اس کی بھابھیوں کا رویہ اسکی واپسی کے بعد ابتدائی کچھ دن تک کافی اچھا رہا کیونکہ وہ واپسی پر سب کے لئے مہنگے مہنگے تحائف لائی تھی۔۔امپورٹڈ بیگز۔۔پرفیومز۔۔۔بچوں کے لئے الیکٹرک کھلونے۔۔۔کچھ دن تو ان چیزوں کی چکا چوندی کی وجہ سے سب اس کو برداشت کرتے رہے پھر آہستہ آہستہ پہلے کی طرح سب کے انداز بدلنے لگے۔۔۔

دبئی جانے سے پہلے جو صورتحال تھی اب کی بار وہ مزید شدت اختیار کر گئی تھی اگر غیر جانبداری سے غور کیا جاتا تو اس میں زیادہ قصور صوفیہ کا ہی تھا۔وہ ان سب کے درمیان خود کو بہت بلند مرتبہ خیال کرتی تھی۔شادی کے بعد سے کاشف نثار کے نام کے لاحقے نے اسے اپنی

نظروں میں بہت اعلیٰ مرتبہ دلا دیا تھا۔وہ خود کو اپنی بہنوں بھابھیوں سے کہیں بہتر خیال کرتی تھی۔اسے اپنے بھانجے بھانجیاں زرمین سے کمتر نظر آتے تھے۔زرمین کو کوئی ذرا سی بات بھی کہہ دیتا تھا تو اسے بہت برا لگتا تھا ایسے میں جب یہ خیال آجاتا کہ کاشف حبیبہ کے ساتھ وہاں اکیلا تھا تو اس کی جان جلنے لگتی۔وہ پریگنینٹ بھی تھی۔موڈ سوئنگز الگ بے حال رکھتے۔۔بلڈ پریشر۔۔اٹھنے بیٹھنے کی لاچاری۔۔۔وہ سب کے ساتھ جھگڑتی رہتی اور جب اکیلی ہوتی تو روتی رہتی۔ذہن پر ہر وقت یہ احساس غالب رہتا کہ اس کا شوہر کسی خوبصورت جادوگرنی کی قید میں ہے۔کبھی خود کو کوستی کہ کاش کچھ زیادہ پڑھی لکھی ہوتی تو کوئی جاب کر لیتی جس سے کاشف کو مالی معاونت مل سکتی۔کبھی سوچتی کہ وہ گھر بیچ دے جو بی بی جان نے اس کے نام کیا تھا اور سارا سرمایہ کاشف کو بھجوا دے تاکہ وہ حبیبہ کا سرمایہ اسے لوٹا کر اس کے چنگل سے آزاد ہو سکے۔جب کچھ سمجھ نا آتا تو اپنی قسمت پر شاکی رہتی کہ کاش اس کے والد بہت مالدار ہوتے تو وہ ان سے جائیداد میں حصہ ہی مانگ لیتی۔وہ بہت مشکل دور تھا جس سے وہ گزر رہی تھی اور اس کی وجہ سے اس کے اردگرد رہنے والے بھی بہت مشکل میں تھے۔بھابھیاں برداشت کرنے کی کوشش کرتیں لیکن جب نا ہوتا تو صاف اس کے منہ پر ہی کہہ دیتیں۔۔چھوٹی بھابھی زیادہ ہی نک چڑھی تھی۔وہ بھی غصہ آنے پر سنا دیتی تھی

"صوفیہ اس گردن کے سریے کو ذرا نرم کر لو۔۔بیٹی والی ہو۔۔کل کو اس کو بیاہنا بھی ہے۔۔اگر تمہارے یہی رنگ ڈھنگ رہے تو کوئی اسے بیاہنے بھی نا آئیگا۔صوفیہ ان سب باتوں کے جواب میں ان سب کو جلی کٹی سناتی۔۔غصے سے چلاتی اور جب چلا چلا کر تھک جاتی تو رونے لگتی۔کاشف فون کرتا تو بس رو رو کر یہی کہتی رہتی کہ واپس آجاؤ جس سے وہ چڑ جاتا اور اپنی ناراضی ظاہر کرتا۔اور پھر کئی دن فون نا کرتا تو صوفیہ مزید بے حال ہو جاتی۔یہ ایسے ہی ایک دن کی بات تھی۔اس کے سات سالہ بھتیجے نے کسی بات پر ناراض ہو کر زرمین کو دھکا دے دیا جس پر وہ رونے لگی۔صوفیہ کو جب پتا چلا تو اس نے بنا اصل بات پوچھے بھتیجے کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔بھابھی بھی میدان میں آ گئی۔بچوں کی لڑائی گھمسان کی جنگ میں بدل گئی۔بھابھی نے کہہ دیا کہ اب اس گھر میں تب ہی رہوں گی جب صوفیہ یہاں سے جائیگی۔صوفیہ کے میکے میں سب اس سے ناراض ہو گئے تھے۔اس کے والد نے کاشف کو فون کیا تھا کہ وہ یا تو اپنی اہلیہ کو اپنے ساتھ وہاں دبئی میں رکھے یا پھر خود واپس آجائے۔ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ کاشف اسے فون کر کے تسلی دلاسا دیتا لیکن اس نے بھی فون کر کے اسے ہی ڈانٹا تھا۔ان سب باتوں نے صوفیہ کو ذہنی طور پر توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔انہی دنوں اس کی بڑی بہن بھی میکے میں رہنے کی غرض سے آئی ہوئی تھیں۔اس کی یہ حالت دیکھ کر وہ اسے اپنے ساتھ لاہور لے آئی تھیں۔

☆......☆......☆

"کچھ چاہیئے۔۔؟"سلیم نے اسے دیکھ کر ببل گم تو دے دی تھیں لیکن وہ پھر بھی کاؤنٹر کے قریب سے ہلی نہیں تھی اسی لئے اس نے دوبارہ سوال کیا تھا۔وہ کچھ الجھی ہوئی سی لگتی تھیں۔آنکھیں بھی سوجی ہوئی لگتی تھیں جیسے روتی رہی ہو۔سلیم کے سوال کے جواب میں بھی وہ چُپ رہی تھی

"تمہارا جھگڑا ہوا ہے خالو سے۔۔؟"سلیم نے ایک اور سوال کیا تھا۔نینا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر ببل گم کا ریپر کھولنے لگی تھی

"تمہارا بس چلے تو تم میرا نام ہی لڑاکا طیارہ رکھ دو" وہ عادت کے مطابق چڑ کر بولی۔سلیم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔اس نے دونوں ہاتھ دعا مانگنے کے سے انداز میں چہرے پر پھیرے

"الحمدوللہ۔شکر ہے وہی پرانی والی ہو۔۔۔ورنہ تمہارا انداز دیکھ کر لگ رہا تھا کچھ بدل سی گئی ہو" وہ اسے چڑانا چاہ رہا تھا۔نینا نے ببل گم منہ میں رکھ لی تھی مگر سلیم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا

"کیا بات ہے۔۔۔روئی ہو۔۔۔؟" وہ ہمدردی کئے بنا رہ بھی نہیں پاتا تھا حالانکہ پتا تھا وہ مزید چڑ جائیگی

"تمہیں پتا ہے میں روتی ووتی نہیں ہوں۔۔۔پھر کیوں احمقانہ سوال پوچھ رہے ہو؟" جواب سلیم کے اندازے کے عین مطابق آیا تھا۔اس نے بھی مصنوعی ناگواری سے اسے دیکھا

"اچھا تو پھر بی بی یہ بتادو کہ یہاں کیوں کھڑی ہوگئی ہو۔۔۔اور اگر کھڑے ہی ہونا ہے تو سائیڈ پر ہو کر کھڑی ہو۔۔دیہاڑی کا وقت کیوں خراب کرتی ہو"

"اوہو۔۔کتنی باتیں آگئی ہیں نا تمہیں بھی۔۔۔ابھی اللہ نے تمہیں تمہاری اوقات میں رکھا ہوا ہے۔۔۔ذرا سی اچھی شکل و صورت دی ہوئی ہوتی تو پتا نہیں کیا کرتے تم۔۔۔اونہہ۔۔جا رہی ہوں میں۔۔۔اب اپنے ولیمے پر بھی بلاؤ گے نا تب بھی نہیں آؤنگی" وہ بھی اسی انداز میں مصنوعی ناراضی بھرے لہجے میں بولی تھی لیکن اپنی جگہ سے ٹس سے مس بھی نہیں ہوئی تھی۔

"ہائے یہ ظلم مت کرنا۔تمہارے بغیر مجھ غریب کا ولیمہ کیسے ہوگا۔۔" وہ مزید بھی کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن نینا نے اسکی بات کاٹ دی

"اوہو۔۔۔بند کرو یہ بک بک۔۔۔صبح صبح پہلے ہی میرا دماغ خراب ہے۔۔۔اوپر سے تم نے یہ اسٹار پلس کا ڈرامہ شروع کر دیا"

"یہی تو پوچھا تھا میں نے کہ کیا ہوا ہے۔۔۔مگر سادہ طریقے سے پوچھی گئی باتیں تمہیں سمجھ کب آتی ہیں۔۔"سلیم جتا کر کہہ رہا تھا۔نینا دو قدم چل کر کاؤنٹر کے قریب آئی۔

"سلیم تمہیں یاد ہے میں نے ایک لڑکے کے متعلق بتایا تھا جو میری ایک اسٹوڈنٹ کو فون پر تنگ کرتا تھا اور فیس بک پر بھی۔۔۔یاد ہے نا۔" وہ آہستگی سے کہہ رہی تھی۔سلیم نے اس کی جانب دیکھا۔

"اس نے پھر سے تنگ کرنا شروع کر دیا۔۔۔یار تم اپنی اسٹوڈنٹ سے کہو نا کہ وہ اس لڑکے سے بات وات مت کرے۔۔۔"

"سلیم تم اس لڑکے کے فون نمبر کے ذریعے اس کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر سکتے ہو۔۔۔وہ کہاں رہتا ہے۔۔کون ہے۔۔تعلق کہاں سے ہے۔۔۔؟" نیان نے اس کی بات جیسے سنی ان سنی کر دی تھی۔

"جی نہیں۔۔۔مجھے کوئی شوق نہیں پرائے پھڈوں میں ٹانگیں اڑانے کا۔۔اور تم بھی اس سارے معاملے سے دور رہو بس۔۔۔تمہیں کہا تھا اس لڑکی کو بولو کہ اس سے رابطہ کم کر دے لیکن دیکھ لو اس نے نہیں سنی تمہاری۔۔۔مجھے تو لگتا ہے اس سارے معاملے میں وہ لڑکی بھی برابر کی شریک ہے جب وہ ایک دفعہ سمجھانے سے باز نہیں آئی تو تم جتنی مرضی کوشش کر لو وہ باز نہیں آئیگی۔۔۔"سلیم اپنی

ناگواری چھپائے بناء کہہ رہا تھا۔ نینا کو بے وقت کی نصیحتیں تو ویسے ہی پسند نا آتی تھیں۔ وہ پھر چڑ گئی

"اچھا جی۔۔۔ شکریہ آپ کے مشورے اور معاونت کا۔۔۔ چلتی ہوں میں۔۔ خدا حافظ" وہ کاؤنٹر سے اتری تھی اور دو قدم چلی تھی۔ سلیم نے مسکراتے ہوئے اس کے نک چڑھے انداز کو دیکھا۔

"بات تو سنو۔۔۔ اچھا کرتا ہوں کچھ۔۔۔ رکو تو سہی" اس نے آواز دی تھی لیکن نینا رکی نہیں تھی۔

"جی نہیں شکریہ۔۔ تم بنے رہو بس۔۔ زبیدہ آپا کا میل ورژن۔۔۔ ٹوٹکوں کی دوکان نا ہو تو۔۔۔ بندہ پوچھے تم سے کسی نے کہا کہ صبح صبح مشورے دو۔۔۔" وہ رکی نہیں تھی بلکہ بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔



وہ چت لیٹا تھا۔ اس کی نگاہیں گھومتے ہوئے پنکھے کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھیں۔ وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن نیند اس کی آنکھوں سے جیسے ناراض تھی۔ ذہن تھکا ہوا تھا، سر میں بھی درد تھی لیکن آنکھیں بند نہیں ہو رہی تھیں۔ وہ آنکھیں بند کرتا تھا تو شہرین کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آجاتا تھا اور پھر اسے اس چہرے کے علاوہ سب بھول جاتا تھا۔ شوکت خانم میں شہرین کے ٹیسٹ شروع ہو گئے تھے۔ وہ سوچ کر آیا تھا کہ ویک اینڈ پر سب ٹیسٹ ختم کر کے وہ سوموار کو واپس چلے جائیں گے لیکن ایم آر آئی کی اپائنٹمینٹ ہی سوموار کی ملی تھی۔ ہر چیز اس کی توقع کے برعکس آہستہ آہستہ ہو رہی تھی۔ اس نے ایک دوست کے کہنے پر شہرین کی سب رپورٹس دبئی بھی بھجوائی تھیں لیکن تاحال وہاں سے بھی کوئی مثبت جواب نہیں آیا تھا۔ دوسری جانب فائنانسز کا مسئلہ بھی کسی عفریت کی طرح منہ کھولے کھڑا تھا۔ اسے احساس تھا کہ آنے والے دنوں میں اسے بہت سے روپے چاہیئے ہوں گے اور ابھی تک کوئی ایسی تنگی تو نہیں تھی لیکن اگر علاج لاہور میں ہونا تھا تو اسے ایک گھر کی ضرورت تھی، گھر کی دوسری اشیاء کی ضرورت تھی پھر کار بمع ڈرائیور۔۔۔ ایمن کا اسکول۔۔۔ دوسرا بڑا مسئلہ تھا کہ اسے اگر شہرین کا علاج لاہور میں کروانا تھا تو کراچی والے کاروبار کو کس طرح یہاں شفٹ کرنا تھا اور اگر دبئی سے مثبت جواب آجاتا تو پھر ایمن کو اماں رضیہ کے پاس چھوڑنا تھا یا اپنے ساتھ لے جانا تھا۔ شہرین کی پریشانی کے ساتھ ساتھ یہ سب سوالات بھی اس کے دماغ میں مسلسل گھومتے رہتے تھے۔ لاہور میں اسے پانچواں دن تھا اور ان پانچ دنوں میں منور بھائی اور ان کی اہلیہ نے بہت اچھی طرح سے ان کا خیال رکھا تھا لیکن پھر بھی اسے احساس تھا کہ اسے ایک الگ رہائش درکار تھی وہ زیادہ دن تک تو ان کے گھر میں نہیں رہ سکتا تھا۔ ذہن میں ایسے ہی کئی سوالات جیسے میرا تھن میں مصروف تھے۔ وہ کیا کیا سوچتا، کیا کیا کرتا اور پھر سب سے بڑھ کر وہ ان سب کے لئے مشورہ کس سے کرتا۔ کوئی بھی تو نہیں تھا جس سے وہ دکھ کہہ کر ہلکا پھلکا ہو جاتا۔ اس نے یہی سب سوچتے ہوئے کروٹ بدل لی تھی۔ ایمن جو اپنے گھر میں الگ کمرے میں اماں رضیہ کے ساتھ سوتی تھی یہاں پرائے گھر میں اس کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ شہرین گہری غنودگی میں تھی۔ اس کو بھی سر درد کی مسلسل شکایت تھی جس کی بناء پر اسے ٹرنکیولائزر دیا گیا تھا سو وہ تو سکون سے سو گئی تھی لیکن سمیع کی راتیں ایسے ہی کٹ رہی تھیں۔۔۔ مسلسل پریشانی۔۔۔ مختلف سوچیں۔۔۔ نیند کی کمی۔۔۔ وہ ٹوٹ رہا تھا

"آپکو نیند نہیں آرہی؟" وہ اپنے ہی دھیان میں تھا جب ننھی ایمن نے یکدم آنکھیں کھول کر سوال کیا۔سمیع چونک گیا۔وہ تو اسے سویا ہوا سمجھ رہا تھا لیکن وہ تو جاگ رہی تھی۔ یہ ایمن کی پیدائش کے بعد پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اس طرح سے ایک ہی بستر پر لیٹنے لگی تھی۔

"نہیں۔۔" اس نے فقط یہی جواب دیا تھا اور پھر اس کی جانب دیکھا۔اس کی آنکھوں میں کہیں نیند کا شائبہ تک نا تھا شاید وہ کافی دیر سے سمیع کی کروٹوں کا بغور جائزہ لے رہی تھی جبکہ سمیع کو تو خبر بھی نا تھی

"آپ کو سو جانا چاہیئے۔۔۔بہت رات ہوگئی ہے۔۔۔اماں رضیہ کہتی ہیں لیٹ سونے والے بچے موٹے ہو جاتے ہیں۔۔۔ایسے۔۔۔" اس نے لیٹے لیٹے ہی بازو پھیلا کر موٹاپے کو ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔سمیع کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیلی۔اتنی پریشان کن سوچوں میں ایک معصوم سا جملہ کس قدر روح پرور ہوسکتا تھا یہ سمیع کو پہلی بار اپنی ہی بچی سے بات کر کے پتا چلا تھا

"میں کوشش کررہا ہوں۔۔۔لیکن۔۔۔" وہ لاچاری بھرے لہجے میں یہی کہہ پایا۔ایمن اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر آلتی پالتی بنالی

"آپکو درد ہے۔۔۔چوٹ لگی ہے" وہ پہلے سے بھی زیادہ معصومیت بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"سمیع نے سر ہلایا۔

"ہاں۔۔۔چوٹ تو لگی ہے۔۔۔"

"آپ روئے تھے" سمیع کے چہرے پر مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔اایمن اتنی باتیں بھی کرنے لگی تھی اسے تو پتا ہی نا چلا تھا۔اس نے اثبات میں سر ہلا دیا

"بڑے بچے روتے نہیں ہیں۔۔۔رونے سے درد ختم تو نہیں ہوجاتا" وہ جیسے اسے تسلی دے رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔۔۔رونے سے درد تو واقعی ختم نہیں ہوتا" وہ اس کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا

"لیکن سوال یہ ہے کہ پھر درد کیسے ختم ہوتا ہے" سمیع مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔پریشانیاں تو اپنی ہی جگہ تھیں لیکن اسے ایمن سے بات کرنے سے اتنا سکون ملا تھا کہ وہ لمحہ بھر کے لئے ہی سہی اس پریشانی سے نکل آیا تھا۔

"آپ کو پتا ہے درد کیسے ختم ہوتا ہے؟" ایمن نے اسی کا سوال دوہرا کر پوچھا تھا۔سمیع نے نفی میں سر ہلایا

"درد کو بھول جانے سے درد ختم ہوجاتا ہے۔۔۔" وہ اسی معصومیت سے بولا اور سمیع اس کے جواب پر ششدر رہ گیا۔اس کی چھوٹی سی بچی اتنی مشکل باتیں اتنے آرام سے کرجاتی تھی اور اسے کچھ خبر ہی نا تھی۔اس نے تو کبھی اتنا وقت ہی نا نکالا تھا کہ دو منٹ اس سے بات کرتا اور محظوظ ہولیتا۔اس کی انرجی ڈرنک تو اس کے اپنے ہی گھر میں بنا کوئی دھیلا خرچے موجود تھی اور اسے قدر ہی نا تھی۔اس کا دل چاہا ایمن کو سینے سے لگالے لیکن اسے جھجک محسوس ہوئی۔اس نے پہلے کبھی اپنی ہی بیٹی کو ایسے بے ساختہ پیار کیا ہی نا تھا۔

"آپ کو کس نے بتادی اتنی بڑی بات کہ درد اتنی آسانی سے بھی ختم ہوسکتا ہے" وہ دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کرتے ہوئے سوال کررہا تھا۔

"آسانی سے ختم نہیں ہوتا۔۔آپ کو نہیں پتا آسانی سے ختم نہیں ہوتا۔۔۔درد کو بھولنا آسان تو نہیں ہوتا" وہ اپنے ہی دھیان میں مگن بول رہی تھی اور ایک ایک لفظ پر زور دے دے کر بول رہی تھی جبکہ سمیع کے دھیان گُم ہوئے جاتے تھے۔یہ اس کی ننھی منی سی بیٹی تھی یا مشکل فلسفے کا آسان سا ورژن۔۔۔اس نے یکدم ہی اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسے اپنے قریب کرلیا۔یہ ایک میکانکی سا عمل تھا دوسری جانب ایمن کے لئے بھی یہ ایک نیا تجربہ تھا۔وہ اپنے سامنے موجود اس شخص کو پاپا کہتی تھی لیکن اسے پاپا کی محبت کا یا محبت بھرے لمس کا کوئی تجربہ پہلے کب ہوا تھا۔وہ اس لمحے اس سے اس لئے باتیں کرنے لگ گئی تھی کہ اتنے دنوں سے باتیں کرنے والا کوئی ملا ہی نا تھا۔اماں رضیہ کی موجودگی میں تو وہ کسی دوسرے کی جانب دیکھتی ہی نا تھی اور اب یہ شخص اس کے لئے اسی قدر واقف کار تھا کہ وہ دونوں ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔اسے سمیع کے لمس سے اپنائیت کی بجائے جھجھک محسوس ہوئی تھی۔ایک لمحے کے لئے تو وہ دونوں باپ بیٹی ہی حیران ہوئے پھر شاید خون نے جوش مارا تھا۔سمیع نے اسے اپنی بازو پر لٹا لیا اور وہ بھی آرام سے لیٹ گئی

"میں آپ کو بتا رہی تھی درد بھولتا نہیں ہے۔۔۔جب میرے پاؤں پر چوٹ لگی تھی نا۔۔تو اماں رضیہ نے بینڈیج لگا دی تھی مگر میں بہت روتی تھی۔۔بہت درد تھا نا۔۔۔اماں بولیں۔۔۔درد کو بھول جاؤ۔۔لیکن مجھ سے بھولا نہیں جاتا تھا۔۔" وہ بہت مگن انداز میں بات کرنے لگی تھی۔

"اچھا تو پھر درد کو کیسے بھلایا آپ نے۔۔۔؟" اب سمیع بھی پرسکون ہو چکا تھا اور بیٹی کی ساری گفتگو سے حظ اٹھا رہا تھا

"میں کارٹون جو دیکھنے لگ گئی تھی۔۔ڈورا کے کارٹون۔۔۔بس پھر مجھے بھول گیا تھا کہ مجھے چوٹ لگی ہے" وہ اتنے اطمینان سے بتا رہی تھی۔سمیع کے ہونٹوں پر مسلسل مسکراہٹ چمک رہی تھی

"آپ کو کارٹون اچھے نہیں لگتے۔۔۔آپ کارٹون دیکھ لیں۔۔۔پھر آپ کو بھی درد بھول جائیگا" ایمن نے اسے مشورہ دیا تھا۔سمیع اب کی بار مسکرایا نہیں تھا بلکہ ہنسا تھا اور شاید کئی دن کے بعد ہنسا تھا۔ایمن کو اسے ہنستا دیکھنا اچھا لگا۔وہ یکدم پھر اٹھ کر بیٹھ گئی

"آپ کا درد کم ہوگیا؟" وہ پوچھ رہی تھی۔سمیع نے اثبات میں سر ہلایا۔ایمن اب کی بار مسکرائی۔

"میں نے کہا تھا نا درد کو بھول جائیں" وہ واقعی اس بات کا مکمل کریڈٹ لینے کی حقدار تھی

"جی۔۔۔آپ نے ٹھیک کہا تھا۔۔۔درد تو واقعی بھولنے سے ختم ہو جاتا ہے۔۔۔بس تھوڑا سا باقی ہے" سمیع نے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا

"ایک اور طریقہ بتاؤں درد کو بھولنے کا۔۔۔؟" اس سے پہلے کہ سمیع کچھ اور کہتا اس نے ایک اور سوال کر ڈالا تھا۔سمیع نے پرتجسس انداز اپناتے ہوئے سر ہلایا۔ایمن اس کے قریب ہوئی پھر رازدارانہ انداز میں آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولی

"آئسکریم کھالیں۔۔۔" سمیع کے منہ سے قہقہہ اُبلا تھا۔درد کو بھولنے کا کتنا سادہ سا طریقہ تھا۔اس نے سامنے لگے وال کلاک کی جانب دیکھا۔ساڑھے گیارہ ہی تو ہوئے تھے۔

" آؤ ایمن درد کو بھول کر آتے ہیں۔" شہرین کا لحاف درست کرتے ہوئے اس نے ایمن سے کہا تھا۔ وہ بھی شاید دن میں سو چکی تھی اس لئے بہت ایکٹو انداز میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سمیع نے اسے گود میں اٹھالیا تھا۔ بیس منٹ بعد وہ ایک آئسکریم پارلر میں بیٹھے تھے

☆......☆......☆

"صوفیہ کچھ کھانے کا دل چاہ رہا ہے۔۔۔؟" باجی نے اس سے پوچھا تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ نا ٹھیک سے کھاتی تھی نا ہی اپنا خیال رکھتی تھی لیکن باجی کے گھر میں اس کا کسی سے جھگڑا بھی نا ہوتا تھا۔ وہاں تھا بھی کون جو اس سے جھگڑتا، اسے طعنے دیتا لیکن اس کا دل نا لگتا تھا۔ باجی کے تین بیٹے تھے۔ ان کے معاشی حالات بھی صوفیہ کی بھائیوں کی طرح بس ٹھیک ہی تھے لیکن وہ بڑی شاکر عورت تھیں۔ وہ بھی حاملہ تھیں لیکن صوفیہ کی نسبت وہ سارا گھر بھی سنبھالتی تھیں اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ زرمین کی دیکھ بھال بھی کرتی تھیں لیکن صوفیہ نے ان کی زبان سے کبھی کوئی شکوہ نا سنا تھا۔ سارا دن ہنستے کھیلتے کاموں میں لگی رہتی۔ صوفیہ کو ان پر بھی رشک آتا۔ وہ سارا دن اٹوانٹی کھاٹی لئے پڑی رہتی۔ باجی اسے سمجھاتی رہتی تھیں لیکن اس کا دل کسی چیز میں نا لگتا تھا۔ وہ کسی کو یہ بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ اپنے شوہر کے رویے سے خائف ہے۔ یہ بڑا المیہ تھا کہ شوہر کا پردہ رکھنے میں بھی تکلیف تھی اور نا رکھنے میں بھی عزت پر حرف آتا تھا۔

"یہ لو صوفیہ۔۔ دیکھو میں کیا لائی ہوں" باجی گھنٹہ بھر پہلے بازار کے لئے نکلی تھیں۔ اب واپسی پر وہ یقیناً اس کے لئے کوئی پھل لائی تھیں تب ہی اسے اتنی محبت سے جگانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ بڑی مشکل سے پلنگ سے اتر کر باہر برآمدے میں اٹھ آئی۔ باجی نے پلیٹ میں کچھ کاٹ کر تپائی پر رکھا ہوا تھا۔ وہ ان کے قریب چارپائی پر آبیٹھی۔

" میٹھے (موسمی پھل) آئے ہوئے ہیں آجکل۔۔ وہ میٹھے جو کڑوے ہوتے ہیں" باجی ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"تمہیں تو بہت پسند ہیں نا یہ۔۔۔ آجاؤ شاباش۔۔۔۔۔۔ بڑے اچھے میٹھے آئے ہوئے ہیں۔۔۔ سارا بازار بھرا پڑا تھا۔۔۔ میں تمہارے لئے لے آئی۔۔۔ یہی دن ہیں بس میٹھے چوسنے کے۔۔۔ ہفتہ دو ہفتہ رہیں گے یہ۔۔۔ پھر تو سارا سال نظر نا آئیں گے۔۔ کونین ہوتی ہے ان میں۔۔۔ کڑوی تو ہوتی ہے لیکن چیز زبردست ہے۔۔۔ ملیریا اور کئی ایک بیماریوں سے بچاتی ہے" باجی اسے کھانے کی تحریک دیتے ہوئے وہی باتیں دوہرا رہی تھیں جو انہوں نے بڑے بوڑھوں سے سن رکھی تھیں۔ اس نے بے دلی سے ایک پیس اٹھالیا۔ باجی نے اس کے چار چار ٹکڑے کر کے پلیٹ میں برف کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ وہ کافی ٹھنڈا اور اچھا لگا۔ اس نے ایک کے بعد ایک وہ سارے میٹھے چوس ڈالے تھے۔ اسے اس دن وہ میٹھے کھا کر بڑا مزا آیا پھر اس دن کے بعد سے اسکی روٹین بن گئی۔ وہ باجی سے فرمائش کر کر کے میٹھے منگواتی اور کھاتی رہتی۔ باجی نا لاتیں تو خود ہی بھانجے کو پیسے دے کر خود منگوا لیتی۔ یہ پھل اسے پہلے بھی پسند تھا لیکن یہ حال بھی نا تھا کہ درجن درجن بھر ایک ہی نشست میں کھا جاتی اور پھر مزید کی خواہش کرنے لگتی۔

"تم بھی عجیب ہو صوفیہ۔۔۔ لوگ اس حالت میں لیموں املیاں چاٹتے رہتے ہیں اور تم یہ میٹھے کھاتی رہتی ہو۔۔" باجی مذاق میں کہتی رہتیں لیکن وہ بے پروا میٹھے چوسنے میں مگن رہتی حالانکہ اس کے بعد اس کا منہ کتنی ہی دیر کڑوا رہتا لیکن وہ پرواہ نہیں کرتی تھی شاید اسے

لگتا تھا کہ دل کی کڑواہٹ سے منہ کی کڑواہٹ اچھی ہے۔ وہ کڑوے میٹھے چوستے ہوئے دل ہی دل میں اپنے شوہر اور حبیبہ کو کوستی رہتی۔

☆......☆......☆

"تمہیں یہاں آ کر اچھا تو لگ رہا ہے نا شہرین۔۔؟" سمیع نے ایسے پوچھا تھا جیسے کوئی بڑا کسی بچے سے اس کے نئے کھلونے کے متعلق دریافت کرتا ہے۔ شہرین نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پہلے وہ اس کے چہرے کو دیکھ کر مسکراتی تھی اور اب پہلے مسکراتی تھی اور پھر اس کی جانب دیکھتی تھی۔ اس کی پوری کوشش رہتی تھی کہ اپنے انداز سے سمیع کو یہ بالکل نا محسوس ہونے دے کہ وہ اپنی بیماری سے پریشان ہے۔

"ہاں۔۔۔ بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔ بھابھی ان کے بچے۔ بہت ہی سلجھے ہوئے ہیں۔۔۔ بچے اتنے تمیزدار ہیں کہ بالکل شور شرابا نہیں کرتے جبکہ بھابھی میرا بہت خیال رکھتی ہیں" وہ ان سب کی تعریف کر رہی تھی۔ سمیع کے خاندان میں یہ پہلے لوگ تھے جو اسے اتنے اچھے انداز میں ملے تھے ورنہ بہت سے رشتے دار تو فقط اس لئے شہرین سے بے تکلف نہیں ہوتے تھے کہ کہیں سمیع کی امی برا نا مان جائیں۔

"ہاں یہ لوگ مجھے اسی لئے پسند ہیں۔۔ ویل مینرڈ اور مہذب لوگ ہیں۔۔۔"

"بے شک بہت ہی اچھے لوگ ہیں۔۔۔ بھابھی ایمن کا اتنا خیال رکھتی ہیں۔۔ ایمن خود ہی زیادہ بے تکلف نہیں ہوتی ان کے بچوں سے ورنہ وہ تو بہت پیار کرتے ہیں" شہرین کہہ رہی تھی

"ایمن زیادہ سوشل نہیں ہے نا۔۔۔ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیگی۔۔ تم فکر مت کرو۔۔۔ وہ بہت اچھی بچی ہے" سمیع نے جواب دیا تھا۔ اس دن رات کو اپنی ہی بیٹی کے ساتھ کی گئی طویل گفتگو ذہن کے پردے پر فلم کی طرح چلنے لگی تھی۔

"بھابھی کسی ٹیوٹر کا بتا رہی تھیں کہ رانیہ کو پڑھانے آتی ہے۔۔ مجھے کہہ رہی تھیں کہ ایمن کے لئے اس سے بات کریں گی۔۔ تم بتاؤ ان کو کیا جواب دوں" شہرین نے استفسار کیا تھا۔ سمیع نے ایک بار کہا تھا کہ وہ ایمن کو بورڈنگ بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہے اس لئے شہرین کسی بھی اسکول یا ٹیوٹر کا فیصلہ خود کرتے ہچکچاتی تھی

"یہ تو اچھی بات ہے۔۔ تم ان کو بولو کر لیں اپنی ٹیوٹر سے بات۔۔۔ لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے یہاں جوہر ٹاؤن میں کوئی مناسب سا گھر رینٹ پر دیکھ لوں۔۔۔ اتنے دن اس طرح سے کسی کے گھر رہنا بھی تو اچھا نہیں لگتا۔۔۔ ایک ہفتہ ہو گیا ہے ہمیں یہاں۔۔۔ باقی معاملات اس کے بعد دیکھیں گے۔۔ کیوں کہ۔۔۔" سمیع نے بات مکمل بھی نہیں کی تھی کہ شہرین نے بات کاٹ دی

"ہمیں اندازہ بھی تو نہیں کہ ہمیں کتنے دن یہاں رہنا ہے۔۔ جانے میرے علاج میں کتنے دن لگ جائیں" وہ یاسیت کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔ اس کی سرجری کی ڈیٹ دے دی تھی ڈاکٹر نے اور دل ہی دل وہ کافی خوفزدہ تھی

"تم پریشان مت ہو۔۔ میں یہاں ڈاکٹرز سے مل کر بہت پر امید ہو گیا ہوں۔۔۔ انشاء اللہ سب کچھ جلدی جلدی ہو گا اور تم دیکھنا تم دِنوں میں اچھی بھلی ہو جاؤ گی" وہ اسے تسلی دے رہا تھا لیکن ایسے جیسے خود کو تسلی کی اشد ضرورت ہو۔ شہرین نے بھی سر ہلایا۔ وہ آجکل ایک دوسرے سے ایسے بات کرتے تھے جیسے ایک دوسرے کے مزاج سے باخبر ہوں۔ سمیع اسے تسلیاں دیتا رہتا اور وہ بلاوجہ مصنوعی مسکراہٹ

ہونٹوں پر سجائے خوش اور مطمئن نظر آنے کی اداکاری کرتی رہتی

"انشاء اللہ۔۔لیکن دیکھو جب میرے بال جھڑ جائیں گے اور میں گنجی ہو جاؤں گی تو وعدہ کرو تم بالکل نہیں ہنسو گے۔۔۔اور خبردار تم نے میری اجازت کے بغیر میری کوئی تصویر لینے کی کوشش کی تو" وہ ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔سمیع کا دل جیسے کسی نے مسلا مگر اس نے بھی ضبط کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا

"ایک تصویر تو ضرور لوں گا۔۔جب تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی تو اس تصویر کو تمہیں بلیک میل کرنے کے لئے استعمال کیا کروں گا نا" وہ اس کی جانب دیکھے بناء اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔سمیع سے شہرین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کی جاتی تھی اب۔۔۔نجانے کیوں اسے لگتا تھا وہ اس کے دل کی حالت جان لے گی اور پھر اس کے منہ پر ہی اسے جھوٹا کہہ دے گی

"مجھے بلیک میل کرو گے تم۔۔۔؟" شہرین ہنسی تھی

"ہاں نا۔۔۔جب تم کوئی بات نہیں مانا کرو گی تو پھر ایسا کرنا پڑے گا" سمیع کا انداز پہلے کی طرح ہی تھا۔بیمار شہرین تھی لیکن ٹمٹماتی موم بتی کی طرح وہ ہو کر رہ گیا تھا

"میں تو تمہاری ہر بات ویسے ہی مان لیتی ہوں۔۔۔تمہیں ایسے ہتھکنڈے اپنانے کی ضرورت کیا ہے" شہرین نے پھر سوال پوچھا تھا۔

"اچھا تم پریشان مت ہو۔۔۔میں مذاق کر رہا تھا۔میں کوئی تصویر نہیں لوں گا۔۔تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔۔میں تو اس سارے عرصے کو کبھی یاد بھی نا کروں گا۔۔۔یہ چند مہینے اور دن میں ہمیشہ کے لئے بھول جاؤں گا بس۔۔۔" تسلی دیتے ہوئے وہ بجھے دل سے کہتا چلا گیا تھا۔شہرین نے اس کی جانب دیکھا

"سمیع کیا کیموتھراپی میں بہت درد ہوتا ہے؟" شہرین نے یکدم سوال کیا تھا اور یہ وہ سوال تھا جو وہ کب سے پوچھنا چاہ رہی تھی لیکن ہمت نا ہوتی تھی

"ارے بالکل بھی نہیں۔۔درد کہاں ہوتا ہے۔۔۔بس ذرا سائیڈ ایفیکٹس زیادہ ہیں۔۔۔بال وال اسی لئے تو جھڑتے ہیں۔۔۔امیون پاور کم ہو جائیگی نا۔۔۔اور بس ذرا سی گرمی زیادہ لگے گی لیکن تم فکر مت کرو۔۔۔ہم مری چلے جائیں گے۔۔۔یا ہنزہ وغیرہ۔۔۔تم پریشان مت ہو میں نے سب پلان کیا ہوا ہے" وہ اسے پھر تسلی دے رہا تھا لیکن لہجہ آنکھوں کا ساتھ نا دیتا تھا۔آج صبح ہی تو اس نے ڈاکٹرز کے ایک پینل سے ملاقات کر کے سب کچھ پوچھا تھا۔کیموتھراپی کے متعلق گوگل کیا تھا۔وہ جانتا تھا کہ آئندہ آنے والے دن شہرین کے لئے جسمانی لحاظ سے بہت تکلیف دہ ہونے والے تھے لیکن وہ یہ بات اسے نہیں بتا سکتا تھا۔شہرین چپ ہی ہو گئی تھی۔

"میں ذرا نماز ادا کر لوں۔۔۔عصر کی نماز رہتی ہے ابھی میری۔۔۔" سمیع سے جب کوئی تسلی بھرا جملہ ادا نا کیا گیا تو وہ بولا تھا

"تم آجکل نمازیں بھی پڑھنے لگے ہو سمیع۔۔؟" شہرین کو حیرت ہوئی تھی۔وہ دونوں ہی نماز وغیرہ سے تو دور ہی تھے۔سمیع نے

ایک لمبی گہری سانس بھری

"ہاں ۔۔۔میں نے سوچا میں دنیا والوں سے ہی مانگتا رہا ہوں آج تک ۔۔۔اور دنیا والوں نے مجھے کچھ نہیں دیا ۔۔۔اپنی امی سے تم سے شادی کی اجازت مانگی ۔۔انہوں نے اجازت نہیں دی ۔۔۔تمہاری امی سے تمہارا ہاتھ مانگا ۔۔انہوں نے انکار کر دیا ۔۔۔تم سے صرف خوش رہنے کی درخواست کی ۔۔۔تم نے بھی انکار کر دیا ۔۔۔۔اب سوچا بس اللہ سے مانگتا ہوں ۔۔آخر ساری دنیا کو بھی تو دے دیتا ہے نا وہ ۔۔۔میں نے ایسا کیا کر دیا ہے کہ مجھے نا دے گا" اس کے لہجے میں بے پناہ لاچاری تھی ۔

"تم کیا مانگتے ہو اللہ سے ۔۔؟" شہرین کے منہ سے میکانکی انداز میں جملہ پھسلا تھا ۔سمیع اس کی جانب مڑا اور پھر اس کے ہاتھ تھام لئے

" صرف خوشی ۔۔سکون ۔۔۔لیکن تمہارے لئے ۔۔۔۔اللہ تمہیں تمہارے دل کا سکون دے دے ۔۔۔تمہیں تا حیات کوئی تکلیف نا دے ۔۔۔مجھے اس کے سوا کچھ نہیں چاہیئے ۔۔۔میں بڑا خود غرض ہوں شہرین ۔۔۔میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ میرا ساتھ تمہیں اس مقام تک لے آئیگا" وہ اسے کے ہاتھوں کو تھامے ہوئے لاچاری سے بول رہا تھا ۔

"سمیع یہ تمہاری وجہ سے نہیں ہوا ۔۔۔ایسا کیوں سوچتے ہو تم ۔۔۔کچھ نہیں ہوا تمہاری وجہ سے ۔۔۔بیماریاں تو اللہ کی جانب سے آجایا کرتی ہیں ۔۔۔اور شفاء بھی اللہ ہی کی جانب سے ہوتی ہے" شہرین نے آنکھوں کو بھیگنے سے بچاتے ہوئے کہا تھا ۔

" ہاں ۔۔بس اسی لئے اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہوں ۔۔۔سنا ہے نماز سے اللہ راضی ہو جاتا ہے ۔۔۔تم ایمن کو دیکھو وہ کہاں ہے ۔۔بھابھی سے کرنا ٹیوٹر والی بات ۔۔ایمن بہت اکیلا فیل کرتی ہے خود کو ۔۔۔وہ اماں رضیہ کو بہت مس کرتی ہے ۔۔۔میں نے فون کیا ہے ان کو بھی ۔۔۔گھر کا انتظام ہو جائے تو بلوا لوں گا ان کو بھی ادھر ۔۔۔ایمن کو تو سنبھالیں گی نا وہ ۔۔اگر ہم نے لاہور میں عارضی طور پر گھر لیا تو اس کی اسکولنگ کا ایشو بھی ہوگا ۔۔۔چار سال کی ہو چکی ہے ۔۔۔اسکول بھی دیکھنا چاہیئے اب اسکا" سمیع اپنے دھیان میں مگن کہہ رہا تھا ۔ایمن نے اسکی جانب دیکھا ۔وہ کتنا بدل سا گیا تھا ۔ایسی باتیں وہ پہلے کب کرتا تھا ۔اس نے تو ایمن کو بورڈنگ بھجوانے کی پلاننگ کر رکھی تھی لیکن چیزیں بدل رہی تھیں ۔

☆......☆......☆

باجی میٹھے نہیں لائیں" باجی روزانہ پکانے کی سبزی لینے نکلی تھیں ۔صوفیہ نے انہیں میٹھے لانے کے لئے کہا تھا لیکن وہ واپس آئیں تو ہاتھ میں پھل والا کوئی لفافہ نظر نا آتا تھا ۔اس کا منہ بن گیا ۔

" سارا بازار پھر کر آئی ہوں صوفی ۔۔۔کہیں نہیں نظر آئے ۔۔۔ختم ہو گئے اب ۔۔۔یہ زیادہ دن کب رہتے ہیں ۔۔۔لیچی لائی ہوں ۔۔۔ٹھنڈی کر کے دیتی ہوں" وہ اسے بہلا رہی تھیں لیکن اسے بالکل اچھا نا لگا ۔

" باجی آپ نے دیکھنا تھا نا اچھی طرح ۔۔۔اتنا دل چاہ رہا تھا میرا ۔۔۔آپ ذرا آگے تک چلی جاتیں ۔۔۔" وہ چڑ کر بولی تھی ۔وہ بہت عجیب سی ہو گئی تھی ۔ایک تو ہمہ وقت بیٹھے رہنے کے باعث وزن بہت بڑھ گیا تھا ۔ہر وقت کی جلی کٹی سوچیں اس کے چہرے کو کملا چکی

تھیں۔وہ پہلے سے زیادہ سانولی لگنے لگی تھی پھر چہرے پر ہر وقت ناگواری پھیلائے رکھتی۔خدشات شوہر کی جانب سے تھے لیکن ناراضی سارے جہان سے تھی۔یہ بھی نا سوچتی تھی کہ باجی بھی تو اسی کیفیت سے گزر رہی ہیں جس سے وہ گزر رہی ہے۔اسے بس خود سے زیادہ مظلوم سارے جہان میں نظر نا آتی تھی۔اس کے نزدیک سب سے لاچار اور بیچاری وہ تھی کہ جس کا شوہر ایک بری عورت کے چنگل میں قید تھا۔اس کے لئے مسئلہ بس یہ تھا کہ ایک عورت رقم خرچ کر کے اس کے شوہر پر ڈورے ڈال رہی تھی۔اس کے علاوہ اگر کوئی مسائل تھے پریشانیاں تھیں تو اس کی جانب سے وہ سب بھاڑ میں جاتے۔

" میں آگے تک سے ہو کر آئی ہوں۔۔۔یہ لیچی بھی نزدیک سے نہیں ملی۔۔وہ سڑک کے اس پار لائی ہوں۔۔تم کھاؤ تو سہی ۔۔تمہیں اچھی لگے گی" باجی اسے پچکار کر بولی تھیں

" چھوڑیں باجی۔۔۔جس چیز کو کھانے کا دل چاہ رہا ہو۔۔جب وہ نا ملے تو جو بھی ملے وہ اچھا نہیں لگتا۔۔۔خیر رہنے دیں آپ۔۔۔میرا کون سا شوہر یہاں میرے گھٹنے سے لگ کر بیٹھا ہے جو میری فرمائشیں پوری کرے گا۔۔۔زرمین کی دفعہ تو بی بی جان میرے منہ سے نکلی بات کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔۔۔یہ پتا نہیں کون سا منحوس بچہ پیدا کرنے جا رہی ہوں میں۔۔۔جس کی نا اس کے باپ کو فکر ہے۔۔۔نا کسی اور کو۔۔۔" وہ مزید چڑ کر بولی تھی

" آئے ہائے صوفیہ ایسے کیوں کہہ رہی ہے میری بہن۔۔۔بچے تو سب ہی قیمتی ہوتے ہیں۔۔۔یہ جاہلوں والی باتیں کیوں کر رہی ہو" باجی کو اچھا نہیں لگا تھا۔

" چھوڑیں باجی۔۔۔پتا نہیں کیا قیمتی ہوتا ہے کیا نہیں۔۔۔مجھے تو بس اب کچھ اچھا نہیں لگتا۔۔۔آپ دیکھیں نا میری حالت۔۔۔کیسی بھدی ہو گئی ہوں میں۔۔۔منہ جیسے فٹے منہ بن گیا ہے۔۔۔پورے چہرے پر تل مہاسے نظر آ رہے ہیں۔۔۔زرمین کی دفعہ تو ایسا نہیں تھا۔۔۔یقین کریں اب کی بار یہ صورتحال ہے کہ جس دن سے پتا چلا ہے میں ماں بننے والی ہوں۔۔۔اس دن سے کچھ نا کچھ برا ہی ہو رہا ہے۔۔۔بڑا ہی کوئی منحوس بچہ پیدا کروں گی میں اس بار" وہ انتہائی برے لہجے میں بول رہی تھی۔باجی کو بہت برا لگا

" صوفیہ یہ میٹھے کھا کھا کر اتنی کڑواہٹ بھر گئی ہے تمہارے اندر۔۔۔انا پ شناپ بولتی جا رہی ہو۔۔۔اس طرح نہیں کہتے۔۔۔یہ منحوس و نحوس کچھ نہیں ہوتا۔۔۔دعا کیا کرو اللہ خیر خیریت سے فراغت دے تمہیں۔۔۔" باجی نے ناراضی بھرے لہجے میں کہا تھا اور کچن کی طرف بڑھی تھیں۔

میں نہیں کروں گی کوئی دعا شعاع۔۔۔بس دل بھر گیا ہے دعاؤں سے بھی۔۔۔اتنا ہی اثر ہوتا دعاؤں میں بھلا یہاں بیٹھی ہوتی میں۔۔۔" صوفیہ کا لہجہ اگرچہ باجی کو نہایت ناگوار گزرا لیکن وہ چپ رہی تھیں۔ایک تو وہ بہن تھی، دوسرا حاملہ تھی تیسرا انہیں احساس بھی تھا کہ شوہر کا رویہ اور کردار ان کی بہن کے لئے بہت بڑی پریشانی کا باعث تھے سو وہ بھا بھی نہیں تھیں اس کی کہ اسے طعنے دینے لگتیں اسی لئے بیچاری چُپ رہتی تھیں۔

"آپ بتائیں میٹھے منگوائیں گی یا نہیں؟" وہ اسی انداز میں سوال کر رہی تھی۔ باجی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن انہوں نے اپنے بیٹے کو بڑے بازار بھیج کر بڑی مشکل سے اسے میٹھے منگوا دئیے تھے۔ یہ اتفاق کی بات تھی کہ اس رات صوفیہ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ اسے ہاسپٹل لے جایا گیا اور توقع کے بالکل برعکس اس نے پری میچور بچی کو جنم دیا تھا۔

اس کا دل بالکل ہی ٹوٹ گیا۔ ایک تو اسے بیٹے کی خواہش تھی۔۔۔ اللہ نے اسے بیٹی دے دی تھی اور بیٹی بھی کیسی۔۔۔ کالی سیاہ۔۔۔ بلی کے بچے کی طرح کی۔۔۔ نرم نرم سی۔۔۔ اس کی بھنویں بھی پوری طرح نمودار نا ہوئی تھیں ابھی۔۔۔ اسے اپنی ہی اولاد کو دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی۔ اس نے ایک کے بعد دوسری نگاہ بھی نا ڈالی تھی جبکہ نرس سر پر کھڑی بچی کا تجویز کردہ نام پوچھ رہی تھی۔ باجی کے شوہر نے اس بچی کو گود میں اٹھا لیا۔ چند لمحے اس ننھے منے وجود کو دیکھتے رہے، سوچتے رہے پھر بولے۔

"کونین۔۔۔ اس بچی کا نام کونین ہے۔۔۔ کونین کاشف نثار" انہوں نے نجانے کیا سوچ کر یہ نام اس کے لئے تجویز کر دیا تھا

☆......☆......☆

"تم نے امی سے بات کی" یہ دو دن بعد کی بات تھی جب زری نے اس سے پوچھا۔ امی کی جانب سے اسے مسلسل سرد جنگ کا سامنا تھا تب ہی وہ نینا سے پوچھ رہی تھی۔ نینا نے کتاب سے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ کئی دن سے سوچ رہی تھی کہ زری سے بات کی ابتداء کرے تو کیسے کرے۔ اسے ڈر تھا وہ بدگمان ہو جائیگی۔

"زری۔۔۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔ یہاں بیٹھو۔" وہ بہت محبت بھرے انداز میں بولی۔ یہ انداز اس کی طبیعت کا حصہ کبھی نا رہا تھا۔ زری نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھا

"امی نے اظفر کے لئے انکار کر دیا۔۔۔ سچ سچ بتا دو۔۔۔ پلیز بہانے مت بنانا۔۔۔ میں صاف بتا رہی ہوں۔۔۔ اظفر نہیں تو کوئی بھی نہیں" وہ جو بڑی پرسکون ہوا کرتی تھی یکدم ہتھے سے اکھڑ کر بولی تھی۔ نینا نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں زری۔۔۔ امی نے کچھ نہیں کہا۔۔۔ انہیں تو بس میں نے سرسری سا بتایا تھا۔۔۔ میں خود ہی اظفر کی جانب سے مطمئن نہیں ہوں زری۔۔۔ وہ تو۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ زری نے اسکی بات کاٹ دی۔

"دیکھو نینا۔۔۔ تمہیں اس سے شادی نہیں کرنی۔۔۔ مجھے کرنی ہے۔۔۔ اور میں بے حد مطمئن ہوں۔۔۔ مجھے اپنے دل کی گواہی سے بڑی کوئی گواہی نہیں لگتی۔۔۔ اور میرا دل اظفر کے معاملے میں سو فیصد مطمئن ہے" وہ سپاٹ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"اوہ نشو بیگم۔۔۔ تم آرام سے بیٹھ کر ایک دفعہ میری بات تو سن لو۔۔۔ پتا تمہیں کچھ ہے نہیں۔۔۔ ڈائیلاگ پہلے ہی بولنا شروع ہوگئی ہو" نینا نے انداز سخت نہیں اپنایا تھا لیکن جملہ عادت کے مطابق سخت ہی تھا۔

"پتا تو تمہیں بھی کچھ نہیں ہے نینا۔۔۔ لیکن تمہیں عادت پڑ گئی ہے کہ ہمارے گھر میں جب بھی کوئی کام سکون سے ہونے لگے گا تم اسے خراب کر کے ہی چھوڑو گی۔۔۔ تمہیں یہ سب کر کے مزا آتا ہے نا" وہ کافی تپ گئی تھی۔ برا نینا کو بھی لگا لیکن اس نے گھورنے کے سوا کچھ نا کیا تھا۔

"زری زیادہ اوورا ایکٹنگ کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔مجھے پتا ہے تم کم پڑھی لکھی ہو۔۔۔لیکن کم عقل بھی ہو یہ مجھے بالکل نہیں پتا تھا"
نینا یہ طعنہ مذاق مذاق میں پہلے بھی اسے دیتی رہتی تھی لیکن اسے پتا نہیں تھا کہ فی الوقت زری کو یہ بے ضرر سا طعنہ بہت بری طرح چبھ جائیگا
"اوہ جاؤ معاف کرو مجھے۔۔۔میں کم پڑھی لکھی بھی ہوں کم عقل بھی ہوں۔۔۔مجھے اچار ڈالنا ایسی پڑھائی اور ایسی عقل کا جس سے مجھے اپنے ماں باپ کی عزت کرنا ہی بھول جائے۔۔۔تمہاری سب نصیحتیں فقط دوسروں کے لئے ہوتی ہیں۔۔۔خود تم جو مرضی کرتی پھرو۔۔۔عجیب سی بات ہے میں نے جس دن سے تمہیں اظفر کا بتایا، اسی دن سے تم بس اس کے خلاف زہر اگل رہی ہو۔۔حالانکہ تم اسے جانتی تک نہیں ہو۔۔کبھی کہتی ہو اس کی شکل کسی سے ملتی ہے۔۔کبھی کہتی ہو کہ اسے پہلے کہیں دیکھ رکھا ہے۔۔۔اور اب تو بالکل ہی حد کر دی۔۔۔یعنی تم اظفر کی جانب سے مطمئن نہیں ہو۔۔۔لو بتاؤ۔۔بندہ پوچھے تم نے شادی کرنی ہے اس سے۔۔۔"" زری تو بالکل ہی آپے سے باہر ہوگئی تھی۔نینا کو بڑا دکھ ہوا لیکن اس نے تحمل کا مظاہرہ کیا تھا۔
"دیکھو زری یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے۔۔۔اسے ایسی جذباتیت سے حل مت کرو۔۔۔یہ بیوقوفی ہے" وہ زری کا یہ روپ دیکھ کر دل ہی دل میں کافی پریشان ہوگئی تھی۔
"تو پھر کرنے دو مجھے بیووقوفی۔تم سب لوگ مجھے بیوقوف ہی تو سمجھتے ہو۔۔۔ایک پورے خاندان میں تم ہی ذہین ہو جسے انسانوں سے ملے بناء انہیں جج کرنے کا مرض لاحق ہے" زری اپنے بستر پر بیٹھ گئی تھی۔نینا اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔
"تم ایسے ری ایکٹ کیوں کر رہی ہو۔۔۔میں نے کہا نا میں تمہارا ساتھ دوں گی۔۔۔لیکن پلیز تھوڑی سی انکوائری تو کرنے دو۔۔شادی بیاہ کا معاملہ ایسی عجلت میں نہیں نبٹایا جاتا زری۔۔۔بعد میں رونے سے بہتر ہے کہ انسان سمندر میں اترنے سے پہلے اس کا ظرف ماپ لے۔۔۔میں واقعی اظفر سے نہیں ملی۔۔۔لیکن زری یہ لڑکا لڑکیوں کو انٹرنیٹ پر بلیک میل کرتا ہے۔۔۔میری ایک اسٹوڈنٹ کو بہت خوار کیا تھا اس نے۔۔۔" یہاں تک پہنچنے پر زری نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔
"نینا۔۔تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔اظفر ایسا نہیں ہے۔۔۔" وہ زِچ سی ہو کر بولی تھی۔نینا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا
"میں تمہاری بہن ہوں زری۔۔۔تمہارا برا کبھی نہیں چاہوں گی۔۔۔مجھے بس تھوڑا سا وقت دو۔۔۔میں تمہیں اس لڑکے کے مرعلق سب کچھ بتادوں گی" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔زری نے ہاتھ چھڑوایا اور ٹانگیں بیڈ کے اوپر کر لی تھیں۔
"بہنیں تمہارے جیسی نہیں ہوتیں نینا۔۔۔" زری نے لحاف گردن تک چڑھانے سے پہلے انتہائی ناراضی بھرے لہجے میں کہا تھا اور کروٹ بدل لی تھی۔زری اسے دیکھتی رہ گئی۔



یہ کونین کی پیدائش سے ڈیڑھ ماہ بعد کی بات تھی جب صوفیہ کے ابو بالخصوص اس سے ملنے کے لئے اور اسے اپنے ساتھ لے جانے کے آگئے حالانکہ وہ سب کونین کی پیدائش پر بھی آئے تھے لیکن صوفیہ نے کسی بھائی سے بات کی تھی نا بھابی سے حتیٰ کہ ان کے بچوں کی

جانب بھی محبت بھری نظر نا ڈالی تھی۔یہی بچے شادی سے پہلے اس کے راج دلارے ہوا کرتے تھے۔بھائیوں اور بھابھیوں نے اس بات پر اس کے خلاف دلوں میں بہت زیادہ عناد پال لیا تھا۔اس کے باوجود ابو چاہتے تھے کہ صوفیہ انہی کے ساتھ چل کر رہے۔

"آپ کے بیٹوں نے آپ کو اجازت دے دی صوفیہ سے ملنے کی۔۔۔"وہ ابو کا لحاظ کئے بغیر ناراضی بھرے لہجے میں شکوہ کر رہی تھی۔ابو نے تاسف سے اسے دیکھا۔وہ ان کی سب سے زیادہ سمجھدار اور فرمانبردار بیٹی ہوا کرتی تھی۔

"میری بچی وہ تمہارے بھائی ہیں۔محبت کرتے ہیں تم سے۔۔۔لیکن ایک بات یاد رکھو۔۔۔گھٹنے پیٹ سے زیادہ اہم نہیں ہوتے۔۔۔جس طرح تمہیں اپنا شوہر بھائیوں سے زیادہ عزیز ہے۔۔۔اسی طرح انہیں بھی اپنی بیویاں بہن سے زیادہ پیاری ہیں۔۔۔اگر تم ان سے لڑائی جھگڑے کرو گی تو وہ بھی تمہاری عزت نہیں کریں گے"وہ اسے سمجھا رہے تھے۔صوفیہ نے ناک چڑھائی۔

"ابو آپ کو کچھ نہیں پتا۔وہ سب بات بے بات میری بے عزتی کرتی ہیں۔۔میرے شوہر کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کرتی ہیں۔۔۔وہ سب حسد کرتی ہیں مجھ سے۔۔۔"صوفیہ اسی انداز میں بولی تھی۔دل ہی دل میں اسے بہت اچھا لگا تھا کہ ابو اسے لینے آ گئے تھے۔باجی کے گھر کتنی دیر رہ لیتی ہو۔جبکہ کاشف تو واپس آل ریے کا نام ہی نا لے رہا تھا۔

"وہ حسد نہیں کرتیں میری بچی۔۔۔تم خود ہی احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہو۔۔۔جب ان سب کو خوش دیکھتی ہو تو۔۔۔یہ انسانی فطرت ہے۔لیکن تمہیں اپنا ظرف بڑھانا ہوگا۔۔۔اگر تمہیں انہی کے ساتھ ایک گھر میں رہنا ہے تو تمہیں یہ سب برداشت کرنا پڑے گا"ابو ہمیشہ سے گھر کے کسی معاملے میں نہیں بولتے تھے۔یہ امی کا ڈیپارٹمنٹ تھا لیکن جس معاملے میں وہ بولتے تھے اس معاملے کی سنجیدگی اور سنگینی بلاشبہ بہت زیادہ ہوتی تھی۔

"میں کیوں رہوں گی ان کے گھر،ان کے ساتھ۔۔۔یہ تو مجبوری آن پڑی مجھے۔۔۔ورنہ میں تو ان میں سے کسی کو منہ بھی نا لگاؤں "وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔وہ دل کی بری نہیں تھی لیکن نجانے اسے کیا ہوتا جاتا تھا۔ہر وقت سب سے ناراض،اکتائی ہوئی۔۔پہلے پریگنینسی کے سائیڈ ایفیکٹس تھے اور اب پوسٹ نیٹل ڈپریشن (بچے کی پیدائش کے بعد والا ذہنی تناؤ) شروع ہو گیا تھا۔

"اچھی بات ہے"ابو نے سر ہلایا۔انہیں بلاشبہ اسکی بات اور انداز برا لگا تھا۔

"میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا۔۔تم اگر اپنے رویے کو ٹھیک نہیں کر سکتی تو تو کاشف کو بولو کہ تمہیں وہاں بلوا لے"ابو نے چند مہینے پہلے بھی اس مسئلے کا یہی حل نکالا تھا اور اب بھی وہ یہی کہہ رہے تھے۔صوفیہ کے دل پر بڑی کاری ضرب لگی۔

"وہ تو کب کا بلوا لیں ابو۔۔۔ان کا دل بھی تو نہیں لگتا وہاں۔۔۔لیکن دبئی ہے۔۔میاں چنوں یا چیچوں کی ملیاں نہیں ہے۔۔گھر بار سیٹ کرتے وقت لگ جاتا ہے۔۔۔اتنا مہنگا شہر ہے۔۔۔شکر ہے کاشف کا کاروبار بہت اچھا ہے لیکن سوچ سمجھ کر چلنا پڑتا ہے۔۔ابھی تو انہیں خود بھی گئے دو سال بھی نہیں ہوئے۔۔۔کہہ رہے تھے اس سال کے آخر میں بلوا لیں گے ہمیں وہاں"وہ لہجے کو ذرا سا بھی معتدل کئے بغیر بولی تھی۔ابو نے پھر سر ہلایا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔۔لیکن اگر ابھی تم وہاں نہیں جا رہی تو پھر ہمارے ساتھ چل کر رہو۔۔سارے خاندان میں اس بات کا چرچا ہے کہ صوفیہ ماں باپ کے گھر کی بجائے بہن کے گھر رہ رہی ہے۔۔تمہیں احساس ہے کہ تمہارے بھائیوں کی کتنی بے عزتی ہوتی ہے ایسی باتوں سے۔۔اتنے کم ظرف نہیں ہیں وہ کہ بہن کو چند مہینے اپنے ساتھ بھی نا رکھ سکیں" ابو دو ٹوک لہجے میں بولے تھے۔

"میں کب کہہ رہی ہوں کی بھائی کم ظرف ہیں۔۔لیکن وہ اپنی اپنی بیویوں کے بے دام غلام ہیں۔۔اور ان کی بیویاں انتہائی کم ظرف ہیں۔۔سب کی سب حاسد اور جل ککڑیاں۔۔"صوفیہ کے لہجے کی حقارت کم ہو کر نا دیتی تھی

"ابو چند لمحے اس کی جانب دیکھتے رہے پھر تاسف سے سر ہلایا

"ایک بات یاد رکھنا صوفیہ۔۔جب سوراخ اپنے برتن میں ہو تو اس میں سے پانی ٹپکنے پر گالیاں دوسروں کو بکنا بیوقوفی ہوتی ہے" ابو کا یہ جملہ بہت بڑی بات تھی اور صوفیہ سمجھ بھی گئی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے تھے۔اس سے مزید کچھ کہا نہیں گیا لیکن اس کے بعد سے اس نے کاشف کو مزید شدت سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ اسے بلوالے۔

☆......☆......☆

"یا اللہ! میری زندگی میں مزید کتنی مشکلیں باقی ہیں۔۔جتنی بھی مشکلیں باقی ہیں۔۔وہ سب کی سب ایک ساتھ مجھے دے دے۔۔میں شکایت نہیں کروں گا۔۔لیکن وہ مجھے بہت عزیز ہے۔۔اسے ہر مشکل سے بچالے۔۔اسے تکلیف نا دے یا اللہ۔۔وہ تو بہت نازک ہے۔۔اسے تو میری سنگت نے تکلیفوں کے سوا پہلے ہی کچھ نہیں دیا۔۔اور اب یہ اتنی خوفناک بیماری۔۔نہیں یا اللہ نہیں ۔۔" نینا کاؤچ کی پشت سے ٹیک لگائے رانیہ کا انتظار کر رہی تھی جب دھیمی دھیمی آنے والی آوازوں نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔وہ ایک مردانہ آواز تھی۔آواز تو شاید اسے متوجہ نا کرتی لیکن وہ جو بھی شخص تھا دعا مانگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور اس کے لہجے کا بھیگا پن،اس کی التجائیہ ہلکی ہلکی سی آوازیں بھی فضا میں پھیلے سکوت کو توڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔نینا نے رانیہ کے پاپا سے پہلے کبھی ملاقات نہیں کی تھی۔اس نے ان کی آواز بھی نہیں سن رکھی تھی۔اس نے سوچا شاید وہ رانیہ کے والد کی آواز تھی لیکن وہ کس کی زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔کیا رانیہ کے گھر میں کوئی پریشانی چل رہی تھی۔نینا کو کچھ عجیب سا لگا۔

۔زری کے رویے نے اسے بڑا خائف کر دیا تھا۔یہ معاملہ اب توجہ طلب ہو گیا تھا۔اسی لئے وہ وہ یونیورسٹی سے سیدھی رانیہ کی طرف آئی تھی۔اظفر کی تصویریں دراصل اس نے سب سے پہلے رائنہ کے لیپ ٹاپ پر ہی دیکھی تھیں۔یہ وہی لڑکا تھا جو رانیہ کو کافی تنگ کر رہا تھا لیکن یہ بات زری کو سمجھانا کافی مشکل لگ رہا تھا۔رانیہ کے ایگزامز کے بعد سے اس کی امی کی درخواست کے باوجود وہ ان کے گھر نہیں جا پائی تھی لیکن اب اسکا جانا ضروری ہو گیا تھا۔اس نے رانیہ کو واٹس ایپ بھی کیا تھا لیکن وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔وہ پہلے بھی آتی تھی تو ملازم اسے ڈرائنگ روم کے ساتھ ملحقہ ڈائننگ ایریا میں بٹھا دیا کرتا تھا اب بھی وہ وہیں آکر بیٹھ گئی تھی اور اب اسے عجیب لگ رہا تھا کہ نجانے کون سسکیاں لیتے ہوئے دعائیں مانگ رہا تھا۔اس نے سوچا وہ وہاں سے اٹھ جائے اور باہر برآمدے میں جا کر بیٹھ جائے۔وہ اپنی

جگہ سے اٹھی تھی لیکن اسی دوران ڈائننگ ایریا اور ڈرائنگ روم کے درمیان لگا نیٹ کا پردہ سرکا تھا۔غیر ارادی طور پر اس کی نگاہ اسی جانب گئی تھی ۔ایک شخص جائے نماز بچھائے بیٹھا تھا اور ایسے بیٹھا تھا کہ اسے ارد گرد کی کوئی ہوش نا تھی۔نینا فوراً پیچھے کی جانب ہٹی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس شخص کی نگاہ بھی اِس پر پڑے۔وہ اللہ کے ساتھ کسی گہرے تعلق میں گم تھا۔اسے اچھا نا لگتا اگر وہ اس کی موجودگی سے ڈسٹرب ہو جاتا۔وہ بالکل پیچھے کی جانب ہٹ کر کرسی پر سمٹ کر بیٹھ گئی۔اسے ایک دم سے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ اسے یہاں ٹھہرنا چاہیئے یا چلے جانا چاہیئے۔

"تیرے کرم کا منتظر ہوں یا اللہ۔۔اور میرے کرموں کو دیکھ کر مجھ پر کرم نا کر مالک۔۔۔تب تو میں خالی ہاتھ ہی رہ جاؤں گا یا اللہ۔۔۔مجھے خالی ہاتھ نا رکھ یا اللہ۔۔۔مجھے خالی ہاتھ نا رکھ۔۔۔" وہ شخص دھیمی دھیمی آوازوں میں مسلسل دعائیں کرنے میں مگن تھا۔نینا اپنی جگہ سے ایک بار پھر اٹھی تھی اور دبے قدموں باہر آ گئی تھی۔اسی لمحے رانیہ کی امی اس جانب آئی تھیں۔

"ارے نینا۔۔۔کیسی ہو۔۔۔کتنا یاد کر رہی تھی میں تمہیں۔۔۔اور کتنی بے مروت ہو جیسے ہی ایگزامز ختم ہوئے تم نے تو جیسے ہم سے کنارا ہی کر لیا" وہ آتے ہی شکوے کرنے لگی تھیں۔نینا کو لمحہ لگا تھا اسی کیفیت سے نکلنے میں جس کے تحت وہ کمرے سے نکلی تھی۔

"آپ کو تو پتا ہی ہے یونیورسٹی کی کتنی مصروفیت ہوتی ہے۔۔۔ابھی تک میرا تھیسس اٹکا ہوا ہے۔۔۔اس سے جان چھوٹے تو کوئی اور کام کروں" اس نے وضاحت دی تھی۔رانیہ کی امی کے خلوص کے آگے وہ بڑی مجبور پاتی تھی خود کو۔وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس ڈرائنگ روم میں لے آئیں۔

"اچھا بھائی۔۔ہمیں نا سناؤ یہ پرانے قصے۔۔۔یونیورسٹی ہو۔۔یا جاب۔۔یا پھر تمہاری شادی بھی ہو جائے۔۔۔میرے بچوں کو تم ہی پڑھاؤ گی۔۔۔اور رانیہ کو تو یونیورسٹی تک لے کر جانا ہے تم نے" وہ با آواز بلند کہہ رہی تھیں۔وہ شخص بھی جیسے محتاط ہو گیا تھا کیونکہ دعا کی آوازیں آنی بند ہو گئی تھیں۔

"مجھے بس یونیورسٹی سے جان چھڑوا لینے دیں۔۔۔پھر اس بارے میں بات کریں گے۔۔۔ابھی تو میں رانیہ سے ملنے آئی تھی۔۔۔کچھ نوٹس چاہیئے تھے۔۔۔کہاں ہے وہ" اس نے بعجلت سوال کیا تھا۔

"بہت اچھا کی جو تم آ گئیں۔۔۔میں خود تم سے ملنا چاہ رہی تھی۔۔۔رانیہ تو گھر نہیں ہے ابھی۔۔۔دراصل ہمارے یہاں مہمان آئے ہوئے ہیں کراچی سے۔۔۔میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہ رہی تھی تم سے۔۔۔ان کی بیٹی ہے چار ساڑھے سال کی ہے۔۔۔بہت اچھی بچی ہے۔۔۔اسے پڑھا دیا کرو گی۔۔اس کا کنڈر گارٹن شروع کرنا ہے۔۔۔" وہ اس سے بھی زیادہ عجلت بھرے انداز میں اپنی ہی بات کر رہی تھیں۔نینا کا منہ سا بن گیا یہ سن کر کہ رانیہ گھر موجود نہیں تھی۔

"میں کہاں پڑھا سکتی ہوں اتنے چھوٹے بچوں کو۔۔آپ کو تو پتا ہے میں رانیہ کے لئے کتنی مشکل سے وقت نکال رہی تھی۔۔۔گریڈ تھری یا فور کا بچہ ہو تو میں پڑھا بھی دوں لیکن یہ نرسری ورسری ہینڈل نہیں ہوتی مجھ سے۔۔۔معذرت۔۔۔" اس نے سبھاؤ سے بات کی تھی۔رانیہ کی امی نے سر ہلایا۔

”وہ تو ٹھیک ہے۔۔لیکن تم ایک بار اس بچی سے مل تو لو۔۔۔بڑی پیاری بچی ہے۔۔دراصل یہ لوگ کراچی سے یہاں موو کئے ہیں۔۔۔چند ایک مہینے یہیں رہیں گے۔۔تمہیں بتایا تھا نا کہ ہمارے ایک جاننے والوں میں ایک لڑکی کو کینسر ہو گیا۔۔اب علاج یہاں سے ہو گا تو بچی کو ایڈمیشن نہیں کروانا ہے۔۔کیونکہ ان کی زندگی میں بہت کچھ ڈسٹرب ہو کر رہ گیا ہے۔۔۔بس اس لئے ہوم اسکولنگ ہو گی۔۔تو اگر تم کچھ مدد کر دو تو۔۔۔وہ بہت اچھی اماؤنٹ پے کریں گے“ وہ اسے آمادہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن نینا نے پھر نفی میں سر ہلایا۔

”آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔۔لیکن یقین کریں میں مجبور ہوں۔۔۔ہاں یونیورسٹی ختم ہونے کے بعد کچھ مینیج کر سکی تو ضرور بتاؤں گی آپ کو“ اس نے سہولت سے انکار کیا تھا۔رانیہ کی امی کو مایوسی ہوئی۔

”چلو ٹھیک ہے۔۔میں تمہیں مزید مجبور نہیں کروں گی۔۔۔لیکن پلیز رانیہ کے لئے وقت ضرور نکالنا“

”جی جی ضرور۔۔۔آپ رانیہ کو کہیئے گا مجھے واٹس ایپ کرے۔۔مجھے اس سے کچھ نوٹس چاہیئں ارجنٹ۔۔“ اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔دعا کی آوازیں اب بالکل تھم چکی تھیں۔اس نے نکلنے سے پہلے غیر ارادی طور پر کن انکھیوں سے اسی جانب دیکھا تھا لیکن اسے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔وہ باہر نکل آئی تھی۔



”یہ تو بالکل تمہارے جیسی ہے صوفیہ۔۔۔جبکہ یہ زرمین تو بالکل اپنے باپ کی کاپی ہوا کرتی تھی۔۔کو نین نے تو ایک نقش بھی نہیں لیا باپ سے“ باجی کی نند آئی ہوئی تھیں۔انہوں نے کو نین کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔زرمین بھی ساتھ ہی کھڑی تھی۔سرخ رنگ کا فراک پہنے دو پونیاں بنائے وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی۔صوفیہ نے دل مسوستے ہوئے کاٹ میں پڑی اپنی ہی بچی کی جانب دیکھا۔وہ بہت دبلی پتلی سانولی سی بچی تھی۔ستوانسی تھی اس لئے صحت تو بالکل ہی نہیں بنی تھی اس کی، ہر ایک ہفتے بعد اسے چیسٹ انفیکشن ہو جاتا ہے، ڈبے کا دودھ پینے کے باعث پیٹ بھی خراب رہتا تھا۔وہ ایک ہفتہ گھر اور ایک ہفتہ ہاسپٹل میں گزارتی تھی۔جو بھی اسے دیکھتا تھا یہی کہتا تھا کہ وہ بالکل صوفیہ جیسی ہے اور صوفیہ اس بات سے بڑا چڑتی تھی لیکن کہہ کچھ نہیں سکتی تھی لیکن یہ بات بھی سچ تھی کہ اسے اپنی ہی بیٹی پر ذرا پیار نا آتا تھا۔وہ اسے ایک چھوٹا سا بلی کا بچہ لگتی تھی جسے گود میں لینے کا بھی اس کا دل نا چاہتا تھا۔اس کے زیادہ تر کام باجی ہی کر دیتی تھیں۔

”ہو جائیگی یہ بھی ٹھیک۔۔۔دراصل ستوانسی ہے تو دبلی پتلی ہے۔۔۔۔چھ مہینے بعد یہ بھی زرمین جیسی لگنے لگے گی“ نند کی بات کا جواب باجی نے دیا تھا اور ساتھ ہی کو نین کو گود میں بھی اٹھا لیا تھا۔صوفیہ نے اس بات کے اقرار یا انکار میں کچھ نہیں کہا تھا۔

”ہاں جی اکثر بچے چھ مہینے کے بعد ہی صحت مند ہوتے ہیں۔۔ویسے بھی یہ جب دبئی اپنے باپ کے پاس جائیگی تو ٹھیک ہو جائیگی۔۔۔۔کب جا رہی ہو واپس۔۔۔“ نند کا دوسرا سوال پہلے سے بھی زیادہ مہلک تھا۔صوفیہ چپ رہی تھی، یہ ایک نیا ہی مسئلہ شروع ہو گیا تھا۔پہلے جو سوال صرف گھر والے کرتے تھے، اب رشتہ داروں اور دوست احباب نے بھی وہی سوال پوچھنے شروع کر دئے تھے جبکہ کاشف مسلسل اسے ٹالنے کے چکر میں رہتا تھا۔کاشف سے جب جب وہ اصرار کرتی تھی کہ مجھے بلوا لو۔۔وہ ناراض ہونے لگتا تھا۔ابو امی الگ اسے کہہ رہے تھی کہ ہمارے ساتھ

آخر ہو جبکہ وہ اس امید پر تھی کہ شاید امی ابو کے اصرار کے متعلق بار بار کاشف کو بتا کر وہ اسے پریشرائز کر لے گی اور وہ اسے بلوا لے گا۔ اس کے لئے دبئی جانے سے بڑا کوئی مسئلہ تھا ہی نہیں۔ ویسے بھی باجی کے یہاں بھی جلد ہی ڈیلیوری متوقع تھی۔ ان کے یہاں اکثر مہمان آتے رہتے تھے۔ وہ سب صوفیہ کو دیکھتے ہی پہلا سوال یہ کرتے تھے کہ وہ کب شوہر کے پاس جا رہی ہے۔ اس نے خود ہی سارے خاندان میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ وہ ڈیلیوری کے لئے پاکستان آئی تھی اور اب جب ڈیلیوری کو بھی دو مہینے گزر چکے تھے تو سب کا یہی سوال ہوتا تھا کہ واپس کب جا رہی ہو۔

”اس کو دودھ پلاؤ صوفیہ۔۔ بھوکی ہے“ باجی جانتی تھیں کہ رشتے داروں کی جانب سے کو نین اور زرمین کے ایسے تقابلی جائزے اور واپسی کے سوال صوفیہ کو جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیتے ہیں اسی لئے انہوں نے بات بدلی تھی

”میں کوئی نہیں پلا رہی دودھ وودھ۔۔۔ یہ پیتی ہے کوئی نہیں۔۔ رونا الگ ڈال دیتی ہے۔“ وہ چڑ کر بولی

”اوہو۔۔۔ بچی ہی تو ہے ابھی۔۔ وہ بھی صرف دو مہینے کی۔۔۔ اپنی اولاد سے بھی چڑتا ہے کوئی بھلا“ باجی اسے ڈانٹتے ہوئے بولی تھیں۔ اپنے سسرالی رشتے داروں کی موجودگی میں وہ صوفیہ کو برا بھلا بھی نا کہہ سکتی تھیں لیکن وہ دیکھ رہی تھیں کہ صوفیہ کا رویہ بچی کے ساتھ بالکل بھی اچھا نا تھا۔

”ہاں صوفیہ اسے دودھ پلاتی رہو۔۔۔ کچھ بچے ابتداء میں ماں کا دودھ نہیں پیتے لیکن پھر آہستہ آہستہ عادی ہو جاتے ہیں۔۔۔ مستقل ڈبے کے دودھ پر لگاؤ گی تو اس کی صحت خاک بنے گی“ باجی کی نند نے بھی کہا تھا۔

”نہیں بنتی صحت تو نا بنے۔۔۔ مجھ سے نہیں کی جاتی یہ مشقت“ وہ اسی انداز میں بولی تھی۔ کاشف نے بھی کو نین کے لئے زیادہ پیار ظاہر نہیں کیا تھا۔ اسے بیٹے کی ہی خواہش تھی۔ اس نے جھوٹے منہ بھی ابھی تک یہ نہیں کہا تھا کہ کو نین کی تصویریں ہی بھجوا دو جبکہ زرمین کی تصویریں تو وہ اکثر فرمائش کر کے منگواتا رہتا تھا۔

”ماں تو نام ہی مشقت کا ہے پگلی۔۔۔ بچے مشقت سے ہی پلتے ہیں۔“ باجی نے کہا تھا۔ وہ مسلسل کو نین کو گود میں لے کر بیٹھی تھیں

”آئے ہائے۔۔ اب اس بلی کے بچے کے لئے بھی مشقت کروں میں۔۔۔ لائیں دیں“ وہ انتہائی حقارت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی اور ساتھ ہی اس نے کو نین کو ان کی گود سے لیا تھا۔ وہ کو نین کو دودھ پلانا چاہتی تھی لیکن اس نے ماں کی ہر کوشش ناکام بنا دی تھی۔ اسے ماں کے دودھ میں کوئی دلچسپی نا تھی۔ وہ ماں کی گود میں بے چین سی ہونے لگتی تھی۔ صوفیہ نے چڑ کر اسے دوبارہ باجی کی گود میں دے دیا۔

اور بس یہیں سے شروع ہو گئی تھی کو نین اور عرف نینا کی اپنی ماں سے وہ چپقلش جس نے پھر بعد کے کئی سالوں میں ایک سنگین شکل اختیار کر لی تھی۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول ”راپنزل“ ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"تمہیں یاد ہے نا میں تمہیں راپنز ل کہا کرتا تھا؟" وہ اس سے پوچھنے لگا تھا اور پھر اپنی نشست بھی درست کی تھی۔

"مجھے۔۔۔؟؟" اس نے دوہرا کر پوچھا تھا پھر جواب کا انتظار کئے بغیر بولی

"مجھے کیوں راپنز ل کہتے تھے تم۔۔۔؟" اس کا انداز سادہ تھا، لاتعلق، بے پرواہ اور لاچار

"پتا نہیں۔۔شاید تمہارے نام کی وجہ سے۔ یا پھر شاید تمہارا دنیا کے لئے لاتعلق رویہ اس کی وجہ ہوسکتا ہے۔۔یا پھر تمہارے لمبے بال۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دوسری جانب سے چبھتی ہوئی آواز میں اس کی بات کاٹ دی گئی

"بند کرو اپنا جھوٹوں کا پنڈورا باکس۔۔۔میرے بال تو کبھی اتنے لمبے نہیں تھے"

"اچھا۔۔شاید۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولا پھر ایک ہاتھ سے سیل فون ایڈجسٹ کرتے ہوئے اٹھا تھا۔مہر سو چکی تھی۔اس نے اسے کروٹ دی

" دراصل تمہیں دیکھ کر،تم سے بات کر کے مجھے ہمیشہ ایک ایسی شہزادی کا خیال آتا تھا جو ایک بند قلعے میں رہتی ہے۔۔۔اکیلی۔۔۔بناء کسی روزن کے۔۔۔تنہاء۔۔۔نا اس سے کوئی ملتا ہے۔۔۔نا وہ کسی سے ملنا پسند کرتی ہے" وہ ابھی سنجیدہ نہیں ہوا تھا لیکن دوسری جانب سے جب کوئی آواز سنائی نا دی تو اسے احساس ہوا کہ شاید وہ کچھ غلط کہہ گیا ہے مگر ابھی اس نے مزید کچھ نہیں کہا تھا کہ دوسری جانب سے وہ بولی

"بند قلعے میں رہنے والی شہزادی۔۔۔راپنز ل۔۔۔یعنی میں۔۔۔کیا مذاق ہے؟" اس کی آواز میں کرب جھلک رہا تھا اور مہر کا لحاف درست کرتے ہوئے اسے اس کرب کی چبھن بہت شدت سے محسوس ہوئی

"کیا بات ہے۔۔۔پریشان ہو کیا۔۔کوئی بات ہوئی ہے۔۔۔؟" وہ پوچھے بناء رہ نا سکا تھا

"نہیں۔۔بات کیا ہونی ہے۔۔۔" اس کی آواز میں بے چینی مزید بڑھی تھی

"مجھ سے نہیں کہنا تو مت کہو۔۔۔لیکن اس سے تو کہو جس سے کہنا چاہتی ہو۔۔۔کب تک چُپ رہو گی" یہ بات تو وہ اکثر اسے کہتا تھا

"کیسے کہوں۔۔۔مجھ سے نہیں کہا جاتا اب۔۔۔مجھے عادت ہی نہیں رہی اپنے دل کی بات کہنے کی۔۔" وہ بیچارگی سے بولی تھی جبکہ وہ ہنسا

"اسی لئے تو کہتا ہوں تمہیں راپنز ل۔۔۔فرق صرف یہ ہے کہ راپنز ل اینٹ گارے کے بنے قلعے میں قید تھی۔۔۔جبکہ تم اپنی اپنی ہی ذات کے قلعے میں بند رہنے والی شہزادی ہو۔۔۔" وہ پھر اسے چڑا رہا تھا۔وہ چند لمحے چُپ رہی پھر جیسے بہت تھک کر بولی تھی

"میں یہ تو نہیں کہتی کہ میں شہزادی ہوں۔۔۔لیکن یہ بات سچ ہے کہ میں اپنی ذات کے قلعے میں قید رہ کر تھک گئی ہوں۔۔۔دل چاہتا ہے کہ بس اب اس قلعے سے کہیں باہر چلی جاؤں۔۔۔کہیں دور۔۔۔بہت دور۔۔۔لیکن بس اس قلعے سے نکل

جاؤں۔۔۔" وہ جیسے روئی تھی لیکن وہ فون پر دیکھ نہیں پایا تھا مگر اسے افسوس ہوا۔

"تو نکل جاؤ نا اس قلعے سے۔۔کس نے مجبور کر رکھا ہے تمہیں۔۔۔" وہ اسے اس کے مسئلے کا حل بتا رہا تھا۔وہ چپ رہی۔

"محبت نے۔۔۔" اس نے کہا نہیں تھا صرف سوچا تھا۔

کہتی بھی تو کیسے۔۔آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے جبکہ اسے رونے سے نفرت تھی۔

☆......☆......☆

اس نے بہت آہستگی سے دروازہ کھولا تھا اور کمرے میں داخل ہوگئی تھی۔

کمرے میں پھیلے ائر فریشنر کی دھیمی سی مہک اس کی حسیات کو معطر کر گئی تھی۔نیم تاریکی میں بھی کمرے کا انٹریئر کتنا واضح تھا۔کنگ سائز بیڈ کا بڑا سا سفید کراؤن،اس کے اوپر لگی دو درمیانے سائز کی پینٹنگز،سائیڈ ٹیبل پر سنہرے رنگ کا ٹیبل لیمپ۔۔۔بیڈ کی دائیں جانب بڑا سا ڈریسر۔۔اس پر پڑے پرفیومز۔۔میک اپ اور جیولری کے ضروری لوازمات۔۔،سائیڈ پر پڑا قدِ آدم آئینہ۔۔۔بائیں جانب ہلکے زرد سے رنگ کا کاؤچ جس کے ساتھ ایک چھوٹا کافی ٹیبل تھا اور سامنے فٹ ریسٹ تھا۔کمرے کی چھت سے لٹکتا چھوٹا سا فانوس۔۔جس کے ارد گرد فینسی لائٹس۔۔۔اسے اس کمرے میں کچھ بھی پسند نہیں تھا کیونکہ کچھ بھی تو اس کی پسند کا نہیں تھا اس کے باوجود یہ کمرا اسی کا تھا۔وہ جھکے ہوئے کندھے اور تھکا ہوا وجود لئے زرد کاؤچ پر آ بیٹھی۔کمرے کا ماحول معطر بھی تھا اور پرسکون بھی لیکن اسے اپنے اعصاب جلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔اس نے کاؤچ سے ٹیک لگالی اور اپنے پاؤں فٹ ریسٹ پر رکھ لئے۔

وہ نہیں چاہتی تھی لیکن کچھ معاملات میں انسان بے بس ہوتا ہے سونا چاہتے ہوئے بھی اس کی نگاہیں بیڈ پر دراز ان دو نفوس پر پڑ گئی تھی جن کا یہ کمرہ تھا۔۔۔وہ چند لمحے انہی کی جانب دیکھتی رہی پھر اسے شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔اس نے چاہا تھا وہ اس منظر سے آنکھیں ہٹالے،نگاہیں چُرالے لیکن اس سے یہ بھی نہیں ہو پایا تھا۔۔

۔۔۔بیڈ پر ایک مرد گہری نیند سو رہا تھا جبکہ اس کے بازوؤں کے حلقے میں ایک عورت قید تھی اور ایسے قید تھی کہ اس کا پورا وجود ان بانہوں میں چھُپ گیا ہوا تھا۔ایک نظر دیکھنے سے بھی احساس ہو جاتا تھا کہ ان بانہوں نے اس عورت کو کس قدر محبت سے اپنے حلقے میں لے رکھا تھا۔اس نے بدقت اپنی نگاہیں اس منظر سے ہٹائیں۔اس کی آنکھوں سے چند آنسو ایک ساتھ گالوں پر ٹپکے تھے،ایک منٹ میں ہی اس کے گال بالکل بھیگ گئے تھے۔وہ بے آواز رو رہی تھی

اس کی نگاہوں کے سامنے جو تھا وہ محبت کا حصار تھا اور اُسے اِس حصار محبت سے تکلیف ہوتی تھی لیکن وہ یہاں سے اُٹھ کر جاتی بھی تو کہاں جاتی۔۔یہ اس کا کمرہ بھی تو تھا۔وہ وہاں موجود تھی لیکن نہیں تھی۔

وہ دھیرے دھیرے سسکتے ہوئے محبت کا ماتم منا رہی تھی۔

☆......☆......☆

وہ ایک چھوٹی بچی ہی تو تھی ۔۔کیا یہ اس کا قصور تھا کہ وہ دنیا میں اس وقت آئی جب اس کی ماں اپنے شادی شدہ دور کے ایک مشکل وقت سے گزر رہی تھی۔

اور اگر اس کے باپ نے اس کی ماں کو کسی ذہنی کشمکش میں مبتلا کر رکھا تو اس کی ذمہ دار وہ کب تھی۔

اور کیا اس کی غلطی تھی کہ اسے وقت سے پہلے دنیا میں آنا پڑا ۔۔کیا یہ اس کے اختیار میں تھا کہ وہ ماں باپ کی خواہشات کے برعکس لڑکا نہیں لڑکی تھی

کیا یہ اس کا کہ جرم تھا کہ وہ اپنے باپ کے خوبصورت نقوش لے کر پیدا ہونے کی بجائے اپنی ماں کے تیکھے نقوش اور سانولی رنگت لے کر دنیا میں آئی تھی ۔۔۔لیکن وہ اپنی ماں کے لئے ایک اگلی ڈکلنگ تھی ۔۔تو بس تھی ۔۔۔

دنیا میں آتے ہی ماں نے اسے بیزاری بھرے انداز میں خوش آمدید کہا تھا

ماں اسے جب بھی اٹھاتی تھی بیزاری بھرے انداز میں اٹھاتی تھی، ناگواری سے اس کے کام کرتی تھی، اس کی جانب محبت کی نگاہ ڈالتی تک نا تھی، اس کی جانب جب بھی دیکھتی تھی یہ سوچ کر افسوس کرتی کہ وہ بیٹی کی بجائے بیٹا بھی تو ہو سکتا تھا

"ماں یہ بات منہ سے کم کہتی تھی لیکن کئی مرتبہ جب وہ اسے گود میں بھرتی تو یہی سوچ کر تاسف کا شکار ہوتی

"اب اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ حقیقت ہے یا فسانہ لیکن کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی بیٹی دنیا میں آتی ہے تو اپنے ساتھ سات رحمتیں لے کر آتی ہے مگر جب دنیا اسے دیکھ کر اس کے بیٹی ہونے پر افسوس کرتی ہے اور شکوہ کناں ہوتی ہے تو چھ رحمتیں اسی وقت واپس پلٹ جاتی ہیں اور ایک رحمت اس ننھے وجود کے ساتھ دنیا میں رہ جاتی ہے ۔۔اور وہ چھوٹی بچی تھی جو کچھ بول نہیں سکتی تھی لیکن خدا نے اسے دل تو دیا ہی تھا جو دھڑکتا تھا محسوس کرتا تھا۔ماں اس سے جتنا بیزار دکھائی دیتی تھی، اس کے دل میں بھی ماں کے لئے کوئی محبت نہیں جاگتی تھی ۔کوئی الفت ۔کوئی انس ۔۔۔کچھ بھی نہیں۔

اس کے برعکس اسے اپنی خالہ اچھی لگتی تھی جو اسے اپنی گود میں اتنی محبت سے تھامتی کہ اسے سکون محسوس ہونے لگتا۔وہ خالہ کی گود میں روتی بھی نہیں تھی، تنگ نہیں پڑتی تھی، بیزار نہیں ہوتی تھی بلکہ ہمکتی تھی، مسرور رہتی تھی مطمئن رہتی تھی

اور پھر ایک عجیب بات ہوئی ۔۔انہی دنوں خالہ کے یہاں بھی ایک بچے نے جنم لیا ۔۔خالہ کو اس بچی سے اتنا پیار تھا کہ وہ جب اپنے بچے کو دودھ پلاتی تو پہلے اُس کو گود میں لے کر اُس کا شکم بھرتی اس کو سیر کرتی اور پھر اپنے بچے کی جانب متوجہ ہوتی ۔۔۔خالہ اس کی ماں بن گئی اور خالہ کے گھر والے اس کے گھر والے ہو گئے۔

اس کے اپنے اس سے خوش نہیں تھے تو اس نے بھی ان کی جانب سے منہ موڑ لیا

☆......☆......☆

"تم کیا کر رہی ہو کچن میں۔" زری نے اس سے پوچھا تھا۔

" میں کچھ سوچ رہی ہوں" نینا نے اطمینان سے جواب دیا تھا۔وہ واقعی دروازے کے فریم سے ٹیک لگائے کچھ سوچ رہی تھی۔امی ابا کھانا کھا کر اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔ٹی وی پر کسی نیوز شو کی آتی آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ابا ٹی وی دیکھنے میں مگن تھے۔ان اوقات میں امی عموماً اخبارِ جہاں لے کر تین عورتیں تین کہانیاں پڑھ رہی ہوتی تھیں۔۔موسم بدل گیا تھا۔سردی کی ہلکی سی لہر نے موسم کو خوشگوار کر دیا ہوا تھا۔ابھی بھی ہلکی سی بوندا باندی ہوئی تھی تو سردی کچھ مزید بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔زری اور نینا دونوں ہی اپنے کمرے میں جانے کی بجائے لاؤنج میں آ بیٹھی تھیں۔زری نے باہر لاؤنج کا ٹی وی آن کر دیا تھا

"کیا سوچ رہی ہو۔۔؟" زری نے سوال کیا۔بہت دیر سے اظفر نے بھی میسج کا جواب نہیں دیا تھا۔وہ دوستوں کے ساتھ فلم دیکھنے گیا ہوا تھا۔اسی لئے زری کو بھی نینا سے بات کرنے کی فرصت مل گئی تھی

" میں سوچ رہی ہوں۔۔کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ۔۔جنہیں اس موسم میں کوئی اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کر پلاتا ہے" نینا نے اس کے سوال کر لینے کے بعد کچن کی دہلیز چھوڑ کر اس کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے جواب دیا تھا

"ہاں۔۔جیسے پہلے تو تم خود اپنے ہاتھ سے کافی بنا کر پیتی ہو۔۔مجھے تو یاد بھی نہیں کہ تم نے آخری دفعہ پانی بھی کب خود اٹھ کر پیا تھا" زری نے کہا۔یہ وہ طنز تھا جو وہ اکثر مذاق میں نینا کی کاہلی پر کر دیا کرتی تھی اور نینا کو ہر بات میں چیخنے کی عادت تھی لیکن کاہلی اور ہڈحرامی کے طعنے وہ خوشی خوشی سہہ لیتی تھی، ابھی بھی اس نے مصنوعی انگڑائی لی اور تساہل سے ٹانگیں دیوان پر پھیلا کر بولی

"خود اٹھ کر پانی پئیں میرے دشمن۔۔۔جب اللہ نے اتنی اچھی سگھڑ اور سلیقہ مند ماں بہن دے رکھی ہوں تو مجھے کیا ضرورت ہے کچن میں خوار ہونے کی۔۔" وہ ڈھیٹ بنتے ہوئے بولی تھی۔زری ہنسی

"اس کے باوجود تم ہم سے جھگڑتی رہتی ہو نا۔۔حالانکہ میں اور امی تمہارا اتنا خیال رکھتے ہیں" زری جتا نہیں رہی تھی لیکن نینا کے چہرے پر شرمندگی سے بھری مسکراہٹ چمکی

"ایسے تو مت کہو۔۔جھگڑتی تو نہیں ہوں۔۔۔دو تین لوگوں کی تو بہت قدر کرتی ہوں میں۔۔تم سے اور امی سے تو بہت محبت ہے مجھے۔۔" وہ اسی انداز میں میں بولی تھی

"اچھا۔۔اور سلیم سے۔۔۔۔اس سے محبت نہیں ہے ؟" زری نے بغور اس کی جانب دیکھا تھا۔اسے خدشہ تھا کہ اب کی بار وہ ضرور تنک کر جواب دے گی لیکن وہ ہنسی

"ارے اس کی تو بات ہی نا کرو۔۔وہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔۔۔اس کے بغیر تو زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی میں۔۔" وہ بھی ہنستے ہوئے بولی تھی۔زری کو اس کا جواب سن کر مزا آیا۔وہ جتانا چاہتی تھی کہ جیسے سلیم تمہارے لئے اہم ہے، اظفر میرے لئے اہم ہے لیکن وہ کچھ نہیں بولی

"اب باتیں ہی کرتی رہو گی یا اٹھ کر چائے بھی بناؤ گی۔۔۔دیکھو تو کتنا سہانا موسم ہے۔۔۔دل چاہتا ہے کوئی اچھی سی چائے بنا کر

پلا دے" نینا نے اسے خاموش دیکھ کر کہا تھا

"نینا کبھی کبھی تم بھی چائے بنا لیا کرو۔۔۔" زری ٹس سے مس نا ہوئی

"ارے یار۔۔میں چائے بنا تو لوں لیکن مجھے اچھی چائے بنانی نہیں آتی۔۔۔اور اس وقت دل صرف اچھی چائے پینے کو چاہ رہا ہے" وہ بھی بہت ہی کاہل واقع ہوئی تھی

"کبھی اپنے ہاتھ سے بناؤ تو ہمیں پتا چلے نا کہ اچھی بناتی ہو یا بری۔۔۔کبھی بنائی تو ہے نہیں تم نے" زری نے ناک چڑھا کر کہا مگر ساتھ ہی اٹھ بھی گئی تھی کیونکہ جانتی تھی نینا اس سے چائے بنوا کر ہی دم لے گی

"ارے بنا لوں گی چائے بھی۔۔۔چائے بنانے میں کون سا صدیاں لگتی ہیں۔۔۔جب تمہارے ہاتھ پیلے ہو جائیں گے تو میں خود ہی بنایا کروں گی۔۔۔اتنی بدتمیز بھی نہیں ہوں کہ امی سے چائے بنوانے لگ جاؤں۔۔۔امی سے بس کپڑے دھلوایا کروں گی۔۔۔کھانا بنوایا کروں گی۔۔۔روٹی بنواؤں گی اور ہاں چلو اپنے کمرے کی صفائی بھی کروا لیا کروں گی۔۔۔لیکن باقی سب کام تو میں خود ہی کیا کروں گی نا" وہ وہیں لیٹے لیٹے بولی تھی۔

"بڑا احسان ہو گا تمہارا یہ بھی کہ باقی کام خود کر لو گی۔" زری نے کچن سے طنز کا تیر مارا تھا

"ہاں ہاں بھئی فکر نا کرو۔۔۔اپنے کپڑے آئرن کرنا۔جوتے پالش کرنا۔۔۔اپنے لئے اوون میں کھانا گرم کرنا۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ زری نے اس کی بات کاٹی

"ہاں۔۔۔اور ریموٹ سے چینل تبدیل کرنا۔۔۔چائے کے کپ سے ملائی کی براؤن تہہ ہٹانا۔۔۔کھانا کھاتے ہوئے سلاد میں لیموں نچوڑنا۔۔۔رات کو سوتے ہوئے خود پر بلینکٹ لینا۔۔۔یہ سب تم خود کر لیا کرنا" وہ مذاق کر رہی تھی۔نینا نے سنجیدگی بھرے انداز میں سر ہلایا

"ہاں تو اور کیا۔۔۔سارے مشکل کام تو میرے حصے میں ہی آئیں گے نا۔۔۔چلو خیر کر لونگی میں یہ سب کام بھی۔۔۔آخر کرنے ہی پڑتے ہیں لڑکیوں کو۔۔۔جب بڑی بہنوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں لیکن تم میری فکر میں ہلکان مت ہو۔۔اور اچھی سی کافی بنا کر لاؤ" مجال ہے اس پر اثر ہوا ہو۔زری کو ہی اس کی ہٹ دھرمی دیکھ کر ہنسی آ گئی تھی

"شرم تو نہیں آتی نا ایسے کہتے ہوئے۔۔۔میں تو سوچتی ہوں جب شادی کے بعد جب میں آیا کروں گی تو تم کچھ پکا کر بھی کھلاؤ گی یا نہیں۔۔۔کچھ تو پکانا سیکھ لو" وہ اسے سمجھا رہی تھی

"ارے اتنی فکر کیوں کر رہی ہو۔۔۔مجھے بہت اچھی اچھی چیزیں بنانی آتی ہیں یار۔۔ایسی ایسی اسپیشل چیزیں بنایا کروں گی کہ یاد کرو گی تم" نینا نے گویا اطلاع دی تھی۔

"مثلاً۔۔۔زری نے مصنوعی طنزیہ انداز میں اسے دیکھا

"ارے کیا ساری باتیں آج ہی کرلو گی۔۔۔بھلا بتاؤ ایک کافی کا کپ بنانا ہی مشکل ہو جاتا ہے آج کل کی لڑکیوں کے لئے۔۔۔۔

ارے بی بی جلدی جلدی کام کیا کرو۔۔۔اگلے گھر جا کر ہمارا ناک نا کٹوا دینا" نینا نے دو بدو جواب دیا تھا۔وہ پروں پر پانی نہیں پڑنے دیتی تھی اور یہ بات زری بھی جانتی تھی۔وہ اٹھی تھی اور چند منٹ کے بعد کپوں میں کافی نکال لائی تھی۔

"تم نے امی کو اظفر کے متعلق بتایا؟" زری نے کپ اسے دیتے ہوئے دھیمی سی آواز میں پوچھا تھا۔نینا کا مزاج خوشگوار ہو رہا تھا۔زری کو یہ وقت اس موضوع کے لئے بڑا مناسب لگا۔نینا نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا پھر کپ پکڑتے ہوئے بولی

"ارے یار مجھے یاد ہی نہیں رہا۔امی کو زبانی کلامی بتا دیا ہے میں نے۔۔۔لیکن اظفر کا تعارف نہیں کروایا ابھی۔۔۔۔میں ذرا اس بندے کے متعلق کچھ معلومات اکٹھی کرلوں پھر بتاؤں گی امی کو۔۔۔میں نے کہا تھا نا تم سے۔۔" زری کو بے حد برا لگا

"نینا تم کیا ایک ہی بات کو لے کر بیٹھ گئی ہو۔۔۔میں نے کہا تو تھا کہ مجھے کوئی معلومات نہیں چاہیئں۔۔۔مجھے پتا ہے سب کچھ۔۔۔تم بس امی کو بتاؤ" وہ ناک چڑھا کر بولی لیکن نینا نے اس کے انداز پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا تھا

"ارے تمہیں کچھ نہیں پتا۔تم گھر میں بیٹھی ہوئی لڑکیوں کو کیا خبر۔۔۔زمانے میں کیا کیا ہو رہا ہے۔۔کیسے کیسے شاطر اور گھاگ لوگ آگئے ہیں مارکیٹ میں۔۔۔اور تم میری اکلوتی بہن ہو۔۔۔ہاں ٹھیک ہے کہ تم بھی بہت شاطر چالاک اور گھنی میسنی ہو لیکن تمہیں کنویں میں دھکا تو نہیں دے سکتے نا" وہ نیم سنجیدہ لہجے میں بولی تھی۔زری کو بے پناہ غصہ آیا مگر وہ چپ رہی تھی۔

"اچھا میں ذرا اسلیم سے دو باتیں کر کے آتی ہوں۔۔۔بہت دن ہوئے اس سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔۔۔دل بہت اداس ہے۔۔" وہ اسی بے تکے انداز میں بولی اور پھر ڈوپٹہ کندھے پر ڈال کر امی ابا کے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف چل دی ساتھ ہی ہونٹوں پر انگلی رکھ کر زری کو باور کروا دیا کہ امی ابا کو پتا نا چلے

"اونہہ۔۔ساری اخلاقیات بس دوسروں کے لئے ہے۔۔۔خود جب جی چاہتا ہے منہ اٹھا کر اس لنگور سے باتیں کرنے چلی جاتی ہے۔۔اور مجھے نصیحتیں کرتی رہتی ہے" زری کو بہت غصہ آ رہا تھا

اسے نینا کے رویے سے الجھن ہونے لگی تھی۔زری کو ایسے لگتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر تاخیر کر رہی ہے اور یہ خدشہ الگ ستا رہا تھا کہ امی قطر والے رشتے کو مثبت جواب نا دے دیں۔۔اس کے دل میں بدگمانی بڑھنے لگی تھی

☆......☆......☆

"اچھی خبر یہ ہے کہ تمہارا ویزا نکل آیا ہے" کاشف نے عام سے لہجے میں اسے بتایا تھا لیکن وہ تو خوشی سے اُچھل پڑی

"واقعی۔۔۔" اسے یقین نہیں آیا تھا۔کوئین چار مہینے کی ہو چکی تھی اور صوفیہ ابھی تک اپنی بہن کے گھر ہی ٹکی ہوئی تھی حالانکہ ایک بار ابو کے علاوہ بڑے بھائی بھی آئے تھے اور اسے منانے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے خودسری کے زعم میں یہ شرط رکھ دی تھی کہ دونوں بھابھیاں بھی آئیں اور اس سے معافی مانگیں جس پر اس کے بھائی مزید خفا ہو گئے تھے دوسری جانب مہینہ بھر پہلے باجی کے یہاں بیٹے کی

ولادت ہوئی تھی۔خاندان والے بچے کو دیکھنے کے لئے آتے جاتے رہے تھے۔اس سے جب بہن کے گھر مستقل رہائش کی وجہ پوچھی جاتی تو وہ یہ کہنے کی بجائے کہ میں خود رہ رہی ہوں یہاں، یہ تاثر دیتی رہی کہ اسے بھائیوں نے گھر سے نکالا ہے اور ہٹ دھرمی سے یہ کہتی رہی کہ بھائی بھابھیاں مجھے برداشت نہیں کر سکتے سو مجبوری میں پڑی ہوں بہن کے گھر۔۔۔اس شکوے کے باعث صوفیہ کے بھائیوں کی کافی بے عزتی ہو رہی تھی کہ وہ کچھ مہینے بہن کو نا سنبھال سکے۔ان کے یہاں دولت تو بہت زیادہ نہیں تھی لیکن وضعداری اور اسے نبھانے کا سلیقہ خوب تھا سو جب سارے خاندان میں صوفیہ کے بھائیوں کے متعلق ایسی چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو صوفیہ کے ابو نے کاشف سے دوٹوک بات کی تھی کہ اگر وہ صوفیہ کو اپنے پاس بلوانے کا ارادہ نہیں رکھتا تو پھر خود واپس آئے اس لئے کاشف کو ایک بار پھر صوفیہ کو دبئی بلوانے کا فیصلہ کرنا پڑا لیکن یہ فیصلہ اس نے کافی چالاکی سے کیا تھا۔وہ گیند کو صوفیہ کی جانب اچھالنے کے لئے مکمل طور پر تیار ہو کر میدان میں اترا تھا

"ہاں ۔۔ویزا تو نکل آیا ہے صوفیہ۔۔لیکن ایک بڑا مسئلہ ہو گیا" وہ لہجے میں سنسنی پیدا کر کے بولا تھا۔صوفیہ تو ہواؤں میں اڑ رہی تھی، سر جھٹک کر بولی

"جہاں اللہ نے سب مسئلے ختم کئے وہاں جو مسئلے باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ختم کر دے گا۔۔انشاء اللہ۔۔آپ اب کوئی فکر نا کریں۔۔بس ہماری ٹکٹ کروائیں اور ہمیں بلوالیں۔۔نہیں رہا جاتا اب یہاں۔۔۔" وہ ہٹ دھرمی سے بولی تھی۔باجی کے گھر فون کی سہولت نہیں تھی۔کاشف کا فون ان کی ہمسائی کے گھر آتا تھا۔

"بات تو سن لو۔۔دراصل میں نے چند مہینے پہلے ویزا اپلائی کیا تھا۔۔تمہیں اچانک بتاؤں گا یہ سوچ کر ذکر بھی نہیں کیا تم سے۔۔اور میرے پاس تمہارے اور زرمین کے کاغذات تو تھے میں نے انہی کے ساتھ ویزہ اپلائی کر دیا تھا۔۔یہ خیال ہی نہیں آیا کہ گھر میں ایک نئے فرد کا اضافہ ہونے والا ہے۔۔اب تم دونوں کا ویزا تو ہے لیکن کونین کا نہیں ہے۔۔اب اگر اس بات کا انتظار کروں گا کہ کونین کا ویزہ نکلے تو ظاہر ہے پہلے اس کا پاسپورٹ وغیرہ بنوانا پڑے گا۔۔۔جب تک اس کے کاغذات مکمل ہوں گے تم دونوں کے یعنی تمہارے اور زرمین کے ویزے کی معیاد ختم ہو جائیگی۔۔۔بہت مسئلہ ہو گیا صوفیہ۔" وہ لہجے میں لاچاری بھر کر بولا تھا۔صوفیہ کا منہ بھی لٹک گیا۔

"آئے ہائے۔۔۔آپ کیسے بھول گئے کونین کو۔۔۔اب کیا ہوگا کاشف" اس کی ساری توانائی ختم ہونے لگی تھی

"کونین کے کاغذات دوبارہ سے جمع کروانے پڑیں گے" کاشف کے پاس مسئلے کا حل تھا

"تو کروا دیں نا جمع۔۔۔کس کا انتظار کر رہے ہیں۔۔؟" وہ ناراضی بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھی

"پاسپورٹ کا۔۔۔وہ تمہیں بنوانا پڑے گا۔۔وہاں لاہور سے۔۔۔" کاشف نے اسے سمجھایا تھا

"اب پاسپورٹ بنوانے میں کتنے دن لگیں گے؟" صوفیہ کی خوشی ماند پڑ گئی تھی

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔۔امید تو یہی ہے کہ مہینہ بھر لگے گا۔۔اب یہی ہو سکتا ہے کہ تم جلد از جلد اس کا پاسپورٹ بنواؤ اور پھر مجھے سب کاغذات ارجنٹ میل سے بھجواؤ۔۔لیکن اس کام میں کافی دن لگ جائیں گے۔۔۔آپا کے گھر مزید رہنا مناسب نہیں لگتا۔۔میری مانو تو

جب تک دوبارہ ویزے کے کاغذات جمع نہیں ہوجاتے۔۔۔تب تک تم ہمارے آبائی گھر میں شفٹ ہوجاؤ۔۔۔وہاں رنگ روغن وغیرہ کروالو۔۔جو جو ساماں چاہیئے ضرورت کا۔۔وہ سب ڈلواؤ اور آپا کے گھر سے ادھر منتقل ہوجاؤ" کاشف مشورہ دے رہا تھا لیکن صوفیہ نے دوٹوک لہجے میں انکار کر دیا

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔۔۔اتنے پیسے اس گھر پر خرچ کردوں جہاں مجھے رہنا ہی دو مہینے ہے۔۔۔میں نہیں رہوں گی وہاں۔۔۔مجھے بس آپ کے پاس آنا ہے۔۔اللہ اللہ کر کے تو ایک اچھی خبر ملی ہے۔۔۔آپ کو کیا پتا میں نے کتنے کتنے نفلوں کی منتیں مانگی ہوئیں ہیں آپ کے پاس آنے کی۔۔۔میں اس موقع کو ضائع نہیں کرسکتی۔۔۔مجھے ہر حال میں آپ کے پاس آنا ہے۔۔۔سارے خاندان کو وضاحتیں دے دے کر تھک گئی ہوں۔۔۔اب اس گھر میں شفٹ ہوجاؤں گی تو کتنی باتیں بنیں گی کہ شوہر کے پاس کیوں نہیں گئی۔۔۔" وہ چڑچڑے سے لہجے میں بولی تھی۔کاشف کا ردِ عمل بھی ایسا ہی تھا

"کہہ تو رہا ہوں کہ چند مہینے پہلے اپلائی کیا تھا ویزہ۔۔۔ذہن میں یہی خیال تھا کہ کونین کے پیدا ہونے سے پہلے بلوالوں گا۔۔اب کونین جلدی آگئی دنیا میں تو میرا کیا قصور ہے"

"مجھے نہیں پتا بس۔۔میں نے کہہ دیا ہے میں اس موقع کو ضائع نہیں کروں گی"

"کونین کا کیا کروگی۔۔" کاشف نے پوچھا تھا

"سارے مسئلوں کی جڑ کونین ہی ہے۔۔بھلا بتاؤ ان محترمہ کو دنیا میں آنے کی زیادہ جلدی تھی۔۔مجال ہے طبیعت میں تھوڑا سا بھی صبر ہو۔۔عجیب بے صبری اولاد ہے آپ کی کاشف" وہ غرا غرا کر بول رہی تھی۔کاشف اس کے انداز پر ہنسا

"میری اولاد بالکل اپنی ماں پر گئی ہے۔۔تم بھی تو بے صبری ہو رہی ہو میرے پاس آنے کے لئے"

"کاشف آپ کو پتا ہے مجھے کتنے مہینے ہوگئے ہیں پاکستان آئے ہوئے۔۔۔کتنی اداس ہوں میں۔۔اور زرمین بھی۔۔۔آپ کا دل تو پتھر کا بنا ہے۔۔۔آپکو تو ہماری یاد بھی نہیں آتی" وہ شکوہ کر رہی تھی۔کاشف کی ہنسی کی آواز سنائی دی

"بس اب لگادو یہ الزام۔۔تمہیں کیا پتا۔۔کیسے گزر رہے ہیں میرے دن رات۔۔۔میرا بس چلے تو آج ہی تم لوگوں کے پاس آجاؤں۔۔لیکن میری جان سمجھنے کی کوشش کرو۔۔پردیس میں خود پر جبر کئے بغیر زندگی گزر ہی نہیں سکتی"

"آپ کو کیا پتا جبر کیا ہوتا ہے کاشف صاحب۔۔۔آپ تو مزے سے حبیبہ کے ساتھ وقت گزار رہے ہیں۔۔۔" صوفیہ کی گفتگو اس کے ذکر کے بغیر مکمل ہوتی ہی نہیں تھی۔وہ کاشف کے ہر فون پر ٹوہ لینے والے انداز میں اس کا ذکر ضرور کرتی تھی

"دفع کرو اسے یار۔۔ہمارے پاس کیا اپنی باتیں ختم ہوگئی ہیں۔۔جو ہم اس کا ذکر کریں۔۔" کاشف نے اس کی بات درمیان میں کاٹ دی تھی

"آپ ہی اس کو درمیان میں لے آئیں ہیں۔۔ورنہ مجھے تو شروع سے ایک آنکھ نہیں بھاتی وہ۔میرا بس چلے تو اس کی شکل نا

دیکھوں کبھی" صوفیہ ناک چڑھا کر بولی تھی

" ارے یار ایسا غضب مت کرنا۔۔۔وہ میری انویسٹر ہے۔۔۔اس کے ساتھ اچھے تعلقات میری مجبوری ہیں اور تم بھی اس بات کا خیال رکھنا کہ اسے ہمارے درمیان ہی رہنا ہے کیونکہ ہمارے بزنس ٹرمز ہیں۔۔۔اب تمہیں خوش کرنے کے لئے بزنس ٹرمز ختم کر دوں تو بتاؤ کھائیں گے کہاں سے۔۔۔" وہ سابقہ انداز میں پوچھ رہا تھا

" اس کا مطلب یہ کہ وہ ہمارے درمیان ہمیشہ رہے گی" صوفیہ نے ٹوٹے دل کے ساتھ سوال کیا تھا

" ساری صورتحال تمہارے سامنے ہے صوفیہ۔۔۔چند سال تو اس کے ساتھ بنا کر رکھنی پڑے گی۔۔۔میرا اپنا کاروبار تو بالکل ٹھپ ہو کر رہ گیا تھا۔۔۔اب حبیبہ کی مدد سے کچھ سنبھال پایا ہوں۔۔۔وقت تو لگتا ہے نا کاروبار میں۔۔۔پھر تمہارے مطالبات کے یہاں دبئی بلوالو۔۔۔دبئی بلوالو۔۔۔وہاں پاکستان میں بیٹھ کر سننے میں بہت اچھا لگتا ہے کہ درہم کما رہے ہیں۔۔۔لیکن یہاں آ کر جب درہم ہی خرچنے پڑتے ہیں تو لگ پتا جاتا ہے۔۔۔"

" اچھا اچھا۔۔۔بہت سن لی ہے میں نے یہ کہانی۔۔۔دبئی ہے۔۔۔کالا پانی نہیں ہے کہ آپ ہمیں ڈراتے رہیں۔۔۔آپ فکر نا کریں۔۔۔بس مجھے بلوالیں۔۔۔میں کپڑے سی کر آپ کی مالی مدد کر دیا کروں گی" اس نے اس کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تھا

" اوہو۔۔۔اب اتنی بری صورتحال بھی نہیں ہے کہ کاشف نثار کو اپنی بیوی کو درزن بنانا پڑے" وہ ہنسا

" تو بس ٹھیک ہے۔۔۔آپ ہماری ٹکٹ کروائیں جلد از جلد" صوفیہ نے لاڈ بھرے لہجے میں کہا تھا

" اوہو میری بے صبری اولاد کی بے صبری ماں۔۔۔کو نین کا پاسپورٹ تو بنوالو" کاشف نے ٹوکا تھا

" لو۔۔۔ان محترمہ کو تو بھول ہی گئی تھی میں۔۔۔پہلے اس قسمت ماری کا پاسپورٹ تو بنوالوں" وہ زِچ ہو کر بولی۔

" ہاں پہلے پاسپورٹ بنواؤ" کاشف کو کوئی جلدی نہیں تھی۔اس نے ساری منصوبہ بندی کی ہوئی تھی

☆......☆......☆

" یہ کیا بنالیا امی۔۔۔" اس نے آلو کی سادہ سبزی کو دیکھ کر ناک چڑھائی تھی حالانکہ امی نے سلاد اور رائتہ تازہ بنایا تھا اور ساتھ ہی گرم گرم روٹی اتار کر اس پر دیسی گھی بھی لگایا تھا اپنی جانب سے اس کے لئے کھانے کو بہت پر لطف بنانے کی کوشش کی تھی لیکن عادت کے مطابق اس نے واویلا مچانا شروع کر دیا تھا۔

" ابھی یہ کھالو۔۔۔شام کی چائے پر اہتمام ہوگا۔۔۔باقی تب کھا لینا" امی عجلت بھرے انداز میں بولی تھیں۔نینا نے نوالہ بنانے کے لئے روٹی کا ٹکڑا توڑ لیا تھا،ان کی بات سن کر ذرا حیران ہوئی

" کوئی آرہا ہے شام کی چائے پر۔۔۔؟"

" ہاں۔۔۔اسی لئے تو کہا ہے کہ تھوڑی بھوک بچا کر رکھو۔۔۔کباب اور فروٹ چاٹ بنائی ہے۔۔۔تمہارے ابا بیکری سے بھی

لائیں گے کچھ۔۔" امی کافی عجلت میں دکھائی دیتی تھیں۔وہ جب سے یونیورسٹی سے آئی تھی، زری نظر نہیں آئی تھی لیکن گھر کافی چمک دمک رہا تھا لگتا تھا روٹین سے ہٹ کر محنت کی گئی تھی۔۔امی ابھی بھی کاؤچ کے کشن کے کورز بدلنے میں مصروف تھیں۔

" میرے اور اس کاؤچ کے نصیب ایک ساتھ جاگ اٹھے ہیں۔۔شکر ہے آپ کو ان کے کورز بدلنے کا بھی خیال آیا۔آنکھیں تھک گئی تھیں کھٹا پیلا رنگ دیکھتے دیکھتے۔۔" وہ امی کو چڑاتے ہوئے بولی تھی

" اوہو۔۔ایک تو تمہیں اپنے ابا کی طرح کوئی چیز پسند نہیں آتی۔۔اتنے اچھے سورج مُکھی کے پھول ہیں۔۔سنہرا سنہرا رنگ آنکھوں کو اتنا بھلا لگتا ہے۔پورا لاؤنج سج سا جاتا ہے۔۔میلے ہو رہے تھے ورنہ میں اب بھی نا بدلتی۔۔مہمان پر اچھا امپریشن پڑتا ہے جب گھر میں کھلے کھلے رنگوں کے پردے چادریں ہوں تو۔۔" امی مصنوعی ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے بولی تھیں۔انہیں جو رنگ پسند آتے تھے عام طور سے نینا کو وہ ذرا بھی نہیں بھاتے تھے

" آپ کی پسند کے تو صدقے جاؤں میں لیکن آپ کا قصور نہیں ہے۔۔آپ پاکستان بننے سے چار پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔۔اس زمانے میں لوگوں کو ایسے ہی رنگ پسند آیا کرتے تھے" وہ کھانا کھانے کے ساتھ ساتھ امی کو بھی ترکی بہ ترکی جواب دے رہی تھی۔امی نے اس کی بات پر ہاتھ روک کر اسے گھور کر دیکھا پھر ناک چڑھا کر بولیں

" غضب خدا کا نینا۔۔اتنا پرانا مال نہیں ہوں میں۔۔" انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ نینا نے ان کی بات کاٹ دی

" اچھا اچھا۔آئی ایم سوری۔۔پاکستان بننے سے پہلے نہیں۔۔پاکستان بننے کے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئی تھیں آپ۔۔اب تو خوش ہیں نا۔۔"

" جی نہیں۔۔میری تو امی بھی پیدا نہیں ہوئی ہوں گی تب۔۔" نینا نے پھر ان کی بات کاٹی

" اللہ اللہ۔۔چلیں مان لیا بھئی۔۔بہت چُنی مُنی ہیں آپ۔۔" بھوک لگی ہوئی تھی سو وہ باتیں کرنے کے ساتھ بڑے بڑے لقمے بنا رہی تھی

" مہربانی تمہاری۔۔" امی نے آخری کور لگا کر دونوں ہاتھوں سے اسے تھپتھپایا تھا

" اچھا اب تو بتا دیں کہ کون آرہا ہے؟" اس کی روٹی ختم ہوگئی تھی سو اب وہ بچ جانیوالی سلاد کو ختم کر رہی تھی۔

" ارے وہی جس کا بتایا تھا تم نے۔۔بُلایا ہے اس کو آج" امی نے سارے میلے کورز اٹھائے اور باہر صحن کی طرف چل دیں۔نینا نے آنکھیں سکیڑ کر اور کھانے کا سلسلہ روک کر ان کی پشت کی جانب حیرانی سے دیکھا۔وہ تو مر کر بھی کبھی کسی کو گھر نا بلانے کے مقولے پر یقین رکھتی تھی۔اس کی بداخلاقی کے اتنے چرچے تھے کہ اس کے جاننے والوں نے کبھی اس کے گھر آنے میں دلچسپی لی ہی نہیں تھی۔

" امی ی ی۔۔بتائیں نا کون آرہا ہے۔۔میں نے تو کسی کو نہیں بلایا" وہ حیران بھی تھی اس لئے امی کے واپس آنے سے پہلے ہی بلند آواز میں سوال کیا تھا۔امی نے کوئی جواب نہیں دیا شاید ان تک آواز ہی نہیں پہنچی تھی۔باہر کی جانب کافی بڑا صحن تھا جس کے ایک

کونے میں غسلخانہ تھا جہاں واشنگ مشین وغیرہ رکھی ہوئی تھی۔ امی یقیناً اسی طرف گئی تھیں۔ نینا نے برتن اٹھانے کی زحمت نہیں کی تھی بلکہ ایسے ہی سب چھوڑ چھاڑ وہ بھی صحن کی جانب آ گئی

"اب بتا بھی دیں کون آ رہا ہے۔۔۔؟" اسے کافی بے چینی ہونے لگی تھی۔

"ارے وہی جو زری کا رشتہ بتایا تھا تم نے۔۔۔ اس لڑکے کو بلایا ہے۔۔ تمہارے ابا ایک بار مل لیں باقی کے معاملات اس کے بعد طے کریں گے کون ہے۔۔ کیا کرتا ہے۔۔ کیسا ہے۔۔۔ زری کے لئے مناسب ہے بھی یا نہیں۔۔ سب کچھ دیکھ بھال کر ہی کریں گے نا۔۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ بس تم نے بتا دیا۔۔ اور سب فیصلے ہو گئے" امی کافی مطمئن لگنے لگی تھیں۔ نینا کی تو آنکھیں پھٹنے والی ہو گئیں

"رشتہ میں نے نہیں بتایا تھا۔۔ میں نے آپ سے کہا تھا زری اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہے اس لئے زینب خالہ والوں کو ایک دم سے ہاں مت کریں۔۔۔ رشتہ وشتہ تو کوئی نہیں بتایا میں نے"

"ہاں ہاں۔۔ وہی۔۔۔ تم تو الفاظ ہی پکڑ لیتی ہو" امی چونکہ عجلت میں تھیں اس لئے چڑ کر بولی تھیں

"انگلی تو کبھی پکڑنے دی نہیں آپ نے۔۔۔ اب الفاظ تو پکڑ لینے دیں" وہ عادت کے مطابق ان سے بھی زیادہ چڑ کر بولی تھی۔ امی نے مُڑ کر اسے دیکھا۔ ان کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی تھی

"اچھا میری ماں۔۔ جاؤ جو مرضی کرو۔۔۔ ایک تو اتنے کام پڑے ہیں نبٹانے والے۔۔۔ اور تمہارا بحث کا شوق ہی ختم نہیں ہو رہا" ان کی بات پر نینا زِچ ہوئی

"میں کب بحث کر رہی ہوں۔۔ صرف پوچھ رہی ہوں کہ کون آ رہا ہے"

"بتایا تو ہے وہ لڑکا آ رہا ہے۔۔۔ جس کا تم نے بتایا تھا۔۔ کیا بھلا سا نام ہے۔۔۔ نہیں یاد آ رہا مجھے۔۔" امی غسلخانے سے باہر آئی تھیں۔ نینا نا صرف حیران ہوئی تھی بلکہ پریشان بھی ہو گئی تھی۔

"اظفر۔۔۔؟۔۔ اظفر آ رہا ہے؟" اس نے دوہرا کر پوچھا تھا

"ہاں۔۔۔ وہی۔۔۔ زری نے مجھے۔۔۔" اس نے امی کی مکمل بات بھی نہیں سنی تھی۔ دھپ دھپ کرتی وہ اندر کی طرف آئی تھی اور اسی انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ زری نک سک سے تیار آئینے کے سامنے کھڑی اپنے سنہرے لمبے بال برش کرنے میں مگن تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرائی اور ایسے مسکرائی کہ نینا کے تن بدن میں آگ لگ گئی

"یہ کیا کیا تم نے زری۔۔۔۔ اظفر کو گھر بلا لیا۔۔ تمہیں کیا کہا تھا میں نے۔۔۔؟" وہ اسے کھا جانے والے انداز میں دیکھ رہی تھی

"تمہارے کہنے سے ہی تو ڈر لگتا ہے مجھے۔۔ پتا نہیں تم ابا سے کیا کہہ دیتی۔۔ اور امی کو جانے کیا کیا الٹا سیدھا بتاتی رہتی اظفر کے بارے میں۔۔۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو تم سے مدد مانگی میں نے۔۔ اسی لئے میں نے سوچا باقی کی گیم میں اکیلے کھیلوں گی۔۔۔ میں نے ابا کو اپنے منہ سے بتا دیا سب کچھ۔۔۔ انہوں نے خود اظفر کو بلایا ہے اور وہ آ بھی رہا ہے۔۔۔ جبکہ تم کیا کہتی تھی۔۔۔ وہ شادی کرے گا بھی یا

نہیں ۔۔" زری طنزیہ انداز میں کہتی ہوئی آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی تھی ۔

" تم نے اچھا نہیں کیا زری ۔۔۔تم صبر تو کرتی ۔۔میں تمہاری مدد ہی تو کرنا چاہ رہی تھی" نینا کو اندازہ نہیں تھا کہ زری ایسی چالاکی بھی کر سکتی ہے ۔

" معاف کرو بہن ۔۔۔نہیں چاہیئے تمہاری مدد ۔۔۔میں خود ہینڈل کرلوں گی سب" زری ناک چڑھا کر بولی تھی اور اس کی جانب دیکھے بناء باہر نکل گئی تھی ۔نینا تھکے ہوئے انداز میں پلنگ پر بیٹھ گئی تھی ۔اسے نا صرف زری کے رویے پر دکھ ہو رہا تھا بلکہ غصہ بھی آ رہا تھا ۔

☆......☆......☆

" کیسی ہو ۔۔" سمیع نے سرخ سرخ گلابوں کا بوکے اسے تھمایا تھا ۔اسے ہاسپٹل میں یہ پھول لے جاتے ہوئے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا ۔وہ روٹین میں بھی شہرین کے لئے اکثر پھول لایا کرتا تھا لیکن اسے ان پھولوں سے چڑ ہوتی تھی جو کسی مریض کی عیادت کے لئے لائے جاتے تھے ۔شہرین نے پھول تھام لئے تھے

" میں تو بے حد خوبصورت ہوں" شہرین مسکرائی ۔وہ ہاسپٹلائزڈ تو تھی لیکن پھر بھی بہتر محسوس کرتی تھی ۔زیادہ غنودگی کی دوائیاں کھانے کے باعث اس کی بڑی بڑی آنکھیں سوجی رہتی تھیں

" اس میں تو کوئی شک نہیں ۔۔" سمیع نے کرسی گھسیٹ کر اس کے بیڈ کے قریب کی تھی اور پھر مسکراتے ہوئے بولا تھا ۔شہرین بھی مسکرائی

" اب مریضوں سے بھی مذاق کرنے لگے ہیں لوگ ۔۔۔" وہ مزید مسکرائی تھی

" میں لوگ نہیں ہوں ۔۔لوگ تو بیگانے ہوتے ہیں ۔۔میں تو تمہارا اپنا ہوں ۔۔۔اور اپنے ہمیشہ سچ بولتے ہیں" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا تھا

" واقعی ۔۔۔؟" شہرین نے بے ساختہ کہا تھا ۔سمیع نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا ۔وہ کیا کہنا چاہتی تھی ۔کیا وہ اسے جتانا چاہتی تھی کہ وہ اس سے جھوٹ بول رہا ہے ۔وہ جب سے ہاسپٹلائزڈ ہوئی تھی، سمیع اسے یہی باور کروا رہا تھا کہ اس کی سرجری ایک بہت ہی معمولی سی سرجری ہے ۔

" ایمن کیسی تھی ۔۔اسے لے آتے ۔۔۔میرا دل چاہ رہا تھا اسے دیکھنے کو ۔۔" شہرین نے خود ہی اسے تذبذب میں دیکھ کر بات پلٹی تھی

" کبھی مجھے دیکھنے کو دل چاہا ۔۔مجھے تو کبھی نہیں کہا تم نے کہ سمیع تمہیں دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے ۔۔" وہ بھی بات پلٹنے کی خاطر اسے چڑاتے ہوئے پوچھ رہا تھا

" اب اس سوال کا جواب تو بہت فلمی ہو سکتا تھا کہ تم تو ہمیشہ میری نظروں کے سامنے ہوتے ہو ۔۔مجھے اپنے ساتھ محسوس ہوتے ہو

۔۔میرے دل میں رہتے ہو۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سمیع نے اس کی بات کاٹی

"ہاں میں تو چھلاوا ہوں نا۔انسان تو ہوں نہیں۔۔" شہرین ہنسی

"کوئی چھلاوا اتنا ہینڈسم بھی ہوسکتا ہے۔۔میری عقل تسلیم نہیں کرتی"

"ہاں۔۔اب کی ہے نا تم نے دل خوش کرنے والی بات۔۔۔چلو میری تعریف میں اچھے اچھے چند جملے بولو۔۔" وہ اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔شہرین مسکرائی پھر بولی

"کہیں کر ہی نا دوں تعریف۔۔"

"ارے تو کردو نا۔کون سا پیسے لگ رہے ہیں تمہارے۔۔کنجوس۔۔"

"بات پیسے کی نہیں ہے۔۔۔میرے مرشد شوہر کی غیر ضروری تعریف سے منع فرماتے ہیں۔۔۔وہ کہتے ہیں شوہر کی زیادہ تعریف کرو تو وہ سر چڑھ جاتے ہیں" وہ مزید ہنسی تھی اور سمیع کو بس اس ہنسی کے سامنے ہر چیز حقیر لگتی تھی۔اس نے شہرین کو ہنستا دیکھ کر نجانے کتنی مرتبہ دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہا تھا

"ارے ایسی کی تیسی آپ کے مرشد کی۔۔۔ہم نہیں مانتے کسی مرشد کو۔۔" وہ اسے آنکھ مار رہا تھا۔شہرین نے قہقہہ لگایا

"اللہ اللہ۔۔۔مُرشد ناراض ہوجائیں گے"

"ارے ہوتے ہیں تو۔ہماری بلا سے۔۔۔ہمارے لئے تو محبوب کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے" وہ سابقہ انداز میں بولا تھا اور اس کے ہاتھ کو دبایا تھا

"اچھا چلو ہوگیا محبوب خوش۔۔۔اب ذرا مہذب ہو کر بیٹھ جاؤ۔نرسیں آتی جاتی رہتی ہیں کمرے میں۔کیا سوچیں گی کہ ان کو رومانس کے لئے ہاسپٹل کا کمرہ ہی ملا تھا" وہ دروازے کی جانب اشارہ کررہی تھی۔سمیع نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا

"ہماری بلا سے۔۔جس کو جو سمجھنا ہے سمجھتا رہے۔۔ہمارے پاس لائسنس ہے رومانس کا" سمیع نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔شہرین پھر ہنسی تھی۔سمیع مسلسل اس کا چہرہ دیکھنے میں مگن تھا۔وہ بہت خوبصورت عورت تھی۔اس کا ساتھ پا کر کبھی کبھی سمیع خود کو بے حد مغرور محسوس کرتا تھا اور اب چاہے وہ ہنس رہی تھی لیکن علیل تھی تو سمیع کا دل بے چین تھا اور اس بے چینی کو چھپا کر اسے ہنسانا اسے بے حد مشکل لگتا تھا لیکن وہ اس کے سامنے آتے ہوئے کمزور نہ پڑنے کا تہیہ کر کے ہی آتا تھا

"پتا ہے سمیع ادے کیا کہا کرتی تھیں مجھے۔۔۔وہ کہا کرتی تھیں کہ شہرین اس بندے نے ڈائیلاگ بول بول کر تیرا دماغ خراب کردیا ہے۔۔" شہرین نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا

"اچھا تو تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں ڈائیلاگ بول رہا ہوں" وہ مصنوعی ناراضی سے پوچھ رہا تھا

"نہیں۔۔میں تو تمہیں ادے کی بات بتا رہی تھی۔۔۔وہ کہا کرتی تھیں ایسے۔۔۔جب میں نے گھر میں ہنگامہ مچایا ہوا تھا کہ مجھے تم

سے ہی شادی کرنی ہے تو وہ اکثر یہ بات کہا کرتی تھیں" اپنی ادے کا ذکر کرتے ہوئے وہ کچھ الجھی ہوئی سی لگنے لگی تھی

"یہ وقت بھی لکھا تھا نصیبوں میں کہ ہماری سچی باتوں کو لوگ ڈائیلاگ کہا کریں گے اب۔۔۔" سمیع نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کے متعلق سوچے اور پھر پریشان ہو۔اسی لئے اس نے بات پلٹنے کی کوشش کی تھی لیکن شہرین ان ہی کا ذکر کرنا چاہتی تھی

"ادے کی اور بابا کی لڑائی پتا ہے کس بات پر ہوتی تھی۔۔۔ بابا بات کو بتاتے ہوئے ذرا وضاحت سے بتانے کے عادی تھے لیکن ادے چڑ جاتی تھیں کہ گھما پھرا کر بات کیوں کرتے ہو۔۔۔ مختصر بات کیا کرو۔۔۔اور بڑی بھابھی سے بھی ان کا یہی شکوہ رہتا تھا کہ منافقت نا کیا کرو۔۔۔ جو دل میں ہے صاف صاف کہہ دیا کرو۔۔۔ یہ لمبے لمبے جملے بول کر وقت کیوں ضائع کرتی ہو۔۔۔ دراصل ان کا بچپن بہت مشکل تھا۔۔۔مالی تنگی بھی تھی۔۔۔ تو میری نانی کروشئے کے سویٹر اور شالز وغیرہ بنایا کرتی تھیں۔۔ تو ادے کو گھر کی ساری ذمہ داری سنبھالنی پڑتی تھی۔۔کئی کام نبٹانے ہوتے تھے۔۔۔پڑھائی۔۔۔ چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال۔۔۔" شہرین اپنے ہی خیال میں گم اپنی ادے کے متعلق بتا رہی تھی۔اسے احساس نہیں تھا کہ سمیع کو ان باتوں میں دلچسپی ہے یا نہیں۔۔اور تب ہی سمیع کو احساس ہوا تھا کہ وہ بہت شدت سے اپنے گھر والوں کو یاد کر رہی تھی بالخصوص اپنی ادے کو۔۔۔ بیماری کے اوقات میں اللہ کے بعد ماں ہی تو ہوتی ہے جو شدت سے یاد آتی ہے۔شہرین یقیناً ان سے ملنا چاہتی تھی۔سمیع گہری سانس لیتے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔



"کونین کا پاسپورٹ بنایا نہیں۔۔۔ یہ دس دن بعد کی بات تھی جب کاشف نے دوبارہ فون کیا اور ظاہر ہے ابھی تو کاغذات جمع ہوئے تھے۔۔وہ بھی ایک دن پہلے کیونکہ صوفیہ اکیلی کہاں کہاں جاتی۔۔۔بہنوئی کو کہہ کر کام کروانا پڑتے تھے اور وہ بھی ملازمت پیشہ انسان تھے ،اپنی سہولت دیکھ کر ہی دفتر سے نکل پاتے تھے۔اتنی جلدی تو یہ سب کام نہیں ہو سکتے تھے مگر صوفیہ کا جواب نفی میں سن کر کاشف نے سخت ناراضی کا اظہار کیا

"تمہیں کوئی احساس بھی ہے کہ میں نے کتنے پیسے لگا کر تمہارا ویزا نکلوایا ہے۔۔۔تم لوگوں کے لئے پھر سے ایک فلیٹ کا بندوبست کیا ہے۔۔۔ تمہیں کوئی پرواہ نہیں ہے کہ ویزا ایکسپائر ہو جائے گا۔۔۔ اگر ہوتا تو تم ہر کام جلدی جلدی کرواتی۔۔۔ ویسے تم نے میرا جینا دوبھر کر رکھا تھا کہ مجھے بلوا لو ورنہ میں مر جاؤں گی اور اب جب ویزا نکل آیا ہے تو بلا وجہ کے تاخیری حربے آزما رہی ہو۔۔۔تم سے ایک چھوٹی بچی کا پاسپورٹ نہیں بنوایا گیا اب تک۔۔۔ایک ہفتے بعد ویزا ایکسپائر ہو جائے گا مگر تمہاری بلا سے۔۔" وہ کافی خفا تھا

"میں نے کاغذات جمع کروا دئے ہیں۔۔ایک مہینہ بعد پاسپورٹ بن جائیگا۔۔۔آپ خود بتائیں میں اکیلی عورت کہاں کہاں خوار ہوتی پھروں۔۔۔ دوسروں کی محتاج ہوں۔۔۔ ترلے منتیں کر کے کام کروانے پڑتے ہیں" صوفیہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے وضاحت کی تھی

"ایک مہینہ بعد۔۔۔؟" کاشف چلا یا

"میں نے دس دن بعد کی ٹکٹیں کروالی ہیں کیونکہ پندرہ دن بعد ویزا ایکسپائر ہو جائیگا۔۔۔اور تم مجھے بتا رہی ہو کہ پاسپورٹ ایک

مہینے بعد ملے گا۔۔تم ارجنٹ نہیں بنوا سکتی تھی۔تھوڑی سی رقم نہیں خرچی جاسکتی تھی تم سے۔۔تم چاہتی کیا ہو آخر۔۔" وہ ایک ایک لفظ کو جیسے چباتے ہوئے بول رہا تھا۔صوفیہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"اچھا میں دولہا بھائی سے بات کروں گی۔۔ان کے کافی تعلقات ہیں پاسپورٹ آفس میں۔۔آپ فکر نا کریں۔" اس نے لرزتے کانپتے دل سے کاشف کو تسلی دی تھی

"ہاں ہاں بھئی۔۔اس غریب ٹٹ پونجئے کے تعلقات وزیرِاعظم ہاؤس تک بھی ہو سکتے ہیں۔۔اس کو بولو تمہیں کسی ذاتی جیٹ میں بٹھا کر ڈائریکٹ دبئی ہی پہنچا دے" کاشف کے لہجے میں انتہائی حقارت تھی۔صوفیہ کا دل ٹوٹ گیا

"ایسے تو نا کہیں۔۔آپ تو میرا حوصلہ بھی ختم کر دیں گے۔۔دعا کریں بس جلدی جلدی ہو جائے سارا کام" اس نے پھر منمناتی ہوئی آواز میں کہا تھا

"ہاں بس تم وہاں بیٹھی دعائیں منتیں کرتی رہو۔۔میں یہاں خوار ہوتا رہتا ہوں" وہ غرا کر بولا تھا اور ٹھک کر کے فون بند کر دیا تھا۔صوفیہ کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو ٹپک کر گالوں تک آئے تھے



""ایسا نہیں ہوتا بہن صوفیہ۔کاشف صاحب نے مذاق میں کہہ دیا ہوگا۔۔" دولہا بھائی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا جس نے کاشف کی کال سننے کے بعد سے یہ شور مچا رکھا تھا کہ کسی بھی طرح کچھ کر کے کونین کا پاسپورٹ جتنی جلدی ممکن ہو بنوا دیا جائے۔دولہا بھائی بیچارے اسے سمجھا رہے تھے کہ یہ ممکن نہیں رہا تھا

"پورے گلف میں ایسا نہیں ہوتا۔ویزے کی معیاد تین مہینے ہوتی ہے۔۔تین مہینے کے بعد ہی ویزا ایکسپائر ہوتا ہے۔۔اور چلیں فرض کر بھی لیں کہ ویزا ایکسپائر نہیں ہوتا ہے تب بھی آپ کو اس کا فائدہ نہیں ہوگا۔کیونکہ ننھی بیٹی کا ویزا تو نئے سرے سے ہی اپلائی ہونا ہے۔۔میری مانیں آپ کچھ دیر صبر کریں۔۔جب سب کاغذات تیار ہو جائیں تو پھر سے اپلائی کریں" وہ بہت کم گفتگو کرتے تھے حالانکہ وہ ان کے دور پار کے کزن ہی تھے لیکن رشتے کی نوعیت ایسی تھی کہ صوفیہ زیادہ بے تکلف نہیں تھی۔اس لئے ان کے سمجھانے پر تو وہ کچھ نہیں بولی لیکن شام کو باجی کو رو رو کر باجی کی منتیں کرتی رہی

"باجی میں کیا کروں۔آپ کو اندازہ نہیں کاشف نے کتنے غصے سے فون بند کیا ہے۔۔ہائے کتنی آس سے ہمارے آنے کے دن گن رہے ہوں گے وہ اور یہاں اس منحوس کا پاسپورٹ نہیں بن کر دے رہا۔۔ہائے ہائے یہ اولاد بھی کبھی کبھی ماں باپ کے لئے کتنی مشکل کر دیتی ہے۔۔کیا تھا اگر یہ تین مہینے مزید ٹھہر کر دنیا میں آجاتی۔۔" صوفیہ کی ساری جھنجھلاہٹ اس چھوٹی سی بچی پر ہی اترتی تھی۔اس کے دل میں کہیں نا کہیں یہ آس تھی کہ بیٹا ہوگا تو کاشف خوشی خوشی پاکستان آئیگا اور انہیں بھی ساتھ لے جائیگا لیکن یہاں معاملہ الٹا ہو گیا تھا۔

"یا خدا۔صوفیہ تم کیا ہر وقت اس بیچاری کو ہی کوستی رہتی ہو۔کتنی بار کہا ہے اپنی اولاد کو اس طرح نہیں کہتے۔۔ناشکری بھی ہے اور

اللہ کی نعمت کی ناقدری بھی" باجی نے گھرک کر ٹو کا تھا۔ وہ بہن سے زچ آچکی تھیں۔ اس کا روز روز کا ایک ہی واویلا انہیں غصہ دلانے لگا تھا۔

"آپ کو کیا پتا میری زندگی میں کتنے مسئلے ہیں۔۔۔ اب اگر اس کا پاسپورٹ وقت پر نا ملا۔۔ اور ہم نا جا سکے تو کاشف نے دوبارہ ہمیں بلانا ہی نہیں ہے۔۔۔ وہ ایسے ہی ہیں۔۔ ضدی۔۔ غصہ آجائے جس بات پر۔۔ اسے کبھی نہیں دوہراتے" وہ ذرا سا شرمندہ ہو کر بولی

"میں تمہاری بات سے انکار نہیں کر رہی۔۔۔ لیکن بتاؤ اس میں تمہاری یا کسی کی بھی کیا غلطی ہے۔۔ کاغذات بننے میں دیر سویر ہو ہی جاتی ہے۔۔۔ اصل غلطی تو اس کی ہے۔۔ جس نے کاغذات جمع کرواتے وقت یہ تک نا سوچا کہ اس کے خاندان میں ایک نئے فرد کا اضافہ ہوا ہے۔۔۔ اچھا چلو ہو جاتی ہے انسان سے بھول چوک۔۔۔ ہو گئی غلطی۔۔ لیکن اب اپنی اس غلطی کو وہ تمہارے سر تھوپنے کی کوشش تو نا کرے۔۔۔" باجی کافی سے زیادہ خفا ہو رہی تھیں۔ صوفیہ نے آنسوؤں سے تر گال ہاتھوں کی پشت سے صاف کئے

"تو پھر وہ کیا کریں۔۔۔ میں یہاں آپ کے گھر ناداروں کی طرح پڑی ہوں۔۔۔ ان کے لئے کتنی شرمندگی والی بات ہے۔۔۔ انہیں بھی احساس ہے کہ میں اور ان کی اولاد آپ پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔۔ ابو نے انہیں فون کر کے بے نقط سنائی ہیں۔۔۔ وہ تو کسی کو بھی پریشان نہیں دیکھ سکتے۔۔ نا مجھے اور نا آپ لوگوں کو۔۔۔ اسی لئے تو جلدی جلدی کے چکر میں غلطی کر بیٹھے۔۔۔ لیکن مجھے بتائیں میں اب کیا کروں۔۔۔ اتنے غصے سے فون بند کیا ہے ایسے جیسے میرے منہ پر دے مارا ہو۔۔۔" وہ پھر چھکوں پھکوں رونے لگی تھی۔ باجی کو اس کے انداز سے الجھن تو ہو رہی تھی لیکن ساتھ ساتھ اس پر ترس بھی آیا۔ ان کی یہ بہن شادی سے پہلے کتنی مضبوط اور سمجھدار ہوا کرتی تھی۔ سارے خاندان میں چرچا تھا کہ ایسی سمجھدار لڑکی تو سسرال میں حکمرانی کرے گی اور وہ کیسی بیچاروں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ ہر وقت کا رونا، چڑچڑا پن، بیزاری، اکتاہٹ یہی چار اجزاء اس کی مضبوط شخصیت کی ہر پرت کو اتار کر اپنے گھیراؤ میں لے چکے تھے۔ یہ وہ والی صوفیہ تو تھی ہی نہیں جو ان کے بابل کے آنگن میں راج کرتی تھی۔ یہ تو کوئی اور صوفیہ تھی جس کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے کے بعد دوبارہ بیٹھنے کا دل تک نا کرتا تھا کیونکہ وہ ہر وقت شکوے شکایات کا پنڈورا باکس کھول کر بیٹھی رہتی تھی۔

"میں کاشف سے خود بات کر کے دیکھوں۔۔؟" باجی نے اس کے رونے سے عاجز آ کر سوال کیا تھا۔ اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا

"نہیں باجی۔۔ برا مان جائیں گے۔۔۔ جو رہ گئی ہے وہ بات بھی بگڑ جائیگی"

"اچھا بہن تمہاری مرضی جو مرضی کرو لیکن میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتانا" باجی اس کے پاس سے ہی اٹھ گئی تھیں لیکن ابھی کمرے کے دروازے تک بھی نا پہنچی تھیں کہ صوفیہ کے پاس بیڈ پر لیٹی کو نین نے سسکی بھری تھی اور بلاوجہ رونے لگی۔ صوفیہ نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا

"اونہہ۔۔۔ اس کو کس بات کا رونا آنے لگا۔ فساد کی جڑ نا ہو تو۔۔ ستوانسی ہونے سے بہتر تھا۔۔ مُردہ پیدا ہو جاتی۔۔۔" اس نے اسے ایک ہلکی سی دھپ لگائی تھی بالکل جیسے کسی چیز کو تھپتھپایا جاتا ہے لیکن کو نین نے یکدم ہی زور زور سے بلکنا شروع کر دیا۔۔ اب کی بار صوفیہ نے اسے ذرا زور کا تھپڑ لگایا

" رونا دیکھو اس کا جیسے اس کی ماں مر گئی ہو۔۔ منحوس ۔۔ بد بخت ۔۔مرن جوگی" وہ نخوت حقارت غصے اور بے بسی کے ملے جلے جذبات میں گھر کر بولی ۔باجی دہل کر پلٹی تھیں اور اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا

" دفع دور صوفیہ ۔۔ایسی بھی کیا جہالت ہوئی ۔۔۔اولاد ہے تمہاری ۔۔بچی ہے صرف چار مہینے کی ۔۔۔اس پر کس بات کا غصہ نکال رہی ہو ۔۔ارے میرا بچہ ۔۔معاف کر دے اپنی ماں کو ۔۔اسے کچھ سمجھ نہیں ۔۔۔پاگل ہو گئی ہے " باجی کو اتنا غصہ آیا کہ دل چاہا صوفیہ کو دو تھپڑ ہی جڑ دیں ۔

" پاگل ہی تو ہو گئی ہوں ۔۔پاگل خانے چھوڑ دیں مجھے سب مل جل کر ۔۔اللہ نے بھی کیسی زندگی بنائی ہے میری ۔۔۔سب عاجز ہیں مجھ سے ۔۔۔ماں باپ ۔۔بہن بھائی اور شوہر بھی ۔۔موت ہی آجائے لیکن وہ بھی مانگنے سے کب مل جاتی ہے ۔۔" اس نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا تھا ۔باجی اسے کوئی تسلی دیے بناء باہر نکل گئی ۔

☆......☆......☆

"سلیم ایک مسئلہ ہے" وہ تھک ہار کر اس کی دوکان پر آبیٹھی تھی ۔زری نے اسے ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی ۔اس کے اندر نجانے کیسے اتنی ہمت آ گئی تھی کہ اس نے ابا سے اظفر کے متعلق خود ہی بات کر لی تھی اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہوئی تھی کہ امی ابا نے اس ایکس وائے زیڈ لڑکے کو گھر بھی بلا لیا تھا ۔نینا کے لئے تو یہ بات بھی بہت پریشان کن تھی کہ وہ آ بھی رہا تھا ۔جب اسے کچھ سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ کیا کرے تو وہ سیڑھیاں اتر کر سلیم کے پاس آ گئی تھی ۔چند دن پہلے وہ رات کو بھی آئی تھی لیکن تب خالہ بھی آ کر بیٹھ گئی تھیں اور کوئی بات ہو ہی نہیں پائی تھی

" تم تو ہو ہی مسئلوں کا اٹیچی کیس ۔۔۔جب بھی آتی ہو کوئی نا کوئی مسئلہ لے کر ہی آتی ہو ۔۔۔اور میں سوچ رہا تھا کہ تم آؤ گی تو تمہیں ایک اچھی خبر سناؤں گا ۔۔"سلیم نے چڑانا چاہا تھا ۔وہ خود آجکل کافی خوش تھا ۔اس کے لکھنے لکھانے کا سلسلہ کافی ترقی کر رہا تھا ۔اسے متعلقہ حلقوں میں پذیرائی مل رہی تھی ۔اس نے اپنا ایک فیس بک پیج بنایا تھا جس پر اس کے پڑھنے والے اچھا رسپانس دے رہے تھے اور اس نے ابھی تک یہ سب نینا کو نہیں بتایا تھا ۔وہ منتظر تھا کہ نینا کسی روز فرصت سے ان کے گھر آئے تو وہ یہ سب اس کے گوش گزار کرے

"سلیم تمہاری اچھی خبر میں بعد میں سن لوں گی ۔۔پہلے میرا مسئلہ سن لو ۔۔اور دیکھو پلیز میری نیت پر شک نا کرنا ۔۔۔میں یہ بات تم سے کرنا نہیں چاہتی تھی ۔میرا مقصد تمہیں کسی سے متنفر کرنا نہیں لیکن تمہارے علاوہ میں یہ بات کسی سے کر بھی نہیں سکتی ۔۔۔ابا سے میری زیادہ بات چیت ہے نہیں اور امی میری بات سنیں گی نہیں ۔۔۔وہ مجھے ہی قصور وار سمجھیں گی" نینا نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے براہِ راست اپنا مسئلہ بیان کرنا چاہا تھا

" اب یہ مت کہنا کہ میں خالہ اور خالو کو اس بات کے لئے آمادہ کروں کہ وہ تمہاری شادی پپو سے کر دیں ۔۔۔کہیں اس کو" ہاں" تو نہیں کہہ آئی ہو"سلیم نے اس کے انداز و الفاظ کی سنجیدگی کو خاطر میں لائے بناء کہا تھا

"سلیم زری کا رشتہ آیا ہے" نینا نے جیسے اس کی بات سنی ہی نا ہو ۔وہ اپنی ہی پریشانی میں گم بولی تھی ۔سلیم جو اس کے چہرے کی

طرف مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا،اس کی بات سن کر مسکراہٹ اس کے چہرے سے غائب ہوئی تھی

"اب اس مسئلے کا حل تو نہیں ہے میرے پاس۔۔۔اللہ ہی پوچھے گا خالہ زینب کو جنہیں خاندان بھر کی بیاہنے کے لائق لڑکیاں تو نظر آتی ہیں۔۔ایک تم اور میں ہی نظر نہیں آتے۔۔۔بتاؤ قطر سے میرے لئے رشتہ بھی تو لا سکتی تھیں" وہ لہجے کو حتیٰ الامکان نیم سنجیدہ رکھتے ہوئے بولا تھا

"سلیم یہ خالہ زینب والا رشتہ نہیں ہے۔۔۔زری کسی اور لڑکے کو پسند کرتی ہے۔۔" نینا نے بڑے بجھے ہوئے لہجے میں انکشاف کیا تھا۔سلیم کے چہرے کا رنگ بدلا تھا لیکن نینا کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ فی الوقت وہ اسے کوئی دلاسہ دے سکتی

"سلیم تمہیں پتا ہے وہ لڑکا کون ہے۔۔۔وہ وہی لڑکا ہے جس کا نمبر میں نے تمہیں دیا تھا۔۔وہی لڑکا جو رانیہ کو تنگ کرتا تھا۔۔آیا یاد۔۔۔" نینا نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی تھی

"وہ لوفر۔۔۔واقعی۔۔۔زری کیسے جانتی ہے اسے۔۔۔"سلیم شاکڈ رہ گیا تھا۔

"اس کا افیئر چل رہا ہے اس کے ساتھ۔۔۔فیس بک کے ذریعے دوستی۔۔پھر واٹس ایپ پر رات رات بھر باتیں۔۔۔وہی فضول ٹی پیکل کہانی۔۔۔" نینا کو اپنی ہی بہن کے متعلق سب بتاتے ہوئے شرمندگی بھی ہو رہی تھی اور تاسف بھی۔خاندان بھر میں اس قسم کے افیئر کی پہلے کوئی مثال تھی ہی نہیں۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی۔ایک گاہک آ گیا تھا۔سلیم نے بجھے ہوئے انداز میں اس کی جانب دیکھا

"سلیم بھائی۔گھی کا ایک پیکٹ دے دیں"

"نہیں ہے۔۔۔ختم ہو گیا۔۔۔سب ختم"سلیم نے جیسے جان چھڑوائی تھی

"تم نے زری کو بتایا اس لڑکے کے متعلق۔۔۔تمہیں بتانا چاہیئے تھا نینا۔۔۔وہ اچھا نہیں ہے۔۔۔بڑا حرامی قسم کا لڑکا ہے۔۔۔فیس بک پر لڑکیوں سے دوستی۔۔پھر بلیک میلنگ اس کا مشغلہ ہے۔۔۔میں نے اپنے ایک دوست کو اس کا نمبر دیا تھا۔۔میرا وہ دوست اس سے لڑکی بن کر باتیں کرتا رہا ہے اور وہ بتا رہا تھا کہ وہ کردار کا اچھا لڑکا نہیں ہے۔۔۔" وہ اس گاہک کے پلٹتے ہی نینا کی جانب متوجہ ہوا

"یہی تو مسئلہ ہے۔۔۔میں نے زری کو بتایا تھا۔لیکن اس کی آنکھوں پر عشق کی کالی سیاہ پٹی اتنی زور سے بندھی ہے کہ اسے اپنی بہن ہی اپنی دشمن نظر آ رہی ہے۔۔۔میں نے سوچا تھا میں اس کو ثبوت فراہم کروں گی اور پھر اس سے مزید تفصیل سے بات کروں گی۔میں رانیہ کے گھر گئی بھی تھی کہ شاید اس کے پاس کوئی چیٹنگ ریکارڈ کوئی چیز محفوظ ہو۔مگر وہ گھر پر ملی نہیں۔سچی بات یہ ہے کہ میرا دماغ بالکل ماؤف ہوا جا رہا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے اور یہاں زری کی پھرتی ملاحظہ ہو۔اس نے ابا سے بات کر کے اس لڑکے کو آج گھر پر بلا لیا ہے تاکہ ابا اس سے مل لیں" نینا نے انگلیاں مسلتے ہوئے اسے بتایا تھا

"وہ تم لوگوں کے گھر آ رہا ہے۔۔؟"سلیم نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔نینا نے اسے گھور کر دیکھا

"نہیں۔۔ہم لوگوں کے گھر نہیں آ رہا۔۔۔وہ پچھلی گلی میں جو شوکت صاحب رہتے ہیں نا ان کے گھر آ رہا ہے۔۔" نینا کا انداز طنزیہ تھا۔

"یہ مذاق کا وقت نہیں ہے نینا۔ زری بہت مشکل میں گرفتار ہو جائیگی۔۔اس لڑکے کا بیک گراؤنڈ بھی اچھا نہیں ہے۔۔مجھے حیرانی اس بات کی ہے کہ وہ خالو سے ملنے گھر آرہا ہے" سلیم کافی پریشان ہو گیا تھا

"اب جانے کیا چال چلنے کا ارادہ ہو اس کا۔۔مگر یہ بات حتمی ہے کہ زری گھاٹے کا سودا کر رہی ہے" نینا کے ہر عضو سے تاسف جھلک رہا تھا اور سلیم کے تو پورے وجود پر سناٹا چھا گیا تھا

"تم مجھے پہلے بتاتی تو سہی۔۔" اس نے نینا سے نگاہیں چراتے ہوئے کہا تھا

"اسی لئے تو اس دن پوچھا تھا تم سے لیکن تم نے میری بات نہیں سنی اور اپنے مشورے دینے شروع کر دئے" نینا نے اسے جتا کر کہا تھا

"تم دوبارہ بات تو کرتی۔۔ہم کچھ نا کچھ کر ہی لیتے" سلیم اسی انداز میں بولا تھا

"میرا نہیں خیال کہ زری کچھ سمجھے گی۔۔وہ بہت خود سر ہو گئی ہے۔۔میں تو حیران ہوں اس کی ہمت پر۔۔اس نے اتنی بڑی بات ابا سے کی کیسے ہو گی۔۔یہ مسئلہ سلجھتا نظر نہیں آرہا مجھے سلیم۔۔میں بہت پریشان ہوں" نینا واقعی بہت پریشان تھی

"تم کہو تو میں بات کروں زری سے۔۔اسے سمجھاؤں۔۔؟" سلیم نے پوچھا۔

"تم کہاں کے ڈپٹی نذیر احمد ہو کہ تمہاری بات سمجھ لے گی وہ۔۔جب وہ میری بات نہیں سن رہی تو تمہاری کیسے سُنے گی۔۔" نینا نے اس کی تجویز رد کر دی تھی

"ایک دفعہ بات تو کرنے دو۔۔" سلیم نے اصرار کیا تھا

"مجھے نہیں لگتا کہ وہ اب کسی کی بھی سنے گی" نینا کے لہجے میں تاسف گھر آیا تھا اور یہی حال سلیم کا تھا

"پھر بھی مجھے ایک بار بات کرنے دو۔۔" نینا کچھ نہیں بولی تھی

"تم بات کرو گے تو وہ مجھ سے ناراض ہو گی کہ میں نے اس کا سیکرٹ سب کو بتا دیا۔۔اور تم اس سے بات کرو گے کیسے۔۔تم لوگوں کے گھر خالہ ہوں گی۔۔ہمارے گھر امی ابا موجود ہوں گے۔۔۔۔مجھے تو ایسے۔۔" سلیم نے نینا کو جملہ مکمل نہیں کرنے دیا تھا

"تم مجھے اپنی سی کوشش کرنے دو۔۔بس ایک کام کرنا۔۔جب خالو اور خالہ سو جائیں تو مجھے واٹس ایپ کر دینا۔۔میں آجاؤں گا۔۔تم دروازہ کھول دو گی نا۔" وہ اصرار بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔نینا نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلا دیا تھا

☆......☆......☆

"میری کل شام کی فلائٹ ہے۔۔چند ضروری کام ہیں۔۔وہ نبٹا کر شام تک آجاؤں گا واپس" سمیع نے کہا۔اماں رضیہ نے سر ہلایا۔وہ اسے پورچ تک خدا حافظ کہنے آئی تھیں۔شہرین کی سرجری کا وقت نزدیک آرہا تھا۔بے چینی اور تفکر کا درجہ حرارت مزید بڑھ گیا تھا۔اماں رضیہ ایک دن پہلے کراچی سے یہاں آئی تھیں اور آج سمیع کراچی جا رہا تھا۔کئی ایک معاملات تھے جو نبٹانے تھے اور دل تھا کہ ڈوبتا جاتا تھا

۔وہ بہت بے چین دل کے ساتھ کراچی جا رہا تھا۔کراچی والا گھر اس نے فی الحال نا چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا مگر رانی سمیت تمام ملازمین فارغ کرنے تھے۔ایک چوکیدار تھا جو مالک مکان کا ملازم تھا۔چابی وغیرہ اسی کے حوالے کرنے کا ارادہ تھا۔سمیع کو یہی سب معاملات دیکھنے تھے آفس میں بھی کئی چیزیں نبٹانے والی تھیں۔اسی لئے وہ جا رہا تھا۔دو دن بعد صبح شہرین کی سرجری تھی اور یہ سمیع کے حواسوں کا بہت بڑا امتحان تھا۔اماں رضیہ کے آجانے سے اسے کافی ڈھارس ہوگئی تھی۔وہ شہرین کو حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ ایمن کی بھی ذمہ داری مکمل طور پر سنبھال لیتی تھیں۔شوکت بھائی نے اسے سرجری تک ان ہی کے یہاں رہنے کی پیشکش کی تھی۔وہ اپنے گھر کے اوپر والے پورشن میں کچھ مرمت وغیرہ کروا رہے تھے۔انہوں نے سمیع کو اسی کو کرائے پر لینے کی پیشکش بھی کی تھی اور سمیع اس کے لئے رضامند بھی تھا۔

"شہرین کا خیال رکھئے گا اماں۔۔" اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے انہیں تاکید کی تھی۔اسی دوران ایمن بھی لاؤنج سے اٹھ کر ان کے پاس آگئی تھی اور ان کی انگلی پکڑ کر کھڑی ہوگئی تھی۔اس کی نگاہیں سمیع کو ہی دیکھنے میں مگن تھیں۔اس رات کے بعد سے سمیع کی اور اس کی دوبارہ بات چیت نہیں ہوئی تھی۔وہ سارا دن رانیہ کے ساتھ رہتی تھی پھر رات کو اس کے آنے سے پہلے سو چکی ہوتی تھی۔

"تم بھی اپنا خیال رکھنا بیٹا۔۔بابا کو سلام کرو ایمن" اماں رضیہ نے سمیع کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی ایمن کو اشارہ کیا تھا کہ وہ باپ کو ہاتھ ہلائے۔ایسا کبھی پہلے انہوں نے اسے اپنے گھر کراچی میں کرنے کو نہیں بولا تھا۔ایمن نے بھی باپ کو خدا حافظ کہنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔وہ ویسے بھی کچھ دیر پہلے ہی سو کر اٹھی تھی ابھی اس پر کچھ سستی غالب تھی۔

"ہاتھ ہلاؤ بیٹا۔۔" اماں رضیہ نے ایمن کو خاموش دیکھ کر پھر سے کہا تھا لیکن وہ ہلی بھی نہیں تھی بلکہ ان کے پہلو میں منہ چھپانے لگی تھی۔اسی لمحے نجانے سمیع کے دل میں کیا سمائی۔وہ دوبارہ گاڑی سے اتر آیا تھا اور پھر ایمن کے پاس آکر اس نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا تھا۔وہ جانے سے پہلے بیٹی سے ہاتھ ملانا چاہتا تھا۔اماں رضیہ کو اس کا یہ انداز دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ ان کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں بالکل پھیل سے گئے۔یہ پیار بھرے انداز اس بچی کے حصے میں پہلے کب آئے تھے۔ایمن نے باپ کے اس انداز کو زیادہ خوش آمدید نہیں کہا تھا بلکہ وہ ایسے ہی ساکت کھڑی رہی تھی۔اماں رضیہ نے ہی اسے ٹہوکا دیا

"بابا سے ہاتھ ملاؤ بیٹا۔۔" اس نے ان کے کہنے پر اپنا ہاتھ آگے کیا تھا۔سمیع نے اس کے ہاتھ کو تھاما، چوما اور پھر چھوڑ دیا۔

"اپنا خیال رکھنا۔۔" اس نے کہا تھا۔اب اس کے انداز میں کوئی ایسی محبت بھی نہیں تھی کہ ایمن کو اس کی حرارت پہنچتی لیکن اماں رضیہ کی باچھیں چر گئی تھیں

"انشاءاللہ" اماں رضیہ خوش ہوتے ہوئے بولی تھیں۔سمیع پلٹا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ڈرائیور نے گاڑی گیٹ سے باہر نکال لی تھی تب اماں نے ایمن کا ہاتھ پکڑا اور اندر کی جانب چل دیں

"آپ کو پتا ہے ان کی فیورٹ آئسکریم کون سی ہے۔۔" اندر کی جانب جاتے ہوئے اس نے ماں رضیہ سے عام سے انداز میں سوال کیا تھا۔اماں رضیہ نے نفی میں سر ہلایا

"کریم کیریمل۔۔" ایمن نے اپنی جانب سے بہت اہم معلومات شئیر کی تھیں پھر وہ چلتے چلتے رکی تھی

"آپ کو پتا ہے کریم کیریمل کون سی والی آئس کریم ہوتی ہے۔۔" اماں رضیہ کو تو کبھی رنگوں کے نام انگریزی میں یاد نا ہوتے تھے انہیں آئسکریم کا نام کہاں یاد رہنا تھا۔انہوں نے نفی میں سر ہلایا

"وہ جس میں براؤن براؤن شوگر کا جوس (سیرپ) ہوتا ہے نا۔میٹھا میٹھا۔" اس نے انہیں یاد دلانے کی کوشش کی۔اماں رضیہ نے سر ہلایا۔انہیں نام بھول جاتے تھے لیکن فلیور یاد رہتے تھے کیونکہ ایمن کو آئسکریم کھلانے تو وہ اکثر لے جایا کرتی تھیں اور ایمن کی وجہ سے ہی راشن وغیرہ لاتے ہوئے آئسکریم بھی ضرور آتی تھی

"اچھا اچھا۔تمہارے بابا کو وہ آئسکریم پسند ہے۔۔تمہیں کیسے پتا۔۔؟" انہوں نے دو سوال ایک ساتھ کئے تھے۔ایمن باپ لے متعلق بات کر رہی تھی انہیں یہ بات کافی اچھی لگ رہی تھی ورنہ وہ کافی کم گو سی بچی تھی

"جی۔۔ان کو وہی آئسکریم پسند ہے۔۔۔میں نے ان کو لے کر دی تھی ایک دن۔۔۔جب یہ میرے ساتھ آئسکریم کھانے گئے تھے" وہ جیسے اس دن کو یاد کرتے ہوئے خود ہی مسکرائی تھی۔اس کے چہرے پر بہت میٹھی سی مسکراہٹ تھی اور یہ مسکراہٹ باپ کو یاد کر کے چہرے پر نہیں آئی تھی بلکہ یہ مسکراہٹ آئسکریم کو یاد کرنے سے چہرے پر چمکنے لگی تھی پھر بھی اماں رضیہ کو اچھا لگا

"تم ان کے ساتھ آئسکریم کے لئے گئی تھی۔۔؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔انداز میں تجسس نہیں تھا فقط اطمینان تھا کہ باپ بیٹی میں کچھ تو روابط بڑھ رہے تھے

"جی۔۔میں ان کو لے کر گئی تھی نا۔۔ان کو بہت درد تھا۔۔میں نے ان کو بولا کہ آئسکریم سے درد چلا جاتا ہے۔۔۔پھر یہ بولے آئسکریم کھاتے ہیں" وہ تفصیل بتانے لگی تھی

"اچھی بات ہے نا۔تمہیں اچھا لگا نا اپنے باوا کے ساتھ آئسکریم (پارلر) پر جا کر" انہوں نے اس سے پوچھا تھا

"آئسکریم اچھی تھی اماں۔۔" اس نے سر ہلایا گویا ان کے سوال کا یہی جواب ہو۔اماں نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔وہ کچھ نہیں بولی تھیں۔ایمن کو باپ کی شفقت کو سمجھنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا

☆......☆......☆

"زری۔۔میری بات کا برا نا منانا۔لیکن نینا سچ کہہ رہی ہے۔۔وہ لڑکا اچھا نہیں ہے" سلیم نے بہت دھیمے لہجے میں زری سے کہا تھا۔وہ بہت مشکل سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا تھا۔بارہ ساڑھے بارہ بج چکے تھے۔نینا نے امی ابا کے سو جانے کے بعد اسے واٹس ایپ کر دیا تھا اور اس کے کہنے کے مطابق دروازہ پہلے ہی کھول دیا تھا۔نینا ہی اسے اپنے کمرے تک لائی تھی۔زری پہلے تو اسے دیکھ کر حیران ہوئی تھی پھر جب سلیم نے یہ بات شروع کی تو اس کا چہرہ بالکل سرخ ہو گیا تھا۔بلاشبہ اسے سلیم کی مداخلت بہت بری لگی تھی

"نینا مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔۔۔تم اسقدر گھٹیا بھی ہو سکتی ہو میں نے سوچا بھی نہیں تھا" وہ نینا کو کھا جانیوالی نظروں سے دیکھتے

ہوئے بولی تھی ۔نینا کو اتنا برا لگا لیکن وہ خود پر جبر کر کے خاموش رہی تھی ۔وہ بات بڑھانا نہیں چاہتی تھی ۔اس کا مقصد صرف زری کو سمجھانا تھا ۔اسے موہوم سی امید تھی کہ شاید سلیم زری کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا پائے گا

" زری تم پلیز نینا کو کچھ مت کہو۔۔وہ اس لڑکے کو نہیں جانتی ۔۔میں جانتا ہوں ۔۔دراصل ۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ زری نے غرا کر اس کی بات کاٹی

"سلیم تم تو چپ ہی رہو۔۔۔تم میں اگر ذرا بھی لحاظ ہوتا تو تم یہاں آتے ہوئے کئی مرتبہ سوچتے ۔۔۔۔اور اگر میری اس بہن میں غیرت کی ذرا سی بھی رمق ہوتی تو وہ تمہیں یہاں بلاتی ہی نہیں ۔۔ایسا بھی کیا ہو گیا ہے کہ تم لوگ اظفر کے پیچھے ہی پڑ گئے ہو۔۔پہلے نینا صاحبہ اس کے متعلق الٹی سیدھی باتیں کرتی رہی ہیں اور اب تم آ گئے ہو۔۔حالانکہ وہ آج ابا سے ملا ہے ۔۔اور ابا کو وہ پسند بھی آیا ہے ۔۔تم خوامخواہ ہی کو توال بن کر آ گئے ۔۔تم ہوتے کون ہو ہمارے گھر کے انتہائی ذاتی معاملے میں بولنے والے" اس کا لہجہ بے حد جارحانہ تھا ۔نینا کو اس کے انداز پر اتنا غصہ آیا ۔اس نے پہلے تو سلیم کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا

" زری تمہیں بھی کوئی حق نہیں ہے سلیم سے اس انداز میں بات کرنے کا ۔۔ایک تو وہ اتنی مشکل سے سیڑھیاں چڑھ کر تمہیں سمجھانے آیا ہے اور تم اسی کی نیت پر شک کر رہی ہو" نینا برا مان کر بولی تھی

" میں کیوں شک کروں گی ۔۔یہ بیماری تو تمہیں ہے ۔۔" زری نے منہ کا زاویہ مزید بگاڑ لیا تھا

" دیکھو زری بات صرف اتنی سی ہے کہ وہ لڑکا اچھا نہیں ہے ۔۔اور ۔" نینا نے اتنا ہی کہا تھا کہ زری نے اس کی بات کاٹ دی

"تمہیں آج تک اچھا لگا کون ہے نینا ۔۔جس شخص سے ملتی ہو ۔اسی میں کیڑے نکالنے لگتی ہو۔۔۔تمہیں تو ابا نا اچھے لگے ساری زندگی ۔تمہیں کوئی اور کون کیسے اچھا لگ سکتا ہے ۔۔تمہارے لئے تو بس یہ شہزادہ سلیم ہی دنیا کا واحد اچھا انسان ہے" زری کا انداز جارحانہ ہونے کے ساتھ ساتھ اب طنزیہ بھی ہو گیا تھا ۔نینا نے مڑ کر سلیم کی طرف دیکھا ۔وہ بیچارا شرمندہ ہو رہا تھا

" اس لئے کہ سلیم واقعی ایک اچھا انسان ہے ۔۔سارے محلے میں کوئی ایسا شخص ڈھونڈ کر دکھاؤ جو اس کی عزت نا کرتا ہو۔۔کام بھی کرتا ہے ۔۔پڑھتا بھی ہے ۔۔اور ایک بات جو میرے علاوہ کسی کو بھی نہیں پتا کہ یہ شاعر اور ادیب بھی ہے ۔۔اس جیسا اچھا انسان تو ہمارے سارے خاندان میں کوئی نہیں ہو گا" نینا اپنی جانب سے سلیم کو ہونے والی شرمندگی کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ زری کو اس کی خصوصیات بھی بتانے کی کوشش کر رہی تھی

" ہاہاہا ۔" زری نے طنزیہ انداز میں مصنوعی قہقہہ لگایا

" اس کے علاوہ بھی ایک ایڈیشنل خوبی ہے کہ یہ اپنی گرل فرینڈ کے کہنے پر لوگوں کی جاسوسی بھی کرتا ہے ۔۔اور رات کو منہ اٹھا کر اس کے گھر بھی آ جاتا ہے ۔۔واہ بھئی ۔۔ایسا اچھا انسان ۔" زری کا لہجہ مزید طنزیہ ہوا تھا جبکہ نینا کے تو ایک ہی لفظ پر چودہ طبق روشن ہو گئے

"گرل فرینڈ ۔۔۔؟ کون گرل فرینڈ ۔۔؟" نینا اپنی جگہ سے اٹھ کر زری کے بستر کے قریب آئی تھی ۔ابھی تک وہ بہت مدھم

لہجے میں بات کر رہی تھی لیکن اب کی بار اس کا لہجہ بھی اونچا ہوا تھا۔

" نینا پلیز مجھے بات کرنے دو۔۔" سلیم نے دہائی دینے والے انداز میں کہا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ زری اتنی بدتمیزی سے بھی ری ایکٹ کر سکتی ہے

" میری بات سنو تم دونوں۔۔۔مجھے کسی سے بھی بات نہیں کرنی۔۔میں نے کہا تھا نا نینا میں باقی کی گیم اب اکیلے کھیلوں گی۔۔۔میں تمہارے کسی معاملے میں کبھی نہیں بولی۔۔اب تم بھی میرے کسی معاملے میں نا بولو تو ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔۔۔" نینا زِچ ہو کر اپنے سر پر ہاتھ رکھا تھا

" اوہ اللہ کی بندی۔۔۔جسے تم اپنا معاملہ اپنا معاملہ کہہ کر مجھ سے جھگڑ رہی ہو نا۔۔دراصل تم سے پہلے وہ اور بھی بہت سی معصوم لڑکیوں کا معاملہ رہ چکا ہے۔۔۔تم سمجھتی کیوں نہیں ہو کہ وہ ایک فراڈ شخص ہے۔۔نجانے کتنی لڑکیوں کو بلیک میل کرتا رہا ہے۔۔۔وہ تمہارے لائق نہیں ہے زری۔۔ہوش کی دوا کرو" زری نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روکا

نینا۔۔میں دودھ پیتی بچی نہیں ہوں۔۔۔اپنا اچھا برا سمجھ سکتی ہوں۔۔۔اظفر اگر میرے حق میں اچھا نا ہوتا تو کبھی بھی اس طرح میرے گھر میرے ماں باپ سے ملنے نا آتا۔۔۔وہ میرے گھر تک آ گیا۔۔میرے ماں باپ سے مل لیا۔۔اور کتنا جانچوں پرکھوں میں اب اسے۔۔وہ کم از کم اس سلیم سے تو اچھا ہے جو تمہارے ماں باپ کے سامنے سر اٹھا کر بات نہیں کر سکتا۔۔لیکن تنہائی میں آئی لو یو آئی لو یو بول سکتا ہے" نینا اس کی بات پر حیران ہوئی۔۔اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ زری ایک بار ان کی گفتگو سن چکی ہے۔اس نے سلیم کا چہرہ دیکھا۔اس کے چہرے پر شرمندگی لاچاری اور نا سمجھی کے تاثرات ایک ساتھ در آئے تھے۔

" زری تم سنو تو سہی۔۔۔" سلیم ابھی بھی اسی لاچاری بھرے انداز میں بولا تھا جسے دیکھ کر نینا کو غصہ آ رہا تھا۔

" تم کیا کہنا چاہتی ہو زری۔۔۔کیا چل رہا ہے تمہارے ذہن میں۔۔۔یہ بار بار سلیم کا ذکر کس خوشی میں کر رہی ہو تم۔۔۔وہ تمہاری بھلائی کی خاطر اگر۔۔۔" زری نے مزید نڈر ہو کر اس کی بات کاٹی

" میری بھلائی کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔مہربانی۔۔۔میرے ماں باپ زندہ ہیں ابھی جو میرے متعلق تم لوگوں سے زیادہ بہتر سوچ سکتے ہیں" اس نے ہاتھ جوڑے تھے پھر تلخی سے بولی

" مجھے سمجھانے آ گئے ہو۔۔ارے پہلے اپنی فکر تو کر لو۔۔میں کیا جانتی نہیں ہوں کہ تم منہ اٹھا کر اس پھٹیچر شخص کی ماچس کی ڈبی جتنی دوکان میں بار بار کیوں جاتی ہو۔۔۔ہر بار گھر میں کچھ بھی اچھا بننے پر اس کا حصہ پہلے سے کیوں نکلوا کر رکھتی ہو امی سے۔۔۔خالہ کے گھر کی فکر تمہیں ہمیشہ اپنے گھر سے زیادہ رہتی ہے۔۔کیوں۔۔کوئی تو خاص وجہ ہو گی نا" زری نے نینا کے بالکل سامنے آ کر سینے پر ہاتھ باندھ کر طنزیہ انداز میں کہا تھا۔نینا نے دماغ کا تو جیسے فیوز اڑا تھا

" تم صاف صاف بات کرو زری۔۔تمہارے خالی دماغ میں جو کھچڑی سڑ سڑ کر کالی ہو گئی ہے۔۔۔اسے اُگل دو تو ہی بہتر ہے" نینا کو

بے حد دکھ ہو رہا تھا لیکن غصہ دکھ سے بھی زیادہ آ رہا تھا اور جھنجھلاہٹ الگ ہونے لگی تھی

"صاف صاف بات تمہیں پسند نہیں آئیگی۔۔۔۔جب سے اظفر کا بتایا ہے تمہیں۔۔۔مجھے ایسے دیکھ رہی ہو جیسے پتا نہیں میں کتنا بڑا گناہ کر رہی ہوں۔۔اور خود تم نجانے کیا کیا کرتی رہتی ہو۔۔ابا کی ناک میں دم کر رکھا ہے تم نے۔۔اور مجھے نصیحتیں کرنے آ گئی ہو حالانکہ میں سب جانتی ہوں کہ تم اور سلیم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو۔۔بلکہ میں ہی نہیں امی اور ابا بھی جانتے ہیں کہ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو" اس نے وہی کہا جو اس کا اندازہ ہی نہیں یقین بھی تھا۔نینا کے سر پر تو جیسے آسمان گر پڑا تھا دوسری جانب سلیم بھی کچھ کم پریشان نہیں ہوا تھا۔اس کے ہاتھ سے بیساکھی نیچے گری تھی جسے اس نے بہت ہونق ہو کر دوبارہ اٹھایا تھا

"احمق ہو تم۔۔زری تم بالکل احمق ہو۔۔پاگل ہو۔۔۔میں سلیم کو پسند کرتی ہوں۔۔اس میں تو کوئی دو رائے ہے ہی نہیں۔۔مجھے اس سے زیادہ شاید ہی کوئی عزیز ہو لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں اس سے۔۔" وہ بات نامکمل چھوڑ کر ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سلیم کا چہرہ دیکھنے لگی تھی جو بالکل ہکا بکا بیٹھا تھا

"تم بھی تو کچھ بولو۔۔منہ میں انگلیاں ڈال کر کیوں بیٹھے ہو۔تم زری کو سمجھانے کی خاطر اتنی سیڑھیاں چڑھ کر آئے ہو اور اب ایسے بیٹھے ہو یہاں جیسے پڑوسیوں کے درخت سے امرود توڑتے پکڑے گئے ہو۔۔اتنی بیچاری شکل بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اسے بتاتے کیوں نہیں کہ اصل بات کیا ہے"

وہ چلائی تھی اور اسی دوران کسی نے باہر سے دروازہ کھولا تھا

"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔اور تم۔۔یہاں اس وقت۔تم کیسے آ گئے یہاں" یہ ابا کی آواز تھی۔نینا کا دل اچھلا تھا۔ایک عرصہ ہوا۔اس نے ابا سے ڈرنا چھوڑ دیا تھا لیکن اس لمحے اسے ابا سے خوف آیا اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی وضاحت دیتی زری تمسخرانہ انداز میں بولی تھی

"یہ خود نہیں آیا۔نینا لے کر آئی ہے اسے یہاں۔" اس کا انداز اسقدر آگ لگانے والا تھا کہ ابا دو قدم بھر کر کمرے کے اندر آ گئے تھے۔ان کی نگاہوں میں ایسا کچھ تھا کہ نینا کا تیز تیز دھڑکتا دل جیسے رکنے لگا تھا

"ابا میں نے۔۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ ابا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ اس کی کوئی بات نہیں سننا چاہتے تھے۔ان کی توجہ کا دوسرا مستحق سلیم تھا جو لڑکھڑاتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا تھا

"ذلیل انسان۔۔" ابا نے اسے گریبان سے پکڑا تھا۔اونچے قد کاٹھ کے ابا کے سامنے منحنی سا سلیم مزید دبلا پتلا لگنے لگا تھا

"بات تو سن لیں پوری میری۔۔یہ اس لئے آیا۔۔" نینا نے ہمت مجتمع کر کے آگے ہو کر انہیں اصل بات بتانی چاہی تھی لیکن ابا نے بائیں ہاتھ کا ایک زوردار چانٹا اس کے گالوں پر رسید کیا تھا۔سکنا اسے چاہیئے تھا لیکن چیخ زری کے منہ سے نکلی تھی۔اسے شاید ابا کے اتنے شدید ردِعمل کی توقع نہیں تھی۔امی بھی شور کی آواز سن کر کمرے میں آ گئی تھیں اور آتے ہی انہوں نے سب سے پہلے سلیم کو ابا کی گرفت سے چھڑوایا تھا

"یا اللہ۔۔کیا ہوگیا۔کیا ہوگیا۔۔" وہ ہانپتی ہوئی سلیم کو اپنے پیچھے چھڑواتے ہوئے حیران پریشان سوال کر رہی تھیں۔

"اسے کہو یہاں سے چلے جائے ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا" ابا غرائے تھے۔

☆......☆......☆

"تم یہاں کیسے آگئے۔۔" شہرین کی امی نے اسے دیکھ کر پہلے حیران اور پھر غضبناک ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر کی دہلیز پار کرنے کی۔" وہ چلائی تھیں حالانکہ سمیع گیٹ پر ہی کھڑا تھا۔اس نے ایک قدم بھی اندر رکھنے کی جراءت نہیں کی تھی۔اسے خدشہ تھا کہ معاملات خراب بھی ہو سکتے ہیں۔وہ لوگ پہلے بھی ایک بار اس پر ریوالور تان چکے تھے،کوئی بھروسہ نا تھا کہ اب کی بار فائر ہی کھول دیتے اس پر۔۔اس کے باجود وہ چاہتا تھا کہ شہرین کے گھر والوں کو اس کی بیماری کے متعلق بتادے۔برین ٹیومر کوئی چھوٹی بات نہیں تھی۔وہ جتنا مرضی اپنی ہمت کو مجتمع رکھنے کی خاطر سوچ کو مثبت رُخ پر رکھتا لیکن یہ بات بھی طے تھی کہ اس بیماری کا نام ہی ڈرا دینے کو کافی تھا۔وہ چاہتا شہرین سرجری سے پہلے اپنے ماں باپ سے ایک دفعہ ضرور مل لے۔اسی لئے وہ بالخصوص کراچی آیا تھا۔

"میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔۔آپ بس ایک منٹ دے دیں مجھے۔۔" اس نے ملتجی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تھا

"ایک منٹ۔۔ارے تم جیسے بد ذات کو تو میں ایک سیکنڈ بھی نا برداشت کروں۔۔۔تمہارا سایہ میرے آنگن پر پڑ گیا تو نجانے کون کون سی نحوستیں ظاہر ہونے لگیں۔۔اور شکر کرو۔۔اس وقت سارے مرد کام پر گئے ہوئے ہیں۔۔ورنہ تمہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑ سکتے تھے" وہ اسے دھمکا رہی تھیں۔سمیع نے گہری سانس بھری

"آپ بڑی ہیں مجھ سے۔۔۔رشتہ بھی احترام والا ہے۔۔اب کیا کہوں آپ سے۔۔۔لیکن آپ سے مل کر ایک بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ پٹھانوں پر بنائے گئے لطیفے ہوتے سچ ہی ہیں۔۔میں آپ سے ریکویسٹ کر رہا ہوں۔۔خود چل کر آپ کے گھر تک آیا ہوں۔۔آپ معاملے کی سنجیدہ نوعت پر غور نہیں فرما رہیں۔۔۔الٹا مجھے دھمکا رہی ہیں۔۔اچھا چلیں ٹھیک ہے۔۔آپ کر لیں اپنا شوق پورا۔۔" اس نے اتنا کہہ کر گیٹ کو پوری طاقت سے دھکیلا تھا۔وہ اندر کی جانب کھڑی تھیں،یکدم پیچھے ہٹیں۔سمیع اندر داخل ہو گیا تھا

"یہ لیں۔بیٹھا ہوں میں یہاں پر۔۔بلوا لیں جسے بلوانا ہے۔۔۔مار دیں جو گولیاں مارنی ہیں مجھے۔۔میں بھی تو دیکھوں کیا کر سکتے ہیں آپ لوگ۔۔اتنی بھی کیا اندھیر نگری ہے۔۔جائیں کریں جسے فون کرنا ہے" وہ پورچ میں پڑی واچ مین کی کرسی پر اکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔شہرین کی امی کی آنکھیں حیران سے پھٹنے والی ہو گئی تھیں۔انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا

زیادہ مولا جٹ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔میری بیٹی کے شوہر نا ہوتے تو ابھی تک اندر بھی نا بیٹھے ہوتے۔۔تمہیں اتنی عزت بھی راس نہیں آتی۔۔اٹھو اور نکلو یہاں سے" وہ چلا کر بولی تھیں۔سمیع نے ان کا چہرہ بغور دیکھا

"بڑی مہربانی آپ کی کہ آپ نے عزت دی ۔۔لیکن میری بات بھی لکھ لیں ۔۔میں اپنی بات کہے بناء یہاں سے نہیں جاؤں گا ۔۔آپ بلوائیں اپنے بیٹوں کو ۔۔اپنے بھائیوں کو ۔۔۔جسے مرضی بلوائیں ۔۔اگر آپ کو اس بات سے خوشی ملتی ہے تو کر دیں مجھے ختم ۔۔۔آر یا پار لیکن یہ ٹینشن تو ختم ہو ۔۔کوئی تو سکون سے رہے ۔۔۔ورنہ اس بے سکونی نے تو ہماری زندگیاں برباد کر کے رکھ دی ہیں" وہ نہایت تحمل سے بولا تھا۔شہرین کی امی کی بے چینی اور جھنجھلاہٹ بھی ساتھ ساتھ بڑھ رہی تھی

"داماد صاحب ۔۔میں ان سب باتوں سے متاثر ہونے والی نہیں ہوں ۔۔۔مجھے پتا ہے تم پنجابی ڈرامے کرنے کے ماہر ہوتے ہو ۔۔لیکن مجھ پر یہ ہنر مت آزماؤ ۔۔میری بیٹی تو بیوقوف تھی جو تمہاری باتوں میں آ گئی ۔۔میں نہیں آ سکتی ۔۔۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھیں اور اپنے عقب میں بھی دیکھا تھا۔اس وقت گھر کے مرد تو موجود نہیں تھے لیکن ملازم ضرور موجود تھے جو گھر کی باتیں گھر کے مردوں تک پہنچا سکتے تھے۔ان کو سمیع کی تو کوئی فکر نہیں تھی لیکن اس بات کا خدشہ ضرور تھا کہ اس شخص کو تکلیف پہنچنے سے ان کی بیٹی کو تکلیف ہو سکتی تھی

"ارے چھوڑیں ادے ۔۔باتیں مت کریں ۔۔۔لائیں کہاں ہے وہ ریوالور ۔۔۔جس کی دھمکی دے رہی تھیں آپ مجھے ۔۔۔کریں فائر مجھ پر ۔۔یقین کریں مرنے کی تکلیف اس تکلیف سے کہیں کم ہی ہو گی جو آپ سب لوگوں کو اس طرح ناراض دیکھ کر ہوتی ہے" وہ محسوس کر رہا تھا کہ ادے نرم پڑ رہی ہیں اس لئے نفسیاتی طور پر وہ ان کو زیر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ادے نے انتہائی ناگواری والی سانس بھری

"میں اکثر سوچتی ہوں کہ شہرین نے کیا دیکھا ہو گا تم میں ۔۔نا شکل نا عقل ۔۔۔لیکن اب اندازہ ہو رہا ہے کہ باتوں کے خوب ماہر ہو ۔۔بس باتیں کر کے ہی میری بیٹی کو اپنے چنگل میں پھنسا لیا ۔۔۔کہو کیا کہنا ہے ۔۔۔اپنی بات کہو اور بس جاؤ ۔۔۔میں نہیں چاہتی کہ میرے شوہر اور بیٹے تمہیں یہاں دیکھیں" وہ واقعی نرم پڑ چکی تھیں۔سمیع نے گہری سانس بھری

"شہرین آپ کو بہت یاد کرتی ہے ۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس کی امی نے غصے سے ناک پھلایا۔سمیع نے ہاتھ پھیلا کر انہیں متحمل رہنے کا اشارہ کیا تھا پھر بولا

"میں جانتا ہوں آپ کہیں گی کہ اتنا ہی یاد کرتی ہے تو آئی کیوں نہیں ۔۔۔۔اس کے پاؤں میں چھالے پڑے ہیں کیا ۔۔۔ادے وہ نہیں آ سکتی ۔۔ہاسپٹلائزڈ ہے ۔۔۔سرجری ہے پرسوں اسکی ۔۔۔بہت تکلیف میں ہے ۔۔۔میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں ۔۔۔ایک بار اس سے مل لیں ۔۔ایسے مل لیں ۔۔جیسے ماں اپنی اولاد سے ملتی ہے ۔۔۔کسی طنز،کسی خفگی کے بغیر ۔۔کوئی طعنہ دیئے بناء ایک بار گلے لگا لیں اسے ۔۔۔کیا پتا ۔کیا پتا ادے ۔۔۔وقت کا کوئی بھروسہ نہیں ادے" اس سے مزید کہا نہیں گیا تھا۔وہ آجکل اتنا زودو رنج ہو رہا تھا کہ کہیں بھی آنکھیں بھیگنے لگتی تھیں۔شہرین کی امی کا چہرہ بالکل اتر گیا تھا

"کیا ہوا ہے میری بچی کو ۔۔کیا کر دیا تم نے اسے ۔۔۔" آواز ان کے حلق سے پھنس پھنس کی نکلی تھی

☆......☆......☆

"باجی اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے۔۔۔" صوفیہ نے فیصلہ کر لیا تھا۔ باجی صحن میں بیٹھی سبزی بنا رہی تھیں۔ پاس ہی چارپائی بچھا رکھی تھی جس پر کونین اور ان کا نوزائیدہ بیٹا سلیم لیٹے تھے۔ پائنتی کے قریب صوفیہ بیٹھی تھی آنکھیں سوج کر سرخ ہوئی ہوئی تھیں۔ ایک ہفتہ ہو چلا تھا؛ یکن پاسپورٹ ملا تھا نا ہی کاشف نے دوبارہ کال کی تھی۔ صوفیہ کا دل تھا کہ ڈوبتا جاتا تھا۔ ان چند دنوں میں وہ مزید لاغر اور بیمار دکھائی دینے لگی تھی۔

میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں خود ٹکٹ لے کر دبئ چلی جاتی ہوں۔۔۔ ویزہ کی معیاد ختم ہونے سے پہلے ہمارا وہاں پہنچنا ضروری ہے۔۔۔ اگر ہم نہیں جائیں گے تو کاشف ناراض ہو جائیں گے اور پھر وہ خود آئیں گے نا مجھے بلوائیں گئے" وہ سر جھکائے ہوئے کہہ رہی تھی۔ باجی نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں جبکہ باجی نے پیاز کاٹنے کی بجائے پہلے گاجریں چھیلنی شروع کی تھیں کہ بچوں اور صوفیہ کی آنکھوں میں پیاز سے جلن ہو گی

"باجی عورت کے لئے اس کا گھر بعض اوقات اس کی اولاد سے بھی اہم ہو جاتا ہے۔۔۔ گھر بس جائے تو اولاد خود بخود پل جاتی ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔" وہ ایسے بات کر رہی تھی جیسے اپنے آپ سے باتیں کر رہی ہو

"اچھی بات ہے صوفیہ۔۔۔" باجی نے تیز تیز ہاتھ چلاتے ہوئے اتنا ہی کہا۔ وہ بہت ہی متحرک قسم کی خاتون تھیں۔ باتوں سے زیادہ ہمیشہ کام کرنے کی پالیسی پر یقین رکھتی تھیں۔ ان کا ایک ہی اصول تھا کہ بڑی بڑی باتیں کرنے سے تو وقت ہی ضائع ہوتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ باتیں کرنے کی بجائے کام پر لگ جاؤ۔ صوفیہ اٹھی اور پھر ان کے پاس زمین پر آ بیٹھی

"باجی۔۔ آپ نے اب تک میرا بہت ساتھ دیا ہے۔۔۔ میری بہت مدد کی ہے۔۔۔ جب میرے بھائی اور ماں باپ بھی میری مدد کرنے سے منکر ہو گئے تو بھی آپ نے میرا ساتھ دیا۔ اتنی مہنگائی کے دور میں اتنے مہینے کسی کو اس کے بال بچوں سمیت پالنا آسان نہیں ہوتا۔۔۔ آپ اور دولہا بھائی کا میں جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے" وہ احسان مندی سے چور لہجے میں بول رہی تھی۔ باجی نے اس کا چہرہ دیکھا

"صوفیہ۔۔۔ بہن بھائی ایک دوسرے کی مدد کیا ہی کرتے ہیں۔۔۔ اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ اور خدارا بھائیوں کے لئے اپنے دل سے یہ بغض نکال دو۔۔۔ وہ بیچارے بھی بہت اچھے ہیں۔۔۔ اتنی بار آئے ہیں تمہیں منانے کے لئے لیکن تم نے ان سے صلح صفائی نہیں کی۔۔۔ اب جبکہ تم کچھ عرصہ بعد یہاں سے چلی جاؤ گی تو میرا مشورہ ہے ان سے مل کر، اپنے دل کو ہر قسم کی عداوت سے پاک کر کے جاؤ۔ تمہارے بھلے کو کہہ رہی ہوں۔۔۔ اب تمہاری مرضی ہے مانو یا نا مانو۔" انہوں نے اب آلو چھیلنے شروع کر دئے تھے۔ صوفیہ نے جیسے ان کی بات سنی ہی نہیں تھی

"باجی جہاں اتنی مدد کی ہے میری۔ وہاں ایک آخری بار میرا ساتھ دے دیں۔۔۔ میں آپ کی احسان مند رہوں گی" وہ تمہید باندھ رہی تھی۔ باجی کو کتابی باتوں سے بڑی چڑ ہوتی تھی۔ باجی نے سوالیہ انداز میں اس کا چہرہ دیکھا

"باجی اصل مسئلہ یہ ہے نا کہ کونین کا ویزا نکلا ہے نا پاسپورٹ بنا ہے۔۔۔ میرا اور زرمین کا ویزا آ چکا ہے۔ ہمارے کاغذات

پورے ہیں ۔۔آپ ایک آخری مہربانی کریں ۔کونین کو آپ رکھ لیں" اس نے بنا جھجکے کہا تھا جیسے یہ کوئی عام سی بات ہو۔باجی کو اس کی ہمت پر رشک آیا

"صوفیہ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔وہ تمہاری اولاد ہے۔۔۔اسے تمہاری ضرورت ہے۔۔۔بھلا اپنی اولاد کو ایسے غیروں کے حوالے کرتا ہے کوئی" باجی کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا

"باجی بس سال دو سال کی بات ہے۔۔آپ اسے اپنے پاس رکھ لیں۔۔۔میں جب دوبارہ آؤں گی تو اس کے کاغذات پورے کر کے لاؤں گی۔۔پھر ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔۔۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے وہاں پہنچنے کے بعد اس کے کاغذات پورے ہوں تو کاشف اس کو آ کر لے جائیں" اس نے باجی کے ہر سوال کا جواب پہلے سے تیار کر کے رکھا ہوا تھا۔

"نہیں صوفیہ۔۔۔میں ایسی کسی بیوقوفی میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔۔یہ خود غرضی ہے۔۔جہاں اتنا انتظار کیا ہے۔۔وہاں تھوڑا انتظار اور کرلو۔۔۔بڑی مشکل سے ملتی ہے اولاد۔۔اسے خود سے جدا کر کے اس قیمتی تحفے کی ناقدری مت کرو۔۔اور مجھے غلط مت سمجھنا کہ میں اتنی سی بچی کو پالنے سے ڈرتی ہوں۔۔جہاں میرے بچے پلیں گے وہاں یہ بھی پل جائیگی۔۔لیکن سارے خاندان کی تھوتھو کون سنے گا۔۔بھائی بھابیاں پہلے ہی اتنی باتیں کرتے ہیں۔۔انہیں مزید موقع مل جائیگا تمہیں خود غرض کہنے کا" باجی بہت تحمل سے اسے سمجھا رہی تھیں۔صوفیہ نے ناک سے مکھی اڑائی

"مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے باجی۔۔۔یہ خاندان والے۔۔بھائی بھابیاں۔۔سب کے سب چڑھتے سورج کے پجاری۔۔کوئی مسی کی مشکل میں مدد تو نہیں کرسکتا۔۔ہاں باتیں ضرور کرلیتا ہے۔۔دو نوالے نہیں دے سکتا کوئی۔۔لیکن طعنے ضرور دے دیتا ہے۔۔۔میری طرف سے ایسا خاندان بھاڑ میں جائے۔۔میں تو بس آپ سے مدد کی درخواست کرسکتی ہوں۔۔۔آپ میری بچی کو رکھ لیں۔۔۔آپ تو بہت چاہتی ہیں اسے۔۔۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی تھی۔باجی بے بس ہوئی جا رہی تھیں

"تم نے کاشف سے مشورہ کیا ہے۔۔اس کو بتایا ہے اپنی اس تجویز کے بارے میں۔۔؟" باجی کو یقین تھا کہ یہ فیصلہ اس نے تنہاء کیا ہے۔کاشف کے ذکر پر صوفیہ نے بیچارگی سے سر ہلایا

"ان کا رویہ بھی آپکے سامنے ہی ہے۔۔۔انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔۔وہ وہاں مزے سے آزاد زندگی گزار رہے ہیں۔۔۔وہ بھی دل سے نہیں چاہتے کہ ہم ان کے ساتھ رہیں۔۔روک ٹوک کرتی بیوی سے تو سب ہی جان چھڑواتے ہیں۔۔۔یہی حال کاشف کا بھی ہے۔۔۔انہیں ہماری غیر موجودگی میں رنگ رلیاں منانے کی پوری آزادی ملی ہوئی ہے۔۔۔اور پھر سے اللہ نے شکل صورت ایسی دی ہوئی ہے کہ جہاں جاتے ہیں۔کئی عورتوں کو اپنا اسیر بنا آتے ہیں۔۔۔وہ کیوں چاہیں گے کہ ہم وہاں ان کے پاس موجود ہوں۔۔۔اب اپنے منہ سے کیا کہوں باجی۔۔۔آپ کو بھی نظر آتا ہی ہے۔۔۔اپنا دامن اٹھاؤ تو اپنا بدن ہی عریاں ہوتا ہے۔۔۔مجھے اپنا گھر بچتا نظر نہیں آتا۔میری شادی شدہ زندگی داؤ پر لگی ہے باجی۔۔اوپر سے میں دو بیٹیوں کی ماں۔۔کوئی بیٹا ہوتا تو اصرار کرتی اچھی بھی لگتی۔۔اب کس بنیاد پر دباؤ

ڈالوں ۔۔۔میرا آخری سہارا تو آپ ہی ہیں ۔۔۔آپ بھی انکار کر دیں گی تو کس سے کہوں گی میں ۔۔۔" وہ بات کرتے کرتے رو ہی پڑی تھی ۔اس نے پہلے کبھی کاشف کے متعلق ایسی کلوئی بات اپنے منہ سے نہیں کہی تھی ۔اپنے گھر والوں کے سامنے تو ہمیشہ ہی کاشف کو اچھا انسان بنا کر پیش کرتی آئی تھی اگرچہ رخشی والے واقعہ کے بعد بہت سے لوگ کاشف کی حقیقت جان چکے تھے لیکن صوفیہ کے سامنے اپنے منہ سے کوئی بھی کچھ نہیں کہتا تھا ۔باجی کا بھی دل پسیج گیا

" میں اس بات کے حق میں نہیں ہوں کہ ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی بچہ لاوارثوں کی طرح پلے بڑھے لیکن پھر بھی تمہاری آسانی اور سہولت اگر اسی میں ہے تو چھوڑ دو تم بچی کو میرے پاس ۔۔۔مجھے تو ویسے بھی بہت عزیز ہو چکی ہے یہ ۔۔" آپا بالا آخر مان گئی تھیں ۔صوفیہ نے احسان مندی کے جذبے سے مغلوب ہو کر انہیں گلے لگا لیا تھا ۔

☆......☆......☆

" نینا اٹھ گئی ۔۔۔" امی نے زری کو ناشتے کی ٹرے اٹھائے کمرے میں آتے دیکھا تو پہلا سوال یہی کیا تھا ۔ان کا چہرہ زرد سا ہو رہا تھا اور وہ کافی بیمار سی لگ رہی تھیں ۔رات جو کچھ ہوا تھا ،وہ ان کے گمان سے بھی بڑھ کر تھا ۔نینا کی بدتمیزیوں پر ابا کا خفا ہونا تو کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں تھی ۔ایسا پہلے بھی کئی بار ہو چکا تھا لیکن اس طرح سے ان کا جوان بچی پر ہاتھ اٹھانا بہت بڑی بات تھی حالانکہ ابا نے کمرے میں آجانے کے بعد تمام تفصیل ان کو بتائی تھی کہ نینا نے سلیم کو گھر بلوایا تھا ۔امی نینا کی خودسری سے خائف رہتی تھیں لیکن ایک بات کا انہیں بھروسہ تھا وہ کبھی بھی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتی تھی جس سے ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے ۔وہ کبھی کبھی انصاف سے جائزہ لیتیں تو نینا کے معاملے خود کو بھی ذمہ دار تصور کرتی تھیں ۔ان سے کافی کوتاہیاں ہوئی تھیں لیکن بدمزگی سے بچنے کے لئے وہ اپنے شوہر کو بھی نہیں ٹوک سکتی تھیں دوسری جانب نینا کا رویہ انہیں تکلیف تو دیتا تھا ۔رات کے اس وقت ان کی بیٹیوں کے کمرے میں ان ہی کے بھانجے کی موجودگی کوئی چھوٹی بات تو نہیں تھی لیکن پھر بھی ان کا دل کہہ رہا تھا کہ ان کے شوہر کو کوئی غلط فہمی ہوئی تھی ۔

" وہ تو چلی گئی ہے ۔۔" زری نے ٹرے تپائی پر رکھی تھی ۔امی نے دہل کر اس کا چہرہ دیکھا

" کہاں چلی گئی ۔۔۔؟" ان کے اس طرح پریشان ہونے پر زری نے بغور ان کا چہرہ دیکھا

" اوہو ۔یونیورسٹی ہی گئی ہو گی ۔۔۔آپ پریشان مت ہوں ۔۔۔" اس نے اپنا چائے والا کپ اپنے سامنے کیا تھا ۔اس کا رویہ بالکل نارمل تھا

" پریشان کیسے مت ہوں ۔۔۔رات جو کچھ بھی ہوا اچھا نہیں ہوا ۔۔۔اور وہ تو ہے بھی الٹی کھوپڑی کی ۔۔۔کچھ کر ہی نا بیٹھے ۔۔۔" امی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے ۔زری نے ناک چڑھائی

" آپ اتنا بھی جذباتی نا ہوں اب ۔۔۔کچھ نہیں کرتی وہ ۔۔۔اسے بس دوسروں کے راستے میں کانٹے بچھانے میں مزا آتا ہے ۔۔۔اپنی راہیں ہمیشہ سیدھی رکھتی ہے وہ ۔۔۔" اس کا نخوت بھرا انداز بھی امی کو اچھا نہیں لگا تھا

"تم بھی اپنے ابا کی زبان مت بولو زری۔۔۔ایسی نہیں ہے میری بچی۔۔میں مانتی ہوں خود سر ہے۔۔۔لیکن۔۔۔" انہوں نے لمبی سانس بھری تھی۔انہیں اپنے کانوں میں اپنے ہی پھیپھڑوں سے اٹک اٹک کر گزرتی سانس کی باقاعدہ آوازیں آ رہی تھیں۔ان کی پریشانی ہر چیز سے بڑھ کر تھی۔رات بھی نیند نہیں آئی تھی اور اب بھی دل بے چین ہوا جا رہا تھا

"اس کو فون کرو زری۔۔۔میں ذرا ایک بار بات کرلوں۔۔میرا دل گھبرا رہا ہے۔۔۔غصے کی بڑی تیز ہے۔۔۔اپنے آپ کو کوئی نقصان نا پہنچا لے۔۔۔فون کرو اس کو۔" امی واقعی بولا سی گئی تھیں جبکہ زری کو ان کا انداز بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"امی کچھ نہیں کرتی وہ۔۔۔آپ فکر مت کریں"

"تمہارا کیا جاتا ہے۔۔تم فون کرلو۔۔۔میری تسلی ہو جائیگی" امی نے نہایت برا مان کر اسے دیکھا تھا۔ایک تو پہلے ہی ان کا دل بہت بے چین تھا اور زری انہیں مزید تاؤ دلا رہی تھی۔زری اٹھ کر باہر چلی گئی تھی اور پھر چند منٹ بعد فون اٹھائے اندر آئی۔وہ اس کا نہیں نینا کا سیل فون تھا

"وہ سیل فون لے کر ہی نہیں گئی امی" اس نے اپنی جانب سے اطلاع دی تھی اور نینا کا فون ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔نینا اکثر ہی اپنا سیل فون نہیں لے جاتی تھی لیکن امی مزید پریشان ہوئیں

"بس اب کیا کہوں میں۔۔ماں چاہے پریشانی سے مر جائے لیکن ان کو سمجھ نہیں آئے گی۔۔بتاؤ اگر لے جانا نہیں ہوتا تو اس سوغات کو لینے کا فائدہ کیا ہے" اب ان کی نگاہوں کا مرکز نینا کا سیل فون تھا

"اچھا۔آپ اپنا بلڈ پریشر ہائی نا کریں۔۔۔ناشتہ کریں۔۔آجائیگی وہ" زری نے کہا تھا

"اب کیا اترے گا میرے حلق سے۔۔نہیں کھایا جائیگا کچھ۔۔۔ذرا دیکھو اس بچے نے دوکان کھولی ہے کہ نہیں۔۔اس بیچارے کو بھی ذلیل کر کے رکھ دیا تمہارے باپ نے۔۔" وہ بہت افسردہ تھیں۔زری کو بڑا برا لگا

"اچھا کیا ابا نے جو بھی کیا۔۔یہی ہونا چاہیئے تھا ان دونوں کے ساتھ" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔امی نے اسے گھور کر دیکھا

"تم یہ بتاؤ زری۔۔ہوا کیا تھا۔۔۔یہ سلیم کرنے کیا آیا تھا۔۔تم تو وہاں ہی موجود تھی" وہ بجھے ہوئے انداز میں پوچھ رہی تھیں۔

"یہ تو آپ نینا سے ہی پوچھئے گا۔۔۔اسی نے بلایا تھا" وہ اپنے رات والے موقف پر ہی ڈٹی ہوئی تھی۔

"تمہیں بتاتے کیا موت پڑتی ہے۔۔۔آخر مجھے بھی تو پتا چلے کہ کیا مسئلہ تھا۔۔۔کیا پتا تمہارے ابا کو غلط فہمی ہوئی ہو۔۔۔تمہارے ابا بھی بہت جلد باز انسان ہیں۔۔۔نا کوئی سوال نا جواب۔۔۔لے کر تھپڑ مار دیا بیچاری کو۔۔۔ارے ایسے ہاتھ اٹھاتا ہے کوئی جوان بچوں پر۔۔۔وہ اب کوئی چھوٹی بچی تھوڑی ہے کہ جب دل چاہا دھنک کر رکھ دیا" امی کو زری کے انداز پر بھی غصہ آیا تھا۔

"امی آپ کے لئے یہ معمولی بات ہے کہ سلیم منہ اٹھا کر رات کے وقت ہمارے گھر آ گیا۔۔اپنے بھانجے کے لئے اتنا سافٹ کارنر ہے آپ کے دل میں۔۔" زری کو بھی ان کا انداز اچھا نہیں لگا۔وہ تو سوچ رہی تھی کہ امی کے ساتھ مل کر نینا کو جی بھر کر کوسے گی

"اب تم میرا منہ مت کھلواؤ زری۔۔۔رات بھر کسی غیر لڑکے سے فون پر باتیں کرنا کون سا ٹھیک ہے جو تم ایک اس بچے کے آجانے پر اتنا تپ رہی ہو۔۔گھر کا بچہ ہے اور پھر کیا میں جانتی نہیں ہوں اسے۔۔۔اب اگر وہ اگر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ ہی گیا تھا تو کیا یہ تمہارے ابا کا فرض نہیں تھا کہ پوچھتے کہ کیوں آیا ہے۔۔۔ہوسکتا ہے کوئی پریشانی ہو۔کوئی بات پوچھنے آیا ہو۔کوئی چیز مانگنے آیا ہو۔۔کیا پتا آپا نے بھیجا ہو۔۔آخر یہ (نینا) بھی تو جب دل چاہے منہ اٹھا کر اس کی دوکان پر چلی ہی جاتی ہے۔۔۔خوامخواہ میں ذلیل کر کے رکھ دیا" امی بہت ناراض ہو رہی تھیں

"امی میری تو ہر بات پر ناراض ہو جاتی ہیں آپ۔۔۔جبکہ نینا کی ساری غلطیوں پر پردے ڈال دیتی ہیں۔۔۔نینا کو آپ نے کبھی نہیں ٹوکا۔۔۔وہ جب دل چاہتا ہے سلیم کی دوکان پر چلی جاتی ہے۔۔حالا نکہ آپ جانتی ہیں ابا اس بات کا برا مانتے ہیں۔۔۔مگر پھر بھی وہ آپ کا بھانجا ہے نا۔۔آپ کے دل میں اس کے لئے نرم گوشہ ہے۔۔جب کہ مجھے آپ نے طعنہ دے دیا" وہ بھی ناراض ہوئی تھی۔امی نے اسے گھور کر دیکھا

"کہاں کی داستان کہاں ملا دی۔۔تمہارا قصہ ہی اور ہے بی بی۔۔۔بس اب میرا منہ نا کھلواؤ۔۔۔نینا نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی کبھی"

امی کہنا نہیں چاہتی تھیں۔جوان بچیوں کو طعنے کون دیتا ہے لیکن وہ خود بہت مجبور تھیں۔دل پریشان تھا اور پریشانی میں کہہ گئی تھیں۔زری نے نہایت افسوس ناک نگاہوں سے انہیں دیکھا

"امی۔۔۔آپ کو کچھ نہیں پتا۔۔۔نینا محبت کرتی ہے سلیم سے۔۔۔میں نے خود سنا ہے۔۔۔وہ اپنے منہ سے بھی کہتی ہے کہ وہ سلیم سے محبت کرتی ہے"

"یہ بات وہ اب نہیں کہتی۔۔بچپن سے کہتی چلی آرہی ہے۔۔۔اور ہم سب جانتے ہیں کہ وہ سلیم سے محبت کرتی ہے" انہوں نے سر دوٹوک انداز میں کہا تھا۔زری حیران ہوئی

"امی یہی بات اگر میں کہوں کسی اور کے بارے میں تو میں گنہگار ہوں۔۔لیکن نینا چونکہ آپ کے بھانجے کے بارے میں کہہ رہی ہے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ کو۔۔۔" وہ طعنہ زنی پر اتر آئی تھی۔امی نے سر پر ہاتھ مارا

"او الٹی کھوپڑی۔۔۔کیا باتیں کر رہی ہو۔۔۔کیوں میرا دماغ کھا رہی ہو۔۔تمہارا معاملہ اور ہے۔۔۔نینا اور سلیم کا معاملہ اور ہے"

"ہاں جی۔۔۔وہ آپ کا بھانجا ہے۔۔۔اور اظفر غیر ہے۔۔۔بس یہی فرق ہے نا؟" وہ چڑ کر بولی تھی۔امی نے اسے گھور کر دیکھا

"زری۔۔۔تم نے دیکھا ہے نینا کو سلیم کے علاوہ کبھی کسی اور سے بے تکلف ہوتے ہوئے۔۔۔اس کے علاوہ کسی اور سے اس طرح بات کرتی ہو جیسے اُس سے کرتی ہے۔۔۔جانتی ہو اس کی وجہ کیا ہے؟" امی اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سوال کر رہی تھیں۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں آپ سے۔۔۔کہ آخر اس سے ہی کیوں بے تکلف ہوتی ہے۔۔کوئی تو بات ہوگی۔۔۔لیکن آپ سمجھنے کی

کوشش نہیں کر رہیں" اس نے کہا تھا۔ امی کی نگاہوں میں طنز بڑھا تھا

"اوہ بی بی۔۔ زری کی شادی نہیں ہو سکتی سلیم کے ساتھ۔۔۔ نینا نے دودھ پیا ہے اس کی ماں کا۔۔۔۔ رضاعی بھائی ہے وہ اس کا۔۔ اور یہ بات نینا بھی جانتی ہے اور سلیم بھی۔۔۔ میں نے اسے کبھی کیوں سختی سے نہیں روکا سلیم کی دوکان پر جانے سے۔۔ اس لئے کہ ایک ہی تو شخص ہے جس سے دکھ سکھ کر لیتی ہے وہ۔۔۔ بھائی سمجھتی ہے وہ اُسے۔۔۔ اب بتاؤ کیسے شک کروں اپنی ہی بچی پر۔۔" امی جتا کر بولی تھیں۔ زری کے تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ یہ بات اسے تو کبھی کسی نے نہیں بتائی تھی۔ اسے شرمندگی بھی ہوئی۔ اس نے تو رات کو ابا کے سامنے خود ہی رنگین سی داستان کہہ ڈالی تھی۔ ابھی وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ دن کے وقت بعض اوقات وہ دروازے کی چٹخنی نہیں بھی لگاتے تھے۔

"صوفیہ۔۔ کہاں ہو۔۔ باہر آؤ۔۔۔" یہ خالہ کی آواز تھی اور آواز میں کچھ ایسا درد تھا کہ امی بے چین ہو کر اٹھیں

"صوفیہ سلیم ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہائے میرا بچہ۔۔" خالہ بلکتی ہوئی بولی تھیں۔

"کیا ہوا آپا۔ کیا ہو گیا۔۔" امی کے پاؤں تلے سے زمین نکلی تھی۔

"مجھے نہیں پتا۔۔ بس ایسے جیسے ختم ہو گیا ہو۔۔ اسپتال لے کر گئے ہیں۔۔ علیم اور وہ سامنے والوں کا اختر۔۔ تمہارے بھائی اور باقی لوگ تو کام پر جا چکے ہیں۔۔ گھر میں کوئی تھا ہی نہیں۔۔ علیم کو بھی فون کر کے بلایا ہے۔۔ ہائے کیا ہو گیا میرا بچے کو۔۔۔" وہ بے دم سی ہو کر دیوان پر گرتے ہوئے بولی تھیں۔ الفاظ بھی ٹوٹ ٹوٹ کر منہ سے نکل رہے تھے۔ امی نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا

"صبح سے سویا ہوا تھا۔ میں نے کہا اللہ جانے کیوں نہیں اٹھ رہا۔۔ جگانے گئی تو نیلا ہوا پڑا تھا۔۔ منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔۔ خدا جانے کیا ہو گیا۔ بس دعا کرو۔۔ میرا دل قابو میں نہیں۔۔ آؤ ذرا رکشے میں میرے ساتھ۔۔ اسپتال جانا ہے۔۔۔ مجھے اسپتال لے جاؤ۔ میرا دل بہت بے چین ہے صوفیہ۔۔۔ مجھے لے چلو۔ مجھے لے چلو۔" خالہ دہائی دے رہی تھیں۔ زری اور امی نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

☆......☆......☆

"جانے کس کی نظر کھا گئی میرے بیٹے کو۔۔ مجال ہے کبھی شادی کے بعد جو خوشی کا منہ دیکھا ہو۔۔ ہماری مرضی کے برخلاف شادی کی تھی۔۔ نا میری سنی۔۔ نا اپنے ابو جی کی خوشی کا خیال رکھا" نینا نے اس خاتون کی بات کو بیزار کن انداز میں سنا اور پھر ہضم کیا تھا۔ وہ ایک بار پھر رانیہ کے گھر آئی تھی۔ اسے زری کی رات والی حرکت پر، ابا کے تھپڑ پر، سلیم کی بزدلی پر۔۔۔ ہر چیز پر غصہ تھا لیکن اس کے باوجود وہ زری کی مدد کی ایک آخری کوشش کرنا چاہتی تھی۔ اس کے نزدیک ایک بدکردار آدمی گنہگار ترین آدمی تھا۔ اسے اپنے ابا سے زندگی میں کبھی انسیت محسوس نہیں ہوئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ زری کی نسبت جو مرد ایک نئے رشتے کے روپ میں ان کے گھر آتا، وہ اس کے لئے ناپسندیدہ ٹھہرتا۔ اس کی ایک ہی تو بہن تھی۔ جب سلیم نے اسے بتایا تھا کہ وہ زری کو پسند کرتا ہے تب اس کا بھی دل چاہا تھا کہ ان دونوں کی ہی شادی

ہو جائے لیکن اس نے کبھی سلیم کو حوصلہ نہیں دیا تھا کیونکہ وہ جانتی زری کبھی بھی سلیم سے شادی نہیں کرے گی اور سلیم جب جب بھی اپنے کم مائیگی کے احساس میں گھر کر افسردہ ہوتا تو وہ چاہتے ہوئے بھی تسلی نہیں دے پاتی تھی جبکہ زری نجانے کیا سمجھ رہی تھی لیکن پھر بھی نینا زری کی زندگی کے اتنے اہم معاملے سے خود کو لاتعلق نہیں رکھ پا رہی تھی۔ وہ منہ سے نا بھی کہتی لیکن اسے اس کی پرواہ تھی۔ وہ اسے کنویں میں چھلانگ لگاتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ رانیہ کے گھر آ تو گئی تھی لیکن یہاں ان کے مہمان ابھی تک موجود تھے۔ یہ خاتون جو اس کے سامنے آ بیٹھی تھیں وہ جانے کون تھیں لیکن وہ مسلسل کسی کی برائیوں کا ذکر کرنے میں مصروف تھیں

"نئی سے نئی مشکل مصیبت سامنے کھڑی ہوتی ہے۔۔۔ یہ لڑکی ایسی منحوس بن کر آئی ہے سمیع کی زندگی میں کہ میرا بچہ مرجھا کر رہ گیا ہے" اس خاتون نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے مزید کہا تھا۔ یہ دراصل ایمن کی دادی تھیں جو فیصل آباد سے آئی تھیں۔ یہ اسی روز دوپہر کی بات تھی جب سمیع کراچی کے لئے نکلا۔ اماں رضیہ اور رانیہ کی امی ایمن کو رانیہ کے پاس چھوڑ کر شہرین کے پاس ہاسپٹل چلے گئے تھے جب ایمن کی دادی چلی آئیں۔ انہیں کسی رشتہ دار کے ذریعے پتا چل گیا تھا کہ سمیع اور اس کی فیملی علاج کے لئے عارضی طور پر لاہور شفٹ ہو گئے ہیں۔ شہرین کے لئے ان کے دل میں ابھی بھی کوئی جگہ نا بن پائی تھی اور وہ اپنے کیا غیر کیا، ہر ایک کے سامنے بہو کو کوسنے کی بری عادت میں مبتلا تھیں

"مجال ہے کسی خوشی کا منہ دیکھا ہو۔ ایک ہی لڑکی پیدا کی ۔۔ وہ بھی لڑکی۔۔۔ ہم نے تو جب بھی دیکھا۔ منہ لٹکا ہوا ہی دیکھا۔۔ ایسی نحوست ہے میرے بیٹے کی زندگی میں اس کی ۔۔۔ اچھا چلو جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔۔ اب اللہ صحت تندرستی دے اسے ۔۔ میں دشمن نہیں ہوں کسی کی ۔۔۔ اب تو میرے خاندان کا حصہ ہے بیچاری ۔ میری پوتی کی ماں ہے ۔۔۔ میں نے تو کبھی کوئی برا لفظ بھی نہیں نکالا اس کے لئے ۔۔" وہ رانیہ کی امی کے سامنے شہرین کا ذکر کر رہی تھیں۔ رانیہ کی امی ان کے دور پار کے کزن ہی کی بیٹی تھیں جبکہ نینا ہوں ہاں کئے بغیر عدم دلچسپی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ رانیہ کے متعلق ملازمہ سے پتا چلا تھا کہ وہ باتھ روم میں نہانے کی غرض سے گھسی تھی اور اسی لئے نینا ایک بار پھر انتظار کی کوفت سہہ رہی تھی

"اپنی ہی کی ہوئی آگے آ رہی ہے ۔۔۔ جب کسی کا دل دکھا کر اپنی خوشی کی خاطر نئے بندھن بنائے جاتے ہیں نا تو وہ ایسی ہی مشکلات کا باعث بنتے ہیں ۔۔۔ میں تو کبھی دل سے اس شادی کے حق میں نہیں تھی ۔۔۔ ہوتی بھی کیسے ۔۔۔ میرا ہیروں جیسا بیٹا اس ایک دو کوڑی کی لڑکی کی خاطر مجھے چھوڑ سارے خاندان سے منہ موڑ کر اتنی دور کراچی جا بسا۔۔۔ کوئی میرے دل سے پوچھے کی جب وہ نظر نہیں آتا تھا تو کیسی گزرتی تھی دل پر ۔۔۔ خون کے آنسو رلائے ہیں اس لڑکی نے مجھے ۔۔۔ بس اب آگے آ رہی ہے اس کے ۔۔۔ کوئی کیا کر سکتا ہے ۔۔۔ اللہ کی مرضی ۔۔۔ میں نے تو کبھی کوئی بد دعا نہیں دی بھائی ۔۔۔ ہاں بے خیالی میں کچھ نکل گیا ہو منہ سے تو پتا نہیں ۔۔۔ اب ظاہر ہے سوئی چبھتی ہے ۔۔ تو خون نکلتا ہی ہے ۔۔ درد ہوتا ہے ۔۔۔ تو انسان کراہتا ہی ہے ۔۔۔ بس اللہ نے سن لی ہو گی دکھی دل کی کوئی آہ ۔۔۔ ہائے ہائے ۔۔ خیر اللہ نگہبان ۔۔۔ صحت دے اُسے ۔۔۔ مگر سنا تو یہی ہے ۔۔۔ کوئی بچتا نہیں ہے اس بیماری سے ۔۔۔ مر جاتا ہے ۔۔" انہوں نے دل کی بھڑاس نکال لینے کے بعد اس کا بغور جائزہ لیا

"مرتو سب نے ہی جانا ہے آنٹی۔۔آپ کے پاس کون سا ایسا پرمٹ ہے جس پر بڑا بڑا لکھا ہو کہ آپ سدا زندہ رہیں گی" اِس سے زیادہ وہ اپنی زبان کو لگام دے نہیں سکتی تھی سو کہہ دیا۔انہوں نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا پھر صورتحال کو سمجھ کر سر ہلایا

"رانیہ کو پڑھاتی ہو تم۔۔۔تم کیا پڑھاتی ہوگی۔۔۔خود اتنی چھوٹی سی لگ رہی ہو۔۔کیا سکھاتی بتاتی ہوگی اسے" یہ طنز نہیں تھا۔بس ان کی گفتگو کا انداز ہی یہ تھا

"جی بس۔۔سوئی میں دھاگہ ڈالنا سکھا دیتی ہوں۔۔۔کبھی کبھی اٹھک بیٹھک کروا دیتی ہوں۔۔کوئی نئی فلم دیکھی ہو تو اس کی سٹوری بھی سنا دیتی ہوں" نینا کو کون روک سکتا تھا۔وہ پہلے ہی بہت اکتایا ہوا بیزار دل لے کر آئی تھی۔اب اس خاتون کی باتوں نے دماغ کا بالکل ہی الجھا دیا تھا۔وہ اتنا تو سمجھ ہی گئی تھی رانیہ کی امی نے جس لڑکی کا ذکر کیا تھا کہ اسے برین ٹیومر ہے، قیمتی کپڑوں اور سونے کے زیورات سے سجی بنی یہ خاتون اس لڑکی کی ساس تھیں اور اپنی بہو سے سخت ناخوش تھیں۔انہوں نے تنقیدی نگاہ سے اسے دیکھا۔

"اچھی کہی۔۔۔آجکل کی لڑکیاں بس یہی کر سکتی ہیں۔۔" انہوں نے بھی ناک بھوں چڑھا کر کہا تھا۔وہ تو اسے رشتے دار سمجھ کر کچھ عزت دینے کے چکر میں اس کے پاس بیٹھ گئی تھیں لیکن وہ اس کی مستحق نہیں لگ رہی تھی۔نینا نے سر ہلایا

"ارے نہیں آنٹی۔۔اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں۔۔آپ کہیں تو اس دیوار پر پنجوں کے بل چڑھ کر چھت کے ساتھ الٹا لٹک کر دکھاؤں۔۔؟" نینا بدتمیز نہیں تھی لیکن وہ لوگ جو اسے پسند نہیں آتے تھے ان کے لئے وہ بدتمیز، بدلحاظ اور بدتہذیب سب کچھ بن جاتی تھی۔ایمن کی دادی نے اُسے ایسے دیکھا جیسے کھا ہی جائیں گی۔نینا کو کون سی پرواہ تھی، اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور مزید کچھ کہے بناء باہر نکل گئی



وہ بیزارکن انداز میں اپنی گلی میں مڑی تھی۔دل چاہتا تھا گھر کی بجائے کہیں اور ہی چلی جائے لیکن جاتی بھی تو کہاں۔۔۔گھر تو آنا ہی تھا۔چند قدم چلی تو احساس ہوا کہ جیسے کچھ شور سا ہے۔۔بھنبھناہٹ سی جس کی اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔اس نے حیران ہو کر دیکھا تھا اور پھر ذرا تیز قدم لی تھی۔یہ گلی ذرا آگے جا کر دائیں جانب مڑتی تھی تو سامنے ہی سلیم کی دوکان نظر آجاتی تھی۔وہ جیسے ہی دائیں جانب مڑی، دل جیسے ایک لمحے کے لئے ڈوبا تھا سلیم کی دوکان بند تھی اور خالہ کے گھر کا دروازہ مکمل طور پر کھلا ہوا تھا۔یہ اتنی حیرانی والی بات نہیں تھی۔یہ دروازہ اکثر کھلا ہی رہتا تھا لیکن دوکان تو کبھی بند نہیں ہوئی تھی اور وہاں سے آوازیں کیوں آرہی تھیں۔وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتی آگے بڑھی تھی۔دروازے کے قریب ہی اسے برکت نظر آیا جو اندر سے نکل کر آرہا تھا

"کیا ہوا ہے۔۔یہاں کیا مٹھائی بٹ رہی ہے۔۔" اس نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا تھا۔برکت نے اس کا چہرہ دیکھا

"سلیم بھائی نے زہر کھا لیا۔۔" اس نے بجھے ہوئے انداز میں بتایا تھا۔نینا نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر جیسے بات مکمل طور پر سمجھ آئی میں آئی تھی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔؟" اس نے برکت کو دھکیلا تھا اور اندر داخل ہوئی تھی۔محلے کی چند عورتوں کے درمیان اس کی امی اور

خالہ بیٹھی تھیں۔خالہ نے اسے دیکھتے ہی روتے ہوئے کہا تھا۔

"نینا۔۔۔چلا گیا سلیم۔۔۔تیرا بھائی چلا گیا نینا۔۔" نینا کو لگا اس کی روح اس کے جسم سے نکلنے لگی ہو۔اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑے تھے۔

"کدھر۔۔خالہ۔۔۔کہاں چلا گیا۔۔۔کیوں۔۔کیوں چلا گیا۔۔" الفاظ منہ سے پھسل پھسل کر نکلے تھے۔امی اٹھ کر اس کے قریب آئی تھیں اور اسے اپنے بازوؤں میں بھرنے کی کوشش کی تھی

"سلیم کا انتقال ہو گیا نینا۔۔۔" امی رو رہی تھیں۔اس نے ان کی بازو جھٹک دی تھیں اور لپک کر خالہ کی جانب بڑھی تھی

"کدھر ہے سلیم۔۔خالہ۔۔بولیں نا۔۔کدھر ہے۔۔۔" خالہ نے بلکتے ہوئے اسے گلے لگا لیا تھا



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے،بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

میں نے تمہیں کہا تھا کہ ایمن کو لے آنا۔۔میں اسے دیکھنا چاہ رہی تھی" شہرین نے سمیع کو کمرے کے دروازے سے اکیلا اندر داخل ہوتے دیکھ کر کہا تھا۔سرجری میں چند گھنٹے ہی باقی تھے اور اب وہ واقعی ڈر رہی تھی۔یہ بڑا مشکل تھا کہ گھبراتے ہوئے بھی سب کے سامنے حوصلے کو بلند رکھنا لیکن وہ یہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔نرس نے کچھ دیر پہلے ہی اسے آپریشن تھیٹر کا مخصوص گاؤن پہنا دیا تھا اور اسے پہن لینے کے بعد اس کا دل مزید بیٹھنا شروع ہو گیا تھا۔گزشتہ چوبیس گھنٹوں میں اس کے ساس سسر کے علاوہ،منور بھائی اور ان کی فیملی اس سے ملاقات کر چکے تھے۔سب کے دل بوجھل تھے اور کہیں نا کہیں خدشات سب ہی کو ستا رہے تھے لیکن کوئی ایک بھی شہرین کے سامنے حوصلے کا دامن نہیں چھوڑ رہا تھا

"اماں رضیہ لا رہی ہیں اسے۔۔۔آہستہ آہستہ چلتی آ رہی ہیں دونوں" سمیع نے اس کی جانب سرسری سا دیکھتے ہوئے کہا۔شہرین نے سر ہلایا۔سمیع اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔شہرین اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھنے میں مگن تھی۔ہتھیلیوں کی پشت پر نیلے سے نشان نمایاں تھے۔اتنی ڈرپس اور ٹیسٹ وغیرہ کے لئے بلڈ سیمپلز لئے جاتے رہے تھے کہ یہ نشان مستقل ہو چلے تھے۔دودھیا ہتھیلیوں پر یہ نشان بہت بدنما لگتے تھے۔اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی تھی جو اس کی بہت پسندیدہ تھی لیکن اب اسے وہ بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی

"کیا دیکھ رہی ہو؟" بالآخر سمیع نے خاموشی کو توڑ ڈالا تھا۔کسی کو کچھ تو بولنا ہی تھا ورنہ دل تو اتنے ڈرے ہوئے تھے کہ لگتا تھا ملک الموت سامنے آ کھڑے ہوئے ہیں۔شہرین کو ہی نہیں سمیع کو بھی ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نزع کے عالم میں جی رہے ہیں۔نزع کا وقت موت سے کہیں زیادہ ڈرا دینے والا ہوتا ہے اور وہ سب بہت ڈرے ہوئے تھے

"کچھ بھی نہیں۔۔۔بس ایسے ہی۔۔۔ان لکیروں کو دیکھ رہی ہوں۔۔کہ شاید ان کی زبان سمجھ میں آ سکے" وہ عام سے انداز میں بولنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن حقیقت تھی کہ وہ بات کرنا ہی نہیں چاہتی تھی اب کسی سے۔۔۔ایمن کو دیکھنے کی خواہش تھی اور بس پھر وہ چپ چاپ آنکھیں بند کر کے لیٹ جانا چاہتی تھی۔۔۔کتنے دن ہو چلے تھے انتظار کی سولی پر لٹکتے۔۔۔اب تو یہ دل چاہ رہا تھا کہ آر یا پار۔۔جو ہونا ہے ہو جائے بس۔۔۔دوسری طرف سمیع کا اس سے بھی برا حال تھا۔وہ مرد تھا۔۔دنیا اس سے توقع کرتی تھی کہ وہ مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرے گا اور مصائب سے گھبرا کر روئے گا نہیں۔۔۔حالات کسی قسم کے بھی ہوں وہ اپنے حوصلے کو سب کے سامنے قائم رکھے گا جبکہ اس چکر میں اس کا دم نکلا جا رہا تھا۔اس کا دل چاہ رہا تھا اگلے چوبیس گھنٹے کے لئے وہ کوئی نیند کی گولی کھا لے اور اپنے حواسوں کو تالا لگا کر کہیں آنکھیں موند کر پڑا رہے۔

وہ خود کو بہت بہادر سمجھتا تھا لیکن اسے اب جا کر سمجھ میں آیا تھا کہ حوصلہ وہ نہیں ہوتا جو اپنی ذاتی تکلیف میں کیا جاتا ہے۔۔اصل حوصلہ تو وہ ہوتا ہے جو خود سے وابستہ جان سے پیارے رشتوں کی تکلیف میں کیا جاتا ہے۔۔۔اور اس سے یہی حوصلہ کیا نہیں جا رہا تھا۔۔جان تھی کہ نکلی جا رہی تھی۔گھڑی کی ٹک ٹک کرتی سوئیاں وقت کا پہیہ نہیں گھما رہی تھیں بلکہ اس کو اپنے پنجوں میں جکڑے گول گول گھمانے میں مشغول تھیں

"سمیع میرا ایک کام کرو گے۔۔؟" شہرین نے اسے مخاطب کیا تھا۔اس کی آواز کسی کھائی سے آتی لگ رہی تھی۔سمیع نے اسے دیکھا پھر ذرا سا رُخ اس کی جانب موڑ کر جھکا تھا

"مر کر بھی۔۔کہہ کر دیکھو۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا جیسے بولے بناء چارہ بھی نا ہو

"سمیع ادے کو بولنا مجھے معاف کر دیں۔۔ان کو ناراض کر کے اچھا نہیں کیا میں نے۔۔۔اور اپنی امی کو بھی بولنا مجھے معاف کر دیں۔۔ان کا دل دُکھا کر کبھی خوش نہیں رہے ہم۔۔ان سے کہنا میرے خلاف ان کے دل میں جتنا بھی غصہ ہے اسے تھوک دیں۔۔ان سے کہنا کہ اللہ کو میرے خلاف شکایتیں کرنا بند کر دیں۔۔اللہ ماؤں کی سُن لیتا ہے۔۔" وہ لاتعلق سے انداز میں بولی تھی۔سمیع اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔اس کی بات مکمل ہونے پر اس نے چاہا کہ وہ کچھ کہے۔۔اسے تسلی دے دے۔۔اس کی بات کو مذاق میں ٹال دے۔۔لیکن الفاظ اس کے حلق میں اٹک گئے تھے۔۔اس نے کچھ نہیں کہا تھا بس اس کا چہرہ دیکھتا رہا، دیکھتا رہا پھر حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولہ نگلتے ہوئے مسکرایا۔۔ایسی مسکراہٹ کہ جس پر تکلیف کا گمان ہوتا تھا

"کیا چاہتی ہو بیگم۔۔کیا رونے لگوں میں۔۔میں نہیں کہوں گا کسی کو بھی کچھ۔۔تم ایک ہفتے بعد جب ڈسچارج ہوگی تو یہ سب ڈائیلاگز خود ہی بولنا ان کے سامنے۔۔مجھے تو ویسے بھی تمہاری ادے پسند کرتی ہیں نا میری خود کی امی۔۔میں خوامخواہ آؤں تم لوگوں کے درمیان۔۔خود ہی نمٹنا یہ معاملات" اس نے ماحول میں پھیلی افسردگی کم کرنے کی کوشش کی تھی۔شہرین مسکرائی نا کچھ بولی۔اسی دوران اماں رضیہ بھی ایمن کی انگلی تھامے اندر داخل ہوئی تھیں۔وہ جان بوجھ کر ذرا تاخیر سے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ایمن نے ان کی انگلی تھام رکھی تھی۔سرخ سے فراک میں سفید موزے اور سیاہ جوتے پہنے وہ کسی سمجھدار بچی کی طرح کمرے میں داخل ہوئی تھی۔یہ پہلی مرتبہ تھا کہ ایمن کو ہاسپٹل لایا گیا تھا۔شہرین نے اسے دیکھا اور پھر اس کا دل جیسے بے چین ہوا تھا۔ابھی تو اس نے اپنی بچی کو ٹھیک سے محبت کرنا بھی نا سیکھا تھا۔۔اس کے چھوٹی چھوٹی خواہشات پوری کی تھیں نا اس کے لاڈ اٹھائے تھے۔۔اپنی بیماریوں کے واویلوں میں اپنی ہی اولاد کو اگنور کرتی رہی تھی۔اماں رضیہ کو دیکھ کر سمیع نے جگہ چھوڑی تھی کہ وہ شہرین کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ایمن نے ان کی انگلی نہیں چھوڑی تھی۔وہ بہت تمیز دار بچی تھی اور اس کا سارا کریڈٹ اماں رضیہ کو جاتا تھا۔انہوں نے ہی کی تھی ایمن کی تربیت۔۔

"کیسی ہو بیٹی۔۔اماں صدقے جائے۔کیا محسوس کر رہی ہو۔۔کچھ کھانے کا دل تو نہیں چاہ رہا نا۔۔جوس پینا ہے تو بتاؤ۔۔میں تازہ بنا کر لائی ہوں" اماں رضیہ کا محبت کرنے کا اپنا ہی طریقہ تھا۔سمیع کے ٹوکنے کے باوجود وہ جوس لے آئی تھیں

"اماں اب کچھ کھانا پینا نہیں ہوگا۔۔اور آپ اصرار بھی مت کیجئے۔۔ڈاکٹر ناراض ہوتے ہیں" سمیع نے کہا تھا۔اس کی امی کی آمد کی اطلاعات ملتی رہی تھیں اسے۔۔اس کے ابو نے فون پر بات بھی کی تھی اس سے۔۔لیکن اس سب کے باوجود اماں رضیہ کی موجودگی سے بہت ڈھارس ملتی تھی اسے۔۔

"یہ ڈاکٹرز تو سمجھ نہیں آتے ہمیں بھیا۔۔جوس پلانے سے بھی ناراض ہو جائیں گے۔۔بچی کو اتنے دن سے باندھ کر رکھا

ہے ۔کمزوری سے رنگ پیلا ہو گیا ہے ۔۔کچھ کھائیں پئیں گی تو طاقت آئی گی نا ۔۔اپریشن کوئی ان کی خالہ جی کا گھر ہے کیا" اماں رضیہ تنک کر بولی تھیں ۔شہرین مسکرائیں ۔اتنا طویل جملہ یقیناً اس لئے بولا گیا تھا کہ وہ ہنستی، کچھ بولتی ۔۔وہ سب مل جل کر اسے تسلی دینے کی کوشش میں کیا کیا کر رہے تھے

"ایمن ۔۔۔یہاں آؤ چندا ۔مما کے پاس آؤ" اماں رضیہ نے شہرین کی توجہ ایمن کی جانب محسوس کی تو اسے پچکار کر بولی تھیں ۔وہ چند ثانیے تذبذب کے عالم میں ماں کا چہرہ دیکھتی رہی پھر آگے بڑھ آئی تھی اور اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا تھا ۔شہرین نے اس کا ہاتھ تھاما اور پھر اسے اپنی جانب گھسیٹ کر اسے گود میں بٹھا لیا ۔ایمن بھی چپ چاپ بیٹھ گئی تھی

"آپ یہاں رہتی ہیں؟" ایمن نے چونکہ بہت دن سے اسے دیکھا نہیں تھا ۔وہ اسے دیکھ کر خوش ہوئی تھی اور جو پہلا سوال ذہن میں آیا وہی پوچھ ڈالا تھا ۔ماں رضیہ سمیت وہ دونوں بھی ایمن کے اس سوال پر چپ رہ گئے تھے ۔اس سوا کا جواب کیا دیتے وہ ۔۔۔بچی کو کیا سمجھاتے ۔۔شہرین نے اس کے گال پر پیار کیا اور اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا ۔انسان توانائی کا منبع ہے ۔۔انسانی لمس سے بڑا کوئی حوصلہ نہیں ۔۔۔شہرین نے اپنی ہی اولاد کے دم سے وہ حوصلہ کشید کرنے کی کوشش کی اور اسے ملا بھی ۔۔اس نے اس کے سنہرے نرم بالوں والے سر پر اپنی تھوڑی رکھ دی تھی ۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن آنسو ٹپک پڑے تھے ۔

"اماں رضیہ ۔۔۔میرا سب کچھ اللہ کے بعد آپ کے حوالے ۔۔۔سنبھال لیجئے گا" وہ اتنا ہی کہہ سکی تھی ۔اسی دوران نرس نے دروازہ کھولا تھا ۔وہ اپنے ساتھ وہیل چیئر بھی لائی تھی ۔شہرین کی حالت چونکہ بہت خراب نہیں تھی، اس لئے اسٹریچر کی بجائے اس کے لئے وہیل چیئر لائی گئی تھی ۔اماں رضیہ نے اپنی جگہ چھوڑی ۔سمیع نے اپنا سیل فون نکالا تھا ۔

"ایمن میری طرف دیکھیں ۔۔۔" اس نے بیٹی کو مخاطب کیا تھا جو شہرین کی گود میں بیٹھی تھی ۔سمیع نے ایک ساتھ تین چار کلک کئے تھے ۔نرس عجلت میں دکھائی دیتی تھی ۔اس نے وہیل چیئر آگے کیا اور شہرین تھکے تھکے قدموں سے اٹھ کر اس پر بیٹھ گئی ۔نرس بستر کی جانب دیکھ رہی تھی کہ کوئی چیز رہ تو نہیں گئی ۔اماں رضیہ نے آگے بڑھ کر شہرین کی پیشانی چومی ۔۔اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور باہر نکل گئیں، ان میں مزید ہمت نہیں تھی کہ کچھ کہتیں ۔ایمن بھی ان کے پیچھے نکل گئی تھی ۔

"آپ کے پاس کوئی قیمتی چیز ہے تو اپنے ہزبینڈ کو دے دیجئے ۔۔۔یہاں مت چھوڑیں" نرس نے سرہانے کے نیچے ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے تاکید کی تھی ۔شہرین نے دوبارہ ہاتھوں کی جانب دیکھا ۔

"چیزیں قیمتی کب ہوتی ہیں ۔۔۔قیمتی تو انسان ہوتے ہیں" اس نے دھیمی سی آواز میں کہا تھا ۔اس کی انگلیوں میں ایک انگوٹھی تھی ۔یہ انگوٹھی سمیع نے اسے تب دی تھی جب باضابطہ طور پر پروپوز کیا تھا اور یہ انگوٹھی اسے بہت پسند تھی ۔شہرین نے وہی انگوٹھی پہن رکھی تھی ۔اس نے وہ انگلی سے اتار کر سمیع کو دینی چاہی تھی ۔سمیع تھوڑا سا جھکا تھا اور پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا پھر اس نے انگوٹھی تھامنے کی بجائے اس کے ہاتھ تھام لئے تھے

"اور تم سے بڑھ کر کچھ بھی قیمتی نہیں ہے میرے لئے۔۔۔گھبرانا مت۔۔۔جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔۔"اس نے چاہا تھا کہ وہ مزید کچھ کہہ پاتا لیکن ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔شہرین نے انگوٹھی اس کے ہاتھوں میں دے دی تھی۔اب باتوں کا وقت بھی نہیں رہا تھا

"دعا کرنا۔ساتھ خیریت کے آپریشن ختم ہو۔۔۔زندگی نہیں" وہ اس کی جانب دیکھنے کی بجائے نرس کی طرف دیکھ کر بولی تھی۔اس کے دیکھنے پر نرس نے اس کی وہیل چیئر کو دھکا دے دیا تھا۔۔۔سمیع پیچھے رہ گیا تھا۔۔۔وہ آگے بڑھ گئی تھی

☆......☆......☆

"نینا کہاں ہے؟" امی نے زری کی جانب دیکھتے ہوئے آہستگی سے پوچھا تھا۔اس نے گردن نفی میں ہلانے کے ساتھ آنکھوں سے ابھی اشارہ کیا کہ وہ نہیں جانتی۔میت لے جانے میں کچھ دیر ہی باقی تھی۔سلیم کے سب بھائی اور ابو چند لمحوں میں گھر کے صحن سے میت اٹھانے کے لئے اندر آیا ہی چاہتے تھے اور نینا کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔رشتہ داروں کے علاوہ سارا محلہ بھی فی الوقت ان کے صحن اور گھر کے باہر گلی میں موجود تھا۔سلیم سے محبت کرنے والے بہت سے لوگ تھے۔وہ ساری گلی کے لوگوں کی آنکھ کا تارا تھا۔ایک طرف اس کی جواں مرگی کا غم تھا تو دوسری جانب اس ناگہانی موت کا افسوس تھا۔سب کے لبوں پر ایک ہی سوال تھا۔۔"آخر ہوا کیا؟"

"اور ایسا کیا غم لاحق تھا اس معصوم انسان کو جو اسے اس انتہائی اقدام پر مجبور کر گیا"۔۔۔المیہ یہ تھا کہ اس کے ماں باپ بہن بھائی بھی نہیں جانتے تھے کہ اس سوال کا کیا جواب دیں۔۔وہ بیچارے تو خود ہکا بکا رہ گئے تھے جوان بیٹے کی ایسی المناک موت پر۔۔۔انہوں نے تو کبھی سخت لہجے میں بھی بات نا کی تھی اپنے بیٹوں سے۔۔۔وہ کچھ نہیں جانتے تھے اور جو جانتے تھے وہ بہتے اشکوں کے ساتھ میت کے سامنے ہی بیٹھے تھے۔صوفیہ حلیمہ زری کے ساتھ ہی بیٹھی تھیں۔ان کا دل بھی بھانجے کی المناک موت پر شدتِ غم سے پھٹا جا رہا تھا لیکن انہیں افسوس اس بات پر بھی تھا کہ ایسی حرام موت میں کہیں نا کہیں وہ بھی اپنے پورے خاندان سمیت ذمہ دار تھیں۔گزشتہ رات ہونے والا ایک واقعہ ایک ایسے حادثے کو جنم دے گا یہ تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نا تھا

"صوفیہ۔۔۔نینا کدھر ہے۔۔۔اسے کہو دیکھ لے بھائی کو ایک دفعہ۔۔۔پھر نہیں نظر آئیگا۔۔۔اب نہیں نظر آئیگا کبھی ۔۔۔بلاؤ اسے صوفیہ" خالہ نے انہیں دیکھتے ہوئے دہائی دی تھی۔لفظ "بھائی" پر زری اور امی کی نظریں ٹکرائی تھیں اور پھر وہ دونوں ہی عجیب سے تاسف میں ڈوب گئی تھیں۔نینا تو میت کو ہاسپٹل سے لانے سے بھی کہیں پہلے منظر سے غائب ہو گئی تھی۔صوفیہ نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھا۔۔وہ وہاں نہیں تھی۔انہیں بے حد دکھ ہوا۔۔۔یہ ان کا دل جانتا تھا کہ آج انہیں دکھ تو تھا لیکن دل ہی دل میں ایک ندامت آمیز تاسف غالب تھا جو ان کے اعصاب کو ہتھوڑے برسا رہا تھا۔چند مہینوں کے دوران ان کی بہن کو یہ دوسرا بڑا دکھ ملا تھا۔پہلے بیٹی کا دکھ سہا تھا اور اب بیٹا چلا گیا تھا۔۔ان کی اس بہن نے کتنا کچھ کیا تھا ان کے لئے۔۔ان کے ہر دکھ میں ان کی یہ بڑی بہن ان کے کام آتی رہی تھیں اور جس کا صلہ انہیں یہ ملا تھا کہ انہی کے شوہر اور بیٹی کے نازیبا رویے کے باعث ان کی بہن کی جوان اولاد نے حرام موت کو گلے لگا لیا تھا

۔۔انہیں خود پر بھی غصہ تھا۔اس سارے واقعے میں وہ خود بھی تو کہیں نا کہیں قصوروار تھیں

"کیا بگڑ جاتا میرا۔۔اگر میں کاشف کو بتا دیتی کہ نینا نے آپا کا دودھ پیا ہے۔۔اس کا سلیم سے وہ تعلق نہیں ہے جو وہ سمجھتے ہیں۔۔زیادہ سے زیادہ ڈانٹ دیتے مجھے۔۔ناراض ہو جاتے مجھ سے۔۔بچہ تو ناحق اپنی جان سے نا جاتا۔۔کاشف آپ کو ناراض نا کرنے کے چکر میں کتنے لوگ ناراض کئیے میں نے۔۔" وہ بہتے اشکوں کے ساتھ سوچ رہی تھیں

☆......☆......☆

"آپ کے لئے ایک سرپرائز ہے۔۔" صوفیہ نے خوشی سے بوجھل لہجے میں کاشف کو بتایا تھا۔وہ بالا آخر دبئی جا رہی تھی۔دولہا بھائی نے اس کے اور زرمین کے ٹکٹس خرید لئے تھے۔اس نے خود کاشف کو فون کیا تھا۔کاشف کو اندازہ نہیں تھا کہ سرپرائز کیا ہو سکتا ہے۔وہ تو اپنی جانب سے ناراض ہو کر مطمئن بیٹھا تھا کہ اب صوفیہ کچھ عرصہ تنگ نہیں کرے گی اور تب تک اس کو پاکستان سے آئے ہوئے دو سال مکمل ہو جائیں گے تو وہ خود تین ماہ کے لئے چھٹی پر چلا جائیگا گھر بار سیٹ کر کے، زرمین کا ایڈمیشن کروا دے گا تو ایک اور بہانہ مل جائیگا صوفیہ کو دبئی نا رکھنے کا۔اس نے انتہائی پلاننگ کے ساتھ ہی صرف ان دونوں کے کاغذات بنائے تھے کہ صوفیہ کبھی بھی اپنی اولاد کو اکیلا چھوڑ کر نہیں آئیگی

"ہم اتوار کی صبح آ رہے ہیں۔۔فلائٹ نمبر نوٹ کر لیں" وہ شوخی سے بھرپور لہجے میں بولی جیسے یہ اطلاع سن کر کاشف تو خوشی سے جھوم اٹھے گا جبکہ کاشف کے حواس تھرا اٹھے۔اس کی ساری بساط الٹی ہو گئی تھی

"کیا آآآآ۔۔کیسے۔۔کیا کونین کا پاسپورٹ مل گیا۔۔یہ کیسے ممکن ہے۔۔ویزا کیسے ملا؟" وہ حیران تھا۔یہ تو ممکن نہیں تھا کہ وہاں بیٹھے ویزا حاصل کر لیتی صوفیہ

"کونین کی فکر نا کریں آپ۔۔ہمیں ائرپورٹ سے لینے آنے کی تیاری کریں۔۔اور یہاں سے کچھ منگوانا ہے تو بتائیں۔۔ابھی دو دن ہیں۔۔" وہ بے تحاشا خوش تھی

"ارے کیسے فکر نا کروں کونین کی۔۔مجھے پتا چلنا چاہیئے کہ اس کا ویزا کیسے لیا تم نے۔۔کہیں کسی نے یہ تو نہیں کہہ دیا کہ ائرپورٹ پر ویزا مل جائیگا۔اب نہیں ہوتا ایسا۔۔پاکستانیوں کو نہیں ملتا ائرپورٹ پر ویزا" وہ تنک کر بولا تھا۔صوفیہ کے لہجے کی شوخی زہر لگ رہی تھی اسے۔

"کونین کی بات باجی سے کر لی ہے میں نے۔۔وہ اسے رکھ لیں گی۔۔پھر جب اس کے کاغذات۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ کاشف نے اس کی بات کاٹ دی

"کیا بکواس ہے۔۔دماغ درست ہے تمہارا۔۔اولاد تمہاری ہے۔۔اور رکھ باجی لیں گی۔۔وہ کیوں رکھیں گی بھلا" وہ بپھر کر بولا تھا۔صوفیہ کو اس کے انداز نے ڈرا سا دیا۔وہ اس کے غصے سے بہت گھبراتی تھی۔کاشف نے پہلے تو کبھی کونین سے کسی انسیت کا اظہار کیا

نہیں تھا اور اب وہ ناراض ہو رہا تھا

"آپ ناراض کیوں ہو رہے ہیں۔۔۔باجی کو کوئی اعتراض نہیں ہے کاشف۔۔۔وہ کونین کو رکھنے کے لئے تیار ہیں" وہ ذرا سا سہم کر بولی۔لہجے میں منمناہٹ سی آ گئی تھی

"لیکن وہ کیوں رکھیں گی کونین کو۔۔۔۔ایسے کیسے رکھ سکتا ہے کوئی کسی کی اولاد۔۔۔وہ تمہاری اولاد ہے بھی یا نہیں۔۔مجھے بتاؤ صوفیہ وہ تمہاری ہی بیٹی ہے نا۔۔۔؟" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر پوچھ رہا تھا۔صوفیہ تو ہل کر گئی۔کیا وہ اس پر شک کر رہا تھا

"کاشف۔۔۔آپ اس طرح سے بات کیوں کر رہے ہیں۔۔۔میں تو سمجھ رہی تھی آپ بہت خوش ہوں گے ہماری آمد کا سن کر" وہ روہانسی ہوئی تھی۔

"صوفیہ میں خوش کیسے ہوسکتا ہوں۔۔۔تم خود سوچو تم کس قدر حماقت کا مظاہی کر رہی ہو۔۔۔اپنی اولاد چھوڑتا ہے کوئی ایسے کسی کے پاس۔۔۔بچی ذات کا معاملہ ہے" وہ لہجے کو ذرا معتدل کر کے بولا تھا۔صوفیہ نے اسے پریشان کر ڈالا تھا

"میں بھی تو دل پر پتھر رکھ کر چھوڑ رہی ہوں کاشف۔۔۔آسان بات کہاں ہے یہ۔۔۔" کاشف نے اس کی بات کاٹی

"صوفیہ تم مجھے حیران کر رہی ہو۔۔۔بھلا اتنی سی بچی کو تم چھوڑ آؤ گی وہاں۔۔۔۔وہ لوگ جانے کیا سلوک کریں بچی کے ساتھ۔۔۔بیٹی ہے وہ بیٹی۔۔۔لوگ اپنی بیٹیاں ایسے غیروں کے حوالے نہیں کر دیا کرتے" وہ تنک کر بولا تھا۔صوفیہ کو برا بھی لگا اور مزید رونا بھی آیا

"اتنے دن سے بھی تو یہ بیٹیاں غیروں ہی کے پاس تھیں۔۔۔کب سے پڑی ہوں میں یہاں باجی کے گھر۔۔۔دولہا بھائی ہی پورا کر رہے ہیں ہمارا۔۔۔وہی سنبھال رہے تھے ہمیں" صوفیہ نے وضاحت دی تھی

"اب کب تک اس بات کا احسان جتاتی رہو گی۔۔۔۔واپس آ کر ڈال دوں گا دو پھولوں کی مالا اس مہاتما کے گلے میں۔۔لیکن اپنی بیٹی نہیں چھوڑ سکتا ایسے کسی کے پاس۔۔۔تم وہاں موجود ہو تو اور بات ہے۔۔۔ایسے تن تنہا۔۔۔چھوٹی سی بچی ہے وہ" کاشف کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح صوفیہ سے اپنی بات منوا ہی لے جبکہ صوفیہ بھی اسی کوشش میں تھی کہ کاشف اس کی بات مان لے۔

"میں ماں ہوں کاشف۔۔۔میری بھی تو ہمت ہے۔۔۔لیکن میری محبت بھی تو دیکھیں۔۔۔آپ کے پاس آنے کی خاطر کیا ہے یہ فیصلہ۔۔۔تین مہینے کی بات ہے۔۔۔صرف تین مہینے کی۔۔۔ پاسپورٹ ملتے ہی کاغذات بنوا لیں گے۔۔۔اور پھر آ کر اسے لے جائیں گے" وہ اسے سمجھانے کی مزید کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔لہجہ مسلسل گلوگیر تھا

"اور یہ تین مہینے۔۔۔کیسے رہے گی وہ۔۔۔اتنی سی بچی تو اپنی خوراک تک کے لئے بھی ماں کی محتاج ہوتی ہے صوفیہ۔۔۔کیا پاگل پن کر رہی ہو تم۔۔۔" کاشف کا غصہ اس کے رونے سے کم ہونے کی بڑھتا جا رہا تھا۔وہ زِچ ہو رہا تھا

"آپ کیوں فکر کرتے ہیں۔۔۔باجی ہیں نا۔۔۔سب انتظام کر لیا ہے میں نے" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ کاشف مزید جھلایا اور اس کی

بات کاٹی

"خبردار۔۔۔اب یہ مت کہہ دینا کہ باجی مدرٹریسا میری بیٹی کو دودھ بھی پلادیں گی۔۔۔یعنی وہ غریب غرباء اب اس احسان تلے دبائیں گے مجھے۔۔۔پہلے ہی کیا کم ہو رہا ہے میرے ساتھ۔۔اور کتنا ذلیل کرواؤ گی تم مجھے۔۔۔پہلے وہ اتنے مہینوں سے تمہیں سنبھالنے کا احسان جتارہی ہیں۔۔۔اب یہ طعنہ ساری زندگی سنوانے کا بندوبست کر دو کہ وہ میری اولاد کو دودھ بھی پلائیں گی۔۔۔بس کرو صوفیہ۔۔بس کر دو۔۔تمہاری وجہ سے پہلے ہی ایسے لوگوں کو منہ لگانا پڑتا ہے جن کی شکل نا دیکھوں میں کبھی۔۔۔اب یہ احسان لے کر ان غریب ٹٹ پونجیوں کے تلوے چاٹنے پر نا لگا دینا مجھے۔۔۔کوئی ضرورت نہیں ہے میری بچی کو کسی کی گود میں ڈالنے کی۔۔۔خبردار جو تم نے یہ کیا تو۔۔۔اماں زندہ ہوتیں تو پوچھتیں تم سے۔۔۔ہمارے خاندان میں نہیں ہوتیں ایسی باتیں۔۔۔سمجھ رہی ہو نا۔۔۔اس لئے تھوڑا انتظار کرو اور وہیں رہو" وہ حتمی لہجے میں بولا تھا

"یہ کب کہہ رہی ہوں میں۔۔۔باجی کیوں پلائیں گی دودھ۔۔۔وہ تو ڈبے کے دودھ پر پل رہی ہے۔۔۔جس کے پیسے آپ ہی بھجواتے ہیں اور آپ کے پاس آ کر بھی پیسے تو میں ہی بھجواؤں گی نا۔۔۔آپ کیوں شرمندہ ہوتے ہیں۔۔۔ان کے گھر رہ رہی ہوں لیکن خرچہ تو بھجواتے ہیں نا آپ۔۔۔ایسے مت سوچیں" صوفیہ نے فٹافٹ بات سنبھالی تھی۔اس نے یہ بات تو ابھی تک اسے نہیں بتائی تھی کہ صوفیہ ماں کا دودھ نہیں پیتی۔ابتدائی ایک دو ہفتوں کے بعد تو کونین کے دودھ نا پینے کے باعث صوفیہ اب اس قابل نہیں تھی کہ بچی کی خوراک کا بندوبست کر پاتی۔قدرتی عمل تھا۔دودھ خشک ہو چکا تھا اور کونین مکمل طور پر باجی کے آسرے پر تھی لیکن کاشف کے اس طرح بھڑکنے پر صوفیہ نے بات بنائی تھی

"ایسے مت سوچوں۔۔ویسے مت سوچوں۔۔تو پھر کروں کیا۔۔۔بھنگ پی کر سو جاؤں۔۔۔اور تمہیں احمقانہ کام کرنے کی کھلی چھوٹ دے دوں" وہ غرایا۔صوفیہ کے گال آنسوؤں سے تر ہو چکے تھے

"کاشف۔۔آپ کو صرف اپنی بچی کی فکر ہے۔۔۔میری نہیں۔۔۔میں نے بھی تو آپ ہی کی خاطر کیا جو بھی کیا۔۔کتنی بار کہوں۔۔نہیں رہا جاتا مجھ سے یہاں۔۔آپ کے بغیر۔۔۔اب تو میں ٹکٹ لے چکی ہوں۔۔۔اور میں آؤں گی بھی۔۔۔آپ کی مرضی۔۔۔دل چاہے تو ہمیں ائرپورٹ سے ریسیو کر لیجئے گا۔۔۔دل نا چاہے تو یونہی ائرپورٹ پر لاوارثوں کی طرح چھوڑ دیجئے گا۔۔۔میں بھی وہاں زرمین کے ساتھ کسی گاڑی کے نیچے آ کر جان دے دوں گی۔۔۔آپ سنبھال لیجئے گا اپنی دلاری کونین کو" صوفیہ نے گلوگیر لہجے میں جملہ ادا کیا اور پھر کچھ سنے بغیر فون بند کر دیا تھا۔اسے عجیب سا لگا تھا۔کاشف نے اتنے دن سے کبھی کونین کے لئے اتنی جذباتیت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جس کا صوفیہ کو افسوس بھی ہوتا تھا کہ وہ بیٹے کا خواہشمند تھا اور بیٹی سے لاتعلقی برت رہا ہے لیکن اب یکدم جب وہ اسے چھوڑ کر جا رہی تھی تو اس کے دل میں محبت جاگ اٹھی تھی۔صوفیہ نہایت بجھے ہوئے دل لیکن مصمم ارادے کے ساتھ فون بند کر کے پڑوسیوں کے گھر سے واپس آئی تھی۔اسے دبئی جانا ہی تھا

☆......☆......☆

"سب ٹھیک ہے سمیع صاحب" ڈاکٹر صاحب نے میز کی دوسری جانب بیٹھے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔اسے لگا اس کی جان میں جان آگئی ہو" آپ کو مبارک ہو۔۔سرجری کامیاب ہوئی ہے" وہ اسے خوشخبری سنا رہے تھے اور اسے لگا وہ حوصلہ کھو دے گا۔جانے کتنویں مرتبہ اس نے اپنی بچی کچھی ہمت مجتمع کی تھی۔وہ عورت نہیں تھا ورنہ آرام سے دو آنسو بہا لیتا۔کوئی اس کے دل سے پوچھتا کہ بعض اوقات عورت ہونا کتنی بڑی نعمت اور مرد ہونا کس قدر حوصلے کا کام ہو جاتا ہے۔اسے بس چٹان کی طرح نظر آنا چاہیئے۔۔اس کے وجود میں پڑی دڑاڑوں میں سے آنسو نام کا چشمہ ابلے گا تو باعثِ ہتک ہو گا۔آنسو چاہے خوشی کے ہی کیوں نا ہوں مرد کھل کر نہیں بہا سکتا۔۔سو سمیع نے بھی نہیں بہائے تھے۔۔اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سر ہلایا تھا

"میں آپ کو کچھ ایڈوائز کرنا چاہتا ہوں۔۔۔دیکھیں سمیع صاحب کینسر کا علاج کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے۔۔یہ بہت تکلیف دہ اور طویل طریقہ کار ہے۔۔اس میں مریض کے ساتھ ساتھ اس کے پیارون کے اعصاب کا بھی مسلسل امتحان ہوتا ہے۔۔آپ کو اپنے اعصاب بہت مضبوط رکھنے ہیں تب ہی آپ مریض کی مدد کر پائیں گے" وہ اسے سمجھا رہے تھے۔یہی باتیں کراچی میں اس ڈاکٹر رضی نے بھی اسے کہی تھیں۔سرجری سے چند دن پہلے ان کی ملاقات چند ایسے مریضوں اور ان کے اہلِ خانہ سے بھی کروائی گئی تھی جو اس قسم کے عارضوں میں مبتلا رہنے کے بعد صحتیاب ہوئے تھے۔ان سب کے پاس شیئر کرنے کو ایک دوسرے کو ایڈوائز کرنے کو بہت کچھ تھا لیکن فی الحال سمیع شہرین سے ملنا چاہتا تھا۔۔اسے دیکھنا چاہتا تھا

"میں شہرین سے مل لوں۔۔؟" اس نے ڈاکٹر صاحب کا جملہ مکمل ہوتے ہی سوال کیا تھا۔ڈاکٹر صاحب نے سر ہلایا

"آپ دیکھ لیجیئے انہیں ایک دفعہ۔۔۔لیکن پہلے خود کچھ کھائیں پیئیں۔۔ان سے زیادہ تو آپ بیمار لگ رہے ہیں" ڈاکٹر صاحب نے مسکرا کر کہا تھا،سمیع نے بھی مسکرانے میں ان کا ساتھ دیا اور کیا کہہ سکتا تھا وہ۔۔اس نے کئی دن سے شیو نہیں کی تھی اور گزشتہ چوبیس گھنٹے سے وہ گھر بھی نہیں گیا تھا۔اس کا حلیہ کافی میلا ہو رہا تھا۔

"آپ دیکھ لیں اپنی وائف کو۔لیکن وہ جلدی ہوش میں نہیں آئیں گی۔۔اگلے چوبیس گھنٹے اہم ہیں۔۔اور اصل امتحان اس کے بعد شروع ہو گا۔۔اس لیئے میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اپنا خیال رکھیں۔۔کینسر کے مریض کو ہمت دلاتے رہنے کے لیئے ضروری ہے کہ آپ خود بہت باہمت ہوں۔۔سمجھ رہے ہیں نا آپ۔۔؟" وہی باتیں وہی جملے۔۔سمیع کو اب اس تکرار سے الجھن ہونے لگی تھی لیکن وہ کچھ نہیں بولا تھا

"شہرین بالکل ٹھیک ہو جائیگی نا ڈاکٹر؟" اس نے وہی سوال دوہرایا جو وہ تقریباً ہر اس ڈاکٹر سے پوچھتا جن سے ملتا تھا۔

"انشاء اللہ۔۔آپ دل میں خدشات اور وسوسے مت پالیں۔۔سب کچھ قدرت پر چھوڑ دیں۔۔" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر چھت یعنی آسمان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مزید کہا تھا

"اللہ مسب الاسباب ہے۔۔اس کا کام وہ جانے۔۔ہم خوامخواہ عالم فاضل بن کر اسے نصیحت کرتے اچھے لگیں گے بھلا۔۔ہمارا کام ہی نہیں ہے یہ۔۔آپ صرف اپنا کام کریں۔۔اس کے کام میں دخل مت دیں۔۔وہ آپ سے، مجھ سے بہتر علم والا ہے۔۔نہیں۔۔؟" وہ فقرہ مکمل کر کے اس سے اسکی رائے لے رہے تھے۔سمیع کو ان سے بات کر کے اچھا لگا۔اس نے یہ بات محسوس کی تھی کہ ٹیومر تشخیص ہو جانے کے بعد جتنے بھی ڈاکٹرز اسے ملے تھے، ان سب کا رویہ زندگی کی طرف بہت مثبت تھا۔وہ سب اچھے کاؤنسلر تھے۔

"اب گھر جائیں۔جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ آپکی وائف جلدی ہوش میں نہیں آئیں گی۔۔اس لئے آپ گھر جا کر اطمینان سے گھنٹہ دو گھنٹہ سوئیں۔۔پھر شیو کریں، ڈریس اپ ہوں۔۔پھر واپس آئیں۔۔ہم نہیں چاہتے ہماری مریضہ آپکو دیکھ کر مایوس ہوں۔۔اچھے ہینڈسم آدمی ہیں۔۔مرد کی اچھی صورت شکل کا فائدہ اس کی گھر والی کو بھی تو ہونا چاہیئے" ڈاکٹر صاحب مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔سمیع کو ہنسی آئی تھی۔اسے ان کی تجویز اچھی لگی۔اسے واقعی فریش اپ ہونے کی ضرورت تھی۔

☆......☆......☆

وہ ایک خوش کن منظر تھا۔

پانچ سال کی ایک بچی اپنے ہم عمر ایک بچے کے ساتھ صحن میں بنے چبوترے کے اوپر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔چبوترے کے ساتھ ساتھ گملے پڑے تھے جن میں مختلف اقسام کے ننھے منے پودے تھے۔شام کا وقت تھا اور ایک دو تتلیاں نجانے کہاں سے ان پودوں پر چہل قدمی کی غرض سے آ ٹکی تھیں لیکن اس بچی کی ساری توجہ اس چڑیا کی جانب تھی جو ایک بڑے گملے کے کنارے پر بیٹھی تھی۔وہ ٹکٹکی باندھے اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"نینا میں تمہیں ایک چیز دکھاؤں؟" اس بچے نے اچانک اس بچی کو مخاطب کیا تھا۔اس کے بولنے پر چڑیا نے پر پھیلائے تھے اور ایک لمحے میں اپنی جگہ چھوڑ کر اُڑ گئی تھی۔اس بچی نے برا سا منہ بنا کر اس بچے کو دیکھا

"جی نہیں۔۔سلیم حلیم۔۔لے کر اڑا دیا بلبل کا بچہ" اسے غصہ آیا تھا

"وہ بلبل کا بچہ تھا؟" اس بچے نے معصوم سے انداز میں پوچھا۔اس بچی نے پھر ناک چڑھائی

"نہیں۔۔ہاتھی کا"

"ہیں نینا۔۔؟" اس بچے کو یقین نہیں آیا تھا

"اس کا مطلب ہاتھی کا بچہ چھوٹا ہوتا ہے تو بلبل کا بچہ ہوتا ہے؟" وہ تذبذب میں گھر کر سوال کر رہا تھا۔اس بچی نے گھور کر اسے دیکھا اور پھر" اونہہ" کہہ کر ہنکارا بھرا تھا

"اچھا ناراض مت ہونا۔۔میں تمہیں ایک چیز دکھاتا ہوں" وہ اس کے قریب ہوا تھا اور اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی تھی جس میں کچھ سکے دبے تھے۔

"کیا ہے۔۔؟" نینا کو کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوئی تھی۔وہ بچہ کافی پرجوش تھا

"یہ چار روپے ہیں۔۔۔2 روپے یہ۔۔۔

اور دو روپے یہ والے۔۔سارے مل کر بنے چار" وہ دونوں سکوں پر باری باری انگلی رکھ کر بولا تھا

"تمہیں کس نے دئے یہ پیسے" اس بچی نے ٹانگیں ہلاتے ہوئے سوال کیا تھا۔اسے ابھی بھی پیسوں میں دلچسپی پیدا نہیں ہوئی تھی

"میں نے امی سے لئے ہیں۔۔اس کا ہم گولہ گنڈا کھائیں گے۔۔۔ابھی تھوڑی دیر میں آئیں گے گولے گنڈے والے انکل ۔۔۔ایک تم لینا۔ایک میں لوں گا" وہ اسے تفصیل بتارہا تھا۔باہر گلی میں سرِشام ہی مختلف چھابڑی والے اور خوانچہ فروش اپنا اپنا مال لے کر آجاتے تھے۔محلے کے سارے بچوں کے لئے یہ سب چیزیں بڑی دلچسپ تفریح ثابت ہوتی تھیں۔نینا نے ناک چڑھائی

"مجھے نہیں کھانا گولہ گنڈا۔میرا سارا منہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔۔اور سرخ سرخ بھی۔" اس نے انکار کردیا تھا۔اس بچے نے سکوں والی مٹھی بند کردی۔

"اچھا۔۔پھر تم کیا کھاؤ گی۔۔؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا

"میں کھوئے والی قلفی کھاؤں گی۔۔مجھے وہی اچھی لگتی ہے" نینا نے فیصلہ کرلیا تھا

"وہ تو تین روپے کی آتی ہے۔۔۔اگر تم قلفی کھاؤ گی تو چار روپے میں سے ایک ہی روپیہ بچے گا۔۔۔پھر میں کیا کھاؤں گا۔۔گولہ گنڈا تو دو روپے کا آتا ہے۔۔" وہ بچہ منہ لٹکا کر بولا نینا پر اثر نہیں ہوا تھا

"تمہاری مرضی۔لیکن مجھے قلفی ہی کھانی ہے" اس نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا اور چبوترے سے چھلانگ مار کر اتری تھی۔اس بچے نے بھی جست لگانے میں دیر میں نہیں کی تھی۔ایک ہی ثانیے میں وہ اس کے پیچھے تھا۔

"اچھا رکو۔تمہیں قلفی کھانی ہے نا۔کھالینا۔" اس نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔وہ بچی پلٹی تھی

"ٹھیک ہے۔۔" اس نے جیسے احسان جتایا

"تم خوش ہونا؟" وہ پھر سوال کررہا تھا۔نینا نے اثبات میں سر ہلایا اور مسکرائی۔اس کے مسکرانے پر وہ بچہ بھی مسکرایا تھا۔کچھ دیر بعد وہ بچی تین روپے کی کھوئے والی قلفی کھا رہی تھی جبکہ اس بچے نے ایک روپے کا لالی پاپ لے لیا تھا۔وہ اسے خوش کرنے کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار تھا

منظر بدل گیا تھا

اب سخت دوپہر کا عالم تھا۔ایک پندرہ سولہ سال کی لڑکی بے چینی کے عالم میں ایک کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اسی کی عمر کا ایک لڑکا بستر پر آڑا ترچھا لیٹا تعلیم وتربیت کا نیا شمارہ کھولے پوری طرح اس میں گم تھا

"سلیم کے بچے۔۔ہر وقت لیٹے رہتے ہو۔۔پوستی؟" اس نے آتے ہی اس کے ہاتھ سے میگزین جھپٹ لیا تھا

"نہیں ۔۔۔کبھی کبھی درخت سے بھی الٹا لٹک جاتا ہوں ۔۔۔پھر دنیا سیدھی سیدھی لگنے لگتی ہے" وہ چڑ کر بولا تھا۔نینا ہنسی

"نوشی باجی اسی لئے تمہیں بندر کہتی ہیں" اس بچے نے منہ بنایا

"لوگ تو نیوٹن کو بھی سیب کے گرنے سے پہلے احمق کہتے تھے۔۔۔سیب کے گر جانے کے بعد وہ نیوٹن بنا تھا۔۔۔اس لئے سلیم دی گریٹ لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا" وہ ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں بولا

"اوہ سلیم بن نیوٹن دی گریٹ۔۔۔اٹھو اور میری بات سنو" اس بچی کو اس قسم کی باتیں جلدی سمجھ نہیں آتی تھیں۔وہ اس کے بستر پر بیٹھی تھی۔وہ بچہ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا

"بکو۔۔۔تم ہمیشہ کام کے وقت ہی یاد کرنا مجھے" اس نے جتایا تھا۔نینا پر اثر نہیں ہوا

"ہاں تو تم جیسے لوگ ایسے وقت ہی کام آتے ہیں ورنہ ہمیں کیا غرض تم جیسوں سے" اس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔اس سے پہلے کہ وہ بچہ مزید کچھ کہتا۔نینا نے ہاتھ سے اسے روکا تھا

"اچھا۔اب چُپ کر کے میری بات سنو۔۔۔میری ایک فرینڈ ہے اسکول میں۔۔۔اس کے بھائی کی شادی تھی۔۔۔اس نے لال پیلے نیلے رنگ کے ڈریسز بنوائے تھے پھر ان کے ساتھ میچنگ جوتے اور جیولری بھی لی تھی" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سلیم نے اس کی بات کاٹی

"تو مجھے یہ سب کیوں بتا رہی ہو۔۔۔جب نوشی باجی کی شادی ہو گی تو تم بھی لال پیلے نیلے ڈریسز بنوا لینا۔۔۔جوتے جیولری بھی لے لینا" اس نے اس کے مسئلے کا حل نکالا تھا۔نینا نے ناگواری بھرے انداز میں منہ کا زاویہ بگاڑا

"یخ۔۔مجھے نہیں پسند ایسے کھٹے میٹھے کلرز۔۔۔" وہ ناپسندیدگی سے بولی

"اچھا تو پھر مت بنوانا۔۔میں کیا کروں" سلیم نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا

"تم صرف میری بات سنو۔۔۔تو ہوا یوں کہ اس نے اتنا کچھ لے لیا تو اس کی امی کے پاس اسے میچنگ پرس دلوانے کے پیسے نہیں بچے۔۔وہ بہت پریشان تھی۔۔۔میرے پاس بریک میں بیٹھی ہر وقت یہی رونا روتی رہتی تھی۔۔۔ایک دن تو بیچاری۔۔۔" وہ کوئی لمبا ہی قصہ شروع کر بیٹھی تھی۔سلیم نے اسے ٹوک دیا

"اوہو۔۔۔لبِ لباب بتاؤ نا۔وقت کیوں ضائع کر رہی ہو۔۔۔پہلے رنگ برنگی داستان شروع کر دی۔۔۔اب رونا دھونا سنانا شروع کر دیا۔۔۔دوست کی بات سنا رہی ہو۔۔۔یا اسٹار پلس کا ڈرامہ" وہ چڑ رہا تھا۔

"جاؤ نہیں سننا تو نا سہی۔۔۔آئے بڑے کہیں سے مصروف آدمی۔۔۔اونہہ۔۔۔جیسے ہونا ویسے ہی رہا کرو۔۔زیادہ ہیڈ ماسٹر نا بن جایا کرو۔۔۔جا رہی ہوں میں" وہ سخت ناراض ہو گئی تھی اور اپنی جگہ چھوڑنے کے لئے اٹھنا چاہا تھا

"اچھا اچھا۔ناراض مت ہو۔۔۔" سلیم نے اس کا ہاتھ پکڑا

" سناؤ جو بھی سنانا ہے ۔۔اچھا پھر تمہاری سہیلی رونا شروع ہوگئی ۔۔تم نے اسے آنسو صاف کرنے کے لئے ٹشو پیپر دیا۔۔اس نے پکڑ لیا۔۔پھر اس نے آنسو صاف کئے ۔۔اور ٹشو پیپر پھینکنے کے لئے ڈسٹ بن کی جانب گئی ۔۔ڈسٹ بن دروازے کے پیچھے تھا۔۔اس نے دروازے کو دھکیلا ۔۔پھر ڈسٹ بن کو پاؤں سے آگے گھسیٹا اور پھر ۔۔" وہ مزاحیہ انداز میں اس کے قصے کو مزید طول دے رہا تھا۔نینا نے اس کے کندھے پر ایک زور کا تھپڑ لگایا پھر خجل سا ہو کر مسکراتے ہوئے بولی

" بدتمیز لڑکے ۔۔میں یہ بتانا چاہ رہی تھی کہ اس نے سب کچھ لے لیا تھا لیکن اس کے پاس پرس نہیں تھا۔۔میں نے اسے زری کا ایک اچھا سا سنہرا پرس دیا تھا کہ بھائی کی شادی پر استعمال کر کے واپس کر دینا۔۔"

" بیڑا غرق ۔۔اب زری کو پتا چل گیا ہے اور وہ تم سے لڑ رہی ہے ۔۔ہے نا؟" وہ ایک نتیجے پر پہنچا تھا۔نینا نے پھر اسے تھپڑ لگایا

" نہیں ۔۔اسے پتا نہیں چلا ۔۔وہ شام کو اپنی کسی سہیلی کے گھر جا رہی ہے اور آدھے گھنٹے سے وہی پرس ڈھونڈ رہی ہے ۔۔اور میں بھی اس کے ساتھ مل کر ڈھونڈ رہی ہوں " جملہ مکمل کرتے اس کے لہجے میں تاسف بھی در آیا تھا

" اچھا تو محترمہ ۔۔میرے لئے کیا حکم ہے ۔۔میں اب کیا جا کر زری کو تسلی دوں" وہ طنزیہ انداز میں پوچھ رہا تھا

"سلیم پلیز تحریم کے گھر سے وہ پرس لا دو نا ۔۔زری کو پتا چل ہی جائیگا کہ وہ میں نے تحریم کو دیا ہوا ہے تو وہ ابا کو میری شکایت لگا دے گی ۔۔اور ابا کا تو پتا ہے تمہیں ۔۔ایویں ڈانٹنا شروع ہو جائیں گے" وہ درخواست کر رہی تھی۔سلیم جانتا تھا نینا کسی چیز سے نہیں گھبراتی سوائے اپنے ابا کی ڈانٹ ڈپٹ سے ۔اس نے اثبات میں سر ہلایا

" اچھا چلا جاتا ہوں ۔تم اسے کال کر دو کہ پرس نکال کر رکھے" وہ فوراً بستر سے اتر آیا تھا

" پیدل جاؤ گے؟" نینا نے پوچھا تھا

"نہیں ۔تمہارے ابا کی مرسیڈیز کھڑی ہے نا باہر ۔۔اس پر چلا جاتا ہوں" اس نے طنزیہ انداز میں جواب دیا اور باہر نکل گیا

باہر سخت گرمی تھی ۔سورج آگ اگل رہا تھا لیکن وہ اس کی خاطر اس کی سہیلی کے گھر جانے کو تیار تھا تا کہ اسے ڈانٹ نا پڑے

اور منظر پھر بدلا تھا۔۔

انیس سال کا سلیم وہیل چئیر پر لاچار سا بیٹھا تھا سخت سردیوں کے دن تھے ۔دل چاہتا تھا رضائی میں دبکے پڑے رہو لیکن وہ بیڈ پر بیٹھنے کی بجائے وہیل چئیر پر بیٹھا اپنی گود میں لیپ ٹاپ رکھے ،کاغذات کا فولڈر ٹانگوں پر رکھے لحاف صرف پاؤں پر ڈالے بیٹھا کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا ۔

نینا اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر بے دھڑک اندر داخل ہوئی تھی

" میرا کام کر دیا؟" اس نے آتے ہی پہلا سوال کیا تھا۔سلیم کے چہرے پر سخت مایوسی تھی

" یار ۔۔ابھی تک نہیں ہوسکا ۔۔مشکل کام ہے" وہ اس کی جانب دیکھے بناء بولا تھا۔نینا نے مایوسی سے سر ہلایا

"کسی کام کے نہیں ہو تم سلیم ۔۔۔ نکمے ہو بالکل ۔۔۔ سارا دن آرام کرتے ہو ۔۔ ایک کام نہیں ہوتا تم سے" وہ ہمیشہ کی طرح ناراض ہو رہی تھی ۔سلیم نے اسے گھور کر دیکھا

" چار گھنٹے ہو گئے ہیں تمہاری اس اسائنمنٹ کو مکمل کرنے میں لگا ہوا ہوں ۔۔ ان کاغذوں میں غرق بیٹھا ہوں ۔۔ ٹائپ کر کر کے انگلیاں تھک گئی ہیں ۔۔۔ کھانا بھی نہیں کھایا ابھی تک ۔۔ لیکن ایک پیراگراف ہی لکھ پایا ہوں ۔۔ اور تم مجھے نکما کہہ رہی ہو ۔۔ جاؤ پڑے ہیں یہ سب پیپرز ۔۔ اور تمہارا لیپ ٹاپ ۔۔ میں نہیں کر رہا کچھ بھی" وہ سخت برا مان کر بولا تھا ۔نینا کو اس کا انداز تاؤ دلا گیا

"سلیم کے بچے ۔۔۔ تمہاری یہ مجال ۔۔ میرا کام کرنے سے انکار کرو ۔۔ ٹھہر جاؤ ۔۔ میں ابھی خالہ کو بتاتی ہوں ۔۔ وہی کان کھینچیں گی تمہارے" وہ اسے دھمکاتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی تھی ۔سلیم نے منہ کا زاویہ بگاڑا

" ارے جاؤ ۔۔ جس کو مرضی بتاؤ ۔۔ میں بھی خالو کو بتا دوں گا کہ وہ چڑیل جو ہر روز ان کی سوزوکی پنکچر کر جاتی ہے ۔۔ اس کا نام نینا ہے"

" اُف ۔۔۔ اتنی بدتمیزی ۔۔۔ بس ختم ہو گئی تمہاری میری ۔۔ اب شکل نہیں دیکھوں گی تمہاری ۔۔۔ ویسے تو وہ پہلے ہی دیکھنے کے قابل نہیں ہے ۔ لیکن اب تم انتظار کرنا میرا ۔۔۔ کبھی بات نہیں کروں گی تم سے ۔۔۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اس بندے کی جنرل نالج اچھی ہے چلو ۔۔ اس سے مدد لے لیتی ہوں ۔ لیکن تم تو سر ہی چڑھ گئے ۔۔۔" وہ دروازے تک چلی گئی تھی اور مسلسل بڑبڑانے میں مصروف تھی ۔سلیم کچھ نہیں بولا لیکن وہ مسلسل کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا

" آخری پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس ۔۔ سوچ کر بتا دو چلی جاؤں یا کھڑی رہوں" ایک دو منٹ کی خاموشی کے بعد نینا نے دروازے کے عقب سے سوال کیا تھا ۔سلیم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی

" جاؤ ؤ ؤ ۔۔ کہاں نا جاؤ ۔۔" وہ چلایا تھا ۔

" ایک بار پھر سوچ لو ۔۔ میں پانچ تک گن رہی ہوں" وہ بھی اسی استقامت سے بولی تھی اور پھر ساتھ ہی گنتی گننی شروع کی تھی

" آواز نہیں آ رہی" سلیم نے اس کی گنتی شروع ہوتے ہی کہا تھا ۔اس کے باوجود نینا نے پانچ تک گنا اور اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی تھی ۔ چند منٹ خاموشی چھائی رہی ۔سلیم منتظر تھا کہ وہ کچھ بولے گی لیکن اسے کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی ۔وہ بھی کچھ نہیں بولا تھا ۔مزید چند منٹ ایسے ہی گزر گئے تھے ۔سلیم کی توقع کے برعکس اب کوئی آواز نہیں آئی ۔اس نے دروازے کی جانب دیکھا لیکن اسے کوئی نظر بھی نہیں آیا تھا ۔

" اوہو ۔۔ کیا واقعی چلی گئی ہو ۔۔۔ نینا ۔۔ اوہ نینا ۔۔ مس کو نین کاشف نثار صاحبہ ۔۔ میں نے کہا سنتی ہو ۔۔۔" وہ اسے پکار رہا تھا لیکن باہر بالکل سناٹا تھا ۔سلیم کو یکدم ہی احساس ہوا تھا کہ وہ واقعی چلی گئی تھی ۔اسے افسوس ہوا ۔اس نے کاغذ اور لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھے تھے ، پھر لحاف ٹانگوں سے ہٹایا تھا اور وہیل چیئر گھسیٹ کر دروازے تک آیا تھا ۔وہ دروازے کے پیچھے کھڑی مسکرا رہی تھی ۔اسے دیکھ کر کھلکھلا کر

ہنسی

"اندر آجاؤ چڑیل ۔۔میری آرام وسکون کی دشمن ۔۔کر مر تو رہا ہوں تمہارا کام ۔۔لکھ دی ہے ساری سکینڈے نیوین مما لک کی معاشی صورتحال ۔۔۔خود بھی کوئی اخبار پڑھ لیا کرو کبھی ۔۔۔ڈگری تم نے لینی ہے ۔۔مشکل میں بیچارا ایف اے پاس سلیم پڑ گیا ہے ۔۔۔"وہ بڑبڑاتے ہوئے مگر لاچاری سے بولا ۔اسے ناراض کرنے کا تصور نہیں کرسکتا تھا وہ ۔نینا مغرور سے انداز میں مہارانیوں کی طرح کمرے میں آگئی تھی۔

"میں جانتی تھی تم مجھے ناراض کر ہی نہیں سکتے" وہ جتا کر بولی تھی۔

"میں واقعی تمہیں ناراض نہیں کرسکتا" وہ ایسے بولا تھا جیسے اس بات پر خوش بھی نا ہو لیکن اسے تسلیم کئے بغیر چارہ بھی نا تھا۔

"اور میں کب ناراض کرسکتی تھی تمہیں سلیم ۔۔۔" نینا نے سوچا تھا۔وہ اپنے بستر پر آڑی ترچھی لیٹی تھی ۔۔۔یادوں کا ایک سیلاب تھا جو اعصاب کو جھنجھوڑے چلا جا رہا تھا۔ایک کے بعد ایک منظر،اس کے ساتھ گزارا گیا وقت،اس کو دئے گئے طعنے،اس کے ساتھ لگائے گئے قہقہے،اس کے شکوے،اس کے گلے ۔۔۔اس کی محبت ۔۔اس کی ہمدردی ۔۔کیا کیا نہیں تھا جو ان دونوں کے درمیان مشترکہ تھا ۔۔وہ کبھی اسے بھائی نہیں کہتی تھی اور وہ اسے کبھی بہن نہیں کہتا تھا ۔۔کئی بار وہ اسے چڑانے کو آئی لو یو کہتا کیوں کہ وہ کہتی تھی اسے "محبت" سے چڑ ہے ۔۔وہ دونوں ایک دوسرے سے بے تکلف تھے لیکن وہ دونوں جانتے تھے کہ ان کے درمیان رشتہ کیا تھا اور اس رشتے کا احترام بھی کرتے تھے وہ ۔نینا یہ تو جانتی تھی کہ ابا اس کی سلیم سے بے تکلفی پر خائف رہتے تھے اور چونکہ اسے ابا کو چڑانے میں مزا آتا تھا تو وہ جان بوجھ کر بھی سلیم کی دوکان پر بلاوجہ چلی جایا کرتی تھی لیکن یہ تو کبھی نہیں سوچا تھا اس نے کہ زری بھی ایسی کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائے گی جبکہ سلیم تو ہمیشہ اسے ہی پسند کرتا تھا۔اس سے عمر میں چھوٹا ہونے کے باوجود وہ اس کے خواب دیکھتا تھا۔

"زری اچھا نہیں کیا تم نے ۔۔۔اس کی محبت کو تسلیم کرنا تو دور کی بات ۔تم نے اسے اپنی ہی نظروں میں گرا دیا ۔۔"اپنے بستر پر چت لیٹے نینا نے جانے کتنویں بار خود کلامی کی تھی ۔گھر میں کوئی نہیں تھا۔سب لوگ خالہ کے گھر تھے۔

"کلمہ شہادت ۔۔"اس کی سماعتوں نے سنا۔جنازہ لے جانے کا وقت ہو گیا تھا۔اس نے سرہانہ سر کے نیچے سے نکالا اور اسے اپنے منہ پر رکھ لیا تھا۔

"اچھا تو تم نے بھی نہیں کیا سلیم ۔۔۔ایسے نہیں ہار مان لیتے ۔۔۔ایسے نہیں ہار مانتے ۔۔۔میں بھی تو گزار رہی ہوں یہ زندگی ۔۔۔تمہاری بھی گزر جاتی ۔۔۔لیکن یہ سب ۔۔۔؟"اس نے ایک بار پھر خود کلامی کی تھی ۔دماغ تھا کہ ماؤف ہو چلا تھا۔اسے خود پتا نہیں چلا تھا کہ آنسو اس کی گالوں پر رقص کرنے لگے تھے

☆......☆......☆

"کہاں جا رہی ہو بیٹی ۔۔۔؟"صوفیہ نے اپنی اس بیٹی سے پوچھا تھا جو ہمیشہ ان سے ناراض ہی رہتی تھی ۔سلیم کو دفنائے ہوئے

پورے بارہ گھنٹے بھی گزر چکے تھے اور گھر کے تینوں افراد میں سے کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ نینا کو تسلی کا ایک حرف بھی کہہ پاتے۔امی نے ایک دفعہ بھی سلیم کی میت کے پاس بیٹھے نہیں دیکھا تھا اور نا ہی انہوں نے اسے تسلی دی تھی۔وہ فوراً ہی وہاں سے اپنے گھر آ گئی تھی اور امی نے اسے ایک بھی آنسو بہاتے نا دیکھا تھا۔جنازے سے پہلے بھی انہوں نے زری کو بھیجا تھا کہ وہ اسے بلا لائے لیکن وہ نہیں آئی تھی۔انہیں بہت فکر تھی اس کی۔۔وہ جب آپا کے گھر سے سب خاندان والوں کو رخصت کرنے کے بعد آئی تھیں تو سوچا تھا کہ کچھ دیر اس کے بعد بیٹھیں گی۔اس کا غم بانٹنے کی کوشش کریں گی لیکن وہ اپنے بستر میں ہمیشہ کی طرح سر نیہوڑائے پڑی تھی۔وہ اسے کچھ کہہ ہی نا پائی تھیں اور اب وہ تیار ہو کر باہر نکل رہی تھی۔اسکا حلیہ دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ معمول کے مطابق یونیورسٹی کے لئے نکل رہی ہے۔انہوں نے اسے مخاطب کیا تھا۔اس نے مڑ کر انہیں دیکھا۔امی کو اس کی آنکھوں سے خوف آیا۔۔

اس کی آنکھوں میں شکوہ تھا نا دکھ۔۔۔جیسے کچھ ہوا ہی نا ہو۔اتنی بے تاثر آنکھیں جیسے کسی زندہ انسان کی نا ہوں۔۔وہ اس قدر نارمل نظر آنے کی اداکاری کیوں کر رہی تھی۔۔وہ ایک بار ان کے گلے لگ کر رو لیتی تو کتنا اچھا ہوتا۔۔

"یونیورسٹی۔۔"روز" وہیں جاتی ہوں۔۔آپ کو یقین نہیں ہے تو بے شک ساتھ چل کر دیکھ لیں" وہی بے دھڑک انداز جو سامنے والے کو جلا کر رکھ دے،وہی طنز،وہی تلخی۔۔مگر کچھ تھا جو انہیں چونکا رہا تھا۔صوفیہ اس کی ماں نا ہوتی تو شاید اس بات کو نظر انداز کر دیتیں اور یقین کر لیتیں کہ اسے دکھ کی وہ آنچ محسوس نہیں ہوئی جو باقی سب کو جھلسائے دے رہی تھی لیکن آج انہیں نظر آ رہا تھا وہ نارمل نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔وہ نارمل نہیں تھی۔یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کو دکھ نا ہوتا۔وہ کیوں اپنا دکھ ظاہر نہیں کر رہی تھی۔صوفیہ کو اس کے انداز نے ڈرایا تھا۔

وہ کیوں جی بھر کر ان سے جھگڑا نہیں کر لیتی۔۔وہ کیوں اپنے ابا کے خلاف دو چار جملے نہیں کہہ دیتی۔۔وہ کیوں زری کو الزام نہیں دیتی کہ جو کچھ ہوا اس کی وجہ سے ہوا۔۔وہ چیخ چِلا لیتی تو انہیں بھی سکون مل جاتا۔۔وہ تو انہیں مزید بے سکون کر رہی تھی۔۔حادثہ جب توقع کے مطابق نہیں ہوتا تو زیادہ نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔۔۔

"آج مت جاؤ۔۔آج تو دعا میں شامل ہو جاؤ۔کل بھی نہیں تھیں تم۔۔" انہوں نے بڑے دُلار اور درخواست بھرے انداز میں کہا تھا

"آپ کل کی بات کرتی ہیں۔۔غلط فہمی ہوئی ہے آپ کو۔۔مجھے تو لگتا ہے میں کبھی تھی ہی نہیں۔۔۔کبھی نہیں تھی۔۔کبھی محسوس ہوا ہے میرا وجود آپ کو۔۔نہیں ہوا ہوگا" اس نے استہزائیہ انداز میں کہا تھا۔امی نے سر جھکایا۔وہ غلط کب کہہ رہی تھی۔اسے نظر انداز تو کرتی رہی تھیں وہ۔لیکن وہ اولاد تو تھی۔۔اور اگر وہ بھی وہی کر بیٹھتی جو سلیم نے کیا تھا تو۔۔وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھیں

"آپ پریشان مت ہوں۔۔میں خودکشی نہیں کروں گی۔۔آپ اور ابا جو مرضی کرتے رہیں لیکن میں کوئی ایسا کام نہیں کروں گی جس کی وجہ سے آپ کو لوگوں کے الٹے سیدھے سوالوں کے جواب دینے پڑیں۔کیوں۔۔کیسے۔۔کس لئے جیسی چیزوں کے لئے میری وجہ

سے کبھی پریشان نا ہوں گی آپ امی ڈارلنگ۔۔" وہ جوتوں کے تسمے باندھتے ہوئے سفاک انداز میں بولی تھی۔ امی ابھی بھی کچھ نہیں بولیں ۔۔ان کے اعصاب بہت ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے۔ان کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں

"آج مت جاؤ۔۔۔مجھے ٹھیک نہیں لگتیں تم۔۔۔مت جاؤ آج" انہوں نے اس کی جانب دیکھے بناء کہا تھا

"یہی تو دکھ ہے امی۔۔۔آپ کو کبھی ٹھیک لگی ہی نہیں میں۔۔۔اب تو بچا ہی نہیں کچھ۔۔۔وہ جسے ٹھیک لگتی تھی وہ بھی چلا گیا۔۔۔چلو۔۔۔جو اللہ کو منظور۔۔۔اللہ کے ہی کام ہیں۔۔خیر کبھی تو ملاقات ہو گی نا اللہ سے۔۔۔کبھی تو پتا چلے گا کہ آخر کیا گناہ سرزد ہو گئے تھے ہم سے۔۔۔اچھا میں نکلتی ہوں پھر۔۔۔دعا میں شامل ہوتی تو تب اچھی لگتی جب میری دعا قبول ہونی ہوتی۔۔۔ہمارے پاس وہ ٹکٹ ہی نہیں جس سے سندیسے اللہ تک پہنچتے ہیں۔۔۔ہم کیا کریں کسی کے لئے دعا بھائی۔۔۔ہمیں آپ دنیا کے دھندے نبٹانے دیں۔۔۔اس سلیم کی وجہ سے کل کا دن بھی ضائع ہو گیا" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی ایسے جیسے کسی غیر کے متعلق بات کر رہی ہو۔امی کا دل اس کی بے سروپا باتوں پر مزید بھر آیا تھا۔

"نینا۔۔۔یوں مت کر نینا۔۔۔میری بچی۔۔۔اپنے دکھ کو دل میں مت رکھ۔۔تھوڑا سا رو لے" امی خود کو سنبھال نا سکی تھیں۔۔انہیں رونا آ گیا تھا۔نینا نے ان کو بغور دیکھا پھر وہ ہنسی تھی اور پھر اس کی ہنسی قہقہے میں بدل گئی تھی

"امی۔۔تھوڑا سا رو لوں۔۔۔؟" وہ سوال کر رہی تھیں پھر مزید استہزائیہ انداز اپنا کر بولی

"کہیں آپ یہ تو نہیں سوچ رہیں کہ نا رونے کے باعث میرا دماغ چل گیا ہے۔۔۔اوہو امی جان فلمیں کم دیکھا کریں۔۔۔یہ سب حقیقی زندگی میں نہیں ہوتا۔۔آپ کا خیال ہے میں رو نہیں رہی تو میرا برین ورین ہیمبرج ٹائپ کچھ ہو جائیگا۔۔۔میرے ناک کان سے خون نکلے گا اور میں پھڑک کر مر جاؤں گی۔۔" وہ بغور ان کی جانب دیکھ کر بول رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا بھائی۔۔۔بکواس باتیں ہیں ساری۔۔فلموں ناولوں والی۔۔۔مجھے تو ایک عرصہ ہو گیا اپنا غم اپنے دل میں دبا کر رکھتے ہوئے۔۔مجال ہے کبھی اس بات پر چھینک بھی آئی ہو۔۔۔بس اپنے نصیب ہی ٹھنڈے ہیں۔۔۔ورنہ تو سنا ہے لوگ ناخن ٹوٹ جانے پر بھی غش کھا کر گرتے ہیں تو اگلا سین ہاسپٹل کے بیڈ پر ہوتا ہے۔۔۔جہاں سب لوگ سرخ پھولوں کے بوکے لئے موجود ہوتے ہیں۔۔۔اف۔۔۔چل بھئی نینا نکل۔۔۔بہت کام ہیں۔۔" وہ واقعی ایسے بات کر رہی تھی جیسے خود سے کر رہی ہو۔امی چاہتے ہوئے بھی کچھ کہہ ہی نہیں پائی تھیں۔وہ تو ہوش و خرد سے بیگانہ لگ رہی تھی۔

☆......☆......☆

اس نے پہلا قدم اندر رکھا تھا۔صحن میں سناٹا تھا۔۔وہ کل سارا دن یہاں نہیں آئی تھی اور اب اپنی سیڑھیاں اترتے ہی جانے کیسے اس کے قدم اسی جانب گئے تھے۔۔وہ سر پھری تھی غصیلی تھی اور جلد باز بھی۔۔۔سلیم کی خودکشی نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا اور جانے اس کا خمیر کسی مٹی سے بنایا گیا تھا۔جتنا ٹوٹتی تھی اتنا سخت ہوتی جاتی تھی۔۔رونے کی بات پر روتی نہیں تھی اور جب سب ہنستے تھے تو دل چاہتا تھا کہ رونے

لگے ۔۔۔ کبھی کبھی اسے لگتا تھا وہ پاگل ہو چکی ہے ۔۔۔ ایک سلیم ہی تو تھا جو اس کے پاگل پن کو سمجھتا تھا اور اب وہ بھی نہیں رہا تھا۔

"نینا ۔۔ میری بچی ۔۔ اب آئی ہو ۔۔۔ اب تو ختم ہو گیا سب" خالہ کی نظر کھڑکی سے پڑی تھی اس پر ۔۔ انہوں نے اپنے کمرے سے ہی آواز دی اسے ۔۔ وہ تھکے تھکے قدموں سے ان کے کمرے کی جانب بڑھی ۔ وہی حوصلہ وہی ہٹیلا پن جو وہ اپنے گھر اپنی ماں کے سامنے دکھا کر آئی تھی یہاں چٹختا محسوس ہوتا تھا ۔ خالہ حال سے بے حال اپنے بستر پر بیٹھی تھیں ۔ نینا نے انہیں کبھی ایسے نہیں دیکھا تھا ۔ انہیں ملگجے کپڑوں سے ، الجھے بالوں سے چڑ تھی اور اب وہ کیسے بے دم نظر آتی تھیں ۔ دو اولادوں کو گزشتہ چھ مہینوں میں سپردِ خاک کرنا آسان نہیں ہوتا ۔ نینا چپ چاپ ان کے پاس بستر پر آ بیٹھی ۔ انہوں نے اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

"یہ میرا سلیم ۔۔۔ یہ میری سلیمہ ۔۔" وہ اکثر نینا کو بانہوں میں بھر کر کہا کرتی تھیں

"دیکھ کیا حرکت کی اس نے ہمارے ساتھ ۔۔۔۔ ایسے بھی کرتا ہے کوئی ۔۔؟" خالہ تاسف سے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی تھیں ۔ نینا نے آنکھیں چرا لیں ۔ وہ خود کو ان کا قصور وار سمجھتی تھی

"ایسا کیوں کیا نینا اس نے ۔۔۔ کیا غم تھا اسے ۔۔۔ مجھے تو بتاتا ۔ لیکن یہ سب ۔۔۔ ایسی حرام موت ۔۔۔ کیوں کیا نینا اس نے ایسا ۔۔ مجھے رات بھی کچھ الجھا ہوا لگتا تھا لیکن مجھے ہی سمجھ نا آئی ۔۔۔ میں نے کھانے کی ٹرے رکھی تو کہنے لگا بھوک نہیں ہے ۔۔ میں سمجھی دال پکی ہے اس لئے نہیں کھا رہا ۔ پوچھا میں نے کہ کچھ منگوانا ہے تو علیم سے منگوا دوں ۔۔ بولا ۔ نہیں ۔ بھوک نہیں ہے ۔۔۔ جانے کس چیز کی پریشانی تھی کہ بھوک اڑی ہوئی تھی ۔۔۔ سست سا تھا ۔۔۔ مگر یہ سب ۔۔۔ اس طرح ۔۔" وہ گلوگیر لہجے میں کہہ رہی تھیں ۔ ان کا الگ ہی ملال تھا جبکہ نینا کے پاس الفاظ ہی نہیں تھے ۔ وہ کیا کہتی ، کیا دلاسہ دیتی ۔۔۔ چند لمحے پہلے تو اپنی امی کے سامنے تقریر کر آئی تھی ۔۔ اب تو اسے خود حوصلے کی ضرورت تھی۔

"نینا ۔۔۔ تیرے ساتھ تو ہر بات کر لیتا تھا ۔۔ تجھے تو ہو گی کچھ خبر ۔ کیا مسئلہ تھا اس کا ۔۔ کبھی تو کہا ہو گا اس نے کچھ ۔۔ مجھے تو بتا نینا ۔۔ کس غم نے جان لے لی میرے بچے کی ۔۔" وہ منت بھرے انداز میں اس سے سوال کر رہی تھیں جو جواب دیتی تو بھی مسئلہ تھا ۔۔ چُپ رہتی تو بھی مسئلہ تھا کیونکہ اصل حقیقت تو وہی جانتی تھی کہ سلیم کو حقیقی غم تو اس بات کا تھا کہ زری کسی اور کو پسند کرتی تھی اور ابا بھی اس کی شادی وہاں کرنے کے لئے راضی ہو گئے تھے ۔ رات والے واقعے نے اس کے دُکھ اور رنج کو اسقدر دو آتشہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے اعصاب سے لڑ ہی نہیں پایا ۔۔ وہ حساس تھا ، زود و رنج تھا لیکن یہ سب کر جائیگا ۔۔۔ یہ تو نینا کے گمان میں بھی نا تھا۔

"روتلو" نینا اکثر اسے کہا کرتی بالخصوص جب بھی زری کا ذکر آتا وہ اتنا الجھ جاتا کہ نینا بھی اس کے ساتھ دکھی ہو جاتی تھی ۔ زری ہمیشہ سے ابا کی طرح خالہ اور ان کی فیملی سے چڑتی تھی ۔ نینا کی طرح اسے ان میں گھلنے ملنے کی عادت نہیں تھی جس پر وہ اکثر نینا سے شکوہ کرتا تھا

"زری بڑی ہے تم سے ۔۔۔ اس لئے زیادہ بات نہیں کرتی تم سے" وہ یہی کہہ پاتی تھی اس کے سامنے جبکہ وہ اس رائے کو رد کر دیتا

"نہیں ۔۔۔ جیسے خالو مجھے پسند نہیں کرتے ایسے ہی زری بھی پسند نہیں کرتی مجھے" وہ منہ لٹکا کر کہا کرتا تھا

"ہاں تو تم میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ زری جیسی لڑکی تمہیں پسند کرے۔۔۔اونہہ" وہ طنزیہ ہنکارا بھر کر جواب دیتی اور بات مذاق میں ختم ہو جاتی

"نینا کبھی بتایا تھا اس نے کچھ۔۔۔کوئی بات۔۔کوئی مسئلہ۔۔" خالہ نے اسے پھر مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا تھا۔نینا اب بھی چپ رہی تھی لیکن اب کی بار اس سے صبر نہیں ہوا تھا۔اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا۔۔۔جسے روکنے کی کوشش میں دوسرا بھی ٹپک پڑا تھا اور پھر آنسوؤں کا ایک سلسلہ تھا جو اس کے گالوں کو بھگونے لگا تھا۔۔۔

"اچھا نہیں کیا خالہ اس نے۔۔۔کبھی معاف نہیں کروں گی اسے۔۔کبھی نہیں۔۔۔" وہ سسک رہی تھی۔خالہ نے اسے مزید سختی سے اپنی بازوؤں کے حلقے میں بھینچا

"ایسے مت کہہ نینا۔ایسے مت کہہ۔۔اسے تو رب سے بھی معافی نہیں ملنی۔۔ایسی حرام موت کو جانے کیوں گلے لگا لیا" خالہ بھی اس کے ساتھ سسکنے لگی تھیں۔۔عمر بھر کا ملال تھا جو انہیں ان کی اولاد کے ہاتھوں ملا تھا۔نینا کو ان کے پُر ملال لہجے پر مزید رونا آیا۔

وہ اب مسلسل رو رہی تھی۔اس نے دل پر باندھا جبر کا وہ فیتا کاٹ ڈالا ۔۔۔کتنی دیر بند باندھے جا سکتے ہیں آنسوؤں پر۔۔کب سے تو وہ لڑ رہی تھی خود سے۔۔کب سے تو بہادر بنی تیور دکھا رہی تھی سب کو۔۔۔اب ان کے سامنے کیسے جبر کرتی جن کے ساتھ دل کے تار جڑے تھے۔۔۔المیہ یہ تھا کہ ان کے ساتھ اسے کوئی الفت محسوس نہیں ہوتی تھی جو واقعی اس کے "اپنے" تھے

☆......☆......☆

"اسے ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد ہوش آیا تھا لیکن دوائیوں کے اثر کی وجہ سے وہ دوبارہ غنودگی میں چلی گئی تھی۔مزید کئی گھنٹے یہی سلسلہ چلتا رہا پھر وہ کچھ بات کرنے کے قابل ہوئی تھی۔سرجری چند گھنٹوں کی تھی لیکن اس نے اسے بالکل بدل کر رکھ دیا تھا۔اس کے چہرے پر سوجن نمایاں تھی اور رنگت بالکل زرد ہو گئی تھی۔انفیوژن مسلسل جاری تھی شاید اسی وجہ سے دو دن میں ہی اس کا جسم بھی پھول سا گیا تھا لیکن بہر حال سرجری نا صرف توانائی کا بلکہ اعصاب کا امتحان بھی تھا۔شہرین ہوش میں آ کر بھی ہوش میں نہیں تھی۔۔سمیع سمیت کوئی بھی اسے زیادہ مخاطب نہیں کر رہا تھا۔وہ خود بھی اس قابل نہیں تھی کہ زیادہ بات کر سکتی۔اس کے باوجود سب مطمئن اور خوش تھے۔ایک بہت بڑا مرحلہ سر ہو گیا تھا۔سب کی جان میں جان آ گئی تھی۔سب ہی کیموسمیت دوسرے مراحل کے لئے پہلے سے زیادہ پر امید ہو گئے تھے۔

☆......☆......☆

"بہت دن ہوئے تمہاری بیوی نے کوئی واویلا نہیں مچایا" حبیبہ نے شیشے کا پائپ پکڑتے ہوئے ایک بڑا سا پف لیا تھا اور دھواں کاشف کی جانب چھوڑتے ہوئے استہزائیہ انداز میں کہا تھا۔سیب کے فلیور کی مہک ذرا کاشف کے ارد گرد رقصاں ہوئیں۔اس کے اپنے ہاتھ میں وڈ کا کا چھوٹا سا گلاس تھا جو چند لمحے پہلے ہی کاؤنٹر سے لیا گیا تھا

"میری بیوی واویلا مچانے والی عورت نہیں ہے۔۔۔بہت سمجھدار اور ذہین ہے وہ" کاشف نے ایک ہی گھونٹ میں سارا محلول

اپنے حلق میں انڈیلا۔اس کا حلق اتنا کڑوا نہیں ہوا ہوگا جتنا جیبہ کا ہوگیا

"اچھا تو پھر بات کیوں نہیں مان لیتے اس کی۔۔بیچاری روئے چلے جارہی ہے کب سے۔۔کہ سیاں جی یا تو میرے پاس آجاؤ یا مجھے اپنے پاس بلوالو" وہ طنزیہ انداز میں بولی تھی۔کاشف نے سر جھٹکا

"ارے کیسے مان لوں اس کی بات۔۔۔میری جان کو ایک عذاب تھوڑی لاحق ہے۔۔۔ایک تم بھی تو ہو میری جان کا عذاب ۔۔۔جو مجھے اس کا نہیں ہونے دیتیں۔۔۔دوسری وہ خود ہے جو مجھے مکمل تمہارا نہیں ہونے دیتی۔۔۔بیچارا کاشف کرے تو کیا کرے" جیبہ نے ایک اور پف لیا پھر کھنکھار کر بولی

"تم کسی ایک کا مکمل ہو کر دیکھو تو سہی۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ کاشف نے اسکی بات کاٹی

"نا۔۔۔مکمل تو میں کسی کا بھی نہیں ہوسکتا۔۔۔اچھی چیز مکمل کسی کو مل جائے تو اپنی قدر کھو دیتی ہے۔میرا حوصلہ بھی تو دیکھو میں نے آدھا آدھا خود کو تم دونوں میں بانٹ رکھا ہے" وہ ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں بولا تھا۔

"یہ بات کبھی اس کو بھی تو کہو۔۔۔میں تو کب سے سن رہی ہوں کہ تم "آدھے" میرے ہو۔۔کبھی اس کو بھی تو کہو کہ اس کے بھی "آدھے" ہی ہو۔۔وہ تو سمجھتی ہے پورے اسی کے ہو" جیبہ کی عادت نہیں تھی اس موضوع پر اتنی تفصیل سے بات کرنا لیکن جب سے اسے پتا چلا تھا صوفیہ پھر دبئی آرہی ہے اسے جلن ہونے لگی تھی۔اس کی موجودگی میں کاشف اسے بہت اگنور کرتا تھا اور اس کی توجہ بھی بٹ جاتی تھی ۔ایک سال سے وہ کاشف کے ساتھ ریلیشن شپ میں تھی اور بنا شادی کے وہ دونوں ایک ہی گھر میں رہ رہے تھے۔جیبہ اس بات پر بھی معترض نہیں تھی لیکن صوفیہ کی دبئی آمد اسے چڑانے لگتی تھی۔وہ دل سے چاہتی تھی کہ صوفیہ وہیں رہے۔

"وہ بہت محبت کرتی ہے مجھ سے۔۔۔یہ سن کر مرجائیگی۔۔۔میرے بچوں کا کیا ہوگا پھر۔۔انہیں کون پالے گا" کاشف نے ہمیشہ کی طرح بات مذاق میں اڑادی تھی

"اتنی جلدی نہیں مرے گی وہ۔۔ایسے اچھے نصیب کہاں میرے" جیبہ جل کر بولی تھی، کاشف کو اس کے انداز پر ہنسی آئی

"اتنا ہینڈسم جیون ساتھی ہے تمہارا۔۔۔تمہارے ساتھ بیٹھا زندگی کے مزے اڑا رہا ہے اور تم اپنے نصیبوں پر شک کر رہی ہو" وہ نیم سنجیدگی سے بولا تھا

"یہ جملہ گرامر کی اصطلاح سے بھی چیک کر لیا جائے تو غلط ہی نکلے گا۔۔۔تم میرے ساتھی تو ہو۔۔میرے ساتھ بھی ہو لیکن جیون ساتھی نہیں ہو۔۔۔گرامر کی زبان میں جیون ساتھی "شوہر" کو کہتے ہیں۔۔شوہر کا مطلب تم ڈکشنری میں چیک کر لینا" وہ سابقہ انداز میں بولی تھی

"اوہ میری جان۔۔۔تم کب سے ان باتوں میں الجھنے لگیں۔۔۔زندگی یہی ہے جو ہے۔۔۔یہ شوہر بیوی بچے گھرداری۔۔۔تمہیں سجتی نہیں ہیں یہ باتیں۔۔کیوں بور کرتی ہو" یہ وہ جملہ تھا جو کاشف ہمیشہ اس سے کہتا تھا اور جیبہ کو اب پرواہ بھی نہیں رہی تھی۔وہ حالات کے بہاؤ سے خوش تھی

"میں خود بھی الجھنا نہیں چاہتی ۔۔اسی لئے کہہ رہی ہوں کہ اسے وہیں رہنے دو۔۔اسے سمجھاؤ کہ خوامخواہ بد دعائیں نا لے میری "وہ اکتا کر بولی تھی۔وہ بحث سے بہت اکتانے لگی تھی۔اس نے یہ بھانپ لیا تھا کہ بحث سے کاشف بیزار ہو جاتا تھا اور وہ اسے خود سے بیزار ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔اس کا ماننا تھا کہ محبت ایسی باتوں سے مرجھانے لگتی تھی اور پھر وہ بحث کرتی بھی تو کس بنیاد پر کیونکہ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ بے بنیاد تعلقات میں اعتبارِ محبت تو لاکھوں کا ہو سکتا ہے لیکن اختیار ایک رتی کا نہیں ہوتا۔

"تم ایسی باتوں کو ذہن پر سوار مت کیا کرو یار۔۔جب تم عام عورتوں کی طرح ری ایکٹ کرتی ہو نا تو ذرا بھی اچھی نہیں لگتی۔۔تم تو ایک بہادر عورت ہو۔۔جس نے مجھ جیسے آدمی کو اس طرح اپنے جال میں پھنسا رکھا ہے کہ مجھے کچھ اور سجھائی ہی نہیں دیتا۔۔یہ جلن وحسد جچتا نہیں تم پر" وہ اب اس کے چہرے کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"عورت اور بہادری دو متضاد چیزیں ہیں کاشف۔۔عمارت کتنی ہی بلند و بالا کیوں نا،اس کی بنیاد میں مٹی ہوتی ہے۔۔جلن مجھے ہی نہیں ہوتی۔۔اسے مجھ سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اور میں تو برداشت کر ہی لوں گی۔۔مجھے مل بانٹ کر کھانے کی عادت ہے۔۔اصل مسئلہ تو تمہاری زوجہ کو ہو گا جو یہاں آجائیگی تو ہر وقت تمہارے اعصابوں پر سوار رہ کر میری زندگی مشکل کرے گی" حبیبہ کے انداز میں لاچاری بھی چھلکنے لگی تھی۔محبوب کو محبت کے واسطے کب تک دئیے جا سکتے ہیں

"ارے آجانے دو اسے یار۔۔وہ وہاں رہ کر میرے اعصاب پر زیادہ سوار رہتی ہے۔۔تین مہینے کی بات ہے۔تمہیں پتا ہی ہے اس کا پرمینٹ ویزا نہیں ہے۔۔تین مہینے کے بعد میں خود جا کر وہاں کوئی گھر وغیرہ سیٹ کروں گا۔زرمین کا ایڈمیشن کروادوں گا اسکول میں۔۔ظاہر ہے پھر صوفیہ بچی کے اسکول کی وجہ سے بار بار آنے کی ضد نہیں کیا کرے گی۔۔"

"اور دوسری بیٹی۔۔اس کا کیا سوچا ہے؟" حبیبہ نے طنزیہ انداز میں کہا تھا

"اس کا اسکی ماں ہی سوچے گی۔۔صوفیہ ویسے بھی ااسے ساتھ نہیں لا رہی۔۔" کاشف نے ناک چڑھائی تھی۔

"کیوں۔۔تمہاری بیوی ایک بچی پال کر ہی تھک گئی۔۔اور تم نے اجازت کیسے دی۔تم تو کہتے تھے تمہارے سسرال والے بہت پسماندہ حال ہیں۔۔صوفیہ تو ان کی اولاد تھی۔۔اسے رکھنا تو سمجھ میں آتا ہے۔تمہاری اولاد کیوں رہے ان کے پاس۔۔پہلے تمہاری بیوی کو پالا اور اب تمہاری اولاد کو بھی وہی پالیں گے۔۔غیرت مند مرد سسرال والوں کو اتنا لاچار نہیں کیا کرتے" حبیبہ کے لہجے میں طنز اور چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ بڑھی تھی۔کاشف کو بُرا لگا۔کبھی کبھی حبیبہ طنز کرنے اور طعنے دینے میں حد سے کراس کر جایا کرتی تھی اور حبیبہ کو کہہ دینے کے بعد احساس ہوا کہ محبوب کو ایسے طعنے کون دیتا ہے

"میں تو اس لئے کہہ رہی تھی کہ اتنی چھوٹی بچی ماں کا دودھ پیتی ہے۔۔اسے ماں کی ضرورت ہوتی ہے اور صوفیہ صاحبہ کو شوہر کی یاد اسقدر ستا رہی ہے کہ وہ دودھ پیتی بچی کو اپنے میکے چھوڑ کر آنے کو تیار ہیں" اس نے جلدی سے بات سنبھالی

"پہلی بات یہ کہ نین اپنی نانی کے گھر نہیں خالہ کے گھر رہے گی۔۔اور دوسری بات وہ ماں کا دودھ نہیں پیتی۔۔۔ڈبے کے

دودھ پر پل رہی ہے۔۔جس کے لئے پیسے میں ہی بھجواتا ہوں" کاشف نے تنک کر کہا

"ماں کا دودھ کیوں نہیں پیتی کو نین۔۔۔تمہیں صوفیہ کو سمجھانا چاہیئے تھا۔۔اب تو میڈیکل سائنس۔۔" وہ جانے کون سا نیا قصہ شروع کرنے والی تھی کہ کاشف نے انتہائی بری شکل بنا کر اس کے آگے ہاتھ جوڑے

"دیکھو جیبہ۔۔ختم کرو اب۔۔کو نین کی ماں کی مرضی۔۔مجھے نہیں پتا۔۔۔اور بند کرو اس ٹاپک کو۔۔تم بھی سکون کرو، مجھے بھی کرنے دو۔۔اور اسے بھی آ لینے دو۔۔اس کے سر پر فی الحال ضد سوار ہے۔۔اترنے دو اس کا یہ بخار۔۔میں سب ٹھیک کرلوں گا" وہ اس کے سوالوں سے عاجز آ کر بولا تھا جیبہ خاموش رہی تھی۔اسے کون سا صوفیہ کو نین یا زرمین سے کوئی ہمدردی تھی۔۔وہ تو بس جلاپے میں ذکر کر بیٹھتی تھی اور پھر خود ہی تھک جاتی تھی۔اس کا دل جل کر خاک ہو رہا تھا لیکن یہ کون سا پہلی بار ہوا تھا۔۔اس نے سر جھٹکا تھا

"زندگی یوں گزرنی لکھی ہے تو یوں ہی سہی" ایک اور پف لیتے ہوئے اس نے سوچا تھا

☆......☆......☆

"نینا۔کیا سوچ رہی ہو؟" زری نے اس کے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔وہ کاغذات لیپ ٹاپ پھیلائے جانے کس سوچ میں گم تھی جب زری نے اسے مخاطب کیا۔نینا نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔سلیم کو گئے کتنے دن ہو چلے تھے اور یہ پہلی مرتبہ تھا کہ زری نے اسے اس طرح مخاطب کیا تھا۔وہ کتنی زرد اور کمزور لگتی تھی۔آنکھوں کے گرد حلقے بھی نمایاں تھے۔نینا کے برعکس وہ ایسی ہی تھی جب کسی ذاتی مسئلے میں الجھ جاتی تھی یا کسی بات پر واقعی پریشان ہوتی تھی تو پھر اس کے چہرے پر اس پریشانی کے اثرات بہت جلدی نمایاں ہونے لگتے تھے۔

"کچھ نہیں۔۔۔یہ تھیسز ہے۔۔اس کو ہی دیکھ رہی ہوں۔کل اپنے پروفیسر کو دکھاؤں گی۔۔پھر سپروائزر سے ڈسکس کرنا ہے۔۔اس کے بعد فائنلی سبمٹ ہوگا۔۔وائیوا وغیرہ کی ڈیٹ فائنل ہوگی۔۔کافی کام جمع ہو گئے ہیں۔۔انہی کے متعلق سوچ رہی ہوں"۔اس نے تفصیلی جواب دیا تھا۔

"چائے پیو گی؟" زری نے پوچھا تھا۔کتنے دن ہوئے تھے وہ اسے کسی کام کے لئے بھی نہیں کہتی تھی۔نینا نے انکار میں سر ہلایا

"نہیں۔۔بس اب تو میں سوؤں گی۔۔یہ سمیٹ ہی رہی تھی" نینا نے کاغذات اکٹھے کرنے شروع کر دئیے تھے۔چند لمحے ایسے ہی خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"تم مجھ سے ناراض ہو نینا۔۔؟ بالآخر زری نے ہی پوچھا تھا۔نینا نے کاغذات سے توجہ ہٹا کر اسے دیکھا پھر ساری ہمت مجتمع کی۔اداکاری کرنے کے لئے ہمت تو درکار تھی

"نہیں زری۔۔ناراضی کس بات کی۔۔" وہ لاتعلقی بھرے انداز میں بولی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نا ہوا حالانکہ دونوں گھروں کو ہی نہیں سارے محلے کو بھی یقین تھا کہ سلیم کے جانے سے نینا کی زندگی میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا تھا۔وہ کھڑکی نما دوکان جہاں سے سارا محلہ فیضیاب ہو رہا تھا،اب بند ہو گئی تھی تو ساری گلی جیسے بُجھ سی گئی تھی

" نینا۔۔ایسے مت کرو۔۔میں پہلے ہی بہت شرمندہ ہوں۔۔۔مجھے نہیں پتا تھا سلیم یہ سب کرلے گا" اسے خاموش دیکھ کر زری نے پھر کہا تھا۔اس کا لہجہ گلو گیر لگتا تھا۔نینا نے ایک نظر اسے دیکھا پھر دیکھتی رہی اور پھر دوبارہ سے کاغذات سمیٹتے ہوئے بولی

" نہیں زری۔۔۔تم زیادہ مت سوچو۔۔۔ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔۔۔سلیم کی حماقتوں کے لئے تم کیوں شرمندہ ہوتی ہو۔۔۔چھوڑو۔۔بھول جاؤ جو بھی ہوا" اس کے لہجے میں ذرا بھی طنز نہیں تھا لیکن زری بھی اسی کی بہن تھی۔اس کے مزاج سے واقف تھی۔اس نے یکدم اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

" نینا۔۔سچی مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ تمہارا رضاعی بھائی ہے۔۔۔مجھے بہت غصہ آگیا تھا اس رات۔۔میں نے ابا کے سامنے پتا نہیں کیا کیا کہہ ڈالا۔۔۔میں ناراض تھی تم سے۔۔اس لئے۔۔سلیم کو دیکھ کر مجھے برا لگا۔۔۔مجھے سخت غصہ آگیا تھا جب تم دونوں مل کر اظفر کو برا بھلا کہنے لگے۔۔۔پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا" وہ بات کرتے کرتے رو پڑی۔نینا کو اس کے رونے پر دکھ بھی ہوا۔

" اچھا چلو جو ہوا سو ہوا۔کہا نا بھول جاؤ۔۔۔وقت تو پلٹ کر آ نہیں سکتا۔۔یہی ہو سکتا ہے کہ ہم سب کچھ بھول جائیں۔۔تم مت سوچو زیادہ" نینا نے سپاٹ لہجے کے ساتھ اسے تسلی دی لیکن زری نے اسکا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا

" مجھ سے بھولا ہی تو نہیں جا رہا۔۔میں سوتی ہوں تو نیند بھی نہیں آتی،،مجھے وہی رات یاد آنے لگتی ہے جب سلیم یہاں آیا تھا۔مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ تمہیں بہن سمجھتا ہے۔۔۔میں نے اتنا کچھ کہہ ڈالا۔۔۔میرا کیا قصور ہے نینا۔کبھی امی نے بتایا ہی نہیں۔۔ان کو بتانا تو چاہیئے تھا نا۔۔۔پھر تم نے بھی۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ نینا نے اس کی بات کاٹ دی

" میں نے کیا۔۔۔میں نے بھی کیا زری۔۔۔میں نے تو کبھی یہ نہیں کہا کہ میں سلیم کو پسند کرتی ہوں۔۔یا اس سے۔۔۔" نینا نے بھی جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی

" تم کہتی تھی نینا۔۔کئی بار کہتی تھی کہ سلیم کی بہت اہمیت ہے تمہاری زندگی میں۔تم اس کو ویلیو کرتی تھی ہمیشہ۔۔۔" زری نے وضاحت دی تھی۔نینا نے تیوریاں چڑھائیں۔

" ہاں تو ویلیو تو تمہیں بھی کرتی ہوں۔تم بھی اہم ہو میرے لئے۔۔اسے ویلیو کرنے کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ میں اسے شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔تمہارا ذہن جانے کون سے زاویے پر گھومتا رہتا تھا۔۔اور تم مجھے اس کی گرل فرینڈ سمجھتی تھیں۔؟" اس نے سوچا تھا وہ اس موضوع پر کبھی دوبارہ زری سے بات نہیں کرے گی لیکن اس نے خود ہی یہ موضوع چھیڑ دیا تھا تو وہ شکوہ کئے بنا رہ بھی نا پائی تھی

" میں نے سنا تھا۔نینا۔۔وہ تمہیں آئی لو یو کہتا تھا۔۔۔میں نے خود سنا تھا وہ کہتا تھا۔۔" اسے یقین دلانے کو زری نے دوبارہ جملہ دوہرایا تھا۔نینا ذرا بھی متاثر نا ہوئی

" ہاں تو۔۔۔وہ جانتا تھا میں چڑتی ہوں لفظ محبت سے۔۔۔وہ محبت بھری شاعری کرتا تھا۔افسانے لکھتا تھا۔۔۔مجھے سناتا رہتا تھا اور پھر مجھے چڑانے کو آئی لو یو بھی بولتا رہتا تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مجھ سے۔۔۔" اس نے پھر جان بوجھ کر جملہ چھوڑ دیا۔زری ابھی تک

تاسف اور ملال میں گھری تھی

"میں کیا کرتی نینا۔ مجھے غلط فہمی ہو گئی ہو گی لیکن سلیم کا انداز ہی ایسا تھا۔۔ وہ بہت دکھ بھرے لہجے میں تمہیں کہہ رہا تھا۔۔ بس میں ۔۔۔" وہ اسقدر تاسف کا شکار تھی کہ اس سے بات بھی نا ہو پائی تھی۔ اس نے چند لمحے پھر خاموشی کی نذر کئے لیکن نینا کے چہرے پر طنزیہ سوال بکھرے تھے

"میں ایک رات امی کے کہنے پر تمہیں بلانے گئی تھی نا خالہ کے گھر۔۔ تب میں نے سنا تھا وہ تم سے۔۔۔ اور تم نے بھی کہا تھا اس سے۔۔ میں نے خود سنا تھا" زری نے اسے وہی سارا قصہ سنا ڈالا تھا جو اس کے اس اندھے یقین کی وجہ بنا تھا۔ نینا خاموشی سے سب سنتی رہی پھر اس کے خاموش ہو جانے پر بولی

"پتا نہیں تم کس رات کا ذکر کر رہی ہو لیکن وہ واقعی بہت مرتبہ مجھے چڑانے کو آئی لو یو کہہ دیتا تھا۔۔ مجھے نہیں یاد کہ میں نے کبھی اس سے ایسا کہا ہو لیکن تمہیں واقعی غلط فہمی ہوئی زری۔۔۔ اور میں یہ بات بتانا نہیں چاہتی تھی لیکن صرف تمہارا ذہن صاف کرنے کو بتا رہی ہوں کہ وہ تمہیں پسند کرتا تھا۔ تم سے شادی کرنا چاہتا تھا" نینا نے نا چاہتے ہوئے بھی اسے بتا ڈالا تھا۔ اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا

"سچ۔۔" اسے بڑا ہی عجیب لگا۔ یہ تو اس کے گمان سے کہیں بڑھ کر تھا لیکن وہ منہ سے کچھ نہیں بولی تھی مگر نینا اس کے چہرے کے تاثرات پڑھ سکتی تھی

"اسے پتا تھا تم اسے پسند نہیں کرتی۔۔ اس بات میں اور بھی بڑی قباحتیں تھیں۔ تم اس سے عمر میں بڑی تھیں۔۔ اس سے کہیں زیادہ خوش شکل تھیں۔۔ اس سے زیادہ پڑھی لکھی تھی۔۔ ان کے اور ہمارے اسٹیٹس میں فرق تھا۔ پھر وہ معذور تھا۔۔ کریانے کی دوکان چلاتا تھا۔ ابا بھی ناپسند کرتے تھے اسے۔۔۔ وہ سخت احساسِ کمتری کا شکار رہتا تھا۔۔ اور بس تمہیں اور ابا کو متاثر کرنے کی پلاننگز کرتا رہتا تھا ۔۔ اچھا انسان تھا وہ زری۔۔ سادہ سا مخلص۔۔ بے ضرر۔۔" نینا کو ایک بار پھر اس کا چہرہ یاد آیا۔ اس نے گہری سانس بھری تھی

"چلو۔۔ اب تو گیا۔۔ بیچارا۔۔ اس کے نصیب۔۔" وہ یہی کہہ پائی تھی۔ زری کو اس کے انکشاف نے مزید حیران کر دیا تھا لیکن اسے اچھا لگا کہ نینا اب اس سے ناراض نہیں تھی

"تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو نا۔" وہ پوچھ رہی تھی۔ نینا مسکرائی پھر اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ زری نے پھر سے اسکا ہاتھ تھام لیا

"نینا پلیز۔۔ اظفر کے لئے بھی دل سے ناپسندیدگی نکال دو۔۔۔ وہ بہت اچھا ہے" وہ کہہ رہی تھی۔ اس کی توقع کے برعکس نینا کے چہرے کے تاثرات ذرا بھی نہیں بدلے تھے۔ وہاں ذرا بھی ناپسندیدگی نہیں تھی۔

"چلو اگر تم نے فیصلہ کر ہی لیا ہے کہ گڑھے میں چھلانگ کر ہی اس کی گہرائی کا اندازہ لگاؤ گی تو پھر جو تمہارے نصیب۔۔۔ جب یہ طے ہے کہ ہر بات کے آخر میں ہم نے نصیبوں کو ہی کوسنا ہے۔۔ قسمت کو ہی الزام دینا ہے تو پھر وہ سب کر کے دینا چاہیئے جو ہمارا دل چاہ رہا ہے۔۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ ہمیں گالیاں دیتے ہوئے لحاظ رہتا ہے ورنہ تو۔۔۔ چلو۔ اللہ خوش رکھے تمہیں۔۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ

ہیں ۔۔گڈ لک" وہ اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہی تھی ۔زری اسی بات پر خوش ہوگئی تھی ۔اس نے نینا کو گلے لگا لیا۔نینا کا چہرہ سپاٹ رہا تھا لیکن زری کے لئے یہ کافی تھا کہ اس نے اپنے تعلقات اس کے ساتھ ٹھیک کر لئے تھے۔

☆......☆......☆

شہرین تیزی سے روبصحت تھی اور سمیع کے لئے یہ احساس ہر چیز سے بڑھ کر تھا۔پیسہ پانی کی طرح بہہ رہا تھا لیکن علاج اچھا ہو رہا تھا اور اس کے مثبت اثرات بھی نظر آرہے تھے اگرچہ کیمو کے بداثرات بھی ظاہر ہو رہے تھے ۔زندگی نارمل ہونے لگی تھی۔

وہ لاہور میں ہی شفٹ ہو گئے تھے ۔سمیع کو دوبارہ سے سیٹ ہونے میں بہت محنت کرنی پڑ رہی تھی ۔شہرین کی امی اپنے شوہر اور بیٹوں کے دباؤ کے باوجود شہرین سے ملنے کے لئے آتی رہتی تھیں ۔شہرین کو ان سے مل کر خوشی ہوتی تھی لیکن سمیع تو ان کا احسان مند ہو گیا تھا ۔اسے یقین تھا کہ اپنے میکے والوں سے صلح ہی دراصل شہرین کو تیزی سے صحتمند ہونے میں مدد کر رہی ہے ۔اس نے اپنی امی سے بھی درخواست کی تھی کہ وہ جب بھی شہرین سے ملنے کے لئے تو گلے شکوے گھر ہی چھوڑ کر آئیں ۔ہر چیز ٹھیک ہو رہی تھی لیکن ایک چیز تھی جو شہرین کو پریشان کرنے لگی تھی۔

اس روز اتوار تھی ۔شہرین نے فرمائش کی کہ وہ گھر کے کھانے کی بجائے باہر سے کچھ کھانا چاہتی ہے تو سمیع اسے اور ایمن کو لے کر سرِ شام ہی باہر آ گیا۔

"وہ ایک بڑے مال کا فوڈ کورٹ تھا جہاں بہت سے بچے بھی آئے ہوئے تھے۔

"میں جوس لوں گا۔۔" ایک بچے نے اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہا تھا جو عین ان کی عقب والی میز پر بیٹھے تھے ۔وہ بچہ ایمن سے بھی چھوٹا لگتا تھا

"کون سا جوس۔۔؟" اس کی ماں نے سوال کیا

"اسٹرابیری کا" اس بچے نے اپنی پسند فوراً بتائی تھی ۔اس کی ماں نے سر ہلایا پھر دوسرا سوال کیا

"اسٹرابیری جوس کا کلر کون سا ہوتا ہے؟"

"ریڈ۔" اس بچے نے ایک بار پھر فوراً جواب دیا تھا۔

"دیٹس لائک آ گڈ بوائے" اس کی ماں مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے جوس لانے کے لئے اٹھی تھی۔

"آپ جوس پیو گی ایمن۔۔؟" شہرین نے بھی ایمن سے سوال کیا تھا۔اس نے اثبات میں سر ہلایا

"کون سا جوس پیو گی۔۔؟" یہ ایک غیر ارادی کوشش تھی ۔شاید وہ فوڈ کورٹ میں بیٹھے ان ماں بچے سے مرعوب ہوگئی تھی ۔ایمن نے کندھے اچکائے

"بتاؤ نا۔کون سا فروٹ پسند ہے آپ کو؟" شہرین پوچھ رہی تھی ۔ایمن نے پھر کندھے اچکائے

" میٹھے والا۔ وہ جو میٹھا ہوتا ہے" اسے اپنی پسند بتانی نہیں آ رہی تھی۔ شہرین کو اچھا نہیں لگا، وہ اب اتنی بڑی تو ہو چکی تھی کہ پھلوں کے نام بتا سکتی۔۔ رنگ پہچان سکتی لیکن وہ صرف ذائقے پہچانتی تھی۔ اس نے سمیع کی جانب دیکھا۔ وہ اپنے موبائل پر کچھ دیکھ رہا تھا

"ہمیں شہرین کے لئے کوئی اسکول سلیکٹ کر لینا چاہیئے اب ۔۔ مزید وقت ضائع کرنا بیوقوفی ہوگی" شہرین نے کہا تھا۔ سمیع مسکرایا

" ہاں بس اس سال کروا دیتے ہیں ۔۔ تم ذرا اچھے سے ری کور کر لو ۔۔ پھر دیکھ لو کہاں کروانا ہے ۔۔ رجسٹریشن شروع ہوتے ہی کروا دیں گے" سمیع نے تسلی دی۔

" ہاں دیکھو نا ۔۔ اسے پھلوں سبزیوں کے نام تک نہیں پتا۔ رنگ بھی پراپرلی نہیں پہچانتی ۔۔ صرف ذائقوں کی خبر ہے۔" شہرین کچھ پریشان ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے بیٹھے بچے نے اسے احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کی بچی اپنی عمر کے باقی بچوں سے پیچھے رہ گئی تھی

" اوہو۔ میڈم ۔۔ پریشان مت ہوں ۔۔ سب کچھ آتا ہے ایمن کو بھی ۔۔ کلرز ولرز سب پتا ہے۔ تم ذہن پر زور مت دو ۔۔ اب سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے ۔۔ انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائیگا ۔۔" اس نے اسے تسلی دی تھی

" پریشانی تو خود بخود ہو جاتی ہے نا ۔۔ اچھے اسکولز ٹیسٹ بیس پر ایڈمیشن دیتے ہیں ۔۔ یہ مارچ میں پانچ کی ہو جائیگی ۔۔ اور پانچ سال کے بچی کو کسی پری نرسری میں ایڈمیشن نہیں ملتا ۔۔ ٹیسٹ تو تیار کروانا پڑے گا نا۔ تم مجھے یاد کروانا میں ایک بار پھر بات کروں گی بھابھی سے کہ رانیہ کی ٹیوٹر کو بولیں ۔۔ وہ اگر مینیج کر سکے ۔۔ رانیہ کے ساتھ پڑھ لیا کرے ۔۔ ورنہ پک اینڈ ڈراپ کے ایشوز ہوں گے ۔۔" وہ خود ہی ساری پلاننگ کرتی جا رہی تھی

" اچھا کر لیں گے بات ٹیوٹر سے بھی ۔۔ ابھی اپنی باتیں تو کر لیں ۔۔" وہ اسے ٹالتے ہوئے بولا تھا۔

" میں اب مزید ایمن کو اگنور نہیں کرنا چاہتی سمیع ۔۔ میں اس پر بہت توجہ دینا چاہتی ہوں" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سمیع نے اپنا رُخ اس کی جانب کیا

" مجھے تو لگتا ہے ۔۔ تمہیں اب خود پر بھی توجہ دینی چاہیئے" اس کا انداز لائٹ سا تھا لیکن شہرین کو بہت محسوس ہوا۔ ایک لمحے کے لئے وہ چُپ سی ہو گئی۔ اس نے نادانستہ طور پر اپنے وجود پر نظر ڈالی تھی۔ کتنی بدل گئی تھی وہ ۔۔ دوائیاں کھا کھا کر وزن بے تحاشا بڑھ چکا تھا ۔ چہرہ ہمہ وقت پھولا ہوا سا لگتا تھا۔ کیمو کے اثرات نمایاں ہونے لگے تھے۔ اس کی رنگت پہلے سے ماند پڑ گئی تھی اور کسی قدر سیاہی مائل ہو چلی تھی۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے ہو گئے تھے۔ سر کے بال اور بھنویں جھڑ گئی تھیں۔ وہ باہر نکلتے ہوئے اسکارف سے سر اور پیشانی ڈھک کر نکلتی تھی۔ یہ وہ شہرن تو نہیں تھی جس سے سمیع نے اپنے خاندان کی ناراضی مول لے کر محبت کی شادی کی تھی

" بہت بری لگنے لگی ہوں نا میں ۔۔ تمہارے ساتھ چلتے ہوئے تمہاری اماں لگتی ہوں" اسے سب بھول گیا کہ وہ ایمن کے متعلق

کیابات کر رہی تھی، یاد رہا تو یہ کہ سمیع نے اسے اشاروں میں ٹوک دیا تھا۔

"یہ نہیں کہہ رہا میں۔۔میرے کہنے کا مطلب تھا کہ صرف ایمن ہی اگنور ہو رہی۔۔تم اپنے آپکو بھی اگنور کر رہی ہو۔۔میری خاطر تھوڑا اسا خیال رکھا کرو اپنا۔۔" وہ محبت بھرے لہجے میں ہی کہہ رہا تھا لیکن شہرین بُجھ سی گئی تھی۔وہ پہلے جیسی بالکل نہیں رہی تھی۔

"کیا سمیع بدل رہا ہے؟۔۔میرا بھدا سراپا۔۔ہمارے تعلقات میں دڑاڑیں تو نہیں ڈال رہا" اس نے یاسیت میں گھر کر سوچا تھا ۔سمیع اپنے سیل فون پر مصروف ہو گیا تھا

☆......☆......☆

"کب تک یاد آتے رہو گے سلیم۔۔" اس نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے جیسے خود کلامی کی تھی۔گھر میں وہ اتنا نارمل نظر آنے کی کوشش کرتی تھی کہ پھر باہر کی دنیا میں نارمل نظر آنے کے لئے اس کی ساری ہمت جواب دے جاتی تھی۔ابا کے ساتھ تو پہلے بھی بات چیت کم تھی لیکن امی کے اور زری کے ساتھ وہ ٹھیک طریقے سے بات کرتی تھی۔کوئی طنز،طعنہ۔۔شکوہ۔۔اب کچھ باقی نہیں تھا۔اس نے سب سے جذباتی طور پر لاتعلقی اختیار کر لی تھی۔وہ سب کو ان کے حال پر چھوڑ کر مطمئن نظر آنے کی خوب اداکاری کرتی تھی لیکن سلیم کی یاد کبھی کبھی اسے بہت ستانے لگتی تھی۔بالخصوص شام کے وقت جب وہ اپنی چائے کا کپ اٹھا کر اس کی دوکان پر اپنے امی ابا کے خلاف شکائیتیں کیا کرتی تھی ،اس کی دوکان سے اسکی اجازت کے بغیر چیزیں اٹھا اٹھا کر کھایا کرتی تھی۔۔اپنے دل کی بھڑاس نکالا کرتی تھی۔سلیم بیچارہ جب بھی کچھ کہنے کی کوشش کرتا تو وہ اسے چُپ کروا دیتی کہ"

تمہاری بات پھر کبھی سن لوں گی۔۔ابھی میری بات سن لو"۔۔وہ ساری باتیں اپنے دل میں اپنے ساتھ ہی لے کر چلا گیا۔نینا کو سب کچھ یاد آتا تھا تو پھر موقع محل دیکھے بناء آنسو بھی بہہ نکلتے تھے۔اس روز بھی وہ بس اسٹاپ کے انتظار میں بس اسٹاپ پر شیڈ کے نیچے بیٹھی تھی ۔زری کی بات پکی ہو گئی تھی۔حیرانی والی بات تھی لیکن اظفر واقعی زری سے شادی کر رہا تھا۔۔یہ سب کیسے ممکن ہوا تھا۔وہ نہیں جانتی تھی کیونکہ وہ اب کسی معاملے میں دلچسپی نہیں لیتی تھی۔صبح کو یونیورسٹی چلی جاتی۔۔حالانکہ اب وہاں کوئی اہم کام نہیں رہ گیا تھا۔وائیوا کی ڈیٹ آ چکی تھی ۔۔سب کلاس فیلوز گھر بیٹھ کر وائیوا کی تیاری میں مگن تھے اور وہ گھر سے جان چھڑا کر یونیورسٹی میں ماری ماری پھرتی رہتی۔۔شام کو واپس آتی تو کھانا خود ہی گرم کر کے کھا لیتی۔۔زری یا امی کچھ کھانے کو دے دیتیں تو وہ کھا لیتی۔۔پہلے جیسے طعنے۔۔طنز کے نشتر جیسے اسے چلانے بھول گئے تھے اگرچہ کوئی مخاطب کرتا تو بات کرتی۔۔زری مشورہ مانگتی تو وہ بھی دے دیتی۔لیکن اس انداز میں کہ زری شرمندہ ہو جاتی۔۔نینا کے بس دو کام رہ گئے تھے۔گھر میں ہوتی تو سوئی رہتی۔۔اور جب سو جاتے تو اٹھ کر بیٹھ جاتی۔۔چھت کو تکتی رہتی۔۔زیادہ اداسی ہوتی تو ٹیرس پر جا کر بیٹھ جاتی۔۔حالانکہ موسم ٹھنڈا ہو چلا تھا مگر اس پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا تھا۔نارمل نظر آنے کے چکر میں ابنارمل ہوئی جا رہی تھی۔

زری نے اس روز بتایا کہ اس کی اور اظفر کی بات پکی ہو گئی ہے تو وہ چند لمحے تو جیسے کوئی بات کرنا ہی بھول گئی۔۔پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔اسے اب کسی کو نہیں ٹوکنا تھا۔اس نے مسکراتے ہوئے اسے مبارک دے دی تھی لیکن اگلے روز سلیم سارا دن

اسے یاد آتا رہا۔۔بس اسٹاپ پر بیٹھے بس کا انتظار کرتے اس کا صبر جیسے ختم ہو گیا تھا۔آنسو گالوں پر پھسل آئے تھے

"آپ رو رہی ہیں۔۔؟"

اس کے بہت ہی قریب سے کسی نے کہا تھا۔وہ چونکی اور سر اٹھا کر دیکھا۔وہ جانے کہاں سے آ گیا تھا

"جی ہاں۔کوئی اعتراض۔۔۔؟"اس نے تنک کر کہا تھا۔خاور عرف پپوعین اس کے سامنے کھڑا تھا

"نہیں۔۔آپ کیجئے شوق پورا۔۔میں نے تو یونہی پوچھ لیا تھا"وہ اس کے ساتھ ہی بینچ پر بیٹھ گیا تھا۔نینا کو بہت ناگواری محسوس ہوئی۔

"مہربانی۔"اس نے سابقہ انداز میں کہا تھا۔خاور نے اس کی لہجے اور انداز کو بغور دیکھا پھر اس کی جانب رُخ موڑ کر بولا

"دیکھیں۔۔آپ کو میری کسی پرانی بات پر غصہ ہے تو دل سے نکال دیں۔۔یقین کریں میں نے وہ بات مذاق میں کہی تھی۔۔میں قطعاً بھی سنجیدہ نہیں تھا۔۔لیکن آپ نے شاید میری بات کو سنجیدہ سمجھ لیا"نینا نے ایک نظر اسے دیکھا۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھی۔نینا کو وہ اور بھی برا لگا۔وہ کیا جتانا چاہ رہا تھا۔کیا وہ اس کے"پروپوزل"کو ابھی تک یاد رکھے ہوئے تھی

"کون سی بات۔۔؟مجھے تو کچھ یاد بھی نہیں۔۔پتا نہیں کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔"وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔خاور کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوئی

"اچھی بات ہے۔۔میں خود بھی ایسی باتیں یاد نہیں رکھنا چاہتا۔۔"وہ ایک بار پھر وضاحت کر رہا تھا لیکن چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"مجھے سلیم کے انتقال کا بہت افسوس ہوا۔اچھا انسان تھا وہ۔۔نوشین بھابھی بہت تعریف کیا کرتی تھیں اس کی"چند لمحے خاموشی میں گزارنے کے بعد اس نے کہا تھا۔نینا کو اب اس کی موجودگی سے کوفت ہونے لگی تھی۔وہ چلا کیوں نہیں جاتا تھا۔۔یا پھر بس آنے میں اتنی تاخیر کیوں کر رہی تھی

"ظاہر ہے تعریف ہی کرتی ہوں گی۔۔۔بھائی تھا وہ ان کا۔"اسے کچھ تو کہنا ہی تھا۔

"آپ کی زندگی میں تو کافی خلاء پیدا ہو گیا ہو گا نا۔۔آپ کی بہت جمتی تھی ان کے ساتھ۔"وہ سر ہلاتے ہوئے بولا تھا جیسے تعزیت کرتے ہوئے مناسب الفاظ نامل رہے ہوں۔اسے پتا نہیں چلا تھا اس نے اپنی شامت کو آواز دے ڈالی تھی

"کیا مطلب۔کیا کہنا چاہ رہے ہو تم۔۔۔دوبارہ کہنا ذرا۔مطلب کیا ہے اس بات کا؟"وہ گود میں پڑا بیگ اٹھا کر کھڑی ہوئی اور اس کے مدِ مقابل آکر غراتے ہوئے بولی۔خاور بوکھلا سا گیا۔وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔آس پاس زیادہ رش تو نہیں تھا لیکن پھر بھی بس کے انتظار میں لوگ کھڑے تھے

"میرا مطلب تھا۔آپ کی بہت دوستی تھی نا۔۔مجھے بھابھی نے بتایا تھا۔"اس نے بعجلت وضاحت دی تھی

"مری ہوئی بھابھی کا نام لے کر جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔بھابھی نے یہ بتایا۔بھابھی نے وہ بتایا۔۔ارے تمہاری بھابھی کیا سارا وقت میری باتیں کرتی رہتی تھیں۔۔۔یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے اندر کا کیڑا تمہیں سکون نہیں لینے دے رہا۔۔تمہاری

گندی سوچ تمہیں اکسا رہی ہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔۔میرا کیا تعلق تھا سلیم کے ساتھ۔۔۔کہہ دو تم بھی کہ وہ یار تھا میرا۔۔۔دے دو تم بھی الزام کہ میرا اس کا چکر چل رہا تھا۔۔۔چھوٹی سوچ والے گندے لوگ۔۔۔اونہہ۔۔۔اپنی اوقات میں رہا کرو۔۔۔تم سے دو بار ہنس کر بات کیا کر لی۔۔آ گئے کہیں سے منہ اٹھا کر ہمدردیاں جتانے۔۔۔آپ کی زندگی میں تو بڑا خلا پیدا ہو گیا ہو گا۔" اس نے جملے کے آخر میں منہ بگاڑ کر اس کی نقل اتاری تھی۔وہ ہکا بکا اس کی شکل دیکھ رہا تھا

"خود جو مرضی کرتے رہیں۔۔دوسروں پر الزام لگانے سے نہیں چوکیں گے۔۔۔خبر دار جو دوبارہ میرے راستے میں آئے تو۔۔۔ہٹو پیچھے اب۔۔۔علاج کرنا آتا ہے مجھے اس ہمدردی کا۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر دانت چباتے ہوئے بول رہی تھی۔خاور چند لمحے اس کی جانب دیکھتا رہا پھر کچھ کہے بناء وہاں سے چلا گیا تھا۔نینا کو اس کے جانے کے بعد ہوش آیا۔۔وہ دوبارہ بینچ پر بیٹھ گئی تھی۔اس کی ہتھیلیاں نم ہو چلی تھیں اور ہارٹ بیٹ معمول سے تیز چل رہی تھی۔اس کی پیشانی سے بھی پسینہ پھوٹنے لگا تھا۔اسے لگا جیسے وہ اپنے حواس میں نا ہو۔۔اس نے ہتھیلی کی پشت سے پیشانی صاف کی۔۔۔غصہ اس کے پورے وجود کو جھلسا رہا تھا اور ایسا غصہ اس نے پہلے کبھی کسی پر نہیں کیا تھا۔۔۔اس پر اسقدر خفا کیوں ہو گئی تھی وہ۔۔۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

زری ۔۔تمہاری بات ہوئی نیناسے" امی اس کے بستر پر بیٹھی پوچھ رہی تھیں۔ وہ دونوں گھنٹہ بھر پہلے مارکیٹ سے لوٹی تھیں اور اب زری اپنے لباس اور جیولری انہیں پہن کر دکھا رہی تھی۔ زری کی انگیجمینٹ کی تقریب سادہ سے پیمانے پر ہو رہی تھی جس میں ابا بہت ہی کم رشتہ داروں کو مدعو کر رہے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ زیادہ ہلا گلا اور خرچہ شادی پر کیا جائیگا۔ اس کے باوجود زری نے مشہور ڈیزائنر کا جوڑا پسند کیا تھا مہنگی برانڈڈ جیولری خریدی تھی۔ وہ اچھا خاصا میک اپ کر سکتی تھی لیکن اس نے شہر کے سب سے مہنگے پارلر سے اپائنٹمنٹ لی تھی۔ وہ بہت خوش تھی اور ابا اس کی خوشی میں خوش تھیں لیکن دوسری جانب امی نینا کے لئے از حد پریشان تھیں۔ اس کا کملایا ہوا چہرہ انہیں بے چین رکھتا تھا ۔وہ ویسی ہی تھی جیسی ہمیشہ سے تھی، دل چاہا تو کسی بات میں دلچسپی لی، دل نہیں چاہا تو نظر اٹھا کر بھی نا دیکھا۔ منشاء ہوئی تو مسکرا کر بات کر لی ورنہ ہر بات کے جواب میں کاٹ کھانے کو دوڑتی نظر آئی مگر وہ ماں تھیں، انہیں نظر آتا تھا کہ وہ اندر ہی اندر گھل رہی ہے۔

"نینا سے بات ۔۔۔؟ ۔۔کیا بات ۔۔۔؟" زری نے کانوں میں جھمکا پہنتے ہوئے سوال کیا تھا۔ امی دل ہی دل میں زچ ہوئیں ۔زری کی بے جا فضول خرچی اور اس سے بھی بڑھ کر اس رشتے پر ضرورت سے زیادہ گرمجوشی بھی انہیں جھنجھلا دیتی تھی۔ ایسی بھی کیا لاٹری نکل آئی تھی کہ وہ خوشی سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ وہ عام ماؤں کی طرح بیٹی سے توقع کرتی تھیں کہ وہ شادی بیاہ جیسے معاملات پر تہذیب یافتہ لڑکیوں کی طرح اپنے جذبات کو دل میں چھپا کر رکھے گی لیکن زری ان کے زمانے کی لڑکی نہیں تھی۔ اسے اپنی خوشی کو کھل کر منانے کی عادت تھی۔

"کوئی تو بات ہوتی ہی ہوگی تم دونوں کے درمیان ۔۔۔بہن ہے تمہاری ۔۔۔ایسے موقعوں پر تو بہنیں بہت پرجوش ہو جاتی ہیں۔ مجھے تو بہت بجھی بجھی سی لگتی ہے وہ ۔۔۔" امی کے لہجے میں کھوج سی تھی کہ شاید انہیں پتا نا چلتا ہو لیکن نینا زری سے پہلے ہی کی طرح بے تکلف ہو۔

"نہیں نہیں ۔۔۔باتیں کرتی رہتی ہے ۔۔۔مجھے کہہ رہی تھی کہ اظفر کے لئے اچھا سا گفٹ لے آنا میری طرف سے ۔۔" زری نے انہیں جھوٹ کہا تھا

" مجھے تو نظر نہیں آیا کبھی کہ اس نے کسی چیز میں دلچسپی لی ہو ۔۔کوئی ڈھنگ کا لباس تک تو خریدا نہیں ہے ابھی تک اس نے" امی مطمئن نہیں ہوئی تھیں

"اس نے پہلے کبھی خریدا ہے کچھ اپنے لئے ۔۔ہم لے آئیں گے نا اس کے لئے کسی بھی بوتیک سے ۔۔۔آپ جانتی تو ہیں ۔۔۔وہ شروع سے ہی موڈی ہے پھر اس کی یونیورسٹی ہی ختم نہیں ہوتی ۔۔۔صبح کو جاتی ہے تو مغرب کے وقت گھر آتی ہے وہ ۔۔ پھر سو جاتی ہے ۔۔تھک جاتی ہے نا ۔۔" زری نے انہیں ٹالتے ہوئے کہا تھا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اتنی خوش تھی کہ اس نے دھیان ہی نہیں دیا تھا نینا کی

جانب ۔۔اور پھر وہ چاہتی بھی یہی تھی شادی تک نینا چپ ہی رہے تو اچھا ہے ۔اسے اندازہ تھا کہ نینا ابھی بھی اظفر کو زیادہ پسند نہیں کرتی ۔اسے اس بات کی پرواہ بھی نہیں تھی اور وہ چاہتی تھی شادی ہو جانے تک نینا سے زیادہ بحث نا ہی ہو۔

"یہ یونیورسٹی بھی جانے کب ختم ہو گی۔۔۔بچی کملا کر رہ گئی ہے مگر پڑھائی ہے کہ ختم ہی نہیں ہو رہی ۔۔۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولی تھیں ۔زری جیولری پہن لینے کے بعد اب آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ خوامخواہ سینٹی ہو رہی ہیں ۔۔۔چھوڑیں پریشان ہونا۔مجھے دیکھیں ذرا۔کتنی پیاری لگ رہی ہوں میں ۔۔نظر اتار لیں میری ۔توبہ توبہ۔ایسا حسین مکھڑا تو سارے خاندان میں نہیں ہے کسی کا۔۔دیکھیں تو سہی" وہ ان کے موڈ کو بدلنے کی خاطر شوخ لہجے میں بولی تھی ۔امی نے اسے دیکھا اور پھر دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہا تھا ۔عروسی جوڑے اور جیولری میں وہ بناء میک اپ کے بھی دلہن لگنے لگی تھی ۔یہ تو سچ تھا کہ اس جیسا حسین اور طرحدار سارے خاندان میں کوئی نہیں تھا

"دیکھ لیا ہے بہن ۔۔۔پچیس ہزار کا جوڑا۔۔دس ہزار کا یہ گلوبند اور جھمکے ۔۔حسین تو لگنا ہی چاہیئے تھا تمہیں ۔۔اپنے ابا کا اتنا خرچا تم نے باہر پڑی پرانی چارپائی کی آرائش پر بھی کروایا ہوتا نا تو وہ بھی دلہن کی طرح خوبصورت لگنے لگتی ۔۔۔" وہ اس کے وجود سے نظر چرا کر بیڈ سے اترتے ہوئے بولیں تھیں ۔بیٹیوں کی زیادہ تعریف کی وہ قائل نا تھیں اور اس لمحے تو آنکھیں بھی بھر سی آءی تھیں ۔۔ابھی کل کی بات تھی اس بچی کو گود میں لے کر لوری دیا کرتی تھیں، اسے سینے سے لگا کر ہر سرد و گرم سے بچاتی تھیں اور اب وہ ان کا آنگن چھوڑ کر جانے کی تیاریاں کر رہی تھی۔

وہ بھیگی ہوئی آنکھیں لے کر کمرے سے باہر آ گئیں ۔ان کا دل بوجھل تھا لیکن جھنجھلاہٹ بھی عروج پر تھی ۔سارا غصہ کچن میں آ کر برتنوں پر نکلنے لگا تھا

"یارب ۔۔یہ کیا نظام ہوا بھلا۔۔۔ساری محنت کرے جولاہا۔۔۔ریشم لے جائیں چور" انہوں نے تاسف بھرے دل کے ساتھ سوچا تھا اور برتن مانجنے شروع کیئے تھے۔

کیسا خسارا ہے جو بابل کے حصے میں آتا ہے ۔پیدا کیا۔کھلایا پلایا۔۔پالا پوسا۔۔۔بڑا کیا۔۔۔اور رخصت کر دیا۔۔بس جی قصہ ختم ۔۔ہاتھ جھاڑے اور بیٹھ گئے۔۔۔بیٹی کے ماں باپ کے حصے میں آتا ہی کیا ہے ۔۔۔دو بوند پانی جو بیٹی کی یاد آتے آنکھوں سے ٹپکتے ضرور ہیں ۔۔۔چاہے اسے بابل کے آنگن سے رخصت کیئے دس دن ہوئے یا دس سال ۔۔۔بیٹیاں دی تھیں تو دل بھی سخت کر دیئے ہوتے "سوچتے سوچتے ان کی آنکھیں مسلسل بہنے لگی تھیں۔

جب بیٹیاں بڑی ہو جاتی ہیں تو ماؤں کے دل بہت چھوٹے ہوتے جاتے ہیں ۔۔۔بات بات پر بوجھل ہونے لگتے ہیں

☆......☆......☆

"بڑا سخت دل ہے تمہارا صوفیہ۔۔۔ننھی سی جان کو وہاں چھوڑ کر عرصے سے یہاں بیٹھی ہو" حبیبہ نے طنز کو مسکراہٹ کا تڑکا لگاتے ہوئے بظاہر سرسری سے انداز میں کہا تھا۔صوفیہ خاموش ہی رہی

"تمہیں یاد نہیں آتی اس کی" اس نے اسے خاموش پا کر ایک اور طنز کیا تھا۔صوفیہ نے گھور کر اسے دیکھا

"نہیں" صوفیہ تڑخ کر بولی تھی۔حبیبہ کے چہرے پر مسکراہٹ بڑھی

"تم بہت سخت دل عورت ہو صوفیہ۔۔۔مائیں ایسی تو نہیں ہوتیں"

"اور یہ بات مجھے وہ عورت سمجھا رہی ہے جو خود کبھی ماں بنی ہی نہیں۔۔۔یہ سارا فلسفہ جو تمہارے ہونٹوں سے اُبل اُبل کر باہر آرہا ہے نا۔اس کا مقصد بخوبی سمجھتی ہوں میں۔۔۔تم کچھ بھی کر لو، کچھ بھی کہہ لو۔۔۔اب میں کاشف کو تمہارے رحم و کرم پر اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔نہیں آتی مجھے یاد اپنی بچی کی۔۔۔جاؤ کر لو جو کرنا ہے" صوفیہ تڑخ کر بولی تھی

"اوہ بی بی مجھ پر کیوں چلا رہی ہو۔تمہاری انہی حرکتوں کی وجہ سے تمہارا شوہر بھی عاجز آچکا ہے تم سے۔۔۔" حبیبہ نے اطمینان سے گویا دیا سلائی جلا ڈالی تھی۔صوفیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"حبیبہ کیڑے پڑیں گے تمہیں۔تم روؤ گی ایک دن۔۔۔تم عورت نہیں ہو۔طوائف ہو۔۔طوائف۔۔۔" وہ غرا کر بولی تھی۔حبیبہ نے اپنی نشست چھوڑی نا مسکرانا بند کیا بلکہ اطمینان سے اسکی بات سنتی رہی۔وہ خاموش ہوئی تو ذرا سا آگے کو جھک کر بولی

"طوائف وہ ہوتی ہے جسے پیسوں کے عوض خریدا جاتا ہے۔۔۔جس کے دام دئے جاتے ہیں۔۔۔اپنے شوہر سے پوچھنا کہ کبھی دھیلا بھی خرچا ہے مجھ پر۔۔۔ارے میری جان۔۔میں خرچ رہی ہوں پیسہ "اس" پر۔۔۔اس لئے اب جب غصہ آئے تو مجھے نہیں کوسنا بلکہ اپنی شادی کی وہ بڑی سی تصویر جو بطورِ خاص پاکستان سے لا کر دیوار پر ٹانگ رکھی ہے نا تم نے۔۔اس میں اپنے پہلو میں بیٹھے شخص کی جانب منہ کر کے بولنا۔۔۔تم مرد نہیں ہو۔طوائف ہو طوائف۔۔۔تم مرد نہیں ہو۔۔۔طوائف ہو طوائف۔۔۔کیونکہ حقیقت میں تو یہ بات کہہ نا سکو گی کبھی اس سے۔۔۔تصویر پر ہی غصہ نکال لینا۔۔۔آئی کچھ بات سمجھ میں" وہ بناء غصہ کئے کیسے سرد لہجے میں کیسی تلخ بات کہہ گئی تھی۔صوفیہ کو لگا اس کا بلڈ پریشر یکدم ہائی ہوا ہو۔اس کی سانس تیز تیز چلنے لگی تھی۔اس نے حبیبہ کو کندھے سے پکڑا تھا اور تب ہی جیسے اس کی آنکھ کھل گئی۔کمرے میں بالکل تاریکی تھی اور صوفیہ کی تیز چلتی ہوئی سانس کے سوا کوئی دوسری آواز نا تھی۔

وہ خواب ہی تو دیکھ رہی تھی۔کمرے میں تاریکی تھی اور بستر کی دوسری جانب خالی تھی۔کاشف تیسرے پہر سے پہلے کبھی واپس نہیں آتا تھا۔صوفیہ نے گہری سانس بھر کر اپنی دھڑکن کو قابو کرنے کی کوشش کی تھی۔

کاشف کے اطوار اسے سخت مایوس کر چکے تھے۔وہ پھر پرانی آزادانہ روش اپنا چکا تھا اور اب کی بار اسکی شدت پہلے سے کہیں زیادہ تھی۔پہلے تو بی بی جان کا سہارا تھا لیکن اب وہ بھی نا رہی تھیں۔کاشف مزید منہ زور ہو گیا تھا

صوفیہ کو چھ مہینے ہو چلے تھے یہاں آئے اور چھ مہینوں میں وہ چھ ہزار بار اپنے آپ کو اس غلط فیصلے پر ٹوک چکی تھی۔وہاں بھی ناخوش تھی اور یہاں آ کر بھی سخت پچھتا رہی تھی۔ایک طرف بچی کو چھوڑ آنے کا دکھ تھا۔چھوٹی سی بچی چھوڑ تو آئی تھی بہن کے پاس اس امید پر کہ شوہر کے پاس پہنچے گی تو سب خسارے دور ہو جائیں گے لیکن اب دل تھا کہ بچی کی یاد میں ہمکتا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ یہ بات اپنے منہ سے کہہ نہیں سکتی تھی۔کاشف کے سامنے کہتی تو وہ فوراً کہہ دیتا کہ واپس چلی جاؤ۔وہ واپسی کا سفر بھی کس منہ کے ساتھ کرتی۔سارے خاندان کو جتا بتا کر آئی تھی کہ اب واپس نہیں آئیگی اور اگر آئیگی بھی تو بس مہینہ دو مہینہ قیام کی غرض سے اور پھر واپس چلی جائیگی لیکن یہاں کاشف کے اطوار سب عیاں کئے دے رہے تھے۔کاشف کے کاروبار کی برکت لوٹ آئی تھی تو ساتھ ہی اس کے سب پرانے رنگ ڈھنگ بھی پلٹ آئے تھے۔پہلے بی بی جان موجود تھیں تو ایک پردہ بھی حائل تھا مگر اب وہ کھلم کھلا بہت سی برائیوں میں مبتلا تھا اور صوفیہ کو پہلے کی طرح یہی کہہ کر چپ کروا دیتا تھا کہ ہائی سوسائٹی میں موو کرنے کو یہ سب اپنانا پڑتا ہے ورنہ لوگ آپ کو کمتر تصور کرتے ہیں اور عزت نہیں کرتے۔صوفیہ یہ سب پہلے سے جانتی تھی لیکن کاشف نے کبھی منہ سے اعتراف نہیں کیا تھا لیکن اب وہ بنا کسی جھجک کے تسلیم کرنے لگا تھا کہ اس کے حلقہء احباب میں عورتیں شامل ہیں۔صوفیہ کو سب نظر آتا تھا لیکن وہ کیا کرتی اسے کاشف سے محبت تھی اور محبت محبوب کی بہت سی خامیوں اور برائیوں پر پردہ ڈالے رکھنے کو جائز سمجھتی ہے۔۔۔صوفیہ کڑھتی تھی، ناراض ہوتی تھی لیکن کاشف ایک بار محبت بھرے لہجے میں اسکا ہاتھ پکڑ کر معافی مانگتا تھا، تاسف سے سر جھکا کر یا مسکرا کر اسے دیکھتا تھا تو صوفیہ کو اس سے زیادہ معصوم کوئی نظر نہیں آتا تھا۔حبیبہ کا اور اس کا آمنا سامنا اس عرصے میں نا ہونے کے برابر تھا۔وہ گھر آئی تھی نا اس نے انہیں اپنے گھر انوائٹ کیا تھا اگرچہ صوفیہ اسی فلیٹ میں رہائش پذیر تھی جہاں پہلے آ کر رہی تھی لیکن اب کی بار اس نے کاشف سے کوئی سوال جواب نہیں کئے تھے۔ویسے بھی وہ بہت جلد ناراض ہو جایا کرتا تھا اور اسکی ناراضی سے صوفیہ کا دل سہم جاتا تھا۔اس نے سوچ لیا تھا کہ ایک چُپ سو سکھ کے برابر ہے۔

دوسری جانب حبیبہ بھی اسی اصول پر عمل پیرا تھی۔وہ کاشف کی بیوی نہیں تھی لیکن محبت اسے بھی کاشف سے تھی اور محبت کی خاطر وہ اسے ٹوکتی نہیں تھی۔اس ساری صورتحال میں سب سے زیادہ خوش کاشف تھا۔وہ حقیقتاً پانچوں انگلیاں گھی میں ترکئے بیٹھا زندگی کی ہر جائز ناجائز خواہش کو پورا کرنے میں لگا تھا۔وقت گزر رہا تھا لیکن اسے پرواہ نہیں تھی کہ وہ بیٹیوں کا باپ تھا اور بیٹیاں بہت جلدی بڑی ہو جاتی ہیں۔۔۔

☆......☆......☆

دو سال پلک جھپکتے ہی گزر گئے یہ صرف کہنا آسان تھا ورنہ صوفیہ ہی جانتی تھی کہ یہ وقت اس نے کیسے گزارا۔۔۔۔دبئی شہنشاہوں کی سرزمین تھی۔۔یہاں ہر چیز میسر تھی۔۔۔۔وہ بھی جو حلال تھا۔۔اور وہ بھی جو حرام تھا۔ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ صوفیہ یہاں خوش باش زندگی گزارتی لیکن ایسا ہوا نہیں تھا۔

زرمین ماں باپ کی آنکھوں کا تارہ بنی محبت کے حصار میں پلتی رہی۔کاشف نے پاکستان جانے کا پلان بنایا ہی نہیں اور صوفیہ کسی

صورت اکیلے جانے پر رضامند نا ہوئی ۔خساروں کا حساب کتاب لگانے میں ابھی کافی وقت پڑا تھا سو کسی کو یہ خیال ہی نا آیا کہ ایک وجود ان سے بہت دور کہیں موجود ہے ۔

دبئی میں ان کی زندگی بہت پر تعیش تھی ۔۔۔کیا نہیں تھا جس کی خواہش کی جاتی اور وہ موجود نا ہوتا ۔۔۔

کہنے کو صوفیہ بہت مزے میں تھی ۔کاشف اسے ہر چیز دلانے کی کوشش کرتا تھا ۔کپڑا لتا زیور ۔۔۔کھانا پینا ۔۔ہر معاملے میں کاشف اس پر کھل کر درہم لٹاتا تھا لیکن صوفیہ کی زندگی میں سکون نہیں تھا اور وہ شوہر کی جانب سے نہیں تھا اور یہی اس کی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ تھا ۔وہ اندر اندر ہی ختم ہوتی جاتی تھی ۔خواہش کے باجود تیسرے بچے کی امید بھی نا بن پائی تھی

یہ انہی دنوں کی بات تھی ۔کاشف رات کے آخری پہر شراب کے نشے میں دھت حبیبہ کے ساتھ کسی پارٹی سے واپس آ رہا تھا کہ اسٹیرنگ پر توازن نا برقرار رکھ سکا اور سڑک کی دوسری لین میں گھس گیا ۔اس وقت زیادہ ٹریفک تو نہیں تھی لیکن کاشف اسقدر نشے میں تھا کہ اس کی گاڑی نے روڈ پر تین چار پولز کو ٹکر ماری اور پھر فٹ پاتھ پر چڑھ جانے کے بعد ہی توقف کیا ۔وہ اگر ہوش میں ہوتا تو شاید گاڑی سنبھال لیتا لیکن کہنے کو معمولی حادثہ بہت خطرناک ثابت ہوا ۔وہ کافی بری طرح زخمی ہو گیا تھا ۔اس کی تین پسلیاں ٹوٹ کر آنتوں میں گھس گئی تھیں ۔اس کی ریڑھ کی ہڈی میں بھی کچھ مسئلہ ہوا تھا لیکن پھر بھی ڈاکٹر پر امید تھے ۔حبیبہ بظاہر کم زخمی ہوئی لیکن اس کی چوٹیں اندرونی تھیں ۔وہ تین دن کوما میں رہنے کے بعد انتقال کر گئی

صوفیہ کے حلق کی ہڈی نکل تو گئی تھی لیکن بڑی ہی تکلیف کے بعد نکلی تھی

☆......☆......☆

کھانا کھاؤ گی ۔۔؟" امی نے پوچھا تھا

"نہیں ۔۔۔" اس نے بناء ان کی جانب دیکھ کر جواب دیا تھا ۔

" چائے پیو گی ۔۔؟" انہوں نے دوسرا سوال کیا ۔

"نہیں ۔۔" اس کا جواب ابھی بھی نفی میں تھا

" کچھ تو کھا لو ۔۔۔شام اتر آئی ہے ۔۔بھوک نہیں لگی تمہیں ۔۔۔یا دوپہر کو کھا لیا تھا کچھ؟" امی اسی کے سامنے کاؤچ پر بیٹھ گئیں ۔اس نے اب کی بار سر اٹھا کر ان کی جانب دیکھا ۔ان کی آنکھوں اور چہرے میں کیسی مامتا ٹپکتی نظر آتی تھی ۔وہ اس کے لئے پریشان تھیں اور بس اس کا خون ایک دم پھر ابلنا شروع ہوا تھا ۔

"کہہ تو دیا ہے کہ نہیں کھانا کچھ بھی ۔۔۔نہیں پینی چائے ۔۔۔نہیں ہے بھوک ۔۔۔دو منٹ سکون سے نہیں بیٹھ سکتی میں ۔۔۔کیا کیوں کیسے ۔۔۔بس سوال ہی سوال رہ گئے ہیں آپ کے پاس تو میرے لئے ۔۔۔" وہ چڑ کر بولی تھی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر دھپ دھپ

کرتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔امی کا منہ اتر گیا تھا۔وہ اتنی زود ورنج ہو رہی تھیں کہ نا چاہتے ہوئے بھی ان کی آنکھیں بہنے لگی تھیں۔اس نے کمرے میں آتے ہی اپنا بیگ اٹھا کر دور پھینکا تھا اور بستر پر گر گئی

امی کا بجھا ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے نمایاں ہوا تھا۔وہ گھر میں داخل ہوتے ہی بھانپ چکی تھی کہ امی ٹھیک نہیں لگ رہی تھیں ۔۔چہرہ تھکن سے بے چین نظر آرہا ہوتا تو صورتحال اور ہوتی اب تو وہ کچھ اداس سی لگتی تھیں اور اس سے اتنی توفیق نا ہوئی تھی کہ مسکرا کر ان کی بات کا جواب دے دیتی۔وہ کھانے کا ہی تو پوچھ رہی تھیں۔

"کیا میں اتنی بدتمیز ہوں۔۔۔یا پھر۔۔" بستر پر لیٹے لیٹے اسے سمجھ بھی نا آئی کہ اپنے لئے کیا موزوں لفظ منتخب کرے۔

محبت سے تو کوئی بھی بات کرتا تھا تو اسے غصہ آنے لگتا تھا،ہمدردی اسے اداکاری لگتی تھی۔بالخصوص امی سے تو ہمیشہ ہی اس کی ناراضی برقرار رہتی تھی لیکن یہ سب معاملات گھر کے اندر تک رہتے تھے۔گھر کے باہر تو وہ عموماً مہذب ہی بنی رہتی تھی مگر اب یہ پردہ بھی اٹھتا جاتا تھا۔وہ آج جو کچھ خاور عرف پپو کے ساتھ بس اسٹاپ پر کرآئی تھی اس پر بھی شرمندگی تھی اسے
کتنی تلخ ہوگئی تھی وہ۔۔۔

"خبردار جو دوبارہ میرے راستے میں آئے تو۔۔۔ہٹو پیچھے اب۔۔۔علاج کرنا آتا ہے مجھے اس ہمدردی کا۔" نینا کو اپنا لہجہ یاد آیا
اسے خود بھی احساس تھا کہ اس نے بدتمیزی کی تھی لیکن وہ کسی غیر سے ایسے بدتمیزی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر جانے کیسے وہ اسقدر خفا ہوگئی۔یہ انداز تو بس اس کے بہت ہی قریبی لوگوں لے لئے مختص تھا۔وہ اپنی امی سے اپنی بہن سے ایسے بات کیا کرتی تھی۔۔

"اویں بدتمیزی کی اس بیچارے کے ساتھ۔۔" اپنے بستر پر لیٹے اس نے سوچا تھا۔اسے ہمیشہ سے بولنے کے بعد سوچنے کی عادت تھی لیکن آج جو ہوا تھا وہ کچھ عجیب تھا۔اس ایک دم ہی غصہ آگیا تھا،اسقدر زیادہ کہ اسے اپنا خون کھولتا محسوس ہونے لگا تھا،کنپٹیوں پر بوجھ بڑھ گیا تھا اور کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی تھی۔دل کی دھڑکن اتنی تیز ہوگئی تھی کہ اسے اپنا اچھلتا ہوا دل صاف محسوس ہو رہا تھا۔اسے ایسا غصہ پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔وہ کچھ پریشان بھی ہوگئی تھی کہ ایسا کیوں ہوا۔۔۔

وہ یکدم ہی اپنی جگہ سے اٹھی پھر امی کے بلڈ اپریٹس چیک کرنے وال آلے سے چیک کیا تو بلڈ پریشر کافی ہائی تھا۔یہ تو کبھی نا ہوا تھا پہلے اس کے ساتھ۔۔۔وہ گھبرا سی گئی کہ جیسے اسے ہارٹ اٹیک نا ہو جائے۔۔۔فلموں میں تو یہی دیکھا تھا کہ نوے فیصد ہارٹ اٹیکس بلڈ پریشر ہائی ہونے کی وجہ سے ہوتے تھے۔

وہ دوبارہ سے باہر کاؤچ پر آکر بیٹھ گئی۔اس کا بلڈ پریشر پہلے تو کبھی ہائی نہیں ہوا تھا۔یہ اس کے ساتھ کیوں ہو رہا تھا۔وہ کچھ پریشان بھی ہوئی۔اسی دوران امی چائے بنا کر لے آئیں اور اگرچہ اس نے اتنی بدتمیزی سے منع کیا تھا لیکن ٹرے میں پھر بھی تین کپ تھے یعنی انہوں نے اس کے لئے بھی چائے بنالی۔اسے شرمندگی ہوئی۔۔اس لئے اس نے بناء کوئی طعنہ دئے ان کے پکڑانے پر کپ تھام لیا تھا۔وہ اس کے لئے کیک رسک بھی رکھ لائی تھیں جو اس نے ان کے کہے بناء ہی اٹھا لیا تھا۔۔۔

" تم کسی روز میرے ساتھ مارکیٹ کیوں نہیں چلتیں نینا۔۔تمہیں اپنے لئے کچھ نہیں لینا۔۔کوئی ڈریس۔۔جیولری ۔۔۔جوتے۔۔۔تمہیں سب کچھ لینا چاہیئے۔۔۔لڑکی کی بہن سب کی نگاہوں کا مرکز ہوتی ہے۔۔۔سب تمہیں دیکھیں گے۔۔تمہارے کپڑے بہت اچھے ہونے چاہیئں" انہوں نے اسے سمجھایا تھا

" آپ کی مرضی ہے امی۔۔جو مرضی لے آئیں۔۔میں پہن لوں گی" وہ بنا دلچسپی لئے مگر بہت فرمانبرداری سے بولی تھی۔پہلے والی بدتمیزی کا ازالہ ایسے ہی ہو سکتا تھا۔دل چاہ رہا تھا کہ امی کی گود میں سر رکھ لے اور بس آنکھیں موند کر سب بھول بھال جائے مگر ایسے چونچلوں کی عادت ہی نہیں تھی۔امی نے کبھی گلے لگایا ہی نہیں تھا اور جب انہوں نے لگانا چاہا تھا تو اسے عادت نا رہی تھی۔۔۔عجیب بات تھی کہ اسے اپنی ماں کے گلے لگنے میں بھی جھجھک محسوس ہوتی تھی لیکن امی کے چہرے پر پھیلی پریشانی اسے ہمیشہ محسوس ہو جاتی تھی۔

☆......☆......☆

" کیا کر رہی ہو؟" سمیع نے شہرین کی پشت کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔وہ کب سے وارڈ روب میں منہ دئے جانے کیا تلاش کر رہی تھی

" پرانے کپڑے نکال کر دیکھ رہی ہوں۔۔۔سب تنگ ہو گئے ہیں مجھے۔۔۔تین چار ڈریسز نکال کر پہن کر چیک کر چکی ہوں۔۔۔ایک بھی نہیں آ رہا" شہرین بیچارگی سے بولی تھی

" جب اپنا خیال نہیں رکھو گی تو یہی ہو گا نا۔۔" سمیع اسے چڑاتے ہوئے بولا تھا۔شہرین نے مڑ کر اسے دیکھا پھر ناک چڑھا کر بولی

" خیال رکھنا کسے کہتے ہیں۔۔۔کیا کروں میں۔۔۔ایکسر سائز میں نہیں کر سکتی۔۔ڈائٹنگ میں نہیں کر سکتی۔۔۔کوئی ڈائٹنگ سپلیمینٹ کی مجھے اجازت نہیں۔۔۔ڈائٹ پلان فالو کرنا بھی میرے لئے مشکل۔۔بتاؤ کیسے خیال رکھوں میں۔۔۔" اسے برا لگا تھا۔یہ تو سچ تھا کہ اس کا وزن بڑھ رہا تھا لیکن یہ بات سرجری کے فوراً بعد ہی انہیں بتا دی گئی تھی بعد میں کیا کیا اثرات ہو سکتے ہیں

" اچھا ناراض تو مت ہو یار۔۔۔نئے کپڑے بنا لو تم" سمیع نے تسلی دی تھی۔وہ بھی سچ کہہ رہی تھی۔اسے ہلکی واک اور یوگا ہی کی اجازت دی گئی تھی ڈاکٹرز کی جانب سے۔۔۔کارڈیو وغیرہ تو وہ کر نہیں سکتی تھی جس سے وزن تیزی سے کم ہونے کے امکانات تھے

" نئے تو بناتی ہی رہتی ہوں۔۔لیکن یہ سب فارمل ویئرز تھے۔۔۔اتنے مہنگے بنوائے تھے میں نے اور اب ان کا کیا کروں میں ۔۔۔شادی بیاہ۔۔تقریبات میں پہننے والے ملبوسات ہیں یہ" اس نے ایک فینسی ایمبرائڈڈ لباس نکال کر اپنے وجود کے ساتھ لگاتے ہوئے سمیع کو دکھایا تھا

" پڑے رہنے دو ایسے ہی۔۔۔ضرورت پڑے گی تو نئے آ جائیں گے۔۔۔یہاں کون سا روز روز شادیاں منگنیاں آتی رہتی ہیں۔۔۔" سمیع لاپرواہی سے بولا تھا

" ارے پتا تھوڑی چلتا ہے۔۔۔اب تو دونوں طرف کے خاندان والے ملنے لگے ہیں ہم سے۔۔۔ڈھیروں کزنز تمہارے ہیں۔۔اورڈھیروں ہی میرے۔۔۔آخرسب ہی کی شادیاں ہوں گی۔۔۔۔جانا توپڑے گانا" شہرین نے ناک چڑھا کراسے سمجھایا تھا۔اس کاساراد ھیان وارڈروب اوراس میں موجود کپڑوں کی جانب تھا۔ابھی اس کی صحت بھی ٹھیک ہورہی تھی اور لاہور میں ملنا ملانا بھی دوسری طرح کا تھا۔کراچی میں زیادہ تر دوست احباب ہی ملتے تھےلیکن لاہور میں سسرالی خاندان والوں کاایک جمِ غفیر تھا۔اسی لئے شہرین کو فکر بھی زیادہ ہونےلگی تھی۔اپنے بڑھتے وزن اور تیزی سے بدلتے سراپے کی وجہ سے الگ پریشانی تھی۔

" جب جاناپڑے گا تب دیکھی جائیگی یار۔۔۔چُنے مُنے سے کزن ہیں سب طرف۔۔۔ان کو بڑا ہوتے سالوں لگ جائیں گے ۔۔۔ابھی تو بند کردو اس دفتر کو۔۔۔" وہ چڑ کر بولا تھا۔شہرین ایک لباس ہاتھ میں لئے اس کے پاس آبیٹھی

" جن کو آپ چُنے مُنے کہہ رہے ہیں نا۔کوئی بھی بیس بائیس سے کم کا نہیں ہے۔۔۔اورلڑکیاں تو اسی عمر میں بیاہی جاتی ہیں۔۔منگنی ہے میرے کزن کی۔۔۔میں نے بتایا تھانا مغیرہ آنٹی کا۔۔۔ان کے بیٹے کی منگنی ہے۔۔۔انوائٹ کیا ہے ہمیں بھی۔۔یہاں اقبال ٹاؤن میں ہال ہے کوئی۔۔وہاں ہے فنکشن۔۔۔ہم دونوں کو بلایا ہے" شہرین نے تفصیل بتائی تھی

" اوہو تواب سمجھ میں آیا کہ اتنی پریشان کیوں ہیں ہماری بیگم صاحبہ۔۔۔" سمیع کے چہرے پر شرارت سی چمکنے لگی تھی

" پریشان تو نہیں ہوں۔۔۔لیکن اتنے عرصے بعداس طرح خاندان کے کسی فنکشن میں جانا ہوگا تو کافی پرجوش ہوں۔۔۔اب تم سے ملیں گے۔۔۔ایمن کو دیکھیں گے۔۔۔۔مجھے بہت خوشی ہورہی ہے یہ سب سوچ کر۔۔۔" وہ اس کی جانب دیکھ کر بولی تھی

" میں تو نہیں جاؤں گا کسی منگنی ونگنی پر۔۔۔" اس نے ناک چڑھا کر کہا۔وہ اسے صرف چڑانا چاہ رہا تھا کیونکہ وہ کافی پرجوش لگ رہی تھی

" کیوں۔۔۔۔تم کیوں نہیں جاؤ گے۔۔؟" وہ حیران ہوئی تھی

" خوامخواہ کی شرمندگی ہوگی یار۔۔۔تمہاری سب کزنز دیکھیں گی تو میری عقل پر ماتم کریں گی کہ اتنے ہینڈسم آدمی کو لومیرج کرنے کے لئے یہی دھوبن ملی تھی۔۔؟" سمیع واقعی اسے صرف چڑا رہا تھا لیکن شہرین ہکابکا ہو کر اسے دیکھتی رہ گئی۔۔۔وہ پہلے کبھی اس کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتا تھا

" سمیع۔۔۔ پہلے تو کبھی تم نے ایسے نہیں کہا تھا" وہ بالکل بُجھ سی گئی تھی۔سمیع مسکرایا

" پہلے تم ایسی تھی بھی تو نہیں۔۔۔۔کہاں وہ نازک اندام زی شہرین۔۔۔اورکہاں۔۔۔۔۔" اس نے ہنستے ہوئے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔شہرین نے جواباً کچھ نہیں کہا تھا۔وہ چند لمحے اس کی شرارتی آنکھوں کی جانب دیکھتی رہی پھر چُپ چاپ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی

"ارے سنو تو۔نار اض ہو گئی ہو۔۔۔ارے میں تو مذاق کر رہا تھا۔۔۔سیریسلی میں مذاق ہی کر رہا تھا۔" وہ وہیں سے بیٹھے بیٹھے بول رہا تھا لیکن شہرین کمرے سے باہر نکل گئی تھی

☆......☆......☆

"میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ میں ایسا بھی کیا کہہ ڈالا تھا" خاور نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے اچنبھے سے سوال کیا تھا۔نینا کے پاس اس کا نمبر تھا اور اسی نے اسے یونیورسٹی کے قریبی کیفے میں بلوایا تھا اور پھر باتوں باتوں میں اس سے معذرت بھی کر لی تھی

"آپ نے جو بھی کچھ کہا تھا۔۔اس وقت وہ میرے اعصاب کے لئے بہت بھاری ثابت ہوا تھا۔۔بس اسی لئے۔۔۔چلیں خیر۔۔جو ہوا سو ہوا۔۔۔" وہ ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں بولی تھی۔یہ کیا کم تھا کہ وہ اپنے بُرے رویے کا ازالہ کرنے کے لئے اس طرح اس کے ساتھ کیفے ٹیریا میں آبیٹھی تھی۔۔

"مگر آپ نے مجھے کل واٹس ایپ پر تو کہا تھا کہ آپ مجھے سوری کہنا چاہتی ہیں" اب کی بار وہ ذرا مسکرا کر بولا تھا

"ہاں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اتنی دیر سے میں کونسا راگ درباری سنا رہی تھی آپ کو۔۔۔" وہی چڑچڑا سا انداز جو اس کا خاصہ تھا

""""لیکن سوری کہا تو ہے نہیں آپ نے۔؟" وہ شوخ ہوا تھا۔نینا نے گھور کر اسے دیکھا

"دیکھیں جی۔۔۔ویسے تو میں سوری ووری کہتی نہیں ہوں کسی سے۔۔۔لیکن مجھے احساس ہے کہ میں نے کافی بدتمیزی کی آپ کے ساتھ۔۔اس لئے کہہ رہی ہوں۔۔۔سوری" اس نے جتانے والے انداز میں کہا تھا۔خاور نے اس کی بات کو سنا پھر بعجلت بولا تھا۔

"اچھا چلیں آپ مجھے بھی سوری مت کہیں۔۔مجھے بھی اندازہ ہے کہ مجھے بھی آپ کو بس اسٹاپ پر مخاطب نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔۔میں نے بہت سوچا آپ کے رویے کے بارے میں تو مجھے آپ حق بجانب لگیں۔۔" نینا کو اس کی اتنی مشکل گفتگو پر ناگواری ہوئی

"بہرحال۔۔میں نے سوری ہی کرنا تھا آپ سے۔۔۔غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں۔۔امید ہے آپ میری بدتمیزی کو بھلا دیں گے" نینا خشک لہجے میں بولی تھی

"آپ بار بار ایسے کیوں کہہ رہی ہیں۔۔۔مت کہیں مجھے اچھا نہیں لگ رہا" وہ ذرا سا شوخ لہجے میں بولا یا شاید نینا کو ہی اسکا لہجہ شوخ محسوس ہوا۔

"دیکھیں جناب۔۔ایک بات واضح کر دینا چاہتی ہوں۔۔۔میں بار بار اس لئے کہہ رہی ہوں کہ میں نے آپ کو اپنی بہن کی بیٹی کے حق میں بہت اچھا پایا ہے۔۔۔بس اسی لئے عزت کرتی ہوں آپ کی۔۔۔میں نہیں چاہتی کہ میرے برے رویے کی سزا میری بھانجی کو ملے" اس نے وضاحت دی تھی۔سامنے آکر بیٹھ تو گئی تھی لیکن لسوڑے جیسی اب یہ چپ چِپ سی گفتگو اسے الجھا رہی تھی۔اس نے تنک کر کہا تھا۔دوسری جانب خاور نے بھی برا منا کر اس کی جانب دیکھا

" آپ کا مسئلہ کیا ہے ۔۔۔کیوں آپ ہمیشہ اپنے ہی بارے میں سوچتی رہتی ہیں ۔۔۔۔اپنی ہی فکر میں مبتلا رہتی ہیں ۔۔۔آپ نے اپنے آپ کو ہی اپنا نیوکلئس بنا رکھا ہے ۔کیا سمجھتی ہیں آپ کہ شاید ساری دنیا آپ ہی خاطر گھوم رہی ہے ۔۔۔۔" وہ بھی ناک چڑھا کر بولا تھا ۔نینا کو اس کے غصے کی وجہ سمجھ نا آئی تھی ۔اس نے استفہامیہ انداز میں اس کی جانب دیکھا

" بھلا یہ کیسے فرض کر لیا آپ نے کہ میں کسی ایرے غیرے کے برے رویے کی سزا مہر کو دونگا ۔۔۔وہ بھتیجی ہے میری ۔۔میرے بھائی کی بیٹی ۔۔خون ہے میرا ۔۔۔اور گزشتہ کئی مہینوں سے تو وہ مجھے اتنی عزیز ہو چلی ہے کہ مجھے اپنی بیٹی ہی لگتی ہے اور آپ خوامخواہ میری محبت میں شئیر ہولڈر بننے آجاتی ہیں ۔۔۔۔" وہ چڑ کر بولا تھا

آپ کی محبت میں ۔۔۔۔؟" نینا تڑپ کر پوچھ رہی تھی

" میرا مطلب ہے میری اور مہر کی محبت میں ۔۔۔۔آپ نے سوچا بھی کیسے کہ میں اسے کسی کے رویے کی سزا دوں گا ۔۔۔۔" وہ اسے گھور رہا تھا ۔نینا نے مصالحتی انداز میں ہاتھ اٹھائے

" اچھا اچھا آپ خفا مت ہوں ۔۔۔وہ تو میں نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ مہر کی فکر ہے مجھے ۔۔"

" ۔۔۔اونہہ ۔۔۔" خاور نے ہنکارا بھرا پھر جتا کر بولا

" ۔۔آپ کو اس کی جتنی فکر ہے وہ تو مجھے نظر آ ہی رہا ہے ۔۔۔کتنا عرصہ ہو گیا خیر خیریت تو دریافت نہیں کی آپ نے ۔۔۔ورنہ یہ وہی مہر ہے جس کی محبت میں نوالہ حلق سے نا اترتا تھا آپ کے ۔۔۔اتنی فکرمند رہتی تھیں اس کے لئے ۔۔۔۔سوچیں ذرا وہ اگر مانوس ہو جاتی آپ کے ساتھ ۔۔اور آپ جب اُس سے اِس طرح لاتعلق ہو جاتیں جیسے اب ہیں تو کیا اثر پڑتا اس کی سائیکالوجی پر ۔۔۔۔بیچاری بچی تو مرجھا کر رہ جاتی ۔۔۔اور آپ فرما رہی ہیں کہ آپ اس کی خاطر سوری کہہ رہی ہیں مجھ سے ۔۔۔۔کیوں ذرا سی بچی کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلاتی ہیں ۔۔۔یہ کیوں نہیں کہہ دیتیں کہ ہاں شرمندگی ہوئی ۔۔۔آخر سب مہذب انسان پچھتا لیا کرتے ہیں ۔۔غلطیاں کر سکتے ہیں ۔۔ان غلطیوں کا ازالہ بھی کر سکتے ہیں ۔۔اور سوری بھی بول ہی سکتے ہیں ۔۔۔اس میں ایسا حیران کن تو کچھ بھی نہیں کہ اتنی آئیں بائیں شائیں کی جائے" وہ اسے ٹوک رہا تھا ۔نینا چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ چھپا نا پائی ۔وہ اسے شرمندہ کرنے کی کامیاب کوشش کر چکا تھا

" صحیح کہہ رہے ہیں آپ ۔۔۔میں واقعی مہر کو ملنے ہی نہیں آسکی ۔۔۔حالات ہی ایسے رہے گزشتہ دنوں ۔۔۔لیکن آپ اسے لے آتے ۔۔۔آپ تو لا ہی سکتے تھے اسے" اس نے پھر اپنا دامن بچانے کی خاطر ایک بودا سا جملہ بولا تھا ۔وہ واقعی مہر کو تو بھولی بیٹھی تھی حالانکہ جب نوشی باجی کا انتقال ہوا تھا تو اسے خواب میں بھی مہر ہی نظر آتی تھی اور اب کتنا عرصہ ہوا تھا کبھی اس کا حال تک نا پوچھا تھا

" ارے یہ خوب کہی آپ نے ۔۔۔۔میں تو بڑا ہی مشکوک ہو چکا ہوں آپ کی نظر میں ۔۔۔۔آپ اگر وہی سلوک کرتیں میرے ساتھ میری بھتیجی کے سامنے جو کل بس اسٹاپ پر کیا تھا تو کیا عزت رہ جاتی میری ،میری بیٹی کے سامنے ۔۔۔نہیں بھئی ۔۔۔میں یہ رسک نہیں لے سکتا

"وہ صاف انکار کر رہا تھا۔نینا کو شرمندگی تو ہو رہی تھی ساتھ ہی زور کی ہنسی آئی

"ایک بار آپ کی امی کے منہ سے سنا تھا کہ آپ چھوٹے دماغ کے ہیں۔۔۔آپ کو باتیں دیر سے سمجھ میں آتی ہیں۔۔۔شاید ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا بچپن میں۔۔۔آج ان کی بات پر یقین بھی آ گیا ہے" نینا نے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا لیکن اس نے زوردار قہقہہ لگایا

"بڑا یاد رکھا جناب نے۔۔" وہ ایک بار پھر جتا رہا تھا۔نینا کو ہنسی تو آ رہی تھی لیکن اب کی بار اس نے فل اسٹاپ لگا لینا مناسب سمجھا

"اچھے انسان ہیں آپ خاور صاحب۔۔۔اللہ خوش رکھے آپ کو۔۔۔کبھی کبھی لے آیا کریں مہر کو ہماری طرف۔۔خالہ بہت یاد کرتی ہیں اسے۔۔۔" وہ اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے جیسے یاد دہانی کروا رہی تھی۔بہت دن کے بعد ایسے ہنسی تھی وہ۔

"اچھا انسان ہوں تو ایک چائے کا کپ ہی پی لیں میرے ساتھ۔۔۔ایک سموسہ بھی کھایا جا سکتا ہے۔۔۔آپ برا نا منائیں تو" وہ اسے کھڑا ہوتے دیکھ کر بعجلت بولا تھا۔نینا نے اس کی جانب دیکھا۔۔کچھ دیر سوچا پھر اپنی عادت کے برخلاف اس نے سر ہلایا تھا اور دوبارہ سے بیٹھ گئی تھی۔

☆......☆......☆

"اس سے تو بہتر تھا کہ میں اس ایکسیڈینٹ میں مر ہی جاتا" کاشف چڑ کر بولا تھا۔ڈیڑھ مہینہ گزرنے کے بعد بھی وہ مکمل طور پر صحتیاب نہیں ہوا۔۔۔تکلیف ایسی تھی کہ کچھ کھا نہیں سکتا،ٹھیک سے بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ڈاکٹرز نے دس دن پہلے ڈسچارج تو کر دیا تھا لیکن پھر بھی احتاط کی تاکید تھی۔صوفیہ مکمل مشرقی بیوی کی طرح اس کی خدمت میں دن رات جتی ہوئی تھی۔

یہ آسان مرحلہ نہیں تھا۔شیر کی طرح دھاڑتے،گھوڑے کی طرح بھاگتے تنومند شوہر کو بستر پر لاچار پڑے دیکھ دیکھ کر ہی صوفیہ کی آدھی ہمت ختم ہو چکی تھی پھر مالی مسائل بھی بے حد پیچیدہ ہوتے جاتے تھے۔حبیبہ کے مرنے کے بعد تیسرے ہی دن اس کے قطر والے بہن بہنوئی حساب کتاب لینے آ پہنچے تھے اور یہ پاکستان نہیں تھا کہ کاشف بہت آرام سے کسی کا حق مار لیتا۔۔۔ہر چیز باقاعدہ قانونی طریقے سے کی گئی تھی۔۔دونوں پارٹنرز کے شیئرز کے حصے بخرے ہوئے تھے اور کاشف کے حصے میں بمشکل چالیس فیصد ہی آیا تھا وہ بھی حبیبہ کے بھائی نے بے حد احسان جتا کر کہا تھا کہ وہ ترس کھا کر یہ سب دے رہا ہے۔کاشف کے حصے میں جو بھی آیا تھا وہ بہت تیزی سے اس کے علاج پر خرچ ہو رہا تھا۔زرمین ایک کنڈرگارٹن میں جا رہی تھی اور اس کی پوری ٹرم کی فیس جمع تھی لیکن پک ڈراپ کی سہولت نا ہونے کے باعث وہ بھی ہمہ وقت گھر پر ہوتی تھی۔

"ہم پاکستان چلے جاتے ہیں کاشف۔۔۔بچے کھچے سرمائے سے وہاں کوئی چھوٹا موٹا بزنس کر لیجیئے گا آپ۔۔۔اللہ کا کرم ہے کہ اپنا گھر ہے وہاں۔۔۔ورنہ یہاں تو کرائے اور دوائیاں ہی کھائے چلے جا رہے ہیں ہمیں" اس دن اس نے بہت امید سے کاشف کے سامنے تجویز پیش کی

" دماغ خراب ہے تمہارا۔۔۔وہاں کہاں علاج کرواؤں گا میں۔۔۔ایک بھی ڈھنگ کا ہاسپٹل نہیں ہے پورے لاہور میں" وہ چڑ کر بولا تھا

"لیکن یہاں کے ہاسپٹل مہنگے بھی تو بہت ہیں۔۔۔اتنا پیسہ دوائیوں کی مد میں خرچ ہو رہا ہے" وہ دھیمے سے لہجے میں بولی۔کاشف کو بیماری نے بے حد غصیلا بنا دیا تھا۔صوفیہ کافی ڈر جاتی تھی اسے برہم دیکھ کر کیونکہ پھر وہ دوائیاں نہیں کھاتا تھا اور تھراپی کے لئے بھی نہیں جاتا تھا

"صوفیہ۔۔تمہیں صرف پیسوں کی فکر ہے۔۔میری نہیں۔۔۔کیا ہو گیا اگر پیسہ خرچ ہو گیا تو۔۔۔میرا ہی پیسہ ہے۔۔۔تم کونسا جہیز میں لے آءی تھیں جو اسقدر پریشان ہو رہی ہو" وہ سخت برا مان کر بولا۔صوفیہ زِچ سی ہوئی

" آپ ناراض کیوں ہو رہے ہے۔۔۔میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا۔۔۔کیا کروں۔۔عورت ہوں نا۔۔۔پریشان ہو جاتی ہوں۔۔۔دو دو بیٹیوں کی ماں ہوں۔۔۔ایک یہ بیٹھی ہے۔۔۔دوسری پاکستان میں ہے۔۔کل کو انکو بیاہنا بھی تو ہے۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ کاشف نے تڑخ کر اس کی بات کاٹ دی۔۔۔

" کیوں۔۔۔تمہارے بہن بہنوئی نہیں بیاہیں گے اسے۔۔۔ پال رہے ہیں تو پیسہ بھی لگائیں وہی۔۔انہیں بھی تو پتا چلے۔۔۔کہ نیکی کہتے کسے ہیں۔۔زبانی کلامی مہاتما بنے بیٹھے ہیں۔۔۔"

" وہ کیوں بیاہیں گے۔۔۔ہم ہی بیاہیں گے۔۔اولاد ہماری ہے تو۔۔۔" صوفیہ کی بات ایک بار پھر کاٹ دی گئی

" پتا نہیں وہ میری اولاد ہے بھی کہ نہیں۔۔۔۔جب سے وہ ہماری زندگی میں آءی ہے۔۔۔سارے بنتے کام بگڑ کر رہ گئے ہیں۔۔۔۔عجیب نحوست اتری ہے ہمارے گھر تو اس دوسری اولاد کے بعد۔۔۔سنا تو یہی تھا کہ بیٹیاں بڑی رحمت والی ثابت ہوتی ہیں ماں باپ کے لئے۔۔۔۔یہ کیسی رحمت اتری ہے تمہارے یہاں۔۔۔۔اللہ جانے تم کون سے گناہوں میں پڑی رہی تھیں جو یہ سب ہو رہا ہے۔۔" وہ اسقدر سفاک لہجے میں بولا تھا کہ صوفیہ پتھر کی ہو گئی تھی۔۔۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول" راپنزل" ابھی جاری ہے،بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"آپ شک کر رہے ہیں مجھ پر۔۔۔" وہ جب بولنے کے قابل ہوئی تو بس یہی آواز نکلی تھی منہ سے۔۔۔" کاشف نے ایک نظر اسے دیکھا پھر طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے ہنکارا بھرا لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا گویا خاموش رہ کر تصدیق کر دی کہ جو کہہ رہا ہے اس پر یقین رکھتا ہے جبکہ صوفیہ تو تڑپ اٹھی۔

"آپ کو کیا ہو گیا ہے کاشف۔۔۔ آپ مجھے بری عورت سمجھتے ہیں کیا۔۔۔ آپ حبیبہ کا موازنہ میرے ساتھ کریں گے اب۔۔۔ کیا میری ریاضتوں کا یہی صلہ ہے کہ آپ مجھے میری ہی بیٹی کا طعنہ دے رہے ہیں۔۔۔ اتنے بے یقین ہیں آپ تو لائیں قران پاک۔۔۔ میں کوئی بھی قسم کھانے کو تیار ہوں۔۔۔ لیکن مجھے اور میری اولاد کو یوں بے توقیر نا کریں۔۔۔ مت کریں ایسے۔۔۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"کیوں۔۔۔ برا لگا۔۔۔ آخر تم بھی تو یہی کرتی ہو میرے ساتھ۔۔۔ میں تو کسی سے نظر اٹھا کر بھی دیکھ لوں تو تم سمجھتی ہو کہ شاید میرے تعلقات ہیں اس سے۔۔۔ حبیبہ کو کیا کیا نہیں کہتی تھیں تم۔۔۔ حالانکہ اس کے ساتھ میرے کاروباری تعلقات ہی تھے۔۔۔ کھا گئیں تمہاری بد عائیں اسے۔۔۔ اب خوش ہو تم۔۔" کاشف پر جیسے اسکی بات کا اثر ہی نا ہوا تھا۔ وہ روتی چلی گئی تھی۔ پہلے ایسا نہیں تھا، اسکا جب کاشف سے کوئی جھگڑا ہوتا تھا تو وہ طعنے دینے پر اتر آتی تھی، دوبدو جواب دیتی تھی لیکن اب جانے کیوں وہ کچھ کہہ نہیں پاتی تھی۔ اسے رونا آنے لگتا تھا۔ کاشف چند لمحے کچھ نہیں بولا پھر جیسے اسے احساس ہوا کہ وہ بالکل لاچار ہے۔ اسے ایک فُل ٹائم نرس کی ضرورت بھی ہے جو اس مشرقی عورت سے بہتر کوئی دوسری نہیں ہو سکتی تھی۔

"صوفیہ رونا بند کر دو۔۔۔ لیکن میں تمہیں صرف احساس دلانا چاہتا تھا کہ جب کوئی آپ پر بلاوجہ شک کرتا ہے تو کیا محسوس ہوتا ہے۔۔۔ اب تمہیں میرے درد کا صحیح اندازہ ہو گا" وہ لہجے کو معتدل کر کے بولا تھا۔ صوفیہ نے کچھ نہیں کہا لیکن آنسو رُکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ کونین کی دنیا میں آمد اس کے اور کاشف کے تعلقات میں دڑاڑ ڈال دے گی، ایسا تو سوچا بھی نا تھا اس نے۔۔۔ اور ساتھ ہی دل میں شرمندگی بھی ہوئی کہ شاید واقعی وہی غلط ہے۔ جو اپنے شوہر پر بلاوجہ شک کرتی ہے۔

"کاشف کو بھی انتاہی برا محسوس ہوتا ہوگا جب میں ان پر شک کرتی ہوں" وہ سوچ رہی تھی اور ہلکان ہو رہی تھی

☆......☆......☆

"اچھے انسان ہیں آپ خاور صاحب۔۔" اس کی سماعتوں میں جیسے کسی نے مٹھاس گھول دی تھی۔ بستر پر لیٹے بلاوجہ ہی وہ اس ملاقات کے متعلق سوچتا چلا جا رہا تھا۔ اس کے بولے گئے جملے، ناک چڑھا کر ادا کیا گیا ایک ایک فقرہ جیسے ذہن میں محفوظ سا ہو گیا تھا اور پھر ساری گفتگو کے درمیان ذرا ذرا سی دیر کو چہرے پر چمکنے والی مسکراہٹ تو اس سے بھلائے نہیں بھولی جا رہی تھی۔ یہ شاید پہلی بار تھا کہ وہ اس

اس طرح سے مسکرا کر بات کر رہی تھی۔ وہ اسے اچھی لگتی تھی یہ بات تو وہ بہت پہلے اپنے آپ سے تسلیم کر چکا تھا لیکن یہ محبت نہیں تھی اس بات کا بھی اسے اندازہ تھا۔ اسے اس کی شخصیت میں ایک اِسرار محسوس ہوتا تھا، ایک معمہ ایک گتھی جسے خوامخواہ سلجھانے کو دل چاہے، جس کے ساتھ بلاوجہ بیٹھنے کو وقت بتانے کی خواہش پیدا ہونے لگے۔ بس اتنی سی ہی خواہش جاگتی تھی کبھی کبھی جسے وہ اپنا چھچھورپن کہہ کر ٹالتا رہتا تھا۔ ہوسکتا ہے یہ پسندیدگی کبھی بڑھتی اور محبت کے دائرے میں داخل ہو جاتی لیکن ایک شخص تھا جس نے ہمیشہ اس کے اِس جذبے کی نفی کی تھی اور اس کی پیش قدمی کو روکا تھا۔۔کون تھا وہ شخص۔۔۔

☆......☆......☆

"کمینے تیری ہمت کیسے ہوئی میری بہن سے ایسی بات کرنے کی" سلیم اس پر چلایا تھا۔ خاور نے خجالت سے بالوں میں انگلیاں چلائیں تھی۔

"اوہ یار میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔اس نے غلط سمجھا۔۔" وہ وضاحت دینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن سلیم کچھ سننے کو تیار نہیں تھا

"اس نے غلط سمجھا۔۔اس نے۔۔۔اوہ دو ٹکے کے کلرک وہ تمہاری طرح ان پڑھ نہیں ہے۔۔۔انتہائی ذہین لڑکی ہے۔۔۔وہ غلط نہیں سمجھی۔۔۔یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم نے ہی غلط بات کی تھی۔۔۔آئے بڑے راجا اندر کہیں سے اپنی ہی شادی کا پروپوزل لے کر۔۔۔اونہہ۔۔" سلیم منہ بگاڑ کر بولا تھا"

"اوہ یار تُو تو سینٹی ہی ہو گیا ہے۔۔۔قسم سے میں نے مذاق کیا تھا۔۔۔وہ تمہاری بہن ایک ہی بات دوہرائے چلی جا رہی تھی کہ مہر کے ساتھ رہنے کی کوئی سبیل بن جائے۔۔۔میں مہر کو اپنے ساتھ رکھوں گی وغیرہ وغیرہ۔۔۔تو بس میں نے بات برائے بات ایک حل نکالنے کی کوشش کی تھی اس کے مسئلے کی۔۔۔۔اور وہ بھی مذاق میں قسم سے۔۔۔" اس نے گردن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی لیکن سلیم کی خفگی ختم نہیں ہوئی تھی۔

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو ٹھیک ہے لیکن اگر یہ سچ نہیں ہے تو ایک بات کان کھول کر سن لو۔۔۔یہ ممکن نہیں ہے۔۔نوشی باجی اور آصف بھائی کی شادی ہمارے خاندان کا ایک غلط فیصلہ تھا۔۔۔اب یہ جو نئی پھلجڑی تم نے چھوڑی ہے نا۔۔۔ہماری طرف والے اس پر راضی ہوں گے نا تمہاری طرف والے۔۔۔اس لئے براہِ مہربانی دوبارہ یہ ڈھائی کا پہاڑہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے" سلیم نے اب کی بار دوٹوک انداز میں کہا تھا۔ خاور نے منہ بنا کر اسے دیکھا۔

"ارے کہہ تو رہا ہوں کہ مذاق کیا تھا۔۔۔تم میری بات کو اتنا سنجیدہ کیوں لے رہے ہو؟"

"میری تو خیر ہے۔۔۔مجھے تو یہ فکر ہے کہ اگر اس نے سنجیدہ لے لیا تو۔۔۔؟" سلیم ابھی بھی چڑچڑا ہو رہا تھا

"ہیں۔۔۔واقعی۔۔۔ایسا چانس بھی ہے کیا۔۔۔؟" خاور نے مصنوعی انداز میں باچھیں چراتے ہوئے کہا تھا۔ سلیم نے اسے گھور کر دیکھا

"بدنیت انسان۔۔۔نکل یہاں سے۔۔خبردار جو اب میری دوکان پر قدم رکھا تو۔۔۔"سلیم نے اپنی بیساکھی اٹھا کر اس کے ہاتھ پر ماری تھی۔

"آہ۔۔۔" خاور کراہا تھا۔

"دفع دور۔۔۔ظالم انسان۔۔۔کتنے احسان فراموش ہو تم۔۔۔اپنی اس کزن کی خاطر اِس بچپن کے دوست پر ایسے تشدد کرو گے تم۔۔۔جاؤ اب نہیں آؤں گا تمہاری دوکان پر۔۔۔خبردار جو اب اپنی کہانیوں اور گھٹیا نظموں کی رائلٹی منگوانے کے لئے میرے آفس کا ایڈریس استعمال کیا تو۔۔۔" خاور بلبلا کر بولا تھا۔

"کزن نہیں ہے۔۔۔بہن ہے میری۔۔بہنوں سے بھی بڑھ کر ہے۔۔۔اس لئے کہہ رہا ہوں۔۔۔خبردار اب ایسی ویسی بات نا کرنا اس سے۔۔۔واہیات انسان نا ہو تو۔۔۔چھچھورا" سلیم پر ذرا اثر نہیں ہوا تھا۔اس کے چہرے پر کافی سنجیدگی تھی جسے محسوس کر کے خاور بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"یار۔تم مجھے کوئی دو نمبر گھٹیا انسان سمجھتے ہو نا۔۔۔ہاں مان لیتا ہوں کہ میں ایک غریب انسان ہوں لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم مجھے کوئی ٹھرکی یا کوئی چول انسان سمجھنا شروع کر دو۔۔۔اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ دوست کی بہن کو ہی دھوکہ دینے کی کوشش کروں گا۔۔۔اچھا انسان ہوں میں یار" خاور نے سادہ سے لہجے میں جیسے جتانے کی کوشش کی تھی کہ اس کے پروپوزل کو اتنا بھی نیم سنجیدہ نا لیا جائے۔سلیم نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"تم جتنے اچھے ہو نا۔۔میں بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں۔۔۔اسی لئے کہہ رہا ہوں اب یہ بات مت دوہرانا۔۔۔خوامخواہ ہماری دوستی میں دڑاڑ پڑے گی" سلیم کا انداز دوٹوک تھا۔خاور کو برا لگا مگر پھر بھی اسے سلیم کی دوستی عزیز تھی۔اس نے سر ہلا کر اس کی بات مان لینے کا عندیہ ظاہر کیا تھا۔

☆......☆......☆

"اظفر کو میرے پاؤں بہت پسند ہیں" زری نے شرمیلی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر کہا تھا۔آج اسکی منگنی کی تقریب تھی۔سب مہمان گھنٹہ بھر پہلے ہی واپس گئے تھے۔زری اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ کوئی بھی سراہے بناء نا رہ سکا تھا۔رشتہ داروں کے منہ سے ایک ہی فقرہ سننے کو ملا۔

"زری تو بالکل اپنے باپ کے جیسی ہے۔۔۔نینا ماں سے ملتی ہے" یہ فقرہ اکثر لوگ کہتے رہتے تھے اور ابا اس فقرے کو سن کر پھولے نا سماتے تھے جیسے اس بات کا سارا کریڈٹ انہی کو جاتا ہو۔امی اس بات کو بھی اپنے لئے دیا گیا کوئی کمپلیمینٹ سمجھ کر وصول کرتی تھیں اور نینا کو اس بات ہمیشہ غصہ آجاتا تھا۔

"زری نہیں میں بالکل ابا کے جیسی ہوں۔۔بے صبری اور منہ پھٹ۔۔۔زری تو بالکل اماں جیسی ہے۔۔۔صابر اور متحمل مزاج" وہ اکثر یہ بات کہنے والے کے منہ پر ہی کہہ دیا کرتی تھی لیکن زری کی منگنی پر اس کا سجا سنوارا سراپا دیکھ کر اسے بھی یقین آگیا تھا کہ زری نے رنگ روپ اور نقش ونگار ابا سے ہی لئے تھے۔وہ اپنے اسپیشل ڈے پر اتنی دل موہ لینے والی لگ رہی تھی کہ نظریں اس کے وجود سے ہٹتی ہی نا تھیں۔کسی ملکہ کی طرح حسین اور کسی نوخیز شہزادی کیسے جیسی طرحدار زری کو دیکھ کر سب ہی اظفر کی قسمت پر رشک کرتے رہے اور نینا بس زری کو دیکھ کر چپکے چپکے آنسو بہاتی رہی۔اپنی بہن کے اسپیشل ڈے پر اسے سلیم اتنا یاد آتا رہا کہ نا چاہتے ہوئے بھی وہ اداس رہی حالانکہ اس نے کسی پر ظاہر نا ہونے دیا تھا کہ وہ کیا محسوس کر رہی ہے۔زری کی خوشی کی خاطر اس نے مزاج کو بھی خوشگوار رکھا،سب کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی۔اچھی میزبان ہو کر سب مہمانوں کو بالخصوص زری کے تمام سسرالیوں کو کوئی طعنہ دیئے بغیر مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجائے ہنس ہنس کر ڈیل کرتی رہی۔اظفر سے بھی باتیں کر کے زری کو دلی سکون بخشتی رہی لیکن ذہنی طور پر اسے بہت تھکن ہو گئی تھی۔مہمانوں کے چلے جانے کے بعد اس کا ارادہ تھا کہ رضائی کو سر تک لپیٹ کر لیٹ جائیگی لیکن زری میک اپ صاف کر کے آئی تو اپنے اور اس کے لئے چائے بنا لائی۔اسے ڈھیروں ڈھیر گفٹس ملے تھے۔سسرال والے بھی کافی کچھ لائے تھے۔وہ نینا کے ساتھ مل کر سب دیکھنا چاہتی تھی،اس سے اپنی خوشی شئیر کرنا چاہ رہی تھی۔نینا نے آج سارا دن اپنی طبیعت کے برخلاف گزارا تھا اور زری کی خاطر ہی گزارا تھا سو اب بھی اس کی خاطر وہ نا چاہتے ہوئے بھی گفٹس کھول کھول کر دیکھنے لگی تھیں۔اظفر نے اسے گولڈ کی اینکلیٹ دی تھی۔اسے ہی دیکھتے ہوئے زری نے نینا کی رائے لینی چاہی تھی۔نینا اس کے پاؤں کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔اس کے پاؤں بہت خوبصورت تھے اور آج تو اس نے مہندی بھی لگا رکھی تھی۔سرخ مہندی دودھیاء پاؤں کی خوبصورتی کو مزید بڑھا رہی تھی اور نازک سی اینکلیٹ تو پاؤں میں سج گئی تھی۔زری نے فوراً ہی سیل فون نکال کر پاؤں کی تین چار تصاویر اتاری تھیں اور پھر یقیناً انہیں اظفر کو واٹس ایپ کر دیا تھا۔نینا اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اظفر کہتا ہے میرے پاؤں بہت خوبصورت ہیں۔۔۔ہیں زری۔۔۔واقعی" اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر زری نے اس سے رائے لینی چاہی تھی۔اظفر کا ذکر آتے ہی اس کے چہرہ چمکنے لگتا تھا۔نینا کو پھر سلیم یاد آیا۔

"زری کیوں پسند ہے تمہیں حالانکہ وہ تو تم سے بات بھی نہیں کرتی؟" کوئی پرانا جملہ سماعتوں میں گونجنے لگا تھا۔

"محبت میں کیا پسند،کیوں پسند،کیسے پسند،کس لئے پسند نہیں ہوتا پگلی۔۔محبت اگر واقعی محبت ہو تو پھر وضاحتوں،دلیلوں اور توجیہات سے مبرا ہوتی ہے۔۔۔مجھے تو خود نہیں پتا وہ مجھے کیوں پسند ہے۔۔۔بس میں تو اتنا جانتا ہوں کہ اسے دیکھتا ہوں تو اپنا آپ بھولنے لگتا ہوں۔۔" وہ زری کے ذکر پر ہمیشہ خوش ہو جایا کرتا تھا اور نینا ہمیشہ پشیمان۔۔۔وہ جانتی تھی زری کبھی سلیم کو قبول نہیں کرے گی۔

"اونہہ۔۔۔مجھے پتا ہوتا کہ تم ایک سادہ سے سوال کا اتنا مشکل اور فضول جواب دو گے تو کبھی پوچھتی ہی نہیں۔۔۔بہتر ہے تم سے پاپڑوں اور مرونڈوں کی ہی باتیں کی جائیں" وہ ہمیشہ اس کو زری کے لئے جذباتی ہوتا دیکھ کر موضوع تبدیل کر دیا کرتی تھی۔

"بولو نا نینا۔کیا سوچ رہی ہو۔۔۔" اسے سوچ میں گُم دیکھ کر زری نے اسے ٹوکا تھا۔نینا چونکی۔

"ہاں۔۔۔کیا۔۔کیا کہا تم نے؟" اس نے گلو گیر لہجے کو کھنکھار میں چھپاتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"میں نے پوچھا تھا کہ تمہیں اظفر اچھا لگا نا۔۔۔میرا مطلب۔۔۔" وہ لمحہ بھر کے لئے رُکی پھر بولی۔

"وہ بہت اچھا ہے نینا۔۔۔تمہاری غلط فہمی دور ہوگئی نا۔۔تمہیں پسند آیا نا وہ۔۔۔یقین کرو بہت اچھا ہے اظفر۔۔۔جتنا وہ مجھے ویلیو کرتا ہے نا نینا۔۔اتنا کوئی نہیں کرسکتا تھا، جتنی محبت وہ مجھ سے کرتا ہے نا۔۔شاید ہی کوئی اور کرتا ہوگا نا" وہ اس کی نگاہوں میں دیکھ رہی تھی ۔نینا نے گہری سانس بھری۔اب تو آنسو چھپانا ہی مشکل ہوگیا تھا۔

"نہیں زری۔۔یقین کرو وہ جواب نہیں رہا وہ اظفر سے بھی زیادہ چاہتا تھا تمہیں۔۔۔چلو۔۔۔اچھا اللہ پاک آپکی مرضی۔۔۔" اس نے سوچا تھا، کہا نہیں تھا، اسے ڈر تھا کہ وہ بولے گی تو رو دے گی۔زری اسے ہی دیکھ رہی تھی۔نینا نے بہت سوچا کہ ضبط کا بندھن نا ٹوٹے مگر اس سے ہو نا سکا تھا۔

"یہ بات مت کرو زری۔۔۔بھول جاؤ۔۔جو بھی ہوا۔۔بھول جاؤ۔۔۔بس میں تمہیں اتنا بتانا چاہتی ہوں کہ میں بہت محبت کرتی ہوں تم سے اور تمہارے لئے بہت دعا کرتی ہوں۔۔۔اللہ تمہیں بہت خوشیاں دے۔۔۔بس مجھے بتانا نہیں آتا۔۔۔میں اس سبجیکٹ میں کمزور ہوں کافی۔۔۔آئی تھنک مجھے ٹیوشن کی ضرورت ہے" وہ سنجیدہ سی بات کرتے ہوئے بھی عادت کے مطابق اناپ شناپ بول رہی تھی ۔زری نے پہلے حیرانی سے اسے دیکھا پھر اسکی آنسوؤں سے تر آنکھیں دیکھ کر وہ بھی جذباتی ہوگئی تھی۔اس نے اسے گلے لگانا چاہا تھا۔

"اوہو۔موٹی۔۔پیچھے ہٹو۔۔۔زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے" اس نے اسے پیچھے ہٹا دیا مگر زری پھر آگے ہوئی اور زبردستی اس کے گلے لگ گئی۔

"نینا۔۔۔مجھے پتا ہے تم بہت اچھی ہو۔۔۔بس جھوٹ موٹ جھگڑتی ہو مجھ سے مگر محبت بہت ہے تمہیں مجھ سے۔۔۔" وہ اس کے گلے لگے ہوئے گلو گیر میں کہہ رہی تھی۔زری نے اسے پیچھے نہیں ہٹایا مگر اپنے مخصوص نخوت بھرے لہجے میں بولی۔

"جی نہیں۔۔۔آپ کو غلط فہمی ہوئی۔کوئی محبت وحبت نہیں ہے مجھے آپ سے۔۔۔۔منہ دھو کر رکھئے" وہ بول رہی تھی مگر زری اسے مزید اپنے ساتھ لپٹائے جا رہی تھی۔بہت سالوں بعد اتنی محبت سے بیٹھی تھیں دونوں بہنیں۔۔زری انتہائی خوش تھی۔

اظفر کی گھر میں پہلی باقاعدہ آمد بڑی ہی خوش آئند ثابت ہوئی تھی۔

☆......☆......☆

"واٹس یور نیم۔۔۔؟" میز کی دوسری سمت بیٹھی ٹیچر نے ایمن کی جانب ملائمت سے دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔اس کے سامنے میز پر رنگین اسٹیکرز، پینسل اور کارڈز وغیرہ پڑے تھے۔ایمن کی نگاہوں کا مرکز اردگرد پڑے ایجوکیشنل کھلونے اور دیواروں پر لگے رنگین

چارٹس تھے۔اس نے ٹیچر کی بات سنی تو تھی لیکن وہ جاب دینے کے موڈ میں قطعی نہیں لگ رہی تھی۔

"ٹیل یور نیم ٹو ٹیچر۔۔۔؟" سمیع نے اسے دیکھتے ہوئے ٹہوکا دیا تھا۔وہ ٹس سے مس نا ہوئی۔

"ڈو یو لائک دیز تھنگز۔۔۔واٹس دا کلر آف تھس پکچر؟" انٹرویو لینے والی ٹیچر نے دوبارہ ایک کوشش کی تھی۔ٹیچر کے ساتھ کا آرڈینیٹر بھی بیٹھی تھیں۔شہرین اور سمیع کو دل ہی دل میں شرمندگی ہوئی۔یہ جوہر ٹاؤن کا ایک مشہور اسکول تھا،اگرچہ بہت مشہور نہیں تھا لیکن باقی بڑے اسکول کی نسبت یہاں ایڈمیشن ہونے کا چانس تھا۔ان دونوں کو کافی امید تھی کہ اس اسکول میں اس کا ایڈمیشن ضرور ہو جائیگا۔سمیع کے کسی واقف کار کی اہلیہ اسی اسکول میں ٹیچر بھی تھیں۔انہوں نے پہلے ہی انٹرویو میں پوچھے جانے والے سوالات بتا دئے تھے تاکہ ایمن اچھی طرح سے یاد کر لے۔شہرین نے اسے یہ سوالات یاد کروانے میں کافی محنت بھی کی تھی لیکن ایمن ٹیچر کے سامنے بالکل ہی اسٹیچو بن کر بیٹھ گئی تھی۔اس کا ارادہ ہی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ کچھ بولے گی۔شہرین کو بڑی مایوسی ہوئی تھی۔شہر کے باقی بڑے اور مشہور اسکولز میں تو اسکا ایڈمیشن ہو نہیں رہا تھا اور یہاں بھی ایمن چُپ تھی۔

"ڈو یو لائک اینملز۔۔۔وِچ ون ڈو یو لائک موسٹ۔۔۔؟" اس ٹیچر نے مختلف جانوروں کی تصاویر اس کے سامنے رکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔ایمن نے کندھے اچکا کر شہرین کی جانب دیکھا اور پھر ٹیچر کی جانب سے منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔

"اوکے۔۔۔ڈو یو لائک ایپل،،،شو می دا پکچر آف ایپل۔۔۔؟" سمیع نے جھینپتے ہوئے ٹیچر کو دیکھا پھر کھسیانی سی ہنسی ہنس کر بولا

"شیز کوائٹ شائی (یہ کافی شرمیلی سی ہے)"

"ٹیچر نے سر ہلایا پھر کا آرڈینیٹر کی طرف دیکھا،آنکھوں آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے پھر اس نے اسے وہاں سے جانے کا اشارہ کیا تھا۔نا صرف شہرین اور سمیع بلکہ کوآرڈینیٹر بھی ٹیچر کے باہر نکل جانے تک دروازے کی سمت دیکھتی رہے پھر کارڈینیٹر نے گہری سانس بھری تھی۔

"مسٹر اینڈ سمیع۔۔۔ساری صورتحال آپ کے سامنے ہے۔۔۔بچی پھلوں کے نام تک نہیں پہچان سکتی۔۔۔ایسے میں ہمارے لئے بہت ہی مشکل ہے سیشن کے درمیان میں اسکو ایڈمیشن دینا۔آپ ستمبر میں آئیے گا جب نئی ٹرم شروع ہو گی۔۔تب ہمیں آپ کے کام آ کر خوشی ہو گی۔" اس نے گول مول بات گھما کر انہیں انکار کر دیا تھا۔سمیع کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اسے سمجھ میں نا آیا کہ کیا کہے سو وہ چُپ رہا تھا کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ ایمن واقعی کمزور رہے کچھ پڑھائی میں۔۔۔وہ بہت مایوسی کے عالم میں اسکول سے نکلے تھے۔

"تم اس کو ٹھیک سے کیوں نہیں پڑھاتی شہرین" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے سمیع نے اکتا کر کہا تھا۔

"سمیع۔۔۔تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ میں نے ان سب سوالات کئے جوابات اسے یاد کروائے تھے۔۔۔اسے فروٹس نیمز،اینملز، برڈز نیمز۔۔۔سب کروائے تھے۔۔۔یہ کنفیوژ ہو جاتی ہے پبلک کے سامنے۔۔۔اب اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے نا۔۔۔تم آجکل

خوامخواہ مجھے تو کنے کے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہو" شہرین کو بہت برا لگا تھا

"اوہو۔ٹوک نہیں رہا۔۔ایک بات کر رہا ہوں کہ اس کو محنت کی ضرورت ہے۔۔۔یہ تیسرا بڑا اسکول ہے جہاں اسکا ایڈمیشن نہیں ہوسکا۔"سمیع کو بھی اب ایک عام باپ کی طرح پریشانی سی ہوگئی تھی۔شہرین کچھ نہیں بولی۔وہ خود سوچوں میں الجھی تھی جبکہ بیک سیٹ پر بیٹھی ایمن لاپرواہ انداز میں گاڑی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

☆......☆......☆

"آپ نے کال کیا تھا مجھے۔۔۔خیریت ہے نا۔سب ٹھیک ٹھاک؟" نینا کی حیرانی سے بھرپور آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔خاور نے اسے نصف گھنٹہ پہلے کال کیا تھا لیکن اس نے اٹھایا نہیں تھا اور اب جب وہ مایوس ہوگیا تھا کہ وہ کال کرے گی تو اس نے کرلیا تھا۔اس کے خشک سے انداز میں کیئے گئے سوال پر وہ کچھ گھبرا سا گیا۔اس کا کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ فوراً ہی اس کا جواب سن کر کھری کھری سنانے لگتی۔اس نے فوراً کہا۔

"آپ نے برا تو نہیں منایا نا میرے کال کرنے کا۔۔" دوسری جانب چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر آواز سنائی دی تو ذرا نخوت سی محسوس ہوتی تھی۔

"آپ ہمیشہ سوال کے جواب میں سوال کیوں کرتے ہیں۔۔۔بہت فارغ انسان ہیں بھئی آپ۔۔۔فون پر تو بس دو ٹوک باتیں ہونی چاہیئے۔۔۔یہ کام تھا، یہ مسئلہ تھا، یہ ضرورت آن پڑی۔۔۔یہاں تک تو ٹھیک ہے۔۔۔لیکن اگر آپ ایک چیپ انسان کی طرح یہ کہنے والے ہیں کہ آپ ویلے بیٹھے تھے تو آپ نے سوچا کہ مجھے کال کر کے اپنی بوریت کا علاج کرلیں تو میں واقعی سخت برا ماننے والی ہوں۔۔۔میں امید کرتی ہوں کہ آپ اتنے چھچھورے تو نہیں ہوں گے" اس نے ایسے جواب دیا تھا جیسے اطمینان سے بیٹھ گئی ہو اور لمبی بات کرنے کے موڈ میں ہو۔خاور کو اسکی بات پر ہنسی بھی آئی اور تھوڑی سی چڑ بھی ہوئی۔اتنی صاف گو اور منہ پھٹ لڑکی سے بات کرتے ہوئے بہت احتیاط کی ضرورت تھی۔

"یا اللہ۔آپ تو کسی کی بھی عزتِ نفس کا جنازہ منٹ میں نکال سکتی ہیں۔۔۔آپ کو تو ایک کال کرنا بھی مہنگا پڑ سکتا ہے۔۔حالانکہ اب اتنی بھی کیٹ میڈلٹن نہیں آپ۔۔" اس نے وضاحت دینے کے لئے ایسے کہا تھا۔دوسری جانب سے اسکی آواز میں ذرا ملائمت اترتی محسوس ہوئی۔شاید اسے ہنسی آگئی تھی۔

"اچھا اگر کوئی لڑکی کیٹ میڈلٹن نہیں ہے تو ہر ایرے غیرے کو اس کے ساتھ چھچھور پن برتنے کی اجازت ہونی چاہیئے کیا۔۔" خاور اسکی بات سن کر چپ سا ہوگیا جیسے سمجھ میں نا آرہا ہو کہ اب کیا کہے۔اس کی خاموشی کو دوسری جانب صاف محسوس کیا گیا۔

"اچھا یہ بتائیے کیوں کال کیا تھا۔مجھے یقین ہے آپ اتنے چھچھورے نہیں ہوسکتے کہ بلاوجہ کسی کو کال کریں؟" وہ استفہامیہ

انداز میں پوچھنے لگی تھی۔اب لہجے میں ملائمت اور شرارت سنائی دینے لگی تھی۔خاور نے بھی خود کو سنبھال لیا تھا اور وہی کہنے کا سوچا جو سوچ کر پہلے کال کیا تھا۔

"الحمد للہ۔۔میرے بارے میں کچھ مناسب بھی سوچا آپ نے۔۔۔میں نے مہر کے لئے کال کیا تھا۔میں آفس سے آیا تو اس کی طبیعت کچھ خراب تھی، سست سی ہو رہی تھی شاید اپنی ماما کو مس کر رہی تھی۔میں نے سوچا آپ سے فون پر بات کروادوں تو اسے اچھا لگے گا۔۔بس اتنی سی بات تھی جی۔۔۔اب دیکھ لیں آپ میری کال کو کس کیٹیگری میں شمار کرتی ہیں۔۔ضروری یا غیر ضروری" اس نے کال کرنے سے پہلے بھی یہی سوچا تھا کہ یہی کہے گا۔مہر کا بہانہ بنا کر اس سے بات کرے گا۔

"ارے کیا ہو گیا ہماری بچی کو۔۔کروائیں میری بات اس سے۔۔۔میں پوچھتی ہوں اس سے" مہر کے نام پر وہ پر جوش سی ہو گئی تھی۔

"ہلکا سا ٹمپریچر تھا۔بس کھالیا اسکول میں کچھ الٹا سیدھا۔۔گلا خراب ہے نا اسلئے۔۔۔میڈیسن کھلا کر سُلا دی ہے اب تو" خاور نے دل ہی دل میں خود کو گالیاں دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اوہو۔کر دیا نا بیمار ہماری بچی کو۔۔۔میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ آپ لوگ بالکل خیال نہیں رکھتے مہر کا۔۔میں کل آؤں گی اس سے ملنے" وہ بولی تھی۔خاور کو اس بات کی امید نہیں تھی۔اس لئے کچھ گڑبڑا سا گیا۔

"آپ کہاں خوار ہوں گی۔۔۔بس میں شام کو فون پر بات کروادوں گا آپ سے۔۔خوش ہو جائیگی وہ"۔

"یعنی آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے گھر نا آؤں۔۔۔اطمینان رکھیں میں آؤں گی بھی نہیں" لگ تو یہی رہا تھا کہ وہ بُرا منائے بغیر بولی تھی۔

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔۔دراصل اسکول سے آکر مہر ٹیوشن چلی جاتی ہے۔۔۔پھر قاری صاحب آجاتے ہیں قران پاک پڑھانے کے لئے۔۔۔تو آپ آئیں گی تو ملاقات ہو نہیں پائے گی۔۔بہتر ہے فون پر بات کرلیں۔۔اسے اچھا لگے گا" خاور نے سنجیدگی سے مشورہ دیا تھا۔دوسری جانب چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر وہ بولی تھی۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔چلیں آپ کل فون پر بات کروائیے گا مجھ سے۔۔۔میں انتظار کروں گی" وہ بولی تھی۔خاور نے سکھ کا سانس لیا ورنہ کال سے پہلے تو ڈر رہا تھا کہ کہیں بے عزتی نا ہو جائے۔اب نا صرف فون پر بات ہو گئی تھی بلکہ نیکسٹ کال کا چانس بھی بن گیا تھا۔

☆......☆......☆

سلیم کے ساتھ خاور کی دوستی بہت پرانی تھی۔وہ دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔سلیم اگرچہ اس سے دو تین سال جونیئر تھا لیکن وہ دونوں تقریری مقابلوں اور مباحثوں میں حصہ لیتے تھے تو ان کی اسکول کی جانب سے اکثر و بیشتر ایک ٹیم بنا کرتی تھی۔دوسرے

اسکولز میں مقابلوں کے لئے بہت بار اکٹھے جانا ہوتا تھا۔ پریکٹس کے لئے بہت بار وہ کئی کئی گھنٹے اکٹھے بیٹھتے تھے۔اسی لئے ان کے درمیان اچھی دوستی تھی پھر یہ دوستی تب بہت زیادہ بڑھ گئی جب سلیم زخمی ہو کر کئی دن گھر پڑا رہا پھر اپنی ٹانگوں سے بیساکھیوں تک آجانے کے ہر ہر مرحلے تک خاور اس کا ساتھ دیتا رہا۔ وہ سلیم کے بہت سے رازوں سے واقف تھا۔سلیم کی شاعری سے لے کر زری سے اس کی پسندیدگی تک وہ اسے سب بتاتا رہتا تھا۔۔نینا کے بارے میں بھی بہت سی باتیں اسے سلیم کے منہ سے ہی پتا چلی تھیں۔وہ اس سے بہت اٹیچڈ تھا اور اس کے متعلق کثرت سے باتیں کیا کرتا تھا۔شروع میں تو خاور کو بھی شک گزرا تھا کہ یہ پسندیدگی کچھ اور ہے لیکن یہ بات بھی سلیم نے ہی اسے بتائی تھی کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہے۔۔وہ کثرت سے اس کے بارے میں باتیں کرتا رہتا تھا۔خاور کو اس کے متعلق بہت سی باتیں سلیم سے پتا چلتی رہتی تھیں۔وہ اس کی بہنوں کی طرح ہی پرواہ کرتا تھا اور اکثر اس کے لئے پریشان رہتا تھا۔۔اس کی بھلائی کے لئے منصوبہ بندی کرتا رہتا۔اس کی اور سلیم کی دوستی کے کہیں بعد نوشی باجی کی شادی کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔دور پار کی یہ رشتے داری ان دونوں پر کافی بعد میں واضح ہوئی تھی۔۔اس شادی سے ان کی دوستی پر کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا

آصف بھائی کے نارواروییے یا اپنی امی کی نوشی باجی کے ساتھ بدسلوکی پر وہ اکثر سلیم کے سامنے شرمندہ ہوتا مگر سلیم نے اسے کبھی بلاوجہ ٹوکا تھا نا کسی بات پر طعنہ دیا تھا۔نوشی باجی اور آصف بھائی کی شادی کے بعد سے ان دونوں ہی نے ایک اصول بنالیا تھا۔وہ گھریلو کوئی بھی معاملہ کم ہی ڈسکس کرتے تھے اور نا ہی اپنے اپنے گھر میں اس دوستی کا کوئی ذکر کرتے تھے بلکہ حالات زیادہ خراب ہوجانے کے بعد انہوں نے اس دوستی کو سب سے مخفی رکھنا شروع کر دیا تھا لیکن وہ دونوں پھر بھی اِن ٹچ رہتے تھے پھر نوشی باجی کے انتقال کے بعد خاور کئی دن اس سے ملنے بھی نا جاسکا تھا۔اسے شرمندگی ہوتی تھی کہ جیسے اس سارے معاملے میں وہی قصوروار ہو۔سلیم نے ہی اسے کال کر کھری کھری سنائی تھیں کہ کیا وہ اس کے مزاج سے ناواقف ہے جو ملنے نہیں آتا اور پھر نینا والی بات ہوگئی تو سلیم نے اسے ٹوک دیا تھا۔وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ سلیم صحیح کہہ رہا ہے یہ رشتہ نہیں نبھ سکتا تھا۔دونوں اطراف کے خاندان والے ہی اس پر راضی نا ہوتے۔یہ تو اس کے گمان میں بھی نا تھا کہ سلیم خودکشی کرلے گا۔اسے اتنا تو پتا تھا کہ سلیم زری کے متوقع رشتے سے بہت دل برداشتہ تھا پھر ایک روز اس نے اسے فون کیا۔وہ کسی لڑکے کے متعلق انکوائری کروانا چاہتا تھا۔ان کا ایک مشترکہ دوست ایک سیلولر کمپنی میں ملازم تھا اور پہلے بھی ایک بار انہوں نے ایک لڑکے کے متعلق اس سے انکوائری کروائی تھی۔سلیم اب کی بار باقاعدہ کوئی ثبوت چاہتا تھا لیکن پھر خودکشی والی رات اس نے اسے کال کیا تھا۔

"خاور۔۔کیا کر رہا ہے؟"

"اپنے محل کی بڑی سی خوابگاہ میں بیٹھا کنیزوں سے دل بہلا رہا ہوں۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سلیم نے اسکی بات کاٹ دی

"مجھے ایک کام تھا میری طرف آسکتے ہو؟"

"اوہ بھائی کوئی کرنے والی بات کر۔۔کہا تو ہے کنیزوں سے دل بہلا رہا ہوں۔۔کوئی احمق ہی ہوگا جو ایسے وقت میں کسی سڑی

ہوئی شکل والے دوست سے ملنے جائیگا۔۔سوچو ذرا میں کتنے مزے میں ہوں۔۔۔حسین وجمیل کنیزیں ہی کنیزیں ہیں ارد گرد۔۔۔ایک سر داب رہی ہیں تو دوسری پنکھا جھل رہی ہیں۔۔۔تیسری والی انگور توڑ توڑ کر منہ میں ڈال رہی ہیں۔۔۔یاد رہے اپنے منہ میں نہیں۔۔میرے منہ۔۔۔اور بتاؤ کچھ مزید ارشاد کروں یا چُپ رہوں" وہ عادت کے مطابق نیم مزاحیہ انداز میں بول رہا تھا۔اسے پتا نہیں چلا تھا کہ سلیم کا انداز کچھ بُجھا ہوا سا ہے

" خاور۔۔تمہیں ایک شخص کے متعلق انکوائری کرنے کو کہا تھا نا۔۔۔اب اسکی ضرورت نہیں رہی۔۔تم شاکر کو کہنا اس معاملے کو یہیں ختم کر دے" اس نے کہا تھا۔خاور نے برا سا منہ بنایا تاھ

" کیوں۔۔میں تمہارے اباجی کا نوکر ہوں کیا۔۔خود فون کرو اسے۔۔۔" خاور چڑ کر بولا تھا

" کر دے یار۔۔۔آخری کام ہے۔۔کر دے" سلیم بہت ہی تھکے ہوئے انداز میں بولا تھا لیکن وہ پھر بھی دوست کے درد کو سمجھ نا سکا تھا

" آخری کام۔۔۔؟ جیسے صبح تو تمہارا رام رام ستے ہونے والا ہے نا۔۔۔" اس نے نیم سنجیدہ لہجے میں ہی کہا تھا۔چند لمحے سلیم کی آواز سنائی نا دی

" اور ایک اور بات بھی تھی۔۔۔ہو سکے تو۔۔۔وہ نینا ہے نا۔۔اگر ہو سکے تو۔۔اسکا خیال رکھنا۔میرا مطلب ہے۔۔۔" وہ جانے کیا کہنا چاہ رہا تھا لیکن پھر جانے کیوں چُپ ہو گیا۔پہلی بار خاور کو اس کے لہجے میں کچھ عجیب سی بے چینی محسوس ہوئی

کیا۔۔۔یعنی کہ کیا فرمانا چاہ رہے ہیں آپ۔۔۔؟" وہ کچھ متجسس سا ہوا لیکن سلیم نے گہری سانس بھری

" کچھ نہیں یار۔۔۔چھوڑو۔۔۔بس یاد سے وہ انکوائری والا کام رکوا دینا۔۔۔اب یہ ہمارا خاندانی معاملہ بن چکا ہے۔۔۔زری کی شادی ہونے والی ہے اس لڑکے کے ساتھ جس کے متعلق ہم پوچھ گچھ کروانا چاہ رہے تھے۔۔۔صبح اٹھتے ہی شاکر کو فون کر دینا۔۔۔اوکے۔۔" سلیم نے کہا تھا اور خاور کو اس کی بے چینی کی ساری وجہ سمجھ آ گئی تھی۔۔۔وہ جانتا تھا سلیم زری کو بہت زیادہ چاہتا تھا۔وہ کچھ کہنے والا تھا لیکن سلیم نے اسے بولنے نہیں دیا تھا

" خاور۔۔تم اچھے انسان ہو۔۔کہا سنا معاف کر دینا" اس کے لہجے کا کرب خاور کو تڑپا گیا تھا۔سلیم نے مزید کچھ کہے بناء فون بند کر دیا تھا اور بعد میں خاور نے اسے کئی بار کال کرنے کی کوشش کی لیکن اس کا فون بند تھا اور اگلے دن وہ ہو گیا تھا جس کا تو اس نے کبھی گمان بھی نا کیا تھا۔سلیم ان سب کو چھوڑ کر چلا گیا تھا

☆......☆......☆

" بابا بلیک شیپ۔۔ہیو یو اینی وول" وہ بچہ بہت روانی سے پڑھ رہا تھا۔اس کو پوری نرسری رائم زبانی یاد تھی۔رائم ختم کر لینے کے

بعد اس نے ایمن کی شکل دیکھنی شروع کی تھی کہ اب وہ اپنی باری پر وہی رائم سنائے گی لیکن ایمن کو کوئی رائم نہیں آتی تھی

"تم سناؤ نا اب۔۔۔تمہاری ٹرن ہے" وہ اسے مجبور کر رہا تھا

"مجھے نہیں آتی۔۔" ایمن نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔اس بچے کے چہرے کے تاثرات بدلے جیسے وہ ایمن کو بہت ہی نکمی سمجھ کر تاسف کا اظہار کرنا چاہتا ہو

"اچھا پھر۔۔۔اینسی ونسی اسپائڈر سنادو۔۔۔۔یا جانی جانی یس پاپا۔۔" وہ چاہتا تھا کہ ایمن کچھ تو سنا ہی دے لیکن ایمن منہ میں انگلی ڈال کر ہنسنے لگی۔اسی دوران شہرین رانیہ لوگوں کے لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔ایمن کو اکثر رانیہ اپنے پاس نیچے والے پورشن میں لے آتی تھی۔وہ سب ایمن سے پیار کرتے تھے اس لئے شہرین بھی نہیں روکتی تھی۔آج بھابھی کے کوئی ملنے والے آئے ہوئے تھے جن کے ہمراہ ایمن کی عمر کا بچہ تھا تو رانیہ اسے کھیلنے کے لئے اپنے پورشن میں لائی ہوئی تھی۔شہرین بھی نیچے ساتھ ہی آ گئی تھی۔دونوں بچے کھیلتے رہے تھے جبکہ وہ بھابھی کے مہمانوں کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"آنٹی یہ آپ کی بیٹی کو کچھ نہیں آتا" ایمن کو مسلسل رائم نا سناتا دیکھ کر وہ بچہ شہرین کے پاس آ کر بولا تھا

"ایمن کیا کر رہی ہو؟" شہرین نے اس کی جانب دیکھ کر سوال کیا تھا۔اسے دل ہی دل میں بڑی شرمندگی محسوس ہوئی تھی اس بچے نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا

"آنٹی یہ گڈ گرل نہیں ہے۔۔اسے کوئی رائم نہیں آتی۔۔۔اس کی ٹیچر ناراض نہیں ہوتیں" اس بچے نے شکایت لگانا شروع کر دی تھی

"یہ ابھی اسکول نہیں جاتی موحد۔۔۔یہ جب اسکول جائیگی تو سب بچوں سے زیادہ گڈ گرل بن جائیگی" رانیہ نے فوراً اسکا ساتھ دیا تھا لیکن شہرین کے دل میں جیسے بات کہیں چبھ سی گئی تھی۔ایمن ان کی ایک ہی بیٹی تھی اور وہی ویسی نہیں پا رہی تھی جیسی اس نے کبھی اسے بنانا چاہا تھا

"رانیہ تم اسے پڑھا دیا کرو نا۔۔۔اسکا ایڈمیشن تو ایک مسئلہ ہی بن کر رہ گیا ہے۔۔۔" اس نے مہمانوں کے جاتے ہی رانیہ سے درخواست کی تھی۔

"میں نے ایک دو بار کوشش کی ہے آنٹی اسے رائم یاد کروانے کی لیکن مجھ سے یہ پڑھتی نہیں ہے۔۔" رانیہ نے وضاحت کی تھی

"میں تو اب بہت پریشان ہوگئی ہوں اس کے لئے۔۔۔پڑھتی ہی نہیں ہے۔۔۔اس طرح تو یہ سیشن کے شروع میں بھی ڈس کوالیفائی ہو جائیگی" شہرین نے بھابھی کی جانب دیکھ کر کہا۔وہ کافی دن بعد اس موضوع پر ان سے بات کر رہی تھی۔اسے خود بھی اچھا نہیں لگتا تھا کہ وہ بار بار اپنی اسی ایک پریشانی کا اظہار کرتی رہے

"اتنا پریشان کیوں ہوتی ہو شہرین۔۔۔بہت اچھی بچی ہے ایمن۔۔۔تم خوامخواہ پریشان ہوتی ہو۔۔۔اتنے بھی مشکل نہیں

ہوتے ایڈمیشن ٹیسٹ۔۔۔ایل کے جی ہے یا پی ایچ ڈی کے اتنا سر پر سوار کرلیا جائے" بھابھی نے تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

"ایل کے جی میں نہیں لیں گے اب۔۔۔عمر کے حساب سے ایچ کے جی میں ایڈمیشن ہوگا۔۔اور اسے تو کچھ بھی نہیں آتا" شہرین نے تاسف بھرے لہجے میں کہا تھا

"اوہو۔۔اتنا بھی پریشان مت ہو۔۔۔بچے جب اسکول جاتے ہیں تو سب سیکھ جاتے ہیں" بھابھی ایک تجربہ کار ماں کی طرح اس کا غم بانٹ رہی تھیں

"آپ کی باتیں بھی ٹھیک ہیں بھابھی لیکن پھر بھی کچھ تو ابتداء ہونی چاہیئے نا۔۔اور صورتحال اب یہ ہوگئی ہے کہ یہ میرے پاس بیٹھ کر پڑھتی ہی نہیں ہے۔۔اور ٹیوٹر ملتی نہیں ہے کوئی" شہرین کی سوئی اسی مقام پر اٹکی تھی

"اچھا تم اتنا پریشان مت ہو۔۔۔میں اپنی کسی فرینڈ سے پوچھتی ہوں کہ کسی کے بچوں کی ٹیوٹر اگر ایک ڈیڑھ گھنٹے کے لئے شہرین کو بھی پڑھا دیا کرے۔۔۔اب تو رانیہ کی پرانے والی ٹیوٹر بھی یونیورسٹی سے فارغ ہو چکی ہوگی۔۔۔اس کو بھی کال کروں گی"

"ابھی کال کرلیں نا۔۔بلکہ ایسا کریں مجھے فون نمبر دیں۔۔۔میں خود ان سے بات کرکے آمادہ کرنے کی کوشش کرتی ہوں" شہرین اتاولی ہوئی جارہی تھی

"ہاں یہ اچھی بات ہے۔۔۔بلکہ تم زیادہ اچھی طرح سے اپنا پوائنٹ آف ویو سمجھا پاؤ گی۔۔۔وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔۔۔اگر تو وہ پڑھانے پر مان گئی تو تمہاری ایک بڑی پریشانی ختم ہوجائیگی۔۔۔ایمن کی بیس بنادے گی" بھابھی کہہ رہی تھیں۔

"اللہ کرے وہ ضرور ہی مان جائے۔۔۔میں ابھی اوپر جا کر کال کرتی ہوں" شہرین کافی پرجوش سی ہوگئی تھی

☆......☆......☆

چند سال اسی کشمکش میں گزر گئے۔۔۔کاشف کے علاج معالجے پر کافی رقم خرچ ہوئی لیکن پھر بھی وہ مکمل طور پر صحتیاب نا ہوسکا تھا۔وقت گزر رہا تھا اور زندگی کی گاڑی دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی تھی لیکن حالات سے کاشف خوش تھا نا ہی صوفیہ مطمئن تھی۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ ایک بار پھر آزمائش میں گھر چکے تھے۔صوفیہ کو اس صورتحال نے زود رنج اور ڈرپوک سا بنا دیا تھا۔اب وہ پہلے کی طرح کاشف سے لڑتی جھگڑتی نا تھی بلکہ اس کی ہر بات پر سر تسلیم خم کرنا جیسے اس کی عادت بن گئی تھی کہ کہیں وہ غصے میں آکر اسے چھوڑ ہی نا دے۔دوسری جانب کاشف کا دم خم بھی کمزور پڑنے لگا تھا۔مالی مسائل تو تھے ہی جن کی بناء پر دوست احباب کترانے لگے تھے۔کاشف صاحب کاش صاحب کہنے والے قریب سے سلام کئے بناء گزرنے لگے تھے جس سے کاشف کے احساسِ تفاخر پر بڑی چوٹ لگتی تھی۔وہ احساسِ کمتری کی وجہ سے مزید چڑچڑا ہوتا جاتا تھا جبکہ صحت کے مسائل الگ پریشان کر رہے تھے۔شراب نوشی کے باعث اس کا معدہ پہلے ہی کمزور ہو چکا تھا پھر ایکسیڈینٹ سے جو چوٹیں آئیں اس نے اسے اندرونی طور پر کافی کمزور کر دیا تھا۔اسے بدہضمی پیٹ درد کا مسئلہ لاحق تھا۔ایسے میں کسی پرانی

دوست نے مشورہ دیا کہ پاکستان جا کر کسی اچھے حکیم سے علاج کروانا بہتر رہے گا کیونکہ پیٹ اور اس سے متعلق مسائل کے لئے حکماء کا دیسی علاج بہتر رہتا ہے۔صحت کی مسلسل خرابی نے کاشف کو بھی ذرا احساس بنا دیا تھا۔مالی مسائل الگ درپیش تھے کیونکہ کاروبار عدم توجہی اور فنڈز کی کمی کے باعث پہلے ہی کافی پتلی حالت میں تھا سو کاشف نے اس مشورے کو بہترین تصور کرتے ہوئے واپس پاکستان جانے کا سوچ لیا۔صوفیہ کے لئے یہ صورتحال کافی اطمینان بخش تھی کیونکہ ایک تو وہ مالی مسائل سے پریشان رہتی تھی دوسرا اسے تنہائی کا احساس بھی ستانے لگا تھا۔زندگی پہلے جیسے رہی نا تھی ۔جیب میں درہم نا تھے تو باہر آنا جانا بھی نا تھا۔۔ہر وقت گھر میں بند رہنے سے بھی ارد گرد کے انسانوں سے تعلقات نا ہونے کے برابر تھے ۔بیزاری اور اکتاہٹ طبیعت پر حاوی رہتا تھا سو ان دونوں میاں بیوی کے تعلقات بھی کمزور ہوتے چلے جا رہے تھے ۔صوفیہ نے اس فیصلے کا کافی خیر مقدم کیا۔اور یوں ساڑھے چھ سال کی زری کو لے کر وہ دونوں پاکستان آ گئے

☆......☆......☆

”یہ جو سائز ہے نا۔۔آپ نے بالکل یہی رکھنا ہے۔۔“ زری نے قمیض پھیلا کر رکھتے ہوئے کسی سے کہا تھا، نینا سو کر اٹھی تھی۔اب بھوک بھی لگ گئی تھی اور چائے کے کپ کی طلب بھی شدید تر تھی۔وہ اطمینان سے دیوان پر آ کر ڈھیر ہو گئی۔

”نینا سلام تو کرو خالہ کو“ امی نے اسے ٹوکا۔

”اسلام وعلیکم۔۔“اس نے دیکھے بناء سلام کیا نہیں تھا۔۔جڑ دیا تھا۔اس وقت وہ صرف چائے کے کپ کے ساتھ خوش اخلاقی برتنے کو تیار تھی۔

”وعلیکم۔۔یہ چھوٹی والی ہے نا۔۔؟“ سامنے بیٹھی خاتون نے اس کے انداز اور اسے بغور دیکھتے ہوئے بظاہر مسکرا کر سوال کیا تھا

”ہاں۔۔یہ زری سے چھوٹی ہے۔۔۔یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔۔ماشاءاللہ ایم اے کر لیا ہے۔۔“امی نے خود ہی بتا دیا تھا ۔گھر میں اب زری کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔شام کو ہر روز اب چائے پر کپڑوں اور جیولری کی باتیں ہی سننے کو ملتی رہتی تھیں

”زری سے بالکل مختلف ہے۔۔۔یہ آپ کے جیسی ہے بھابھی۔۔ہو بہو آپ کے جیسی۔“اس خاتون نے اتنا ہی کہا تھا کہ نینا نے لیٹے لیٹے گردن موڑ کر اسے دیکھا

”یہ امی ہیں خیر سے میری۔۔مجھے ان کے جیسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔۔یا میں ثمینہ پیرزادہ جیسی ہو جاتی۔۔۔آپ کی بیٹیاں ماہ نور بلوچ جیسی ہیں کیا۔۔آپ کے جیسی ہی ہوں گی نا“ اس نے بہت ہی نرم دلی سے طنزیہ جملہ ادا کر دیا تھا۔زری جو اپنے کپڑے پھیلائے کاؤچ پر بیٹھی تھی اس کی بات پر مسکرائی جبکہ امی نے کھا جانیوالے انداز میں اسے دیکھا تھا

”صحیح کہہ رہی ہو۔۔۔بیٹیاں تو بالکل ماں کا پرتو ہوتی ہیں۔۔۔اور میری بات کا برا نا منانا بیٹی۔۔میری بیٹی نہیں ہے کوئی۔۔لیکن بڑی پیاری ہوتی ہیں بیٹیاں۔۔۔اللہ سب بیٹیوں کے نصیب اچھے کرے۔۔۔بہت بھاگوں والی ماں کی بیٹی ہو تم۔۔۔اللہ تم

لوگوں کو بھی تمہاری ماں جیسے روشن نصیب عطا کرے" وہ خاتون اپنی بات کے اثر کو کم کرنے کے لئے تیز تیز بولی تھیں۔نینا کے چہرے کے تاثرات مزید تن سے گئے جبکہ امی فوراً میدان میں کود ی تھی

"آمین۔ثمہ آمین۔۔۔بس ان کے نصیبوں کے لئے ہی دعائیں کرتی رہتی ہوں" امی جذباتیت سے بھرپور لہجے میں بولی تھیں

"چلو۔۔امی بھی کبھی کبھی بالکل ہی ڈرامہ کوئین بن جاتی ہیں۔۔۔نصیب وصیب کچھ نہیں ہوتے خالہ جی۔۔۔"اس نے ان خاتون کی جانب دیکھ کر کہنا شروع کیا تھا۔

"لغت میں بھی تلاش کریں تو "ت" سے تدبیر پہلے ہوتا ہے اس کے بعد "ت" سے تقدیر آتا ہے۔۔۔توکل کرنے کے ساتھ ساتھ اونٹ باندھنے کا بھی ذکر سنا ہے کبھی کسی نے یا نہیں۔۔۔اللہ نا کرے میرے نصیب امی کے جیسے ہوں۔۔دعا کریں میری امی محنت کرنے والی خاتون ثابت ہوں۔۔بیٹی کا رشتہ چھان پھٹک کر تلاش کریں تاکہ بعد میں سسرال میں ہر آنے والی مصیبت کو "نصیب" کے ذمہ ڈال کر بری نا ہو سکیں" وہ ایسے چت لیٹی بات کر رہی تھی جیسے خود کلامی کر رہی ہو۔۔۔امی کا دل چاہا دو تھپڑ مار کر اسے سیدھا کر دیں یا زور سے اسکا کان پکڑ کر مروڑ دیں۔انہوں نے موضوع ہی بدل ڈالا

"ارے زوہراں۔تم بھی کس کے منہ لگتی ہو۔۔۔چھوڑو۔۔۔یہ قمیض دیکھو نا۔۔سی لو گی نا۔۔بڑی مہنگی ہے۔۔۔خراب نا کر دینا۔۔۔اور سنو۔کوئی ضرورت نہیں اسی سائز کی رکھنے کی۔۔۔تھوڑا کھلا رکھنا۔۔شادی کے بعد جسم پھیل جاتا ہے۔۔تو اتنے اتنے مہنگے کپڑے کسی کام نہیں آتے" امی بعجلت بول رہی تھیں۔

"فکر نا کریں بھابھی۔۔۔بہت صاف ہاتھ ہے میرا۔۔۔آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔۔۔یہ تو میں کل ہی لے آؤں گی۔۔" وہ آنٹی بھی موضوع بدل جانے پر کافی خوش دکھائی دیں۔امی نے بھی دل ہی دل میں شکر کرتے ہوئے فٹافٹ ساری چیزیں سمیٹ کر ان کو چلتا کر دیا تھا۔جیسے ہی خدا حافظ کہہ کر وہ سیڑھیوں سے پلٹیں۔نینا نے دیوان پر بڑا کشن اٹھا کر منہ پر رکھ لیا

"قسم سے میرا وہ ارادہ نہیں تھا جو آپ سمجھیں۔۔۔میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ لوگ ایویں بیٹیوں کے نصیب کی گردان کرتے رہتے ہیں۔۔۔بیٹیوں کے ساتھ ساتھ بیٹوں کے اچھے نصیب کی دعائیں بھی کریں تو زیادہ افاقہ ہو سکتا ہے۔۔۔لڑکوں کو روشن نصیب کی ضرورت نہیں ہوتی کیا۔۔بھلا بتاؤ یہ کوئی بات ہوئی۔۔۔۔سارا زمانہ بس بیٹیوں کے نصیب کو روتا رہتا ہے۔۔بیٹے کون سی گنڈر سنگھی لے کر پیدا ہوتے ہیں۔۔انہیں بھی تو باادب بانصیب ہونا چاہیئے نا۔۔۔اور پھر نصیب کو کوسنے کی بجائے اگر اچھے رشتے ڈھونڈ دیں۔۔بیٹیوں کو بوجھ سمجھنا چھوڑ دیں اور ساری تربیت سلیقہ لڑکیوں کو دینے کے ساتھ ساتھ لڑکوں کو بھی دینا شروع کر دیں تو ساری صورتحال بہتر ہو سکتی ہے۔۔۔غلطیاں اپنی ہوتی ہیں۔۔الزام میاں نصیب کو دے دیتے ہیں۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔لیکن یہ صرف میری ادنیٰ سی رائے تھی۔۔۔سچی قسم سے۔۔۔اچھا چلیں اس کے باوجود آپ کو میری بات غلط لگی تو ٹھیک ہے۔۔جانے دیں۔۔۔میں اپنے الفاظ واپس لے لیتی

ہوں۔۔۔آپ کو پتا ہے چائے کے بناء میری کھوپڑی اینٹی کلاک وائز گھومنے لگتی ہے۔۔۔ارے زری۔۔کمبخت۔۔چائے لے آ۔۔۔ورنہ اس بک بک کے ہاتھوں ہونے لگی ہوں قتل میں امی کے ہاتھوں۔۔۔مگر یاد رکھنا میرا نقصان کم ہوگا تمہارا زیادہ۔۔تمہارا بیا کینسل ہو جائیگا۔۔۔اٹھو کچھ کرو۔۔۔بچاؤ۔۔" وہ ہر جملے کے بعد کشن اٹھا کر دیکھتی تھی کہ امی کا چہرہ کس قسم کے تاثرات سے بھرا ہے۔اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر امی کا غصہ ذرا کم ہو گیا تھا لیکن وہ مسکرائی نہیں تھیں جبکہ زری کھل کر ہنس رہی تھی

"بکواس بند کرو نینا۔۔۔جو دل چاہتا ہے، جب دل چاہتا ہے اور جس کے سامنے دل چاہتا ہے۔۔اناپ شناپ بولنے لگتی ہو۔۔۔دیکھ تو لیا کرو کہ کون بیٹھا ہے۔۔تمہارے ابا کی خالہ کی بیٹی ہیں یہ محترمہ۔۔شوہر کا انتقال ہو چکا ہے تو لوگوں کے کپڑے سیتی ہیں اور بوتیکس وغیرہ کے کام پکڑتی ہیں۔۔۔رشتے وشتے بھی کرواتی ہیں۔۔۔خاندان کے ہر گھر میں جاتی ہیں۔۔۔سو ملنے والے ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے۔۔۔اب جی بھر کر باتیں پھیلائیں گی تمہارے بارے میں۔۔۔تم بس ماں باپ کو ذلیل کرواتی رہا کرو۔۔۔سوچو ذرا کیا بھرم رہ جائیگا تمہارے ابا کا ان کے سامنے کہ کیسی اولاد ہے ان کی۔۔۔لیکن تمہیں کیا۔۔۔بس جو دل چاہتا ہے بس وہی بولتی چلی جایا کرو۔۔۔" امی کو یقیناً کافی برا لگا تھا

"بھرم تو میرا بھی ٹوٹ چکا ہے کہ کیسے ابا ہیں میرے۔۔۔خیر میں یہ کہہ رہی تھی۔۔۔" اس نے پہلا جُملہ بہت ہی دھیمی آواز میں ادا کیا تھا پھر یکدم با آواز بلند بولی

"میرا کیا قصور ہے۔۔۔میں کہہ تو رہی ہوں کہ چائے کے بغیر میں ذرا آؤٹ ہو جاتی ہوں۔۔۔اور پھر آپ مجھے ان کی موجودگی میں ٹوک دیتیں نا۔اشارہ کر دیتیں۔۔۔آنکھ مار دیتیں۔۔۔آہم آہم کہہ دیتیں۔۔۔میں سمجھ جاتی۔۔۔میں تو یہی سمجھ کر بول رہی تھی کہ واہ کیا گیان برس ہے میرے منہ سے۔۔۔" وہ شرمندہ نہیں تھی لیکن بس ایسے جیسے خود کا مزاج اچھا ہو تو ماحول کو اچھا بنائے رکھنے کی خاطر امی کا غصہ کم کرنا چاہ رہی ہو۔

"اللہ معاف فرمائے ہمیں ایسے گیان سے۔۔۔" امی نے باقی پھیلائے ہوئے کپڑے سمیٹ دئے تھے۔

"آمین۔۔۔" نینا کی آواز بھرپور انداز میں بلند ہوئی تھی۔زری جانتی تھی اب امی پھر ناراض ہو جائیں گی اس لئے فوراً بات سنبھالنے کی غرض سے بولی

"امی نینا کو چھوڑیں۔۔میری بات سنیں۔۔مجھے اب پریشانی سی ہو رہی ہے۔۔۔یہ نا ہو کہ یہ آنٹی میرے اتنے مہنگے کپڑے خراب کر دیں۔۔۔اچھا بھلا ٹیلر کو دینے والی تھی۔۔۔آپ نے خوامخواہ ان کو دینے کے لئے بول دیا" زری نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تھا۔وہ نینا کو امی کی ڈانٹ سے بچانا چاہ رہی تھی کہ گھر کا موحول پھر مکدر سا ہو جاتا تھا

"میں بھی کب اس حق میں تھی۔۔۔سچی بات یہ کہ میں اس عورت کو زیادہ پسند ہی نہیں کرتی۔۔۔لیکن تمہارے ابا نے کہا کہ بیچاری ضرورتمند ہیں۔۔ان کے کچھ پیسے بن جائیں گے۔۔۔ان سے سلوا لو۔۔"

" یہ ساری ضرورتمند عورتیں ابا کو ہی کیوں مل جاتی ہیں۔۔۔؟" نینا نے اسی طرح کشن منہ پر رکھے ایک پھلجڑی اور چھوڑی تھی لیکن جب جواب میں امی کا کوئی کرارا جملہ سنائی نا دیا تو ذرا سا کشن اٹھا کر دیکھا۔وہ کھا جانے والی نظروں کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ چہرے پر تاسف سا بھی تھا۔نینا نے فوراً مصنوعی مسکراہٹ سے چہرے کو سجالیا اور باچھیں پھیلا کر اداکاری کرتے ہوئے بولی

" مذاق۔۔۔مذاق تھا۔ ہاہا۔آپ بھی مذاق کے طور پر ہی لیں"۔زری کو ہنسی آرہی تھی۔وہ نینا کو ایسی باتوں کو شرارت ہی سمجھتی تھی لیکن امی کے لئے یہ طعنے تھے اور جوان بیٹی کے منہ سے ایسے طعنے کسے اچھے لگ سکتے ہیں۔ان کے چہرے پر پھیلی تلخی دیکھ کر زری نے بھی اپنی مسکراہٹ چھپالی تھی جبکہ نینا نے پھر کشن منہ پر رکھ لیا اور کشن کے نیچے وہ خود مسکرائی تک نا تھی



پاکستان آکر وہ لوگ ماڈل ٹاؤن والے گھر میں شفٹ ہوگئے تھے۔وہ گھر کافی بڑا تھا نیچے ایک وسیع گودام تھا جو پہلے سے ہی کرائے پر چڑھا رکھا تھا جبکہ اوپر والے حصے کی تھوڑی بہت تزئین و آرائش کروا کر اسے رہنے کے قابل بنا لیا گیا۔ان دنوں صوفیہ کی آپا ان کے گھر کے قریب نہیں رہتیں بلکہ وہ باغبان پورہ میں رہ رہی تھیں۔کاشف ایک مہینے تک ان سے ملنے بھی نا گیا تھا۔یہ اس کا تعصب اور غرور ہی تھا کہ اسے صوفیہ کے سارے رشتہ دار حقیر نظر آتے تھے۔صوفیہ اصرار کرتی رہی کہ چلو اپنی بیٹی کو لے آئیں مگر وہ آجکل پر ٹالتا رہا یا کہتا کہ اپنی آپا کو بولو خود چھوڑ جائیں۔یہ نہیں تھا کہ اسے اولاد سے کوئی بغض تھا۔۔۔اس کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کے لئے اپنی ذات سے اہم کچھ تھا ہی نہیں۔صوفیہ اور اس کے رشتے دار اور اس کے سارے فیصلے وہ جوتے کی نوک پر رکھتا تھا اور اس طرح کی حرکتیں کر کے وہ اپنی ہی بیوی کو صرف اذیت دیتا تھا جس کا اسے احساس تک نا تھا۔صوفیہ کے بار بار کہنے پر وہ کہتا تمہاری آپا ہم سے ملنے آئیں۔میرا ایکسیڈینٹ ہوا۔۔ہم دبئی سے آئیں ہیں۔۔انہیں ہم سے ملنے آنا چاہیئے تھا۔صوفیہ یہ بات آپا سے نا کہہ سکتی تھی کیوں۔

ان کو شیاٹیکا درد کا عارضہ لاحق تھا۔ڈاکٹر نے سیڑھیاں چڑھنے سے منع کر رکھا تھا۔صوفیہ ان سے اصرار بھی نا کر سکتی تھی۔وہ خود کو ان کے سامنے زیر بار محسوس کرتی تھی۔یوں دن پر دن گزرتے گئے اور وہ لوگ ایک مہینہ تک آپا کے گھر نا جاسکے پھر ایک دن کاشف کو خیال آگیا

" اپنی آپا کو فون کر دو ہم آرہے ہیں۔۔لیکن یاد رہے ہم زیادہ دیر نہیں بیٹھیں گے۔۔۔بس آدھا گھنٹہ بیٹھیں گے اور واپس آجائیں گے" کاشف نے اسے نخوت بھرے انداز میں کہا تھا

" یہ کیسے کہہ سکتی ہوں میں آپا سے۔۔۔وہ کتنی بار کہہ چکی ہیں۔۔۔کہ وہ ہماری دعوت کرنا چاہتی ہیں۔۔۔اب گھنٹے آدھے گھنٹے میں جائیں گے تو انہیں برا لگے گا نا" صوفیہ نے اسے تحمل بھرے لہجے میں کہا تھا۔کاشف نے طنزیہ مصنوعی قہقہہ لگایا

" اوہ میں صدقے۔یعنی اب ان کی اتنی اوقات ہوگئی ہے کہ کسی کی دعوت کر سکیں۔۔۔اللہ کے کام ہیں بھئی۔۔۔ذات کی کوڑھ کرلیاں (چھپکلیاں) شہتیروں کو جھپیاں (معانقہ کرنا) ڈالنے کے قابل ہوگئی ہیں" اس کا انداز تو برا تھا ہی،الفاظ نے تو صوفیہ کا کلیجہ ہی جلا ڈالا

۔اتنا کچھ ہو چکا تھا ان کے ساتھ، وقت بدل گیا تھا، وہ ٹھاٹھ باٹھ نا رہے تھے، مگر اس شخص کا طنطنہ برقرار تھا۔وہ انسانوں کو کس طرح جج کرتا تھا اور کس طرح لمحوں میں ان کو بے توقیر کر دیتا تھا۔

"ایسے مت کہیں کاشف۔۔۔آپ کی تو اتنی عزت کرتی ہیں آپا۔"اس نے جان بوجھ کر آپا اور دولہا بھائی نہیں کہا تھا۔دولہا بھائی کا ذکر سنتے ہی کاشف کے ماتھے کی تیوریاں چڑھ جاتی تھیں اور صوفیہ اتنی سمجھدار ضرور ہو چکی تھی کہ بھانپ سکتی کہ اس کے شوہر کو کونسا ذکر مشکوک کرتا ہے اور اسے کس ذکر کو مصلحتاً درگزر کرنا ہے

"ارے تو جو عزت کے قابل ہوتا ہے، اسکی عزت ہی کی جاتی ہے۔۔۔ہم کون سا تھانوں میں بستر لگا کر سوتے رہے ہیں کہ لوگ ہماری عزت نا کریں گے۔۔۔" کاشف کا انداز ابھی بھی ویسا ہی تھا جو صوفیہ کے دل کو تو جلاتا ہی تھا، ساتھ ہی اسے ڈرا بھی دیتا تھا۔وہ عام سی کم پڑھی لکھی عورت تھی۔وہ کاشف کی تمام بدسلوکیوں کو بعض اوقات کسی کی نظرِ بد یا تعویذ دھاگوں کی کارستانی سمجھنے لگتی تھی۔

"آپا کھانا کھائے بغیر واپس نہیں آنے دیں گی۔۔ان سے فون پر بات ہوئی تھی تو کہہ رہی تھیں کہ بٹیرے لا کر مصالحہ لگا کر فریزر میں رکھ چھوڑے ہیں کہ کاشف آئے گا تو بنائیں گی۔۔۔بار بار پوچھ رہی تھیں کہ آپ کو نہاری زیادہ پسند ہے یا پائے۔۔آپ جانتے ہی ہیں وہ بہت مزے کا کھانا بناتی ہیں۔۔۔آپ اگر ان کے یہاں کھانا کھا لیں گے تو ان کو اچھا لگے گا"اس نے شوہر کو راضی کرنے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔

"ہاں کاشف بیچارے نے تو کھائے نہیں پہلے کبھی بٹیرے اور پائے۔۔۔اب تمہاری آپا کے گھر جائیں گے تو ان کھانوں سے فیضیاب ہوں گے۔۔۔اچھا بھائی۔کھا لیں گے کھانا۔تمہاری خاطر یہ بھی کر لیں گے صوفیہ بیگم" وہ یکدم ہی مان گیا تھا۔صوفیہ نے سکھ کا سانس لیا تھا

"بہت شکریہ۔۔۔اور میں کبھی اتنا اصرار نا کرتی لیکن نین کی وجہ سے میں چاہتی ہوں کہ آپ ان کے گھر جائیں۔۔اور ان کا ایک بار دل سے شکریہ ضرور ادا کریں۔۔۔آپ کچھ بھی کہیں کاشف میں تو ان کی بڑی ہی احسان مند ہوں۔۔۔ورنہ کون رکھتا ہے کسی کی اولاد کو اتنا عرصہ"صوفیہ نے بڑے ہی نرم لہجے میں کہا تھا۔

"اچھا اچھا۔۔اب دوبارہ نا شروع کرنا وہی قوالی۔۔۔زبانی یاد ہے مجھے کہ تمہارے بہن اور بہنوئی کا بڑا احسان ہے ہم پر۔۔۔ہماری بچی پالی ہے انہوں نے۔۔۔اور وغیرہ وغیرہ۔ختم کرو بس اب۔۔۔لے آئیں گے بچی کو واپس" وہ اسی ناگواری سے بولا تھا۔صوفیہ چُپ کی چُپ رہ گئی۔

☆......☆......☆

"یہ ڈوپٹہ دکھاؤ۔۔" زری نے سیلز مین کو کہا تھا۔نینا نے اسی شلف کی سمت میں دیکھا جہاں سے سیلز مین ڈوپٹہ اتار رہا تھا۔۔ست رنگی ڈوپٹہ جس پر گوٹا کناری کا کام نمایاں تھا۔۔سنہرا اور میرون رنگ نمایاں تھا جبکہ سبز اور آتشی گلابی رنگ بھی جھلکتا سا نظر آتا تھا

"باجی یہ بہترین چیز ہے۔۔۔آپ پر بہت سجے گا۔۔دھڑا دھڑ بک رہا ہے آجکل یہ۔۔۔"سیلز مین نے اپنے کندھے پر ڈوپٹہ پھیلا کر زری کو سوالیہ انداز میں دیکھا تھا

" نینا یہ لے لو۔۔اس کے ساتھ پیلے رنگ کی کرتی اور غرارہ بنالینا۔۔مہندی کے لئے بہترین سوٹ تیار ہو گا۔۔پراندہ پہننا اور ڈھیر ساری چوڑیاں بھی۔۔۔۔غرارے کے ساتھ کولہا پوری چپل۔۔۔اُف اُف اُف۔۔۔قیامت لگو گی قسم سے۔۔۔میں تینوں دن تمہارا بھی منیب سے اپائنٹمنٹ لونگی۔۔۔وہ زبردست میک اپ کرے گا۔۔خبردار جو تم نے میک اپ کروانے سے انکار کیا تو۔۔۔ایک ہی بہن ہے تمہاری۔۔اس کی شادی پر تمہیں بہترین نظر آنا ہے۔۔۔" وہ جیسے خود اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی۔نینا نے فقط سر ہلایا

" جو تمہیں ٹھیک لگے لے دو۔۔تمہیں پتا ہے اس معاملے میں میرا اوپر والا خانہ بالکل خالی ہے" اس نے سادہ سے لہجے میں خوشدلی سمونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔زری بہت خوش تھی۔۔وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ لے کر آئی تھی اور چاہتی تھی کہ ساری شاپنگ کروا کر دَم لے۔شادی کی شاپنگ زور و شور سے شروع ہو گئی تھی۔امی نے کہا تھا کہ نینا روز روز نہیں آتی اس لئے بہتر ہے کہ اگر آج ہی اسے زری کی شادی میں پہننے کے لئے کچھ پسند آئے تو ہاتھ کے ہاتھ خرید لیا جائے سو شاپنگ طویل ہوتی جا رہی تھی۔

دیکھیں امی۔۔صحیح کہہ رہی ہوں نا۔۔مہندی کے لئے غرارہ اچھا رہے گا نا" زری نے ساتھ بیٹھی امی کی بھی رائے مانگی تھی۔

"تمہیں پسند ہے نینا؟۔۔اپنی مرضی سے لینا۔۔پہننا تو تمہیں ہے نا" امی نے اس کی جانب دیکھ کر استفہامیہ انداز میں کہا تھا۔اس نے ان کی بات پر بھی سر ہلایا تھا۔سلیم کی وفات کے بعد امی کا رویہ اس کے ساتھ بہت نرم ہو گیا تھا۔

" اچھا ہے امی۔۔" اس نے خوشدلی سے کہا۔امی کو اطمینان ہو گیا۔یہ سب چیزیں لے کر وہ گھر جانے کی غرض سے مین سڑک پر آ گئی تھیں۔ابا انہیں ڈراپ کر گئے تھے لیکن واپسی پر رکشہ سے جانے کا ارادہ تھا۔اسی لئے وہ رکشہ اسٹاپ پر آ گئی تھیں

" امی وہ لے دیں نا۔۔گول گپا گوٹالا۔۔۔کتنے مزے کی چیز ہے۔۔" وہیں کھڑے زری نے فرمائش کی تھی۔انارکلی میں نیا کیفے ٹیریا کھلا تھا جہاں گول گپوں کی پاپڑی چاٹ ٹائپ ایک نئی ڈش متعارف کروائی گئی تھی۔زری کی پسندیدہ تھی اسی لئے اس نے فرمائش کر دی تھی

" معاف کرو بی بی۔۔کھٹی چٹنیاں کھا کھا کر کہیں گلا خراب ہو گیا تو پڑی رہو گی بستر پر۔۔" امی نے صاف انکار کیا تھا

" ایسے تو نا کہیں امی۔۔۔انشاء اللہ کچھ نہیں ہو گا۔۔گھر جا کر جوشاندہ ڈال کر چائے پی لوں گی نا۔۔" اس نے ضد کی۔امی نے زچ ہو کر سر ہلایا

"نہیں زری۔۔پہلے ہی نو بج گئے ہیں۔۔بہت دیر ہو چکی ہے۔۔پھر کبھی کھا لینا"

" پھر کبھی بھی کھا لیں گے امی۔۔آج تو نینا آئی ہے نا۔۔یہ روز روز کب آتی ہے۔۔اسی خوشی میں کھلا دیں" اس نے ضد کی تھی

" اب یہاں سے وہاں جائیں گے تو مزید دیر ہو جائیگی۔۔۔واپسی پر ویسے بھی رکشہ دیر سے ملتا ہے" امی بیچاری بیٹی کی فرمائش پوری بھی کرنا چاہ رہی تھیں مگر تاخیر سے ڈرتی بھی تھیں۔شہر کے حالات ویسے بھی پہلے جیسے نا رہے تھے۔شادی بیاہ کی خریداری کرنے والے ویسے بھی نظر میں جلدی آ جاتے تھے۔

"اچھا ایسا کرتے ہیں۔۔پیک کروا لیتے ہیں۔۔۔گھر جا کر کھا لیں گے" زری نے ہی مسئلے کا حل نکالا تھا۔امی نے نا چاہتے ہوئے بھی اثبات میں گردن ہلائی پھر پرس سے ہزار روپے کا نوٹ نکال کر دیا تھا

"جلدی سے لے کر آجاؤ۔۔میں تب تک رکشے میں بیٹھتی ہوں" انہوں نے تاکید کی تھی اور ساتھ ہی قریب کھڑے رکشے کو اشارہ کیا تھا۔نینا اور زری دونوں ہی کیفے ٹیریا کی طرف بڑھ گئی تھی جو عقب میں ہی تھا۔

"باجی بڑے نوٹ کا کھلا نہیں ہے۔۔۔" کاؤنٹر پر بیٹھے شخص نے آرڈر لکھنے کے بعد ہی بتا دیا تھا

"اوہو۔۔اب کیا واپس جائیں گے۔۔امی پہلے ہی ناراض ہو رہی ہیں" زری نے ناک چڑھائی تھی

"میرے پاس دو سو روپے ہیں۔تم امی سے سو روپے لے آؤ۔۔تب تک میں پیک کرواتی ہوں" نینا نے اسے کہا تھا۔زری نے سر ہلایا اور ایک بار امی کی جانب چل دی تھی۔اسی دوران نینا انتظار کرتے ہوئے کیفے ٹیریا کے اندر داخل ہو گئی تھی۔وہاں نیم تاریکی تھی۔دیواروں پر اشتہاء کو بڑھانے والے جنک فوڈز کی تصاویر تھیں۔لوگوں کا رش بھی خوب لگا تھا۔وہ بلاوجہ اِدھر اُدھر جھانکنے لگی تھی۔وہاں چھوٹے چھوٹے کیبنز بنے ہوئے تھے جو یقیناً یونیورسٹی سے بنک کر کے آنیوالے اسٹوڈنٹس کے لئے تھے۔وہاں زیادہ روشنی بھی نہیں تھی۔اسی اثناء میں نینا کی غیر ارادی طور پر ایک کیبن میں نظر پڑی۔وہاں ایک ادھیڑ عمر جوڑا بیٹھا تھا۔نادانستگی میں نینا اُدھر ہی دیکھتی جا رہی تھی جیسے کوئی چھٹی حس اسے وہیں دیکھنے پر مجبور کر رہی ہو اور پھر سیکنڈز میں اس پر عقدہ کھلا تھا کہ وہ اس عورت سے کہیں مل چکی تھی۔اگلے ایک منٹ میں وہ اس آنٹی نما خاتون کو درزن آنٹی کے طور پر پہچان چکی تھی جن کے سامنے اس روز اس نے بڑی بڑی باتیں کی تھیں۔اسے کچھ عجیب سا لگا۔آج وہ خاتون زیادہ سجی بنی ہوئی تھیں۔اس سے پہلے کہ وہ ان کے متعلق کچھ مزید مشکوک ہوتی اس نے دوبارہ اس مرد جس کی سائیڈ کی جھلک ہی نظر آ پا رہی تھی کو بغور دیکھا۔اسے خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔وہ اس شخص کو بہت اچھی طرح سے جانتی تھی۔اس نے دوبارہ دیکھا اور مسلسل دیکھا۔چھتیس چالیس سالہ، میک اپ سے چہرے کو آراستہ کئے ہوئے اس عورت کے سامنے بیٹھا وہ شخص کوئی اور نہیں اس کے ابا ہی تھے جن کی نگاہیں تو اسے نظر نہیں آ رہی تھیں۔وہ یقیناً پشت سے ان کے چہرے پر پھیلے تاثرات نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن وہ عورت جوان کے سامنے بیٹھی تھی، اسکا حلیہ بتا دینے کو کافی تھا کہ ابا کی فطرت کی رنگینی لاعلاج تھی ورنہ ایسی کیا بات تھی کہ ابا ایک کیفے میں اس وقت اسے ہمراہ لئے بیٹھے تھے۔۔۔۔اسے ٹھنڈا پسینہ سا آنے لگا۔

"نینا۔۔شش۔۔۔آؤ۔۔" زری گلاس وال سے پیچھے اشارے کر رہی تھی۔نینا دل پر بوجھ لئے واپس مڑی تھی



"آپ ابھی سے ہال کی بکنگ کو انا شروع کر دیں۔۔۔دیکھ بھال لیں کہ کون سا ہال اچھا ہے۔۔یہ کام سب سے اہم ہے۔۔یہ نا ہو کہ وقت پر ہمیں کوئی اچھا ہال ہی نا ملے" امی ابا کو چائے پکڑاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔نینا نے دیکھا ان کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے

سے لاؤنج میں بیٹھے امی ابا کی باتیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ ابا نے ٹانگیں دیوان پر پھیلا رکھی تھیں اور امی پاؤں دابنے کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں۔ وہ بہت ہی نیک خدمتگار بیوی تھیں۔ ابا کے کھانا کھانے سے پہلے کبھی کھانا نا کھاتی تھیں، رات کے کسی پہر ابا ان کو جگا کر بھی کہتے کہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا گلاس پکڑا دو تو امی برا منائے بغیر سوتے سے اٹھ کر پانی کا گلا دے دینے کی عادی تھیں۔ ابا کی ہر کڑوی کسیلی پر چپ رہنا انکا وطیرہ تھا۔ مجال ہے کبھی انہوں نے ابا کی مرضی کے برخلاف کوئی کام کیا ہو یا ابا کے سامنے کبھی اونچی آواز میں بات کی ہو۔۔۔ اور ابا ۔۔۔ ابا کیا کرتے تھے۔۔۔ ایسا کیوں کرتے تھے ابا۔۔۔ ایک مرد کو عورت سے کیا چاہیئے ہوتا ہے۔۔۔ اور ایسا کیا چاہیئے ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت سیر نہیں ہوتی۔۔۔ وہ بہت دُکھی تھی۔ انسان کیسا ہی کیوں نا ہو۔۔۔ اپنے ماں باپ کی خامیوں کو برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس نے زری کی جانب دیکھا۔ وہ مارکیٹ سے آ کر تھک گئی تھی سو اب سو چکی تھی۔ سردیوں میں امی ابا لاؤنج میں بیٹھ کر ہی نیوز چینل دیکھا کرتے تھے کیونکہ ان کے کمرے تک روم ہیٹر کا پائپ نہیں جاتا تھا۔ نینا اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازہ پوری طرح بند کر دیا۔ وہ بستر پر لیٹ گئی تھی

وہ ایک اور بے چین سی رات تھی۔

نیند پھر آنکھوں سے غائب تھی۔ نگاہوں کے سامنے سے وہ خاتون ہٹ رہی تھیں نا ہی ابا۔۔۔ اور یہ پہلی بار نہیں تھا کہ اس نے ابا کو کسی خاتون کے ساتھ دیکھا تھا۔۔۔ پہلے بھی کئی بار۔ کئی بار اپنے ہی باپ کو کسی غیر عورت کے ساتھ ہنستے بولتے دیکھ چکی تھی وہ۔۔۔ اور یہ کوئی اتنی بڑی بات تو نا تھی۔۔۔ آخر لوگ غیروں سے بات کر ہی لیا کرتے ہیں لیکن ابا کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ اسے اچھا نا لگتا تھا، وہ سب سے ہنس کر بات کر سکتے تھے لیکن کیوں۔۔۔ اور پھر اس کے ساتھ تو ہمیشہ اکتائے رہتے تھے۔۔۔ کیوں۔۔۔ یہ سوال اس کے بچپن سے اس کے ساتھ تھے کہ اب تو اسے اپنے بے سروپا سوالوں پہ خود ہی الجھن ہوتی تھی لیکن یہ حقیقت تھی کہ اسے ابا سے ہمیشہ نیگیٹو وائبز آتی تھیں۔ ہمیشہ۔۔۔ اور بچپن سے۔۔۔ کبھی کبھی اسکا دل چاہتا تھا کہ ابا کی شکل بھی نا دیکھے۔۔۔ ان کے گھر سے ہی چلی جائے۔ اسے آج بھی وہ دن یاد تھا جب اس نے اپنے ابا کو پہلی بار دیکھا تھا حالانکہ وہ تب بہت چھوٹی تھی

☆......☆......☆

"یہاں آؤ بیٹا۔۔۔ اپنے امی ابا سے ملو۔" ابو نے اسے آواز دی تھی۔ وہ تین سال کی تھی یا شاید ساڑھے تین سال کی۔۔۔ لیکن اس کی یاد داشت میں وہ دن ہمیشہ محفوظ رہا تھا۔۔۔ ابو امی (خالہ خالو) نے صبح سے ہی اسے باور کروانا شروع کر دیا تھا کہ آج اس کے والدین آ رہے ہیں۔۔۔ اس سے ملنے کے لئے۔۔۔ وہ اس کے لئے ڈھیروں تحفے لائیں گے۔۔۔ وہ اسے خوب پیار کریں گے اور اسے بھی ان سے مل کر خوشی ہو گی۔ مہمانوں کی آمد بچوں کے لئے ویسے ہی بڑی خوش آئند ہوتی تھی۔ اس روز خالہ مزے مزے کی چیزیں بناتی تھیں۔ اور گھر میں بڑا خوشگوار سا ماحول بنا رہتا تھا سو وہ بھی پر جوش تھی۔

سخت گرمی کے دن تھے۔۔۔ خالہ نے اس کی اور سلیم کی ٹنڈ کروا دی تھی۔ سخت دھوپ میں سارا دن دھما چوکڑی مچائے رکھنے کے

باعث اس کا رنگ مزید سیاہی مائل سا ہو چلا تھا۔نوشی باجی نے اسے نہلا دھلا کر گلابی سے رنگ کا نیا فراک پہنایا تھا۔اس کے سر پر نمایاں ہونے والے ننھے منے بالوں پر کنگھا پھیر کر ایک چھوٹی سی بال پن بھی ٹکا دی تھی جو بار بار پھسل کر نیچے گر جاتی تھی اور جسے سنبھالنے کی خاطر اس نے بایاں ہاتھ مسلسل سر پر دھر رکھا تھا۔خالہ نے آنکھوں میں سلائیاں بھر بھر کر سرمہ ڈال دیا تھا اور پاؤں میں بھی نئے سفید سینڈل پہنائے تھے جو ابو (خالو) اس کے لئے نمائش سے لائے تھے۔سانولے پاؤں میں سفید سینڈل ذرا بھی اچھے نہیں لگ رہے تھے لیکن سب کہہ رہے تھے کہ وہ تو آج بہت پیاری لگ رہی تھی اور وہ خود بھی بہت خوش تھی۔اس کی بہن آنے والی تھی۔امی (خالہ) اسے اس کے امی ابا اور بہن کے متعلق بہت سی باتیں بتاتی رہتی تھیں سو جب وہ لوگ آئے اور گھر کی بیٹھک میں بٹھائے گئے تو وہ بہت اشتیاق سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

”یہاں آؤ بیٹا۔۔اپنے امی ابا سے ملو“ اسے یاد تھا جب ابو نے جملہ کہا تھا۔وہ کبھی بھول نہیں پائی تھی کہ یہ سن کر اس کے چہرے پر جھینپی ہوئی مسکراہٹ چمکی تھی اور پھر کسی کی چبھتی ہوئی آواز سماعتوں میں جیسے گھسی تھی اور وہ قہقہہ۔۔۔اور وہ کنکھار۔۔وہ ہنکارا۔۔۔اور پھر وہ خاموشی۔۔۔

”ہاہا۔۔ہاہا۔۔۔یہ واقعی میری بیٹی ہے صوفیہ۔۔۔اتنی کالی۔۔۔ہاہا۔۔یہ زرمین کی ہی بہن ہے نا“ یہ اس شخص نے کہا تھا جس کے چہرے پر ایک عجیب سی نخوت تھی اور رعونت بھی۔۔۔اور ابو کہتے تھے یہ اس کے ابا ہیں۔۔۔

”تمہارے ابا آرہے ہیں صبح۔۔۔وہ تمہیں بہت پیار کریں گے۔۔۔وعدہ کرو تم ان کو تنگ نہیں کرو گی۔۔۔اور ضد بھی نہیں کرو گی اور بہت اچھی بچی بن کر رہو گی۔۔“ ابو (خالو) نے ایک رات پہلے اسے گود میں بٹھا کر کہا تھا اور تاکید کی تھی کہ وہ ان کے ساتھ جاتے ہوئے روئے گی نہیں۔اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔اس کی ساری ضدیں خالہ اور نوشی باجی کے ساتھ ہوتی تھیں۔ابو (خالو) کو گھر میں کوئی بھی انکار نہیں کرتا تھا۔وہ بھی کیسے کر سکتی تھی مگر وہ شخص۔۔وہ سامنے بیٹھا شخص جس نے اسے دیکھنے کے بعد صرف ایک طنزیہ جملہ ہی کہا تھا۔۔۔جس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔۔۔گہری طویل خاموشی۔۔۔نینا کو کبھی کبھی لگتا تھا کہ اس کے اور ابا کے تعلق میں صرف خاموشی ہی تھی۔۔وہی خاموشی جو ابا کو پہلی بار دیکھنے،ان سے ملنے کے بعد اس کے وجود پر چھائی تھی۔۔۔اسے ابا سے کبھی انسیت محسوس نہیں ہوئی تھی۔۔۔وہ خلاء جو پہلی بار ان کو دیکھ لینے کے بعد اس کے دل میں پیدا ہوا تھا پھر آنے والا وقت اس خلاء میں کوئی کمی نہیں کر پایا تھا۔۔۔سو اس کے دل میں ان کے لئے صرف خلاء تھا۔۔۔اس لئے نہیں کہ انہوں نے اسے دھتکار دیا تھا بلکہ اس لئے کہ اسے ان سے الجھن ہوئی تھی۔۔پہلی بار ہی ان کو دیکھنے کے بعد اس کے دل نے انہیں مسترد کر دیا تھا۔۔۔وہ اسے اچھے نہیں لگے تھے۔۔۔۔یہ اس کے بچپن کی وہ پہلی محرومی تھی جس نے وقت گزرنے کے بعد ایک خوفناک شکل اختیار کر لی تھی

اور ایسا لگتا ہے کہ بچپن کے دکھ معمولی اور وقتی ہوتے ہیں۔۔آسانی سے بھلائے جا سکتے ہیں۔۔حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔۔بچپن کا دکھ تو دل میں ایسا زخم دے جاتا ہے کہ پھر وقت کا مرہم کبھی اس زخم کو نہیں بھر پاتا۔۔۔نینا کے دل پر بھی ایسے ہی گہرے زخم تھے جن سے خون رِستا رہتا تھا اور اس کی زبان زہر اگلتی رہتی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

"امی مہر کو کبھی کبھی اس کی نانی کے گھر لے جایا کریں۔۔۔ان کی بھی اولاد ہے۔۔۔مہر سے مل کر اچھا لگتا ہوگا انہیں" خاور نے ناشتہ کرتے ہوئے اپنی اماں سے کہا تھا۔آصف بھائی نے اماں کی مرضی کے بغیر دوسری شادی کرلی ہوئی تھی۔وہ اپنے فرمانبردار بیٹے کی اس نافرمانی سے اتنی دل برداشتہ ہوئی تھیں کہ خاور کے ساتھ ان کا رویہ بہتر ہوتا جاتا تھا۔خاور کی بھی تین سال پہلے ایڈہاک کی بنیاد پر ملنے والی جاب مستقل ہوگئی تھی اور اسکی سیلری بھی بڑھ گئی تھی جس کا بڑا حصہ اماں کو دینے لگا تھا تو اماں کی نظر میں اسکا درجہ کچھ بلند ہوگیا تھا

"ارے ہم سے نہیں جایا جاتا اتنی دور۔۔رکشے پر جانا پڑتا ہے۔۔۔گھٹنے ٹخنے تو پہلے ہی شوگر کی وجہ سے جواب دے چکے ہیں۔۔اب رکشے میں جا جا کر ہم کمر کا درد بھی پال لیں۔۔۔اور پھر اب ان سے کیا رشتہ رہ گیا ہمارا۔۔۔مرنے والی سے رشتہ تھا۔۔وہ ختم تو رشتہ بھی ختم" اماں نخوت سے بولی تھیں۔

"کیسے گزارا ہوگا ساس بہو میں۔۔۔وہ سیر تو یہ سوا سیر۔۔" خاور نے دل میں سوچا۔یہ بات فی الحال وہ سوچ ہی سکتا تھا۔اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنی ہی اماں سے کرتا یا "اس" سے کرتا جسے فی الوقت بیٹھا "سیر" قرار دے رہا تھا

"اچھے لوگ ہیں امی۔۔۔

"ارے ہٹاؤ بھی۔۔۔بڑے اچھے لوگ ہیں۔۔۔کبھی اتنی توفیق تو ہوئی نہیں کہ نواسی کا حال ہی پوچھ لیں۔۔فون ہی کرلیں۔۔بس زبانی کلامی پیار محبت تھا ان کا۔۔ورنہ کبھی تو کہیں کہ بچی کو بھیج دو۔۔۔پتا ہے نا پھر خرچہ کرنے پڑے گا۔۔یہاں تو سارا خرچہ ہم کر رہے ہیں۔۔ان کا تو دھیلا نہیں خرچ ہو رہا" امی کا حساب کتاب بڑا کھرا تھا۔چونی اٹھنی تک کا حساب یاد رہتا تھا۔خاور نے سر ہلایا۔

"وہ نوشین بھابھی کی کزن ملتی ہے کبھی کبھی بس اسٹاپ پر۔۔۔سلام دعا ہو جاتی ہے۔۔۔ہمیشہ آپ کا حال بہت محبت سے پوچھتی ہے" خاور نے جملہ بناتے ہوئے کہا تھا اور ساتھ ہی ان کا چہرہ دیکھا

"اُف اُف اُف۔۔۔اس لڑکی کی تو بات نا کرو۔۔۔وہ تو ڈائن ہے بالکل۔۔بات ایسے کرتی ہے جیسے چیر کر رکھ دے گی۔۔۔اتنی کڑواہٹ دیکھی ہے کبھی انسان میں۔۔۔کریلا ہے وہ تو۔۔۔اور خبردار اس سے مت کیا کرو کوئی سلام دعا۔۔۔ہم دور دور سے ہی بھلے۔۔۔" اماں کا تو حلق تک کڑوا ہوگیا تھا۔خاور کا بھی دل ٹوٹ سا گیا

"ہائے او ربا۔۔کیسے سر ہوگا یہ مرحلہ۔۔۔کیسے بنے گی بات" وہ سوچ رہا تھا۔اس کی اماں سے کبھی نہیں جمی تھی ان کی ہر بات سے انکار کرنا اسکی عادت تھی لیکن وہ اتنا بھی خودسر نہیں تھا کہ شادی بھی ان کی مرضی کے بغیر کر لیتا

"سن رہا ہے خاور۔۔کوئی ضرورت نہیں مہر کے رشتہ داروں سے ملنے کی۔۔۔اور اس لڑکی سے تو بالکل نہیں ملنا۔۔۔تو سمجھ رہا ہے نا میری بات۔۔ہماری نہیں جم سکتی ان یونیورسٹی میں پڑھنے والی لڑکیوں سے۔۔۔حرافہ ہوتی ہیں یہ تو۔۔۔اور وہ تو خیر سے بچپن سے ہی چڑیل ہے" اماں کو تو سخت ناپسند تھی وہ۔

"اماں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔میں تو مہر کیو جہ سے کہتا ہوں۔۔چھوٹی بچی ہے۔۔اس کی نفسیات پر اچھا اثر پڑے گا اگر اپنی ننھیال سے وابستہ رہے گی تو۔۔" اس نے بودی سی وضاحت دی۔اماں نے اسے گھورا

"ارے ہمیں نہیں پتا اس نفسیات شفسیات کا۔۔ہمارے لئے تو بس یہ اہم ہے کہ ہمارا رشتہ ختم ہو چکا ان کے ساتھ۔۔اور نیا رشتہ جوڑنا نہیں ہمیں۔۔سُن رہا ہے نا۔ہمیں نہیں رکھنی کوئی رشتہ داری۔۔اس کڑوی کسیلی لڑکی سے تو بالکل نہیں۔۔بھلا بتاؤ نام کیا رکھا ہوا ہے اسکا کونین۔۔" اماں ناک چڑھا کر کہہ رہی تھی۔مہر اور نبیجہ (چھوٹی پھپھو) اسی وقت کچن میں داخل ہوئے تھے۔

""کس کا نام رکھا ہے کونین۔۔بڑا پیارا نام ہے۔۔" نبیجہ نے تعریف کی تھی

"ارے اسی" نینا" کا۔۔نوشی کی کزن۔۔اسی کا اصل نام ہے کونین۔۔" اماں اسی انداز میں بولی تھیں

"اچھا نام ہے ورنہ میں تو یہی سمجھتی تھی کہ اس کا نام نینا ہے۔۔پتا نہیں اسکا مطلب کیا ہے" وہ اٹھارہ انیس سال کی لڑکی تھی۔اپنی عمر کے مطابق ہی باتیں کرتی تھی۔اماں نے منہ کا زاویہ مزید بگاڑا

"بڑا اچھا نام ہے۔ایسے ہوتے ہیں اچھے نام؟۔۔ارے اسکا مطلب ہے کڑواہٹ۔۔میٹھے (پھل) کھائے ہوئے ہیں نا۔۔ان میں ہوتی ہے یہ کونین۔۔اسی لئے تو کڑوے ہوتے ہیں وہ۔۔یہ جب پیدا ہونے والی تھیں نا تو ان کی اماں میٹھے چوستی رہتی تھیں۔۔بس اسی لئے یہ نام دیا تھا بچی کو۔۔اسی لئے تو اتنی کڑوی ہے یہ۔۔توبہ توبہ" اماں اسے سخت ناپسند کرتی تھیں۔خاور کو بڑی مایوسی ہوئی

"آپ کو کیسے پتا اماں۔۔؟" نبیجہ پوچھ رہی تھی

"ارے پرانی رشتے داری ہے۔کیا ہوا جو وہ کم ظرف لوگ ہیں۔۔ہیں تو ہماری ہی برادری کے۔۔بس اللہ کے کام ہیں۔۔ہمارے والی تو کوئی اچھی عادت نہیں ہے ان میں مگر رشتہ دار ہی ہیں اپنے۔۔دور پرے کے۔۔" اماں نخوت سے بولی تھیں جبکہ خاور چائے کے سِپ لیتا ہوا" کونین" والی بات میں گُم تھا۔

☆......☆......☆

'آپ کونین بات کر رہی ہیں نا۔۔میں رانیہ کی آنٹی ہوں۔۔آپ پڑھاتی تھیں نا اسے۔۔میں نے آپ سے اپنی بیٹی کے متعلق بات کر رہی تھی" شہرین نے کال ملتے ہی سلام دعا کئے بناء کہا تھا۔نینا کو بڑا عجیب لگا۔

"نہیں۔۔میں کونین بات نہیں کر رہی۔۔شکریہ" اس کا موڈ تو پہلے ہی سخت آف تھا۔اس نے نخوت سے کہہ کر کال کٹ کر دی تھی



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول" راپنزل" ابھی جاری ہے،بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"کیا ہوا۔۔۔؟"سمیع نے اس کے چہرے کے آگے ہاتھ ہلایا تھا۔وہ کسی گہری سوچ میں گُم تھی۔اس کے متوجہ کرنے پر چونکی نہیں مگر اضطراب کے عالم میں اسے دیکھنے لگی۔سمیع کو اس کے تاثرات بے چین کر گئے۔

"شہرین۔۔۔سب ٹھیک ہے نا۔۔کیا ہوا ہے؟"اس نے بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ کر اس کا ہاتھ تھاما پھر فوراً پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دیکھنا چاہا تھا کہ کہیں اسے حرارت تو نہیں ہے۔کینسر جیسے موذی مرض کو شکست دینے کے بعد اسکا مدافعتی نظام کافی کمزور پڑ چکا تھا۔کبھی کبھی بلا وجہ نقاہت اور حرارت محسوس ہونے لگتی تھی۔

"اس نے تو میری بات ہی نہیں سنی۔۔۔بدتمیزی سے کال ہی کٹ کر دی"شہرین اس کے پریشان ہونے پر وضاحت دیتے ہوئے بولی۔سمیع نے اس کی بات کو سن کر ذرا ناک چڑھا کر دیکھا تھا۔اس کے گمان میں تھا کہ شاید شہرین نے اپنی امی یا بہن سے بات کی ہے اور انہی کے نازیبا رویے کی بناء پر وہ اس طرح الجھی ہوئی سی نظر آتی ہے حالانکہ اب ان لوگوں سے شہرین کے تعلقات کافی خوشگوار ہو چکے تھے مگر پھر بھی سمیع کو پہلا خیال انہی کا آیا تھا۔

"کس کی بات کر رہی ہو۔۔ادے کو کال کی تھی۔۔گل مینہ سے بات ہوئی ہے؟"وہ اپنی ناگواری چھپائے بناء سوال کر رہا تھا۔شہرین نے اب کی بار چونک کر اسے دیکھا اور پھر اسے سمجھ میں آیا کہ سمیع غلط سمجھ رہا ہے۔

"ارے نہیں نہیں۔۔۔میں تو اس ٹیوٹر کی بات کر رہی ہوں جو رانیہ کو پڑھانے آتی تھی"اس نے سیل فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔سمیع کو اس کی بات سُن کر مزید بُرا لگا۔

"اچھا تو اس نے بدتمیزی سے کال کٹ کر دی۔۔؟"وہ پوچھ رہا تھا۔شہرین نے منہ لٹکا کر اسے دیکھا۔

"ہاں۔۔یا شاید مجھے ہی محسوس ہوا۔اس نے تو میری بات ہی نہیں سنی۔۔بلکہ یہ ماننے سے بھی انکاری ہو گئی کہ وہی رانیہ کی ٹیوٹر ہے اور رانگ نمبر کہہ کر کال ہی کاٹ دی حالانکہ میں نے اسی نمبر پر کال کی تھی جو رانیہ نے دیا تھا"اسکا دل ہی ٹوٹ گیا تھا۔

"سمیع نے اپنا سرہانہ بیڈ کے کراؤن سے ٹکایا پھر خود اس پر پشت ٹکا کر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"تم خاندان والوں کے جھمیلوں سے اکتائی نہیں ہو کیا جو اب باہر والوں کے نخرے بھی سہنے شروع کر دئے ہیں۔۔۔کیا ضرورت ہے کسی ایرے غیرے کی منتیں کرنے کی۔۔۔وہ اکڑ کس بات پر رہی ہے۔۔ایک ٹیوٹر ہی تو ہے۔۔آج اخبار میں اشتہار دو۔۔شام تک بیس ٹیوٹرز دروازے پر کھڑی ہونگی۔۔۔"سمیع کا لہجہ کچھ ایسا تھا کہ شہرین کا منہ مزید لٹک گیا۔

"میں تو اس لئے کہہ رہی تھی کہ بھابھی نے بہت تعریف کی تھی اس کی۔۔رانیہ حفظ کرنے کے باعث اسکول نہیں جاتی تھی تو پڑھائی میں کمزور تھی پھر اسی ٹیوٹر نے محنت کر کے اسے اس مقام پر پہنچایا۔اب پوزیشن ہولڈر ہے رانیہ۔۔۔میں تو بس ایمن کے لئے کچھ

بہترین کرنا چاہ رہی تھی۔۔۔تم ناراض کیوں ہو رہے ہو" وہ بجھے ہوئے انداز میں بولی تھی اس نے بہت امید کے ساتھ کال کی تھی اس لئے وہ ہرٹ بھی زیادہ ہوئی تھی۔

"اوہ یار۔۔تم اس معاملے کو حواسوں پر سوار کیوں کر رہی ہو۔۔۔ایمن پانچ سال کی بچی ہے۔۔۔وہ پی ایچ ڈی نہیں کر رہی کہ اتنا پریشان ہوا جائے" سمیع اب کی بار پہلے سے زیادہ برہم ہوا تھا۔

"میں حواسوں پر سوار کر رہی ہوں۔۔۔؟" شہرین کو اسکا یہ الزام بہت چُبھا تھا

"سمیع میں حواسوں پر سوار نہیں کر رہی۔۔ایکچوئلی یہ معاملہ خود بخود میرے حواسوں پر سوار ہو رہا ہے۔۔۔ایمن تین اسکولز کے ایڈمیشن ٹیسٹ میں فیل ہو چکی ہے۔۔۔جو اسکول ہمارے بجٹ میں آتے ہیں۔۔وہ صاف ہی کہہ دیتے ہیں کہ بچی آٹسٹک ہے۔۔۔لاسٹ ٹائم جو انٹرویو ہوا۔۔اس میں ایمن نے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں دیا۔۔اسکول والوں نے جو اسیسمینٹ پیپر دیا ہے۔۔۔اس پر لکھا ہے کہ بچی کو اے ڈی ایچ ڈی کا مسئلہ ہے۔۔۔"

"ہیں۔۔۔؟ کیا مسئلہ ہے۔۔۔عجیب ہاؤسنگ سوسائٹی جیسا مسئلہ لگ رہا ہے؟" سمیع نے اس کی بات کو سنجیدہ نہیں لیا تھا۔

"اسکول مینیجمنٹ کا خیال ہے کہ ایمن کو بی ہیویرل ایشوز ہیں۔۔۔اسے اسپیشل اٹینشن کی ضرورت ہے۔۔تاکہ اسکی اٹینشن اِدھر اُدھر نا ہو۔۔انہوں نے تجویز کیا ہے کہ کوئی ایسا اسکول تلاش کیا جائے جہاں ایک ہی ٹیچر ہو جو تین چار بچوں کو لک آفٹر کرے اور اسے بیسک کانسیپٹس سکھائے اور اس کے رویے میں بہتری لا سکے۔۔اب میں ایسا اسکول کہاں سے تلاش کروں جہاں صرف کلاس روم میں چار بچے ہوں اور ٹیچر کی ساری توجہ میری بچی پر ہو۔۔۔تم ہی بتاؤ مجھے ایسی صورتحال میں ٹیوٹر تلاش کرنے میں خوار نا ہوں تو کیا کروں۔۔۔؟" وہ جیسے زِچ ہو کر بولی تھی۔اسے کبھی کبھی سمیع پر بھی غصہ آنے لگتا تھا کہ وہ اس معاملے میں ذرا بھی دلچسپی نا لیتا تھا۔ابھی بھی اسکی آنکھیں جیسے بھر آئی تھیں۔وہ واقعی بہت پریشان تھی۔کراچی میں تھی تو سسرال والوں سے دور تھی اور سو طرح کے جھنجھٹ سے بچی ہوئی تھی۔خاندان والے ملتے نہیں تھے تو بھی پریشان رہتی تھی اب دونوں جانب کے لوگ ملنے لگے تھے تب بھی پریشانی بڑھ گئی تھی۔لاہور آجانے کے بعد ملنا ملانا بھی بدل گیا تھا۔تقریبات میں آنا جانا ہوتا تھا، سسرال والے ملتے تھے، کزنز بھابھیاں بھی فون کے ذریعے ہی سہی مگر رابطے میں تھیں اور ایمن کے متعلق بھی سوال ہوتے تھے۔شہرین کو دل ہی دل میں احساسِ کمتری محسوس ہونے لگا تھا۔پہلے ہی اسے طعنے ملتے تھے کہ وہ غیر برادری کی ہے، اسے وضعداریاں نہیں نبھانا آتیں۔ایمن کو دیکھ کر تو اب ساس نے بھی کہنا شروع کر دیا تھا کہ ماں کو بچی کی تربیت کا ذرا خیال ہی نہیں ہے کیونکہ وہ ابھی تک اسکول نہیں جاتی، اسے کچھ آتا جاتا نہیں ہے۔شہرین کو واقعی اس معاملے سے اب عجیب طرح کی پریشانی لاحق رہنے لگی تھی۔سمیع نے اس کے چہرے کو نم ہوتے دیکھا تو اسے ہنسی بھی آئی اور دل ہی دل میں تاسف بھی محسوس ہوا۔شہرین بہت حساس تھی جبکہ وہ اس کی پریشانی کو پریشانی سمجھنے کو تیار نا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر شہرین کا ہاتھ تھاما تھا۔

"اچھا میں کرتا ہوں کچھ۔۔۔تم پریشان مت ہو۔۔۔میں بات کرتا ہوں کسی سے۔۔۔اوکے" وہ تسلی دے رہا تھا لیکن شہرین کا دل مطمئن نا ہوا تھا۔

☆......☆......☆

"اس نے بے دم نگاہوں سے فون کو دیکھتے ہوئے اسے دور دھکیل دیا تھا۔آج اس کا دل بہت خاموش تھا اور اسے خود ہی اپنی اس کیفیت سے خوف آتا تھا۔احساسات کا ہونا اور پھر ان کا مجروح ہو کر شور مچانا ایک الگ کیفیت ہے اور پھر ان کا شور مچا مچا کر تھک کر چُپ ہو جانا بالکل ہی الگ کیفیت ہے۔ایسی کیفیت بہت خوفناک ہوتی ہے۔

"نینا جذبات کا ہونا اور پھر اپنے ہونے کا احساس دلاتے رہنا بہت ہی ضروری امر ہے۔۔۔ورنہ انسان خالی ہو جاتا ہے اور خالی انسان پاگل ہوتے ہیں۔" جب جب وہ اپنے گھر والوں سے خفا ہو کر گم صم ہو جایا کرتی اور سارے زمانے سے لاتعلق ہو جایا کرتی تھی تو سلیم اکثر اسے مذاق میں کہا کرتا تھا۔

"اونہہ۔۔۔جہنم میں جائیں جذبات۔۔۔میری جوتی کی ہیل کو بھی پرواہ نہیں۔۔۔جوتی تو دور کی بات ہے" وہ تنک کر جواب دے دیتی تھی لیکن یہ حقیقت تھی کہ ابا کے معاملے میں اسکا دل بہت چھوٹی عمر سے بے پرواہ ہو گیا تھا۔اس نے انہیں قبول کیا تھا نا ہی انہیں اس میں وہ کشش محسوس ہوتی تھی جو زرمین کے لئے وہ محسوس کرتے تھے۔اسے وہ پہلی رات یاد تھی جو اس نے خالہ خالو کے گھر اپنے امی ابا کے ساتھ گزاری۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔مجھے اپنے گھر جانا ہے۔۔۔میں نوشی باجی کے ساتھ سوتی ہوں" وہ زبردستی لائی گئی تھی سو وہ رات کا اندھیرا پھیلتے ہی بلکنے لگی تھی۔صوفیہ اسے سنبھالتے سنبھالتے نڈھال ہوئی جاتی تھی۔تسلی دلاسے،لالی پاپ چاکلیٹ کا لالچ، کچھ بھی اسے خاموش نہیں کروا پا رہا تھا۔زرمین بھی بے دم سی ہو گئی تھی ورنہ وہ بہت خوش تھی کہ اس کے ساتھ کھیلنے والا کوئی دوسرا بچہ گھر میں آ گیا تھا۔اس نے اپنی گڑیا، چابی سے چلنے والا بھالو، ریموٹ کنٹرول جہاز سب لا کر اس کے پاس ڈھیر کر دیا تھا لیکن وہ بس روتی جاتی تھی۔

"مجھے اپنے گھر جانا ہے۔۔۔مجھے میرے گھر چھوڑ آئیں۔۔۔مجھے یہاں نہیں رہنا" اس کا ایک ہی واویلا تھا۔کاشف ان سب لوگوں کو گھر چھوڑ کر واپس چلا گیا تھا،واپس آیا تو یہ ڈرامہ چل رہا تھا، کچھ دیر تو وہ ٹی وی کے آگے بیٹھا یہ سب سنتا رہا پھر اسے غصہ آنے لگا تھا۔

"صوفیہ اسے ہٹاؤ یہاں سے۔۔۔بچی ہے یا گھڑی کا الارم۔۔۔بجتی چلی جا رہی ہے،بجتی چلی جا رہی ہے" اس نے ناگواری بھرے لہجے میں کہا تھا۔صوفیہ نے لاچاری سے اس کی جانب دیکھا۔

"اس کو ذرا باہر گھما لائیں نا۔۔۔آپا لوگوں کو یاد کر کے ہلکان ہوئی جا رہی ہے۔۔۔باہر جائیگی تو بہل جائیگی" اس نے درخواست کی

تھی۔کاشف نے اسے گھور کر دیکھا۔

"شاباش ہے بھائی تمہاری سوچ پر۔۔شوہر تھکا ہارا گھر آیا ہے اور تم بجائے پانی کھانا پوچھنے کے اس مزدوری پر لگا رہی ہو۔۔مجھ سے نہیں اٹھائے جاتے یہ نخرے۔۔۔یہ نہیں سنبھلنے کی ہم سے۔۔تمہاری آپا نے اچھی دشمنی نکالی ہے تم سے۔۔۔خوب تربیت کی ہے بچی کی۔۔۔" وہ چڑ کر بولا تھا پھر کونین کی جانب دیکھا۔

"اچھا تم اب رونا بند کرو۔۔میں صبح لے جاؤں گا تمہیں" اس نے بچی کو تسلی دینی چاہی تھی لیکن وہ بپھر کر بولی۔

"مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ۔۔آپ گندے ہیں" کونین کا رونا بند ہی نہیں ہو رہا تھا، ساتھ ہی اس نے اپنی ناپسندیدگی بھی ظاہر کر دی۔کاشف نے ناگواری کے ساتھ اسے دیکھا۔

"ارے ہاں بی بی۔۔ایک تم اچھی ہو۔۔۔دوسرے تمہارے ڈگڈگی والے خالو۔۔۔ہم گندے ہی بھلے ہیں" وہ اس انداز میں بات کر رہا تھا جیسے کسی چھوٹی بچی سے نہیں بلکہ ہم عمر انسان سے بات کر رہا ہو۔نینا چپ نہیں ہوئی تھی بلکہ اسکا سسکنا بلکنا مسلسل جاری وساری تھا۔صوفیہ اسے گود میں لے کر اپنے بیڈروم میں آ گئی۔اسے بہلاتے پھسلاتے، گود میں لے کر پچکارتے پچکارتے اس کی کمر ادھ موئی ہو گئی تھی لیکن کونین کی ضد ختم نا ہوئی تھی۔اسی اثناء میں کاشف بھی کمرے میں آ گیا تھا۔اس نے کونین کو صوفیہ کی گود سے لیا اور پٹخ کر بیڈ پر پھینک دیا

"چپ۔۔بالکل چپ۔۔۔اب آواز نکلی تو گردن مروڑ دونگا تمہاری" وہ ایسے دھاڑ کر بولا کہ صوفیہ بھی دہل سی گئی۔۔کاشف نے ساتھ ہی اسکا ہاتھ پکڑا، کمرے کی سب لائٹس آف کیں اور اسے دھکیلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔اس نے باہر نکل کر کمرے کا دروازہ بند کر دیا تھا۔چند ثانیے تو کسی کو سمجھ نا آیا کہ کیا ہوا ہے۔کونین بھی دبک کر تاریک کمرے میں بستر پر گری اِدھر اُدھر دیکھتی رہی پھر اس نے دوبارہ سے واویلا مچانا شروع کر دیا تھا۔

"خبردار اب تم کمرے میں گئی تو۔خود ہی رو پیٹ کر سو جائیگی یہ اور اگر نا سوئی تو مجھے بتانا میں اسے بوری میں بند کر کے نہر میں پھینک آؤں گا۔۔بڑی بڑی مچھلیاں اسے زندہ کھا لیں گی" اس نے غرا کر صوفیہ کو کہا تھا۔اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ تاریک کمرے میں سسکتی کونین کی سماعتوں نے سب صاف سنا تھا اور اس کی آواز ہچکی کے ساتھ بند ہو گئی تھی۔اس نے اس آدمی کی آنکھوں میں اپنے لئے بیزاری دیکھی تھی۔کیا پتا وہ اسے واقعی نہر میں پھینک آتا۔۔اس نے ہلکی سسکیاں لیں۔۔۔اپنی آواز کو دبا لیا۔وہی کمرہ جہاں تاریکی تھی اب وہاں سکوت بھی چھا گیا تھا۔۔



"امی مجھے کچھ روپے چاہیئے تھے" نینا نے دستک دینے کے بعد کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مدعا بیان کیا تھا۔اسکی تمام ٹیوشنز ختم ہو چکی ہوئی تھیں اور دوسرا کوئی ذریعہ آمدنی نا تھا۔اسکا موڈ ٹھیک ہوتا تھا تو ماں سے روپے مانگتے ذرا نا ہچکچاتی تھی لیکن اگر مزاج

برہم ہوتا تھا تو اپنی ہی جمع پونجی کو سوچ سوچ کر استعمال کرلیا کرتی تھی۔سلیم کی زندگی میں تو سلیم سے بھی بس کا کرایہ وغیرہ لے لیتی تھی لیکن اب یہ سلسلہ بھی ختم ہو چکا تھا

"کہاں جا رہی ہو۔۔؟" صوفیہ نے اسکا حلیہ دیکھتے ہوئے سوال کیا۔وہ یونیورسٹی کے خود ساختہ یونیفارم میں ہی ملبوس تھی۔وہی کاٹن کی ہلکی سی شلوار قمیض جسے دیکھ کر ہی جھرجھری آتی تھی۔خنکی کافی بڑھ گئی تھی۔نو ساڑھے نو کا وقت تھا لیکن دھند اتنی شدید تھی کہ سورج کی کوئی ایک اکلوتی کرن بھی نظر نا آتی تھی اور نینا نے کوئی سویٹر جرسی کچھ بھی نا پہن رکھا تھا

"آپ بتائیں کہاں جاؤں؟" نینا نے جواب دینے کی بجائے ایک اور سوال کیا تھا

"میں تو اس لئے پوچھ رہی تھی سردی بہت ہے۔۔۔یونیورسٹی جاؤ گی کیا۔۔یا کوئی ٹیوشن پڑھانے۔۔۔۔" صوفیہ نے پھر سوال کیا تھا اور اس سے پہلے کہ نینا کچھ بولتی۔سائیڈ ٹیبل پر پڑے سیل فون کی بیپ بج اٹھی۔نینا نے رخ موڑ کر اس طرف دیکھا۔وہ ابا کا فون تھا

"ابا گھر پر ہی ہیں کیا۔۔" اسے کچھ حیرانی ہوئی۔ساتھ ہی اس نے واش روم کے بند دروازے کی جانب دیکھا تھا۔اسے اگر اندازہ ہوتا تو وہ روپے مانگنے کبھی بھی ابا کی موجودگی میں نا آتی۔اس نے اپنی زندگی میں کبھی بھی باپ سے براہِ راست کچھ نا مانگا تھا۔اسکا سب لین دین ماں کے ذریعے ہوتا آیا تھا

"ہاں۔۔کہہ رہے تھے سردی بہت ہے۔۔۔دھوپ نکلے گی تو ہی اسٹور پر جاؤں گا۔۔سوپ کی فرمائش کر رہے ہیں۔۔یخنی رکھ کر آئی ہوں۔۔ذرا تیار ہو جائے تو باقی لوازمات ڈالوں گی" امی نے رضائی سے پاؤں نکالتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔اس دوران سیل فون کی بیپ مسلسل بجتی رہی تھی لیکن امی کو حیرانی ہوئی تھی نا وہ چڑ رہی تھیں

"اسٹور سے تو فون آنا شروع ہو گئے ہیں۔۔۔اور آپ کہہ رہی ہیں ابا کا آج جانے کا ارادہ نہیں ہے۔" اس نے صرف تجسس کی خاطر یہ سوال کر ڈالا تھا

"ارے یہ اسٹور سے نہیں آ رہے۔۔۔کچھ دنوں سے بلا وجہ مس کالز آتی رہتی ہیں۔۔اللہ جانے کون ہے۔۔تمہارے ابا بھی تنگ آئے ہوئے ہیں کہ جانے کون بے وقت گھنٹیاں بجاتا رہتا ہے" امی روپے نکالنے کے لئے الماری کی طرف مڑی تھیں۔نینا نے آگے بڑھ کر ابا کا سیل فون اٹھا لیا۔جس نمبر سے کالز آ رہی تھیں وہ اسکرین پر نمایاں تھا۔نینا ابا کے سیل پر آنے والی کال کو ریسیو تو نہیں کر سکتی تھی لیکن اس نے اس نمبر کو بغور دیکھتے ہوئے ذہن نشین کرنا شروع کیا تھا۔دو تین بار اس نے وہی نمبر دل ہی دل میں دوہرایا پھر اس سے پہلے کے امی اسکی طرف مڑتیں،اس نے فون واپس رکھ دیا تھا۔

"یہ لو۔۔۔اور سنو کوئی جیکٹ وغیرہ پہن لو۔۔۔بہت ٹھنڈ ہے۔۔۔" امی نے اسے مشورہ دیا تھا۔اس پر جیسے کچھ اثر نا ہوا تھا

"میری فکر مت کیا کریں امی میرے اندر اتنی برف جم گئی ہے کہ باہر کی ٹھنڈ اثر ہی نہیں کرتی۔۔۔آپ ذرا ابا کا دھیان رکھیں

۔۔۔اس عمر میں بھی فون کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔۔۔باقی آپ خود سمجھدار ہیں" اس نے مصنوعی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر روپے پکڑ کر باہر نکلنے لگی تھی۔صوفیہ نے حد درجہ چونک کر اسکا چہرہ دیکھا۔وہ مذاق کے موڈ میں تو بالکل نہیں لگ رہی تھی

"اس بات کا کیا مطلب۔۔کیا کہنا چاہتی ہو تم"۔بدقت اس کے منہ سے یہ جملہ نکلا تھا

"کہہ تو رہی ہوں امی۔۔۔آپ خود سمجھدار ہیں۔۔۔آنکھیں اور کان کھلے رکھیں۔۔۔زمانہ بہت خطرناک ہے۔۔۔" اس نے اب کی بار اتنی سنجیدگی سے کہا تھا کہ صوفیہ سُن ہو کر رہ گئی

☆......☆......☆

نینا کو اپنے ساتھ رکھنے اور پھر اپنے ساتھ مانوس کرنے کے لئے صوفیہ کو بہت محنت کرنا پڑی تھی لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ جو کشش وہ زرمین کے لئے محسوس کرتی تھی وہ اسے کونین سے محسوس نا ہوتی۔کچھ وہ بھی ہر گزرتے دن کے ساتھ بدتمیز اور خودسر ہوتی جاتی تھی۔کاشف نے پاکستان آکر پھر ہوم اپلائنسز کا بزنس شروع کیا تھا۔صوفیہ کے نام جو گھر تھا،اس کے نیچے ایک بڑا گودام تھا جس کا اچھا خاصہ کرایہ وصول ہوتا تھا سو مالی لحاظ سے وہ بہت مضبوط نہیں تھے تو کمزور بھی نا تھے۔اصل مسئلہ کونین کا ہی تھا جو ماں باپ کے گھر سے زیادہ خالہ کے گھر وقت گزارنا پسند کرتی۔اسے زبردستی ان کے گھر سے لانا پڑتا جس پر وہ کئی کئی گھنٹے روتی رہتی اور پھر کاشف سے مار کھا کر ہی روتے روتے سو جاتی

"یہ ہے ہی بدتمیز۔۔یہ ہے ہی ضدی،یہ ہے ہی ڈھیٹ۔۔۔" کاشف اسے ایسے ہی مخاطب کرنے کا عادی تھا،ایسے میں صوفیہ اگر اسے پیار سے پچکارتی بھی تو اسکا خاص اثر نا ہوتا تھا۔اسی کی خاطر آپا اور دولہا بھائی نے صوفیہ کے گھر کے بالکل سامنے کرایے پر گھر لیا۔یہ اور بات ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے روپے جمع کر کے اور کچھ صوفیہ ہی سے ادھار لے کر وہ گھر خرید لیا تھا لیکن پھر بھی کونین اولاد تو صوفیہ کی تھی اور خالہ کے گھر بار بار جانے سے کاشف چڑنے لگتا تھا سو صوفیہ دونوں جانب سے سخت مشکل کا شکار تھی۔بیٹی کے مزاج کے مطابق چلنے کی کوشش کرتی تو شوہر کا مزاج بگڑنے لگتا اور وہ اسکی غلط تربیت کو الزام دیتے ہوئے صوفیہ اور اس کے بہن بہنوئی کو طعنے دینے لگتا تھا۔وہ بہت مشکل وقت تھا۔صوفیہ کو اپنا بھرم اور شوہر دونوں حد سے زیادہ عزیز تھے سو یہ تو کبھی نا ہوا تھا کہ اس نے کاشف کے متعلق کوئی بری بات یا شکوہ اپنے گھر والوں سے کیا ہو حتیٰ کہ وہ اپنی بیٹیوں کی نظر میں بھی باپ کے امیج کو بہت بلند رکھنے کی خاطر کبھی اونچی آواز میں شوہر سے بات بھی نا کرتی تھی۔ماضی میں جو کچھ ہوا،وہ اسے بھلا چکی تھی۔اب وہ مشرقی عورتوں کی اس قسم سے تعلق رکھتی تھی جن کے لئے شوہر کا کہا پتھر پر لکیر ہوتا ہے سو کاشف کی مرضی سے بغیر تو وہ ایک قدم بھی نا اٹھاتی تھی یہی وجہ تھی کہ کاشف سارے خاندان کی نظر میں ایک بہترین انسان تھا جس کی ایک بہترین فیملی تھی مگر صوفیہ جب بھی کونین کو دیکھتی تھی تو اسے اپنی ساری محنت اکارت ہوتی لگتی تھی۔وہ کاشف جس کی سب عزت کرتے تھے۔کوئی نہیں کرتا تھا تو وہ اسکی اپنی چھوٹی بیٹی تھی۔۔۔کونین کاشف نثار

☆......☆......☆

"میں نے ایک ٹیوشن اکیڈمی کو فون کر کے اپنی ڈیمانڈز بتادی ہیں۔۔۔وہ کسی اچھے ٹیوٹر کو آج یا کل میں بھجوائیں گے۔۔تم ذرا چیک کر لینا۔۔۔ایمن کے لئے ٹھیک لگے تو اوکے بول دینا۔۔۔"سمیع نے اگلے دن رات کے کھانے پر اسے بتایا تھا

"مجھے کوئی میل ٹیوٹر نہیں چاہیئے۔۔۔فی میل ہی چاہیئے۔۔۔یہ ضرور کہہ دینا تھا انہیں" شہرین نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا

"ارے یہ بات تمہیں پہلے بتانی چاہیئے تھی نا۔۔۔اب جانے وہ لڑکے کو بھیجتے ہیں یا لڑکی کو۔۔۔خیر ہمیں تو میتھڈ آف ٹیچنگ سے غرض ہے نا۔کیا فرق پڑتا ہے ٹیچر لڑکا ہو یا لڑکی" سمیع اپنی پلیٹ میں سلاد نکال رہا تھا۔شہرین کو اس کے لاپرواہ انداز پر سخت غصہ آیا۔

"سمیع۔۔۔تم اتنے لاپرواہ کیوں ہو گئے ہو۔۔۔جب کہہ دیا کہ فی میل ٹیوٹر ہی چاہیئے۔۔تو اب بحث کیوں کر رہے ہو۔۔۔" شہرین برہمی سے بولی تھی۔وہ قطعاً اس انداز میں بات کرنے کی عادی نا تھی اور سمیع کو بھی ایسا لہجہ سننے کی عادت نا تھی۔وہ چند لمحے حیرانی سے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے اپنی خفگی کا ظہار کیئے بغیر عام سے انداز میں اسے ٹوکنے پر اکتفا کیا تھا۔

"خفا کیوں ہو رہی ہو یار۔۔ایمن ابھی بچی ہی تو ہے۔۔۔اگر کوئی میل ٹیوٹر بھی مل جاتا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے"

"کیوں فرق نہیں پڑتا۔۔۔تم اخبار نہیں پڑھتے کیا۔۔۔یا نیوز چینل نہیں دیکھتے۔۔۔کیا کچھ نہیں ہو رہا آجکل۔۔۔چھوٹی بچیوں کے ساتھ تو آجکل الٹے سیدھے معاملات زیادہ ہونے لگے۔۔۔میں رسک نہیں لے سکتی۔۔۔" وہ ابھی بھی اسی انداز میں بولی تھی۔

"یہ تم بات کس طرح کر رہی ہو۔۔۔بالکل اپنی ادے کے انداز میں۔۔۔یہی بات آرام سے بھی تو کی جا سکتی ہے مگر نہیں تمہیں عادت سی پڑ گئی ہے ہر معاملے میں غلطیاں ڈھونڈتے رہنے کی۔۔۔پہلے شور مچا رکھا تھا کہ ٹیوٹر ڈھونڈ کر دو۔۔۔اب اگر کوئی پیش رفت ہوئی ہے تو یہ نیا شور مچا دیا ہے۔۔۔" سمیع بھی اب کی بار اپنے لہجے کی اکتاہٹ چھپا نا پایا تھا۔شہرین اس کے الزام پر حیران ہوئی پھر اسنے ہاتھ میں پکڑا چمچ پلیٹ میں رکھ دیا۔

"کیا کہا۔۔۔مجھے عادت ہے شور مچانے کی۔۔۔بحث کرنے کی۔۔۔اچھا تو ٹھیک ہے۔۔۔غیرت مند لوگ ایسے کاموں میں بحث کیا ہی کرتے ہیں۔۔۔میں ذات کی پنجابن نہیں ہوں نا کہ ہر معاملے کو چھڈو جی۔۔مٹی پاؤ۔۔۔آہو آہو کہہ کر جان چھڑ والوں" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔سمیع کو اس کی بات پر مزید غصہ آیا۔

"شہرین حد کرتی ہو تم بھی۔۔۔۔میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنے چھوٹے سے ایشو میں بھی تم ذات برادری گھسیٹ لاؤ گی۔۔۔یعنی کھانے کی ٹیبل پر بھی اب ہمارے گھر میں یہ باتیں ہوا کریں گی۔۔۔سچ کہتے ہیں سیانے کہ شادیاں اپنی ہی ذات میں کرنی چاہیئں ورنہ زندگی بھر یہی رونا پیٹنا چلتا رہتا ہے" وہ ناک چڑھا کر بولا تھا۔شہرین کو اس جواب کی توقع نا تھی۔اس نے اپنی سیٹ چھوڑی اور کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"ایسی بات تھی تو مان لیتے سیانوں کی۔۔۔کیوں کی مجھ سے شادی۔۔ڈھونڈ لیتے اپنی کوئی بھاری بھر کم کزن۔۔۔جس کے ساتھ

رہتے ہوئے تمہیں اپنے فیصلوں پر پچھتانا نا پڑتا" وہ رکی نہیں تھی بلکہ کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی

"اچھا ٹھیک ہے۔ پہلے کوئی فی میل ٹیوٹر ڈھونڈ مرلوں۔۔ پھر ڈھونڈ لوں گا کزن بھی۔۔ فکر مت کرو" اس نے جواب دینا عین فرض سمجھا تھا۔ شہرین کمرے میں جا چکی تھی۔ ایسا جھگڑا ان کی شادی شدہ زندگی میں پہلے کبھی نا ہوا تھا

☆......☆......☆

"صوفیہ۔۔ یہ میں گرم مصالحے لائی تھی۔۔ سفید زیرہ ہے، کالی مرچ۔۔ لونگ اور تھوڑی سی بڑی الائچی بھی ہے" وہ کب سے لاؤنج میں ٹی وی لگائے دیوان پر بیٹھی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب آپا ہاتھ میں شاپر پکڑے سیڑھیاں چڑھتی آ گئیں۔

صوفیہ نے بلاوجہ چہرے کو ہاتھوں سے صاف کیا۔ آجکل دل بہت بوجھل رہتا تھا۔ زری کی شادی کے دن قریب آ رہے تھے اور اسکا دل جیسے بند ہوتا رہتا تھا۔ نمازوں میں تسبیحات کے بعد بس بیٹی کی خوشیوں کے لئے دعائیں مانگتی رہتی تھی۔

یہ بھی لائی تھی۔۔ کھٹی گولیاں ٹافیاں۔۔۔ یہ پسند ہیں نا نینا کو۔۔۔ ہر بار جب مال آتا تھا سب سے پہلے سلیم انہی کو چیک کرتا تھا کہ یہ نا آئیں تو نینا ناراض ہو گی۔۔۔ بتاؤ اب کون دھیان رکھے گا کہ نینا ناراض ہے یا نہیں۔۔۔ اتنی فکر رہتی تھی بہن کی اسے۔۔۔ اور جاتے ہوئے سوچا تک نہیں کہ بہن کیا کرے گی" آپا دیوان پر بیٹھتے ہوئے تاسف بھرے لہجے میں بولیں تھیں۔ سلیم کے انتقال کے بعد وہ بہت بوڑھی لگنے لگی تھیں، تھکی تھکی اور ہمہ وقت بیمار نظر آتی تھیں ورنہ صوفیہ نے کبھی انہیں سستی سے بیٹھا یا اس طرح اپنے غموں کا اظہار کرتے نا دیکھا تھا۔ صوفیہ سے ہمدردی میں ایک لفظ بھی نا بولا گیا تھا۔

"دوکان بند کر دی ہے صوفیہ۔۔۔ یہ کچھ چیزیں تھیں تو سوچا تمہیں بھی دے دوں۔۔۔ اونے پونے بیچ دیا ہے سب۔۔۔ دالیں چاول کچھ چاہیئے تو بتا دو" آپا نے خود ہی بات ٹال دی تھی۔

"کیوں آپا۔۔ دوکان تو اچھی چل رہی تھی نا۔۔۔ بند کرنے کی کیا ضرورت تھی" صوفیہ کو کچھ تو کہنا ہی تھا۔ آپا نے گہری لمبی سانس لی

"کیا بتاؤں بہن۔۔۔ ارادہ تو یہی تھا کہ تمہارے بھائی چلا لیں گے اسے۔۔ لاکھ دو لاکھ کا مال پڑا ہے اس دوکان میں۔۔۔ لیکن اب ان سے نہیں ہوتا یہ کام۔۔۔ مال لانا، حساب کرنا، آرڈر دینا ان کے بس کا روگ نہیں رہا۔۔۔ کچھ سلیم کے انتقال نے انہیں توڑ کر رکھ دیا ہے۔۔۔ دوکان میں بیٹھے بھی ہوں تو بس چپ کر کے دیواروں کو تکتے رہتے ہیں۔۔۔ علیم نے دو ایک بار روتے ہوئے بھی دیکھا۔۔۔ وہ کہتا ہے دوکان ابا کو بیمار کر رہی ہے۔۔۔ کیا فائدہ بلاوجہ انہیں اذیت دینے کا۔۔۔ نقصان ہوتا ہے تو ہونے دیں۔۔۔ ہم نے دو جنازے دو دو مہینے کے فرق سے اٹھائے ہیں صوفیہ۔۔۔ ہم مزید آزمائش نہیں سہہ سکتے۔۔۔ بچے اب اس دوکان کے حق میں نہیں رہے۔۔۔ میں تو کسی بات میں بولتی ہی نہیں ہوں۔۔۔ جوان بچہ چلا گیا میرا۔۔۔ میرا نقصان تو کبھی بھر نا پائیگا" آپا تھکے ہوئے لہجے میں بولی تھیں۔

"بس آپا۔۔ دوکان چلانے والا نہیں رہا تو دوکان رکھ کر بھی کیا کر لیں گے ہم۔۔۔ سلیم کے جانے سے ہم سب کا نقصان ہوا ہے

۔۔۔نینا کو دیکھتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔۔۔ایک سلیم ہی تو تھا جس سے اپنے دل کی بات کہہ سن لیتی تھی۔۔اب تو ایسی چُپ ہوئی ہے کہ بعض اوقات پاگل لگنے لگتی ہے۔۔۔کتنی کتنی دیر خاموش بیٹھی رہے گی یا پھر بولے گی تو بلا وجہ، بناء کسی مقصد کے اناپ شناپ بولتی جائیگی" صوفیہ کا لہجہ گلو گیر ہو گیا تھا۔

" مجھے تو اس دن کے بعد سے شکل ہی نہیں دکھائی اس نے۔۔۔اس کو کہا کرو نا کہ خالہ سے مل جایا کرے۔۔۔" آپا نے شکوہ کیا تھا ۔صوفیہ نے ان کی بات کو تاسف سے سنا پھر لاچاری بھرے لہجے میں بولی۔

"""آپا بڑی ضدی اور خود سر ہے۔۔۔میری بات تو سنتی ہی نہیں ہے۔۔۔اللہ جانے کون سے گناہوں کی سزا ملی ہے مجھے۔۔ایسے زبان چلاتی ہے ذرا ذرا سی بات پر کہ اپنی تربیت پر افسوس ہونے لگتا ہے" آپا بہن تھیں اسکی۔۔۔اور پھر اس کے ہر راز سے واقف تھیں ،نا چاہتے ہوئے بھی اس کے منہ سے یہ سب باتیں نکل گئی تھیں۔

" بچی ہے صوفیہ۔۔۔حساس دل کی مالک ہے۔۔۔" آپا نے اتنا ہی کہا تھا کہ صوفیہ نے تڑخ کر ان کی بات کاٹی۔

" آپا صرف ایک وہی تو حساس دل کی مالک نہیں ہے۔۔سب انسان ہی حساس ہوتے ہیں۔۔۔میں کیا حساس نہیں ہوں۔۔۔مگر میرے بارے میں سوچے گا کون۔۔۔زندگی گل گئی اس اولاد کے پیچھے۔۔یہی اولاد تھی جس کے لئے وہ سب برداشت کیا جو کوئی اور عورت برداشت نا کرتی۔۔۔ایک غصیلے جلد باز مرد کے ساتھ زندگی گزارنا آسان نہیں ہوتا آپا۔لیکن کس کی خاطر کیا یہ سب۔۔۔اسی اولاد کی خاطر نا۔۔۔مگر ہاتھ کیا آیا۔۔۔آپ کیا جانیں آپا جب جوان اولاد اٹھ کر ماں باپ کو طعنے دیتی ہے نا تو دل پر کیا گزرتی ہے۔۔۔اللہ کا شکر ادا کیا کریں کہ آپکو فرمانبردار اولاد ملی ہے" صوفیہ کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔آپا نے کچھ کہنا چاہا پھر ارادہ ترک کر دیا۔ایک عمر گزر گئی تھی لیکن صوفیہ نے کبھی اپنی غلطی کو تسلیم نا کیا تھا۔ان کے کہہ دینے سے وہ مزید برافروختہ ہو جاتی سو ان کا چُپ رہنا ہی بہتر تھا ورنہ انہیں بڑی شکایت تھی کہ بہن بہنوئی نے نینا کے ساتھ ویسے محبت کی ہی نہیں تھی جیسی وہ زرمین سے کرتے تھے۔ذرا ذرا سی بات پر اس کی پٹائی کر دینا، ہمہ وقت اسے بدتمیز اور کو دسر ہونے کے طعنے دینا سو نوں میاں بیوی کی عادت رہی تھی۔نینا کی شخصیت کی سب خامیاں ان کی تربیت کا ہی نتیجہ تھا سو اب یہی کچھ ہونا تھا جو ہو رہا تھا۔

خار بو کر گلاب پانے کی تمنا کرنا بیوقوفی ہی تھی۔

☆......☆......☆

وہ بس اسٹاپ پر بیٹھی یونیورسٹی بس کا انتظار تو نہیں کر رہی تھی۔اگر کر رہی ہوتی تو اب تک کتنی ہی بسیں گزر کر جا چکی تھیں،کسی ایک میں تو سوار ہو سکتی تھی لیکن وہ بس بیٹھی تھی اور آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی اور اسے احساس تک نا تھا کہ کوئی اسے بھی دیکھ رہا تھا اس نے گھر سے نکلتے ہی اس نمبر پر کال کی تھی جس سے ابا کو مسڈ کالز آ رہی تھیں اور اس کی توقع کے عین مطابق وہ کال کسی خاتون نے ریسیو کی تھی۔وہ آواز

تو نہیں پہچانتی تھی لیکن پھر بھی آواز سے وہ یہی اندازہ لگا سکی کہ وہ خاتون درمیانی عمر کی تھی۔اس سے اسے کیا فرق پڑتا تھا۔اسے تو پہلے سے اندازہ تھا کہ اسکا باپ ہمیشہ سے الٹی سیدھی حرکات میں ملوث رہا ہے۔

ہوسکتا ہے یہ بات کسی اور کے لئے اتنی نامناسب نا ہوتی یا وہ اس مردانہ فطرت سمجھ کر اگنور کردیتا لیکن نینا کو اپنے باپ کی اس عادت سے نفرت تھی۔اسے بہت اچھی طرح سے اندازہ تھا کہ اس کے ابا کو ہر تین چار سال بعد ایکسٹرا میریٹل افیئر چلانے کا خبط تھا۔سب سے بڑی ستم ظریفی یہ تھی کہ ان سب افیئرز کی کسی ناکسی طرح نینا کو خبر ہوجایا کرتی تھی اور ہر بار وہ اپنے ہی باپ کو لے کر عجیب سے تاثرات کا شکار ہوجاتی تھی۔

ہوا نہیں چل رہی تھی لیکن دھند نے خنکی کو بڑھا دیا تھا سب ہی گرم کپڑے پہنے سر منہ لپیٹے پاس سے گزرتے چلے جارہے تھے اور وہ بس لاتعلق گم سی بیٹھی تھی۔

"آپ کیا ایسے ہی ہمیشہ بس کا انتظار کرتی ہیں۔۔۔؟" وہ یکدم اس کے سامنے آگیا تھا پھر اس کے پاس بینچ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔نینا نے بناء چونکے اسے دیکھا۔

"کیسے۔۔۔؟ کیسے انتظار کرتی ہوں میں بس کا خاور صاحب۔۔۔؟" اس کے لہجے میں عجیب سا تاثر تھا جیسے نشے میں ہو۔خاور کو کچھ حیرانی ہوئی۔وہ تو توقع کررہا تھا کہ طنزیہ چبھتا ہوا کوئی جواب آئیگا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔" اس نے حیران ہوکر پوچھا تھا۔دل چاہا کہ فوراً اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دیکھے کہ کہیں اسے بخار تو نہیں۔۔مگر خدشہ تھا کہ وہ کھینچ کر تھپڑ ماردے گی سو اس نے اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھا تھا۔

"میں نے پوچھا۔کیسے انتظار کرتی ہوں میں بس کا۔۔؟" وہ اب پھر سے سامنے کی جانب دیکھنے لگی تھی۔وجود پر کوئی گرم کپڑا بھی نا تھا۔

"کیا یہ لڑکی پاگل ہے۔۔۔اگر نہیں تو پھر ضرور کوئی خلائی مخلوق ہے؟" خاور نے سوچا تھا۔اسے دیکھ کر اس کا وجدان اور سوچنے سمجھنے کی تخلیقی صلاحیتیں بہتر کام کرنے لگتے تھے۔

"ایسے جیسے کتابیں لائبریری میں پڑھنے والوں کا انتظار کرتی ہیں۔۔۔شیلف میں بند چُپ چاپ۔۔۔بناء کچھ کہے۔۔۔کسی کو مخاطب کیئے۔۔۔مگر منتظر۔۔کہ کوئی آئے،کوئی تو آئے اور۔۔۔میرا مطلب ہے۔۔" وہ جان بوجھ کر چُپ ہوگیا تھا اسکا کہا گیا اگلا جملہ اس کے سامنے بیٹھی لڑکی کو خفا بھی کرسکتا تھا جو وہ چاہتا نہیں تھا جبکہ وہ ابھی بھی ویسے ہی ٹُھس بیٹھی تھی جیسے کچھ سنا ہی نا ہو۔چند لمحے ایسے ہی خاموشی میں گزر گئے۔خاور کو اس کی خاموشی حیران کررہی تھی۔

"آپ کی طبیعت مجھے واقعی ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔۔اگر آپ برا نا منائیں تو میں پوچھ سکتا ہوں۔۔سب ٹھیک ہے نا۔۔" اب کی

بار وہ بہت سنجیدہ تھا جبکہ وہ ابھی بھی ایک لفظ نا بولی تھی۔خاور نے اسکا چہرہ دیکھا۔اس کی بڑی بڑی آنکھیں بھیگی ہوئی لگتی تھیں۔اس نے میکانکی سے انداز میں اسکا ہاتھ تھاما تھا جو انتہائی سرد تھا اور اس سے بھی زیادہ سرد اسکا رویہ۔۔۔وہ تو کسی کے غیر کے لفظ نا برداشت کرتی تھی کہ کسی بیگانے کے لمس پر بھی خاموش بیٹھی تھی۔

"تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔۔اٹھو۔۔۔آؤ میرے ساتھ۔۔" اس نے یکدم اس کے ہاتھ پر وزن ڈال کر اسے اٹھنے میں مدد دی تھی۔وہ بیہوش تو نہیں تھی اس لئے یکدم ہی اسکے سرد وجود میں جنبش پیدا ہوئی تھی۔اس نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے چھڑوانا چاہا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا ہے مجھے۔۔۔ٹھیک ہوں میں آپ کو زیادہ بے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔خاور کی جان میں جان آئی۔اس نے گھبرا کر اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اگر اتنی ہی ٹھیک ہو تو کسی دوسرے کی جان لینے کی کوشش کیوں کر رہی ہو۔۔۔ڈر گیا تھا میں۔۔" وہ چڑ کر بولا۔نینا نے رُخ موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"شرم تو نہیں آتی آپکو اس طرح فلرٹ کرتے ہوئے۔۔کیا ملتا ہے مرد کو ایسی حرکتیں کر کے۔۔" وہ کھا جانے والے انداز میں بولی تھی۔الفاظ تو سخت تھے ہی، انداز بھی ایسا تھا کہ خاور سُلگ اٹھا۔

"فلرٹ نہیں کر رہا ہوں۔۔۔اور کبھی کیا بھی نہیں ہے کسی کے ساتھ۔۔تمہارا کیا خیال ہے کہ سب مرد ویلے نکمے ہوتے ہیں۔۔انہیں کوئی مالی مجبوری نہیں ہوتی، انہیں یونیورسٹی کے تھیسز پراجیکٹس نہیں بنانے ہوتے۔۔انہیں کپڑوں لتوں کی فکر نہیں ہوتی۔۔ان کی مائیں انہیں ٹوک ٹوک کر گھر کے کام نہیں کرواتیں ان سے۔۔۔تمہارا خیال ہے کہ مرد بس فلرٹ کرنے کے لئے دنیا میں اتارے گئے ہیں۔۔۔اتار دو یہ تعصب کی عینک محترمہ۔۔۔اگر سب عورتیں ایک سی نہیں ہوتیں تو ہر مرد بھی ایک سا نہیں ہوتا۔۔۔ پتا نہیں کون سی کتابیں پڑھتی رہتی ہو جن میں مرد کا صرف ایک ہی چہرہ پڑھایا جاتا ہے۔۔۔اور پھر فرماتی ہیں شرم نہیں آتی فلرٹ کرتے ہوئے۔۔اونہہ" وہ چبا چبا کر بول رہا تھا۔نینا بالکل اسکی جانب مُڑ گئی تھی۔

"تو پھر کیوں میرا پیچھا کرتے ہیں۔۔۔جہاں میں جاتی ہوں۔۔وہیں کیوں آجاتے ہیں آپ۔۔۔ایک چھوٹی بچی کا بہانہ بنا کر کیوں کال کرتے ہیں مجھے۔۔۔یہ اچانک اتنے سارے اتفاقات آپ کی ہی زندگی میں کیوں ہونے لگے ہیں۔۔۔آپ کو کیا لگتا ہے مجھے سمجھ نہیں آتا یہ سب۔۔۔بُدھو سمجھ رکھا ہے کیا" نینا کا انداز بالکل میکانکی سا تھا۔

۔خاور چند لمحے تو کچھ بول ہی نا سکا پھر اسے دل ہی دل میں بہت سبکی محسوس ہوئی۔وہ سمجھتا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ نینا کو سمجھ میں نہیں آ رہا لیکن وہ کوئی بیوقوف سی نا سمجھ لڑکی نہیں تھی۔وہ تو سب کچھ سمجھ بوجھ رہی تھی۔اب بلاوجہ آئیں بائیں شائیں کرنے کا وقت نا رہا تھا۔

"اچھا تو پھر سچ کہہ دیتا ہوں۔۔۔لیکن خبردار اس کے بعد کوئی بک بک کی تو۔۔۔اچھا تو عرض کیا ہے کہ اچھی لگتی ہو تم مجھے۔۔۔اتنی شدید کہ ہر وقت تمہارے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔۔تم سے ملنے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا ہوں۔۔۔تمہیں دیکھ لیتا ہوں تو سکون سا آنے لگتا ہے۔۔تمہاری آواز سن کر خوشی محسوس ہوتی ہے۔۔تم سے بات کرنے کے بہانے سوچتا رہتا ہوں۔۔۔جس روز بات ہو جائے اس روز خوشی کے مارے نیند نہیں آتی۔۔اور جس روز بات نا ہو۔۔۔اس روز بے چینی کی وجہ سے جاگتا رہتا ہوں۔۔۔اور کیا کیا بتاؤں۔۔" وہ ہی بات جو اس نے بہت جوش سے شروع کی تھی مکمل ہوتے ہوتے اس کے لہجے میں ذرا نرمی اتر آئی تھی۔نینا نے گھور کر اسے دیکھا۔

"کس قدر چھچھورے ہیں۔۔۔" وہ بولنا ہی چاہتی تھی کہ خاور نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"بس۔۔۔میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ بک بک مت کرنا۔۔خاموش رہو۔۔صرف تمہیں ہی بولنے کا لائسنس نہیں ملا ہوا۔۔۔میں بھی بول سکتا ہوں"۔

"اچھا تو بولیں۔۔۔آپ ہی بول لیں پہلے۔۔۔" نینا مرعوب تو نہیں ہوئی تھی لیکن اس کے لہجے کے دبنگ انداز سے متاثر ضرور ہو گئی تھی۔خاور نے چند ثانیے اسکی آنکھوں میں دیکھا پھر گہری سانس بھر کر بولا۔

"آئی لو یو۔۔محبت کرنے لگا ہوں تم سے۔۔۔کوئی مسئلہ ہے تو بولو"۔

"محبت۔۔۔" نینا کی آنکھیں پھٹ سی گئیں۔اس کے اندر اتنی برف جمی تھی کہ محبت کی یہ تپش بھی اسے پگھلا نا سکی تھی۔

"وہ کیا ہوتی ہے۔۔۔؟" یہ سوال اس نے اپنے آپ سے کیا تھا۔خاور سوالیہ انداز میں اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

"وہ آٹھ سال کی تھی جب پہلی بار اسے اسے اپنے باپ کی رنگین فطرت کا اندازہ ہوا۔۔۔وہ بہت چھوٹی سی تھی لیکن اسکا دماغ اپنی عمر کے بچوں سے دو قدم آگے چلتا تھا۔اسے چہرے پڑھنے آتے تھے،اسے رویے سمجھ میں آتے تھے،اسکی قوتِ مشاہدہ بلا کی تیز تھی۔ان دنوں اسکول پک اینڈ ڈراپ کرنے والی وین کے ڈرائیور کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا تو اسکول کی پک اینڈ ڈراپ کاشف کو اپنے ذمے لینی پڑی۔وہ اور زری دو مختلف اسکول میں جاتی تھیں۔زری پڑھائی میں اتنی تیز نہیں تھی اسلئے اسکا ایڈمیشن نینا والے اسکول میں ہو نا سکا تھا۔اس کی ٹیچر چھٹی کے وقت بچوں کو اپنی نگرانی میں بس یا وین میں بٹھایا کرتی تھیں اور وہ بچے جنہیں ماں باپ لینے آتے تھے،ٹیچر باقاعدہ ان سے مل کر بچے ان کے حوالے کرتی تھیں۔پہلی ہی بار جب کاشف اسے پک کرنے آیا تو نینا کو ٹیچر کے رویے میں کچھ عجیب سا تاثر محسوس ہوا۔یہ کاشف نہیں تھا جو ٹیچر سے مرعوب ہوا تھا بلکہ یہ ٹیچر تھیں جو کاشف سے مرعوب ہو گئی تھیں۔

ہر روز وہ باپ کے آنے پر ٹیچر کی مسکراہٹ کو مزید پھیلتا ہوا محسوس کرتی تھی۔وہ موبائل کا دور تھا۔

"مس شہنیلا ۔۔ٹریفک کی وجہ سے بعض اوقات مجھے آنے میں دیر سویر ہو جاتی ہے ۔۔تو آپ اپنا سیل نمبر مجھے دے دیں تاکہ ایمرجنسی کی صورت میں آپ سے رابطہ کیا جا سکے" اس کو اپنی جانب دائیں کھڑا کئے اسکا باپ اس کی نوجوان ٹیچر سے اسکا سیل فون نمبر مانگ رہا تھا اور ٹیچر نے وہ نمبر دے بھی دیا تھا۔اسے آج تک یاد تھا کہ اسے یہ بات بری لگی تھی ۔کیوں بری لگی تھی ۔۔۔یہ اسے بہت عرصے تک سمجھ میں نا آیا تھا پھر ایک دن ٹیچر نے کاشف سے لفٹ مانگ لی۔

"میرے بھائی مجھے لینے نہیں آسکیں گے ۔۔آپ مجھے ڈراپ کر دیں گے" ٹیچر نے کہا اور کاشف نے بناء چوں چراں کئے اثبات میں سر ہلا دیا پھر ایک روز واپس پر ٹیچر نے ناصرف لفٹ مانگ لی بلکہ کاشف نے مینگو شیک بھی پلایا۔

"اس روز اس نے گھر آتے ہی یہ بات ماں کو بتا دی تھی ۔اس کے بعد ماں باپ کے درمیان بحث ہوئی یا کوئی لڑائی جھگڑا ہوا یہ اسے پتا نہیں چلا تھا لیکن اگلے دن شام کو اس کے ہاتھوں ایک گلاس ٹوٹ گیا تھا اور کاشف نے اسے زوردار تھپڑ مارا تھا۔

" اِدھر اُدھر دیکھنے سے فرصت ملے تو کوئی چیز تمیز سے تھامنی آئے" کاشف کی آنکھوں سے آگ اگلتی اسے صاف محسوس ہوئی تھی تب تک اسے بھول چکا تھا کہ اس نے اصل میں غلطی کی کیا ہے۔

" میں شیلف پر رکھ رہی تھی تو میرے ہاتھ سے گر گیا۔۔" وہ سخت لہجے میں بولی تھی ۔اسے باپ سے اکثر مار پڑتی رہتی تھی ۔اسے ایک آدھ تھپڑ سے فرق نہیں پڑتا تھا۔

" آنکھوں اور کانوں کا جتنا استعمال کرتی ہو۔۔اتنا ہاتھوں کا بھی کر لیا کرو تو ایسا کبھی نا ہو" کاشف اسی انداز میں بولا تھا۔

" آپ بھی ہاتھوں کا جتنا استعمال کرتے ہیں ۔اتنا دماغ کا کریں تو ایسا کبھی نا ہو" وہ خود سر تھی ،بدزبان بھی تھی لیکن اسکو ایسا بنانے والے بھی اس کے اپنے ہی تھے۔

" بہت خوب۔۔بہت اچھے۔۔۔بدتمیز۔۔ایسے بات کرتے ہیں نا باپ سے۔۔۔دیکھ رہی ہو صوفیہ اپنی چہیتی کی زبان کے جوہر۔۔یہ سکھا رہی ہو تم اس کو۔۔یہ تربیت ہے تمہاری۔۔۔زمین سے پوری طرح نکلی نہیں ہے اور زبان گز بھر کی ہے۔۔" کاشف نے اسے تین چار تھپڑ ایک ساتھ مارے تھے اور ساتھ ساتھ چلانے لگا تھا۔صوفیہ بھی کمرے سے نکل آئی۔

"کیا ہوا۔۔کیا بات ہے۔۔؟" وہ ان دونوں کے چہروں کی طرف دیکھ رہی تھی ۔وہ نہیں جانتی تھی کہ کیا ہوا لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کاشف کو روک یا ٹوک سکتی ۔نینا پٹتی رہی تھی اور روتی رہی تھی سوائے اس کے کسی کو سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ پٹائی جو گلاس ٹوٹنے پر کی گئی ،اصل میں کسی اور بات کا غصہ تھا ورنہ برتن تو اس سے اکثر ٹوٹ جایا کرتے تھے۔

" ابا کو میرے شکایت لگانے پر غصہ آ گیا۔۔لیکن وہ یہ بات امی سے چھپانا کیوں چاہتے تھے۔۔۔کیوں۔۔ایسی کیا بات تھی اس سارے معاملے میں۔۔" بہت دن تک یہ سوال اس کے دماغ سے چپکا رہا تھا۔

☆......☆......☆

" کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے آپکی ۔۔" زری نے امی کو چپ دیکھ کر سوال کیا تھا۔وہ جب سے اٹھی تھی ان کو سست سا محسوس کر رہی تھی۔

" ہاں ٹھیک ہوں۔سردی کی وجہ سے گھٹنوں میں درد ہے بس۔۔" صوفیہ یہی کہہ پائی تھی ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ذہنی طور پر بہت تھکی ہوئی تھی۔آج سارا دن وہ مختلف سوچوں میں گھری رہی تھی۔

" امی۔۔اظفر کی امی آئی ہوئی ہیں لاہور شاپنگ کے لئے۔۔۔" زری نے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔صوفیہ نے بھی ذہن میں موجود ساری سوچوں کو جھٹک ڈالا تھا۔نینا کو تو عادت تھی اناپ شناپ بکتے رہنے کی۔۔۔وہ آخر کتنی دیر اس کی وجہ سے پریشان رہتی

" اچھا۔۔انہوں نے بتایا ہی نہیں۔۔۔میں ان کو کھانے پر انوائٹ کر لیتی۔۔۔آخر کو سمدھیانہ ہے۔۔ہمارا فرض بنتا ہے انہیں گھر بلائیں۔۔" صوفیہ نے ساری توجہ زری کی جانب مرکوز کی تھی۔

" میں نے اظفر سے کہا تھا۔۔وہ کہتا ہے رہنے دو۔۔اسکی امی اتنی زیادہ سیڑھیاں بار بار نہیں چڑھ سکتیں۔۔۔ایک تو آپ لوگ سیڑھیاں مرمت بھی نہیں کرواتے۔۔۔پرانے زمانے کی بنی ہوئی ہیں۔۔اونچے اونچے سے اسٹیپ ہیں۔۔۔آنٹی (اظفر کی امی) کہتی ہیں انہیں کمر میں درد ہونے لگتا ہے ایسی سیڑھیاں چڑھ کر" زری کے چہرے پر ساس کے متعلق بات کرتے ہوئے بیچارگی اور تاسف دونوں چھلکنے لگا تھا۔

" آئے ہائے۔۔اتنی بھی کیا نازک مزاجی ہوئی۔۔۔یہ چار سیڑھیاں چڑھ کر ہی تھک جاتی ہیں۔۔۔اور وہ جو دو دو انچ کی ہیل والے سینڈل پہن کر آئی تھیں ہمارے گھر۔۔ان سے کمر میں درد نہیں ہوتا۔۔بس لوگوں کو تو نخرے کرنے کا بہانہ چاہیئے" صوفیہ کو سخت برا لگا

" نہیں امی۔۔آنٹی بالکل بھی نخرے والی خاتون نہیں ہیں۔۔۔وہ اتنی ہمبل ،اتنی ڈاؤن ٹو ارتھ قسم کی ہیں۔۔۔ہوگا کوئی مسئلہ انکا۔۔۔میں تو خود تین چار دفعہ مسلسل سیڑھیاں چڑھ اتر لوں تو ٹانگیں تھک جاتی ہیں" زری نے فوراً صفائی دی تھی۔

" ہاں بھئی تم انکی زبان نہیں بولوگی تو کون بولے گا۔۔آخر کو تمہاری ساس ہیں۔۔۔" صوفیہ کو اسکی بات بھی اچھی نا لگی تھی۔ویسے بھی زری کے اطوار سے بھی اسے چڑ ہونے لگی تھی۔اسکی منگنی کیا ہوگئی تھی ،اسے ہر وقت اظفر اور سسرال والوں کے نخرے اٹھانے سے ہی فرصت نا ملتی تھی۔ہر دو دن بعد کچھ نا کچھ پکا کر اظفر کے یہاں بھجوا دیتی تھی۔۔۔کبھی چکن بریانی۔۔کبھی کوفتے۔۔۔کبھی گاجر کا حلوہ تو کبھی کھیر۔۔۔سارا بجٹ اتھل پتھل کر دیتی وہ۔۔۔

" اچھا چھوڑیں آپ۔۔۔وہ میں آپکو بتا رہی تھی کہ آنٹی کہہ رہی تھیں کہ میں میک اپ اور شوز وغیرہ اپنی پسند سے خرید لوں۔۔۔سوئیٹرز اور کارڈیگنز وغیرہ کے لئے بھی کہہ رہی تھیں۔۔۔کہہ رہی تھیں جیولری بھی لے لو ایک ہی بار۔۔" زری نے ان کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں تو ان سے پوچھو کہ کس سے خریدنی ہے جیولری۔۔۔ہمیں بتا دیں۔۔تمہارے ابا کو بولیں گے وہ ہمیں لے چلیں گے" سوفیہ نے ہامی بھری تھی۔زری چند لمحے خاموشی سے اسکا چہرہ دیکھتی رہی پھر اس نے کھنکھارتے ہوئے حلق صاف کیا تھا۔

"امی۔۔آنٹی کہہ رہی تھیں کہ اظفر لے جائیگا مجھے۔۔یعنی صرف مجھے۔۔۔تو میں بھی اس کے لئے شاپنگ کرلوں ساتھ ہی۔۔میں نے ان کو کہہ دیا ہے کہ امی سے پوچھ کر بتاؤں گی۔۔۔آخر ہمیں بھی تو شاپنگ کرنی ہی ہے" وہ ذرا سا شرما کر بولی تھی۔صوفیہ نے گھور کر اسے دیکھا

"تمہارا مطلب ہے وہ تمہیں ساتھ لے کر جائیگا۔۔۔یعنی تم دونوں اکیلے۔۔۔؟" صوفیہ کو بڑا نامناسب لگا تھا۔

"اوہو امی۔۔دو لوگ اکیلے ہوتے ہیں کیا۔۔۔عجیب باتیں کرتی ہیں آپ۔۔۔"اس نے برا مان کر کہا تھا۔

ہمارے جیسے گھروں میں اسے ہی" اکیلا" کہا جاتا ہے بی بی۔۔۔بھلا بتاؤ کوئی بڑا بزرگ ساتھ نہیں جائیگا۔۔یہ کل کے بچے شادی کی خریداری کریں گے۔۔۔۔میری طرف سے صاف انکار ہے بھئی" صوفیہ نے صاف انکار کر دیا تھا۔

"ہاں تو کیا ہو گیا۔۔اتنی پینڈوؤں والی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔۔۔آخر اس میں برائی کیا ہے۔۔۔" زری نے ناک چڑھائی تھی

"دیکھو زری میں صاف بات کروں گی۔۔۔ایک تو یہ کہ ایسی کسی بات کی اجازت تمہارے ابا بھی نا دیں گے۔۔دوسرا ہم جس محلے میں رہتے ہیں وہاں سب ایک دوسرے کے معاملات کا بڑا دھیان رکھتے ہیں۔۔۔سارے محلے میں عجیب عجیب باتیں پھیلیں گی۔۔اچھا نہیں لگتا۔۔۔" صوفیہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ زری نے بات کاٹ دی۔

"امی پلیز جانے دیں نا۔اظفر نے اتنے مان سے کہا تھا مجھے۔۔۔میں اسکو انکار کروں گی تو وہ ہمیں کنزرویٹو سی فیملی سمجھے گا نا۔۔پلیز پلیز امی۔۔۔مان جائیں نا۔" وہ اصرار کر رہی تھی۔صوفیہ سمجھ سکتی تھی کہ زری خود بھی اظفر کے ساتھ باہر جا کر شاپنگ کرنے میں دلچسپی رکھتی ہے۔

"اچھا۔۔۔میں تمہارے ابا سے بات کروں گی" صوفیہ نے بے دلی سے بات ختم کر دی تھی

☆......☆......☆

"اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی لائٹ آف دیکھی تو اسکا پارہ مزید ہائی ہو گیا تھا۔ایسا کبھی نا ہوا تھا کہ شہرین اس کے کمرے میں آنے سے پہلے سوئی ہو۔

"کیا ان کے درمیان موجود رشتے کی بنیاد بدل رہی تھی۔کیا محبت اکتاہٹ کا شکار ہونے لگی تھی۔۔ایسا تھا تو کیوں تھا۔سمیع اسی سوچ میں گھلتا ہوا بستر پر بیٹھ گیا تھا پھر اس نے شہرین کی جانب دیکھا جو سوئی ہوئی نہیں تھی لیکن اداکاری ایسے کر رہی تھی جیسے سمیع کے لائٹ جلا دینے پر گہری نیند سے جاگی ہو۔اس نے اکتا کر لحاف سر تک تان لیا تھا۔سمیع نے اس کی اس حرکت کو ناپسندیدگی سے دیکھا اور پھر کھینچ کر لحاف اتار دیا تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔اب کیا میں اس کمرے میں اپنی مرضی سے سو بھی نہیں سکتی" وہ غرا کر بولی تھی۔سمیع نے اسکی جانب دیکھا

"نہیں ۔۔۔نہیں سو سکتی تم" وہ اطمینان سے بولا تھا۔

"کیوں ۔۔۔بتاؤ مجھے کیوں ۔۔کیوں نہیں سو سکتی میں ۔۔؟" وہ مزید غصیلے انداز میں بولی تھی ۔سمیع کو ہنسی آ گئی لیکن اس نے اسکی جانب دیکھا نہیں تھا۔

"اب چُپ کیوں ہو۔۔ بولو ۔۔۔" وہ اسے خاموش پا کر پھر چلائی ۔سمیع نے گردن موڑی تھی۔

"قسم سے بالکل بلی لگ رہی ہو۔۔۔وہ بھی موٹی تازی" وہ منہ کا پھلا کر اس کے موٹاپے کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔شہرین کا غصہ بھی یہیں تھا۔اسے بھی ہنسی آ گئی ۔

"اب ہنس کیوں رہی ہو۔۔۔موٹی بلی" اس نے ٹانگیں بیڈ پر رکھتے ہوئے خود کو گھسیٹ کر شہرین کے برابر کیا تھا۔

"دیکھا۔۔۔پھر اعتراض ۔۔۔تمہیں عادت پڑ گئی ہے سمیع ۔۔مجھے ٹوکتے رہنے کی ۔۔میری ہر بات سے انکار کرنے کی ۔۔۔"اس کے جلے بھُنے انداز نے سمیع کو مسکرانے پر مجبور کیا۔

"اتنی ناراض کیوں رہنے لگی ہو جان میری ۔۔ پہلے تو کبھی اتنے شکوے نہیں ہوئے تھے مجھ سے تمہیں" اس نے اس کے کندھے پر اپنا بازو رکھ کر اسے خود سے قریب کیا تھا۔

تم خود بھی تو کتنا بدلتے جا رہے ہو۔۔اپنے رویے پر بھی تو غور کرو" وہ منہ بنا کر بولی تھی۔

"یار میں نے کیا کہہ ڈالا تھا۔۔یہی تو کہا تھا کہ ۔۔اچھا چلو چھوڑو ۔۔میں کر دوں گا کل کال کہ فی میل ٹیوٹر ہی ہونی چاہیئے ۔۔ختم کرو اب اس قصے کو" سمیع اکتا کر بولا تھا۔

"تھینک یو سو مچ" شہرین نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"قسم سے مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میری امی ٹھیک کہتی تھیں ۔۔" سمیع کے انداز میں شرشرت تھی جو شہرین کو سمجھ بھی آ گئی تھی۔

"ہاں دنیا کے سب مردوں کو ماں کی باتیں ٹھیک اور بیوی کی باتیں غلط ہی لگتی ہیں ۔۔۔"

"دیکھا۔۔پھر جھگڑا شروع کر دیا تم نے ۔۔۔میں تو پہلے ہی سوچ رہا تھا کہ شہرین بہت جھگڑالو ہوتی جا رہی ہے ۔۔۔ایسی تھی تو نہیں میری بیوی ۔۔۔کہاں ہے وہ شگفتہ مزاج شہرین جس سے سمیع نے محبت کی تھی" وہ اسے چڑا رہا تھا۔

"یعنی اب محبت نہیں کرتے تم مجھ سے ۔۔۔اس بات کو بھی تو ایڈمٹ کر لو۔۔کہ تم بھی بدل رہے ہو" وہ شکوہ کناں انداز میں بولی تھی سمیع نے لمحہ بھر اسکی آنکھوں میں دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا تھا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا شہرین ۔۔۔کبھی بھی نہیں ۔۔۔جب تک اس وجود میں سانس رہے گا۔۔۔"اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ شہرین نے اسکی بات کاٹ دی۔

" ہاں ہاں جانتی ہوں ۔۔۔ بھٹو تیرا نام رہے گا ۔۔ بہت سن رکھے ہیں یہ نعرے میں نے" سمیع نے قہقہہ لگایا۔

" جی نہیں ۔۔۔ جب تک اس وجود میں سانس رہے گا ۔۔۔ یہ شہرین کی محبت کے حصار سے کبھی نا نکل پائیگا ۔۔ یہ سوچنا بھی مت میری جان" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ شہرین کو اتنے دنوں کے بعد اس کے منہ سے یہ سب سننا بے حد اچھا لگا۔ وہ مزید اس کے ساتھ چپک گئی تھی۔

" اچھا آئی ایم سوری نا ۔۔ پتا کیا مجھے خود سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے اب غصہ جلدی کیوں آجاتا ہے ۔۔۔ خوامخواہ میرا پارہ ہائی ہونے لگتا ہے ۔۔۔ میں چاہتی ہوں بس ایمن کے جتنے بھی معاملات میری بیماری کی وجہ سے تاخیر کا شکار رہے ہیں ۔۔ پلک جھپکتے ٹھیک ہوجائیں ۔۔۔ تو میں پرسکون ہوجاؤں گی" ۔

" سب ٹھیک ہوجائیگا شہرین ۔۔ جہاں خدا تعالیٰ نے اتنے بڑے بڑے مسائل ختم کر دئے ہیں ۔۔ وہاں یہ مسئلے بھی حل ہوجائیں ۔۔ بس تم خوش رہا کرو ۔۔۔ اس خوشی کو محسوس کیا کرو ۔۔ تم صحتمند ہوگئی ہو ۔۔ تمہارے گھر والے ۔۔ میرے گھر والے سب ہم سے خوش ہیں ۔۔۔" سمیع نے رسان سے اسے سمجھایا تھا۔ شہرین کچھ نہیں بولی تھی۔ سمیع نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا پھر جیسے اسے کچھ یاد آیا۔

" اچھا وہ کیا کہہ رہی تھی تم ۔۔۔ چھڈو جی ۔۔ مٹی پاؤ ۔۔۔ یعنی پنجابی بس یہی باتیں کرتے ہیں" وہ اسے گھور رہا تھا۔

" ہاں تو اور کیا ۔۔ تم تو بس لاہور واپس آ کر بالکل ایسے ہوگئے ہو ۔۔ ہر ضروری معاملہ بس یہی کہہ کر نبٹا لیتے ہو" وہ بھی مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

" اچھا ۔ تو تم بتادو کہ پھر ضروری معاملات کیسے نبٹائے جاتے ہیں ۔۔ ہاں ۔۔ بولو ۔۔ بتاؤ ۔۔۔" وہ اسے مسلسل گدگدا رہا تھا۔ شہرین ہنس ہنس کر دوہری ہونے لگی۔

" بس یونہی ہنستی رہا کرو شہرین ۔۔۔ اس ہنسی سے زیادہ کچھ قیمتی نہیں ہے میرے لئے ۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا جو مسلسل ہنسنے کے باعث بھیگ گئی تھیں۔

☆......☆......☆

" سوپ تو بہت اچھا بنایا ہے ۔۔۔ بالکل باہر کے سوپ کا مزا ہے ۔۔" کاشف نے سوپ کا پیالہ ختم کر کے صوفیہ کو دیتے ہوئے تعریف بھی کی تھی۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔ شوہر کی جانب سے کھانے کی تعریف اسے اکثر ملتی رہتی تھی۔

" اچھا ۔؟ چلیں شکر ہے کہ آپ کو پسند آیا ۔۔ اور ہم نے تو ایک عرصہ ہوگیا باہر کا سوپ پیا نہیں ۔۔۔ ہمیں کیا پتا ریستوران کے سوپ کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے" صوفیہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

" میرے کہنے کا مطلب تھا کہ بہت اچھا بنا ہے ۔ تمہیں بالا آخر چائینز کھانے بنانے آگئے ہیں" ۔

"ارے صاحب ایک عمر ہوگئی آپ کے گھر کا چولہا چوکا کرتے ہوئے۔۔۔بچیاں جوان ہوگئی ہیں۔۔اب بھی ہاتھ صاف نا ہوتا تو آخر کب ہونا تھا" صوفیہ متاثر نا ہوئی تھی۔

"نہیں۔۔کھانا تو تم شروع سے اچھا بنالیتی ہو۔۔۔بی بی جان اللہ بخشے تمہارے پکائے کھانوں کی ہمیشہ تعریف کرتی تھیں" کاشف کو آج بہت عرصہ بعد ماں بھی یاد آئی تھی۔

"ہاں جی۔۔اللہ کا بڑا شکر ہے کہ دیسی اسٹائل کے کھانے تو میں شروع سے اچھے پکا لیتی ہوں۔۔چائینز وغیرہ پکا پکا کر اب ان میں بھی ایکسپرٹ ہوگئی ہوں۔۔۔پھر کوئی کمی بیشی ہو تو زری انٹرنیٹ سے ریسپیز ڈھونڈ ڈھونڈ کر بتاتی رہتی ہے۔۔۔بچے جوان ہو جائیں تو مائیں ہر کام میں ہی ایکسپرٹ ہو جاتی ہیں" صوفیہ نے سادہ سے انداز میں کہا۔ایک عمر ہوتی ہے جب ایسی باتوں پر کوئی تعریف کرے تو خوشی ہوتی پھر جب روز روز ایک جیسی باتوں پر سراہا جانے لگے تو پھر ان باتوں میں کشش ختم ہونے لگتی ہے۔صوفیہ کے لئے کھانا بنانا کوئی بڑی بات نا تھی۔اسے ایسی تعریف میں کوئی دلچسپی محسوس نا ہوتی تھی۔

"اچھا تو جوان بچوں کی ماں۔۔۔یہ بتاؤ بچے کر کیا رہے ہیں۔۔ہمارے گھر میں تو ابھی سے سناٹا اتر آیا ہے۔۔زری کی شادی ہوگئی تو ہم تو بہت اداس ہو جائیں گے" صوفیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ ایسی باتیں کرنے کے عادی تو نا تھے۔

"میں تو ابھی سے سوچ سوچ کر ہولتی رہتی ہوں۔۔۔بس اللہ میری بیٹیوں کے نصیب اچھے کرے۔۔انہیں ان کے گھر کی ہر خوشی نصیب ہو۔۔ماں باپ کو بس یہ سوچ ہی پرسکون رکھتی ہے کہ ان کی اولاد جہاں بھی ہے خوش ہے۔۔۔" صوفیہ یاسیت بھرے لہجے میں بولی تھی۔کاشف نے ٹی وی کی جانب دیکھا تھا پھر ایک نظر اس پر ڈالی۔

"ماں باپ کی نیت نیک ہو تو اولاد کو ہر راہ روشن ملتی ہے۔۔۔انشاءاللہ ہماری بیٹی اپنے گھر بہت خوش رہے گی" کاشف نے گویا بات ختم کر دی تھی۔صوفیہ نے کچھ لمحے اسکی جانب دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔اسے یاد آیا تھا کہ اسے زری کے متعلق بھی اجازت لینی تھی۔

"وہ مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔۔" اس نے تمہید باندھتے ہوئے شوہر کا چہرہ دیکھا تھا۔کاشف نے استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا تو اس نے کچھ جھجھک کر ساری بات بتادی کہ اظفر زری کو شاپنگ کے لئے لے جانا چاہتا تھا۔کاشف نے سب کچھ تحمل سے سنا پھر سر ہلایا تھا۔

"اب میں کیا کہوں صوفیہ حلیمہ۔۔۔زمانہ بہت بدل گیا ہے۔۔۔بچوں کی بات نا ماننے میں بھی نقصان ہی ہوتا ہے۔۔۔اور پھر مجھے نہیں لگتا کہ اس میں کوئی حرج ہے۔۔۔لیکن۔۔۔" وہ رکا تھا۔

"نینا کو بھی زری کے ساتھ بھیجنا۔۔۔دونوں بہنیں اکٹھی ہوں گی تو کسی کو کوئی الٹی سیدھی بات کا موقع بھی نا ملے گا" وہ حتمی لہجے میں بولا تھا۔صوفیہ کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا سوائے اس کے کہ نینا کو زری کے ساتھ جانے کے لئے منائے گا کون۔۔۔بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنا اتنا آسان کب ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

"آئی لو یو۔۔محبت کرنے لگا ہوں تم سے۔۔۔" اس کے کانوں میں جیسے یہ جملہ ایک بار پھر گونجا تھا۔اس نے کروٹ بدلی۔

"اسے ہمت کیسے ہوئی مجھ سے یہ بات کرنے کی۔۔کل نظر آئے کہیں۔۔منہ توڑ دوں گی اسکا" اس نے ناگواری سے منہ بناتے ہوئے سوچا تھا۔اسی دوران امی کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ہاتھ میں سوپ کی ٹرے جس میں رکھے پیالے سے اڑتا دھواں نینا کی بھوک کو مزید بڑھا گیا۔اس نے صبح سے کچھ نا کھایا تھا۔

"یہ لو نینا۔۔بہت اچھا سوپ بنایا ہے۔۔۔تمہارے ابا تو بہت تعریف کر رہے تھے" صوفیہ نے اسے ٹرے تھمائی تھی۔وہ بھی چوں چراں کئے بناء اٹھ گئی۔

"اچھا ہے نا۔۔" صوفیہ کو چونکہ اس سے زری کے متعلق بھی بات کرنا تھی اس لئے وہ پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔اس کے استفسار پر نینا نے سر ہلایا تھا۔وہ ذہنی طور پر خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کرتی تھی۔اسے لگتا تھا اسکی ذہنی استعداد کم ہونے لگی ہے۔اسے چیزیں جلدی سمجھ میں نا آتی تھیں۔ابھی بھی ذہن میں وہ فون نمبر جو اس نے ابا کے سیل فون سے ذہن نشین کیا تھا بار بار چمک رہا تھا اور دوسری جانب خاور کا کہا گیا جملہ وقفے وقفے سے یاد آنے لگتا۔اسے یہ سب چیزیں کوئی خوشگوار تاثر نہیں دے رہی تھیں بلکہ وہ اکتا رہی تھی اور سر میں جیسے ہلکے ہلکے دھماکے ہونے لگے تھے۔

"زری تمہارے ابا نے اجازت دے دی ہے۔۔کہہ رہے تھے زمانہ بدل گیا ہے۔۔آجکل کے بچے سمجھدار ہیں۔۔اپنا اچھا برا سمجھتے ہیں۔۔اپنے بڑوں کی عزت کا پاس ہے انہیں۔۔سو تم جا سکتی ہو۔۔نینا تم بھی اس کے ساتھ چلی جانا" امی نے ابا کے کہے گئے جملوں کو دو سے ضرب دے کر بیان کیا تھا۔

"کہاں۔۔۔کہاں جانا ہے۔۔" نینا نے سوپ کا چمچ بھر کر منہ میں رکھا تھا۔

"شاپنگ کے لئے۔۔۔اظفر لے جانا چاہتا ہے۔۔۔" امی نے بس اتنا ہی کہا۔نینا نے ناگواری سے انہیں دیکھا۔

"میں خوامخواہ ساتھ جاؤں۔۔کباب میں ہڈی۔۔زری اکیلی جائے۔۔میں کیوں جاؤں" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔

"اوہو۔تمہارے ابا کہہ رہے ہیں کہ دونوں بہنیں اکٹھی چلی جائیں گی۔۔زری اکیلی جاتی ہوئی اچھی نہیں لگتی" امی نے وضاحت کی تھی۔

"اکیلی جاتی ہوئی اچھی نہیں لگے گی تو مت جائے نا۔۔۔مجھے تو درمیان میں مت گھسیٹئے" نینا اسی انداز میں بولی تھی۔اسے یہ بات قطعاً منظور نا تھی اور یہ بات صوفیہ پہلے سے جانتی تھی۔

'دیکھو نینا۔۔بہنیں ایسے موقع پر کام آیا ہی کرتی ہیں۔۔۔اب داماد کو کیسے انکار کریں ہم۔۔۔وہ زری کو اسکی پسند کی جیولری میک اپ وغیرہ دولانا چاہتا ہے۔۔۔نئی نئی رشتہ داری ہے۔۔۔انکار کریں گے تو جانے وہ کیا سمجھے۔۔۔اس لئے تمہارے باا کہہ رہے تھے کہ تم اور زری دونوں جاؤ" امی نے رسانیت سے اسے سمجھایا تھا۔

"دیکھیں امی۔۔۔اگر آپکو یہ بات اچھی نہیں لگ رہی تو آپ زری کو اسکی اجازت مت دیں۔۔۔اپنی اولاد کے لئے اچھا برا فیصلہ

کرنے کا اختیار ہے آپکو لیکن میں کسی ایرے غیرے کے ساتھ نہیں جاؤں گی" اس نے زری کا لال بھبھوکا چہرہ نوٹس میں لائے بغیر دو ٹوک جواب دیا تھا۔

"تم کوئی بات تحمل سے بھی سن لیا کرو کبھی۔۔دراصل تمہارے ابا کہہ رہے تھے۔۔۔" صوفیہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن نینا نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا۔

"امی یہ ابا کے خودغرض اقوالِ زریں مجھے نا سنایا کریں۔۔میں ذرا بھی امپریس نہیں ہوتی۔۔آپ ابا کو جا کر صاف کہہ دیں کہ ان کی اولاد کی نگرانی کرنا انکی اپنی ذمہ داری ہے۔۔میری نہیں۔۔۔میں کوئی چاچا کیدو بن کر ان کی بیٹی کی چوکیداری کروں" اسکا لہجہ پہلے سے زیادہ تلخ تھا۔صوفیہ چُپ کی چُپ رہ گئی۔

"رہنے دو صوفیہ۔۔اسے پہلے کبھی کوئی بات سمجھ میں آئی ہے جو اب آئیگی۔۔۔مت کہو اس سے کچھ۔۔۔" ان دونوں کو ہی پتا نہیں چلا تھا جب ان کی بلند آواز سن کر ابا کمرے کے دروازے میں آکر کھڑے ہو گئے تھے۔

"شکریہ۔۔نوازش۔۔۔" نینا نے بہت دھیمی آواز میں کہا تھا۔

"لہجہ دیکھو اس کا۔۔اسے تمیز ہی نہیں رہی ہے بات کرنے کی۔۔۔اس دن کے لئے تو اسے اتنا پڑھایا تھا۔۔کہ جب پڑھ لکھ جائے تو ماں باپ کو ہی ذلیل کرے۔۔۔یہ سکھاتی ہیں کتابیں۔۔۔" ابا انتہائی تلخ لہجے میں بولے تھے۔یہ شاید کوئی پانچ چھ سال بعد ہو رہا تھا کہ ابا نے براہ راست اس انداز میں نینا سے بات کی تھی۔اس نے بستر پر بیٹھے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"یہ سب میں نے کتابوں سے نہیں سیکھا۔۔آپ سے سیکھا ہے۔۔اپنے ماں باپ سے سیکھا ہے" نینا نڈر لہجے میں بولی تھی۔

"نینا چُپ کرو۔۔اس لہجے میں بات کرتا ہے کوئی اپنے باپ سے۔۔" امی نے دہل کر اسے چُپ کروانا چاہا تھا۔

"مت ٹوکو اسے صوفیہ۔۔اس نے سمجھنا ہوتا تو اب تک سمجھ چکی ہوتی لیکن یہ لا علاج ہو چکی ہے۔۔اس کو اتنا بھی احساس نہیں کہ ماں باپ نے اس کے لئے کیا کیا نہیں کیا۔۔۔پالا پوسا۔۔بڑا کیا۔۔ہر عیش و آرام دیا۔۔پڑھایا لکھایا۔۔"

"سب ہی ماں باپ کرتے ہیں۔۔یہ کوئی بڑا احسان نہیں ہے۔۔۔میرے لئے ایسا کیا خاص کر دیا آپ نے" وہ بڑبڑائی تھی۔

"یہ بس اب چار جماعتیں پڑھ گئی ہے۔۔تو اسکو حق حاصل ہے کہ ہمارے ہی سر میں جوتے مارے۔۔۔ہمیں ہی طعنے دے، ذلیل کرے۔۔حالانکہ اسے یہ عقل نہیں ہے کہ اس کو یہ سب ملا کس کے توسط سے ہے۔۔یہ سب اس کے لئے کیا کس نے ہے۔۔۔باپ کا روپیہ خرچ خرچ کر ہی اس قابل ہوئی ہو کہ باپ کو بھگو بھگو کر مار سکو۔۔آ گئی ہے آج مجھے سمجھ کہ اولاد کو فتنہ کہتے کس لئے ہیں۔۔۔کہہ دو اسکو۔۔اب پھوٹی کوڑی نہیں ہے میرے پاس اس کے لئے۔۔۔اسے بھی تو پتا چلے کہ ماں باپ نے اس کے لئے کیا کیا نہیں کیا" ابا کا بلڈ پریشر ہائی ہونے لگا تھا،صوفیہ نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھاما۔

"آپ چھوڑیں اسے۔۔۔یہ نہیں سمجھنے کی۔۔۔آئیں۔۔چلیں یہاں سے۔۔۔زری ابا کو پانی لا کر دے۔۔" صوفیہ ان کا ہاتھ تھام

کر انہیں باہر کی جانب لے جانے لگی تھی۔زری بھی فوراً پیچھے ہی نکل گئی۔نینا وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔۔۔پشیمان۔۔پریشان اور تنہا۔۔۔وہ کب بدتمیزی کرنا چاہتی تھی کسی سے۔۔لیکن وہ کیا کرتی۔۔۔اس کی رگوں میں خون نہیں تھا۔۔آگ تھی۔۔۔وہ ٹپ ٹپ آنسو بہانے لگی۔۔۔

☆......☆......☆

وہ بہت مدہوش گہری نیند میں تھی جب سیل فون کی بجتی بیپ نے اسے جگا ڈالا تھا۔اس نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے سامنے دیوار پر لگے کلاک کی جانب دیکھا۔

بارہ بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔

"اس وقت کس کا فون ہو سکتا ہے" اس نے سیل فون ہاتھ میں پکڑا کر اسکا والیوم بند کر دیا تھا کہ کہیں سمیع کی نیند نا ٹوٹ جائے۔

"میں کو نین بات کر رہی ہوں۔۔۔رانیہ کی ٹیوٹر۔۔۔آپ نے کچھ دن پہلے مجھے اپنی بچی کی ٹیوشن کے لئے کال کی تھی نا۔۔۔" دوسری جانب سے ہیلو سنتے ہی استفسار کیا گیا تھا۔شہرین نے حیرانی سے سیل کی جانب دیکھا۔اس لئے نہیں کہ یہ کال بے وقت کی گئی تھی بلکہ اس لئے کہ وہی آواز جو چند دن پہلے رعونت بھری کرختگی سے سماعتوں میں محفوظ ہو گئی تھی آج اسقدر بجھی ہوئی،افسردہ اور روئی ہوئی لگتی تھی۔

"جی جی۔۔۔میں اپنی بچی ایمن کے لئے کسی اچھی ٹیوٹر کی تلاش میں ہوں۔۔۔" اس نے جواب دیا تھا۔

"میں پڑھانے کو تیار ہوں۔۔میری فیس آٹھ ہزار ہو گی۔۔اور فیس میں ایڈوانس لیتی ہوں۔۔۔" اس نے اپنی ڈیمانڈ بتائی تھی۔ایمن چونکہ نیند میں تھی اس لئے زیادہ پر جوش انداز تو نا اپنا سکی لیکن پھر بھی اس نے یہ پیشکش قبول کر لی تھی۔

"جی مجھے منظور ہے۔۔۔آپ کل اگر شام کو ہمارے گھر آجائیں تو میں آپ کو ایمن سے ملوا دوں گی۔۔۔میں رانیہ لوگوں کے اوپر والے پورشن میں ہی رہتی ہوں" شہرین نے اسے تفصیل سے بتایا تھا لیکن اسے بڑی حیرانی ہوئی۔اس کی بات پوری سُنے بغیر ہی فون بند کر دیا گیا تھا۔

"عجیب لڑکی ہے یہ بھی۔۔" اس نے جماہی لیتے ہوئے خود کلامی کی تھی۔

"کس کی کال تھی اس ٹائم۔۔۔؟" سمیع کی آنکھ اس کی باتوں کی آواز سے کھلی تھی۔

"وہ ٹیوٹر کا انتظام ہو گیا ہے" اس نے اسے بھی بتایا اور فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ہاتھ دوبارہ بلینکٹ میں گھسا لئے۔

"یا اللہ تیرا شکر۔۔۔میری بیوی کے کندھے ایک بوجھ سے تو آزاد ہوئے" سمیع نے نیند سے بوجھل لہجے کے ساتھ سرگوشی کی تھی پھر وہ دونوں ہی ہنس دئے تھے۔انہیں اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ بات جو ابھی ان کے لئے اطمینان کا موجب نظر آرہی ہے آنے والے وقتوں میں ان کی زندگیوں میں ایک بہت بڑی تبدیلی لانے والی ہے۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "رابنزل" ابھی جاری ہے،بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"صبح بے حد بوجھل تھی۔وہ رات بھر سو نہیں سکی تھی اور جب صبح کے قریب آنکھ لگی تو کمرے کے باقی نفوس جاگ کر اپنے مالکانہ حقوق کا احساس دلانے کے لئے آموجود ہوئے۔وہ صوفے پر لیٹی لحاف میں منہ دئے بیزاری سے لیٹی رہی اور پھر جب تیار ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچی تو بھی موڈ خراب ہو گیا تھا

"یہ مینگو جوس ہے۔۔تمہیں پسند ہے نا؟"اسکی سماعتوں میں زہر سا گھل گیا تھا۔سمیع نے اسے تو کبھی اتنی محبت سے ایسے کچھ نہیں کہا تھا۔وہ چپ چاپ اپنی چائے کے سِپ بھرنے میں مگن رہی جیسے اس نے کچھ سنا ہی نا ہو سمیع نے محبت اور لاڈ بھرے انداز میں گلاس میں جوس انڈیلنا شروع کیا تھا۔

"مجھے مینگو جوس نہیں چاہیئے۔۔مجھے اورنج جوس پسند ہے"اس کے سامنے بیٹھی وہ کسی پانچ سالہ بچی کی طرح منہ لٹکا کر کہہ رہی تھی۔وہ پھر چڑ گئی۔اس کے کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔وہاں طنزمسکراہٹ چمکنے لگی تھی

"ارے میری جان۔۔میں اورنج جوس بنوا دیتا ہوں۔۔"سمیع نے اسے پچکارا

"بات سنیں۔۔آپ ذرا اماں رضیہ سے کہیں فریش اورنج جوس نکال کر دیں"س کے بعد وہیں بیٹھے آرڈر اسے دیا گیا تھا۔اسکا دل جل کر خاک ہو گیا۔

"آپ خود کہہ دیں۔۔۔مجھے دیر ہو رہی ہے"اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ کہا تھا۔سمیع نے اس کی جانب دیکھا بھی نہیں تھا کیونکہ اسکی توجہ کا مرکز کوئی اور تھا۔اس کی خاموشی سے اس کے چہرے پر خفگی بڑھنے لگی تھی۔وہ خاموش رہ کر ہمیشہ یہ جتاتا تھا کہ اسے حکم عدولی نا پسند ہے۔اس نے ہاتھ میں پکڑا سادہ سخت سلائس پلیٹ میں پھینکنے کے سے انداز میں رکھا

"اماں رضیہ اماں رضیہ۔۔۔اورنج جوس بنا دیں ذرا"اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے آواز لگائی تھی۔

"کھٹا نہیں چاہیئے۔۔۔مجھے میٹھا جوس چاہیئے"ایک اور آواز بھی ابھری تھی جس نے اس کو مزید اکتاہٹ میں مبتلا کیا تھا

"اماں رضیہ شوگر ڈال دیجئے گا ایک چمچ۔۔"سمیع نے تائید کی تھی

"اماں رضیہ زہر ڈال دیجئے گا ایک چمچ۔۔"اس نے کڑھ کر سوچا تھا۔سمیع نے اسکی جانب دیکھا تک نہیں تھا حالانکہ وہ اپنے تئیں آج دیکھنے کے قابل لگ رہی تھی مگر سمیع نے نظر تک نا ڈالی تھی اس پر اور جانے کیوں دل چاہنے لگا تھا کہ وہ اسے ایک بار ہی سہی مگر نظر بھر کر تو دیکھتا۔۔۔محبت کہاں کہاں،کس کس مقام پر انسان کو خوار کرتی ہے

"اسکول سے میں امی کی طرف چلی جاؤنگی۔۔۔کل ایمن کی چھٹی ہے۔۔۔میں امی کی طرف رہوں گی"اس نے لہجے میں حتیٰ الامکان لاتعلقی سمو کر کہا تھا۔سمیع نے ایک نظر اسکی جانب دیکھا اور پھر دوبارہ سے گلاس اور جوس میں مگن ہو گیا یعنی اسے کوئی پرواہ نہیں تھی کہ وہ کہیں بھی جائے۔

"بس آج سارا دن اس بندے کی توجہ اور نج اور منگو جوس سے آگے نہیں جانے کی۔۔۔" اس نے جل کر دل ہی دل میں خود سے کہا تھا اور پھر وہ کرسی گھسیٹ کر اٹھ گئی تھی لیکن پھر بھی اسے موہوم سی امید تھی کہ وہ اسے روک کر کہے گا کہ امی کے گھر جا رہی ہو لیکن رات مت رکنا ،جلدی واپس آجانا مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔اس کی توجہ وہیں مبذول رہی تھی جہاں تھی۔

"میں بھی آپ ساتھ جاؤں گی۔۔۔میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔۔مجھے بھی ساتھ لے کر جاؤ۔۔۔" وہ ٹیبل سے ہٹ ہی رہی تھی جب اسے پکار کر کہا گیا۔اس کے سب حواس الرٹ ہو گئے تھے۔

"نہیں۔۔میں تو اسکول جا رہی ہوں۔۔۔میں آپکو کیسے لے جا سکتی ہوں" اس نے صاف ہی انکار کر دیا تھا۔

"نہیں۔۔مجھے بھی ساتھ جانا ہے۔۔جب آپ گھر نہیں ہوتیں تو میں آپکو بہت مس کرتی ہوں۔۔میں بھی ساتھ جاؤں گی۔۔۔ساتھ جاؤنگی میں" اس نے پہلے ضدی لہجے میں اور پھر جتا کر کہا تھا۔اس نے اسے گھور کر دیکھا پھر ناک چڑھا کر بولی۔

"نہیں۔۔۔آپ گھر رہیں گی۔۔۔آپ بہت تنگ کرتی ہیں مجھے۔۔۔آپ کی وجہ سے انسلٹ ہوتی ہے میری اور۔۔۔" اسکی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ سمیع نے رُخ موڑ کر اسے دیکھا۔گزشتہ ایک گھنٹے میں یہ پہلی بار ہوا تھا کہ سمیع نے اسکی جانب نظر ڈالی تھی اور پھر بھی اس میں اپنائیت نہیں تھی۔

"یہ مجھے ڈانٹ رہی ہیں۔۔۔" اس کی شکایت بھی ساتھ ہی درج ہو گئی تھی۔

"سمیع کی چہیتی ناہو تو۔۔۔میں ڈانٹ تو نہیں رہی۔۔میں تو سچ ہی بول رہی ہوں"۔

"سب کو پتا ہے کونین کہ آپ سچ بول رہی ہیں لیکن بولنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ آپ کس کے ساتھ بول رہی ہیں۔۔۔ایک معصوم انسان کے ساتھ بات کرنے کا یہ کوئی درست طریقہ نہیں ہے" سمیع کا لہجہ انتہائی سرد تھا۔وہ کچھ نہیں بولی۔اس کے دل میں خفگی بڑھ گئی تھی مگر اس نے خاموش رہنا بہتر سمجھا تھا جو اسکی عادت کے برخلاف تھا۔ایک سال میں اس نے اپنی اس عادت پر تو قابو پا ہی لیا تھا۔اب وہ برملا جو منہ میں آئے کہہ دینے کی عادی نا رہی تھی۔سمیع کی رفاقت میں گزرنے والا ایک سال اسے اس حد تک بدل دے گا،یہ تو سوچا تک نا تھا اس نے زندگی ویسی تو رہی نا تھی جیسی ہوا کرتی تھی۔۔۔وہ یہاں تک کتنے لوگوں کو ناراض کر کے پہنچی تھی،کتنے دل توڑے تھے،کتنی ناراضیاں مول لی تھیں۔یہی وجہ تھی کہ اب جبکہ سب کچھ بدل گیا تھا لیکن ایک بات ابھی بھی ویسی ہی تھی۔۔کونین کاشف نثار پہلے اپنی زندگی سے ناخوش تھی اور اب بے حد ناخوش۔۔۔



"ایسے تو ایسے ہی سہی۔۔۔جس کا جو دل چاہے کرے۔۔لیکن اب میں بھی وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا" اس نے سیل فون ایک سمت میں رکھ کر کڑھتے ہوئے بڑبڑا کر خود سے کہا تھا۔امی اور ابا کے کمرے سے نکل جانے کے بعد زری بھی ان کے پیچھے چل دی تھی ۔امی کے بڑبڑانے کی آوازیں وقفے وقفے سے اسکی سماعتوں کو بے چین کر رہی تھیں۔اسے غصہ تو آہی رہا تھا ساتھ ہی آنکھوں سے

آنسو بھی بہہ رہے تھے۔سر میں درد کے ساتھ دھمک بھی ہونے لگی تھی۔اسے لگ رہا تھا اسکا بلڈ پریشر یکدم آسمان کو چھونے لگا ہے۔دوسری جانب امی بھی مسلسل اسے کوسنے میں مگن تھیں

"اسی دن کے لئے بڑا کیا تھا انہیں۔۔بس اب تو پڑھ لکھ گئی ہے ہمیں جوتے مارنے کے لئے۔۔۔یہی سکھایا ہے تعلیم نے۔۔۔" امی کے چھوٹے چھوٹے بے ترتیب جملے اس کے دل میں دبے اشتعال کو بڑھا رہے تھے۔

"مت کرتے بڑا۔۔میں نے درخواست دی تھی کیا کہ مجھے پیدا کرو۔۔دنیا میں لاؤ" وہ چُپ نہیں رہ سکتی تھی بالخصوص امی کے طعنے تو اس کے لئے پٹرول کا کام کرتے تھے۔وہ آگ کی طرح بھڑکنے لگتی تھی۔یہ اب سے نہیں ہو رہا تھا، بچپن سے ہی ایسا تھا۔امی کبھی اس کے موقف کو نہیں سمجھتی تھیں، کبھی اسکی بات کا یقین نہیں کرتی تھیں اور کبھی اسکی حمایت بھی نہیں کرتیں تھیں۔وہ اپنے گھر والوں کے درمیاں میں بھی تنہا تھی، اکیلی تھی۔اس نے بستر پر گر کر لحاف سر تک چڑھا لیا تھا لیکن امی کی آوازیں بخوبی سماعتوں تک پہنچ رہی تھیں

"یہ ہونہار اولاد ہے میری جسے بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے۔۔ارے الفاظ منہ سے نکالنے سے پہلے سوچ لیتا ہے انسان کہ آپ کے الفاظ کسی کے لئے کتنے بھاری ہو سکتے ہیں۔۔۔یہ تو بس جو منہ میں آئیگا بول دیں گی۔یہ سوچے سمجھے بناء کہ باپ بوڑھا ہو چکا ہے اور دل کا مریض بھی ہے۔۔۔ارے باپ کو کچھ ہو گیا تو کون آئیگا سہارا دینے۔۔کوئی نہیں۔۔نوچ کھائیگی دنیا۔۔یہی سوچ کر احساس کر لیتی ہے اولاد ماں باپ کا لیکن میں تو ایسی بد قسمت ہوں کہ اولاد ہی باٹیاں نوچتی رہتی ہے میری۔۔۔یہی دیکھنے سننے کے لئے پالا پوسا تھا ہم نے۔۔" امی کی آواز مسلسل آ رہی تھی

"مجھے زہر دے دیں امی۔۔سارے مسئلوں کی جڑ میں ہی تو ہوں۔۔آپ کی بوٹیاں اور ابا کا دل میں نے ہی تو نوچ رکھا ہے۔۔گلا دبا کر مار دیں مجھے اور سکھ کا سانس لیں۔۔۔نا رہے گا بانس نا بجے گی بانسری۔۔" وہ بھی کمرے میں بیڈ پر آڑی ترچھی لیٹی چلا کر بول رہی تھی۔

"نینا۔۔کتنی سیلفش ہو تم۔۔تمہیں ذرا احساس نہیں ہے نا کہ تم اپنے ہی ماں باپ کا کتنا دل دُکھاتی ہو۔۔کتنا ہرٹ کرتی ہو انہیں۔۔" زری کی آواز بالکل قریب سے آئی تھی۔نینا نے لحاف سر سے نیچے کر کے اسے دیکھا تھا

"تمہاری کسر رہ گئی تھی۔۔تم بھی حسرتیں نکال لو دل کی۔۔۔مجھے بُرا بھلا کہہ کر تمہارے امی ابا کو جو سکون ملتا ہے، تم کہیں اس سے محروم نا رہ جاؤ۔۔شروع ہو جاؤ شاباش" وہ غرا کر بولی اور دوبارہ لحاف منہ تک چڑھا لیا

"مجھے تمہارے منہ لگنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔۔۔تم لاعلاج ہو چکی ہو نینا۔۔جس پر ماں باپ کی محبت کا اثر نا کرے، اس پر بہن کی محبت خاک اثر کرے گی" زری نے بھی دوبدو جواب دیا تھا۔یہ سارا معاملہ چونکہ اس کی وجہ سے شروع ہوا تھا اس لئے اسے ہتک بھی زیادہ محسوس ہو رہی تھی

"یہی مسئلہ ہے نا کہ تم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتی۔۔۔او کے نہیں جانا میرے ساتھ مت جاؤ۔۔امی سے کہہ دیا ہے میں نے کہ

کوئی ضرورت نہیں نینا کی منتیں کرنے کی۔۔۔میں چلی جاؤنگی اظفر کے ساتھ اکیلی۔۔۔لیکن تم اب اس خوش فہمی سے نکل آؤ کہ تمہارے بغیر اس گھر کے معاملات بخوبی نبٹائے نہیں جاسکتے" وہ سکون سے اطلاع دے کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی تھی

"میری طرف سے تم جہنم میں جاؤ۔۔۔تم بھی اور تمہارا اظفر بھی۔۔۔میری جوتی کو بھی پرواہ نہیں" نینا نے اتنا ہی کہا تھا کہ زری نے اسکی بات کاٹ دی

"اب کی ہے نا اصل بات۔۔یہیں سے تمہاری جلن سمجھ میں آجاتی ہے نینا۔۔۔تمہیں غصہ دراصل اس بات کا ہے کہ اظفر مجھے شاپنگ کروانے کیوں لے جارہا ہے۔۔اور میرا اتنی اچھی جگہ رشتہ کیوں ہوگیا۔۔۔جبکہ تم نے ہر ممکن کوشش کی کہ ایسا نا ہوسکے۔۔۔بلکہ تم اب بھی یہی کررہی ہو۔۔۔ہر وہ کام جو میرے اور اظفر کے رشتے میں رکاوٹیں پیدا کرے کیونکہ اصل میں تم اس بات سے جلتی ہو کہ اظفر مجھ سے محبت کرتا ہے۔۔۔بلکہ تمہیں تو اس بات سے بھی جلن ہوتی ہے کہ امی ابا مجھ سے تمہاری نسبت زیادہ پیار کرتے ہیں۔۔۔تم بہت خودغرض ہو نینا۔۔۔بے حد خودغرض۔۔۔لیکن ایک بات یاد رکھنا۔۔۔محبتیں کمائی جاتی ہیں۔۔چھینی نہیں جاتیں۔۔۔تمہیں اسی لئے آج تک کسی سے محبت نہیں ملی کہ تمہارے دل میں خودغرضی کا کھوٹ ہے۔۔۔کوئی تم سے محبت کرے بھی تو کیسے" زری چبا چبا کر بول رہی تھی۔نینا نے ساری بات کو تحمل سے سنا اور وہ جواب دینا بھی چاہتی تھی لیکن اسکو بے تحاشا رونا آنے لگا تھا۔امی ابا کے بعد اب زری بھی اس سے جھگڑنے لگی تھی جو کہ پہلے نہیں ہوا تھا۔زری کو اظفر کی محبت کیا ملی تھی وہ بدل گئی تھی۔

"لعنت ایسی محبت پر۔۔" نینا گیلی آنکھوں کو پونچھتے ہوئے بے آواز کڑھ رہی تھی۔ابا کے طعنے ہی کم نہیں تھے کہ اب زری بھی میدان میں اتر آئی تھی



وہ بس اسٹاپ پہنچ کر اپنے مخصوص بینچ پر بیٹھ گئی تھی۔اسے اپنی نئی ٹیوشن پر پہنچنا تھا۔رات گھر میں جو کچھ بھی ہوا تھا،اس سے موڈ کافی بگڑا ہوا تھا لیکن زیادہ افسوس اسے اس بات پر ہوا جب اس نے زری کو صبح ہی صبح اپنے کپڑے اور میچنگ جیولری منتخب کرتے دیکھا۔وہ یقیناً اس سارے قضیے میں سب سے زیادہ خوش تھی کیونکہ اس ساری گرما گرمی کا فائدہ بھی اسی کو ہوا تھا۔نینا اگر اس کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی تو وہ بھی تو اکیلے جانے میں ہی خوش تھی۔اسی لئے صبح ہی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔بالوں میں انڈہ اور مہندی لگا کر ایسے بیٹھ گئی تھی جیسے شاپنگ کے لئے نہیں کسی منگنی یا شادی کی تقریب میں جانے کا ارادہ ہو۔نینا کو سب سے زیادہ دُکھ بھی اسی کے رویے سے ہوا تھا اور کہیں نا کہیں وہ شرمندہ بھی ہو رہی تھی۔امی نے ساتھ چلنے کو ہی تو کہا تھا۔

"کیا بگڑ جاتا میرا اگر گھنٹہ دو گھنٹہ۔۔اس کے ساتھ چلی جاتی" اب بس اسٹاپ پر بیٹھے اسکا دل اسکو ملامت کرنے لگا تھا

"اچھا۔خوامخواہ چلی جاتی۔۔۔میں کیوں جاؤں کسی ایسے غیرے کے ساتھ۔۔۔زری کا منگیتر ہے۔۔میرا تو نہیں۔۔۔میں کیوں جاؤں۔۔۔اور میں نے کچھ غلط بھی نہیں کہا تھا۔امی کو نہیں پسند یہ سب باتیں۔۔تو امی زری کو اجازت نا دیں۔۔۔میں تو بس یہی ایک مناسب

سا مشورہ دیا تھا" ملامت کا سلسلہ زیادہ دراز نہیں تھا۔ایک لمحے پچھتانے کے بعد وہ پھر سے خود کو ہی حق بجانب قرار دینے لگی تھی" اچھا۔۔پھر بھی مجھے امی کو آرام سے کہہ دینا چاہیئے تھا نا کہ میں ساتھ نہیں جا سکتی۔۔۔وہ اظفر تو مجھے ویسے بھی قابل بھروسہ نہیں لگتا۔۔۔اتنا بھڑکنے کیوں لگتیں ہوں میں"لعنت ملامت کی دوسری قسط بھی فوراً شروع ہوگئی تھی

"میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔مجھے ابا کی باتیں غصہ دلا دیتی ہیں۔۔وہ اگر درمیان میں نا بولتے تو سب کچھ ٹھیک ہوسکتا تھا۔۔۔میں طعنے شعنے دینے کے بعد چلی ہی جاتی زری کے ساتھ۔۔بس اتنا تھا کہ وہ مجھے خود سے ایک دو بار اصرار کر لیتی۔۔میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔سب قصور ابا کا ہے۔۔۔وہ اگر میرے معاملات میں نا بولیں تو میں کبھی ایسے نا بھڑکوں" وہ خود ہی گندم،خود ہی چنا بنی بیٹھی تھی۔پہلے خود کو الزام دیتی تھی پھر خود ہی وضاحت کرنے لگتی تھی۔آج اچھی خوشگوار دھوپ نکلی ہوئی تھی۔صبح ہی صبح اردگرد کافی رونق تھی۔یہی سب باتیں سوچتے اسکا دھیان سامنے سگنل کی جانب مبذول ہوگیا تھا۔گاڑیاں تیزی سے آنے جانے میں مگن تھیں پھر سگنل سُرخ ہوگیا تھا۔تب ہی ایک دو گاڑیوں کے پیچھے اس نے ابا کی سوزوکی کو اشارے پر رکتے دیکھا۔جانے ابا کی نگاہ اس پر پڑی بھی تھی یا نہیں لیکن اسے لگا انہوں نے اسے دیکھا اور پھر دیکھ کر منہ موڑ لیا

"اونہہ۔۔۔میں کونسا آپ سے لفٹ مانگ رہی ہوں" اس نے جل کر خود کلامی کی تھی اور پھر تب ہی وہ ٹھٹھک سی گئی۔ابا گاڑی میں اکیلے نہیں تھے۔ان کے ساتھ وہی سنہرے بالوں والی درزن آنٹی بھی بیٹھی تھیں اور آج بھی انکا حلیہ دور سے دیکھنے سے بھی کسی غریب دکھیاری عورت کا نہیں لگ رہا تھا۔انکا سر بھی ڈھکا ہوا نہیں تھا اور چہرے پر میک اپ کے اثرات بھی صاف نظر آرہے تھے۔

وہ اور ابا صبح ہی صبح ایک ساتھ اسکا ہوش اڑا دینے کو کافی تھی۔اسکا بی پی ایک دم ہائی ہونے لگا۔ابا کتنے اطمینان سے بیٹھے تھے۔انہیں کوئی پشیمانی نہیں تھا۔وہ کتنے دھڑلے سے ایک غیر عورت کو گاڑی میں بٹھا کر لے جارہے تھے جبکہ انکی سگی اولاد بس اسٹاپ پر خوار ہونے کو بیٹھی تھی۔اسے بے حد غصہ آنے لگا۔سگنل کھل گیا تھا،گاڑی آگے بڑھ گئی۔وہ کھولتے ہوئے خون کے ساتھ وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔ابا سے محبت تو کبھی نہیں رہی تھی اسے لیکن اب تو اسے ان سے گھن آنے لگی تھی۔کس قسم کے انسان تھے وہ۔۔۔ان کو یہ احساس تک نا تھا کہ وہ جوان بیٹیوں کے باپ تھے۔

"آپ کو تو قیامت کا دن ہی سدھار سکتا ہے ابا۔۔۔انسانوں کے بس سے تو باہر کی چیز ہیں آپ" اس نے جل کر سوچا تھا

☆......☆......☆

"یہ ایمن ہے۔۔میری بیٹی" اس تیس بتیس سال کی عورت نے اپنا تعارف کروائے بناء اپنی بیٹی کا تعارف کروایا تھا اور نینا جانتی تو تھی کہ یہ رانیہ کی رشتہ دار خاتون ہیں لیکن اسے انہیں دیکھ کر دھچکا سا لگا تھا۔وہ بہت ہی کم لوگوں کو ان کے لباس اور ظاہری حلیے کی بنیاد پر جج کرتی تھی لیکن رانیہ کی امی نے اپنی ان رشتہ دار خاتون کے متعلق بتاتے ہوئے ان کے حسن میں تعریفوں کے وہ قلابے ملائے تھے کہ نینا انہیں دیکھ کر بڑی حیران ہوئی۔اس کی توقع کے مطابق تو وہ ایک بہت ہی حسین و جمیل خاتون سے ملنے والی تھی جس کی خوش ذوقی و خوش

لباسی اسکی آنکھیں چندھیا دیتی لیکن اس کے سامنے جو بھدا سا سراپا لئے خاتون بیٹھی تھی وہ تو کسی زاویے سے خوبصورت نہیں تھی۔میلی میلی سی زرد رنگت، اور ویسی ہی زرد زرد آنکھیں اور پھر موٹاپا۔۔۔شاید اسی لئے تن پر پہنا لباس بھی ملگجا سا دِکھتا تھا

"رانیہ کی امی کی ڈکشنری میں "حسین و جمیل خاتون" لفظ کا معنی کچھ "ایسا" ہے" اس نے اس عورت کو دیکھ لینے کے بعد دل میں سوچا تھا۔

"میری وجہ سے میری بیٹی بہت اگنور ہوتی رہی ہے۔۔۔فی الوقت میرا بنیادی مسئلہ اسکا کسی اچھے اسکول میں ایڈمیشن ہے۔۔میں چاہتی ہوں آپ اسے اس طرح سے پڑھائیں کہ اسٹڈیز میں اسکا انٹرسٹ ڈیویلپ ہو جائے کیونکہ یہ ذہین تو بہت ہے لیکن اسکی توجہ پڑھائی کی طرف ہے ہی نہیں۔۔۔اسے بنیادی چیزیں آتی ہیں لیکن جب بھی اسکول کا ٹیسٹ یا انٹرویو ہوا ہے۔۔۔۔اس کی پرفارمینس بہت ہی خراب رہی ہے۔۔بعض اوقات تو ایسا لگتا ہے ایمن جان بوجھ کر یہ سب کر رہی ہے۔۔۔کوئی کہتا ہے یہ آٹسٹک ہے اور کوئی کہتا ہے اسے اے ڈی ایچ ڈی ٹائپ کچھ مسئلہ ہے" وہ نینا کے سامنے ایسے بات کر رہی تھی جیسے بیٹی کی پڑھائی کی بجائے اس کے رشتے کے متعلق بات کر رہی ہو۔۔چہرے سے ہی پریشانی ہویدا تھی۔نینا کو اس کی اتنی لمبی تمہید میں صرف یہ بات سمجھ میں آئی تھی کہ وہ سمجھ رہی تھیں انکی بیٹی جان بوجھ کر پڑھتی نہیں ہے۔اس قسم کی باتیں تو ہر وہ ماں کرتی تھیں جن کی اولادوں کو وہ ٹیوشن دینے جاتی تھی۔

"میں اپنی بچی کے لئے بے حد پریشان ہوں" نینا کے سامنے بیٹھی خاتون کو نینا کے چہرے پر پھیلی عدم توجہی سے کوئی غرض نہیں تھی۔وہ بس اپنے مسئلے گنوانے میں مگن تھی

"سب ہی اپنی اپنی بچیوں کے لئے پریشان ہیں۔۔ایک میرے امی ابا ہی پریشانی پروف ہیں بس" نینا نے چڑ کر سوچا تھا۔رات والے واقعہ کے بعد سے گھر میں سب ہی اس سے ناراض تھے اور اس نے خود بھی سب کے ساتھ منہ پھلا لیا تھا۔ابا سے تو خیر اسکی کبھی پہلے بھی نا بنی تھی لیکن اس طرح سے دو بدو بہت عرصہ بعد بحث ہوئی تھی۔ابا کا دیا گیا ایک طعنہ اس کے اعصاب کو اب تک جھنجھنا رہا تھا اور اب جو ابا صبح ہی صبح درزن آنٹی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھے نظر آ گئے تھے تو اس کا دل مزید جل گیا تھا

"میں آپ کے ٹکڑوں پر پل رہی ہوں۔۔اب آپکو اس بات پر بھی اعتراض ہے۔۔جبکہ خود دوسروں کی بہن بیٹیوں کے ساتھ گھوم پھر رہے ہیں اس بات پر کبھی شرم نہیں آتی آپ کو۔۔۔اور میں خود تو چھلانگ لگا کر دنیا میں آئی نہیں تھی۔۔آپ لوگ لائے تھے مجھے۔۔اولاد ہوں آپکی۔مجھے پالنا فرض ہے آپکا۔۔لیکن کاش میں آپکی اولاد نا ہوتی۔۔۔یا کاش پیدا ہوتے ہی مر گئی ہوتی۔کم از کم یہ دن تو نا دیکھنے پڑتے" اس نے سوچا تھا۔دماغ کی حالت اتنی ابتر تھی کہ کسی کے گھر میں بیٹھ کر بھی اپنی سوچوں میں گم تھی اور آنکھیں تھیں کہ بھیگتی جاتی تھیں۔اسکا بس نہیں چلتا تھا کہ اکتاہٹ و بیزاری کے مارے ساری دنیا کو ہی آگ لگا دیتی۔

"کاش سلیم میں بھی تمہاری طرح بہادر ہوتی اور موت کو بہادری سے گلے لگا لیتی۔۔۔۔میں تو خودکشی بھی نہیں کر سکتی۔۔۔مجھے پتا ہے جس روز میں نے زہر پینے کا سوچا، اس روز زہر نے بھی مٹھائی بن جانا ہے" اس نے جل کر سوچا تھا

"میں نے رانیہ کے منہ سے آپکی بہت تعریف سنی ہے۔۔بھابھی بھی بہت تعریف کرتی ہیں آپکی۔۔۔مجھے امید ہے۔۔۔" اسے یکدم ہی احساس ہوا تھا کہ اسکی آنکھوں میں موجود پانی گالوں پر پھسلنے ہی والا ہے۔۔اس نے خود کو سنبھال کر اپنی سوچوں کو دماغ سے جھٹکنا چاہا تھا تو ساتھ ہی سماعتوں نے اس خاتون کے الفاظ کو سمجھنا شروع کیا۔وہ بیچاری سمجھ رہی تھی کہ نینا اسکی باتیں بہت دھیان سے سن رہی ہے۔

"ایمن کہاں ہے۔۔۔" اس نے ذرا سنبھلتے ہوئے سوال کیا تھا۔وہ کچھ حیران ہوئی کہ ایمن تو اس کے بالکل اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ جواب دیتی اسکے چہرے کے تاثرات سے ہی نینا سمجھ گئی کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے

"میرا مطلب تھا۔کہاں۔۔ایڈمیشن کروانا ہے۔۔۔کس اسکول میں۔۔۔کچھ تو سوچا ہوگا نا آپ نے؟" وہ فوراً ہی بات بنا کر بولی تھی

"جی جی۔۔۔ہماری پہلی ترجیح تو لاہور گرامر ہے مگر وہاں کے ایڈمیشن اب تو بند ہو چکے ہیں اور نیکسٹ ائیر وہ اسے ایل کے جی میں لیں گے بھی نہیں۔۔۔اس لئے اس پر بہت محنت کی ضرورت ہے۔۔۔تب ہی تو میں کسی بہت اچھی ٹیوٹر کی تلاش میں تھی۔۔شکر ہے کہ آپ اسے پڑھانے کے لئے رضامند ہو گئیں" وہ مشکور ہوئی جا رہی تھی۔اس مقام پر نینا کو چاہیئے تھا کہ وہ کچھ فارمل جملے بولتی۔اسے تسلی دیتی کہ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔۔۔وہ اس کی بیٹی کو دو دن میں لائق فائق بنا دے گی لیکن نینا کچھ نہیں بولی تھی بلکہ وہ ایمن کو دیکھنے لگی تھی۔وہ دیکھنے میں گول مٹول سی صحتمند سی بچی تھی لیکن اسکی آنکھیں تھیں جو بجھی بجھی سی لگتی تھیں۔۔۔کیوں۔۔۔

"یہاں آئیں میرے پاس۔۔۔" اس نے ایمن کو مخاطب کیا تھا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نا تھی

"ایمن جاؤ۔۔۔ٹیچر کی بات سنو۔" اسکی ماں نے پچکارا تھا

"شہرین۔۔۔شہرین۔کہاں ہو یار۔۔۔" اس سے پہلے کہ ان تینوں کے درمیان کوئی مزید بات ہوتی۔کسی نے کسی کو پکارا تھا

"ایکسکیوزمی۔۔میرے ہزبینڈ بلا رہے ہیں۔۔" وہ خاتون اپنی جگہ سے اٹھی تھیں اور تب نینا نے جانا تھا کہ اسکا نام شہرین ہے

"یار ناشتہ تو کر لیا کرو میرے ساتھ۔۔۔صبح صبح تمہارا چہرہ نظر نا آئے تو سارا دن بیکار گزرتا ہے۔۔۔اس لئے خدارا میری مصیبت کو سمجھا کرو۔۔۔کیوں مجھ غریب کا نقصان کرواتی ہو" وہ جو کوئی بھی تھا، بے حد منہ پھٹ تھا۔

"ایسے تو ضرور ہی پڑھ لے گی یہ چھوٹی سی بچی جب اماں ابا اتنے لاپرواہ اور چھچھورے ہوں گے" نینا کو بہت برا لگا۔یہ اسکا مسئلہ نہیں تھا لیکن اسکا مزاج ایسا تھا کہ جب خود بددلی کا شکار ہے تو قریب سے گزرتی ہوا بھی بری لگتی تھی۔اسے اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہوا کہ اس نے اس ٹیوشن کی حامی کیوں بھری اور پھر ساتھ ہی اسے یاد آیا کہ ابا نے اسے روپوں کا طعنہ دیا ہے۔ڈگری ہاتھ میں آجانے تک وہ ایسی ٹیوشنز کی محتاج تھی۔

"یہاں آئیں۔میرے پاس" اس نے اس بُجھی بُجھی آنکھوں والی بچی کو ایک بار پھر مخاطب کیا تھا

☆......☆......☆

"معجزہ" اس کی سیل فون کی اسکرین پر یہ نام چمکا تھا۔وہ آفس جانے کی تیاری کر رہا تھا۔آجکل وہ آفس لیٹ جانے لگا تھا کیونکہ اسے گھنٹہ بھر بس اسٹاپ پر کھڑے رہنے کی بری بیماری لاحق ہوگئی تھی۔اس نے بے دھیانی سے فون جو چارجنگ کے لئے لگا رکھا تھا کی جانب دیکھا پھر وہ ٹھٹک سا گیا تھا۔یہ نمبر نینا کا تھا اور چند دن پہلے ہی خاور نے اسے "معجزہ" کے نام سے محفوظ کیا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ جس روز وہ اسے خود کال کرے گی یہ معجزہ ہی ہوگا۔اس نے لپک کر فون چارجر سے علیحدہ کیا اور کمرے کے دروازے سے جھانک کر دیکھا کہ کوئی آس پاس تو نہیں پھر اس نے سوچا اسے کال ریسیو کرتے ہی کیا کہنا ہے۔

زہے نصیب۔۔۔ہماری یاد کیسے آگئی" اس نے سوچا وہ ایسے کہے گا پھر اسے خود ہی یہ جملہ پسند نا آیا۔

"وہ تو پہلے ہی تجھے چھچھورا کہتی ہے خاور" اس نے سر کھجا کر خود کو سمجھایا تھا۔

"وہ آئیں گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے" اس نے پھر اس شعر سے بات کی ابتدا کرنے کا سوچا اور پھر منہ بنایا

"اس نے منہ پر ہی بے عزتی کر دینی ہے بیٹا۔۔۔اس لئے بہتر ہے صرف "ہیلو" پر اکتفاء کرو" اس نے خود کو سمجھاتے ہوئے سیل فون کان سے لگایا تھا۔

"اس بات پر زیادہ حیران تو نہیں ہو رہے نا کہ صبح ہی صبح میں نے کیسے کال کر لی؟" دوسری جانب وہ ہیلو کئے بناء ہی بولی تھی۔مسکراہٹ خاور کے چہرے پر پھیلی۔

"نا صرف حیران ہو گیا ہوں بلکہ اس امر کو معجزہ بھی قرار دے رہا ہوں کہ آج قسمت کیسے کھل گئی میری" وہ کہے بناء رہ نا پایا تھا

"میں آپکو بتانا چاہ رہی تھی کہ آج وقت ضائع کرنے بس اسٹاپ پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میں آپکو وہاں نہیں ملوں گی" وہ بہت ہی سنجیدہ سے لہجے میں بولی تھی جبکہ خاور نے قہقہہ لگایا

"یعنی آپکو یقین آگیا کہ میں آپکی خاطر بس اسٹاپ پر جاتا ہوں"

"آثار تو یہی کہتے ہیں۔۔۔اسی لئے سوچا کہ آپکو انفارم کر دوں آج سیدھا آفس چلے جائیے۔۔۔کبھی کبھی آفس کی ذمہ داریاں بھی پوری کر لیا کریں" نینا کی آواز میں سادگی سی تھی۔خاور کو پھر بھی اچھا لگا

"مہربانی آپ کی۔۔۔بڑا وقت بچایا آپ نے میرا۔۔۔لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آج آپ گھر پر کیوں ہیں۔۔۔طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" وہ شرارتی سے لہجے میں پوچھ رہا تھا

"خاور صاحب یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ" وجہ "طبیعت کی خرابی کی بجائے دماغ کا خلل ہو" وہ استفسار کر رہی تھی۔

"یعنی میں فرض کر لوں کہ آپ کے گھر ہونے کی وجہ "عشق" ہے" خاور نے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے سابقہ لہجے میں کہا تھا جب وہ اتنی بے تکلف ہو رہی تھی تو وہ کیوں نا شوخی پر اترتا۔ایک لمحے کے لئے وہ کچھ نہیں بولی پھر بولی تو خاور کو اچھا نا لگا

"آپ کی اماں نے بہت آزادی نہیں دے دی آپکو۔۔۔ورنہ ان کے سامنے تو آواز نہیں نکلتی آپکی" وہ طعنہ دے رہی تھی۔خاور ذرا چپ ہوا۔

" اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔۔اماں ذرا زبان کی تیز ہیں لیکن اسکا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ ہر وقت تلوار لے کر اپنی اولاد کے عقب میں کھڑی رہتی ہیں۔۔دل کی بہت اچھی ہیں میری اماں" وہ وضاحت کر رہا تھا اور اب کی بار وہ ہنس دی

" چلیں اللہ آپ کے اس بھرم کو قائم رکھے۔۔لیکن ایک بات ضرور کہوں گی۔۔جن کے دل اچھے ہوتے ہیں ان کی زبان کبھی کڑوی نہیں ہوتی۔۔۔میری مثال ہی لے لیجئے۔۔ناصرف زبان کی کڑوی ہوں بلکہ دل کی بھی کڑوی ہوں" وہ بہت فرصت میں تھی جبکہ خاور آج عجلت میں تھا لیکن پھر بھی اس سے بات کرنا اچھا لگ رہا تھا

" کونین کڑوی نا ہو۔۔یہ ناممکن ہے،،کونین کاشف نثار صاحبہ۔۔اور یقین کرو کچھ لوگوں کو کڑواہٹ راس آجاتی ہے۔۔۔مجھے تم راس آگئی ہو" اس نے بہت دل سے اسے یقین دہانی کروانی چاہی تھی کہ وہ اسکا دم بھرتا ہے لیکن دوسری جانب ایک بار پھر چند لمحے خاموشی چھائی رہی

" اتنا بڑا دعوٰی مت کریں خاور صاحب۔۔۔" خاور نے لفظ" صاحب" پر جھلا کر بات کاٹی تھی

" دیکھو پہلے ایک بات کا فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم نے ایک دوسرے کو آپ جناب ہی کہتے رہنا ہے یا بات اس سے آگے بھی بڑھے گی۔۔۔"

" خاور صاحب اچھے انسان ہیں آپ۔۔۔میں دل سے آپکی عزت کرتی ہوں۔۔۔اس لئے عزت سے ہی بات کرتی رہوں گی" وہ ٹھوس لہجے میں بولی تھی

" اور میں صرف عزت نہیں کرتا۔محبت بھی کرتا ہوں۔۔۔میں بے تکلف ہو کر ہی بات کروں گا۔۔۔برا لگے تو بتا دینا" اس نے بھی اسی انداز میں کہا تھا۔

" محبت کے بارے میں کبھی فرصت سے بات کریں گے۔۔۔ابھی تو آپ آفس جائیں" اسکا لہجہ ایک بار پھر لاتعلق سا ہوا۔

" جی بہتر۔۔۔مگر اتنا بتا دو۔۔۔دوبارہ بس اسٹاپ پر کب آؤں؟" وہ شوخ ہو کر بولا تھا

" اب بس اسٹاپ پر آنے کی ضرورت نہیں۔۔۔آپ آفس جاتے ہوئے کل مجھے میرے گھر سے پک کر لیں۔۔۔ہم بھی تو دیکھیں آخر" محبت" نامی خرافات میں کیا سحر پوشیدہ ہے۔۔۔" وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی تھی۔خاور حیران سا ہوا تھا۔وہ اسے ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

" جب جب اپنے گھر والوں سے جھگڑتی ہے تو فلاسفی جھاڑنے لگتی ہے" سلیم نے ایک بار اسے بتایا تھا۔خاور نے فون بند کر دیا تھا لیکن دھیان اسی کی جانب لگا تھا۔

☆......☆......☆

وہ اڑھائی بجے گھر پہنچی تو شام اتر آئی تھی۔سردیوں کے دن تھے۔عصر کی اذان ہو چکی تھی اور آسمان کا رنگ سنولانے لگا تھا۔گھر کا دروازہ بند نہیں تھا لیکن لاؤنج میں کوئی نہیں تھا۔امی کے کمرے سے ٹی وی کی ہلکی آوازیں آرہی تھیں۔وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں چلی

گئی۔وہاں کون ساسب اسکے منتظر رہتے تھے جو وہ سلام دعا میں وقت ضائع کرتی۔اپنا بیگ بستر پر پھینک کر واپس کچن میں آ گئی۔سارا دن آوارہ گردی میں گزرا تھا۔اب بھوک بھی کافی لگ گئی تھی۔اس نے چائے کا پانی چولہے پر رکھ کر پتیلیاں چیک کرنی شروع کیں کہ آج کیا پکا تھا۔چنوں والے چاول تھے۔اسے دلی سکون ہوا۔یہ تو اسکا پسندیدہ کھانا تھا۔پلیٹ بھر کر اوون میں رکھی پھر ساتھ ہی فریج کا دروازہ کھول لیا آیا رائتہ سلاد بھی بنائی گئی ہے کہ نہیں۔یکدم ہی اسے احساس ہوا کہ آج سناٹا کچھ زیادہ ہی تھا۔اس نے وہیں سے مڑ کر امی کے بیڈ روم کے کھلے دروازے سے اندر نگاہ کی۔امی بستر پر ریموٹ ہاتھ میں لئے بیٹھی تھیں جبکہ زری اسے نظر نا آئی۔اس وقت تو وہ دونوں ہی گھر پر ہوتی تھیں۔اس نے مڑ کر واش روم کی جانب دیکھا۔وہاں بھی کوئی لائٹ نہیں جل رہی تھی اور ان دونوں کا مشترکہ کمرہ بھی خالی تھا

"آہاں۔۔۔اب سمجھ میں آئی۔۔زری بی بی گھر پر ہیں ہی نہیں۔۔۔" اس نے اوون کی بیپ بجنے پر پلیٹ باہر نکالی اور پھر عجیب سی بیزاری اس پر چھائی تھی۔زری یقیناً اظفر کے ساتھ شاپنگ کے لئے گئی ہوئی تھی

" امی ابا نے زری کو اظفر کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تھی۔زری کے لئے اس کے والدین کے اصول ہمیشہ سے مختلف تھے۔وہ سلیم کی دوکان پر جاتی تھی تو بھی بری تھی اور زری نام نہاد منگیتر کے ساتھ شاپنگ پر چلی گئی تھی مگر کسی کو اعتراض نہیں تھا۔اس نے پلیٹ ٹرے میں رکھی۔فریج سے رائتہ اور سلاد بھی نکالی پھر ٹرے کو دوبارہ شیلف پر رکھ کر چمچ بھر کر منہ میں ڈالا تھا۔ایک ٹیوشن سے ایڈوانس روپے مل گئے تھے اور ایک اکیڈمی میں ہوم ٹیوشن کے لئے اپنا نمبر لکھوا آئی تھی۔امید تھی کہ ایک دو دن میں پندرہ سولہ ہزار تک کی آمدنی ہونے لگے گی۔اسے کافی تسلی ہوگئی تھی لیکن یہ اسکی منزل نہیں تھی۔اس پر ایک دھُن سی سوار ہوگئی تھی۔اسے اب روپے کمانے تھے۔پہلے وہ اکیڈمیز کے ذریعے ملنے والی ہوم ٹیوشنز کم ہی کرتی تھی کیونکہ سلیم نے اسے اس قسم کے کافی قصے سنا رکھے تھے کہ ہوم ٹیوشنز والی ٹیوٹرز کو لوگ کافی پریشان کرتے ہیں۔وہ صرف بھروسے والے لوگوں کے گھروں میں ہی جاتی تھی لیکن اب اس پر ضد سوار تھی۔اسے اپنے ہی باپ پر ثابت کرنا تھا کہ وہ ان کے ٹکڑوں پر نہیں پل رہی تھی۔چائے کے جوش کھاتے پانی کی جانب دیکھتے ہوئے وہ اپنی ہی منصوبہ بندی میں مگن تھی پھر ساس پین میں دودھ ڈال کر اس نے آنچ مدھم کی اور ٹرے اٹھا کر واپس لاؤنج میں آ گئی۔ٹی وی دیکھنے کا اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا۔اس نے اطمینان سے چند لقمے لئے پھر اپنا فون نکال کر دیکھنے لگی۔اسے اچھی طرح سے پتا تھا کہ اسے کسے کال کرنی ہے لیکن یہ نہیں پتا تھا کہ کال کرنے کے بعد بات کیا کرنی ہے۔اس نے فون لاگ میں سے ایک نمبر منتخب کیا تھا

"لیکن کہوں گی کیا۔کہ دن میں دوسری بار فون کیا کیوں ہے" اس نے نمبر ملانے سے پہلے سوچا تھا

" اچھا کہہ دونگی کہ کوئی جاب ہو تو بتائیں" اس نے خود کو ہی سمجھایا تھا اور پھر کال ملاتے ہوئے فون کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

" مجھے پتا ہے آپ دن میں دوسری بار میری کال پر حیران ہو رہے ہونگے لیکن یقین کریں آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی " وہ لہجے کو شوخ بناتے ہوئے بولی۔دوسری جانب سے بڑی مسرور سی آواز آئی۔

" نہیں۔۔حیران نہیں ہوں۔خوش ہوں۔۔۔مجھ ناچیز سے بھی کسی کو کوئی کام پڑ سکتا ہے۔۔یہ امر ہی خوش کرنے کو کافی ہے" خاور کہہ رہا تھا۔نینا کو دل ہی دل میں شرمندگی ہوئی۔صبح بھی اس نے اسے کال کر کے غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا اور اب بھی وہ یہی کرنے جا رہی تھی

۔۔زری کا یہ طعنہ "محبتیں کمائی جاتی ہیں ۔۔چھینی نہیں جاتیں ۔۔تمہیں اسی لئے آج تک کسی سے محبت نہیں ملی کہ تمہارے دل میں خود غرضی کا کھوٹ ہے ۔۔کوئی تم سے محبت کرے بھی تو کیسے" اسے جلا کر خاکستر کر گیا تھا اور پھر ابا نظر آ گئے تھے ۔اس کے دل میں عجیب کھد بُد مچی تھی اور ذہن میں انوکھے انوکھے منصوبے بن رہے تھے ۔سلیم اس کے لئے ایک بہت بڑا سہارا تھا ۔سلیم سے باتیں کر کے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جایا کرتا تھا لیکن اب تو جو غبار دل میں اٹھتا تھا ،وہیں کہیں اٹکا رہ جاتا تھا ۔وہ اپنی زندگی کے متعلق عجیب و غریب فیصلے کر رہی تھی ۔اس نے پہلے بھی بلا وجہ خاور سے ہنس ہنس کر بات کی تھی اور اب لاؤنج میں بیٹھ کر بھی باوآوازِ بلند گفتگو کی ابتداء کی تھی کیونکہ اسے احساس تھا امی دیکھنے ضرور آئیں گی کہ وہ کس سے کیا بات کر رہی ہے ۔امی اسکی جانب سے مشکوک ہو جاتیں تو اسے خوشی ہوتی ۔وہ انہیں پریشان کر کے خوش ہونا چاہتی تھی ۔یہ احساس ہی نہیں تھا کہ وہ کسی کے جذبات سے کھیل کر اپنے لئے نئے مصائب کے دروازے کھول رہی تھی

☆......☆......☆

"اب تو خوش ہو نا تم ۔۔فی میل ٹیوٹر مل گئیں آخر ۔۔اور وہ بھی وہ والی جن کو میری زوجہ محترمہ کب سے ڈھونڈ رہی تھیں" سمیع نے مسکراتے ہوئے شرارتی انداز میں اسے دیکھا تھا ۔وہ آئینے کے سامنے بیٹھی اپنے الجھے الجھے مختصر سے کھردرے بالوں کو دیکھنے میں مگن تھی ۔سمیع کی بات سن کر اس نے مڑ کر اسکی جانب دیکھا ۔وہ نیوی بلیو ٹی شرٹ کے ساتھ گرے پاجامہ پہنے ریموٹ کی بیٹریز تبدیل کرنے میں مشغول تھا ۔اسکی شخصیت کچھ مہینوں سے بہت نکھر گئی تھی ۔وہ پہلے سے کہیں زیادہ مطمئن رہنے لگا تھا ۔کراچی میں اسے یہ احساس رہتا تھا کہ اس کے خاندان والے اس سے خفا ہیں ۔اب وہ سب اس سے ملنے لگے تھے ۔اس کے سب کزنز اس کے ساتھ رابطے میں تھے ۔پرانی دوستیاں پھر سے تازہ ہو گئی تھیں ۔وہ خوش نظر آتا تھا اور وجیہہ بھی جبکہ شہرین اس کے مقابلے میں بالکل مرجھا چکی تھی ۔اسے سخت قسم کا احساسِ کمتری رہنے لگا تھا جس پر وہ چاہ کر بھی قابو نا پاسک رہی تھی ۔ابھی بھی آئینے میں اپنے مرجھائے ہوئے بالوں کو دیکھتے ہوئے اسے دکھ ہو رہا تھا ۔کیموتھراپی نے سر کے بال ہی نہیں اُڑائے تھے بلکہ ان گھنی پلکوں کو بھی تباہ و برباد کر دیا تھا جن پر ایک عالم فدا ہونے کو تیار رہتا تھا ۔

"کیا بات ہے ۔۔ابھی بھی نا خوش ہو ۔۔اچھی نہیں لگی ٹیوٹر ۔۔؟ سمیع نے اسکی خاموشی سے یہی مطلب اخذ کیا

"اچھی ہے ۔۔ابھی تو پہلا دن تھا ۔۔ایمن کے ساتھ باتیں واتیں کرتی رہی ۔۔ایمن زیادہ بے تکلف نہیں ہوئی ۔۔اس نے ہامی بھر لی ہے ۔۔اچھی بات یہ ہے کہ وہ صبح کے وقت آنے پر رضامند ہے ۔۔کہہ رہی تھی مجھے کوئی اعتراض نہیں صبح آنے پر ۔۔مجھے یہ بات بھی اچھی لگی ۔۔اس سے کیا ہو گا کہ ایمن کو جلدی جاگنے کی عادت پڑے گی ورنہ تو گیارہ گیارہ بجے تک سوتی ہی رہتی ہے ۔۔ذرا روٹین سیٹ ہو جائے گی ۔۔باقی دیکھو کیا ہوتا ہے ۔تسلی تو ہوئی مجھے اس سے بات کر کے ۔۔اب کچھ دن پڑھائے گی تو صحیح اندازہ ہو گا" اس نے بجھے ہوئے دل کے ساتھ بھی مفصل جواب دیا تھا ۔سمیع کو ہنسی آ گئی

"تمہارا ابھی جواب نہیں ہے شہرین ۔۔۔ایک ننھا سا سوال پوچھا تھا ۔تم نے ڈیڑھ کنال کا جواب دے دیا" وہ اسے چڑا رہا تھا اور وہ پہلے بھی اسے ایسے چڑاتا رہتا تھا لیکن شہرین کو بے حد برا لگا

"سمیع ۔تمہیں اگر میرا وجود اتنا ہی کھٹکنے لگا ہے تو تم مجھ سے بات ہی مت کیا کرو ۔۔۔لیکن ہر بات میں ہر وقت کیڑے نکال نکال

کر اپنی اعلیٰ تربیت نا دکھایا کرو مجھے۔۔جب دیکھو مذاق ہی بناتے رہتے ہو" وہ انتہائی تلخ لہجے میں بولی تھی۔سمیع ریموٹ کی پچھلی کیپ ٹھیک کر رہا تھا۔من چاہی بیوی کا اتنا تلخ انداز دیکھ کر وہ حیران ہی رہ گیا تھا

"شہرین۔۔۔کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔۔"سمیع نے اتنا ہی کہا تھا کہ شہرین نے ہاتھ میں پکڑا ہیئر برش ڈریسنگ ٹیبل پر پھینکا

"مجھے پتا ہے تم نے کچھ نہیں کہا۔لیکن مجھے یہ بھی پتا ہے کہ تم بدلتے جاتے ہو۔تمہیں میری ہر بات پر اعتراض رہنے لگا ہے۔۔۔کبھی ایمن کے لئے فکر مند ہو جاؤں تو مذاق بناتے ہو،کبھی اپنی مرضی کی ٹیوٹر رکھنے پر اصرار کروں تو باتیں سناتے ہو۔۔میں پاگل تو نہیں ہوں۔۔مجھے سب سمجھ میں آتا ہے۔۔۔تم صاف صاف کہہ کیوں نہیں دیتے کہ میں بری لگنے لگی ہوں تمہیں۔۔۔میرا بھدا وجود کھٹکتا ہے تمہیں۔۔۔" وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھی اور سمیع تو بس ایک ٹک اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"ایسا نہیں ہے شہرین۔۔۔میں تو واقعی مذاق کر رہا تھا۔۔اچھا یہاں آؤ میرے پاس۔۔آرام سے بات کرتے ہیں۔۔تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں تمہاری ذات میں کیڑے نکال سکتا ہوں" وہ تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب آگیا۔

"ایسا نہیں ہے شہرین۔۔ایسا نہیں ہے میری جان۔۔۔تم اب میری محبت پر بھی شک کرو گی" اس نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھنے چاہے تھے لیکن شہرین نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے

"مت کرو سمیع۔۔۔یہ سب چیزیں میرے دل کو مزید تکلیف دیتی ہیں۔۔کیا مجھے نظر نہیں آتا کہ کتنی محبت کرتے ہو تم مجھ سے۔۔۔یہاں دیکھو آئینے میں۔۔۔کوئی مقابلہ ہے تمہارا میرا۔۔اپنی طرف دیکھو۔۔اور میری دیکھو۔۔۔میں تو اس قابل بھی نہیں رہی کہ نظر بھر کر دیکھا جا سکے۔۔۔ایک کالی بھدی موٹی عورت سے تم جیسا ہینڈسم آدمی کیسے محبت کر سکتا ہے۔۔کیا میں جانتی نہیں ہوں سمیع کہ تمہیں موٹاپے سے کتنی نفرت ہے۔۔۔تم بس کہنا نہیں چاہتے۔۔۔لیکن حقیقت یہی ہے کہ تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔۔۔پتا ہے مجھے سب۔۔سب کچھ۔۔" وہ اب کی بار ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے غرا غرا کر بول رہی تھی۔سمیع اسکا رویہ دیکھ کر پہلے حیران ہوا تھا لیکن اب وہ پریشان ہونے لگا تھا۔شہرین کی ذہنی رو بھٹکی ہوئی کیوں لگ رہی تھی۔

"شہرین۔۔۔پلیز۔۔ایک بار تحمل سے بات سن لو میری۔۔"سمیع نے اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا

"چھوڑ دو میرا ہاتھ سمیع۔۔۔اتنا برا لگتا ہے میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ کہ مجھے اپنے ہاتھ سے نفرت ہونے لگتی ہے۔۔۔کیوں تکلیف دیتے ہو مجھے ایسا بار بار کر کے" اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوایا تھا اور پھر اسکی طرف دیکھے بناء باہر نکل گئی تھی۔

"ایسا نہیں ہے شہرین۔۔بخدا ایسا نہیں ہے۔۔۔تمہیں تکلیف دینے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا" سمیع حق ودق کھڑا رہ گیا تھا

☆......☆......☆

"خاور بیٹا۔۔اتنا بھی کیا ہوا کہ ایک لڑکی کی خاطر تم اپنے مقام سے گرنے کو تیار ہو گئے۔۔۔دھت تیرے کی۔۔" اس نے موٹر سائیکل کی سیٹ پر بیٹھے نجانے کتنویں بار خود کو ٹوکا تھا۔وہ نینا کے گھر کی سیڑھیوں کے نیچے عین اس مقام پر کھڑا تھا جہاں سے سلیم کی دوکان والی کھڑکی

صاف نظر آتی تھی اگر چہ وہ کھڑکی نما دروازہ اب بند تھا مگر پھر بھی وہاں کھڑے خاور کو ناصرف سلیم کی یاد آئی بلکہ اس بات کا احساس بھی زیادہ ہوا کہ اس طرح یہاں کھڑے ہونا ایک سخت نامناسب حرکت تھی۔ سلیم کی وفات کے بعد وہ ایک ہی مرتبہ مہر کو لے کر اس کی نانی سے ملوانے لایا تھا اور اب وہ یہاں اس طرح کھڑا دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ کہیں ان کے گھر سے کوئی نکل نا آئے۔ وہ کیا سوچتے اس کے بارے میں۔۔

وہ اس طرح یہاں کیوں کھڑا تھا۔ اسے حیرانی بھی تھی کہ نینا جیسی لڑکی نے اسے وہاں آنے کے لئے کیوں کہا تھا۔ وہ آنا نہیں چاہتا تھا لیکن مسئلہ دل کا تھا سو آنا پڑا تھا اور اب تقریباً دس منٹ ہو چکے تھے لیکن محترمہ نینا کی سواری دور دور تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے تھک ہار کر سیل فون نکالا تھا تاکہ اس سے فون کر کے پوچھ سکے کہ وہ آ رہی ہے یا نہیں مگر اس سے پہلے کہ وہ فون ملاتا، سیڑھیوں سے بالکل اوپر والی بالکونی میں کسی نے آ کر نیچے جھانکا۔ خاور کو بالکل اوپر کسی سائے کا گمان گزرا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ وہ نینا ہی تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرائی تک نہیں لیکن خاور کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی تھی۔ نینا دو منٹ اسے لاتعلقی سے تکتی رہی پھر اس نے اپنے عقب میں دیکھا اور تب اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ خاور کو اسکی مسکراہٹ مصنوعی سی لگی

"ہیلو۔۔ کب سے انتظار کر رہی تھی" اس نے اتنی بلند آواز میں کہا کہ خاور ہل سا گیا۔ وہ کیا سارے محلے کو کچھ جتانا چاہ رہی تھی۔

"بس ایک منٹ میں آ رہی ہوں۔۔" اس نے دوسرا فقرہ بھی اسی انداز میں کہا اور پھر غائب ہو گئی۔ خاور کو اپنی زندگی میں اتنی شرمندگی کبھی نا ہوئی تھی اگر چہ کسی نے بھی اسے دیکھا تو نہیں تھا لیکن اسے خود احساس تھا کہ وہ ایک انتہائی گھٹیا حرکت کا مظاہرہ کر رہا تھا جو اس نے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ چند لمحوں بعد نینا اتر کر آ گئی تھی اور پھر بھی وہ مسکرائی تک نا تھی۔ اس کے قریب آ کر اس نے دوبارہ اپنے ہی گھر کی بالکنی کی جانب دیکھا

"چلیں۔۔؟" خاور نے پوچھا تھا۔ یہ ساری صورتحال اس کے لئے کچھ مشکل سی ہو رہی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ اسے نینا میں دلچسپی کم ہو گئی تھی۔۔ دلچسپی تو ہنوز باقی تھی لیکن یہ اطوار اسے ایک آنکھ نہیں بھا رہے تھے۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ منہ اٹھا کر کسی کے دروازے پر اس طرح انتظار کرنا اور پھر ڈرنا بھی کہ کوئی دیکھ نا لے۔۔ اچھا نام روشن کر رہے ہو ماں باپ کا میاں خاور" وہ دل ہی دل میں چڑ رہا تھا

"ایک دو منٹ ٹھہر جائیں ذرا۔" نینا نے سپاٹ سے لہجے میں کہا تھا۔ خاور کو اس کے تاثرات نے بھی حیران کیا اور پھر ایک عجیب بات ہوئی۔ ایک منٹ کے وقفے سے خاور نے سیڑھیوں سے نینا کے ابا کو اترتے دیکھا۔ ان کی نگاہیں خاور کی نگاہوں سے ٹکرائی تھیں۔ وہاں ناگواری اور غصہ صاف نظر آ رہا تھا جبکہ نینا یکدم مسکرانے لگی تھی

"اتنی دیر کرتا ہے کوئی۔۔ میں کب سے انتظار کر رہی تھی" وہی فقرہ جو اس نے بالکنی میں کھڑے ہو کر بھی دوہرایا تھا کہتے ہوئے اس نے اسے بائیک چلانے کا اشارہ کیا تھا۔ اسکے چہرے کے سپاٹ تاثرات بھی یکدم مسکراہٹ میں بدل گئے تھے اور پھر اپنے ابا کی جانب دیکھتے ہوئے وہ اس کے پیچھے بیٹھ گئی تھی۔ خاور اب کی بار پہلے سے زیادہ حیران ہوا لیکن اسے سمجھ میں آ گیا تھا کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا

تھا۔ بائیک آگے بڑھاتے ہوئے اس کے پورے وجود میں غصے کے ساتھ ساتھ انتہائی ناگواری کی لہر بھی اٹھی تھی۔ یہ معصوم سے چہرے والی لڑکی جسے وہ بے حد چاہنے لگا تھا، اسے اپنے کونسے مقاصد کے لئے استعمال کر رہی تھی بخوبی سمجھ میں آگیا تھا اسے۔ سلیم سے اس کے اور اسکے ابا کے اختلافات کا پتا نا ہوتا شاید وہ یہ سب سمجھ نا پاتا لیکن اب تو اسے فوراً ہی سب سمجھ میں آگیا تھا۔ اس نے جھلاہٹ کے مارے خود کو کوستے ہوئے بائیک کی اسپیڈ بڑھا دی تھی

"مجھے بس اسٹاپ پر چھوڑ دیں" نینا نے اپنے چہرے کو تیز ہوا سے بچاتے ہوئے کہا تھا لیکن خاور نے سنی ان سنی کر دی اور بائیک کو بنا کہیں روکے آگے بڑھاتا رہا۔ یونیورسٹی کے پہلے اسٹاپ تک پہنچنے میں انہیں بیس منٹ لگ گئے تھے اور اس دوران خاور کے پورے وجود میں خون جیسے دوڑنے لگا تھا۔ اس نے مین گیٹ سے اندر داخل ہو کر پوسٹ آفس کی طرف بائیک روک دی تھی۔ نینا ایک جھٹکے سے بائیک اتر گئی جیسے اس کے ساتھ بیٹھنے میں بہت دقت کا سامنا رہا ہو

"کیا مل گیا۔۔ یہ سب کر کے۔۔۔ بتاؤ۔۔۔ کیا ملا؟" اس نے غرا کر پوچھا تھا۔ نینا ذرا سا حیران ہوئی مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی، وہ پھر بول اٹھا تھا

"خدا کی قسم۔۔ اگر تم لڑکی نا ہوتی تو تمہارے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کرتا۔۔ اتنا گرا ہوا انسان نہیں ہوں میں جتنا تم نے سمجھ لیا"

اس کے منہ سے الفاظ نہیں آگ نکل رہی تھی۔ نینا چند لمحے تو چپ سی ہو گئی پھر خود کو سنبھال کر بولی

"کیا بولتے چلے جا رہے ہیں۔۔ کیا ہوا ہے۔۔"

"وہی ہوا ہے جو تم نے کرنا چاہا تھا۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا ہر انسان استعمال کی چیز نہیں ہوا کرتا۔۔ تم سلیم کے ساتھ بھی یہی سب کیا کرتی تھی نا۔۔ بس جہاں اپنا مفاد ہوا، اسے استعمال کر لیا لیکن میں سلیم نہیں ہوں۔۔۔ میں نے تم سے محبت کا دعویٰ کیا کر دیا، تم نے مجھے بالکل ہی کوئی گھٹیا انسان سمجھ لیا۔۔۔ بہت برا کیا تم نے۔۔۔" غصے کے مارے اسکی گفتگو بے ربط ہو رہی تھی

"آپ کچھ زیادہ ہی بول گئے۔۔ بات سنیں میری۔۔" نینا نے پھر اسے ٹوکنا چاہا لیکن اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔ خاور نے ایک بار پھر اسکی بات کاٹ دی

"نہیں۔۔۔ اب تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ تم میری بات سنو۔۔۔ بہت عزت تھی اس دل میں تمہاری، بہت قدر کرتا تھا تمہاری۔۔ تم نے اپنی اس فضول حرکت سے سارا بھرم ہی ختم کر ڈالا۔۔۔ ہو سکے تو دوبارہ مجھے کبھی اپنی شکل مت دکھانا۔۔ کیونکہ جن سے محبت کی جاتی ہے، ان کا مقام ہمارے دل میں خود بخود بہت اونچا ہو جاتا ہے۔۔ پھر وہ اپنے مقام سے گر جائیں تو بہت دکھ ہوتا ہے۔۔ امید ہے بات سمجھ میں آگئی ہو" اس نے بات مکمل کر کے بائیک آگے بڑھا دی تھی۔ نینا ہکا بکا کھڑی رہ گئی تھی۔

☆......☆......☆

"اماں رضیہ۔۔۔ ٹیوٹر نہیں آئی آج؟" سمیع نے حیران ہو کر اماں سے استفسار کیا تھا۔ وہ آفس کے لئے روز کی نسبت تھوڑا لیٹ

ہوگیا تھا۔شہرین کا مزاج رات سے کافی خراب تھا اور سمیع کے بار بار بلانے پر بھی اس نے ناراضی ختم نہیں کی تھی۔ابھی بھی وہ بلینکٹ میں منہ دئے لیٹی تھی لیکن سمیع کے مخاطب کرنے پر بھی بات کا جواب نہیں دے رہی تھی۔سمیع کی ایک ضروری میٹنگ تھی اور شہرین کے اس رویے نے اسے غصہ بھی دلا دیا تھا۔ان کے درمیان ایسے جھگڑے پہلے کبھی نا ہوئے تھے۔شہرین کی طبیعت خراب رہتی تھی لیکن وہ ایسی چڑچڑی اور بدمزاج کبھی نا رہی تھی اور ایسا تو کبھی بھی نا ہوا تھا کہ سمیع کو اپنی ہی کہی ہوئی باتوں کی وضاحت شہرین کو دینی پڑی ہو۔وہ تو ایک دوسرے کو خاموش رہ کر بھی سمجھنے کا دعویٰ کیا کرتے تھے مگر لاہور میں مستقل رہائش ہوجانے کے بعد سے وہ بہت بدل سی گئی تھی،اب اس کے روابط اپنی فیملی کے ساتھ بھی تھے۔سمیع کو جانے کیوں وہن ستانے لگا تھا کہ شاید وہ لوگ شہرین کے کان بھرتے رہتے ہیں۔

"وہ کیا ہوتا ہے بیٹا۔۔؟" اماں رضیہ نے اسے دیکھتے ہی ناشتہ میز پر لگانا شروع کر دیا تھا۔سمیع نے جو پوچھا تھا۔وہ اس بات سے واقف نہیں تھیں

"اماں ایمن کو پڑھانے کے لئے ٹیچر آیا کرے گی۔۔اسی کا پوچھ رہا ہوں۔۔شہرین بتا رہی تھی اس نے صبح کے لئے ہی وقت دیا تھا۔ایمن کو بھی اٹھایا ہے آپ نے یا نہیں۔۔؟" سمیع کو چونکہ ایمن بھی کہیں نظر نہیں آئی تو اس نے استفسار کیا تھا

"ارے بیٹا وہ کہاں اتنا سویرے اٹھتی ہے۔۔کل بھی بڑے وختوں سے جگایا تھا میں نے" اماں رضیہ اپنی مشکل بیان کر رہی تھیں

"کل تو چلیں بات اور تھی لیکن آج سے تو باقاعدہ ٹیچر آیا کرے گی۔۔آپ کو ایمن کو اٹھا دینا چاہیئے تھا" سمیع نے جتا کر کہا تھا۔اماں رضیہ نے سر ہلایا پھر دوبارہ سے اسکی جانب دیکھ کر بولیں

"بیٹا ایک درخواست ہے۔۔ایسے کام مجھے ایک دن پہلے سے بتا دیا کرو تو بڑی مہربانی ہوگی۔۔میں بوڑھی عورت اب ایک دم سے سب کام سنبھالنے کے قابل نہیں رہی۔۔۔مجھے پہلے سے پتا ہوتا کہ ایمن بٹیا کو آج جلدی تیار کر کے پڑھنے بیٹھنا ہے تو میں جلدی جگا دیتی۔۔" وہ پریشان سی ہوگئی تھیں،سمیع نے حیرانی سے انکا چہرہ دیکھا

"شہرین نے آپکو نہیں بتایا کہ ایمن کو تیار کرنا ہے۔۔؟" وہ پوچھ رہا تھا،اماں رضیہ نے نفی میں سر ہلایا۔سمیع کا چائے کا کپ اٹھاتا ہاتھ لمحہ بھر کے لئے رُکا تھا۔اس نے اماں رضیہ کو اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا

"اماں۔۔ذرا یہاں بیٹھیں۔۔میرے سامنے۔۔ایک بات کرنی ہے آپ سے۔۔" اس نے کہتے ہوئے سامنے سیڑھیوں کی جانب بھی دیکھا تھا۔

"اماں۔۔کیا ادے یا گل مینہ میری غیر موجودگی میں بہت زیادہ فون کرتی رہتی ہیں؟" وہ آواز کو دھیما کر کے پوچھ رہا تھا۔اس نے ایسے پہلے کبھی اماں رضیہ سے بات نا کی تھی۔وہ بھی کچھ مشکوک سی ہوگئیں

"کس کی بات کر رہے ہو بیٹا۔۔؟" ان کی زبان پر شہرین کے گھر والوں کے نام چڑھ ہی نا پائے تھے

"اماں اپنے سسرال والوں کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔۔کیا شہرین ان کے ساتھ سارا دن رابطے میں رہتی ہے۔۔۔بہت

زیادہ کالز آتی رہتی ہیں انکی۔۔۔؟" وہ نا چاہتے ہوئے بھی یہ سب سوال کر رہا تھا

"مجھے تو نہیں پتا۔ لیکن میں نے شہرین بیٹی کو فون پر زیادہ مصروف دیکھا تو نہیں۔۔" وہ لمحہ بھر کو رکیں پھر تذبذب کے عالم میں بولیں بیٹا فون پر ہی مصروف نظر آئیں تو اچھا ہی لگے لیکن ابھی تو وہ کچھ عجیب سی ہوتی جاتی ہیں۔۔۔سارا دن بس ٹی وی دیکھنے میں مگن رہتی ہیں۔۔فلمیں لگا کر دیکھتی رہتی ہیں۔۔۔" وہ بات کرتے کرتے رُک سی گئی تھیں جبکہ سمیع تو حیران ہی رہ گیا۔ شہرین پہلے کبھی ٹی وی دیکھنے کی شوقین نا رہی تھی۔

"اچھا۔۔۔لیکن اماں اسے فلم ولم دیکھنے کا شوق ہے تو نہیں۔۔۔۔ٹی وی مسلسل آن رکھنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ فلم ہی دیکھ رہی ہے" سمیع نے ناگواری بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے بیٹا لیکن ایک دن بہت زور زور سے ہنس رہی تھیں تو میں کچن سے باہر ٹی وی کمرے میں آ گئی۔۔دیکھا تو ہنسے چلے جا رہی ہیں۔۔۔میں نے پوچھا تو بولیں۔۔اماں بیٹھو آپ بھی۔۔۔بڑی مذاخیہ فلم چل رہی ہے" اماں نے وضاحت کی تھی، سمیع کو انکی بات کا یقین نا آیا تھا۔

"کیا سارا دن ٹی وی دیکھتی رہتی ہے۔۔۔؟" سمیع نے متجس ہو کر سوال کیا تھا۔

"ہاں۔۔یا ٹی وی کے سامنے بیٹھی رہیں گی۔۔۔یا سو جائیں گی۔۔۔چھوٹا منہ بڑی بات۔۔۔لیکن ایمن بٹیا کو بھی وقت نہیں دیتیں۔۔۔وہ کتاب لے کر پیچھے پیچھے پھرتی رہے گی تو اسکی جانب دیکھیں گی بھی نہیں۔۔لیکن جب اس کے سونے کا وخت ہو گا تو ڈانٹنے لگیں گی۔۔۔کہ بچی پڑھتی نہیں ہے۔ زبردستی نیند سے جگا کر پڑھنے بٹھائیں گی تو خاک پڑھے گی بچی۔۔۔اور یہ کہیں گی۔۔یہ گانا سناؤ۔۔۔اے بی سی لکھ کر دکھاؤ۔۔۔بھلا بتاؤ اب سونے کے وقت پر بچی سوئے یا انہیں کلمے یاد کر کے سنائے" اماں نے کھل کر کہا تھا۔

"واقعی۔۔۔؟" سمیع کو یقین نہیں آیا تھا۔

"میں خود حیران ہو رہی ہوں کہ ایسا کیوں کرتی ہیں۔۔۔بچی بیچاری کو بھی پریشان کر کے رکھا ہے۔۔۔" ایمن کے لئے انکا پیار مثالی تھا اور وہ اسکے لئے پریشان دکھائی دیتی تھیں لیکن سمیع تو شہرین کے لئے پریشان ہو گیا تھا۔

"یہ سب کیوں کر رہی ہے شہرین۔۔۔؟" سمیع اپنے آپ سے سوال کر رہا تھا۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

وہ تھکے تھکے قدموں سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی تھی۔آج اسکی زندگی کا خراب ترین دن تھا۔خاور نے اسے ایسے آئینہ دکھایا تھا کہ اس کا وجود ہل کر رہ گیا تھا۔اسے اپنی غلطی کا بھی احساس بھی تھا اور یہ احساس اس سے بھی بڑھ کر تھا کہ خاور نے سب بھانپ لیا تھا کہ وہ آخر کر کیا رہی تھی۔اسے بے پناہ شرمندگی ہوئی تھی اور اگرچہ وہ اپنے آپکو باور کرواتی آئی تھی کہ جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔خیر ہے کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر پھر بھی جیسے ہی وہ تھم کر بیٹھتی تھی خاور کے سلگتے ہوئے جملے سماعتوں میں اودھم مچانے لگتے تھے۔

وہ ایسی نہیں تھی۔۔منہ پھٹ، بدتمیز، خودسر۔۔یہ سب تو تھی وہ۔۔۔ہاں ٹھیک ہے۔۔۔یہ تو کوئی بڑی بات نا تھی۔۔لیکن وہ مفاد پرست یا خودغرض کبھی نا رہی تھی۔اپنے راستے سیدھے کرنے کے لئے اس نے کبھی کسی دوسرے انسان کو استعمال کرنے کا سوچا تک نا تھا پھر خاور ایسے کیسے کہہ گیا تھا اسے۔

"اس نے غلط تو نہیں کہا۔۔۔مجھے کیا ضرورت تھی ابا کے سامنے یہ گھٹیا تاثر دینے کی کہ وہ نمانا میرا بوائے فرینڈ ہے۔۔۔اف توبہ توبہ۔۔۔میں اتنا کیسے گر کیسے سکتی ہوں" وہ اپنے کمرے میں آتے ہی بستر پر گر گئی۔دل تھا کہ مسلسل کوس رہا تھا۔اسے شرمندہ ہونے سے چڑ تھی اور وہ کبھی ہوتی بھی نا تھی لیکن آج اسے اپنے دل کی سخت ملامت سہنی پڑ رہی تھی

"سخت گھٹیا حرکت کی ہے میں نے" اس نے کروٹ بدلی تھی۔زری اپنے بیڈ پر بیٹھی ناخنوں کو فائل کر رہی تھی۔اس کے چہرے پر بے حد طمانیت اور خوشی تھی۔اسے اپنی بہن پر رشک آیا۔کتنی خوش قسمت تھی وہ۔۔۔سب کی پسندیدہ، سب کی چہیتی۔۔۔اس نے چند سیکنڈز بعد ہی اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹا لیں۔وہ جانتی تھی رشک ہی حسد میں بدل جاتا ہے۔وہ اپنی ہی بہن سے حسد نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ اتنی بری نہیں تھی۔

"لیکن سب لوگ مجھے برا کیوں سمجھتے ہیں۔۔۔میں نے تو کچھ نہیں کیا۔۔۔میں تو خود کو بھی ایسی ہی ملی تھی۔۔۔الجھی الجھی سی۔۔۔ناکام۔۔۔اور الٹی کھوپڑی کی۔۔۔" اسکی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"میں جان بوجھ کر تو نہیں کرتی یہ سب۔۔بس مجھ سے ہو جاتا ہے۔۔۔لیکن۔۔۔" وہ پھر سیدھی ہو گئی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ زری اس کے چہرے کی جانب دیکھے۔

"دنیا کے سب فارمولے میرے معاملے میں جھوٹے پڑ جاتے ہیں۔۔۔لوگ کہتے ہیں جس کا کوئی نہیں ہوتا، اسکا خدا ہوتا ہے لیکن میرا تو خدا بھی نہیں ہے۔۔۔ورنہ کبھی تو میری بھی کوئی بات سنی سمجھی گئی ہوتی۔۔۔میں تو مرتی بھی نہیں ہوں۔۔۔کاش موت آسانی سے آ جایا کرتی۔۔کیا کھا کر مر جاؤں میں" وہ انتہائی زود و رنج ہو رہی تھی۔اس نے کروٹ بدل کر اپنی پشت زری کی جانب کر لی۔اس کے سر میں درد سا ہونے لگا تھا۔اس نے اس درد کو اگنور کرنا چاہا تھا لیکن پلک جھپکتے میں اس کے درد میں اضافہ ہوا تھا، ایک جھٹکا تھا جو سر کی ایک سائیڈ میں محسوس ہوا اور پھر فوراً ہی دوسرا تیسرا جھٹکا یکے بعد دیگرے محسوس ہوا۔۔۔ایک لمحے میں ہی اس کے سر میں شدید درد ہونے لگی تھی جو

اس کی قوتِ برداشت سے بہت زیادہ تھی۔

"امی۔۔۔ہائے امی۔۔۔" وہ اپنا سر پکڑ کر چلائی تھی۔اس کے حواس جیسے مفلوج سے ہو رہے تھے۔ایسا پہلے تو کبھی محسوس نا کیا تھا اس نے۔۔۔اس نے پلکیں جھپکی، آنکھیں پھیلائیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس کی بینائی جواب دے گئی تھی۔اسے کچھ نظر آ رہا تھا۔۔نا کچھ محسوس ہو رہا تھا۔سوائے شدید درد کے

"امی۔۔ہائے امی" حواس کھونے سے لمحہ بھر پہلے وہ مزید شدت سے چلائی تھی

☆......☆......☆

خاور نے بلاوجہ سیل فون اٹھا کر دیکھا اور پھر مایوس ہو کر دوبارہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔کتنے دن گزر گئے تھے اور اس نے کوئی کال نہیں کی تھی جبکہ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ ضرور ہی اس کے ساتھ رابطہ کرے گی اور روتے ہوئے معافی مانگ لے گی مگر ایسا کچھ نا ہوا تھا۔

"کتنی بے مروت چیز ہے۔۔انسان معذرت کے لئے ایک ٹیکسٹ ہی کر دیتا ہے۔۔۔مگر نہیں بھئی۔۔اونچے شملے والے لوگ ہیں۔۔انہیں کیا خبر کہ دل ٹوٹنا کیا ہوتا ہے۔۔۔اور خاور میاں آپ بھی ہوش کے ناخن لیں۔۔۔اس سے زیادہ بے عزتی ہو نہیں سکتی تھی آپ کی۔۔اس کے باوجود آپ منتظر ہیں محترمہ کو نین کاشف نثار صاحبہ کی کال کے۔۔اس نے کروٹ بدلی۔اماں کے کمرے سے ٹی وی کی آوازیں سارے گھر میں گونج رہی تھیں۔اس نے کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن سماعتیں خود بخود ہی غزل کے مصرع میں الجھ گئیں

اے عشق ہمیں اتنا تو بتا۔انجام ہمارا کیا ہو گا۔۔۔"منی بیگم نے تان لگائی تھی۔اس نے بغور سنا اور پھر برا سا منہ بنایا

"اوہ فٹے منہ بھئی ایسے عشق کے جس میں عاشق کے ہاتھ سوائے ذلت کے کچھ آئے ہی نہیں۔۔۔ہم سے نہیں ہو گا" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر چند لمحے ایسے ہی اپنے پاؤں کی جانب دیکھتا رہا۔اسے بے چینی سی لاحق ہو رہی تھی۔آج آفس سے بھی جلدی آ گیا تھا اور اب اپنے ذہن کو بار بار نینا کی جانب سے ہٹانے میں اسے دشواری کا سامنا تھا۔اس نے سلیپر پاؤں میں پہنے اور اٹھ کر باہر آ گیا

"اماں ٹی وی کی آواز تو آہستہ کر لیں۔۔۔" اس نے اماں کے کمرے کی جانب منہ کر کے اکتائے ہوئے انداز میں کہا تھا

"خوامخواہ میں آواز آہستہ کروں۔۔۔میرے آصف نے ریال بھیجے تھے ایل ڈی (ایل ای ڈی) خریدنے کے لئے۔۔کہتا تھا اماں آپ سکون سے اپنے کمرے میں بیٹھ کر ڈرامہ دیکھا کریں۔۔۔میں تو اونچی آواز کے ساتھ ہی دیکھوں گی بھیا۔سارے محلے والوں کو پتا چلنا چاہیئے کہ میرا بیٹا کتنا خیال رکھتا ہے میرا" اماں نے وہیں اپنے بستر پر بیٹھے کرارا سا جواب دیا تھا

"جتنی اونچی آواز آپ نے کر رکھی ہے نا۔۔۔اب تو بھائی کو وہاں بیٹھے پتا چل گیا ہو گا کہ آپ نے مہر کے اسکول میں داخلے کے نام پر جو رقم منگوائی تھی، اسکا دراصل آپ نے کیا کیا ہے۔۔۔کال کریں گے اب کی بار تو اچھی خبر لیں گے آپکی۔۔۔آپ آرام سے سنتی رہیں۔۔۔اے عشق ہمیں اتنا تو بتا۔انجام ہمارا کیا ہو گا" اس نے صحن میں کھڑے کھڑے ہی انکو جواب دیا تھا۔غزل کے بول منہ بنا کر گنگناتے ہوئے اسے مزید غصہ آیا۔اماں کے ساتھ اس کے جھگڑے چلتے ہی رہتے تھے۔

"وے پھو۔۔کتنا بے دید ہے تو۔۔۔شرم تو نہیں آتی ماں کو ایسے ڈروے دیتے ہوئے۔۔ارے میں کیوں منگواؤں گی مہر کا نام لے کر پیسے۔۔۔میں نے تو اسکو بولا تھا کہ مہر پر بڑا پیسہ خرچ کر رہی ہوں۔۔اچھا کھلا رہی ہوں، اچھا پہنا رہی ہوں۔۔اسکول کی فیس۔۔کتابیں کاپیاں۔۔۔ایک خرچہ ہو تو بتاؤ۔۔میں ہی خرچتی ہوں اس پر۔۔۔اتنا ہی تو بولا تھا آصف کو کہ جو کمیٹی نکلی تھی وہ بھی مہر پر ہی لگا دی۔۔۔حالانکہ ارادہ تھا بڑا سا ٹی وی لے لوں۔۔۔بس اس نے روپے بھیج دئیے۔۔ارے میرا بیٹا ہے۔۔اسی سے مانگوں گی نا۔۔۔اب خبردار جو تو نے بھائی کے کان بھرے تو۔۔۔" اماں چلا کر بولی تھیں۔خاور کو ہنسی آگئی۔اماں کو آصف بھائی سے پیسے بٹورنے کے ایک سو ایک طریقے آتے تھے۔

"میں کب بتا رہا ہوں بھائی کو۔۔میں تو کہہ رہا ہوں کہ آواز آہستہ کریں۔۔سارے محلے کو پتا چل گیا ہے آپ نے نیا ایل ای ڈی خرید لیا ہے" اب کی بار اس نے رسانیت سے سمجھایا تھا۔مزاج پہلے ہی اکتایا ہوا تھا۔وہ اماں سے بحث کر کے مزید بے مزہ نا ہونا چاہتا تھا۔وہ بہن کے کمرے میں آگیا۔مہر اپنی گڑیا کو گود میں لئے بیٹھی تھی جبکہ نبیجہ شاید کچن میں تھی

"کیا بات ہے مہر۔۔آپ اکیلی کیوں بیٹھی ہو" اس نے اس کے قریب آتے ہوئے پوچھا تھا۔نوشین بھابھی کے بعد اس گھر کے حالات کافی بدل گئے تھے۔پہلے ان کو تنگ کرنے کے چکر میں اماں مہر سے بھی اکتائی رہتی تھیں اور نبیجہ کو بھی اس کے کام نا کرنے دیتی تھیں لیکن اب وہ سارے گھر کی لاڈلی تھی۔پہلے بھی خاور اور نبیجہ مہر پر جان چھڑکتے تھے لیکن جب سے نوشی بھابھی کا انتقال ہوا تھا تب سے وہ ان کے زیادہ قریب آگئی تھی

"چاچو۔۔میری ڈول بیمار ہے۔۔۔اسے ڈاکٹر کے پاس لے چلیں" وہ اٹھ کر اس کے پاس آگئی تھی

"اوہو۔کیا ہوگیا اسکو۔۔ٹمپریچر ہے کیا؟" خاور نے معصومیت چہرے پر طاری کی تھی

"نہیں چاچو۔۔اسکو بہت کھانسی آتی ہے۔۔۔اس نے آئسکریم کھالی تھی شام کو۔۔۔اب اس سے بولا بھی نہیں جا رہا۔۔۔بہت خراب ہے اسکا گلا۔۔" مہر افسردہ سے انداز میں بولی۔نبیجہ اکثر اسے ایسے ہی کھیل کھلاتی رہتی تھی

"اوہو۔تو اس نے کونسا غزلیں گا گا کر آپ کی دادو کو سنانی تھیں۔۔۔ہو جائیگا ایک دو دن میں گلا ٹھیک۔۔۔" خاور نے اسے گود میں بٹھایا تھا

"نئیں چاچو۔اسکا گلا بہت خراب ہے۔۔۔یہ بالکل ایسے بات کرتی ہے جیسے نانو کرتی ہیں کھانس کھانس کر۔۔۔" مہر نے وہی زبان بولی جو اسکی دادی اسکی نانو کے لئے بولتی رہتی تھیں

"اوہو بری بات مہر۔۔بڑوں کے لئے اس انداز میں بات نہیں کرتے" خاور نے اسے سمجھانا چاہا

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔نانو نے فون کی تھا نا مجھے تو ان کی طبیعت بھی بہت خراب تھی۔۔۔بہت کھانسی آ رہی تھی انہیں۔۔۔میں نے خود سنی تھی" مہر اپنی ہی بات پر قائم تھی۔خاور چونکا۔اسکی نانو عام طور سے فون نہیں کرتی تھیں اور اگر کرتی بھی تھیں تو اماں کافی برا مناتی تھیں

"آپ کی نانو نے فون کیا تھا۔؟ کب۔۔؟" اس نے کریدنے والے انداز میں پوچھا تھا

"میں نے بات کروائی تھی مہر کی۔۔۔اپنے موبائل سے" نبیحہ کمرے میں آتی ہوئی مدھم سی آواز میں بولی کہ کہیں اماں ناسن لیں۔خاور نے حیرانی سے اسکو دیکھا۔وہ تو اماں کی چمچی تھی۔ان کی مرضی کے بغیر اپنی جگہ سے ہلتی تک ناتھی اور اماں کو مہر کے ننھیال والے سخت ناپسند تھے

"ان کا فون آیا تھا چند دن پہلے۔۔مہر کو بلوا رہی تھیں،بہت یاد کر رہی تھیں مہر کو،کہنے لگیں کہ اپنے بیٹے کو بھیج دیتی ہیں وہ مہر کو چند گھنٹوں میں واپس چھوڑ جائیگا لیکن اماں نہیں مانیں۔۔۔پھر اماں آج خالہ تبسم کی طرف گئی ہوئی تھیں نا تو میں موقع دیکھ کر بات کروادی تھی ان سے۔۔وہ بیچاری بہت یاد کرتی ہیں اسے۔۔۔" نبیحہ اتنی مدھم آواز میں بات کر رہی تھی کہ مہر بھی ناسن پائے

"یہ تو بہت اچھا کیا تم نے یار۔۔نیک خاتون بنتی جارہی ہو تم۔۔۔" خاور نے دل ہی دل میں اس کے اقدام کو سراہتے ہوئے مزاحیہ انداز میں کہا تھا۔

"اتنی سی بات پر کافی خوش ہوگئیں وہ۔۔۔حالانکہ پانچ منٹ ہی بات کروائی میں نے لیکن اتنا شکریہ ادا کیا انہوں نے میرا۔۔۔دعائیں دے رہی تھیں۔۔۔دراصل مسائل نے بھی انکا گھر ہی دیکھ لیا ہے۔۔۔پہلے نوشین بھابھی پھر سلیم کی موت اور اب نینا کی بیماری۔۔۔وہ کافی نڈھال لگ رہی تھیں

"نینا کی بیماری۔۔اسے کیا ہوا۔" خاور کے جیسے سارے اعصاب ایک دم ہی چوکنے ہوئے تھے۔

"زیادہ تو نہیں پتا مجھے۔۔۔لیکن شاید بی پی شوٹ کر گیا تھا۔۔۔ہاسپٹل رہی ہے کچھ دن۔۔۔اسی کی خاطر بلوا رہی تھیں مہر کو۔۔لیکن اماں نے صاف انکار کر دیا۔نبیحہ تو کچھ اور بھی بتا رہی تھی لیکن خاور کی سماعتیں تو یہ سن کر ہی بہری ہوگئی تھی کہ نینا کا بی پی شوٹ کر گیا تھا۔

"بہت برا ہوا۔۔بہت ہی برا۔" اس نے دل ہی دل میں خود کو کہا تھا۔اس نے



وہ چھوٹی تھی۔۔۔ناسمجھ اور معصوم۔۔۔اسے تو جس شکل میں ڈال لیا جاتا وہ ڈھل جاتی۔۔۔لیکن اِن دونوں نے اسے اپنے برابر کی سمجھ لیا۔۔۔باپ سے جھڑکیاں کھا کر ماں کی گود میں سمانا چاہتی تو ماں بھی منہ نہیں لگاتی تھی۔۔۔طعنے کوسنے۔۔۔ڈراوے دھمکیاں۔۔۔چار پانچ سال کی بچی کی بچی کا نصیب بن کر رہ گئے" وہ بجھی ہوئی آنکھوں اور تھکے ہوئے وجود کے ساتھ اسے بتا رہی تھیں۔خاور نے پہلو بدلا۔

"چھوٹا منہ بڑی بات خالہ لیکن آپ نے کبھی اپنی بہن کو سمجھانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔۔آپ بڑی تھیں۔۔۔اور بقول آپ کے خالہ صوفیہ آپکی بات کو اہمیت بھی دیتی تھیں۔۔۔پھر آپ نے کیوں انہیں اس غلط روش کو ترک کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا۔۔۔اولاد کو اس طرح تو نہیں پالا جاتا نا" خاور نے ذرا جھجھک کر اپنا موقف واضح کیا تھا۔وہ براہِ راست تو نینا کی خیریت دریافت کرنے نہیں آسکتا تھا لیکن ایک ترپ کا پتہ تھا جو وہ استعمال کر سکتا تھا اور اس نے کیا۔۔۔وہ مہر کو اسکی نانو سے ملوانے لے آیا تھا

"نیجہ بتا رہی تھی آپ مہر کو یاد کر رہی ہیں تو اس لئے میں اسے لے آیا" اس نے نوشین بھابھی کی امی کے دروازے پر پہنچ کر وہی کہا تھا جو وہ سوچ کر آیا تھا۔گھر پر خالہ ہی تھیں۔مہر کو دیکھ کر خوش ہو گئیں۔وہ پہلے سے کافی کمزور ہو گئیں تھیں اور شاید تنہا بھی۔۔۔سلیم کی موت نے واقعی انہیں بے حد توڑ کر رکھ دیا تھا۔خاور نے فقط ان سے نینا کی خیریت ہی دریافت کی تھی کہ وہ خود ہی بتانے لگیں اور پھر شاید وہ بھی پریشان تھیں،گفتگو کا رخ خود بخود ہی ماضی کی جانب مڑ گیا تھا۔وہ اسے بتاتی چلی گئیں کہ ان کی بہن بہنوئی نے نینا کی تربیت میں کیا کجیاں چھوڑی تھیں اور نینا کی خستہ شخصیت کے پیچھے کیا محرک کارفرما تھے

"کتنا سمجھاتی تھی صوفیہ کو کہ ایسے مت کرو۔۔۔اولاد کو منہ بھر بھر کر طعنے مت دو۔۔مگر وہ بھی نا سنتی تھی۔۔۔دوسرا ہمارے بہنوئی بالکل ہی من موجی اور لاپرواہ تھے۔۔ان کی تربیت کے طریقے کچھ انوکھے ہی تھے۔۔۔جانے کیا سوچ رکھا تھا انہوں نے اپنی اولاد کے لئے ۔۔۔ذرا ذرا سی بات پر بچی کو دھنک کر رکھ دیتے۔۔۔بچی کو ذہنی اذیت دینے کے سو طریقے اپنا رکھے تھے انہوں نے۔۔۔زری کو آئسکریم دلواتے اور نینا سامنے بیٹھی دیکھتی رہتی مگر اسے ایک لقمہ بھی نا دینے دیتے۔۔۔زری کو پارک لے جاتے اور اسے کمرہ بند کر کے چلے جاتے ۔۔ضد لگا لیتے تھے ننھی سی بچی سے۔۔۔اپنی ہی اولاد کو سوتیلی سمجھ کر پال رہے تھے۔۔۔جبکہ اس کی خاطر ہم اپنا بسا بسایا گھر محلہ چھوڑ کر یہاں آبسے۔۔۔اِدھر گھر لے لیا کہ چلو ایسے نظروں کے سامنے تو رہے گی۔۔۔لیکن وہ بھی انہیں ناگوار گزرتا تھا۔۔۔ہمارے یہاں آنے ہی نا دیتے تھے اسے حالانکہ جانتے تھے کہ یہاں اسکا دل لگتا ہے۔۔۔وہ آنے پر اصرار کرتی تو باپ رسی سے باندھ کر کمرے میں بند کر دیتا۔۔حالانکہ میری نظروں کے سامنے میرے سلیم علیم کے ساتھ ہی تو کھیلتی تھی سارا دن۔۔۔مگر ہمارے بہنوئی نے پابندی لگا دی کہ خالہ کے یہاں جاؤ گی تو ٹانگیں توڑ دونگا۔۔۔وہ بس وہاں اپنی کھڑکی میں بیٹھی چپ چاپ ہمیں دیکھتی رہتی۔۔۔منہ سے ایک لفظ نا کہتی۔۔۔بس ایسے جیسے ساری دنیا سے کٹ کر رہ گئی ہو۔۔۔وہیں بیٹھی ہوا میں تکتی رہتی۔۔۔میں کھڑکی کے نیچے جا کر کھڑی ہو جاتی۔۔آوازیں دیتی لیکن مسکراتی تک نا تھی۔۔۔ہم نے نازوں سے پالی تھی۔۔۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہماری سگی اولاد تھی اور اب کسی اور نے زبردستی گود لے لی تھی۔۔۔ہماری مرضی اور منشاء کے بغیر ۔۔۔اسکا بھی یہی حال تھا۔۔۔وہ اپنوں سے نکل کر جیسے کسی پرائے گھر میں چلی گئی تھی۔۔۔ہمارے آنگن میں تو ہمہ وقت کھلکھلاتی رہتی تھی۔۔۔اماں باوا کے یہاں گئی تو ایسے جیسے کسی جن کی قید میں ہو۔۔۔قلعہ بند،محصور۔۔۔" خالہ نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں صاف کی تھیں۔وہ بہت بوجھل دل کے ساتھ اسے سب بتا رہی تھیں

"انہوں نے اسے انسانوں میں رہنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا۔۔۔وہ لڑائی بھڑائی میں ماہر ہو گئی۔۔۔زبان چلانے لگی۔۔۔جتنے طعنے اس نے زندگی میں سنے۔۔۔ایک وقت کے بعد پھر وہی طعنے اسکی زبان سے جھڑنے لگے۔۔۔جو کوسنے اس نے سنے تھے،وہی کوسنے اس کے منہ سے بھی برسنے لگے۔۔۔لیکن اسکا کیا قصور۔۔۔جو اس کے ساتھ ہوا۔۔۔اسکا یہی نتیجہ نکلنا تھا۔۔۔وہ ہو گئی خودسر۔۔۔آخر انسان قلعوں میں قید کر کے پالے جائیں تو خرابیاں ہی جنم لیا کرتی ہیں۔۔۔جب آپ کے اردگرد صرف تاریکی ہو تو روشنی بری لگنے لگتی ہے۔۔۔وہ اب انسانوں میں رہنے کے قابل نہیں۔۔۔بس بیٹا منہ نا ہی کھلواؤ میرا تو اچھا ہے۔۔۔میری بہن کی اولاد ہے لیکن اللہ معاف کرے بڑی ہی ناانصافیاں

ہوئی ہیں اس کے ساتھ۔۔۔ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی ماں کی گود ملی نا باپ کی شفقت۔۔۔اور اب جب اس نگینے جیسی بچی کو بگاڑ کر پتھر کرلیا ہے تو دونوں میاں بیوی پریشان ہوتے ہیں کہ وہ بات نہیں سنتی۔۔نافرمان اور ضدی ہے۔۔۔زبان چلاتی ہے۔۔۔کوئی ان سے پوچھنے والا ہو تو پوچھے کہ بھیا جو بویا ہے۔۔۔وہی کاٹو گے نا" خالہ نے تو جیسے اس کے سامنے پوری داستان رقم کر کے رکھ دی تھی۔

"سلیم کے ساتھ بنتی تھی اسکی۔۔سلیم اس کے لئے جیسے کسی بند قلعے کی واحد کھڑکی تھا۔۔۔جہاں سے روشنی اور ہوا دونوں برابر ملتی رہتی ہیں۔۔۔اس کے ساتھ راز و نیاز کرتی رہتی تھی۔۔سلیم کے جانے کے بعد بالکل اکیلی ہوگئی ہے۔۔۔ارے بیٹا ہمارا تو دل اٹکا رہتا ہے اس بچی میں۔۔۔میں نے اور میرے بچوں نے بڑا پیار کیا ہے اس کے ساتھ۔۔ہمارے جگر کا ٹکڑا ہے۔۔۔اس کو تکلیف میں دیکھتے ہیں تو برداشت نہیں ہوتا۔۔۔اس دن بھی اچانک بلڈ پریشر زیادہ ہوگیا۔۔۔سر درد سے جان نکل رہی تھی اسکی۔۔۔ڈاکٹر کے پاس لے گئے فوراً۔۔۔دو دن اسپتال میں رہی ہے۔۔۔ایک دم ایسا اتنا سا منہ نکل آیا ہے۔۔۔بتاؤ یہ عمر ہے بلڈ پریشر ہائی ہونے کی۔۔۔جانے کیا کیا سوچ کر ہلکان ہوئی رہتی ہے میری بچی۔۔۔بس اسی لئے بلوایا تھا مہر کو کہ اس کو دیکھے گی تو شاید خوش ہو جائے۔۔۔" خالہ جذباتی ہو کر کافی دیر نینا کی باتیں کرتی رہیں پھر جب احساس ہوا کہ کسی غیر کے ساتھ باتیں کئے چلے جا رہی ہیں تو وضاحت کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"میں اکثر لے آیا کروں مہر کو۔۔۔اگر آپ کہیں تو۔۔۔؟" اس نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔نینا کی ذات کی کئی پرتیں ان کی باتیں سن سن کر اس کے سامنے کھل گئی تھیں۔وہ جتنا اس کے بارے میں جانتا جاتا تھا، اتنا ہی اسکی ذات میں دلچسپی بڑھتی جاتی تھی، اتنا ہی اس کے لئے دل ہمکتا جاتا تھا

قلعے میں محصور شہزادی کو قید سے رہا کروانے کے لئے بالآخر کوئی شہزادہ آگیا تھا۔۔۔یہ سوچے سمجھے بناء کہ قلعوں میں محصور شہزادیاں آزاد دنیا میں رہنے کے قابل نہیں ہوتیں۔

☆......☆......☆

"یہ کونسی مووی ہے؟" سمیع لیپ ٹاپ پر کوئی لنک ڈھونڈ رہا تھا اور شہرین کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی اپنے ہمراہ بیڈ پر بٹھا رکھا تھا۔وہ اٹھنا چاہتی تھی تو کہہ دیتا تھا کہ آرام سے بیٹھو مل کر مووی دیکھیں گے اور اب وہ کب سے مووی ہی تلاش کر رہا تھا۔شہرین بیٹھی تو ہوئی تھی لیکن زیادہ خوش نا نظر آتی تھی

"لاہور آ کر ہم بہت ہی بیزار کن روٹین کو فالو کر رہے ہیں۔۔کوئی ایکٹیویٹی ہی نہیں رہی۔۔۔ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے کا تو موقع ہی نہیں ملتا۔۔اسی لئے میں نے سوچا کہ چلو گھر بیٹھ کر مووی دیکھ لیں" سمیع کی نظریں لیپ ٹاپ پر ہی تھیں لیکن توجہ شہرین کے چہرے کے تاثرات پر ہی تھی۔اماں رضیہ کے بقول اگر وہ ٹی وی یا فلم دیکھنے کی اتنی ہی شوقین ہو رہی تھی تو اسے سمیع کی اس آفر پر بے حد خوش ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ تو بیزار ہی دکھائی دے رہی تھی

"میں تو کہتا ہوں اس اتوار کو کوئی اچھی مووی دیکھنے چلتے ہیں۔۔۔بڑی اسکرین پر تو زیادہ اچھا لگے گا" سمیع مسلسل اسے اکسا رہا تھا

کہ وہ کچھ تو بولے جس سے پتا چلے کہ آخر ٹی وی میں شہرین کی دلچسپی بڑھنے کی وجہ کیا ہے

"میں نہیں جا رہی کہیں۔۔نری بوریت۔۔۔مسلسل دو اڑھائی گھنٹے ایک ہی جگہ جم کر بیٹھے رہو۔۔پاپ کان کھا کھا کر پاگل ہو جاؤ۔۔اتنی بوریت ہوتی ہے فلم دیکھتے ہوئے۔۔۔میں تو گھر پر رہ کر بیس منٹ مسلسل ٹی وی نہیں دیکھ سکتی۔۔تم سینما جانے کی بات کر رہے ہو۔۔تمہارا دل چاہ رہا ہے تو تم چلے جاؤ نا" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔سمیع نے بغور اسکا انداز ملاحظہ کیا۔

"اماں رضیہ کہتی تھیں وہ اکثر ٹی وی دیکھنے میں وقت ضائع کرتی ہے جبکہ وہ تو اکتائی ہوئی بیٹھی تھی۔اسے مووی دیکھنے سے چڑ ہو رہی تھی یا وہ اسکے ساتھ بیٹھ کر دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔اور پھر وہ اس کے ساتھ باہر جانے سے اتنا کترانے کیوں لگی تھی۔کیا اسے اسکا ساتھ اچھا نہیں لگتا تھا۔۔سمیع نے اسکا چہرہ دیکھا۔وہ کنفیوز سا ہو گیا تھا۔اس کا ذہن کسی ایک نقطے پر مرکوز نہیں ہو پا رہا تھا۔اماں رضیہ نے کبھی اس کے اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچائی تھی۔وہ لگائی بجھائی والی عورت نہیں تھیں۔ان کی بات کو شک کے زمرے میں لانا بھی سمیع کے لئے آسان نہیں تھا جبکہ شہرین پر شک کرتا بھی تو کیسے۔۔۔یہ تو کبھی آسان نا رہا تھا اس کے لئے

"ارے میرے ساتھ بیٹھ کر مووی دیکھو گی تو پھر دیکھنا کتنا مزا آئیگا۔۔اور میں تمہیں کوئی بار مووی تھوڑی نا دکھاؤنگا۔کوئی زبردست سی رومینٹک مووی دیکھیں گے" وہ مسکرایا تھا اور ساتھ ہی اس نے لیپ ٹاپ کا رخ شہرین کی جانب موڑا تھا

"یہ بہت اچھی مووی ہے۔۔تمہیں اچھی لگے گی۔۔تھوڑی پرانی ہے پر میری بڑی فیورٹ ہے" وہ اسے بتا رہا تھا۔شہرین نے استہزائی مسکراہٹ اسکی جانب اچھالی

"تمہیں تو موویز دیکھنے کا شوق کبھی نہیں تھا۔۔"سمیع نے اسکی بات سن کر چند سیکنڈز کے لئے اسکے چہرے کی جانب دیکھا پھر وہ خود کو کہنے سے روک نہیں پایا تھا

"شوق تو تمہیں بھی نہیں تھا شہرین۔۔" شہرین نے اسکی بات سن کر تیوری چڑھائی تھی

"مجھے ابھی بھی نہیں ہے۔۔تمہیں یہ وہم کیسے ہو گیا ہے کہ مجھے مووی دیکھنے کا شوق ہے۔۔۔میں کہہ تو رہی ہوں کہ میں نہیں دیکھتی موویز شوویز۔۔" وہ چلا کر بولی تھی۔سمیع نے پھر ایک بار اسکا چہرہ دیکھا۔وہ کتنی جلدی غصے میں آجاتی تھی۔پہلے تو ایسا مزاج نہیں ہوا کرتا تھا اسکا۔۔تبدیلی آ نہیں رہی تھی۔۔تبدیلی آ گئی تھی۔۔۔لیکن کیسے

"اچھا بابا۔۔مان لیا۔تم نہیں دیکھتی موویز۔لیکن میری خاطر تو دیکھ لو۔۔اتنی مشکل سے ٹورینٹ ڈھونڈا ہے۔"اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر دبایا تھا لیکن شہرین پھر بھی بیزار ہی دکھائی دیتی تھی۔سمیع اس ساری صورتحال کو سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔شہرین بڑی نرم مزاج کی لڑکی تھی،ضد اس نے زندگی میں سرف ایک بار ہی کی تھی شاید اور وہ بھی سمیع سے شادی کے لئے ورنہ تو وہ کسی بات کے لئے ضد نا کرتی تھی لیکن اب سمیع غور کر رہا تھا کہ وہ کچھ عجیب سی ہوتی جاتی تھی۔ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتی تھی تو بس وہی اس کے حواسوں پر سوار رہتی تھی۔ایمن کی ٹیوشن،ایمن کی پڑھائی،ایمن کا اسکول۔۔۔ان سب باتوں میں جیسے اس کی جان اٹکی رہتی تھی۔اب جب کہ ٹیوشن کا بندوبست ہو گیا

تھا تو وہ بالکل لاپرواہ ہوگئی تھی۔ٹیوٹر پہلے دن کے بعد سے دوبارہ آئی ہی نہیں تھی لیکن شہرین نے ایک بھی بار اسکی بابت دریافت کیا تھا نا شکوہ۔۔۔سمیع روز ہی اماں رضیہ سے کال کر کے پوچھتا تھا کہ کیا ٹیوٹر آئی ہے تو وہ اکتا کر کہتی تھیں کہ بچی کو وخت ڈالا ہوا ہے۔۔وہ اٹھ کر منتظر بیٹھی ہے کہ استانی صاحبہ آئیں تو پڑھائیں لیکن انکا نام ونشان تک پتا نہیں۔۔۔جبکہ شہرین نے ایک بھی بار اس متعلق بات نا کی تھی۔سمیع کے لئے یہ سب کسی قدر حیران کن ہوا جا رہا تھا۔اسی دوران مووی شروع ہوگئی تھی۔

پہلے چند سینز تو بوریت میں ہی گزر گئے پھر دو مرد گولف کھیلتے ہوئے اپنی شادی شدہ زندگی کے دکھڑے روتے ہوئے نظر آئے۔۔یہ ایک عام سا سین تھا۔بیش بہا انگریزی فلموں میں یہ سین نظر آتا تھا لیکن شہرین کو یہ سین بڑا ہی دلچسپ لگا۔وہ ہنسی تھی۔سمیع نے اسکا چہرہ دیکھا پھر وہ مزید ہنسی۔۔ایک ہی سین کو دیکھتے ہوئے وہ بے تحاشا ہنسنے لگی تھی۔سمیع اسکو ہنستا دیکھ کر مسکرایا تھا

"خیر یہ اب اتنی ہنسنے والی بات بھی نہیں تھی" اس نے جتا کر کہا تھا۔شہرین نے ہنسی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے اسکی جانب دیکھا۔

"تم اس کے تاثرات تو دیکھو۔۔۔کہتا ہے میں دس سال سے ایک بدروح کے ساتھ رہ رہا ہوں۔۔۔ہاہاہا۔۔۔سب شادی شدہ مردوں کا المیہ۔۔۔شادی کے دس سال بعد ہی بیویاں بدروحیں لگنے لگتی ہیں۔۔ہاہاہا۔" وہ پھر قہقہہ لگا کر ہنسی۔اسکی ہنسی میں اتنی روانی تھی کہ اسکی آنکھوں سے پانی نکل آیا تھا۔

"اچھا چلو بس کرو۔۔اب یہ کوئی ایسا خاص لطیفہ بھی تھا کہ تم ہنس ہنس کر ہلکان ہو جاؤ" سمیع نے مصنوعی ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔اسے تو واقعی اس سین پر کوئی ہنسی نا آئی تھی مگر شہرین کافی دیر تک ہنستی رہی۔

اگلے دو تین سینز کے بعد ایک بچہ بستر پر سویا ہوا تھا،کروٹ لینے کے چکر میں وہ بستر سے نیچے گر گیا اور فرش پر سوئے ہوئے باپ پر گر گیا،جس سے باپ کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھل گئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔بچہ اسی کی گود میں ڈر کر رونے لگا۔بیڈ پر سوئی ہوئی ماں نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا فیڈر اٹھا کر بچے کی بجائے شوہر کے منہ سے لگا دیا۔اب یہ واقعی مزاحیہ سین تھا۔سمیع کو ہنسی آئی۔

"اب تو تمہارے جبڑوں کی خیر نہیں۔کہیں ہنس ہنس کر پاگل نا ہو جانا" سمیع نے لیپ ٹاپ کی اسکرین سے نظریں اٹھا کر شہرین کی جانب دیکھا تھا اور پھر وہ ششدر رہ گیا۔اسکی آنکھیں پانی سے بھری ہوئی تھیں،وہ دیکھتے ہی دیکھتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی

"کیا ہوا شہرین۔۔۔کیا بات ہوگئی" سمیع نے لیپ ٹاپ گود سے نکال کر بیڈ پر رکھا تھا

"بچہ نیچے گر گیا سمیع۔۔۔وہ بھوکا بھی ہے اور اسکی ماں نے فیڈر بھی اس کے باپ کو دے دیا" وہ بلک رہی تھی۔سمیع نے اس کے ہاتھ تھام لئے۔وہ رو رہی تھی اور سمیع کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی

"اوہ ہو شہرین۔۔۔سچ آ بے بی یو آر" اس نے ہنستے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا لیکن وہ مسلسل رونے میں مشغول تھی۔

☆......☆......☆

" میں مہر کو لایا تھا تم سے ملوانے کے لئے۔۔" خاور اگلے دن مہر کو اسکول سے لے کر اس کے گھر پہنچ گیا تھا۔اب کی بار اس نے یہ بالکل نہیں سوچا تھا کہ کیا مناسب لگتا ہے اور کیا نہیں۔مرد جلدی محبت کرتا نہیں ہے لیکن جب کرتا ہے تو پھر اس محبت کو نبھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔۔خاور نے بھی کونین کاشف نثار کی خاطر سنجیدہ ہو جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اب کی بار وہ سب برداشت کرنے کو تیار تھا۔گھر میں خالہ صوفیہ ہی تھیں۔وہ اسے دیکھ کر کچھ حیران ہوئیں۔انہوں نے مہر کو اندر بلوا کر اسے بس مروتاً ہی اندر آنے کے لئے کہا تھا لیکن وہ فوراً ہی اندر آ گیا۔اسے ہر حال میں نینا کو دیکھنا تھا۔وہ گھر میں ہی تھی اور مہر کی آواز سن کر وہ لاؤنج میں آ گئی تھی۔اسے دیکھ کر ذرا بھی حیران نا ہوئی جبکہ وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ایک دم زرد چہرہ اور بوجھل سی آنکھیں۔۔جن کی ویرانی میں بے حد سوال چھپے تھے

" یہ کیا کر دیا تم نے خاور میاں۔۔اتنا بھی عاجز نہیں کر دیتے کسی کو" اس نے خود کو کوسا تھا۔اس کے حساب سے تو نینا کی طبیعت کی خرابی کی بنیادی وجہ تو وہی تھا۔وہ نا چیختا اس پر۔۔تو وہ کبھی بیمار نا پڑتی

" بڑی مہربانی آپکی۔۔اجازت دے دی آپکی اماں نے۔۔اس بات پر انکا شکریہ ضرور ادا کیجئے گا" خاور نے اس کے انداز کو بغور دیکھا۔

" یعنی صحیح فرما گئے ہیں بزرگ۔۔رسی جل جاتی ہے۔۔بَل نہیں جاتے" اس نے دل ہی دل میں سوچا تھا اور اس بات کی اسے خوشی بھی تھی۔اسے اس کا وہی بے لاگ بے دھڑک اندازِ گفتگو تو پسند تھا

" میں شکریہ ادا کیوں کروں۔۔جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو خود ہی کر دینا۔" خالہ صوفیہ بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھی مہر سے باتیں کر رہی تھیں۔اس لئے وہ ذرا محتاط سے انداز میں ہی بات کر رہا تھا

" ہماری کہاں ملاقات ہوگی ان سے۔۔بڑے لوگ ہیں آپ۔۔ہمارے گھر میں قدم رکھیں گے نہیں۔۔اور ہمیں اپنے گھر میں قدم رکھنے دیں گے نہیں۔۔سو آپ ہی کہہ دیجئے گا ہمارا شکریہ" وہ اسی انداز میں بولی۔وہ طنز نہیں کر رہی تھی۔۔اسکا اندازِ گفتگو ہی یہ تھا

" کیا پتا کوئی مستقل سبیل بن ہی جائے۔۔آخر معجزے انسانوں کے ساتھ ہی ہوا کرتے ہیں" وہ مسکرا کر بولا۔اسے نینا پر بے حد غصہ تھا لیکن پہلے اسکی بیماری کا سن کر اور اب اسے دیکھ کر جیسے ساری ناراضی دور ہو گئی تھی۔

" چلیں ہمیں انسانوں کی کیٹیگری میں شمار کرنے کا شکریہ۔۔" وہ سادہ سے انداز میں بولی تھی۔خالہ صوفیہ انہی کی جانب دیکھ رہی تھیں۔اسکے خاموش ہونے پر خاور کو دیکھ کر بولیں

" مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے مہر کو دیکھ کر ورنہ تمہاری اماں نے تو بچی سے ملنے کے سب اسباب ہی ختم کر ڈالے تھے۔۔ہم نے زری کے دن رکھ دئے ہیں۔۔اگلے مہینے کی پندرہ کو ہے شادی۔۔میں مہر کے لئے غرارہ اور دوسرے کپڑے بنوانا چاہ رہی تھی۔۔تم سے ایک درخواست ہے بیٹا۔۔اپنی اماں سے کہنا ہمارے گھر خوشی کا پہلا موقع ہے۔۔ان کا احسان رہے گا ہم پر اگر وہ مہر کو شادی میں شرکت کی اجازت دے دیں۔۔آپا کو بھی بہت اچھا لگے گا" وہ درخواست کرنے والے انداز میں بولی تھیں۔خاور کو بڑی شرمندگی ہوئی۔ایک جائز سی خواہش کے لئے بھی انہیں منت کرنی پڑ رہی تھی۔

"آنٹی آپ بالکل فکر نا کریں ۔۔۔میں خود مہر کو لے کر آؤں گا ۔۔اور آپ کپڑے وغیرہ مت بنوائیں ۔۔میں دلوادوں گا اسے ۔۔۔اس کے والدِ محترم بہت روپے بھیجتے ہیں اسے ۔۔۔اس کے نئے نئے شوز اور اچھے اچھے کپڑے خرید دیں گے" وہ ماحول کو ذرا شگفتہ رکھنے کی خاطر شوخ سے انداز میں بولا تھا اور ساتھ ہی مہر کو بھی دیکھا تھا

"نہیں ۔۔یہ تو ہماری روایتیں ہیں ۔۔جیسے کپڑے نینا کے بنواؤں گی ۔۔ویسے ہی مہر کے بھی بنواؤں گی ۔۔۔مہر غرارہ پہنو گی نا ۔۔؟" وہ کافی خوش ہوگئی تھیں ۔خاور نے نینا کے چہرے کی جانب دیکھا ۔وہ سپاٹ چہرہ لئے بیٹھی تھی جیسے وہاں موجود ہی نا ہو ۔

" نینا ۔۔جاؤ بھائی کے لئے چائے بناؤ ۔۔" خالہ صوفیہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا ۔خاور نے لفظ" بھائی" پر اپنی ناگواری کو بڑی مشکل سے چھپایا

" امی مجھے نہیں پتا ۔میرے سر میں تو پہلے ہی درد ہے ۔۔اور ویسے بھی یہ پیپسی پینے والے لوگ ہیں ۔۔انہیں چائے کیوں پلوا رہی ہیں آپ ۔۔۔ایک گلاس میں چار آئس کیوبز کے ساتھ پیپسی ڈال کر لے آئیں" اس نے صاف جواب دیا تھا ۔خاور کو ہنسی آ گئی

" جی آنٹی ۔۔بجا فرما رہی ہیں آپکی صاجزادی ۔۔۔بس میں مہر کو چھوڑنے آیا تھا ۔شام کو آ کر لے جاؤں گا اسکو ۔۔" وہ اٹھنا چاہتا بھی نہیں تھا لیکن زیادہ دیر بیٹھے رہنا بھی عجیب لگتا تھا سو اس نے کہا تھا

" ارے نہیں ۔۔تم پہلی بار آئے ہو ۔۔۔اچھا نہیں لگتا ۔۔۔میں تمہارے لئے چائے لاتی ہوں ۔۔۔مہر تم نینا خالہ کے پاس بیٹھو " انہوں نے اسے کہا پھر مہر کو نینا کی جانب دیوان پر بٹھا دیا تھا ۔ان کے چلے جانے کے بعد کچھ دیر خاموشی چھائی رہی ۔خاور کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن جھجھک رہا تھا کچن کونسا دور تھا ۔اگر خالہ صوفیہ کے کانوں تک کوئی بے تکلف آواز پہنچ جاتی تو برا لگتا

" میں بہت شرمندہ ہوں خاور صاحب ۔۔۔اس دن جو بھی ہوا ۔۔۔اچھا نہیں ہوا ۔۔۔لیکن کیا کریں ۔۔غلطیاں انسانوں سے ہی ہوا کرتی ہیں ۔۔۔میں فرشتہ تو ہوں نہیں ۔۔آپ سمجھ رہے ہیں نا ۔" وہ معذرت بھی کر رہی تھی مگر اپنے انداز میں ۔۔

" نہیں ۔۔۔سمجھ ہی تو نہیں پا رہا میں ۔۔۔" خاور نے اسکی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا ۔اسے اس دن اس پر غصہ تو بہت آیا تھا لیکن وہ اس غصے کو قائم نہیں رکھ سکا تھا ۔نینا جز بز سی ہوگئی ۔وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا ۔ایسے کہ وہ اسکے دیکھنے سے خائف ہونے لگی

" امی ی ی ۔۔۔آپ آئیں ۔۔۔میں بنا لیتی ہوں چائے ۔۔غضب خدا کا ۔۔۔اتنا چھچھورا کیسے ہو سکتا ہے کوئی" وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور پھر بناء اسکی جانب دیکھے بڑبڑاتی ہوئی کچن کی جانب بڑھنا چاہا تھا ۔خاور کو ہنسی بھی آئی اور مزا بھی ۔۔

" میری بات سنیں محترمہ ۔۔۔ایک بار مجھ سے ذرا تفصیلی بات کرلیں ۔۔۔میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں چھچھورا نہیں ہوں ۔۔۔بخدا نہیں ہوں" اس نے شرارتی آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا تھا ۔نینا سن کر بھی رکی نہیں تھی لیکن خاور نے دیکھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی ۔وہ بھی مزید مسکرایا اور مطمئن و شاد ہو کر چائے کا انتظار کرنے لگا تھا

☆......☆......☆

"شہرین کہیں باہر گئی ہے کیا" سمیع نے اماں رضیہ سے پوچھا تھا کیونکہ شہرین اسے بیڈ روم میں تو نظر آئی نا تھی اور اب وہ لاؤنج میں بھی موجود نا تھی

"نہیں بیٹا۔ ڈرائینگ روم میں بیٹھی ہیں۔۔ چائے بنانے کو بولی ہیں۔۔۔ وہ آئی ہوئی ہیں نا۔۔ ایمن کی استانی۔" وہ آفس سے جلدی آگیا تھا۔ اس کی مصروفیت میں اسکا گھر اگنور ہو رہا تھا جس کی اسے اب فکر ہونے لگی تھی۔ اسکا ارادہ تھا کہ کہیں آؤٹنگ کے لئے جائیگا اور شہرین کے ساتھ ذرا فراغت سے وقت گزارے گا لیکن ٹیوٹر کی آمد کا سن کر اس نے منہ بنایا

"اب یہ کس وقت آ گئیں محترمہ۔۔۔ اور فرما کیا رہی ہیں؟" اس نے ذرا ناگواری سے سنا تھا۔ اسے اس ٹیوٹر کا رویہ زیادہ پسند نہیں آرہا تھا۔ پہلے ایمن کو پڑھانے کے لئے رضامند نہیں تھی، پھر جب رضامند ہوئی تو وقت طے کر لینے کے باوجود نہیں آئی تھی اور اب ایک ڈیڑھ ہفتے بعد دوبارہ آ گئی تھی۔ ایمن کی پڑھائی کے لئے شہرین کا رویہ پہلے ہی سمجھ سے بالاتر تھا۔ اس نے ٹیوٹر بھی کوئی نرالے مزاج کی رکھ لی تھی

"مجھے تو کچھ نہیں بتایا۔۔۔ بولیں مسز شہرین کو بلا دیں۔۔ میں نے بلوا دیا" اماں رضیہ کو جتنا سمجھ میں آیا انہوں نے بتا دیا تھا

"آپ پوچھ لیتیں نا۔۔ کیا کہتی ہے اب وہ۔۔ آنے سے پہلے انفارم کرتیں تو ایمن کو تیار کر لیتیں آپ۔۔۔" سمیع بعجلت بولا تھا۔ اس کا سارا پروگرام خراب ہو گیا تھا

"بیٹا۔۔ مجھے کہاں سمجھ میں آتی ہیں یہ لکھت پڑھت والی باتیں۔۔ بہتر ہوتا آپ بھی مل لیتے ایک بار۔۔۔" انہوں نے کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے کہا تھا حالانکہ وہ ایسے چھوٹے چھوٹے معاملات بخوبی سنبھال سکتی تھیں لیکن شہرین کے بدلے ہوئے رویے نے انہیں ذرا محتاط سا کر دیا تھا

"اچھا چلیں میں بھی دیکھ لیتا ہوں۔۔ یہ وقت تو مقرر نہیں ہوا تھا۔۔ پہلے تو صبح کے وقت آنے کا کہہ گئی تھیں۔۔۔ اب کیا شام کو آیا کریں گی۔۔۔ بہرحال آج کے لئے تو معذرت کر لیتے ہیں۔۔۔ مجھے اور شہرین کو باہر جانا ہے۔۔۔ لیکن اب آپ ذرا دھیان رکھئے گا کہ روزانہ ایمن کو وقت پر جگانا ہے۔۔۔ ٹھیک ہے" اس نے تاکید کی تھی۔ اماں رضیہ عادت کے مطابق سر ہلاتے ہوئے اسکی بات سن رہی تھیں۔ وہ احتیاطاً کھنکھارتا ہوا ڈرائینگ روم کی طرف آیا تھا۔ شہرین کی پشت دروازے کی طرف تھی جبکہ وہ ٹیوٹر بالکل سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ سمیع اسکو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ وہ اٹھارہ انیس سے زیادہ کی نا لگتی تھی۔ زردی مائل رنگت، کالی سیاہ گہری تھکی ہوئی سی آنکھیں جن میں زندگی ایک سوالیہ سا نشان دکھائی دیتی تھی۔ سمیع کو شہرین کے انتخاب پر غصہ آیا تھا جبکہ وہ بھی سمیع کو دیکھ کر کچھ اچنبھے کا شکار لگتی تھی

"یہ کیا پڑھائیں گی سکھائیں گی ایمن کو۔۔۔ ان کی تو خود ابھی پڑھنے لکھنے کی عمر ہے" اس نے دل ہی دل میں خود سے کہا تھا

"شہرین۔" اس نے پکارا تھا۔ شہرین نے مڑ کر دیکھا اور پھر مسکرائی

"سمیع آؤ نا۔ تم بھی کو نین سے ملو۔۔۔ بہت اچھی بچی ہے" وہ بظاہر تعارف کرواتے ہوئے بولی۔ ٹیوٹر نے لفظ "بچی" پر آنکھیں

پھیلائی تھیں۔

"کونین ۔۔ یہ میرے ہزبینڈ ہیں ۔۔ سمیع ۔۔" شہرین نے تعارف کروانا چاہا تھا لیکن سمیع نے اس طرف دیکھنے کی بجائے شہرین کی آنکھوں میں دیکھا تھا

"کیا یہ روز اسی وقت آیا کریں گی؟" وہ اس سے سوال کر رہا تھا۔

"نہیں ۔۔ نہیں ۔۔۔ صبح کے وقت ہی آئیں گی ۔۔۔ ابھی تو بس کچھ بیمار تھیں تو اس لئے نا آنے کی وجہ بتانے آ گئی تھیں" شہرین نے بتایا۔ سمیع کی نگاہوں کا مرکز شہرین ہی تھی۔ ایک بار کے بعد اس نے دوبارہ ٹیوٹر کی جانب دیکھا تک نا تھا

"ہاں چلو یہ تو اچھی بات ہے ۔۔ تمہاری طبیعت کیسی ہے اب ۔۔ تم نے جوس پیا۔ کھانا وقت پر کھا لیا تھا نا" وہ ٹیوٹر کو بالکل اگنور کرتے ہوئے شہرین سے ہی مخاطب تھا۔ اس کے لئے فکر مند ہو رہا تھا

"ہاں ۔۔ تم بیٹھو نا" شہرین نے اسے کہا تھا۔ اس نے شہرین کو بغور دیکھتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی

"نہیں ۔۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں ۔۔۔ تم کب تک فری ہو جاؤ گی" وہ مزید گویا ہوا تھا

"خیریت ہے ۔۔۔ کیا ہوا۔ تم آفس سے بھی جلدی آ گئے؟" شہرین نے استفسار کیا تھا۔ سمیع کے چہرے پر ذومعنی سی مسکراہٹ بکھری تھی۔ اس نے اگلا جملہ بہت دھیمی آواز میں کہا تھا

"خیریت ہی ہے ۔۔ بس تمہیں دیکھنے کی شدید خواہش ہو رہی تھی ۔۔ کوئی اعتراض ۔۔۔؟" شہرین ٹیوٹر کی موجودگی کی وجہ سے کچھ جز بز سی ہوئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی۔ سمیع پھر گویا ہوا

"جلدی نبٹاؤ یہ سب ۔۔۔ اوکے ۔۔ میں انتظار کر رہا ہوں" وہ اتنا کہہ کر واپس مڑ گیا تھا۔ یہ دیکھے بناء کہ کوئی اسے بہت غور سے دیکھنے میں مگن تھا

☆......☆......☆

"آصف نے فون ہی نہیں کیا بہت دن سے ۔۔۔ اسے میسج کر کہ ماں کو ایک فون ہی کر لے" اماں نے امید بھرے لہجے میں اس سے کہا تھا۔

"کیا بات ہے ۔۔۔ لگتا ہے پیسے چاہیئں آپکو ۔۔۔ مجھ سے لے لیں لیکن ایک بار مجھ سے بھی ایسے ہی پیار سے باتیں کریں نا جیسے بھائی سے کرتی ہیں" وہ انہیں چڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا

"بس ۔۔ تو طنز کیا کر ہر وقت ماں پر ۔۔۔ اور تو کچھ نہیں آتا تجھے ۔۔۔ میں کیوں مانگوں گی پیسے کسی سے ۔۔۔ نبیحہ کے سسرال والے تاریخ مانگ رہے ہیں ۔۔ بس اسی کا مشورہ کرنا ہے آصف سے" وہ برا مان کر بولی تھیں۔ وہ ہنسا

"مشورے کہاں کرتی ہیں آپ ان سے ۔۔ بس حکم دے دیتی ہیں اور وہ بھی آپ کی ہر بات پر فوراً سر جھکا دیتے ہیں"

"لے میں کیوں حکم دونگی اپنے بیٹے کو۔۔ایسی نہیں ہوں میں اور نا ہی میرا آصف ایسا ہے کہ اسے حکم دینا پڑے ۔۔وہ تو میرے منہ سے نکلی بات کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے ۔۔وہ تیری طرح نہیں ہے کہ ماں سے بحث کر کر کے دماغ خراب کر ڈالے" اماں نے شکوہ کناں انداز میں کہا۔

"میں کب بحث کرتا ہوں آپ سے ۔۔وہ تو آپ ہی مجھے شروع سے ناپسند کرتی ہیں اور بھائی کو مجھ سے زیادہ محبت کرتی ہیں ۔۔ہاں بھئی ٹھیک ہے ۔۔وہ پیسے والے لوگ ہیں ۔۔وہ تو اچھے لگیں گے ہی آپکو ۔۔کہاں وہ ریال کمانے والے ۔۔کہاں ہم چند ہزار کمانے والے عام سے کلرک" وہ انہیں چڑا ہی رہا تھا۔اس کی اور اماں کی بحث ہمیشہ ہی جھگڑے پر ختم ہوتی تھی اور جھگڑا وہ چاہتا نہیں تھا اسی لئے جان بوجھ کر گفتگو کا رخ سنجیدگی کی طرف موڑ نہیں رہا تھا

"بیکار بات کی ہے پپو تو نے ۔۔ماں کے لئے ساری اولاد برابر ہوتی ہے ۔۔وہ اگر ریال کماتا ہے تو اسی کا فائدہ ہے ۔۔اور اگر تو روپے کماتا ہے تو اسکا فائدہ بھی تجھے ہی ہے ۔۔تم لوگوں کے بال بچوں کے کام آئیگا سب ۔۔۔ہم تو تین میں نا تیرہ میں ۔۔۔نا اس سے لیتے ہیں نا ہی تجھ سے مانگتے ہیں ۔۔۔ہاں جو خوشی سے دے دے کوئی ۔۔اسکو نا نہیں بول سکتی میں ۔۔۔کفرانِ نعمت تو میرے رب کو بھی پسند نہیں ہے" اماں نے مدلل انداز میں کہا تھا۔پپو نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا

"ہمارے بال بچوں کیا یہاں کیا ذکر اماں ۔۔وہ تو تب آئیں گے نا جب ہمارے ہاتھ پیلے کرنے کا سوچیں گی آپ ۔۔۔بھائی کا تو آپکو بہت خیال ہے لیکن میری تو کوئی فکر ہی نہیں ہے ۔۔۔سوچیں کچھ میرے بارے میں بھی" وہ دل میں اس بات کے لئے سنجیدہ تھا لیکن بظاہر انہیں مذاق میں کہہ رہا تھا

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ مِلا آصف کو فون ۔۔اس سے بات کروں ۔۔۔نبیحہ کے دن رکھنے ہیں ۔۔۔ساتھ ہی عمارہ کو انگوٹھی پہنا دیتی ہوں ۔۔دو جوڑے بھی دلوا دوں گی ۔۔۔ہزار پانچ سو ہاتھ پر رکھ دونگی ۔۔۔ بات پکی ہو جائیگی ورنہ بعد میں الگ سے منگنی پڑے گی" انہوں نے ساری منصوبہ بندی کی ہوئی تھی جسے سن کر خاور نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔عمارہ انکی بھتیجی کا نام تھا

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ ۔۔۔مجھے منظور نہیں ہے یہ سب" وہ چلایا تھا

"ارے بدھو تیرے فائدے کی بات ہے ۔۔۔دن رکھنے آئیں گے جب نبیحہ کے سسرال والے تو ہم قورمے کی دیغ بنوا لیں گے ۔۔۔اسی میں منگنی بھی نبٹ جائیگی ۔۔۔الگ سے کریں گے تو بڑا خرچہ ہو جانا ہے ۔۔۔تجھے اپنی ممانی کا پتا ہی ہے ۔۔۔بعد میں اس نے منہ پھاڑ کر کتنی چیزوں کی فرمائش کر دینی ہے ۔۔باقی تیری مرضی ہے" انہوں نے گویا ہاتھ جھاڑے تھے

"یہی تو کہہ رہا ہوں میری مرضی ہی نہیں ہے ۔۔" وہ سابقہ انداز میں ہی بولا تھا

"اوہ اچھا بھائی ۔۔نہیں تیری ،مرضی تو نا سہی ۔۔میں تو تیرا خرچہ ہی بچانا چاہتی تھی ۔۔۔تیری تنخواہ بھی زیادہ نہیں ہے ۔۔۔میں نے تو بھلا ہی سوچا تھا تیرا ۔۔نئیں تے نا سئی" اماں اسکی بات پر ناک چڑھا کر بولیں

"میں یہ نہیں کہہ رہا۔۔میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس رشتے میں ہی میری مرضی نہیں ہے۔۔میں کوئی نہیں کر رہا عمارہ سے شادی۔۔۔آپ کے ذہن میں یہ خیال آیا بھی کیسے" وہ سخت ناراضی کے عالم میں بولا تھا

"ہاہ ہ ہ۔۔پھر وہی بات۔۔کہا تو ہے کہ تیرا بھلا سوچ رہی ہوں۔۔۔اتنی اچھی لڑکی ہے۔۔سگھڑ سلیقہ مند۔۔۔کیسے اس اکیلی نے سارا گھر سنبھالا ہوا ہے۔۔۔اتنا اچھا کھانا بنا لیتی ہے۔۔یوں چٹا جواب (صاف انکار) دینے سے پہلے ذرا سا دماغ کا استعمال کر۔۔۔اسکی ماں نے بڑا کچھ جمع کر رکھا ہے اس کے لئے۔۔کپڑا لتا۔۔۔بستر بھانڈے۔۔زیوارات۔۔۔دو دو پیٹیاں بھر رکھی ہیں اسکی ماں نے اس کے لئے۔۔۔ایک دفعہ بتا رہی تھی کہ جس سے بھی عمارہ کی شادی کرے گی اسے سلامی میں کار بھی دے گی۔۔اوہ کچھ عقل سے کام لے پپو۔۔۔تیرے تو نصیب کھل جائیں گے ورنہ ایک کلرک کو کون دیتا ہے آجکل لڑکی" اماں نے لگی لپٹی رکھے بغیر کہا تھا۔خاور کو ساری بات پر تو غصہ آیا ہی تھا لیکن کلرکی کے طعنے پر تو جیسے وہ سلگ ہی اٹھا تھا

"کوئی نا کوئی دے دے گا مجھے بھی لڑکی اماں۔۔۔آپ اسکی فکر نا کریں۔۔لیکن عمارہ کا خیال دل سے نکال دیں۔۔خوب بھلا سوچ رہی ہیں آپ میرا۔۔۔یعنی میرے لئے وہ عمارہ ہی رہ گئی ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے اس کے پانچ رشتے ٹوٹ چکے ہیں" وہ ناگواری سے بولا تھا۔اماں کی پیشانی پر شکنوں کا جال بننے لگا تھا۔

"اچھا یعنی کوئی ہے جو تجھے اپنی لڑکی دینے کو تیار ہے۔۔ورنہ تو کبھی بھی اپنی ماں کو اس طرح انکار نا کرتا" اماں کا دماغ فوراً ہی اصل بات تک پہنچ گیا تھا۔خاور نے سٹپٹا کر انکی شکل دیکھی

"اوہو۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے" اس نے انکار کرنا چاہا لیکن چہرہ اصل حقیقت کی چغلی کھا رہا تھا

"دیکھ خاور۔۔۔میں صاف کہے دیتی ہوں۔۔۔تیری شادی ہو گی تو عمارہ کے ساتھ۔۔۔اس لئے جس کے ساتھ وعدے کر بیٹھا ہے نا۔۔۔اسے جواب دے دے ورنہ مجھ سے برا کوئی نا ہو گا" اماں نے غرا کر کہا تھا۔اس نے کھسیانا ہو کر انہیں دیکھا لیکن ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر جلد ہی نظریں چرا گیا۔

"وعدے تو کسی کے ساتھ بھی نہیں کئے اماں۔۔۔لیکن عمارہ نام کا اکاؤنٹ بھی نہیں کھولوں گا" اس نے انہیں انکار کر دیا تھا لیکن اماں کے چہرے پر بکھری استقامت دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"کونین کاشف نثار صاحبہ اب آپ سے کھل کر اس موضوع پر بات کرنی ہی پڑے گی۔۔۔" اس نے سوچا تھا۔

☆......☆......☆

"مجھے پتا نہیں چلا کہ کب۔۔۔لیکن ایسا ہوا" وہ اس کے سامنے بیٹھا سادہ سے انداز میں کہہ رہا تھا۔مہر ریسٹورنٹ کے پلے ایریا میں کھیل رہی تھی۔خاور سے زیادہ نینا کی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں اور یہ بات خاور کو بے چین کر رہی تھی۔وہ اس سے کتنی اہم بات کر رہا تھا جبکہ وہ اسے کتنے غیر اہم انداز میں سن رہی تھی

"میں اپنانا چاہتا ہوں تمہیں۔۔۔وہ بات جو بہت پہلے میں نے مذاق میں کہی تھی، وہی بات اب جیسے میری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ بن کر رہ گئی ہے۔۔۔میں اس مسئلے کو تمہارے ساتھ مل کر سلجھانا چاہتا ہوں" وہ اس کے چہرے کی جانب دیکھ کر بولا تھا

"میں سمجھی نہیں۔۔آپ کیا کہنا چاہتے ہیں" نینا نے کھوکھلے سے لہجے میں کہا تھا۔صاف پتا چل رہا تھا، وہ سمجھتے ہوئے بھی کچھ سمجھنا چاہ رہی تھی۔

"اس سے زیادہ واضح الفاظ میں اظہارِ محبت کیسے کرسکتا ہے کوئی۔" وہ زِچ ہو کر بولا پھر ہاتھ ایسے انداز میں پھیلائے جیسے کسی موضوع کی وضاحت کر رہا ہو

"دیکھیں کو نین بی بی ایک شخص بھلے سے" آئی لو یو" نا بولے لیکن جب وہ کہہ دے کہ وہ آپ کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے، آپ کے ساتھ مل کر ایک مکان کو گھر میں بدلنا چاہتا ہے تو اس کی اِس بات کو" آئی لو یو" جیسے جملے سے زیادہ اہمیت دینی چاہیئے۔۔۔میں نے جو بھی کہا ہے، بے حد سنجیدگی سے کہا ہے۔۔۔یہ دل تمہیں دیکھ کر رکنے لگتا ہے، جانتی ہو دل کسے دیکھ کر رکتا ہے؟" وہ اس سے سوال کر رہا تھا جبکہ وہ اس کی جانب دیکھنے سے بھی کترا رہی تھی

"دل جسے چاہتا ہے اسی کو دیکھ کر رکتا ہے اور پھر اسی کو دیکھ کر چلتا ہے ہے اور پھر اسی کو پا کر سنبھلتا ہے۔۔۔" وہ بس کہتا چلا جا رہا تھا۔پہلا جملہ کہنا مشکل تھا، اس کے بعد کا ہر مرحلہ آسان تھا۔وہ اسے بتا دینا چاہتا تھا کہ وہ اس کے لئے کتنی اہمیت اختیار کر چکی تھی۔

"تم سمجھ رہی ہو نا۔میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔۔میں شادی کرنا چاہتا ہوں تم سے۔۔۔میری بہن کی شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں گھر میں۔۔۔میری اماں میرے لئے رشتہ ڈھونڈ رہی ہیں۔۔۔میں ان کے سامنے تمہارا نام لے دوں۔۔۔؟" وہ پوچھ رہا تھا۔نینا نے مہر کے وجود سے نظریں ہٹائیں

"وہ کب سے ایک ہی رائیڈ پر بیٹھی ہے۔۔۔اس کو کہیں کہ باقی رائیڈز پر بھی بیٹھے ورنہ بعد میں پچھتائے گی" وہ بولی بھی تو کیا بولی۔۔سوال گندم، جواب چنا۔خاور جی بھر کر بدمزہ ہوا۔یہ اتنی بیکار بات نہیں تھی، اسکی زندگی کا اہم ترین مسئلہ تھا اور نینا اسے کتنے غیر اہم انداز میں لے رہی تھی۔وہ خاموش ہی ہو گیا۔نینا بھی چپ ہو گئی تھی پھر چند منٹ کے بعد اسی نے خاموشی توڑی تھی۔

"آپ بہت اچھے انسان ہیں۔۔آپ کا ساتھ کسی بھی لڑکی کے لئے خوش قسمتی کی موجب ہو سکتا ہے۔۔۔میرے پاس۔۔" خاور نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا وہاں عجیب سی کاٹ تھی

"بس کرو نینا۔۔یہ نئے نئے سسرالی رشتہ داروں والی گفتگو مت کرو میرے ساتھ۔۔۔آپ بہت اچھے ہیں۔۔آپ قابل عزت ہیں۔۔ارے اتنا ہی اچھا ہوں۔۔اتنی ہی عزت ہے میری تمہارے دل میں تو پھر یہ بودی دلیلیں کاہے کو دینیں۔۔۔" وہ اس کی بات کاٹ کر تنک کر بولا تھا۔

"تم کچھ مت کہو۔۔میں سمجھ گیا ہوں کہ میری دال نہیں گلنے والی۔۔۔" وہ اتنا کہہ کر چپ سا ہو گیا تھا۔یہ حقیقت تھی کہ اسے دکھ ہوا تھا

مگر اس کے گمان میں کہیں نا کہیں یہ سب موجود تھا۔اسے اندازہ تھا کہ نینا کو رضامند کرنا اس کے لئے اماں کو رضامند کرنے سے بھی کہیں زیادہ مشکل ہوگا

”میں اس قابل نہیں ہوں کہ کسی مکان کو گھر میں تبدیل کر سکوں۔۔۔میں تو بنے بنائے گھر کو قبرستان بنا ڈالوں۔۔۔آپ کیوں اپنی خوشیوں بھری زندگی کو میری وجہ سے دوزخ بنانا چاہتے ہیں“ وہ اسکی جانب دیکھے بناء کہہ رہی تھی۔اس کی آنکھیں جیسے خلا میں مرتکز تھیں،اسکا لہجہ کسقدر ٹوٹا ہوا لگتا تھا۔

”آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔۔۔کچھ نہیں پتا آپکو۔میرے تو اپنے گھر والے میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔۔۔میں ایک نارمل انسان نہیں ہوں۔۔۔میں تو اپنے ساتھ رہنے والوں کو ابنارمل بنا دیتی ہوں۔۔۔زومبی تو دیکھا ہوگا نا آپ نے کبھی کسی فلم میں جسے کاٹ لے پھر وہ بھی زومبی بن جاتا ہے۔۔۔بس وہی ہوں میں۔۔۔نارمل انسانوں میں رہنے کے قابل نہیں ہوں۔۔۔آپ کہاں سے آگئے اپنا آپ برباد کرنے۔۔۔“ وہ رک رک کر بول رہی تھی اور جیسے جیسے بول رہی تھی خاور کو اچھا لگ رہا تھا۔جب آپ کسی شخص کے سامنے اپنی زات کی پرتیں کھول کر کتھارسس کرنے لگتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ اس شخص کو اہمیت دیتے ہیں۔وہ اسے اہمیت دے رہی تھی،اسے اچھا کیوں نا لگتا

”تمہیں کس نے کہہ دیا تم زومبی ہو۔۔۔نہیں ہو تم زومبی۔۔۔تم راپنزل ہو۔۔۔ایک ہی قلعے کی تاریک دیواروں میں محصور ہو کر رہتے رہتے ایسی ہو گئی ہو۔۔۔میں تمہیں نکال لونگا اس تاریک قلعے سے۔۔۔سب ٹھیک ہو جائیگا۔۔۔تاریکی سے نکلو تو روشنی آنکھوں میں چبھتی ہے۔لیکن چند لمحے کے لئے۔۔۔پھر سب واضح ہو جاتا ہے۔۔۔سب کچھ۔۔۔میں سب ٹھیک کر دونگا۔میرا یقین کرو“ وہ اپنے جذبات کی شدت سے مغلوب ہو کر بول رہا تھا۔اس کے الفاظ میں ہی نہیں انداز میں بھی اسقدر محبت تھی کہ کسی کا بھی دل پگھل جاتا۔نینا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا

”کیا وہ بھی پگھلنے لگی تھی؟

☆......☆......☆

”آج تم میری پسند کا ڈریس پہنوگی۔۔۔کوئی بھی پنک یا پرپل کلر کا“ سمیع نے صبح ہی صبح فرمائش کی تھی۔اتوار کا دن تھا۔سمیع گھر پر ہی تھا وہ کافی لیٹ اٹھے تھے پھر ناشتہ کرتے بارہ بج گئے۔ناشتے کے بعد اس نے اطمینان سے شہرین سے کہا تھا۔اس کے رویے نے اسے کچھ الرٹ کر دیا تھا وہ آجکل شہرین کو بھرپور وقت دینے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔اسے سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ کہیں شہرین کے گھر والے فون کر کے اسے ورغلاتے نا رہتے ہوں۔نا صرف اس کے گھر والے بلکہ خود اسکی امی بھی کب ابھی تک ان کے رشتے کو اہمیت دینے کو تیار ہوئی تھیں۔شہرین کی سرجری کے دنوں میں ہی حالات بہتر ہوئے تھے۔اب یہ صورتحال تھی کہ وہ سب آپس میں ملتے تو تھے لیکن سمیع اپنے سسرال والوں کے لئے اور شہرین اپنے سسرال والوں کے لئے ناپسندیدہ ہی تھی۔

"آج کوئی خاص بات ہے کیا۔۔؟" شہرین کو اسکا اس طرح کہنا بڑا اچھا لگا اس لئے خوش ہوتے ہوئے بولی تھی

"میرے لئے تمہارے سوا کوئی بھی، کچھ بھی، کبھی خاص نہیں رہا میری جان۔۔ میرے لئے تو تم ہی سب سے خاص ہو" وہ اس کے سر سے سر ٹکراتے ہوئے بولا تھا۔ شہرین مسکرائی تھی

"اچھا یہ بات ہے تو پہن لیتی ہوں تمہاری پسند کا ڈریس۔۔ کیا یاد کرو گے تم بھی" اس نے خوشی خوشی وارڈروب کھول لی تھی۔ سمیع نے اسکو مصروف دیکھا تو وہ لاؤنج میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ کام تو کچھ خاص تھا نہیں۔۔ اخبار کھول کر بیٹھ گیا۔۔ اِدھر ادھر کی خبریں پڑھتے، آرٹیکلز کا سرسری جائزہ لینے کے بعد اس نے موبائل اٹھا لیا تھا۔ وہ انتظار کر رہا تھا کہ شہرین آجائے تو پلان کرے کہ آخر چھٹی کا دن گزارنا کیسے ہے مگر وہ آہی نہیں رہی تھی۔ سمیع کافی دیر موبائل پر مصروف رہا تب کہیں جا کر شہرین آئی تھی۔ سیاہ رنگ شاکنگ پنک پھولوں والے لباس میں وہ اچھی تو لگ رہی تھی، میک اپ بھی کر رکھا تھا۔ لمبے بھورے بال تو اب رہے نا تھے، اس لئے سر تو اس نے ڈھک رکھا تھا۔ وہ سمیع کو ہر حال میں ہی اچھی لگتی تھی مگر یہ وہ رنگ نا تھا جو سمیع نے اسے پہننے کے لئے کہا تھا

"اچھی لگ رہی ہو۔۔ لیکن پنک یا پرپل کیوں نہیں پہنا؟" سمیع نے عام سے انداز میں کہا۔ شہرین حیران سی ہوگئی

"پہلے کہتے ہو سیاہ لباس پہنو۔۔ اب جب سیاہ لباس پہن لیا ہے تو کہہ رہے ہو کہ پنک یا پرپل کیوں نہیں پہنا" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی

"ارے۔۔ میں نے تو کہا تھا کہ کوئی لائٹ سا کلر پہنو۔۔ میرا دل چاہ رہا تھا تمہیں پنک کلر میں دیکھنے کو" سمیع سمجھا وہ مذاقاً ایسا کہہ رہی ہے لیکن اس نے برا سا منہ بنایا

"سمیع تم ایسے کیوں کرتے ہو۔۔ مجھے ستا کر کیا ملتا ہے تمہیں۔۔ تمہارے کہنے پر ہی تو پہن کر آئی ہوں یہ۔۔ اب تمہیں اچھا نہیں لگ رہا یہ رنگ مجھ پر تو تم نے اعتراض کرنے شروع کر دئے۔۔ اچھی نہیں لگ رہی نا میں" وہ ناگواری بھرے انداز میں بولی تھی

"خبردار جو یہ کہا تو۔۔ تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔۔ یہ رنگ تو ویسے بھی تم پر سوٹ کرتا ہے۔۔ لیکن میں نے واقعی پنک کہا تھا۔۔ اچھا چلو کوئی بات نہیں غلط فہمی بھی کسی چڑیا کا نام ہے آخر" وہ ابھی بھی مسکراتے ہوئے ہی کہہ رہا تھا لیکن شہرین کا مزاج بگڑا ہوا ہی تھا

"مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی۔ تم نے بلیک ہی کہا تھا۔۔ ورنہ میں کیوں پہنتی یہ رنگ۔۔ اس میں تو میری رنگت مزید بھدی سی لگنے لگتی ہے" وہ ابھی بھی ناخوش تھی۔ سمیع نے اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا

"اچھا ٹھیک ہے جو تم کہہ رہی ہو، وہی ٹھیک ہے۔۔ اب یہاں بیٹھو میرے پاس۔۔ کتنے دن ہوئے تمہیں فرصت سے دیکھا تک نہیں ہے۔۔ ہمیں تو بس بھاگتی دوڑتی مل رہی ہو آجکل" سمیع نے رومانٹک سے انداز میں کہا تھا۔ شہرین نے ہاتھ چھڑوایا تھا

"میں نہیں بیٹھ رہی۔۔ مجھے ابھی نماز پڑھنی ہے" وہ کاؤچ کے سائیڈ پر پڑے ٹیبل کے دراز سے جاء نماز نکالنے لگی تھی۔ سمیع نے کندھے اچکائے

"اچھا چلو نماز پڑھ لو پہلے۔۔پھرت بات کرتا ہوں تم سے۔۔۔"سمیع کا انداز ابھی بھی ویسا ہی تھا۔شہرین کوئی جواب دیئے بناء ڈرائینگ روم میں چلی گئی۔لاؤنج میں ٹی وی چلتا رہتا تھا تو اکثر نماز وہ ڈرائینگ روم میں ہی پڑھ لیتی تھی۔اس کے جانے کے بعد سمیع نے دوبارہ موبائل اٹھا لیا۔وہ کوفی دیر تک نہیں آئی تھی۔سمیع نے وال کلاک کی جانب دیکھا اور پھر موبائل پر بھی نظر ڈالی۔نصف گھنٹہ ہو چلا تھا لیکن وہ ڈرائنگ روم سے نکلی تک نا تھی۔سمیع اپنی جگہ سے اٹھا اور اسے دیکھنے کی غرض سے ڈرائینگ روم میں چلا آیا۔جاء نماز صوفے کے ہینڈل پر پڑی تھی جبکہ شہرین موبائل ہاتھ میں لئے کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھی۔سمیع کو آتے دیکھ وہ لمحہ بھر کے لئے رکی پھر اس نے فون آف کر دیا تھا۔سمیع نے اس کی اِس حرکت کو غور سے دیکھا تھا

"میں سمجھا تم ابھی تک نماز پڑھ رہی ہو۔۔۔اور تم یہاں بیٹھی واٹس ایپ میں مگن ہو"اس نے شکوہ کیا تھا۔شہرین حیران ہوئی

"کونسی نماز۔۔۔؟میں تو بیڈ روم سے ہی نماز پڑھ کر آئی تھی"وہ سمیع کی بات پر ناک چڑھا کر بولی تھی

"لیکن تم نے خود ہی کہا تھا کہ تم نماز پڑھنے لگی ہو۔۔"سمیع اس سے زیادہ حیران ہوا

"میں کیوں کہوں گی ایسے۔۔جبکہ میں نے تو اذان ہوتے ہی نماز پڑھ لی تھی۔۔اب تو ایک گھنٹہ ہو گیا ہے۔۔"اس نے سمیع کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا

"شہرین۔۔فار گاڈ سیک۔۔۔کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔مجھے تو تم ہی کہہ کر ڈرائینگ روم میں آ گئی تھی کہ نماز پڑھنی ہے ابھی۔۔۔اچھا دکھاؤ مجھے یہ فون۔کس سے باتیں کر رہی ہو واٹس ایپ پر؟"وہ برا منا کر بولا تھا۔شہرین کا رویہ سمجھ سے بالا تر تھا۔شہرین نے فون والا ہاتھ پیچھے کر لیا

"کسی سے نہیں سمیع۔۔۔اب کیا تم میرا سیل فون بھی چیک کیا کرو گے۔۔۔دیٹس ناٹ فیئر"وہ بھی ناراضی والے لہجے میں بولی تھی سمیع کو لگا اسکا سر پھٹنے لگے گا

"کیا ہو گیا ہے تمہیں شہرین۔۔۔کیا ملتا ہے تمہیں اس طرح مجھے اذیت دے کر۔۔۔کیوں کر رہی ہو تم میرے ساتھ یہ سب۔۔۔"وہ چلا یا تھا۔

☆......☆......☆

"تم رابنزل ہو۔۔ایک ہی قلعے کی تاریک دیواروں میں محصور ہو کر رہتے رہتے ایسی ہو گئی ہو۔۔۔میں تمہیں نکال لونگا اس تاریک قلعے سے۔۔۔سب ٹھیک ہو جائیگا"اس نے چت لیٹے چھت کی جانب دیکھتے ہوئے اس کے اس جملے کو ذہن میں دوہرایا تھا۔اسکا لہجہ کیسا محبت بھرا تھا جب وہ ایسے کہہ رہا تھا۔ایک لڑکی کو اور کیا چاہیئے ہوتا ہے۔محبت عورت کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔محبت کا سہارا لے کر بڑی سے بڑی سورما عورت کو زیر کیا جا سکتا ہے لیکن کونین کاشف نثار پر محبت نے بھی اثر نہیں کیا تھا۔اس نے اپنا دل ٹٹولنے کی کوشش کی اور ہر بار وہاں گہری خاموشی تھی۔

"میں واقعی نارمل نہیں ہوں۔۔۔" اس نے تھک کر سوچا تھا اور ساتھ ہی کروٹ بدل لی۔مہر اس کے ساتھ ہی سو رہی تھی۔زری کی شادی میں دو دن رہ گئے تھے۔اسکی سہیلیاں آج سرِشام ہی آ کر ڈھولکی پیٹتی رہی تھی۔اسی لئے مہر بھی یہاں موجود تھی۔خاور نے اسے فون کر کے کہا بھی یہی تھا کہ مہر کو لے جاؤ، خدا جانے اس نے اپنی اماں کو اس امر کے لئے کیسے راضی کیا تھا لیکن مہر بہرحال ان کے یہاں چند دن رہنے کے لئے آ گئی تھی۔خاور اچھا انسان تھا، یہ تو وہ مانتی ہی تھی۔اسے اس کی آنکھوں میں چھپی محبت محسوس تو ہوتی تھی لیکن سے گمان نہیں تھا کہ وہ ایسے کھل کر بھی اظہار کرے گا۔اس کے اظہارِ محبت نے نینا کو زیادہ کنفیوژ کر دیا تھا۔وہ تذبذب کا شکار ہوگئی تھی اس نے زری کے بیڈ کی جانب دیکھا۔وہ وہاں نہیں تھی۔وہ بالکنی میں بیٹھی اظفر سے باتیں کرنے میں مگن تھی۔صبح سے شام تک اس کے پاس کرنے لائق بس یہی کام رہ گیا تھا۔درزی سے جوڑا سِل کر آتا یا بازار سے کوئی جوتا وہ ہر چیز پہن کر پہلے تصویر اتارتی تھی، اسے اظفر کو واٹس ایپ کرتی تھی اور پھر کوئی دوسرا کام کرتی تھی۔اسکا دل چاہا وہ زری کو خاور سے ہونے والی ساری گفتگو بتائے اور پھر اس سے مشورہ کرے مگر وہ ڈرتی تھی کہ زری اسے طعنہ دے دے گی۔اسے طعنوں سے بہت خوف آتا تھا۔اس نے زندگی بھر طعنے ہی تو کھائے تھے لیکن اب اس سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔اب کوئی طعنہ دیتا تھا تو اسکا دماغ پھٹنے لگتا تھا پھر وہ اول فول بکنے لگتی تھی۔زری کی شادی میں دو ہی دن تو باقی تھے۔وہ اسے جھگڑنا نہیں چاہتی تھی۔

"ایسی باتوں پر میرا دل رسپانس کیوں نہیں کرتا۔۔اور وہ کہتا ہے کہ میں نارمل ہوں۔۔" اس نے سوچا تھا اور پھر دوسری جانب نرمی سے کروٹ بدلی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ مہر کی نیند خراب ہو۔اسی دوران اس کے موبائل کی اسکرین چمکی تھی۔بیپ بند ہونے کی وجہ سے آواز تو نہیں آئی تھی لیکن اسکرین چمکتے دیکھ کر اس کو اندازہ ہوا تھا کہ شاید کوئی کال آ رہی تھی۔اس نے فون اٹھایا تو اندازہ ہوا کہ کال نہیں ٹیکسٹ تھا

"مہر تنگ تو نہیں کر رہی؟" اس کی توقع کے عین مطابق وہ ٹیکسٹ خاور کی جانب سے کیا گیا تھا۔سلیم کے علاوہ کسی کی مجال نا تھی کہ اسے رات کو ٹیکسٹ کرتا۔سلیم کے بعد خاور نے اتنی ہمت دکھائی تھی اور عجب بات یہ تھی کہ نینا کو اسکا بلاوجہ ٹیکسٹ کرنا برا نا لگتا تھا۔

"شاید اسی کو محبت کہتے ہوں۔۔۔" اس نے جوابی ٹیکسٹ لکھتے ہوئے سوچا تھا

"نہیں۔۔سکون سے سو چکی ہے۔۔آپ فکرمند نا ہوں" اس نے لکھ دیا تھا

"تم کیوں جاگ رہی ہو اب تک؟" چند لمحے کے بعد دوبارہ ٹیکسٹ موصول ہوا تھا اور وہ اسکی توقع کر ہی رہی تھی۔اس نے فون ہاتھ ہی میں پکڑ رکھا تھا

"اب میں اس اس احمقانہ سوال کا کیا جواب لکھوں۔۔۔اگر یہ لکھ دیا کہ فضول آدمی تمہاری باتوں کی وجہ سے دماغ گھوم کر رہ گیا ہے۔۔انہی کو سوچ سوچ کر نیند نہیں آ رہی تو کیا سوچے گا وہ۔۔۔چھوڑو یہ تو کبھی نہیں لکھوں گی۔۔اونہہ" اس نے خود ہی سے سوال کیا تھا اور خود ہی جواب دے دیا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم میرے بارے میں نہیں سوچ رہی ہوگی۔۔بلاشبہ وہ کوئی اور مسئلہ ہوگا جس نے تمہاری نیندیں اڑا رکھی ہونگی لیکن ہر سوچ کو دماغ سے جھٹک کر اب سو جاؤ۔۔گھر میں شادی ہے۔۔صبح کو کافی کام ہونگے کرنے والے۔۔آخر لڑکی کی بہن ہو۔۔"اس نے کافی دیر تک کوئی میسج نہیں کیا تو خاور کا ایک اور میسج آ گیا تھا۔جسے پڑھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی

"اوہ سیانے آدمی تمہارے بارے میں ہی سوچ رہی تھی"اس نے پھر سوچا تھا لیکن لکھا نہیں تھا۔

"آپ بھی سو جائیں۔۔۔شب بخیر"اس نے بہت سوچنے کے بعد اسے یہ جملہ ٹیکسٹ کیا تھا۔اس کے بعد خاور کو کوئی ٹیکسٹ نہیں آیا تھا حالانکہ وہ انتظار کرتی رہی کہ شاید وہ دوبارہ کچھ کہے گا مگر ایسا نہیں ہوا تھا اور پھر چند مزید کروٹیں بدلنے کے بعد وہ نیند کی وادی میں اترنے والی تھی تو صرف الارم چیک کرنے کے لئے اس نے سیل اٹھایا۔وہاں کافی پہلے کا ایک عدد ٹیکسٹ موصول ہوا تھا

"تمہیں اداس دیکھ کر کسی کے رنگ کھو گئے

کہیں پے چاند بجھ گئے،کہیں ستارے سو گئے

کہیں پے بارشوں کی رت غضب پیاس بن گئی

کہیں پے آس ٹوٹ کر سراپاء یاس بن گئی

کسی کے موسموں کو یوں عذاب مت کیا کرو

اداس مت رہا کرو،اداس مت رہا کرو

اس نے دوبار پڑھا تو کچھ کچھ سمجھ میں آیا اور کچھ نہیں کہ وہ شاعری کی زبان میں کیا کہنا چاہ رہا تھا۔وہ اگرچہ چند لائنوں کی ایک نظم تھی لیکن اسے کہاں آرام سے سمجھ میں آتی تھیں ادب وثقافت کی باتیں۔۔۔اس نے ناک چڑھائی تھی

"اللہ پوچھے گا تم سے۔۔اتنی مشکل باتیں اور وہ بھی آدھی رات کے وقت۔۔۔ابھی تک جاگ رہا ہے۔۔الو نا ہو تو"اسے سخت نیند آ رہی تھی۔اس نے سیل فون دوبارہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔نیند کی آغوش میں اپنا آپ سپرد کر دینے سے صرف ایک لمحہ پہلے جانے کیوں اس کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی تھی۔نیند کی وادی میں اترنے سے پہلے اس نے مسکراتے ہوئے سوچا تھا

"اونہہ۔۔۔اور پھر کہتا ہے میں چھچھورا نہیں ہوں۔۔۔"

☆......☆......☆

"ایمن۔۔بیٹا دھیان سے چڑھنا۔۔۔"نینا نے گھر کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اسے تاکید کی تھی۔وہاں گرد اور دھول کے نشان خوب واضح تھے۔نینا کا دل افسردہ سا ہوا۔جب ان دونوں بہنوں کی شادی نہیں ہوئی تھی تو انکا گھر بالخصوص یہ سیڑھیاں ہمیشہ صاف رہتی تھیں اور اسکا سارا کریڈٹ زری کو جاتا تھا۔اسے صفائی ستھرائی کا خبط تھا۔کبھی صفائی والی باجی سے کبھی خود ہی وہ گھر چمکانے میں ہی لگی رہتی تھی لیکن اب امی کی بوڑھی ہڈیوں میں وہ دم خم نہیں رہا تھا اور صفائی والی اتنی محنت کرتی نہیں تھی۔وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئی۔وہاں سامان تو سب

وہی تھا لیکن اب اداسی سی اتری محسوس ہوتی تھی۔ایک سال کے قلیل عرصے نے بہت کچھ تبدیل کر دیا تھا

"امی۔۔کہاں ہیں آپ۔۔" اس نے لاؤنج میں ہی کھڑے ہو کر آواز دی تھی پھر ایمن کو دیوان پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ آرام سے دیوان کی جانب بڑھ گئی

"ارے نینا تم بھی آ گئی۔۔میں بھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئی ہوں" زری امی کے کمرے سے نکلتے ہوئے بولی تھی۔اس نے بھی مڑ کر دیکھا۔چھوٹی سی ڈھولکی جیسا پیٹ اٹھائے،کھلتی ہوئی رنگت کے ساتھ وہ مسکراتی ہوئی اسکی جانب آئی تھی۔

"کیسی ہو؟" نینا نے بھی خوشدلی سے اسے گلے لگایا تھا۔

"طبیعت کیسی رہتی ہے تمہاری۔۔" وہ اس کے سراپے کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔شادی کے دوسرے سال بڑی منتوں مرادوں کے بعد اللہ نے کرم کیا تھا۔وہ کافی خوش تھی۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔بس اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوا ہے آجکل۔۔باقی تو سب ٹھیک ہے" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔وہ بھی سر سے لے کر پاؤں تک اسکا جائزہ لے رہی تھی پھر وہ وہیں دیوان پر ایمن کے قریب بیٹھ گئی۔،ایمن کو مخاطب تک نا کیا تھا اس نے

"اسکی ماں کیسی ہے۔۔؟" بیٹھ جانے کے بعد زری نے بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا تھا۔نگاہوں میں لہجے سے کہیں زیادہ طنز تھا۔نینا کو اچھا نا لگا لیکن زری اور امی ایمن کو زیادہ پسند نا کرتی تھیں

"ایمن آپ جائیں اس کمرے میں۔۔۔اپنے کھلونے نکال کر کھیلیں۔۔۔میں ابھی آتی ہوں" اس نے اسے وہاں سے اٹھانا چاہا

"نینا۔واپس کب جائیں گے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔اس کی آنکھیں زری کے انداز پر بجھ سی گئی تھیں۔وہ بہت ذہین تھی۔رویوں کی بخوبی پہچان تھی اسے

"ابھی تو آئی ہے وہ۔۔اسے ذرا سانس تو لے لینے دو" زری نے تنک کر کہا تھا۔ایمن گھبرا کر فوراً ہی اس کمرے کی جانب چلی گئی جس طرف نینا نے اشارہ کیا تھا

"ایسے کیوں بات کر رہی ہو یار۔۔بچی ہے۔۔محسوس کرتی ہے" نینا نے اسے رسانیت سے ٹوکا تھا

"رہنے بھی دو نینا۔کوئی بچی نہیں ہے یہ۔۔بہت چالاک ہے۔۔۔اسکی ماں ہمیشہ اسے تمہارے ساتھ بھیج دیتی ہے کہ جاؤ ذرا سن گن لے کر آؤ اور تم بھی اس دم چھلے کو ساتھ لگائے رکھتی ہو۔۔۔اتنا سر مت چڑھاؤ اسے" زری ناک چڑھا کر نخوت سے بولی تھی۔ایمن بہت شوق سے یہاں آتی تھی لیکن بہت سرد مہری کا سامنا کرنا پڑتا تھا اسے یہاں

"وہ اکیلی گھر میں کیا کرے۔۔میں آ رہی تھی تو وہ بھی آ گئی۔۔امی سے بہت گھل مل گئی ہے۔۔کہتی رہتی ہے نانو کے یہاں چلیں۔۔۔اسی لئے لے آئی تھی۔۔۔خیر تم چھوڑو یہ بتاؤ کب تک کے لئے آئی ہو۔۔رہو گی" نینا نے وضاحت کرنے کے بعد پوچھا تھا

"میں تو شام کو چلی جاؤنگی۔۔تم رکو گی کیا؟" زری نے پوچھا تھا

"ہاں ۔۔میں تو اتوار کی رات کو جاؤں گی ۔۔دو دن رہوں گی" نینا نے بتایا۔زری نے کھوجتی ہوئی نگاہوں سے ایک بار پھر اس کا جائزہ لیا۔مہنگی لان کا انتہائی خوبصورت سلا ہوا سوٹ، کندھے پر لٹکتا ہوا برانڈڈ ہینڈ بیگ اور۔۔۔اور بس۔۔اور کچھ بھی نہیں ۔۔کان، ہاتھ یا گردن میں زیور کے نام پر دھاگا تک نا تھا۔ہاتھ کی کسی بھی انگلی میں کوئی ایک چھلا تک نا پہن رکھا تھا۔کاجل غازہ سرخی ۔۔اسے آرائش و زیبائش کا کوئی اصول شادی کے بعد بھی ازبر نا ہو سکا تھا

"تم پاگل ہو نینا۔۔ایسے مت چھوڑا کرو اپنے شوہر کو۔۔ایک تو تمہیں ابھی تک اپنا آپ سجانا سنوارنا نہیں آیا۔۔اوپر سے ویک اینڈ پر یہاں آجاتی ہو۔۔تیسرا تم سوکن والی ہو۔۔اتنی بیوقوفیاں ایک ساتھ تم ہی کر سکتی ہو۔سیلوٹ ہے تمہیں" وہ اپنی کلائیوں میں پڑی چوڑیوں کو گھماتے ہوئے اسے گھور کر بول رہی تھی۔نینا کی ہارٹ بیٹ ذرا سی دیر کو مس ہوئی لیکن اس نے خود کو سنبھالا تھا

"شادی کے بعد کتنی نصیحتیں کرنی آ گئی ہیں تمہیں ۔۔" وہ صرف موضوع تبدیل کرنا چاہتی تھی

"یہ ہی عقلمندی ہے نینا۔شوہر کو کئی کئی دن تک اکیلا چھوڑ کر میکے آ کر بیٹھ جانا بہت بڑی غلطی ہے۔۔ان کے آس پاس ہی رہنا چاہیئے ۔۔مجھے دیکھو میں ویک اینڈ پر بھی امی کی طرف نہیں رکتی۔۔اگر کبھی رکنا بھی چاہوں تو اظفر اجازت نہیں دیتا۔۔مِنتیں کرنے پر اتر آتا ہے اور میں اوپر اوپر سے غصہ کرتی ہوں لیکن دل ہی دل میں بڑا خوش ہوتی ہوں کہ اسے بھی میرے بغیر رہنا اچھا نہیں لگتا" وہ آواز مدھم کر کے بول رہی تھی۔چہرے پر کیسا خوشی اور اطمینان تھا۔

"اونہہ مجھ سے نہیں ہوتے یہ چونچلے ۔۔شوہر کو تھوڑی سی پرائیویسی تو دینی چاہیئے ۔۔" نینا نے ناک چڑھا کر کہا تھا

"پرائیویسی کی بچی ۔۔شوہر سے کوئی پرائیویسی نہیں ہوتی ۔۔اور اگر تم اسے پرائیویسی دینے کے چکر میں رہو گی تو وہ تمہاری سوکن چھین لے گی تمہیں اس سے" زری اسے سمجھا رہی تھی

"وہ کیوں چھین لے گی ۔۔چھینا تو اِس نے ہے اسکا شوہر ۔۔" یہ امی کی آواز تھی۔اس نے مڑ کر دیکھا۔امی کبھی اسے طعنہ دینے سے چوکتی نہیں تھیں لیکن اب اس نے طعنوں پر بھڑکنا چھوڑ دیا تھا

"جی امی۔صحیح کہہ رہی ہیں آپ ۔۔" وہ سادہ سے انداز میں بولی کہ حقیقت بھی تو یہی تھی۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول" راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

سب کچھ بدل گیا۔۔۔میں ۔۔۔میری زندگی، میرا لہجہ، میری فطرت ۔۔میری بول چال، رنگ روپ ۔لیکن نہیں بدلی تو میری قسمت ۔۔۔" اس نے امی کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔ وہ سادہ سے انداز میں چبھتا ہوا فقرہ ادا کر کے، اسکا دل چیر کر اطمینان سے اب سامنے بیٹھ گئی تھیں۔ نینا کو اب انکا رویہ بھی برا نا لگتا تھا حالانکہ وہ محسوس کرتی تھی کہ وہ زری کے میکے آنے پر تو بے حد خوش ہوتی تھیں لیکن اس کو دیکھ کر انہوں نے کبھی خوشی کا ایسا اظہار نا کیا تھا۔

" امی کڑھی بنائیں مزے کی ۔۔۔اور ساتھ بنائیں سفید چاول ۔۔۔میں اس پر زیادہ سارے کھیرے اور اچار ڈال کر کھاؤں گی ۔۔بہت دل چاہ رہا ہے" زری نے انہیں بیٹھتا دیکھ فرمائش کر ڈالی تھی ۔امی مسکرائیں

" کڑھی کے ساتھ اچار کون کھاتا ہے؟" وہ حیران ہوئی تھیں

" بس امی کچھ نا پوچھیں ۔۔آجکل ہر چیز کے ساتھ اچار کھانے کا دل چاہتا ہے ۔۔کل میں نے فرائز کے اوپر اچار ڈال کر کھایا ۔۔اتنا مزا آیا ۔اظفر خوب ہنس رہا تھا" وہ خوش ہو کر بتا رہی تھی ۔امی مزید مسکرائیں

" اللہ خیر کرے کچھ بچے پیدائش سے پہلے ہی ماؤں کے دماغ خراب کر دیتے ہیں ۔۔۔کچھ بھی الٹا سیدھا کھانے کو دل مچلنے لگتا ہے ۔۔۔تمہاری دفعہ تو میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ بس وہی گھر کا کھانا اچھا لگتا تھا۔ اللہ بخشے تمہاری دادی بہت خیال رکھتی تھیں میرا لیکن یہ نینا کی دفعہ تو بس میرا دل عجیب سا ہوا رہتا تھا ۔۔میں نے اتنے میٹھے کھائے ہونگے اسکی باری کہ شاید ہی زندگی میں کبھی کھائے ہوں ۔۔۔اسی لئے تو اسکا نام کو نین رکھا تھا ۔۔تمہاری خالہ کہتی تھیں کو نین کڑوی ہوتی ہے مگر بڑی اچھی چیز ہوتی ہے ۔۔لیکن خیر ہمارے معاملے میں تو ہر اصول الٹا ہی ثابت ہوتا ہے ۔۔۔" وہ دونوں آپس میں بات کر رہی تھیں جیسے وہ وہاں موجود ہی نا ہو۔ نینا اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

" میں ذرا ایمن کو دیکھ لوں" وہ وہاں سے ہٹنا چاہتی تھی

" اوہو ۔دیکھنا کیا ہے ۔۔پانچ منٹ پہلے تو کمرے میں گئی ہے وہ ۔اتنی سی دیر میں بدل گئی ہو گی کیا ۔۔ویسی ہی ہے جیسی تم اپنے گھر سے لائی تھی ۔بیٹھو یہاں ہمارے پاس" زری نے چڑ کر کہا تھا۔ نینا دوبارہ بیٹھ گئی

" اظفر کیسا ہے ۔۔؟" امی نے اس سے پوچھا تھا۔ نینا کو کم ہی مخاطب کرتی تھیں وہ

" فِٹ ہے امی ۔۔ایک دم ٹھیک ٹھاک" اظفر کے ذکر پر زری کا چہرہ کھِل سا گیا تھا

" تمہارا خیال تو رکھتا ہے نا ۔" امی نے ٹوہ لینے والے انداز میں پوچھا تھا۔ زری کھِل کر ہنسی

" بالکل رکھتا ہے امی ۔۔آپکا کیا خیال ہے نہیں رکھتا ہو گا ۔۔اسکا بس نہیں چلتا ورنہ وہ تو مجھے بستر پر بٹھا کر بس ہر وقت مجھے کچھ نا کچھ کھلاتا ہی رہے ۔کہیں سُن لیا کہ دودھ میں شہد ڈال کر پینے سے ماں اور بچے کی صحت اچھی رہتی ہے ۔۔تب سے مجھے کہہ رہا ہے کہ خالص شہد

لائے گا کسی گاؤں سے۔۔۔میں نے منع کر دیا۔کہ امی کی طرف جاؤں گی تو لے آؤں گی۔۔آپ نے منگوایا تھا نا خالص شہد" وہ فرمائش اور مطالبے کیسے فرفر کرتی تھی۔پہلے ایسی باتوں پر نینا اسے بے نقط سنایا کرتی تھی لیکن اب جیسے حق نا رہا تھا کچھ کہنے کا۔۔وہ منہ سی کر بیٹھی تھی ان دونوں کے سامنے

"ہاں رکھا ہوا ہے۔۔لے جانا۔۔یہاں کون استعمال کرتا ہے۔۔۔" امی نے بھی فوراً سے پیش تر حامی بھری تھی۔یہ عجیب بات تھی کہ امی زری کو ہر بار سسرال واپس جاتے ہوئے خوب تھیلا بھر کر بھیجتی تھیں۔وہ بھی اتنی حریص ہو گئی تھی کہ فریزر میں کباب بنا کر رکھے ہوتے یا مصالحہ لگا کر مچھلی رکھی ہوتی تو اسکو بھی دیکھ کر اسکی رال ٹپکنے لگتی تھی۔

"اظفر بہت دن سے فرائیڈ فش کی فرمائش کر رہا تھا، اظفر کو کچنار گوشت بڑا پسند ہے، اظفر تو چکن کڑاہی دیکھ کر خوش ہو جائیگا، اظفر آپ کے ہاتھ کی بریانی کھانے کی فرمائش کر رہا تھا" وہ امی کے سامنے بس ایسے ہی راگ الاپ الاپ کر ان سے کھانے پکواتی رہتی تھی اور پھر ڈبے بھر بھر کر واپسی پر ساتھ بھی لے جاتی تھی۔اظفر کو امی کے ہاتھ کے کھانے پسند بھی تھے۔وہ خود بھی فون کر کے امی سے کچھ نا کچھ بنواتا رہتا تھا۔شوہر کے دل کا راستہ اگر واقعی معدے سے گزرتا تھا تو محسوس یہ ہوتا تھا کہ زری نے وہ راستہ امی کی انگلی پکڑ کر بخوبی طے کر لیا تھا۔نینا کو اس بات پر اعتراض نہیں تھا لیکن اسکا دل چاہتا تھا کہ کبھی امی سمیع کے لئے بھی کچھ اسی طرح کا پارسل بنا کر دے دیا کریں تو کتنا اچھا ہو لیکن امی کو ایسا کوئی خیال نا آتا تھا اور سمیع کو بھی کونسا اسکی امی کے ہاتھ کے کھانے پسند تھے۔وہ بھی واپسی پر ایک دو دفعہ بریانی لے گئی تھی جسے سمیع نے چکھا تک نا تھا

"چلو تم تب تک یہ سیب کھاؤ۔۔میں کڑھی بناتی ہوں۔۔۔نینا تم بتاؤ۔تم کیا کھاؤ گی۔۔۔ایک ہی دفعہ نکالوں سب سامان ۔۔" انہوں نے سیب سے بھری ٹوکری کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اسے اسکے خیالوں سے باہر نکالنے کی کوشش کی تھی

"ہاں مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے۔۔" زری نے کہا اور ساتھ ہی ٹوکری میں سے سیب اٹھالیا تھا۔وہ کتنی ندیدی سی ہو گئی تھی ۔پہلے تو نا ہوا کرتی تھی۔نینا نے پھر سوچا تھا

"کچھ بھی بنالیں امی۔۔۔سب کھالیتی ہوں میں" اسکا انداز ابھی بھی سادہ سا ہی تھا۔اسکا دل یکدم ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔اپنے گھر ہوتی تھی تو وہاں بھی بیزار ہونے لگتی تھی اور اب یہاں آئی تھی تو یہاں بھی بیزاری حواسوں پر سوار ہونے لگی تھی۔زندگی اس کے لئے ایک ناپسندیدہ چیز بن کر رہ گئی تھی۔وہ یکدم اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب چل دی جہاں ایمن گئی تھی۔

☆......☆......☆

"تم نے کیا سوچا ہے۔۔شادی وادی کرو گے یا نہیں؟" اماں نے اس کے آگے چائے کا کپ رکھا تھا۔ان کے انداز میں اکتاہٹ تھی نبیحہ کی شادی کے بعد سے سارا گھر ان کی ذمہ داری بن کر رہ گیا تھا اور انہیں اتنا کام کرنے کی عادت نا رہی تھی۔وہ تھک جاتی

تھیں۔اسی لئے انکا اصرار بڑھتا جاتا تھا۔وہ چاہتی تھیں کہ خاور اب شادی کر لے۔

"میں نے کیا سوچنا ہے امی۔۔ایسی باتیں تو گھر کے بڑے سوچا کرتے ہیں" اس نے چائے میں رسک بھگویا تھا۔وہ مہر کو اسکول چھوڑ کر آیا تھا اور اب ناشتہ کر کے اسے خود بھی آفس نکل جانا تھا۔

"اوہ بس بھی کر پپو۔۔تُو نے بڑوں کی سُننی یا مانی ہوتی تو آج خیر سے پراٹھا انڈہ کھا رہا ہوتا۔۔یہ پاپے نا چبانے پڑ رہے ہوتے۔۔اچھی بھلی لڑکی تھی عمارہ۔۔ہم سب کی زندگیوں میں سکون ہو جاتا لیکن تیری ضد کی وجہ سے یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں ہمیں۔۔اب تو عمارہ کی شادی کو بھی سال گزرنے والا ہے۔۔اور مجھے یقین ہے تیری ہی بد دعاؤں کی وجہ سے عمارہ کا رشتہ ہوا ہے۔۔ورنہ تو کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا اسے۔۔لوگ آتے تھے دیکھ کر چلے جاتے تھے لیکن جس دن میں نے تُجھ سے اسکے رشتے کی بات کی۔۔اس دن سے اسکی قسمت کھل گئی۔۔کیسے چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو گیا" وہ جھنجھلاہٹ بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔خاور ہنسا

"خدا کا نام لیں امی۔۔یہ دو مہینے پہلے تو اللہ اللہ کر کے شادی ہوئی ہے اسکی۔۔اور اس کے متعلق بات تو آپ نے مجھ سے کتنا عرصہ پہلے کی تھی۔۔اور اچھا ہوا کہ اسکی شادی ہو گئی۔۔کتنے پریشان رہتے تھے ماموں مامی۔"

"ارے تو میں کیا کم پریشان ہوں۔۔جوڑ جوڑ ہل گیا ہے میرا گھر کی صفائیاں کر کر کے اور کھانے بنا بنا کر۔۔نبیحہ کی شادی کو دوسرا سال ہونے والا ہے۔۔اور تو ابھی تک فارغ پھر رہا ہے۔۔دیکھ بھئی صاف بات ہے اب نہیں ہوتا مجھ سے یہ سب۔۔ہاتھ جوڑتی ہوں میں۔۔کر لے تو نے جس سے بھی شادی کرنی ہے۔۔میں راضی ہوں تیری پسند پر۔۔مجھے تو دو وقت کی روٹی سے غرض ہے۔۔بس کوئی ایسی لے کر آنا جسے پکا کر کھلانا آتا ہو۔۔تیری ماں نہیں پکا کر کھلا سکتی اب کسی کو۔۔" وہ چڑ کر کہہ رہی تھیں۔خاور نے ساری چائے رسک کھانے میں ہی ختم کر دی تھی۔اس نے کپ میں موجود چائے کے آخری ایک دو گھونٹ حلق میں اتارے اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا

"اماں۔۔مجھے نہیں کرنی اپنی مرضی سے شادی۔۔جہاں آپکی خوشی ہو میں وہیں راضی ہوں۔۔یعنی آپکو جس کے ہاتھ کے آلو کے پراٹھے اور شلجم گوشت پسند ہیں۔۔لے آئیے اُسے۔۔کوئی تو خوش ہو ہماری ذات سے۔۔ہم نا سہی ہماری اماں ہی سہی" وہ واش بیسن پر ہاتھ دھو کر اطمینان سے کلی کرتے ہوئے بولا تھا۔ایک دفعہ بھی منہ اٹھا کر سامنے لگے آئینے میں نا دیکھا گیا تھا۔اپنی ہی آنکھیں ویران سی لگنے لگتی تھیں۔کچھ ٹوٹے ہوئے خواب تھے جن کی کرچیاں تکلیف دینے لگتی تھیں۔

وہ بڑا صابر شاکر قسم کا انسان تھا،اپنے آپ میں مگن،من موجی سی زندگی گزارنے والا۔۔سچ کو سچ کہنے والا اور جھوٹ کو جھوٹ سمجھنے والا۔۔منافقت سے کوسوں دور بھاگنے والا۔۔اندر باہر سے ایک جیسا صاف گو اور اُجلا لیکن بس زندگی کا یہی ایک ڈیڑھ گزشتہ سال تھا جس نے اسے ایسا بنا ڈالا تھا۔اب وہ اپنے آپ سے بھی کتراتا تھا کہ دنیا کے سامنے لاپرواہ اور مطمئن ہونے کی اداکاری کرتے کرتے کہیں جو اپنے آپ سے ملاقات ہو جاتی تو دل کی بہت ملامت سہنی پڑ جاتی تھی۔وہ ہر بار خود کو مطمئن کرتا تھا کہ اگر نینا نے کسی اور سے شادی کر لی تھی تو

کوئی بات نہیں، یہ اسکا حق تھا اور اسے اپنے ٹھکرائے جانے کا کوئی دکھ نہیں تھا۔اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا نینا کا کسی سے بھی شادی کر لینے سے لیکن وہ ایک فون کال کر لیتی تھی تو خاور کی ساری شخصیت میں دڑاڑیں پڑ جاتی تھیں۔اسے اس بات کا غم تھا کہ نینا نے اس کی بجائے سمیع نام کے ایک شادی شدہ مرد سے شادی کر لی تھی لیکن اس بات کا غم اس سے بھی کہیں زیادہ تھا کہ خوش وہ بھی نا تھی۔جب بھی فون کرتی تھی تو بے چین ہی لگتی تھی اور اس کی یہ بے چینی خاور کو کئی کئی دن خوار رکھتی تھی۔

"اے محبت تیرے انجام پہ رونا آیا۔۔اے محبت تیرے انجام پہ رونا آیا" اماں نے ٹی وی لگا لیا تھا۔

"شاباش ہے بھئی۔۔اب یہ چند ہزار کا چوکور ڈبہ بھی ہمارا مذاق اڑایا کرے گا" اس نے ناگواری سے منہ بنایا اور پھر اپنے موٹر سائیکل کی چابی دروازے کے اوپر لگے ہک پر سے اتار کر باہر نکل گیا۔گزرے ماہ و سال اس کے ذہن میں پھر سے اپنا آپ دوہرانے لگے تھے

☆......☆......☆

"یہ خالہ نے بھجوائی ہے آپ کے لئے۔۔" اس نے شاپر اور مٹھائی کا ڈبہ اماں کے سامنے رکھ دیا تھا جو نینا امی نے مہر کے ساتھ بھجوایا تھا۔یہ وہ سوغاتیں تھیں جو شادی بیاہ کے بعد عام طور سے رشتہ داروں کے گھروں میں تقسیم کی جاتی تھیں۔نینا کی امی نے ان سب کو بھی شادی میں مدعو کیا تھا لیکن اماں نے جانے سے انکار کر دیا تھا سو وہ بھی صرف مہر کو ہی چھوڑ کر آیا تھا۔شادی کے بعد جا کر وہ خود ہی اسے واپس بھی لے آیا تھا تب ہی مٹھائی اور کچھ خشک میوہ جات وغیرہ بھی انہوں نے دے دئے تھے۔

"ارے بھیا منہ پر مار کر آتے اُن کے۔۔۔ہمیں نہیں چاہیئے یہ سب۔۔شادی میں تو جھوٹے منہ نہیں پوچھا ہمیں۔۔بس اپنی نواسی کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔۔اب جب سب کچھ نبٹ گیا تو ہماری یاد آ گئی۔۔جا واپس کر کے آ یہ سب" اماں نے حقارت بھرے انداز میں تخت پر پڑے اس شاپر کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔خاور کو ان سے اس رویے کی ہی توقع تھی

"اماں ایسے تو مت کہیں۔۔خالہ نے بلایا تھا آپکو۔۔اب آپ خود ہی نہیں گئیں تو اعتراض تو مت کریں نا۔۔جو کچھ انہوں نے خوشی سے دیا ہے رکھ لیں" اس نے رسانیت سے انہیں سمجھانا چاہا تھا

"ایک تو میں تیری اس مُفت کی حمایت والی پہیلی کو نہیں سمجھ پا رہی۔۔آخر چکر کیا ہے۔۔تجھے بڑا خالہ خالہ کا بخار چڑھ رہا ہے۔۔پہلے ضد کر کے بچی کو چھوڑ آیا۔اب یہ نیا فرمان کہ بچی کچھی مٹھائی جو احسان کر کے دے دی ہے انہوں نے تو اس پر بھی میں واری صدقے جاؤں۔۔مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب" اماں کے لہجے میں ضد کے ساتھ اب غصہ بھی تھا۔

"حمایت نہیں کر رہا اماں۔۔ایک عام سی بات کی ہے۔۔آپ پہلے کہتیں تو میں نا لے کر آتا یہ سب ان کے گھر سے۔۔مجھے تو پتا نہیں تھا نا کہ آپ کے دل میں کیا چل رہا ہے۔۔میں تو مہر کو لینے گیا تھا تو انہوں نے تھما دیا یہ سب" وہ اپنی ہنسی دبا کر اماں کو راضی کرنے کی

کوشش کر رہا تھا۔اماں کی نظریں اس پر ہی گڑی تھیں جس کی وجہ سے وہ زیادہ خائف ہوا جا رہا تھا

"میرے دل کی چھوڑ پپو۔اپنے دل کی بات بتا ہی دے آج مجھے۔آخر کیا چاہتا ہے تُو۔۔" وہ مسلسل گھور رہی تھیں۔خاور نے کھسیانی سی ہنسی ہنس کر نظریں چُرائیں

"اماں۔کیا ہو گیا ہے آپکو۔۔آپ تو بالکل ہی تھانیدارنی بن گئی ہیں۔میرا تو بس اتنا سا قصور ہے کہ میں یہ مٹھائی لے کر آگیا۔۔وہ تو آپ کا بھی پوچھ رہی تھیں کہ آپ شادی پر کیوں نہیں آئیں۔۔" اماں نے تنک کر اسکی بات کاٹی

"ہاں تو کہہ دینا تھا کہ طریقے سے بلاتے تو ضرور آتی کشور۔سلامی بھی دیتی اور بچی کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں بھی۔۔ان بے ہدایتوں کو تو کسی سے ملنے ملانے کے طور طریقے ہی نہیں آتے۔۔کل کے بچے کے ہاتھ کارڈ پکڑا دیا۔۔ارے خود چل کر آتیں نا میرے گھر۔۔اونہہ" اماں غُرا کر بولی تھیں۔خاور مزید کھسیانا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تھا۔یہ بات حقیقت تھی کہ نینا کی امی نے کارڈ اس کے ہاتھ بھجوایا تھا وہ بھی تب جب وہ مہر کو شادی سے ایک دن پہلے ان کے گھر چھوڑنے گیا تھا۔

"اچھا چلیں چھوڑیں امی۔ہمیں کیا کسی کے طور طریقوں سے۔۔انہوں نے مٹھائی بجھوا دی۔آپ بھی فون کر کے دے دیجئے گا مبارک" وہ دل ہی دل میں اس اونٹ کے کسی کروٹ بیٹھ جانے کا بڑا ہی متمنی تھا جو کہ اسے خود بھی ناممکن نظر آ رہا تھا۔

"ارے ارے۔فون کرتی ہے میری جوتی۔۔اتنی گری پڑی نہیں ہے کشور۔" اماں نے اسی مٹھائی والے شاپر کو ہاتھ مار کر کہا تھا

"چلیں آپکی مرضی ہے۔۔میں تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ وہ نا سہی لیکن آپ تو وضعدار اور سلیقہ مند خاتون ہیں نا۔ثابت کریں ان پر کہ آپ کے طور طریقے ان کے جیسے نہیں ہیں۔۔میں تو کہتا ہوں ایک کال کر لیں۔۔ملاؤں نمبر۔۔؟" وہ انہیں اکسا رہا تھا کہ وہ خالہ کو مبارک دینے کے لئے فون کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔اسے ہر حال میں دونوں گھروں کے کشیدہ تعلقات بحال کرنے تھے۔اسکی بات پر امی صرف ایک ثانیہ چُپ رہیں پھر انہوں نے گردن اسکی جانب موڑی تھی

"پُپو۔۔میرے صبر کا امتحان مت لے۔۔بس اب مجھے بتا دے کہ چاہتا کیا ہے تُو۔۔ان کے گھر کی اچھی چیز تو رخصت ہو کر چلی گئی ہے۔۔خیر نا بھی گئی ہوتی تب بھی ہمیں وارے نا کھاتا تھا۔اور وہ جو رہ گئی ہے اسے تو میں کبھی اِس گھر میں نا لاؤں گی۔توبہ توبہ۔۔وہ لڑکی ہے یا قینچی۔۔ایسے کُتر کُتر کر بولتی ہے وہ۔۔بڑے چھوٹے کی تمیز نہیں ہے اسے۔۔" اماں کھا جانے والے انداز میں بولیں تھیں۔خاور نے ان سے ساری زندگی بحث کر کے ہی اپنی بات منوائی تھی لیکن یہ معامہ ذرا مختلف تھا۔اس معاملے کو وہ ذرا تحمل سے نبٹانا چاہتا تھا

"اماں۔ایسے تو مت کہیں۔لڑکی تو وہ بھی اچھی ہے۔۔یونیورسٹی تک پڑھی ہے۔۔میرا فائدہ ہی فائدہ ہے۔آرام سے نوکری کرے گی۔اپنا خرچہ خود اٹھائے گی۔۔اور پھر آدھا پونا دن گھر سے باہر رہا کرے گی۔آپکو بھی روایتی ساس بہو والی کِچ کِچ میں مغز ماری نہیں کرنی پڑے گی" اس نے مذاق میں ہی مذاق میں کہا تھا۔اماں کی پیشانی پر تیوریوں کی تعداد بڑھنے لگی۔

"پپُو۔۔۔میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ ایسا کبھی نا ہوگا۔۔۔میں اس گھر میں مر کر بھی دوسرا رشتہ نا کروں گی۔تو اگر واقعی ایسا سوچ رہا ہے تو میری بات لکھ کر رکھ لے۔۔۔میرا مرا منہ دیکھے گا اگر ایسا کیا تو۔۔۔دودھ نہیں بخشوں گی تجھے" توقع کے عین مطابق اماں بھڑک اٹھی تھیں

"اوہو۔ناراض کیوں ہو رہی ہیں۔۔۔مذاق کر رہا ہوں میں۔۔۔لیکن آپ ذرا تحمل سے غور کریں اماں۔۔۔دولت بڑی ہے اُس کے باپ کے پاس۔۔" وہ دل ہی دل میں تڑپ اٹھا تھا لیکن اماں کے سامنے اعتراف کرنے سے بھی کتراتا تھا۔اسی لئے ٹالنے کی غرض سے کہہ ڈالا۔

"ارے ایسی دولت کو آگ لگے۔۔ہمیں نہیں چاہیئے۔۔۔اسکا باپ ہی تو اصل فساد کی جڑ ہے۔۔۔آوارہ دو نمبر آدمی۔۔۔اسی لئے تو بیٹیوں کی تربیت اچھی نہیں کر سکا۔۔۔اور کس دولت کا لالچ دے رہا ہے مجھے۔۔۔اب تو دولت رہی نہیں اس کے پاس۔۔اسکا باپ یہ اتنی بڑی جاگیر چھوڑ کر مرا تھا۔روپیہ پیسہ نوکر چاکر۔۔۔مگر اس نے اڑا دیا سارا۔عورتوں پر، دوستوں پر۔۔شرابی بھی تھا۔۔اور آوارہ بھی۔۔۔" اماں نے یکدم آواز دھیمی کر کے اسے نینا کے باپ کے دو تین کانامے بتانے شروع کئے تھے جن میں سرِفہرست اس شخص کے فلموں میں اداکاری کرنے اور پھر کسی رقاصہ کے ہاتھوں لٹنے کا ذکر نمایاں تھا۔اماں تو بولتے بولتے ہانپنے لگی تھیں۔خاور نے انکا چہرہ دیکھا۔اس بات سے تو لا علم تھا وہ۔۔

"کس کے بارے میں کہہ رہی ہیں۔۔۔اور آپکو کیسے پتا یہ سب" وہ حیران ہوا تھا۔اماں بھی کچھ چُپ سی ہوئیں۔جوان اولاد کے سامنے کتنی ہی باتیں غصے میں منہ سے نکل گئی تھیں۔

"چھوڑ دے اس بات کو۔۔۔کیسے بھی پتا چلا۔۔۔ایک ذات برادری ہے۔۔۔کب تک بات چھُپی رہ سکتی ہے۔۔۔سب پتا ہے مجھے۔۔اب ملنا ملانا نہیں رہا تو اور بات ہے ورنہ تو ان سب کو بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں میں۔۔۔۔یہ سوچ کہ کیسے گھر میں رشتہ کرنا چاہتا ہے تُو۔۔۔ایک آوارہ انسان کی بیٹی سے کیا امید ہے تجھے۔۔۔وہ تو باپ سے بھی دو ہاتھ آگے ہوگی۔۔" اماں کے اپنے ہی محاورے تھے۔خاور تڑپ سا گیا تھا۔

"اماں بس بھی کریں۔۔۔مذاق مذاق میں بات کہاں سے کہاں لے گئی ہیں آپ۔۔۔ایسا کچھ نہیں ہے جیسا آپ سوچ رہی ہیں۔۔ختم کریں بات۔۔۔اچھا نہیں لگتا کسی کے گھر کی بیٹیوں پر بہتان لگانا۔۔۔" اب کی بار اماں نے اسکی بات کاٹ دی

"ارے بہتان کب لگا رہی ہوں۔۔۔میں بھی بیٹیوں والی ہوں۔۔۔اللہ سے مجھے بھی ڈر لگتا ہے۔۔۔میں تو صاف بات کہہ رہی ہوں۔۔۔کانے باپ کی بیٹی کانی ہی ہوتی ہے۔۔۔اولاد ماں باپ کے نقشِ قدم پر ہی چلتی ہے بھیا" اماں جتا کر بولی تھیں۔خاور مزید کچھ نہیں بولا تھا لیکن نینا کی عزت اس کے دل میں مزید بڑھ گئی تھی۔اماں کا خود ساختہ ہر محاورہ اس لڑکی کے معاملے میں غلط تھا۔وہ اپنے باپ کے جیسی نہیں تھی۔اس دن کے بعد سے اس کے دل میں نینا کی عزت مزید بڑھ گئی تھی اور اسے اپنانے کا خیال مزید مستحکم ہوا تھا۔وقت

گزرنے کے ساتھ ان کے تعلقات مزید دوستانہ ہوتے چلے گئے۔وہ اکثر اسے فون کرلیتا۔وہ بھی بے تکلفی سے بات کرنے لگی تھی۔اپنی چھوٹی چھوٹی باتیں اس سے ڈسکس کرتی رہتی،اپنی زندگی کے پلانز اسے بتاتی رہتی۔ہر گزرتے دن کے ساتھ خاور کے دل میں اسکی جگہ مزید وسیع ہوتی جاتی تھی حالانکہ اس نے بہت ابتداء میں یہ بات واضح کردی تھی

"میں محبت کرنے والا میٹیریل نہیں ہوں۔۔۔مجھے محبت پر یقین ہی نہیں ہے۔۔۔میں نے خود کو جج کرلیا ہے۔۔۔میں محبت کرنے کے قابل نہیں ہوں۔۔۔دوبارہ کبھی مجھ سے اس موضوع پر بات نا کرنا"

"محبت یہ نہیں ہوتی جو ناولوں میں پڑھتے ہیں یا فلموں،ٹی وی ڈراموں میں دکھاتے ہیں۔۔پہلی ملاقات میں ہی لڑکا لڑکی کو دیکھ کر دل ہار بیٹھتا ہے یا لڑکی نظر پڑتے ہی لڑکے کی اسیر ہوجاتی ہے۔۔محبت تو وہی ہوتی ہے جو دھیرے دھیرے پروان چڑھتی ہے،ہر گزرتے لمحے کے ساتھ نیا روپ لیتی ہے،ایک دوسرے کی پسند ناپسند کو سمجھتی اور ایک دوسرے کو ہنسی خوشی برداشت کرنے کا حوصلہ بخشتی ہے۔۔۔میں تمہیں دل و جان سے سدا زندگی برداشت کرنے کو تیار ہوں۔۔۔تم کہہ کر دیکھو میں کل ہی اماں کو تمہارے گھر بھیج دیتا ہوں لیکن۔۔میں چاہتا ہوں تم تسلی سے آرام سے فیصلہ کرو۔۔خود کو وقت دو پھر کسی نتیجے پر پہنچو۔۔۔اتنا برا ابھی نہیں ہوں میں کہ یکدم ہی میرے پروپوزل کو انکار کردیا جائے" خاور نے تسلی سے اسے سمجھایا تھا۔وہ چُپ ہوگئی تھی،کچھ نہیں بولی تھی اور خاور کو یقین تھا کہ فیصلہ اسی کے حق میں ہوگا۔اس کے لئے تو ہر چیز درست سمت میں ہی جارہی تھی لیکن پھر جانے کیا ہوا کہ نینا نے کسی اور سے شادی کرلی۔آفس کی طرف جاتے ہوئے یہ سب یاد کرکے خاور کے دل میں جیسے ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں اور یہ اسلئے نہیں ہوا تھا کہ اماں نے صبح ہی صبح اسکی شادی کا ذکر چھیڑ دیا تھا بلکہ یہ اس لئے ہوا تھا کہ اس نے رات پھر اس کی آواز میں خشک آنسوؤں کی نمی کو محسوس کیا تھا۔اس کے نازک دل کو کسی اور کی محبت کے لئے کُرلاتے ہوئے محسوس کیا تھا۔خاور کو سب سے زیادہ اس بات سے تکلیف پہنچی تھی۔۔۔وہ کب تک انتظار کرتا اسکا۔۔۔وہ پہلے بھی "اسکی" نہیں تھی۔۔۔اور اب تو "وہ "کسی" اور" کی ہوجانے کی مشقت میں مبتلا نظر آتی تھی ایک ذرا سی فون کال سے ہی خاور نے اس کی چیختی انا کی اذیت کو محسوس کرلیا تھا

خاور کے لئے وہ واقعی راپنزل تھی جو قلعے سے کسی شہزادے کے لئے باہر نکل آئی تھی اور اب وہی شہزادہ اندھا ہوچکا تھا۔المیہ یہ تھا کہ وہ اندھا کسی اور کی خاطر ہوا تھا۔اب نا اندھے شہزادے کی بینائی واپس آتی تھی نا وہ دیکھ پارہا تھا کہ کوئی کیسے اسکی خاطر سب چھوڑ چھاڑ غم والم کی تصویر بنا بیٹھا تھا

اور خاور۔۔۔؟اس سارے قصے میں وہ کہاں تھا

حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اس قصے میں کہیں بھی نہیں تھا

اور یہی امر تو سب سے زیادہ تکلیف دہ تھا کہ وہ کہانی کا کردار نہیں تھا۔وہ کہانی کے کرداروں کے لئے رونے والا وہ چھوٹا بچہ تھا

جو کہانی پڑھ کر تکیے میں منہ دے کر روتا رہتا ہے۔

☆......☆......☆

"مہر سے ملنے کب جائیں گے؟" ناشتہ کرتے ہوئے ایمن نے سوال پوچھا تھا۔ زری رات کو ہی واپس چلی گئی تھی جبکہ وہ تو رہنے ہی کی نیت سے آئی تھی۔ ایمن اس کے ساتھ اتنی مانوس ہو چکی تھی کہ آرام سے امی کے یہاں بھی رہ لیتی تھی۔ اسی لئے نینا اکثر ویک اینڈ پر یہاں لے آیا کرتی تھی جبکہ سمیع نے تو کبھی فون کر کے بھی نہیں پوچھا تھا کہ میری بچی خیریت سے تو ہے۔ وہ اپنی ہی اولاد کے معاملے میں اتنا لاپرواہ تھا۔

"آپ پہلے ناشتہ کرلیں۔۔ پھر ہم گھر کے کچھ کام کریں گے۔۔ اس کے بعد اطمینان سے مہر سے ملنے جائیں گے" نینا نے رسانیت اسے سمجھایا تھا۔ امی نے کڑھی کے ساتھ پراٹھے بنا دئے تھے ان دونوں کو اور اب ان کے سامنے بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔

"مہر سے بھی ملوانے لے جاتی ہو اسے۔۔؟" امی نے ایمن کے سوال کے بعد کچھ حیران ہو کر پوچھا تھا۔ نینا نے سر ہلایا

"جی۔ اچھی سہیلیاں بن گئی ہیں دونوں۔۔ ایمن کو اچھا لگتا ہے اس سے مل کر۔" وہ سادہ سے انداز میں بولی

"اسکا مطلب تم اس کی دادی کے گھر آتی جاتی رہتی ہو؟" امی کا انداز ٹوہ لینے والا تھا۔ اس نے ایمن کی جانب سے نگاہ ہٹا کر انہیں دیکھا۔ وہ کیا پوچھنا چاہ رہی تھیں۔

"نہیں۔۔" اس نے یک لفظی جواب دیا تھا۔ زیادہ الفاظ کسی نئی بحث کی جانب مُڑ سکتے تھے

"مہر سے کیسے ملتی ہو پھر۔۔؟" یہ تھا وہ سوال جسکا جواب دینا نینا کو قدرے مشکل لگا تھا

"خاور لے آتا ہے اسے کے ایف سی وغیرہ میں۔۔ یا کبھی کسی پارک میں۔۔ کھیلتی رہتی ہیں وہاں دونوں۔۔" اس نے ان کی جانب دیکھے بناء جواب دیا تھا۔ امی لمحہ بھر کے لئے تو چُپ ہی رہ گئی تھیں

"اب بھی ملتی ہو اس سے۔۔؟" وہ ناگواری بھرے انداز میں پوچھ رہی تھیں جیسے یہ کوئی بہت ہی بُری بات ہو۔ خاور نے بھی باضابطہ پروپوزل نہیں بھجوایا تھا لیکن امی نے بھی دھوپ میں بال سفید نہیں کئے تھے۔ انہیں بہت شروع میں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ انکی بیٹی کی طرف مائل ہے پھر جب نینا نے شادی کرلی تو وہ حیران ہوئی تھیں مگر پھر وہ اس ذکر کو بھول گئی تھیں لیکن نینا کے انداز اب انہیں مشکوک کرنے لگے تھے۔ زری کی باتوں نے بھی انہیں جیسے نیند سے بیدار کر دیا تھا۔ نینا واقعی ویک اینڈ پر یہاں آجایا کرتی تھی یا ایمن کو لے کر یہاں وہاں پھرتی رہتی تھی۔ اپنے شوہر کو اس طرح نظرانداز کیوں کر رہی تھی وہ۔۔ اسی لئے اب انہیں نینا کا اس سے ملنا ناگوار گزرا تھا

"اس سے نہیں ملتی۔ مہر سے ملتی ہوں" وہ چڑ کر بولی تھی۔ امی نے اس کے انداز کو بغور دیکھا پھر ٹوہ لینے والے انداز میں بولیں

"تمہارے شوہر کو خبر ہے اس بات کی۔۔؟"

"امی ۔۔بھروسہ ہے انہیں پر مجھ ۔۔۔ان کی بیٹی ساتھ ہوتی ہے میرے ۔۔۔سب خبریں رکھتے ہیں وہ میرے بارے میں ۔۔" اسے امی کا انداز اچھا نا لگ رہا تھا

"تمہارا شوہر نہیں ٹوکتا تمہیں پرائے مردوں سے ملنے پر ۔۔۔؟" وہ مزید ناک چڑھا کر بولی تھیں جیسے یہ کوئی بہت ہی بُری بات ہو ۔نینا نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا ۔وہ اس پر طنز کے تیر چلانا چھوڑ کیوں نہیں دیتی تھیں ۔اس نے چاہا تھا وہ خاموش رہے، کچھ نا بولے لیکن اس سے ہوا نہیں تھا

"آپ نے ٹوکا تھا کبھی اپنے شوہر کو جب وہ پرائی عورتوں سے ملتے تھے" اس نے اتنے تحمل سے کہا تھا کہ امی چُپ ہی رہ گئیں ۔نینا کو کہہ دینے کے بعد تاسف محسوس ہوا لیکن وہ اس ایک موضوع پر خود ہمیشہ لاچار رہی تھی ۔" ابا" ان دونوں کی زندگی کی کتاب کا وہ باب تھے جسے خوش ہو کر پڑھا ہی نا جا سکتا تھا ۔امی چند لمحے تو بالکل ہی خاموش رہیں پھر انہوں نے لمبی گہری سانس بھری تھی ۔

"عورت کے روکنے ٹوکنے کی پرواہ کسے ہوتی ہے ۔۔عورت کا روکنا ٹوکنا مرد کے لئے بوسیدہ سے اقوالِ زریں کی طرح ہوتا ہے جسے کتاب میں پڑھ کر انسان سر جھٹک کر آگے بڑھ جاتا ہے ۔۔مرد اس روک ٹوک کی اہمیت کو سمجھ بھی لے تب بھی اس پر کبھی عمل نہیں کرتا ۔۔۔جبکہ عورت ایسے نہیں کر سکتی ۔۔مرد کا ٹوکنا تو حرفِ آخر ہوتا ہے ۔۔۔کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے روک ٹوک کا اختتام تین حرفوں پر ہو سکتا ہے ۔۔وہ تین حرف جو اس رشتے کو ختم شُد بھی کر سکتے ہیں ۔۔۔امید ہے کہ میری بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہو گی" امی نے نصیحت کی تھی یا طعنہ دیا تھا، نینا سمجھ نا پائی تھی مگر ماحول یکدم کشیدہ سا ہو گیا تھا ۔وہ بوجھل دل لئے وہاں سے اٹھ گئی تھی

" وہی تو ٹوکتا نہیں ہے امی ۔۔۔کبھی ٹوکے تو سہی کسی بات پر ۔۔۔مجھے تو اس کی روک ٹوک میں بھی محبت محسوس ہو گی کیونکہ اپنائیت کا پہلا مرحلہ شروع ہی روک ٹوک سے ہوتا ہے ۔۔۔مگر کوئی " اپنا" سمجھے تو سہی مجھے ۔۔۔" اس نے ایمن کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے سوچا تھا ۔

☆......☆......☆

" ایمن کو مہر سے بہت لگاؤ ہو گیا ہے ۔۔اس نے اصرار کیا تو میں نے سوچا چلو اس بہانے میں بھی مہر سے مل لونگی" وہ خوشدلی سے بولی تھی ۔خاور چُپ رہا ۔اس سے ایک جملہ بھی نا ادا کیا گیا تھا ۔وہ کب تک مروت نبھاتا رہتا ۔نینا کے چہرے پر صاف لکھا تھا

" میں تھک گئی ہوں ۔۔مجھے لگتا ہے یہ سب میری برداشت سے بہت زیادہ ہے" لیکن وہ ظاہر ایسے کر رہی تھی جیسے روئے زمین پر اس سے زیادہ خوش کوئی تھا ہی نہیں ۔خاور کا دل چاہا اسے گھور کر دیکھے اور چلا کر کہے کہ ۔۔۔

" اب سکون آ گیا تمہیں، احساس ہو گیا کہ یہ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی ۔۔۔اور جب میں کہتا تھا کہ اس اندھی کھائی میں چھلانگ مت لگاؤ، منہ کے بل گرو گی ۔۔تب تم نے میری بات نہیں مانی ۔۔۔بھگتو اب ۔۔۔" وہ یہ سب سوچ کر بھی شرمندہ ہوا تھا ۔ایسا کب

ہوتا ہے۔۔۔جن سے محبت کی جاتی ہیں، انہیں طعنہ کب دیا جاتا ہے۔۔اور وہ تو پہلے ہی یہ سب سُن سُن کر ادھ موئی ہوئی نظر آتی تھی اسکی آنکھوں میں شکست چمکنے لگی تھی جس کو چھُپانے کے لئے کتنی محنت کر رہی تھی وہ۔۔۔خاور کو یہ بھی اچھا نا لگا۔وہ کمزور پڑ رہی تھی۔کیسی تلوار جیسی طرار اور تیکھی مرچ جیسی تلخ ہوا کرتی تھی یہ لڑکی۔۔۔اور اب کیسی ہوگئی تھی۔اللہ ہی بہتر جانتا ہے آیا وقت انسان کو بدل دیتا ہے یا انسان ہی انسان کو بدل ڈالتا ہے۔

"ہاں۔۔مہر کو بھی ایمن اچھی لگتی ہے۔۔۔اس سے مل کر جاتی ہے تو اسی کی باتیں کرتی رہتی ہے" وہ بھی لہجے میں مصنوعی خوشدلی بھر کر بولا تھا

محبت میں اُدھار کب چلتے ہیں۔۔۔محبوب ہنس دے تو آپکو بھی ہنسنا پڑتا ہے۔

"یہی حال ایمن کا ہے۔۔۔اٹھتے بیٹھتے مہر کا ذکر۔۔ابھی بھی ناشتہ کرتے ہی ضد لگا لی کہ مہر سے ملنے چلیں۔۔۔بہت مشکل سے شام تک کا انتظار کیا ہے اس نے" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی جانب دیکھنے کی بجائے دونوں بچیوں کی جانب دیکھ رہے تھے جو الیکٹرک رائیڈز پر بیٹھی تھیں۔خاور نے اسکی بات سُن کر پھر سر ہلایا

۔یہ وہی ریسٹورنٹ تھا جہاں خاور نے نینا کو پہلی بار پروپوز کیا تھا۔میز بھی تقریباً وہی تھی جہاں وہ اس روز بیٹھے تھے۔فرق صرف اتنا تھا کہ اس روز ایمن ان کے درمیان نہیں تھی اور خاور اس روز پُر امید تھا کہ وہ نینا کی محبت کو ضرور ہی پالے گا جبکہ آج وہ دونوں ہی بے دم اور نا امید نظر آتے تھے۔چند لمحے ان کے درمیان یہی بے نام سی خاموشی چھائی رہی پھر خاور نے سر جھٹکا

"اور کوئی اچھی بات۔کوئی واقعہ،کوئی خبر۔۔۔جسے سُن کر خوشی ہو۔۔۔یعنی حقیقی خوشی۔۔۔کوئی ایسی بات جس کا خوش ہونے کی اداکاری کرنے سے دور دور تک کوئی تعلق نا ہو۔۔" وہ اب کی بار اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا۔اس نے نظریں چُرائیں

"سب ہی باتیں اچھی ہیں۔۔۔ایمن بڑی ہو رہی ہے۔۔۔اسکول میں اس کے رزلٹس اچھے آرہے ہیں۔۔۔اب تو کافی سوشل ہوگئی ہے۔۔" وہ سابقہ انداز میں بولی تھی۔خاور چند لمحے اسکی جانب دیکھتا رہا پھر جیسے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا

"تمہیں پتا ہے میں کہاں سے آرہا ہوں۔۔۔؟" وہ استفہامیہ انداز میں اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔وہ جواب میں فقط اسکی جانب دیکھتی رہی

"آج ہفتہ ہے۔۔۔میری چھٹی نہیں تھی آج۔۔۔وہاں چیرنگ کراس کے پاس آفس ہے میرا۔۔۔واپسی کے وقت اتنا ٹریفک ہوتا ہے کہ بائیک پر بیٹھے بیٹھے حشر ہو جاتا ہے۔۔پھر وہاں گلشن راوی سے چوبرجی ہوتے ہوئے یہاں آنا۔۔۔موٹر بائیک پر۔۔۔میرے پاس گاڑی نہیں ہے۔۔۔میں سمیع صاحب کی طرح جدی پشتی امیر آدمی نہیں ہوں۔۔۔اسی بات کا خیال کر لو بی بی" وہ طنز نہیں کر رہا تھا،صرف جتا رہا تھا۔نینا اس کے انداز پر مسکرائی

"تم ہنس رہی ہو اور مجھے اپنے آپ پر غصہ آرہا ہے کہ میں کیوں تمہاری بات مان کر آجاتا ہوں۔۔۔اچھا بھلا دوستوں کے ساتھ کھانا کھانے کا پلان تھا لیکن میں نے سوچا۔۔۔" وہ جان بوجھ کر چُپ ہو گیا۔

"کیا سوچا۔ بات تو پوری کرلو۔" اب کی بار اس کے چہرے پر واقعی حقیقی مسکراہٹ تھی۔

"یہی کہ مہر کو ایمن سے ملوانے لے جاؤں۔۔۔پھر وہاں یہ سُن سُن کر خوش ہوتا رہوں کہ مہر بڑی ہو گئی ہے۔۔۔ایمن سوشل ہو گئی ہے۔۔۔ایمن اور مہر اچھی سہیلیاں بن گئی ہیں۔۔۔تھکتی نہیں ہو تم یہ ملمع کاری کرتے کرتے۔۔۔کہہ کیوں نہیں دیتی جو تمہارے دل میں ہے۔۔؟" وہ چڑ سا گیا تھا۔ نینا اسکی بات بغور سن رہی تھی لیکن جملہ مکمل ہوتے ہوتے وہ اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر بے بسی چمکنے لگی تھی۔ خاور کو اس بے بسی سے بھی اُلجھن ہوتی تھی۔

"تم ایسی تو نہیں تھی۔۔۔اور تم ایسی اچھی بھی نہیں لگتی۔۔۔تم تو بس لڑتی جھگڑتی اچھی لگتی ہو۔۔۔مت ظلم کرو خود پر اتنا۔۔۔جیسی نہیں ہو، ویسی بننے کی کوشش مت کرو۔۔جو چیز تمہاری برداشت سے باہر ہے، اسے کیوں برداشت کرنے کی کوشش کرتی ہو۔۔۔" وہ اُکتا کر بولا تھا۔ نینا کی آنکھیں پانی سے بھر گئی تھیں۔ بہت ہی کم لوگ تھے جن کے سامنے وہ زندگی میں کبھی روئی تھی۔ یہ دوسری بار تھا کہ خاور کے سامنے اسکی آنکھیں چھلکی تھیں۔ اس کے گال بھیگنے لگے تھے لیکن اس نے خود پر مزید جبر نہیں کیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اب رونا چاہتی تھی

"میں نہیں جانتا کہ تمہاری زندگی میں کیا چل رہا ہے۔۔۔وہ کون سے حالات ہیں جو تمہیں توڑ رہے ہیں۔۔۔میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ تم نے ہمیشہ ہر صورتحال کا بہادری سے مقابلہ کیا ہے۔۔۔تم کسی مقام پر ہاری نہیں ہو۔۔تو پھر اب کیوں۔۔۔اگر یہ سب کچھ تمہارے لئے مشکل ہے تو چھوڑ دو سب کچھ۔۔۔لیکن اگر چھوڑنا نہیں چاہتی تو پھر ہمت سے مقابلہ کرو۔۔۔ویسے جیسے آج تک کرتی آئی ہو" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"مجھ سے نہیں ہوتا اب۔۔۔میں تھک گئی ہوں۔۔۔اتنا تھک گئی ہوں کہ سوچتی ہوں کچھ کھا کر مر جاؤں۔۔۔" وہ تڑپ کر روتے ہوئے بولی تھی۔ خاور کو اس پر ترس آیا

"نینا۔۔۔چھوڑ دو سب کچھ۔۔۔ختم کر دو ہر وہ چیز جو تکلیف دے رہی ہے۔۔۔لیکن خود کو ایسے ختم مت کرو۔۔۔کُھل کُھل کر پہلے ہی کچھ نہیں بچا تمہارا" وہ زِچ ہو کر بولا تھا

"نہیں ہوتا مجھ سے۔۔۔میں بالکل بے دَم ہو چکی ہوں اب۔۔۔کسی کو میری ضرورت ہی نہیں ہے۔۔۔جس سے میں نے شادی کی ہے۔۔۔میں اسکی زندگی میں بھی کہیں ہوں ہی نہیں۔۔۔میں کسی کی بھی زندگی میں کہیں نہیں ہوں۔۔۔میرے ماں باپ کو بھی کبھی مجھ سے محبت نہیں تھی۔۔۔اللہ کو چاہیئے تھا۔۔۔اب ترس کھا کر مجھے آسانی عطا کر دیتا۔۔۔لیکن اللہ کو بھی مجھ پر ترس نہیں آتا۔۔۔میں نے زندگی بھر اذیتیں ہی سہی ہیں۔۔۔اللہ کو چاہیئے تھا کہ اب مجھے اذیت میں مبتلا نہ کرتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔۔میں ذہنی طور پر اتنی شکستہ ہو چکی ہوں کہ بعض اوقات دل چاہتا ہے کسی گاڑی کے نیچے آجاؤں یا چھت سے چھلانگ لگا دوں۔۔۔میں ہمیشہ ہی زندگی سے بیزار رہی ہوں لیکن اب تو جیسے ہر

چیز میرے اختیار سے باہر ہو چکی ہے۔۔۔" وہ روتے روتے بات مکمل کر رہی تھی۔دونوں بچیاں رائیڈز میں مشغول نا ہوتیں تو اب تک پاس آ کر کھڑی ہو چکی ہوتیں۔خاور کو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیسے تسلی دے۔اسی صورتحال سے تو بچانا چاہتا تھا وہ اسے۔۔۔اسی لئے تو اس نے اسے سمجھانا چاہا تھا کہ وہ ایک شادی شُدہ مرد سے شادی مت کرے۔۔۔مگر اس نے سُنی ہی کب تھی اُسکی

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔۔اب اچانک ایسا کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟" وہ بے بس سا ہو کر پوچھ رہا تھا۔

"اب محبت ہو گئی ہے مجھے اُس سے۔۔۔بس ایک یہی ہونا باقی تھا میری زندگی میں۔۔۔یہ بھی ہو گیا۔۔۔میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں اس شخص سے کبھی محبت بھی کروں گی۔۔۔" وہ بھبھک کر بولی تھی۔آنسو ابھی بھی پلکوں سے تواتر گالوں پر بہہ رہے تھے۔خاور کا دل جیسے ڈوب گیا۔

"بس ایک یہی ہونا باقی تھا میری زندگی میں۔۔۔یہ بھی ہو گیا" اس نے نینا کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔وہ مسلسل رونے میں مگن تھی۔خاور کے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی تو نہیں بچا تھا۔

☆......☆......☆

نینا نے بہت آہستگی سے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولا تھا۔اس کو پتا تھا کہ وہ جتنی بھی کوشش کر لے،دروازہ کھولنے کی ایک مخصوص چرچراہٹ پھر بھی کمرے کے سکوت میں ارتعاش پیدا کر کے رہے گی اور یہی اسکی منشاء تھی۔وہ چاہتی تھی یہ ارتعاش پیدا ہو۔وہ چاہتی تھی اس کمرے میں موجود شخص کی ذات میں تلاطم ہو۔وہ اسکی آمد سے باخبر ہو۔وہ اس شخص کو اپنی ذات کا احساس دلانا چاہتی تھی۔وہ ریسٹورنٹ سے مہر کو ملنے کے بعد واپس امی کے گھر جانے کی بجائے سیدھی اپنے گھر واپس آ گئی تھی تب تک سمیع آفس سے واپس نہیں آیا تھا۔اس نے ایمن کے کپڑے تبدیل کروائے،اسے کھانا کھلا کر سلا دیا تھا پھر اس نے خود کپڑے تبدیل کئے تھے،ہلکا میک اَپ کیا تھا،خود پر پرفیوم اسپرے کیا تھا۔اسے زندگی میں کبھی اس طرح سے آئینہ دیکھنے کی عادت نا رہی تھی۔کہیں جانا ہوتا تو زری کے سامنے بیٹھ جاتی تھی اور تیار ہو کر بھی زری سے ہی پوچھ لیتی کہ کیسی لگ رہی ہوں۔سب کچھ تو ٹھیک تھا زندگی میں۔۔کتنے ہی جھمیلوں سے بچی ہوئی تھی۔یہ تو اب کچھ عرصہ پہلے ہی ہونا شروع ہوا تھا کہ اسکا دل چاہنے لگا تھا۔وہ سجے سنورے،اچھی طرح سے تیار ہو اور پھر سمیع کے آس پاس منڈلاتی رہے۔۔۔جبکہ وہ تو کبھی اسکی جانب دیکھتا بھی نا تھا۔

کانٹا چُبھ جائے تو کیسی اذیت ہوتی ہے۔۔۔بس کراہ سی نکلتی ہے منہ سے اور انسان اسے بھی برداشت کرنے کی سعی کرتا ہے کہ بھلا ذرا سا کانٹا چُبھ جانے پر واویلا کیا مچانا۔۔لیکن سچ یہ ہے کہ اذیت تو کانٹا چُبھ جانے کی بھی ہوتی ہے۔۔۔بس ایسی ہی اذیت تھی جو اسے اس لمحے محسوس ہوتی تھی جب سمیع اسکی اتنی تیاری کے باوجود نظر بھر کر بھی نا دیکھتا تھا۔وہ اتنی گئی گزری بھی نا تھی کہ اس کی طرف دیکھا بھی نا جاتا۔۔۔

"پیا من بھائی عورت کم صورت ہو کر بھی خوبصورت ہو جاتی ہے۔۔۔اور خوبصورت عورت اگر پیا من بھائی نا ہو تو پھر ایسی صورت کا فائدہ۔۔۔

دُکھ تو بہت سے تھے جو نینا کے وجود میں لاوا بن کر اُبلنے لگے تھے لیکن ان سب میں سب سے بڑا دُکھ یہی تھا کہ وہ اسے دیکھ ہی لے اپنائیت سے۔۔اسے اپنا تو مانے۔۔محبت کا مطالبہ تو کہیں بعد میں جاگتا پہلے انسیت تو ہوتی اسے اس عورت سے جو اسکی شریکِ حیات تو تھی مگر شریکِ ذات نا تھی اور یہ بات اسے خاور نے سمجھائی تھی

"یہ آسان کام نہیں ہے دوست" خاور نے اس سے کہا تھا

"شریکِ حیات کا شریکِ ذات ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔۔۔شریکِ حیات تو نکاح کے دو بول بنا دیتے ہیں مرد عورت کو۔۔لیکن شریکِ ذات بننے کے لئے مشقت کرنی پڑتی ہے۔۔اس کے لئے اپنا مَن مارنا پڑتا ہے۔۔اپنے آپکو بھول کر محبوب کے مقام تک پہنچنا پڑتا ہے۔تم اگر واقعی اس سے محبت کرنے لگی ہو تو پھر اپنے آپکو بھول کر اسکی دوست بن جاؤ۔۔اس کے دُکھ کو سنو۔۔اس کے درد کو سمجھو۔۔اپنے غم والم کی داستانیں مت سناؤ اسے۔۔اسے تمہارے غم والم سے کوئی غرض نہیں ہے نینا۔۔۔جو خود ٹوٹ رہا ہو،اسے دوسروں کے بدن کی دڑاڑیں نظر نہیں آیا کرتیں۔۔اس لئے اس کے سامنے اپنی بات مت کرو۔تم یہ چاہتی ہو تمہیں اس چیز کی خواہش ہے۔۔یہ سب مت بتاؤ اسے۔۔یہ باتیں محبوب کو بتانے کی کب ہوتی ہیں۔۔اسے بتاؤ کہ تم اس کی ذات کے ہر گوشے کی اذیت برداشت کرنے کو تیار ہو۔۔وہ جس تکلیف میں ہے،تم بھی وہ تکلیف برداشت کرنے کو تیار ہو۔۔یہ احساس کہ تم اس کے دکھ درد کو سمجھ سکتی ہو،اسے تمہارا بنا دے گا نینا۔۔وہ خود بہت مصیبت میں گھرا ہے۔۔اسے آسانی چاہیئے۔۔۔تمہارا رونا دھونا اسے ایک نئے احساسِ ندامت میں مبتلا رکھتا ہوگا۔۔نادم لوگ محبت نہیں کیا کرتے دوست۔۔آزاد کر دو اسے اِس احساسِ ندامت سے۔۔اسے اپنا بنانا ہے تو پہلے اسکی بننا ہوگا۔۔اپنی "میں" مارنی پڑے گی اور پھر کہیں جا کر تم شریکِ حیات سے شریکِ ذات بنو گی"

وہ بے حد خاموشی سے کمرے کے اندر داخل ہو گئی تھی۔اسکی خواہش تھی کہ ایسی ہی خاموشی سے وہ اسکی ذات تک بھی رسائی رکھ پاتی جو کہ فی الوقت اس کے لئے سب سے بڑا ہدف تھا۔وہ کمرے میں کہیں نہیں تھا لیکن اس کے پرفیوم کی ایک مخصوص سی مہک تھی جو کمرے میں محسوس کی جا سکتی تھی۔نینا دھیمے قدموں سے چلتی ہوئی بیڈ تک آئی تھی۔وہاں سے باتھ روم کے دروازے تک نظر پڑتی تھی۔باتھ روم کے دروازے سے روشنی کی ایک لکیر کمرے کے میں داخل ہو رہی تھی۔وہ یقیناً باتھ روم میں تھا۔نینا چند لمحے وہیں کھڑی رہی پھر کچھ سوچ کر وہ آگے بڑھی تھی۔باتھ روم سے پانی گرنے کی آوازیں باہر تک آ رہی تھیں جو قریب ہونے پر مزید واضح ہوئیں۔باتھ روم کا دروازہ ادھ کھلا تھا جہاں سے اندر کی طرف نگاہ پڑتی تھی۔نینا ایک نظر ڈال کر واپس مڑنے لگی تھی جب غیر ارادی طور پر اس نے دوبارہ اندر کی طرف دیکھا پھر اسکا دل جیسے ڈوب سا گیا تھا۔وہ ذرا سا مزید آگے بڑھی تھی

پانی کی شڑپ شڑپ آوازیں بھی باہر تک سنی جا سکتی تھیں۔یہ شاور یا نلکے کی آواز نہ تھی۔یہ پانی کے چھینٹوں کی آواز تھی جیسے کوئی پانی سے کھیل رہا ہو۔وہ ذرا سا مزید آگے ہوئی۔سمیع کی دروازے کی جانب پشت تھی۔اس نے ابھی تک آفس والے فارمل کپڑے ہی پہن

رکھے تھے ۔اسے ذرا بھی پرواہ نہیں تھی کہ اس کے کپڑے اس بُری طرح بھیگ چکے ہیں اور وہ وہاں سکون سے کھڑا بھیگ رہا تھا۔نیناں کا دل دھک سے رہ گیا۔سمیع کو ذرا بھی پرواہ نہیں تھی کہ اس کے کپڑے بڑی طرح بھیگ رہے ہیں۔وہ بس پانی کے چھینٹوں میں مگن تھا۔نیناں مزید ذرا سا آگے ہوئی پھر جھجک کر پیچھے ہٹ گئی۔

یہ اسکا بیڈ روم تھا۔یہ اسکا اور اس کے شوہر کا بیڈ روم تھا۔۔۔لیکن ان کی زندگی میں پرائیوسی نام کی کوئی چیز نہیں تھی کیونکہ یہ شہرین کا بھی بیڈ روم تھا اور شہرین اس کے شوہر کی اہلیہ بھی تھی۔وہ جب چاہے نا صرف اس کے کمرے میں بلکہ اس کے شوہر کی بانہوں میں بھی آسکتی تھی۔اسے تو اللہ نے یہ حق دیا تھا، نینا کی کیا مجال تھی کہ وہ اسے روک پاتی۔کیسا عجیب رشتہ تھا اس کا اپنے ہی مجازی خدا کے ساتھ۔۔۔وہ کبھی مکمل اس کا نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑی رہی۔اسے سمجھ نہیں آیا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔

"شریکِ حیات۔۔۔شریکِ ذات۔۔۔سارا فلسفہ بس کتابوں میں اچھا لگتا ہے۔۔۔ہمارے زندگی میں تو بس یہ پانی کے چھینٹے ہی آئیں گے" اس نے جل کر سوچا تھا پھر وہ باتھ روم میں داخل ہو گئی تھی۔

"ہٹیں آپ۔۔میں دیکھتی ہوں۔۔۔" اس نے سمیع سے کہا تھا۔

☆......☆......☆

"آپکا نام کیا ہے؟" اس نے اپنے سامنے بیٹھی اس ننھی بچی کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔وہ اس کے نام سے واقف تھی لیکن وہ بچی اتنی کم گو محسوس ہوتی تھی کہ اسکو مخاطب کرنے کے لئے نینا کو یہ پوچھنا ہی پڑا۔زری کی شادی دھوم دھام سے ہو گئی تھی۔نینا نے تین دن کے بعد دوبارہ سے اپنی ٹیوشنز شروع کر دی تھیں۔وہ ایک دو جگہ اور بھی بچوں کو پڑھانے جاتی تھیں لیکن یہ بچی اسکے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھی۔اس پر سخت محنت کی ضرورت تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ اسکی ماں یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھی۔وہ ہمیشہ اس بات پر اصرار کرتی کہ اس نے بچی پر کافی محنت کی ہوئی ہے۔نینا کو اس کے نام سے واقفیت تھی لیکن وہ اسے زیادہ سے زیادہ بولنے پر اکسانے کے لئے اکثر ایسے سوال پوچھتی رہتی تھی

"ایمن۔۔۔" اس نے اپنا نام بتایا تھا، نینا نے اسے گھورا۔وہ اسے ہمیشہ اپنا پورا نام لینے پر اکساتی تھی

"ایمن سمیع" وہ نینا کی آنکھوں سے خائف ہو کر بولی۔نینا ذرا سا مسکرائی۔وہ بچی بہت چھوٹی موٹی سی تھی۔اس کی آنکھوں کے تاثرات ہمیشہ سپاٹ رہتے تھے۔مسکراتی بھی کم ہی تھی۔نینا کو اسکی ذات میں عجیب سا اِسرار محسوس ہوتا تھا۔

"اپنے پاپا کے بارے میں پانچ باتیں بتائیں" وہ اسے اسکول کے انٹرویو کے لئے تیاری کروا رہی تھی اس لئے ایسے کئی چھوٹے چھوٹے سوالات وہ اسے یاد کرواتی رہتی تھی۔

" میرے پاپا کا نام سمیع ہے۔۔وہ ایک بزنس مین ہیں۔وہ کھانے میں آئسکریم کھانا پسند کرتے ہیں ۔۔انکا پسندیدہ رنگ پنک ہے۔۔" وہ چار جملے بول کر خاموش ہوگئی۔نینا نے ایک بار پھر اسے گھورا کہ وہ پانچوں جملہ بھی ادا کرے

" ایک جملہ باقی ہے ابھی۔۔" اس نے کہا تھا تا کہ ایمن وہ بھی کہہ ڈالے لیکن ایمن اسکی شکل دیکھتی رہی۔وہ شاید پانچواں جملہ بھول چکی تھی

" مجھے اپنے پاپا سے بہت محبت ہے" نینا نے اسے دوبارہ یاد کروانے کی خاطر ذراسی اونچی آواز میں کہا تھا۔وہ پھر بھی چپ چاپ اسکی شکل دیکھتی رہی

" ایمن ۔۔۔بولیں نا۔۔۔مجھے اپنے پاپا سے بہت محبت ہے" وہ اسے اکسا رہی تھی اور آواز میں سختی بھی بڑھ گئی تھی،ایمن نے خشمگین نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا

"لیکن مجھے اماں رضیہ سے محبت ہے" وہ منمنا کر بولی۔نینا نے ذرا سا حیران ہو کر اسکا چہرہ دیکھا پھر وہ مسکرائی تھی

" ایمن یہ کمپوزیشن پاپا کے بارے میں ہے۔۔باقی کے چار جملے بھی تو پاپا کے لئے ہیں نا" اس نے اسے سمجھانا چاہا

" ہاں ۔لیکن وہ تو سب آپ نے بتائے تھے۔۔" وہ ضدی سے انداز میں بولی

"لیکن ایسا کیوں ایمن ۔۔۔پاپا کے لئے نو۔۔اور اماں رضیہ کے لئے یس۔۔؟" وہ ٹوہ لینے والے انداز میں اسکی آنکھوں میں جھانک رہی تھی

" ہاں نا۔کیونکہ میں اماں رضیہ سے محبت کرتی ہوں" وہ سابقہ انداز میں بولی۔نینا نے سر ہلایا

" اور اپنے پاپا سے۔۔ان سے محبت نہیں ہے آپکو۔۔؟" وہ ابھی بھی مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی ۔ایمن نے ترنت نفی میں گردن ہلائی

" نہیں ۔۔ان سے محبت نہیں ہے مجھے۔۔" اسکا انداز دو ٹوک تھا۔اتنی سی بچی کی پسند ناپسند کا اتنا واضح ہونا کتنا عجیب لگتا تھا لیکن نینا کو اس میں کسی اور کی جھلک محسوس ہوئی۔نینا کو خود بھی اپنے "پاپا" سے محبت نہیں تھی۔

یہ تھی وہ پہلی بات جس نے کو نین کاشف نثار کے دل میں سمیع رندھاوا کے متعلق تجسس کو ابھارا تھا

☆......☆......☆

" اب تک جاگ رہی ہیں آپ۔۔" وہ پانی پینے کی غرض سے اٹھی تو امی کو لاؤنج میں دیوان پر بیٹھے پایا۔ان کی آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں مگر وہ سو بھی نہیں رہی تھیں۔زری کے جانے کے بعد سے انکی ٹی وی دیکھنے کی روٹین کافی ڈسٹرب ہوگئی تھی۔پہلے تو وہ دونوں اکٹھے ٹی وی دیکھتی رہتی تھیں لیکن زری کی شادی کے بعد شاید انکا ٹی وی دیکھنے کو بھی دل نہیں کرتا تھا۔نینا نے سوچا کہ وہ کچھ دیر ان کے پاس

بیٹھ جائے سو اسی لئے انہیں جاگتا پا کر وہ ان کے پاس دیوان پر آ بیٹھی

"تمہارے ابا کا انتظار کر رہی ہوں ۔۔ابھی تک نہیں آئے" وہ سوئے جاگے لہجے میں بولیں تھیں ۔نینا نے وال کلاک کی جانب دیکھا۔بارہ بجنے والے تھے ۔اس وقت تو ابا آجایا کرتے تھے ۔

'آجائیں گے ۔۔آپ سو جائیں ۔۔میں جاگ رہی ہوں ۔۔دروازہ کھول دونگی" اس نے انکی نیند سے بوجھل آنکھیں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں نہیں ۔۔۔میں جاگ رہی ہوں ۔۔۔وہ آئیں گے تو تازہ روٹی بنا کر دونگی ۔۔انہوں نے کھانا بھی نہیں کھایا نا ۔۔" وہ اسی سوئے جاگے انداز میں بولی تھیں

"انہوں نے نہیں کھایا تو اسکا مطلب یہ کہ آپ نے بھی نہیں کھایا ہوگا" وہ سر ہلاتے ہوئے بولی تھی ۔امی نے کچھ جواب نہیں دیا

"ابا ۔کیا آجکل روز ہی اتنا لیٹ آتے ہیں؟" یہ سرسری سا سوال تھا۔نینا نے ابا کی ذات میں دلچسپی لینی کب کی چھوڑ دی تھی

"ہاں ۔۔۔بہت کام بڑھا لیا ہے انہوں نے ۔۔زری کی شادی پر خرچہ بھی تو کافی ہو گیا ہے نا ۔کہتے ہیں جتنا خرچہ زری کی شادی پر کیا ۔۔اس سے زیادہ نینا کی شادی پر ہوگا۔سو محنت تو کرنی پڑے گی نا" انہوں نے کروٹ لینے کی کوشش کی ۔نینا ان کے پاس ہی دیوان پر بیٹھی تھی ۔انہیں کروٹ لیتا دیکھ کر اس نے ان کے لئے جگہ بنائی تھی، انکا پاؤں اس کے پاؤں سے مس ہوا ۔اسے انکا پاؤں بے حد ٹھنڈا سا محسوس ہوا۔

"آپ کھانا کھا کر سو جائیں ۔۔ابا آئیں گے تو میں روٹی بنا دوں گی" اس نے جانے کس دل سے پیشکش کی تھی ۔امی نے نفی میں گردن ہلائی۔

'نہیں ۔۔انہیں کب عادت ہے کسی اور کے ہاتھ کی روٹی کھانے کی ۔۔۔میں بنا دوں گی ۔۔۔میں سو تو نہیں رہی ۔۔۔بس ابھی "میرے سلطان" شروع ہونے والا ہے ۔۔۔ساری نیند بھاگ جائے گی میری" وہ اسی انداز میں بولیں

"آپ فون کر لیتیں ابا کو ۔۔؟" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے مشورہ دیا تھا کیونکہ امی کی نیند سے بھری آنکھیں دیکھ کر بھی اسے ان پر ترس آ رہا تھا

"کیا تھا ۔۔مگر اٹھا ہی نہیں رہے ۔۔مصروف ہونگے نا" انہوں نے خود ہی جواز بھی دے دیا تھا ۔نینا نے انکی بات سن کر سر ہلایا پھر اس نے انکا سیل فون اٹھا کر ابا کا نمبر ملانا چاہا تھا۔چند لمحوں بعد ہی کال جانے لگی تھی ۔۔ایک دو تین ۔۔کالز جا رہی تھیں لیکن وہ فون اٹھا نہیں رہے تھے ۔نینا اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی پھر اس نے اپنے سیل فون سے درزن آنٹی کا نمبر ملایا تھا۔چند لمحے بعد انہوں نے فون اٹھا لیا تھا

"سیٹھ صاحب آپکی طرف ہیں ۔۔۔ذرا ان سے بات کروا دیں ۔۔" اس نے ذرا سا لہجہ بدل کر کہا تھا۔دوسری جانب چند لمحے

خاموشی چھائی رہی جیسے کوئی آپس میں مشورہ کر رہا ہو۔ نینا کے دماغ میں گھنٹیاں سی بجنے لگی تھیں۔ اس نے تو غیر ارادی طور پر یہ حرکت کی تھی جس کا مقصد اپنے تجسس کی تسکین تھا۔

"کیا پتا۔ ابا واقعی دوکان پر ہوں" اس نے سوچا تھا۔ چند لمحے کی کھسر پھسر کے بعد درزن آنٹی کی آواز سنائی دی تھی

"کس نمبر پر فون کیا جی آپ نے۔۔۔ سوری رانگ نمبر۔۔۔" بعجلت کہہ کر فون بند کر دیا گیا تھا۔ نینا نے گہری سانس بھری اور ابھی وہ اپنے کمرے میں ہی تھی کہ باہر امی کا فون بجنے لگا تھا۔ وہ فوراً اٹھ کر باہر گئی۔ امی دیوان پر اب سیدھی لیٹی ہوئی تھیں۔ نینا نے فون اٹھا کر کال ریسیو کی تھی اور پھر کچھ کہے بناء فون امی کی جانب بڑھا دیا

"ہاں جی۔۔۔ اچھا جی۔۔ نہیں۔۔ ٹھیک۔۔۔۔ صحیح۔۔ چلیں ٹھیک ہے" امی مسلسل کچھ سننے، بولنے میں مصروف رہیں پھر انہوں نے فون بند کر دیا

"دل کو دل سے واقعی راہ ہوتی ہے۔۔ میں پریشان ہو رہی تھی کہ اب تک نہیں آئے اور وہاں دوکان پر بیٹھے انہیں بھی سکون نہیں۔۔۔ کہتے۔۔۔ پریشان مت ہو۔۔ میں آرہا ہوں" وہ مسکراتے ہوئے اسے بتا رہی تھیں۔ آنکھوں میں غنودگی اتنی تھی کہ آنکھیں کھل بھی نا پا رہی تھیں، نینا کو یکدم احساس ہوا کہ یہ غنودگی کہیں لو شوگر کی وجہ سے تو نہیں۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی۔ فریج میں ایسی صورتحال سے بچنے کے لئے ہمیشہ ہی کچھ نا کچھ رکھا رہتا تھا۔ اس نے ایک چاکلیٹ اٹھا کر اسکا ریپر پھاڑا تھا۔

"امی یہ کھائیں ذرا۔ طبیعت ٹھیک ہے آپکی۔۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے چاکلیٹ ان کے منہ میں ڈالی تھی

"میں ٹھیک ہوں نینا۔۔۔ مجھے کیا ہوا ہے" وہ ماننے سے بھی انکاری تھیں۔ ابا کے انتظار میں کھانا بھی نا کھایا تھا انہوں نے تو شوگر ہی لو ہونی تھی لیکن وہ اعتراف نہیں کر رہی تھیں اس بات کا۔ چاکلیٹ کا ایک بائٹ ختم ہوا تو نینا نے انہیں ایک اور ٹکڑا توڑ کر تھمایا پھر سیب کاٹ کر لے آئی۔ وہ ظاہر نہیں کر رہی تھی لیکن اتنی سی دیر میں اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

"اپنے ابا کو نا بتانا میری طبیعت کا۔ خوامخواہ پریشان ہوں گے۔۔ ابھی بھی غصہ کر رہے تھے کہ کھانا کیوں نہیں کھایا اب تک" وہ وضاحت کر رہی تھیں۔ نینا کو ان پر ترس آیا لیکن وہ خاموش رہی تھی۔ وہ انہیں بتانا چاہتی تھی کہ ابا یکدم پریشان نہیں ہوئے۔ انہوں نے درزن آنٹی کے فون پر نینا کا نمبر دیکھ لیا تھا۔ اسی لئے امی کے نمبر پر کال کی تھی ورنہ اس سے پہلے بھی تو وہ فون کر رہی تھیں لیکن ابا نے اٹھایا تک نا تھا

"چل ہٹ نینا۔۔ میں روٹی بنا لوں" امی کو بس ابا کے کھانے کی فکر تھی حالانکہ انکی اپنی حالت بالکل بگڑی پڑی تھی

"کوئی ضرورت نہیں ہے اٹھنے کی۔۔۔ میں بنا دیتی ہوں۔۔۔ کبھی کبھی ٹیڑھی روٹی کھانے کی عادت بھی ڈالیں ابا کو۔۔ گول روٹیاں تو کچھ نہیں سنوار سکیں انکا۔۔ شاید ٹیڑھی روٹیوں سے کوئی مثبت فرق پڑ جائے۔۔" وہ جل کر بولی تھیں

"اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔۔ ابا کیا کرنے جا رہے اس بار۔" اس نے روٹی بناتے ہوئے سوچا تھا۔ زری کی شادی کے دنوں میں

کچھ سکون ہوا تھا اور اب پھر ابا کی حرکات و سکنات مشکوک ہو گئی تھیں۔ اسے امی کی اتنی اطاعت گزاری پر بھی غصہ آیا تھا۔

"آپ کیسے محبت کر سکتی ہیں ابا جیسے آدمی کے ساتھ" وہ تاسف سے انکی حالت دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی

☆......☆......☆

"میں جاب کرنا چاہتی ہوں" اس نے خاور سے کہا تھا۔ اس کے ساتھ اکثر بات کر لیتی تھی وہ۔۔۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ اسے بُرا نا لگتا تھا۔ وہ دونوں بے تکلفی کے اس مقام تک آ گئے تھے کہ جہاں آپ جناب کا تکلف بھی نا رہا تھا۔ خاور نے اسے اپنی اور سلیم کی دوستی کے بارے میں بتایا تھا اور یہ بھی کہ وہ سلیم کی وجہ سے ہی اس کے بارے میں اتنا کچھ جانتا تھا۔ نینا کو اس سے باتیں کرنا اچھا لگتا تھا لیکن وہ اس سے محبت نا کرتی تھی۔ یہ بات اس نے اسے ابتداء میں ہی واضح کر دی تھی۔

"اگر تمہیں کبھی لگتا ہے کہ میں کسی بھی شخص سے محبت کر سکوں گی تو تم اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو۔۔۔ میں محبت کرنے والا میٹیریل نہیں ہوں۔۔۔ مجھے محبت پر یقین ہی نہیں ہے۔۔۔ میں نے خود کو جج کر لیا ہے۔۔۔ میں محبت کرنے کے قابل نہیں ہوں۔۔۔ دوبارہ کبھی مجھ سے اس موضوع پر بات نا کرنا" وہ ہنس کر اسکی باتیں سنتا رہتا تھا۔ اسے سمجھاتا بھی تھا۔ نینا کو اس سے مشورہ کرنا اچھا لگتا تھا۔ اسے کبھی کبھی وہ سلیم کی طرح کا پُرخلوص لگتا تھا۔ اسی لئے ایم بی اے مکمل ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے اسے اپنے مستقبل کی پلاننگ بتائی تھی۔

"اچھی بات ہے اگر تم جاب کرنا چاہتی ہو۔۔۔ چولہا چوکی تو تم سے ہو گا بھی نہیں۔۔۔ اس کے لئے ذرا مہارت اور تحمل چاہیئے ہوتا ہے اور ان دونوں چیزوں کی تم میں سخت کمی ہے" وہ بالکل سلیم کے انداز میں اسے چڑاتا رہتا تھا۔

"ایک کلرک کے منہ سے یہ باتیں اچھی تو نہیں لگ رہیں۔۔ لیکن پھر بھی میرا حوصلہ ہے کہ میں سُن رہی ہوں" وہ حساب چکتا کرنے میں ماہر تھی۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا

"میں نے اپنا سی وی بنا لیا ہے۔۔ اب ہر جگہ اس کی کاپی ڈراپ کروں گی۔۔۔ کہیں نا کہیں تو میرا نصیب بھی کھل جائیگا نا" وہ اسے بتانے لگی تھی۔ خاور کی اچھی بات یہ تھی کہ وہ نا صرف بہترین سامع تھا بلکہ وہ ہمیشہ اچھے مشورے بھی دیتا تھا۔

"انشاءاللہ۔ نصیب تو تمہارا بہت بہترین جگہ پر کھلے گا۔۔۔ دیکھنا تو سہی۔" وہ اپنے مطلب کی بات ضرور کر دیتا تھا۔ نینا نے ناک چڑھائی تھی

"دعائیں دینے کی ضرورت نہیں ہے بابا جی۔۔۔ ہمیں دعائیں راس نہیں آتیں۔۔۔ ہمارے کام ہمیشہ محنت کے بل بوتے پر ہوئے ہیں۔۔ اس لئے دعائیں نا دو۔۔۔ مشورہ دو" وہ اس کے لہجے میں چھپے جذب کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بولی تھی

"یہ آئیڈیا اتنا فیزیبل نہیں ہو گا۔۔۔ میرا مطلب ہے اگر جاب کرنی ہی ہے تو کسی ویل ریپوٹڈ ادارے میں کرو۔۔۔ جگہ جگہ سی وی

ڈراپ کر کے خوار ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔میرا مشورہ ہے۔۔۔اچھے اداروں کے ای میل ایڈریس ان کے ویب سائٹس پر دئیے ہوتے ہیں۔۔انہیں ای میلز کرو۔۔۔جان پہچان کے لوگوں کو دو۔۔مجھے ای میل کرنا۔۔میں بھی دیکھوں گا کہیں۔۔اور وہ لوگ جن کے بچوں کو پانچ پانچ سو روپے لے کر تم پڑھا لکھا بنا رہی ہو۔۔وہ کب کام آئیں گے۔۔ان کو سی وی دو۔۔ان کو بتاؤ کہ تم جاب کی تلاش میں ہو۔۔کارو پریٹ ورلڈ میں تعلقات قابلیت سے زیادہ اہم ثابت ہوتے ہیں۔۔شاید کوئی بندہء خدا تم پر ترس کھا کر اپنے آفس کے دروازے تمہارے لئے کھول دے" وہ خلوصِ دل مشورہ دے رہا تھا۔

"ہمم۔۔۔اس نے ہنکارا بھرا تھا۔۔۔

"چلو شکر ہے۔۔۔تم تو کسی کام آئے میرے۔۔ورنہ میں یہی سوچتی رہتی تھی کہ یہ بندہ کیوں پیدا کیا خدا نے۔۔۔اسکا فائدہ کیا ہے دنیا کو۔۔۔" وہ چڑاہ رہی تھی

"تم مجھے موقع تو دو۔۔۔میں زندگی بھر تمہارے کام آنے کو تیار ہوں۔۔۔" وہ پھر ذومعنی انداز میں بولا تھا۔ نینا کو ہنسی آئی۔اسے جانے کیوں اس شخص کی باتیں بُری نا لگتی تھیں۔

"چلو۔۔اُتر گئے ہونا پٹڑی سے چھچھورے آدمی۔۔کسی روز تمہاری اماں نے سُن لیں نا تمہاری یہ باتیں۔۔قسم سے اگلا دن تمہارا ہاسپٹل میں گُزرے گا۔۔لکھ کر رکھ لو میرے الفاظ کسی کاغذ پر" وہ ہنسی دبا کر ڈپٹ کر بولی تھی۔وہ پھر ہنسا

"کاغذ پر لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔مرا دل ہے نا کورا کاغذ۔۔کیا خوب کہا ہے کسی دل والے شاعر نے۔۔۔عرض کیا ہے۔۔کورا کاغذ تھا دل یہ میرا۔۔۔نام اس پر لکھ لیا تیرا۔۔" وہ گنگنانے لگا تھا۔موبائل کان سے لگائے نینا کو بڑے زور کی ہنسی آئی اور اس بار وہ اپنے قہقہے کو روک نا پائی تھی۔

"اب چھچھورے لوگوں سے کون بحث کرے۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ امی اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں

"نینا۔۔" انہوں نے آواز دی،

"اچھا بھئی شکریہ تمہارے مشورے کا۔۔۔اور ایک مشورے کی خاطر اتنی مزید بیکار باتیں سننے پر میرا بھی شکریہ۔۔۔اللہ حافظ" اس نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا تھا

"زری تھی۔۔؟" امی نے پوچھا۔وہ تھکی ہوئی لگتی تھیں۔

"نہیں تو۔۔خاور تھا۔مہر کا چاچو۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تھی پھر جانے کیوں اس نے وضاحت دی تھی

"جاب کا کہہ رہی تھی اسے۔۔کہ کہیں ویکینسی ہو تو بتائے" امی نے سر ہلایا

"آپکا زری سے بات کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔۔کال ملاؤں اسے" ان کی اُتری اُتری صورت دیکھ کر اس نے یہی فرض کیا کہ وہ زری کے لئے اداس ہیں لیکن انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا تھا۔

"آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔؟" اس نے پوچھا تھا۔انہوں نے اثبات میں گردن ہلائی پھر اس کے بیڈ پر بیٹھ گئی تھیں

"نینا۔تم تو نادر رباہر آتی جاتی ہو۔۔تمہیں کچھ خبر ہے کہ۔۔۔تمہارے ابا۔۔آجکل کیا۔کرتے پھر رہے ہیں؟" وہ رُک رُک کر بول رہی تھیں۔نینا نے چونک کر انکا چہرہ دیکھا۔ابا کے متعلق امی نے کبھی اس سے ایسے بات نہیں کی تھی۔یہ موضوع ایسا تھا کہ وہ دونوں ماں بیٹی اس پر چُپ رہنا ہی پسند کرتی تھیں۔اس نے غیر ارادی نگاہ وال کلاک کی جانب ڈالی۔گیارہ بج رہے تھے۔ابا شاید آج بھی دوکان سے ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔

"کیا ہوا۔ایسے کیوں پوچھ رہی ہیں۔۔؟" اس نے اپنے تاثرات چھُپا کر ان سے پوچھا تھا۔زری کے چلے جانے کے بعد ان کے تعلقات کچھ بہتر ہونے لگے تھے۔نینا کوشش کرتی تھی کہ انہیں وقت دیا کرے۔ان کے ساتھ بیٹھ کر کبھی کبھی ٹی وی بھی دیکھنے لگی تھی۔ایک دوسرے کو جلی کٹی سنائے بغیر ناشتہ کھانا بھی ہونے لگا تھا

"آج طاہر کی ماں آئی تھی۔۔۔وہ کہہ رہی تھی کہ سیٹھ صاحب تو آٹھ بجے ہی دوکان بند کر دیتے ہیں" انہوں نے دوکان کے ایک ملازم کا نام لیا تھا جس کی والدہ کبھی کبھی ان سے ملنے آجاتی تھیں۔

"تمہارے ابا تو روز رات کو بارہ ساڑھے بارہ سے پہلے نہیں آتے۔۔۔کہہ رہے تھے دوکان پر بہت کام ہے۔۔" وہ بیچاری کھُل کر اپنے خدشے کا اظہار بھی نہیں کر پا رہی تھیں کیونکہ نینا کے دل میں باپ کے مقام سے آگاہ تھیں۔وہ نہیں چاہتی تھیں کہ معاملات مزید خراب ہوں مگر گھر میں اس کے سوا اب تھا بھی کون جس سے وہ یہ بات کر پاتیں،نینا حُپ کی حُپ رہ گئی۔اس نے ہمیشہ یہ خواہش کی تھی کہ کبھی امی اس سے ابا کے متعلق بات کریں تو وہ تڑاخ سے انہیں کہہ سکے کہ

"چھوڑ دیں اس آدمی کو۔۔یہ آپ کے لائق نہیں ہے۔۔"لیکن اب جب وہ خود ہی یہ موضوع شروع کر چکی تھیں تو نینا کو احساس ہوا تھا کہ کچھ چیزیں بہت حساس ہوتی ہیں۔۔آپ چاہ کر بھی ان کے متعلق ویسے بات نہیں کر پاتے جیسے کرنا چاہتے ہیں یا پھر شاید اتنی جلدی نہیں کر پاتے۔امی اسقدر جذباتی ہو رہی تھیں کہ وہ ان کو تسلی دینے کے علاوہ کچھ کر بھی نا سکتی تھیں

"آپ پریشان مت ہوں۔۔بیٹھ جاتے ہوں گے کسی دوست وغیرہ کے پاس سیاسی باتیں کرنے۔۔آپکو تو پتا ہی ہے ایسی باتوں میں خوب دل لگتا ہے انکا۔" وہ انہیں تسلی دے رہی تھی

"ہاں کہہ تو صحیح رہی ہو۔۔اور مجھے کہہ دیتے ہوں گے کہ دوکان پر کام بہت ہوتا ہے۔۔انکو پتا ہے نا اس نے غصہ کرنا ہے اس بات پر۔۔" وہ مطمئن ہوئی تھی یا صرف اداکاری کر رہی تھیں نینا سمجھ نا پائی تھی لیکن اسکا دل ضرور بے چین ہو گیا تھا۔اب کیسے بتاتی اپنی ماں کو کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔وہ چُپ ہی رہ گئی تھی۔

آپ کتنے بھی بڑے ہو جائیں۔کچھ باتیں کرتے ہوئے آپکو اپنی ماں سے بھی لاج آتی ہے۔۔۔

☆......☆......☆

"آپ کے پاس دو ڈولز ہیں۔۔۔اور اگر آپ کے پاپا دو اور ڈول لے آئیں تو ٹوٹل کتنی ڈولز ہو جائیں گی۔۔۔؟" اس نے ایمن کے سامنے بلاکس رکھے ہوئے تھے اور اسے جمع کرنا سکھا رہی تھی۔ایمن نے مسکراتے ہوئے ایک بلاک اٹھالیا

"میرے پاس ایک ہی ڈول ہے۔۔۔دو نہیں ہیں" وہ کم گو تھی لیکن کبھی کبھی بلا وجہ کی کوئی بات کر دیتی تھی۔نینا نے ناک چڑھائی

"اچھا چلو۔ایک ڈول۔۔اور اگر پاپا دو ڈولز اور لے آئیں تو۔۔؟" اس نے اپنا سوال تبدیل کر کے دوہرایا تھا

"پاپا ڈولز نہیں لاتے۔۔۔وہ کیوں لائیں گے؟" ایمن چڑ کر بولی تھی۔نینا نے اسے گھور کر دیکھا۔وہ اسے باتیں کرنے پر اکساتی رہتی تھی لیکن اب اس طرح اس کے بلا ضرورت بولتے جانے پر بھی اسے غصہ آرہا تھا۔

"ایمن۔۔جو میں نے پوچھا ہے۔۔بس وہ بتائیں" وہ چڑ کر بولی تھی۔ایمن نے ہونٹ بھینچ کر منہ لٹکا لیا

"پاپا ڈولز لائے ہی نہیں کبھی تو مجھے کیسے پتا چلے گا کتنی ڈولز ہو گئیں" اس کے لہجے میں بیچارگی تھی۔نینا کو ہنسی بھی آئی

"آپ کے پاپا ڈولز نہیں لاتے۔۔۔لیکن کچھ اور تو لاتے ہوں گے نا آپ کے لئے" وہ اسے سمجھا رہی تھی

"نہیں۔۔۔کچھ بھی نہیں۔۔۔آپ اماں رضیہ کا نام کیوں نہیں لیتیں۔۔۔وہ ہی لاتی ہیں سب کچھ میرے لئے۔۔۔" وہ ناراض سے لہجے میں بولی تھی۔نینا لمحہ بھر کے لئے چُپ سی ہو گئی۔نینا کی آنکھیں اس لمحے اسے اپنی آنکھوں جیسی لگیں۔۔۔بے چین، مضطرب اور شکوہ کناں۔۔۔

"اچھا چلو آپ کی مرضی۔۔۔اب آپ بتاؤ اگر آپ کے پاس دو ڈول ہوں اور اماں رضیہ دو ڈولز لے کر آجائیں تو کتنی ڈولز ہو جائیں گی" اس نے سوال کو اس چھوٹی بچی کی منشاء کے مطابق توڑ مروڑ دیا تھا۔وہ چُپ چاپ سامنے پڑے بلاکس کو ملا کر رکھتے ہوئے گننے لگی تھی۔اسی دوران اماں رضیہ اس کے لئے چائے لے کر آ گئیں۔وہ روزانہ ہی اس کے لئے چائے لے کر آتی تھیں۔انکا کسی نے تعارف تو نہیں کروایا تھا لیکن صبح کے وقت انہیں اس طرح مصروف دیکھ کر وہ پہلے انہیں ایمن کی دادی سمجھی تھی پھر جب روز وہی اس کے لئے چائے لانے لگیں تو وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ شاید گھر کی کُل وقتی ملازمہ ہیں

"بہت اچھی چائے بناتی ہیں آپ۔۔۔حالانکہ میں گھر سے چائے پی کر آتی ہوں لیکن پھر بھی یہاں آ کر آپ کے ہاتھ کی چائے کی منتظر رہتی ہوں۔۔۔آپ یقیناً کھانا بھی بہت اچھا بناتی ہونگی" وہ خوشدلی سے بولی تھی جو کہ اسکی عادت کے بالکل برخلاف تھا۔اماں رضیہ کو اسکی بات سُن کر بہت اچھا لگا۔

"بس بٹیا۔۔۔ان ہاتھوں نے آج تک یہی کیا ہے۔۔۔اب تو عُمر گزر گئی ہانڈیاں پکاتے۔۔۔۔بہت شکریہ آپ کو چائے پسند آئی" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔نینا نے سر ہلایا۔

"ایمن بھی بہت باتیں کرتی ہے آپکی۔۔۔بہت محبت ہے اسے آپ سے۔۔" بات کو آگے بڑھانے کے لئے یہ حوالہ دینا بہت ضروری تھا۔۔۔

"ایمن تو بس میری گڑیا ہے۔۔میرے ہاتھوں میں پیدا ہوئی تھی۔۔پہلے دن سے اسکا پمپر فیڈر میں ہی کر رہی ہوں۔۔۔میری اپنی اولاد کی طرح ہے" وہ سادہ لوح خاتون تھیں۔۔اپنے حساب سے ہی بات کرتی تھیں۔نینا نے انکی بات سُن کر سر ہلایا

"اسی لیئے تو اپنے ماما پاپا سے بھی زیادہ یہ آپ سے محبت کرتی ہے" نینا نے وہ بات کہی جو اس کے دل میں تھی۔اماں رضیہ متانت سے مسکرائیں

"بس بٹیا۔۔یہ تو وضعدار لوگوں کی تربیت ہوتی ہے۔۔۔اس کے ماں باوا نے اسے ہمیشہ بڑوں کی عزت کرنا سکھایا ہے۔۔۔وہ خود بھی بہت محبت کرنے والے لوگ ہیں۔۔۔مجھے تو اپنی ماں سے بھی زیادہ عزت کا مستحق سمجھتے ہیں۔۔۔اپنی ماؤں کی بھی ایسی عزت نا کرتے ہونگے جیسی اس گھر میں میری ہوتی ہے" وہ نینا کو بتا رہی تھیں۔نینا اتنی لمبی تقریر سُن کر بس سر ہلاتی رہی۔وہ تو بس وقتی تجسس کی خاطر پوچھ بیٹھی تھی لیکن اب انہیں مسلسل گھر کے مالکوں کی تعریفیں کرتا سُن کر اکتا سی گئی۔

"ایمن آپ نے اپنا کام ختم کر لیا" اس نے ان کی جانب سے نگاہ ہٹا کر ایمن کو دیکھا۔

"چلو۔۔بیٹا تم پڑھاؤ بچی کو۔۔" اماں رضیہ شاید خود بھی اس وقت مصروف ہوتی تھیں تب ہی بات مکمل کر کے باہر چل دی تھیں۔نینا ان کے جانے کے بعد اپنا چائے والا کپ لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔بیٹھے بیٹھے تو اسکی کمر تھک جاتی تھی۔اس لیئے وہ بعض اوقات ایمن کو پڑھاتے پڑھاتے کمرے میں ہی دو تین دفعہ اٹھ کر چلنے لگتی تھی۔ابھی بھی ایمن کو کام کرتا دیکھ کر وہ اٹھی اور چلتے چلتے یونہی کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔یہ کھڑکی باہر گھر کے پورچ میں کھلتی تھی۔نینا غیر ارادی طور پر باہر دیکھنے لگی۔اسی لمحے گھر کے اندر سے کوئی پورچ میں آیا تھا اور پھر چلتے چلتے وہاں کھڑی گاڑی تک آ گیا تھا۔وہ ایمن کے پاپا تھے۔نینا ابھی دیکھ ہی رہی تھی کہ ایمن کی ماما بھی اپنا فربہ وجود لیئے پیچھے چلی آئیں۔نینا ذرا سا پیچھے ہٹ گئی تھی۔وہ دونوں چند لمحے کھڑے جانے کیا باتیں کرتے رہے۔دونوں کے چہروں پر شوخی اور شرارت تھی۔ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ نینا پیچھے ہٹ جاتی لیکن جانے کونسا تجسس تھا جو اسے وہاں کھڑے رہنے پر مجبور کر رہا تھا۔اسی لمحے گھر کے مالک نے جُھک کر گھر کی مالکن کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔نینا کو یہ امید نہیں تھی۔وہ جھجھک کر پیچھے ہٹی تھی

"حد ہو گئی نینا کی بچی۔۔۔اگر وہ دیکھ لیتے تو کیا سوچتے" اسے اپنی ہی بدتمیزی پر غصہ آیا تھا لیکن اس منظر میں کچھ ایسا تھا جو اس کے ذہن پر نقش ہو گیا تھا۔نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے ایک دفعہ پھر ذرا سا آگے ہو کر اسی جانب دیکھا تھا۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

وہ خواب کی سی کیفیت تھی۔اسکا دماغ سویا جاگا سا تھا۔

ایک شخص تھا جس کی پشت اسکی جانب تھی۔اس نے بغور اسے دیکھا اور یاد کرنے کی کوشش کی کہ وہ کون تھا لیکن اسے یاد نہیں آیا تھا۔وہ شخص اس نے پہلے نہیں دیکھ رکھا تھا۔

"وفا ایک وصف ہے۔۔۔" اس نے کہا تھا۔وہ شخص ہنسا جیسے اسکا مذاق اڑا رہا ہو۔

"واقعی۔۔؟" وہ پوچھ رہا تھا۔اسکا استفہامیہ انداز اسے چڑنے پر مجبور کر رہا تھا۔نینا نے گھور کر اسے دیکھا۔

"تم کچھ بھی کہو لیکن میں اپنے بیان سے ایک اِنچ بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔۔میرے لئے مرد کا باوفا ہونا ہی سب سے ضروری امر ہے" وہ جتا کر بولی تھی۔وہ شخص مزید زور سے ہنسا۔

"منڈیوں میں یہ چیز ناپید ہو چکی ہے بی بی۔۔کس دنیا میں رہتی ہو تم۔۔۔"

"ناپید ہے تب ہی تو نایاب ہے۔۔اور نایاب ہے تب ہی تو مجھے چاہیئے۔۔۔" اسکا عزم دیکھنے کے قابل تھا۔وہ شخص پھر زور سے ہنسا

"کہیں مل ہی نا جائے تمہیں یہ گوہرِ نایاب۔۔۔اونہہ باوفا مرد۔۔۔" اسکا انداز تمسخر بھرا تھا ۔نینا ہنکارا بھر کر آگے بڑھ گئی۔دوسرا منظر بھی عجیب تھا۔اس نے دیکھا ایک مرد اور عورت ایک دوسرے کے قریب کھڑے تھے۔عورت کا سراپا تھکا ہوا اور نڈھال سا لگتا تھا۔نینا کو وہ اچھی نا لگی جبکہ مرد کچھ مانوس سا تھا۔ان دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔مرد کے چہرے پر عجب سرخوشی تھی جیسے اس کے ہاتھوں میں اس عورت کا ہاتھ نا ہو بلکہ کوئی خزانہ ہو۔نینا کو وہ صورتحال اچھی نا لگ رہی تھی۔اس نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا جیسے وہ ان دونوں کو دیکھنا نا چاہتی ہو۔اس کے پورے وجود پر لرزش سی طاری ہوئی تھی اور تب ہی اسکی آنکھ کھل گئی۔ رات کا جانے کونسا پہر تھا مگر نینا کو ایسے لگا جیسے وہ بہت دیر تک نیند پوری کر کے اٹھی ہو۔

"عجب بے سروپا سا خواب تھا" اس نے سوچتے ہوئے کروٹ بدلنی چاہی تھی۔وہ بچپن سے ہی نیند میں بے تحاشا خواب دیکھنے کی عادی تھی اور اکثر اوقات اسے خواب یاد بھی رہتے تھے ۔وہ بیدار ہو جانے کے بعد بھی خوابوں کے متعلق سوچتی رہتی تھی کیونکہ وہ اسے بھولتے نہیں تھے۔۔اس نے ٹمٹماتی ہوئی آنکھوں سے وال کلاک کی جانب دیکھا اور پھر کروٹ بدل لی اور تب ہی اسے یاد آیا کہ اس نے خواب میں جس شخص کو دیکھا وہ اسکی اسٹوڈنٹ ایمن کا باپ تھا۔اس نے سر جھٹکا تھا جیسے اسے خود ہی اچھا نا لگا ہو۔

"ناپید ہے تب ہی تو نایاب ہے۔۔۔اور نایاب ہے تب تو مجھے چاہیئے" دوبارہ نیند کی وادی میں اترتے ہوئے اپنا ہی کہا ہوا جملہ اسکی سماعتوں میں محفوظ رہا تھا اور ذہن پر سمیع کی شبیہہ نمایاں تھی۔

☆......☆......☆

"تمہاری جاب کا کچھ بنایا نہیں؟" خاور اس سے پوچھ رہا تھا۔وہ لیپ ٹاپ گود میں لیئے کانوں پر ہیڈ فون لگائے اس سے باتیں کر رہی تھیں ہاتھ تیزی سے لیپ ٹاپ پر چل رہے تھے ۔وہ ٹیوشن والے بچوں کے لئے مختلف قسم کی سرگرمیاں تیار کرتی رہتی تھی۔ابھی بھی ایمن کے لئے رنگ بھرنے کے لئے نیٹ سے تصاویر تلاش کرنے میں مگن تھی

"میں نے ابھی تک سی وی ہی کہیں ڈراپ نہیں کیا۔۔۔ہر روز صبح اٹھتی ہوں تو سوچتی ہوں آج سارے کام مکمل کرلوں گی لیکن جیسے ہی دن چڑھتا ہے دوسری مصروفیات میں سب بھول بھال جاتی ہوں ۔۔میرے ٹیوشن والے بچوں کے ایگزامز قریب ہیں ۔۔خیر سوچ رہی ہوں کل مسز سمیع کو دے دوں اپنا سی وی ۔" وہ اطمینان بھرے لہجے میں بولی تھی

"دوسری مصروفیات ۔۔؟ تمہاری کونسی دوسری مصروفیات ہیں ۔۔سارا دن ویلی نکمی اِدھر اُدھر پھرتی رہتی ہو" وہ چڑا رہا تھا اسے

"اپنے جیسا سمجھ رکھا ہے سب کو ۔۔اتنے کام کرتی ہوں میں ۔۔اب تو کھانا بھی پکانے لگی ہوں" وہ ہاتھ کی تصویر کی کاپی پینٹنگ میں مصروف جواب دے رہی تھی۔خاور کی استہزائیہ ہنسی کو اس نے ذرا بھی اہمیت نا دی تھی

"ماشاءاللہ ۔۔آپ کے خاندان میں کھیرا ٹماٹر کاٹ کر سلاد بنانے اور دہی میں سبز چٹنی مکس کر کے رائتہ بنانے کو کھانا بنانا کہتے ہیں" وہ ایسے ہی بات کرتے تھے

"نہیں تم لوگوں کے خاندان سے کچھ مختلف ہیں ہم ۔۔ہمارے یہاں کھانا بنانے کا مطلب واقعی کھانا بنانا ہوتا ہے ۔۔آج زری آئی ہوئی تھی ۔۔میں نے اسکی فرمائش پر دال چاول بنائے ۔کباب فرائی کیئے ۔۔رس ملائی بھی بنائی ۔۔اتنا کچھ تو کر لیتی ہوں میں ۔۔پتا نہیں اور کیا چاہتے ہو تم لوگ مجھ سے" وہ چونکہ لیپ ٹاپ میں مصروف تھی اس لئے عام سے انداز میں بناء جھنجھلائے جوب دئے جا رہی تھی

"میں تو بتا ہی چکا ہوں کہ میں کیا چاہتا ہوں ۔۔بار بار کیوں پوچھتی ہو۔۔لیکن اگر پھر بھی تمہیں میری بات سمجھ میں نہیں آتی تو میں اماں کو ہی بھیج دیتا ہوں تم لوگوں کی طرف ۔۔بعد میں مجھ سے مت جھگڑنا" وہ اطمینان بھرے انداز میں جواب دے رہا تھا

"اُف ف ۔۔ایک تو تم فوراً پٹڑی سے اُتر جاتے ہو ۔۔اور مجھے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم جیسے فضول آدمی کی باتیں برداشت کیوں کرتی ہوں ۔چلو بند کرو فون ۔۔اچھا بھلا کام کر رہی تھی ۔سارا ٹیمپو خراب کر کے رکھ دیا" وہ سابقہ انداز میں بولی تھی ۔خاور نے قہقہہ لگایا

"تمہارا مسئلہ ہی یہ ہے کہ تمہیں کچھ نہیں پتا چلتا کہ تم چاہتی کیا ہو ۔۔تم ایک کنفیوزڈ پرسنالٹی ہو ۔۔اور میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں ۔۔اسی لئے تو بار بار کہتا ہوں کہ میری بات مان لو ۔۔میں زندگی کے ہر معاملے میں تمہارا ساتھ دونگا" وہ ہر ایک دو ہفتے بعد اپنی عدالت لگانا ضروری سمجھتا تھا

"یہ کنفیوزڈ پرسنالٹی کسے کہا ہے تم نے ۔۔وضاحت کرنا ذرا ۔۔" وہ مصنوعی غصہ ظاہر کرتے ہوئے غُرا کر بولی تھی ۔

"میں تو بس اپنا تجزیہ پیش کر رہا ہوں ۔۔اور میری بات کہیں لکھ لو نینا ۔۔یہی حقیقت ہے کہ تم خود ہی اپنے بارے میں کافی

کنفیوزڈ ہو۔۔تم کیا چاہتی ہو تمہیں خود اسکی خبر نہیں ہے۔۔اسی لئے تم بعض اوقات غلط فیصلے بھی کر لیتی ہو۔۔میری بات کا برا نا ماننا ۔۔میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔۔چاہتا ہوں تمہیں اسی لئے بتا رہا ہوں کہ تم ایک وقت پر جس چیز کے لئے جذباتی ہو۔۔چند دن بعد اسے ہی بھول جاتی ہو۔۔جب کسی انسان یا کسی مسئلے کو وقت دینا شروع کرتی ہو تو اپنا آپ بھول کر اس کے لئے تن من دھن قربان کرنے کو تیار ہو جاتی ہو لیکن چند دن گزرتے ہیں اور پھر تمہیں یاد بھی نہیں رہتا کہ تم اس انسان یا اس کے کسی مسئلے کے لئے کیسے پریشان ہوئی جا رہی تھی حالانکہ تب تک اس شخص کو تمہاری عادت پڑ چکی ہوتی ہے" وہ دھیمے سے لہجے میں جیسے شکوہ کر رہا تھا۔نینا کچھ نہیں بولی تو وہ مزید کہنے لگا

"اب یہی دیکھ لو۔۔اپنا سی وی ڈراپ کرنے کا وقت نہیں ملا لیکن رات کے اس پہر اپنی ایک ننھی اسٹوڈنٹ کے لئے ورک شیٹ بنانے بیٹھی ہوئی ہو۔۔" خاور نے اتنا ہی کہا تھا کہ نینا نے اسکی بات کاٹ دی

"اوہ بندہ خدا اس ننھی اسٹوڈنٹ کی ذمہ داری ہے مجھ پر۔۔۔پیسے ملتے ہیں مجھے اس کے۔۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔خاور کی چند لمحے کوئی آواز نا سنائی دی پھر وہ دھیمی سی آواز میں بولا

"پیسے تمہیں ہر اس بچے کے ملتے ہیں جسے تم ٹیوشن پڑھانے جاتی ہو لیکن ایمن نام کی یہ بچی تمہارے دل کے ایک دم زیادہ قریب ہو گئی ہے۔۔۔تمہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ تم اس بچی اور اس کے گھر والوں کے متعلق کتنی باتیں کرتی رہتی ہو۔۔اب مجھ سے یہ نا پوچھنا کہ اسکی وجہ کیا ہے۔۔۔ظاہر ہے مجھے وجہ نہیں پتا لیکن میرا اندازہ ہے کہ اسکی وجہ کوئی نا کوئی ایسا جذباتی ایشو ہو گا جس نے تمہارے دل کو ڈائریکٹ ہِٹ کیا ہو گا۔کیونکہ تمہارے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔۔" وہ تحمل بھرے انداز میں اپنی بات مکمل کر رہا تھا کیونکہ خدشہ تھا وہ ناراض بھی ہو سکتی ہے۔

"اپنی ہی بونگیاں مارتے جا رہے ہو۔۔۔پتا تمہیں کچھ ہے نہیں۔۔۔میرا خیال ہے تمہیں نیند آ رہی ہے۔۔چلو چپ کر کے سو جاؤ اب" وہ اسے گھرک کر بولی تھی۔

"سو جاتا ہوں لیکن میری بات پر غور کرنا۔" وہ پھر بھی ہنستے ہوئے ہی بولا تھا۔اس کے فون بند کر دینے کے بعد بھی نینا اسکی بات پر غور کرتی رہی۔

یہ بات غلط نہیں تھی۔ایمن اور اس سے وابستہ چیزیں یکدم اس کے لئے اہم ہو گئی تھیں۔وہ ایمن کو پہلے سے زیادہ وقت دینے لگی تھی۔اس کے لئے نئی نئی ورک شیٹس بناتی رہتی تھی۔انہیں اپنے پیسوں سے پرنٹ بھی کرواتی تھی اور اس کے ذہن میں یہ سوچ بھی پروان چڑھ رہی تھی کہ اس کے لئے ایک ٹیبلیٹ خریدے تا کہ اسی پر مختلف ایپس ڈاؤن لوڈ کر کے پڑھا سکے۔وہ اپنے اسٹوڈنٹس پر محنت کرنے کی عادی تھی لیکن ایمن کے لئے وہ کچھ زیادہ ہی کرنے لگی تھی اور اسکی ابتداء تب سے ہوئی تھی جب سے اس نے بتایا تھا کہ وہ اپنے پاپا سے محبت نہیں کرتی۔وہ چند لمحے اسی متعلق سوچتی رہی پھر اس نے سر جھٹکا تھا

"اونہہ۔۔۔یہ حضرت بھی بس اپنا ہی فلسفہ جھاڑتے رہتے ہیں۔۔۔" اور پھر ساری جھنجھلاہٹ خاور پر اتار کر وہ دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوئی مگر چند لمحے بعد اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا تھا۔اس سے کام نہیں ہو رہا تھا۔

"ایمن کو اپنے پاپا سے کیوں پیار نہیں ہے؟" یہ سوال جانے کیوں ذہن میں گردش کرنے لگا تھا اور پھر ایمن کے پاپا کا عکس ذہن میں جھلملانے لگا۔کچھ دیر اس کے ذہن میں یہی سب چلتا رہا پھر صبح والا عکس ذہن کے پردے پر نمایاں ہوا تھا۔وہ شخص جھک کر اپنی بیوی کی پیشانی کو چوم رہا تھا۔اس کے انداز میں کس قدر محبت نظر آتی تھی اور ایسے جیسے اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔اس نے ہمیشہ غور کیا تھا کہ ایمن کے باپ کو ایمن کی ماں سے بے حد محبت تھی۔اسکی نظریں ہمیشہ اپنی بیوی کے اردگرد طواف کرتی رہتی تھیں

"کیا کوئی مرد واقعی اتنی بھدی عورت سے اسقدر والہانہ محبت کر سکتا ہے۔۔۔؟" اس کے ذہن میں عجیب سا سوال اٹھا تھا ۔اس نے سر جھٹکنا چاہا تھا لیکن اگلا خیال زیادہ پریشان کن تھا

"ہر مرد کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔۔اپنی بیوی کی قدر کرنے والا۔۔۔" اسے احساس نہیں ہوا تھا کہ وہ اپنی اسٹوڈنٹ کے باپ کے متعلق کچھ زیادہ ہی سوچنے لگی تھی۔

☆......☆......☆

"جانی جانی یس اماں۔۔۔ایٹنگ شوگر۔۔نو اماں" ایمن ہل ہل کر رائم یاد کر رہی تھی۔نینا نے ابتداء میں تو دھیان نا دیا لیکن چند لمحے بعد اسے احساس ہوا کہ ایمن ویسے یاد نہیں کر رہی جیسے اس نے یاد کروایا تھا۔نینا نے اُلجھ کر اسکی جانب دیکھا

"ایمن ایسے نہیں ہے۔۔۔سٹاپ اینڈ۔۔۔" اس نے اسے ٹوکنا چاہا تو ایمن چڑ سی گئی اور منہ پھُلا کر بولی

"میں۔۔۔" یس پاپا" نہیں کہوں گی۔۔آپ ہر بات میں پاپا کو کیوں لے آتی ہیں" اس کے انداز میں سخت ناپسندیدگی تھی۔نینا ششدر رہ گئی،ایسا سخت انداز تو شاید اس نے بھی کبھی اپنے باپ کے لئے نا اپنایا تھا۔

"اوکے۔۔۔ہم یہ رائم یاد ہی نہیں کریں گے۔۔۔ہم" میری ہیڈ آ لٹل لیمب" یاد کر لیتے ہیں" نینا نے بغور اسے دیکھتے ہوئے رائم تبدیل کر لی تھی۔ایمن کے انداز اسکی پریشانی اور تجسس کو بڑھانے لگے تھے۔اب کی بار اس نے سوچا تھا کہ وہ اس موضوع پر ایمن کے والدین سے بات ضرور کرے گی۔اس میں بحیثیت ایک اچھی عادت تھی۔وہ ہر بچے کو پڑھانے پر راضی نہیں ہوتی تھی لیکن جس کو بھی پڑھانے پر راضی ہوتی پھر اسے جی جان سے نا صرف پڑھاتی تھی بلکہ اسکی نفسیات کا اچھی طرح مشاہدہ کر کے اسکی مکمل رپورٹ رکھتی تھی اور والدین کو فیڈ بیک بھی دیتی تھی۔ایمن کو رائم یاد کرنے کا کہہ کر وہ ابھی ڈرائنگ روم سے نکل کر باہر لاؤنج میں جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ مسز سمیع خود ہی اندر آ گئیں۔وہ ہمیشہ کی طرح تھکی ہوئی اور کچھ کنفیوژ دکھائی دیتی تھیں۔لباس اور حلیہ بھی ہمیشہ کی طرح ملگجا تھا

"کیسی ہو نینا۔۔۔؟" وہ اب اس سے بے تکلفی سے بات کرنے لگی تھیں۔نینا نے رسمی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا تھا

" ایمن تو تمہاری گرویدہ ہوگئی ۔۔۔اماں رضیہ بتا رہی تھیں کہ ان سے بھی تمہاری باتیں کرتی رہتی ہیں" وہ اطمینان سے ایمن کے ساتھ بیٹھ گئی تھی ۔ایمن نے کوئی توجہ نا کی بلکہ وہ چُپ چاپ رائم یاد کرنے میں مگن تھی ۔

" اس عمر میں بچے کافی کانشئس ہوتے ہیں اپنے ٹیچرز کے لئے ۔۔ٹیچرز کا کہا حتمی اور آخری ہوتا ہے ۔۔۔ٹیچرز کی پسند انکی پسند ۔۔ٹیچر کی ناپسندیدگی ،انکی ناپسندیدگی" نینا نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا پھر مسز شہرین کو بولنے کا موقع دیئے بغیر مزید بولی مبادا موضوع تبدیل نا ہو جائے ۔

" ایمن تو ویسے ہی بہت حساس ہے ۔۔بہت مضبوط سینس آف لائکنگ اینڈ ڈس لائکنگ ہے اسکا ۔۔۔جو چیز پسند ہے ۔۔پسند ہے ۔۔اور جو نہیں پسند ۔۔۔وہ نہیں پسند ۔۔" شہرین نے اسکی بات پر صرف سر ہلایا تھا

" اچھا ۔۔میں نے کبھی غور نہیں کیا اس بات پر ۔۔۔ایسی ہے میری بیٹی ۔۔" وہ مسکرا رہی تھی ۔نینا کو سخت برا لگا ۔

" آپ اور آپ کے میاں کو اپنی تھرڈ کلاس حرکتوں سے فرصت ملے تو آپ اپنی بیٹی کی طرف دھیان دیں نا" اس نے جل کر دل میں سوچا تھا لیکن بظاہر چُپ رہی ۔

" دراصل میری بیماری نے مجھے اس کے معاملے میں اس طرح سے دلچسپی ہی نہیں لینے دی جیسے کہ ایک ماں کو لینی چاہیئے ۔۔۔یہ کافی اگنور ہوتی رہی ہے" شہرین نے کہنا شروع کیا تھا ۔نینا کا دل مزید جل کر خاک ہو گیا

" اب پھر سے وہی قصہ چہار درویش ناشروع کر دینا بی بی ۔۔زبانی یاد ہو گیا ہے مجھے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بیمار تھیں اور آپ کی بیٹی کو آپ کا بھرپور وقت نہیں مل سکا ۔۔محترمہ یہ بات تسلیم نہیں کریں گی کہ رومانس سے فرصت ملتی تو بیٹی کو دیکھتیں" نینا کو اسکا انداز ایک آنکھ نا بھا رہا تھا لیکن بظاہر وہ انہی کی بات سُن رہی تھی ۔

" لیکن میں خوش ہوں کہ تم مل گئی ہو ہمیں ۔۔۔مجھے بہت امید ہے کہ تم اسے ٹریک پر لے آؤ گی" شہرین کے صرف اس جملے کو اہمیت کے قابل سمجھا تھا اس نے ۔

" بہت مہربانی ۔۔۔لیکن آپ ایمن کو مزید امپرو کرتے دیکھنا چاہتی ہیں تو پلیز اسے زیادہ وقت دیں ۔۔اسکی پڑھائی اور دوسری ایکٹی وی ٹیز میں ذاتی دلچسپی لیں ۔۔بچے پیرنٹس کی انوالومنٹ سے بہت موٹیویٹ ہوتے ہیں ۔۔انہیں اچھا لگتا ہے جب پیرنٹس انہیں پڑھائیں یا ان کی پڑھائی میں دلچسپی لیں ۔۔یہ بظاہر چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں ۔۔۔لیکن بچے کی پرسنالٹی ڈویلپمینٹ میں ان کا کردار بہت اہم ہوتا ہے ۔" اپنی جانب سے وہ ایک لاپرواہ ،غیر ذمہ دار ماں کو نصیحت کر رہی تھی ۔شہرین اسکی باتیں سُن کر فقط سر ہلانے میں مصروف تھی لیکن اسکی نگاہیں نینا کا جائزہ لینے میں مگن تھیں ۔چند لمحے بولتے رہنے کے بعد نینا کو محسوس ہوا کہ شہرین اسکی باتیں سُننے سے زیادہ اسے دیکھنے میں مگن ہے ۔اسے اسکی نگاہوں کا تاثر کچھ عجیب سا لگا تھا ۔اسکی آنکھیں کھوئی کھوئی سی تھیں ۔

☆......☆......☆

کچھ دن بعد اس نے اپنا سی وی تیار کرلیا تھا اور ارادہ تھا کہ سب سے پہلے ایمن کی ماما کو دے گی کہ وہ اپنے شوہر کو دے کر اس کے لئے کسی اچھی جاب کی بات کرسکیں لیکن اس دن جب وہ ایمن کے گھر پہنچی تو ماحول کچھ کشیدہ سا نظر آتا تھا۔نینا کو اس بات کا اندازہ ملازموں کی خاموشی سے ہوا۔اماں رضیہ عام دنوں کی نسبت کچھ اکتائی ہوئی نظر آتی تھیں جبکہ ایمن کی ماما سے اسکی ملاقات نا ہوسکی تھی ۔اس نے سوچا تھا وہ ایک دو روز بعد سی وی دے دے گی۔اگلے دن بھی یہی صورتحال تھی اور اس بار اماں رضیہ کچھ روئی ہوئی بھی نظر آتی تھیں ایمن بھی ضرورت سے زیادہ خاموش تھی۔نینا سے صبر نا ہوسکا۔اماں رضیہ جب چائے لے کر آئیں تو اس نے پوچھ لیا تھا حالانکہ اس سے پہلے کبھی اس نے کسی بھی ٹیوشن کے بچے کی بات تو دور کسی رشتہ دار کی زندگی میں بھی ایسی دلچسپی نا لی تھی کہ ان سے ایسے ذاتی سوالات پوچھنے کی نوبت آتی

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔میں دو دن سے دیکھ رہی ہوں کہ آپ کچھ بُجھی بُجھی سی نظر آتی ہیں۔۔۔سب ٹھیک ٹھاک ہے نا؟"

"ہاں بیٹی۔۔سب ٹھیک ٹھاک ہے۔۔یہ بجھی ہوئی طبیعت تو بڑھاپے کی پیداوار ہے۔۔۔اب اس عمر میں بجھی ہوئی ہی نظر آؤں گی نا" وہ بناء مسکرائے بولی تھیں۔تھکن تو ہر عضو سے نمایاں تھی۔

"آپ نا بتانا چاہیں تو اور بات ہے لیکن میں محسوس کررہی ہوں کہ ایمن بھی بہت چُپ چُپ سی ہے۔۔اور میں نے پوچھا بھی اسی لئے تھا کہ ایمن سے وابستہ مسائل کی خبر رکھنی پڑتی ہے مجھے۔۔۔اسکی ٹیچر ہوں۔۔۔اسکو چلانے میں بڑی محنت کی ہے میں نے۔۔۔میں نہیں چاہتی کہ یہ دوبارہ سے اپنی ذات میں گُم ہو۔۔۔یہ اتنی حساس بچی ہے کہ ذرا سی بات بھی اسے دوبارہ اسی خول میں بند کرسکتی ہے" وہ بات کو گھما پھرا کر بولی تھی۔اماں رضیہ کے چہرے کا رنگ پل بھر میں بدل گیا تھا۔انہیں احساس تھا کہ ایمن کی ٹیچر اسکا بہت خیال رکھتی ہے

"تم صحیح کہہ رہی ہو بیٹی۔۔میں تمہارے اس جذبے کی قدر بھی کرتی ہوں۔۔۔ایک تم ہو جسے اتنی سی بچی کا اتنا حساس ہے اور ایک اسکی اپنی اماں ہیں جو جانے کیوں اتنی لاپرواہ ہوتی جارہی ہیں۔۔۔غلطیاں خود کرتی ہیں اور الزام دوسروں پر دھر دیتی ہیں" اماں رضیہ کو گھر کی بات باہر والوں کے سامنے کرتے ہوئے لاج آتی تھی لیکن وہ بھی جیسے تھک سی گئی تھیں۔نینا حیران ہوئی

"شہرین صاحبہ تو بہت اچھی خاتون ہیں۔۔۔ایسا کیوں کررہی ہیں وہ۔" اس نے پوچھا تھا۔اماں رضیہ نے تاسف سے گردن ہلائی

"اسی بات کی تو سمجھ نہیں آرہی ہمیں۔۔۔۔عجیب سی ہوتی جارہی ہیں۔۔۔ماں بہنوں کی بہت سننے لگی ہیں شاید۔۔کل تو ایمن بٹیا کا ٹیکے لگوانے کا دن تھا۔۔۔اس سے پہلے میں ہمیشہ خیال رکھتی آئی ہوں۔۔۔لیکن اس بار سمیع بیٹے نے ان کو بولا تھا کہ ڈاکٹر سے ٹائم لے رکھا ہے۔۔بچی کو ڈاکٹر سے ملوا لانا۔۔انہوں نے مجھے بتایا نہیں اور سمیع بیٹے کے سامنے کہہ دیا کہ میں نے تو اماں رضیہ کو کہہ دیا تھا۔۔یہی نہیں لے کر گئیں ایمن کو۔۔۔سمیع خوب چلایا مجھ پر۔۔۔حالانکہ میری تو کوئی غلطی نا تھی۔۔۔بھلا بتاؤ مجھے کہا ہوتا تو میں لے کر نا جاتی کیا بچی کو لیکن۔۔۔اب کیا بتاؤں بیٹا۔نمک کھایا ہے اس گھر کا۔۔۔بس نصیب نصیب کیا بات ہے۔" وہ گلوگیر لہجے میں کہہ رہی تھیں۔نینا چُپ کی

چُپ رہ گئی لیکن شہرین کے لئے اس کے دل میں سخت شکایت پیدا ہوگئی تھی۔وہ ماں تھی لیکن اپنی ہی بچی کو اس بری طرح نظرانداز کرتی تھی۔نینا کے لئے انسانوں سے نفرت کرنے کے لئے یہ ایک وجہ ہی کافی تھی کہ وہ اپنے ننھے معصوم بچوں کی ناقدری کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

"وہ ایک عجیب سی عورت ہیں۔۔مجھے انکی سمجھ نہیں آتی۔۔۔حالانکہ پہلے ایسی نہیں تھیں۔۔" وہ خاور کو بتا رہی تھیں۔اس کی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یار تمہارا مسئلہ کیا ہے۔۔۔تم ان لوگوں کے بارے میں اتنی باتیں کرتی رہتی ہو کہ ایسا لگتا ہے جیسے وہ تمہارے رشتہ دار ہیں" وہ طعنہ دے رہا تھا۔نینا نے ناک چڑھا کر فون کی جانب دیکھا پھر تڑپ کر بولی

"خوامخواہ ہی۔۔الزام دینے میں تو بالکل اپنی اماں پر گئے ہو تم۔۔۔تمہیں میری ڈیڈیکیشن نظر نہیں آئی۔۔۔میں جن بچوں کو پڑھاتی ہوں ان کا رشتہ داروں کی طرح ہی بے حد خیال رکھتی ہوں۔۔اسی لئے کہہ بیٹھی تم سے۔۔۔اب نہیں کروں گی کوئی بات تم سے" ناراض ہونے میں تو کوئی ثانی نہیں تھا اسکا۔خاور کی ہنسی کی آواز سنائی دی

"میری اماں کے بارے میں بات کرتے ہوئے بھی کوئی ڈیڈیکیشن دکھا دیا کرو۔۔۔آخر کو تمہاری ہونے والی ساس ہیں"

"کہیں ہو ہی نا جائیں میری ساس۔۔۔اور تم بھی اس بات کے علاوہ بھی کوئی بات کر لیا کرو" وہ چڑ کر بولی تھی۔خاور کی جانب سے چند لمحے کوئی آواز نا آئی تھی پھر وہ بولا تو اسکا لہجہ ذرا تلخ تھا

"اس بات کے علاوہ کیا بات کروں۔۔۔کسی اور بات میں تمہیں دلچسپی ہے ہی نہیں۔۔میں کچھ بھی کہوں گا تم گھما پھرا کر ایمن اینڈ دا کمپنی کی جانب موڑ لوگی۔۔۔یقین کرو مجھے اب زبانی یاد ہوگیا ہے کہ ایک بچی ہے جسکا نام ایمن ہے۔۔۔اس کے پیرنٹس اسکا بالکل خیال نہیں رکھتے، انہیں اس سے ذرا سی بھی محبت نہیں ہے۔۔۔جبکہ بچی کو بھی اپنے ماں باپ سے ذرا انسیت نہیں ہے۔۔۔بالخصوص اپنے باپ کو بالکل پسند نہیں کرتی وہ۔وغیرہ وغیرہ۔وغیرہ وغیرہ۔۔۔اور بریک کے بعد پھر عرض کیا ہے کہ وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔بس کر دو یار۔۔۔مجھے نہیں سننی اب یہ باتیں" وہی بات جو اس نے تلخی بھرے انداز میں شروع کی تھی ختم کرتے ہوتے اسکا انداز ہلکا پھلکا سا ہوگیا تھا۔نینا چند لمحے چُپ سی ہوگئی۔

"اب کیا ناراض ہوگئی ہو۔۔۔؟" وہ ہنستے ہوئے پوچھ رہا تھا

"نہیں تم جیسے کینچوے کی بات پر ناراض کیا ہونا۔۔بس یہ سوچ رہی ہوں کہ کس قدر بک بک کرنے لگے ہو تم۔۔۔کتنا سر چڑھا لیا ہے میں نے تمہیں" اس کی آواز سے ہی مخصوص نخوت چھلکنے لگی تھی۔وہ اس انداز میں سلیم سے بات کیا کرتی تھی

"آپ کی دوسری بات کے لئے فدوی آپکا مشکور رہے گا لیکن پہلی بات کی وضاحت بندہ ضروری سمجھتا ہے۔۔۔محترمہ یہ بک

بک نہیں ہے۔۔یہ سچائی ہے کہ آپ اس فیملی کے بہت قریب ہو رہی ہیں"

"تو تمہیں کیا اعتراض ہے فدوی کے بچے۔۔۔تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے کہ میں سوشلائزنگ کرنے لگی ہوں۔۔۔لوگوں سے تعلقات بڑھا رہی ہوں۔۔۔"

"ارے بی بی تعلقات بڑھانے پر کب اعتراض کر رہا ہوں۔۔۔میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ تعلقات بڑھانے میں اتنا آگے مت جایا کرو کہ جب تم انہیں بھولنے لگو تو انہیں تکلیف نا ہو۔۔۔تم چار دن کے لئے سوشلائزنگ کرتی ہو۔۔۔ان چار دنوں میں لوگوں کو اپنا عادی بنا لیتی ہو۔۔۔اور پھر یکدم سب سے اکتا جاتی ہو۔۔۔اور سب کو چھوڑ چھاڑ اپنے قلعے میں دوبارہ محصور ہو جاتی ہو۔۔۔"

"اوہو۔۔ایسی کونسی جائیدادیں ضبط کر لی ہیں میں نے تمہاری۔۔الزام پر الزام دیئے جا رہے ہو۔۔۔" وہ اسکی بات سمجھنے کو تیار نہیں تھی۔خاور کی اچھی بات یہ تھی کہ نینا کے معاملے میں اسکا ضبط کمال کا تھا۔نینا کی کوئی بات اسے بُری نا لگتی تھی۔

"الزام نہیں دے رہا۔۔۔صرف سمجھا رہا ہوں کہ لوگوں کو اپنا عادی بنا کر چھوڑ دینے سے بہتر ہے کہ پہلے ہی ان سے قربت مت پیدا کیا کرو۔۔۔تمہارا کچھ نہیں جاتا۔لیکن دوسرے کی جان پر بن جاتی ہے۔۔۔" اب کی بار اسکا لہجہ ایسا تھا کہ نینا چند لمحے کچھ بول ہی نا پائی تھی پھر جب کچھ سمجھ نا آیا کہ کیا کہے تو جھنجھلا کر بولی

"طعنے دے رہے ہو نا۔۔۔"

"نہیں بھائی۔۔طعنہ کیوں دونگا۔۔۔بس ایک بات سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔۔کیونکہ مہر کے معاملے میں بھی میں تمہیں اسی طرح جذباتی ہوتے دیکھ چکا ہوں۔۔۔تمہیں یاد ہیں وہ دن جب تم اپنی ہر مصروفیت پس پشت ڈال کر "مہر" "مہر" کرتی رہتی تھی۔۔۔اور اب تمہیں مہر کی یاد بھی نہیں آتی۔۔کبھی خاص طور پر کال کر کے پوچھتی بھی نہیں ہو کہ وہ کیسی ہے۔۔۔خیر ماشاءاللہ مہر کو چاہنے والے بہت ہیں اس لئے اسے تمہارے رویے سے زیادہ دُکھ نہیں ہوا لیکن وہ بچی۔۔۔ایمن۔۔۔بقول تمہارے بالکل اکیلی ہے۔۔۔اور جس طرح تم اسکو وقت دے رہی ہو نا۔۔۔ہر وقت ایمن ایمن کی گردان کرتی رہتی ہو۔۔۔امید ہے کہ اُسے اب تک تمہاری عادت ہو چکی ہو گی۔۔۔اور پھر۔۔۔اس کے بعد۔۔۔؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔نینا سے اس بار بھی کوئی جواب نا بن پڑا تھا۔۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔الزام تراشی بند کر دو" وہ اپنے لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے بولی تھی حالانکہ اسے غصہ آ رہا تھا مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ اسکی باتیں اسکے دل میں گڑ سی گئیں تھیں جیسے۔۔۔

"کیا میں واقعی ایسی ہوں؟" یہ سوال اس نے اپنے پاس سے پوچھا تھا مگر پھر سر جھٹکتے ہوئے اس نے خاور کی بات کو رد کر دیا تھا

"میں الزام نہیں دے رہا بخدا۔۔۔لیکن تم میری بات پر غور کرنا۔۔۔جس دن سے تمہیں احساس ہوا ہے کہ ایمن اور اس کے والدین کے درمیان ایک جذباتی خلاء ہے تب سے تم اس بچی کے قریب ہوتی جا رہی ہو۔۔۔کیونکہ کہیں نا کہیں تمہیں اسکے اور اپنے

حالات میں کچھ مماثلت نظر آنے لگی ہوگی۔۔۔۔" وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولا تھا

"مسٹر خاور آپ واقعی بہت سر چڑھ گئے ہیں۔۔۔براہِ مہربانی اتنی دلچسپی مت لیجئے میری زندگی میں۔۔۔آپ کچھ نہیں جانتے میرے اور میرے حالاتِ زندگی کے بارے میں۔۔۔یہ قیاس آرائیاں آپکو مہنگی بھی پڑ سکتی ہیں" وہ انتہائی خشک لہجے میں بولی تھی جیسے اسکی بات سخت بُری لگی ہو اور دوسری جانب خاور کو بھی اسکا لہجہ اچھا نا لگا تھا۔اس نے بھی خاموشی سے فون بند کر دیا مگر نینا اس کے بعد اطمینان سے اپنا کام نا کر پائی تھی۔اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا تھا اور سونے کے لئے لیٹ گئی تھی لیکن خاور کی کہی باتیں اور باتوں باتوں میں دئے گئے طعنے، کئے گئے شکوے اسکی سماعتوں میں گونجنے لگے تھے۔وہ یہ ماننے کو تیار نا تھی کہ اس نے جو بھی کہا تھا وہ کسی حد تک سچ ہی تھا۔خاور کی باتوں نے اسکا حلق تک کڑوا کر دیا تھا اور وہ یہ تسلیم کرنے کو تیار نا تھی کہ یہ سچائی کی کڑواہٹ ہے۔

☆......☆......☆

"اگلے دن وہ ایمن کے یہاں پہنچی تو وہ گھر میں موجود نہیں تھی

"ایمن بٹیا ڈاکٹر کے یہاں گئی ہیں۔۔۔ٹیکہ لگوانا تھا نا انکو" اماں رضیہ اسے دیکھ کر کچھ حیران ہوئی تھیں۔وہ خاور کی باتوں سے بھی کچھ تپی ہوئی تھی اسلئے ناگواری سے بولی

"آپ مجھے کل ہی بتا دیتیں۔۔میرا چکر تو نا لگتا۔۔۔"

اماں رضیہ پہلے ہی کچھ ذرا الجھی ہوئی سی لگتی تھیں اسکی بات سن کر مزید کبیدہ خاطر ہوگئیں اور اسی انداز میں بولیں

"شہرین بٹیا نے بتایا نہیں آپکو۔۔؟۔۔۔" انہوں نے استفہامیہ انداز میں اتنا ہی کہا تھا کہ نینا مزید سیخ پا ہوگئی اور ایسی حالت میں اسکو چُپ کروانا مشکل ہی تھا

"خواب میں بتایا ہو شاید۔۔۔عجیب لوگ ہیں آپ۔۔۔آپ لوگوں کو ذرا احساس نہیں ہے کہ میں بس سے یہاں تک آتی ہوں۔۔۔اب بتائیں تین گھنٹے تو میرے ضائع ہوئے نا۔۔کسی کا کیا گیا۔۔۔ایمن کے پیرنٹس سخت لاپرواہ ہیں۔۔۔نا صرف لاپرواہ بلکہ انتہائی غیر ذمہ دار بھی۔۔۔بچی کا انجیکشن اتنا ہی ضروری تھا تو ایک کال کر دیتے مجھے۔۔کال نا سہی ایک واٹس ایپ بھی کافی تھا۔۔۔یہ کوئی انیس سو ایک کا زمانہ نہیں ہے کہ انسانوں تک رسائی ممکن نا ہو۔۔۔دس سیکنڈ میں آپکا پیغام دوسرے بندے تک پہنچ جاتا ہے۔۔۔مگر کوئی پہنچانا چاہے تب نا۔۔۔خیر آپ بتا دیجئے گا مسز شہرین کو کہ ٹیوٹرز بھی گھر بار والی ہوتی ہیں۔۔ان کے اماں ابا بھی ان سے جواب طلبی کر سکتے ہیں۔۔۔اپنے اندر ذرا احساسِ ذمہ داری پیدا کریں۔۔۔کیونکہ اس چیز کی سخت کمی ہے ان میں۔۔" وہ منہ کے انتہائی بُرے زاویے بنا کر بول رہی تھی۔اماں رضیہ شرمندہ سی ہوگئیں پھر وضاحت کرتے ہوئے بولیں

"ارے بیٹا بہت ذمہ دار بچی ہے وہ۔۔۔لیکن جانے کیوں۔۔۔بس اب کیا بولوں۔۔۔جن کا نمک کھایا ہو ان کے متعلق کچھ

بھی بولنا میرے نزدیک گناہ ہی ہے۔۔۔میں معافی چاہتی ہوں آپ سے کہ آپکو اتنی زحمت ہوئی لیکن وہ بولیں کہ آپکو کل ہی بتا چکی ہیں اس بات کا۔۔تب ہی تو سمیع بیٹا آفس جاتے ہوئے انکو اور ایمن کو ہسپتال لے گئے۔۔۔" اماں رضیہ کا انداز اتنا دلگیر تھا کہ نینا کو اپنے سخت لہجے پر شرمندگی ہوئی۔

"اوہو۔۔معافی آپ کیوں مانگ رہی ہیں۔۔جن کی غلطی ہے وہی مانگیں معافیاں بھی۔۔۔خیر ان کو احساس ہو تو وہ ایسا کریں ہی کیوں۔۔۔چلتی ہوں میں۔۔خوامخواہ صبح صبح ہی موڈ خراب کر کے رکھ دیا ہے میرا" وہ اپنا تھیلا نما بیگ کندھے پر لٹکاتی ہوئی اٹھی تھی۔

اماں رضیہ تو چُپ کی چُپ رہ گئیں۔وہ دھپ دھپ کرتی باہر کو نکلی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتی اس نے کسی کو اندر داخل ہوتے دیکھا تھا۔وہ یکدم پیچھے مڑی اور چند قدم پیچھے چل کر سامنے کی طرف والے راستے کی جانب ہو گئی۔اس گھر کے دو گیٹ تھے۔عقبی سمت والا سمیع اینڈ فیملی کے استعمال میں تھا جبکہ سامنے والا رانیہ کے گھر والے استعمال کرتے تھے۔نینا رانیہ والوں کی سائیڈ پر ہو گئی تھی۔چند لمحے اس نے وہیں گزارے جب تک کہ یہ یقین نا ہو گیا کہ جس کو اس نے دیکھا وہ اندر داخل ہو چکا ہے پھر وہ واپس پچھلے گیٹ کی طرف آئی تھی۔گیٹ ابھی بھی کھلا تھا اور ادھ کھلے گیٹ سے ایک گاڑی کھڑی نظر آ رہی تھی۔نینا اس گاڑی کو بخوبی پہچانتی تھی کیونکہ اس گاڑی کے پچھلے دونوں دروازوں پر اس کے ابا کی دوکان کا بڑا سا اسٹیکر واضح طور پر چسپاں تھا اور گھر کے اندر داخل ہونے والی درزن آنٹی بھی وہ بخوبی واقف تھی۔وہ چند لمحے ایک بار پھر عجیب سی کشمکش و پنج میں مبتلا وہیں کھڑی رہی پھر نا چاہتے ہوئے بھی مصلحتاً وہ واپس اسی جگہ جا کر کھڑی ہو گئی تھی جہاں پہلے گئی تھی۔اس نے دس منٹ وہیں گزارے تھے تھے۔اسے گاڑی کے اسٹارٹ ہونے اور چلے جانے کی آوازوں سے احساس ہوا تھا کہ جو لوگ آئے تھے وہ جا چکے ہیں تو ایک بار پھر وہ واپس مڑی اور اندر داخل ہو گئی۔اماں رضیہ ابھی بھی وہیں بیٹھی تھیں۔اسے دیکھ کر حیران ہوئیں

"میں نے سوچا کہ اب آئی ہوں تو ایمن کو پڑھا کر ہی جاتی ہوں۔۔اس لئے واپس آ گئی" وہ کہہ کر دھپ سے صوفے پر گر گئی تھی۔دل کی عجب سی حالت ہوئی تھی۔

"ابا کی گاڑی کا مطلب یہ تو نہیں کہ ابا ہی اس گاڑی کو ڈرائیو کر کے ان خاتون کو یہاں تک لائے ہوں۔" اس نے خود کو کہنا چاہا تھا اور پھر منہ بناتے ہوئے خود ہی اس نے یہ دلیل رد کر دی تھی۔اسکا دل کبھی بھی ابا کی حمایت میں ایک لفظ نا بولتا تھا۔اماں رضیہ اس کی بات سن کر ذرا الجھ سی گئیں

"آپکا مزید وقت ضائع ہو گا بیٹا۔۔ان کو تو دیر سویر ہو سکتی ہے۔کوئی وقت تو بتا کر نہیں گئے کہ کب لوٹیں گے" انہوں نے بتانا ضروری سمجھا تھا لیکن نینا ایسے بیٹھی رہی جیسے کچھ سنا ہی نا ہو

"یہ جو خاتون ابھی آئی تھیں یہ کون تھیں؟" وہ اپنی ہی دھن میں سوال کر رہی تھی

"وہ کپڑے سیتی ہیں اُجرت پر۔۔۔درزن ہیں ۔۔۔۔۔اکثر آتی رہتی ہیں۔۔۔ابھی بھی شہرین بٹیا کے کپڑے سی کر لائی تھیں۔۔۔وہ موجود نہیں تھیں تو یہ بھی واپس چلی گئیں ۔۔۔مگر" انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ نینا نے انکی بات کاٹ دی

"کس کے ساتھ آئی تھیں۔۔؟" اگلا سوال تو جیسے منہ سے خودبخود پھسل گیا تھا

"یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں بیٹا۔۔۔گاڑی پر آتی جاتی ہیں۔۔۔شوہر یا بھائی کے ساتھ ہی آتی ہونگیں" اماں عام سے انداز میں بولی تھیں۔

"پہلے بھی آتی رہتی ہیں۔۔۔اسی گاڑی پر۔۔؟" وہ اب مکمل طور پر اپنے ہی معمے سلجھا رہی تھی

"اللہ بہتر جانتا ہے بیٹا۔۔۔میں نے تو کبھی دھیان ہی نہیں دیا۔۔گاڑیاں واڑیاں کہاں یاد رہتی ہیں مجھے۔۔" اماں کچھ اُلجھ سی گئیں تھیں۔ نینا نے سر ہلایا پھر یکدم اپنی جگہ سے اٹھی تھی

"میں چلتی ہوں اب۔۔" وہ جیسے کھوئی کھوئی سی آئی تھی ویسے ہی واپسی کے لئے مُڑ گئی تھی

☆......☆......☆

"ابا کہاں ہیں۔۔کھانے کے لئے نہیں آئیں گے" اسی روز دوپہر کو اس نے کھانے کے وقت امی سے پوچھا تھا۔ وہ اکثر اوقات اکیلے ہی کھانا کھاتی تھی کیونکہ امی ابا کے ساتھ دوپہر کا کھانا پہلے ہی کھا لیتی تھیں لیکن صبح والے واقعہ کے بعد اس نے غور کیا تھا تو اسے احساس ہوا تھا کہ کافی دن ہو چلے تھے امی اس کے ساتھ ہی کھانا کھاتی تھیں

"نہیں۔۔۔آجکل صبح کے گئے شام کو ہی آتے ہیں۔۔۔" انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ نینا نے ناک چڑھا کر کہا

"آپ کیوں نہیں روکتیں انہیں اس آوارہ گردی سے۔۔۔" اسکا لہجہ ایسا تھا کہ امی کو بُرا لگا مگر اب وہ تھک سی گئی تھیں اور شاید انہیں اب اس موضوع پر غصہ کرنا بھی کوئی اکتا دینے والا کام لگنے لگا تھا۔

"سو بکھیڑے ہیں ان کے۔۔۔اسی کو نبٹاتے پھرتے ہیں" وہ سادہ سے انداز میں بولی تھیں۔ نینا نے منہ پھلا کر ان کی جانب دیکھا۔

"امی آپ کے اسی بھروسے نے ہی یہاں تک لا کھڑا کیا ہے ہمیں۔۔۔اتنا بھروسہ تو بس اللہ کی ذات پر کرنا چاہیئے۔۔۔انسانوں کی ذات پر اتنا بھروسہ گناہ ہوتا ہے۔۔۔آپکو پوچھنا چاہیئے ابا سے کہ وہ صبح سے شام تک اگر گھر نہیں ہوتے تو کہاں ہوتے ہیں؟ آپکا حق ہے یہ۔۔۔"

"کاروبار پتا ہے کس چیز کو کہتے ہیں۔۔۔اسی کی خاطر ہلکان ہوئے جا رہے ہیں بیچارے۔۔۔جسے آوارہ گردی کہہ رہی ہو نا تم اس آوارہ گردی نے ہڈیاں گِھسا کر رکھ دی ہیں اُنکی۔۔۔اولاد جسے ساتھ دینا چاہیئے۔۔اسے طعنے دینے سے فُرصت نہیں ہے۔۔۔اسی لئے بڑے کہہ گئے ہیں کہ ایک بیٹا تو ضرور ہونا چاہیئے جو باپ کا بازو بن سکے۔۔۔بیٹیاں تو بس۔۔۔" وہ لمحہ بھر کے لئے چُپ سی ہوئیں پھر اسکی

پلیٹ کی جانب اشارہ کر کے بولیں

"کھانا کھاؤ تم ۔۔۔ باپ کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے" نینا کا اپنا موڈ صبح سے خراب تھا۔وہ انکا خیال کر کے کھانا کھانے بیٹھی تھیں کہ وہ ساتھ دے گی تو وہ بھی کھانا کھا لیں گی ورنہ بھوکی بیٹھی رہیں گی مگر ان کے اس طرح جھڑکنے پر اسکی بھوک بالکل ہی ختم ہو گئی تھی۔

"آپ کے بزنس مین شوہر آج صبح جوہر ٹاؤن میں اس درزن کے ساتھ گاڑی میں گھوم رہے تھے جسے آپ گھر بلواتے ہوئے کئی بار سوچتی ہیں ۔۔۔ میں کب پرواہ کرتی ہوں باپ کی ۔۔۔ باپ ہی جگہ جگہ میرے راستے میں آجاتا ہے ۔۔۔ بتائیں کیا کروں میں" وہ غرائی تھی۔امی نے اسکا چہرہ دیکھا اور پھر اسکا انداز ۔۔۔ جوان اولاد ایسے طعنے بلاوجہ تو نہیں دے سکتی لیکن انہوں نے زندگی شوہر کی صفائیاں دیتے گزاری تھی۔اب بھی وہ پہلے تو لمحہ بھر چپ سی رہیں پھر بہت ہی بجھے ہوئے انداز میں بولیں

"نینا وہ آجکل جلدی جانے لگے ہیں دوکان پر ۔۔۔ اپنی نگرانی میں مال منگواتے ہیں دوکان کے لئے ۔۔ گاڑی دوکان پر ہی کھڑی ہوتی ہے انکی ۔۔۔ وہ خالہ زاد بہن ہے انکی ۔۔۔ بیوہ ہے ۔۔۔ سوچتی ہیں اس کے بھی ۔۔۔ پہلے بھی کئی بار وہ گاڑی منگوا لیتی ہے دوکان سے ۔۔۔ اس میں اتنا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے" اس نے امی کی وضاحت کو مکمل نہیں ہونے دیا تھا

"امی یہ دیکھیں میرے ہاتھ ۔۔۔ جوڑتی ہوں آپ کے سامنے ۔۔۔۔ بس کر دیں ابا کی حمایتیں کرنا ۔۔۔ آپ بھی یہ بات جانتی ہیں اور میں بھی کہ ابا اپنی گاڑی کسی کو بھی ڈرائیو کرنے نہیں دیتے ۔۔۔ انہیں اس بات سے الجھن ہوتی ہے ۔۔۔ وہ کسی کی گاڑی خود ڈرائیو کرتے ہیں نا کسی کو اپنی کرنے کے لئے دیتے ہیں ۔۔۔ میں کیسے سمجھاؤں امی آپکو ۔۔۔ آپ مان کیوں نہیں جاتیں کہ وہ شخص جو آپکا شوہر اور میرا باپ ہے ۔۔۔ کبھی نہیں سدھر سکتا ۔۔۔ کبھی نہیں" وہ چلا کر بولی تھی۔امی اس کے انداز پر پہلے ششدر رہ گئیں پھر جیسے ان کا حوصلہ ختم ہو گیا تھا

"مان بھی جاؤں تو کیا ہو گا ۔۔۔ کیا ہو گا بولو ۔۔" وہ بے دم سی ہو کر بولی تھیں ۔۔۔ آنسو آنکھوں سے بھَل بھَل کر کے بہنے لگے تھے۔

"چھوڑ دیں امی اِس شخص کو ۔۔۔۔ یہ آپ کے قابل نہیں ہے ۔۔۔ چھوڑ دیں انہیں" وہ ان کے قریب ہو کر بولی تھی۔امی کو جھٹکا لگا۔

"نینا ۔۔۔ چُپ کرو تم ۔۔۔ اتنی بڑی بات کیسے نکال لی تم نے اپنے منہ سے ۔۔ کیسے کہہ دیا تم نے ۔۔۔ چُپ کرو" امی گھبرا سی گئیں تھیں۔سو اختلاف تھے اس کے اپنے باپ سے مگر ایسا تو کبھی نا کہا تھا اس نے

"امی اور کیا کہوں میں ۔۔۔ تھک گئی ہوں اب ۔۔۔ والدین کو آوارہ اولاد نے پریشان کر رکھا ہوتا ہے اور یہاں ہمیں آوارہ باپ نے ذلیل کیا ہوا ہے ۔۔۔ حد ہوتی ہے کسی بات کی امی ۔۔۔ ایسے باپ سے تو بہتر ہے یتیم ہونا ۔۔۔ ایسے باپ کا مرجانا ہی بہتر ہے ہمارے لئے" وہ چلا چلا کر بول رہی تھی۔امی اسکے الفاظ کے چُناؤ پر بھڑک ہی اٹھی تھیں۔انہوں نے ایک تھپڑ رسید کیا تھا اس کے گال پر ۔۔۔ اسے

شاید ان سے اسی کی امید تھی

"اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے انہیں دیکھا تھا پھر وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب چل دی تھی۔ دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ بند ہوا تھا اور پھر خاموشی چھا گئی تھی۔

☆......☆......☆

"مجھے کچھ تو بتائیں کہ ہوا کیا ہے؟" زری ان کے رونے دھونے سے اکتا کر بولی تھی۔ انہوں نے اسے فون کر کے بلوایا تھا اور اب وہ اسکے سامنے بیٹھی مسلسل رو رہی تھیں۔

"کیا بتاؤں کہ کیا ہوا ہے۔۔۔ بس تم ایک مہربانی کرو۔ کوئی رشتہ ڈھونڈ دو اپنی بہن کے لئے۔۔۔ ہم سے نہیں سنبھالی جاتیں اب۔۔۔ شکل نا صورت۔۔۔ اور نا ہی سلیقہ ہے نام کو۔۔۔ بس ایک گز بھر کی لمبی زبان ہے۔۔۔ ان گنوں کے ساتھ کہاں سے رشتہ ڈھونڈوں میں" وہ رو بھی رہی تھیں اور بول بھی رہی تھیں۔

"امی مجھے بتائیں تو سہی کہ مسئلہ کیا ہے۔۔۔ جھگڑا ہوا ہے آپ دونوں کا۔۔۔؟" زری اپنے کمرے کی جانب دیکھتے ہوئے ان سے سوال کر رہی تھی۔ وہ جب سے آئی تھی، اس نے نینا کو نہیں دیکھا تھا

"ہم دونوں کی کبھی صلح ہوئی ہی نہیں زری۔۔۔ میری یہ بیٹی پوری کی پوری مسئلہ ہے۔۔۔ ہر چار دن بعد کوئی نیا قصہ شروع کر دیتی ہے اور قصہ بھی ایسا کہ مجھے اپنے منہ سے کہتے بھی شرم آتی ہے۔۔۔ بھلا بتاؤ اولاد جوان ہو جائے تو اتنی منہ پھٹ ہو جاتی ہے۔۔۔ کوئی کہتا ہوگا اپنے منہ سے کہ میرا باپ مر جائے" وہ پھر چھکوں پھکوں رونے لگی تھیں۔ زری کی آنکھیں پھیل سی گئیں

"ایسا کہا نینا نے۔۔۔ لیکن کیوں۔۔۔؟ اتنی نفرت کرنے لگی ہے وہ ابا سے۔۔۔؟" اسے یقین نہیں آیا تھا، امی نے آنکھیں صاف کیں

"اسے محبت تھی ہی کب کسی سے۔۔۔ اس کے لئے پاؤں کی جوتی بھی ماں باپ سے زیادہ قابل عزت ہے۔۔۔" امی بہت دلبرداشتہ تھیں۔ انہیں پتا تھا کہ انکے شوہر نے جوانی میں انکا بڑا دل دکھایا تھا لیکن عجیب بات تھی کہ وہ اب ان پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کرتی تھیں۔

"لیکن ایسا کیوں کہا نینا نے۔ کوئی تو بات ہوئی ہوگی نا۔؟" زری کو اس بات کا تجسس بھی تھا

"تم چھوڑو زری۔۔۔ یہ لڑکی لاعلاج ہو چکی ہے۔۔۔ تعلیم نے اس کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا دیا ہے۔۔۔ اب اسکا ایم اے ہو گیا ہے تو یہ ہم ان پڑھ ماں باپ سے ایسے بدلہ لے گی اس بات کا۔۔۔ یہ احساس نہیں اسے کہ اسے پیٹ کاٹ کاٹ کر پڑھایا کس نے ہے۔۔۔ یہی باپ جس کی ذرا عزت نہیں کرتی یہ اسی باپ کے دَم سے اس مقام تک پہنچی ہے" امی کی آنکھیں پھر بہنے لگی تھیں۔ زری نے زِچ ہو کر انکا انداز دیکھا

"امی بتائیں تو سہی کہ اب کی بار نینا نے کیا کر دیا ہے۔۔؟" وہ مسئلے کی تہہ تک پہنچنا چاہ رہی تھی

"ان سے کیا پوچھتی جا رہی ہو۔۔مجھ سے پوچھ لو۔۔۔جو گناہِ کبیرہ کر دیا ہے میں نے۔۔۔۔میں ہی بتا دیتی ہوں تمہیں" نینا کب کمرے سے نکل کر پانی کا گلاس لئے صوفے پر آ بیٹھی تھی۔زری اُچھلی۔انہیں اس کے آنے کا پتا نہیں چلا تھا

"آئے ہائے۔۔۔تم کہاں سے آ گئی۔۔۔ڈرا ہی دیا مجھے۔۔" اس نے سینے پر ہاتھ رکھا تھا اور پھر شرمندہ سا ہو کر ہنسی تھی۔

"یعنی کہ شاباش۔۔۔یہاں آپکی والدہ محترمہ رو رو کر ہلکان ہوئی جا رہی ہیں۔۔۔اور آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے۔۔۔" وہ اپنے حصے کا رو چکی تھی اور اب امی کو نئے سرے ستانے کے لئے مکمل تیار تھی۔امی کے چہرے پر اسکو دیکھ کر ناگواری بڑھ گئی تھی۔زری نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے سوال کیا تھا۔نینا نے اس کے اشاروں کو نظرانداز کر دیا تھا

"اچھا تم ہی بتا دو۔۔۔۔آخر کوئی تو بتاؤ" وہ جھنجھلا گئی تھی

"زری تم ان چکروں میں نا ہی پڑو تو بہتر ہے۔تم اپنے اظفر کو پیاری ہو چکی ہو۔بس تمہارے اپنے ہی مسئلے بہت ہیں۔۔۔یہ میرا اور امی کا معاملہ ہے۔۔ہم خود ہی بات چیت سے نبٹا لیں گے" امی نے غرا کر اسکی بات کاٹی

"ارے بی بی کوئی معاملہ نہیں میرا اور تمہارا۔۔۔میرا تو دل نہیں چاہتا کہ تمہاری شکل بھی دیکھوں۔۔۔۔بات چیت تو دور کی بات ہے" امی سخت ناراض تھیں اس سے

"یہی تو مسئلہ ہے امی کہ آپ نے کبھی مجھ سے بات کی ہی نہیں۔۔۔کبھی سُنا ہی نہیں مجھے۔۔۔میرا تو سب کچھ میرے دل میں ہی رہ گیا۔۔۔" وہ جانتی تھی امی کی شوگر اور بلڈ پریشر آجکل ایک ساتھ اوپر نیچے ہو جاتا ہے۔۔۔وہ انہیں مسلسل غصے میں مبتلا نہیں رکھنا چاہتی تھی۔اسی لئے اپنے مزاج کی ساری تلخی کو دبا کر خود ہی اپنے کمرے سے نکل آئی تھی۔امی کی ناراضی عروج پر تھی

"بس بھی کرو نینا۔بس کر جاؤ۔۔۔۔تم جیسی بدبخت اولاد تو اللہ میرے دُشمنوں کو بھی نا دے۔۔۔انتا کینہ بھرا ہے تمہارے دل میں کہ خدا کی پناہ۔۔۔یہ اتنی پتھر دل ہے کہ باپ بیمار بھی پڑ جائے نا تو ڈاکٹر کے پاس بھی نا لے کر جائے۔۔۔"

"میں تو ڈاکٹر کے پاس لے ہی جاؤں گی امی لیکن ابا سے بھی تو پوچھیں کہ کیا وہ میرے ساتھ جائیں گے ڈاکٹر کے پاس۔۔۔میری پیاری معصوم امی۔۔۔ابا ہی کبھی مجھے ڈاکٹر کے پاس اپنے ہمراہ لے کر نہیں جائیں گے۔۔۔کہیں ڈاکٹر نے مجھے بتا دیا کہ ابا کی کھانے پینے کی عادتیں ہی انکی بیماری کا سبب ہیں تو کیا ہو گا۔۔۔کھانا" پینا" تو سمجھتی ہیں نا آپ" اس نے سارا زور لفظ" پینا" پر لگا کر جملہ مکمل کیا تھا۔امی کے تو پورے وجود میں جیسے آگ لگ گئی تھی

"لعنت ہو تجھ پر نینا۔۔لعنت ہو تجھ پر۔۔۔اور مجھ پر بھی جس نے ایسی کمبخت اولاد پیدا کی۔۔۔۔اس سے تو بہتر تھا کہ میں تجھے پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ کر مار دیتی۔۔۔" وہ چلا کر بولیں تھیں۔اس پر رتی برابر اثر نا ہوا

"ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا امی۔۔۔وقت ابھی بھی آپ کے ہاتھ میں ہی ہے۔۔۔اٹھائیں کوئی چیز اور مار دیں میرے سر میں ۔۔۔یہ قصہء دردناک اذیت ناک شرمناک اور بہت سارے ناک۔۔بلکہ ناک کے ساتھ ساتھ آنکھیں کان بھیجا پھیپھڑے سب ختم ہو جائیں" وہ اتنے تحمل سے بات کر رہی ہو جیسے کچھ ہوا ہی نا ہو۔یہ اسکے مزاج کا حصہ تھا۔دُکھ کی حالت میں طعنے دے دے کر اپنی اور دوسروں کی اذیت میں اضافہ کرتی رہتی تھی۔

"کیا کر رہی ہو نینا تم بھی۔۔۔امی پہلے ہی ناراض ہیں۔۔اور تم انکی ناراضی میں مزید اضافہ کر رہی ہو" زری نے اسے گھر کا تھا۔

"امی کبھی راضی ہوئی ہیں مجھ سے۔۔؟" وہ اسی انداز میں بولی تھی۔زری کی اکتاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔یہ سب چیزیں تو وہ بچپن سے دیکھتی چلی آ رہی تھی۔

"دفع ہو جا نینا۔۔۔دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے۔۔میری تو بددعا بھی نہیں لگتی تجھے۔۔ماں ہوں نا۔۔۔" امی نے غُرا کر کہا تھا۔وہ ہنسی۔۔بلاوجہ کی تمسخرانہ و استہزائیہ ہنسی۔۔۔جو دوسرے کو آگ لگا کر رکھ دے

"دے دیں امی۔۔دے دیں بد دعا۔۔۔جھولی اٹھا کر دیں کہ جا نینا کسی سڑک پر چلتے یا بس میں بیٹھے تیرا ایکسیڈینٹ ہو جائے۔کسی عمارت کا ملبہ گر جائے تُجھ پر۔۔اور تیری لاش تک نا ملے۔۔۔کس نے روکا ہے آپکو۔۔دیں نا بددعا۔۔۔شاید آپکی بددعا ہی میرے لئے سکون کا باعث بن جائے۔۔۔تھک گئی ہوں جلتے کوئلوں پر چلتے چلتے۔۔۔" اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے اس نے انگڑائی لی تھی جیسے بہت تھک گئی ہو۔۔۔لیکن چہرے پر بلا کا سکون تھا۔بہت اطمینان سے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔امی کچھ نہیں بولیں تھیں لیکن آنسو ایک تواتر سے انکی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔زری نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔وہ بے سکون ہونے میکے نہیں آئی تھی۔

☆......☆......☆

"ایسا کیوں کرتی ہو تم نینا۔۔؟" زری نے رات یہیں رُکنے کا پلان بنا لیا تھا اور اب اسے سمجھانے کے ارادے سے اس کے پاس بیٹھی تھی۔نینا نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا

"کیا کر دیا ہے میں نے۔۔؟۔۔۔" وہ الٹا اس سے سوال کر رہی تھی پھر کندھے اچکا کر مزید بولی

"ارے کچھ نہیں کیا ہے میں نے۔۔۔کم از کم نیا کچھ نہیں کیا۔۔جو بھی کیا ہے۔۔۔پہلے سے یہی سب کرتی آئی ہوں" اسے باتوں کو گھما پھرا کر دوسروں کو غصہ دلا دینے کا فن خوب آتا تھا۔

"امی کو کیوں ناراض کرتی ہو یار۔۔تمہیں پتا تو ہے انکی طبیعت پہلے بھی ٹھیک نہیں رہتی۔۔اوپر سے تم انکا بلڈ پریشر ہائی کر دیتی ہو ۔۔۔صورتحال کو سمجھو نینا۔۔۔امی بوڑھی ہو چکی ہیں۔۔۔ان کے پاس اب اتنی طاقت اور توانائی نہیں رہی کہ تم ان سے اس طرح چلا چلا کر باتیں کرتی رہو اور وہ برداشت کرتی رہیں۔۔۔میرے جانے کے بعد تو وہ اکیلی بھی بہت ہو گئی ہیں۔۔ابا سارا دن دوکان پر ہوتے ہیں۔۔تم

اپنے جھمیلوں میں گُم رہتی ہو۔۔وہ سارا دن گھر کی چار دیواری میں بولائی بولائی پھرتی رہتی ہیں۔۔۔تم جب گھر آجاتی ہو تو بجائے ان سے لڑنے جھگڑنے کے ان کو کوالٹی ٹائم دیا کرو۔۔۔ان کے ساتھ اچھی اچھی باتیں کیا کرو ۔۔۔ان کے ساتھ ٹی وی دیکھا کرو۔۔" وہ بہت محبت سے اسے سمجھا رہی تھی

" ارے بھائی ہم سے نہیں ہوتے یہ سب ڈرامے۔۔۔میری اچھی اچھی باتیں امی کو کبھی پسند نہیں آئیں گی۔۔۔تم نے دیکھا ہی ہے انہیں۔۔۔میں نے تو اتنی اچھی بات کہی تھی آج انہیں۔۔۔دیکھا نہیں کیسے ناراض ہیں مجھ سے" وہ ایسے بات کر رہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نا ہو۔ابا آج بھی اپنے وقت پر ہی گھر آئے تھے پھر اظفر گھر آیا ہوا تھا تو وقتی طور پر ماحول کچھ نارمل ہو گیا مگر اس کے جانے کے بعد امی کی بجھی بجھی حالت دیکھ کر ابا سمجھ گئے تھے کہ کچھ مسئلہ ہے۔نینا کو تو کوئی پرواہ نہیں تھی لیکن زری کو اندازہ تھا کہ صبح گھر کا ماحول مزید کشیدہ ہوگا ۔اسی لئے وہ نینا کو سمجھانا چاہ رہی تھی۔

" نینا۔۔تم کیوں ایسے کرتی ہو۔۔سمجھنے کی کوشش کرو۔۔بس یہی ایک دو سال ہیں تمہارے پاس۔۔پھر شادی ہو جائیگی تو تم امی ابا کے گھر کو مِس کرو گی۔۔۔یاد آیا کریں گے یہ دن تمہیں جب تم امی کی ناک میں دَم کئے رکھتی تھی اور پھر تمہیں افسوس ہوگا" زری کا لہجہ بے حد محبت بھرا تھا۔نینا نے ناگواری سے اسے دیکھا

" اونہہ۔۔آہی نا جائیں کہیں ایسے دن کہ مجھے کسی بات پر افسوس ہو۔۔۔میں نے کبھی کوئی غلط کام کیا ہی نہیں تو افسوس کیسا۔۔"

زری چند لمحے کے لئے زِچ ہو کر اسے گھور کر دیکھتی رہی پھر اس نے سر جھٹکا تھا

" اچھا چلو اٹھو۔تمہارا فیشل کرتی ہوں۔۔۔رنگ دیکھو کیسے خراب ہو رہا ہے۔۔تم اپنا خیال کیوں نہیں رکھتی۔۔اب تو یونیورسٹی بھی ختم ہو گئی ہے۔۔۔اپنے آپکو ٹائم دیا کرو۔کلینزنگ کیا کرو روزانہ۔۔۔کتنے بلیک ہیڈز ہو رہے ہیں ناک پر" اس نے چڑ کر موضوع ہی تبدیل کر دیا تھا ۔نینا کو اس کے انداز پر پیار آیا اور افسوس بھی ہوا کہ وہ غصے میں اس کے ساتھ بھی بدسلوکی کر جاتی تھی

" میرا دل نہیں کرتا زری کچھ بھی کرنے کو۔۔" وہ بظاہر ناک چڑھا کر بولا تھا

" اوہو۔کیوں دل نہیں کرتا۔اٹھو میں کرتی ہوں تمہارا فیشل۔۔۔اور پلیز اپنے آپکو اگنور مت کیا کرو۔۔۔میری سب چیزیں پڑی تو ہیں۔۔ماسک بھی کلینزنگ کریمز بھی۔۔۔تم مارننگ شوز ہی دیکھ لیا کرو۔۔۔ان میں ہی اتنا کچھ بتا دیتے ہیں آجکل۔۔۔مگر تم خود ہی اپنا خیال نہیں رکھنا چاہتی" وہ اسے سرزنش کر رہی تھی۔نینا نے اس کے کِھلے کِھلے چہرے کی جانب دیکھا

" کیا کروں اپنا خیال رکھ کر زری۔۔اور اتنی چیزیں ہیں جن کا خیال رکھنے میں ہلکان ہوئی رہتی ہوں میں" وہ بُجھے ہوئے انداز میں بولی تھی۔زری نے بغور اسکا چہرہ دیکھا

" ایک تو میں تم لوگوں کی ان ذومعنی باتوں سے بڑی عاجز ہوں۔۔کوئی کچھ بتاتا بھی نہیں کہ مسئلہ کیا ہے۔" نینا اپنی جگہ سے اٹھ کر

بیٹھ گئی پھر اس نے زری کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا

"زری مجھے یقین ہے ابا اور درزن آنٹی کا افئیر چل رہا ہے۔۔" اس نے سرد لہجے میں کہا تھا۔ اسکا خیال تھا کہ زری آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھے گی اور پھر چیخ کر دوسرا سوال کرے گی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ زری نے صرف آنکھیں چُرانے پر اکتفاء کیا تھا

"تمہیں حیرانی نہیں ہوئی۔۔" نینا نے اسے گھورا تھا۔ زری نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھُڑوایا

"نینا تم اکیلی ہی علامہ تھوڑی ہو اِدھر۔۔۔ باقی سب کی بھی آنکھیں اور کان ہیں۔۔۔" وہ سادہ سے لہجے میں بولی تھی

"تمہیں پہلے سے پتا تھا اس بات کا۔۔؟" نینا واقعی حیران تھی۔ ان دونوں بہنوں کے درمیان ابا کی فطرت کے متعلق کبھی کھُل کر بات نا ہوئی تھی۔

"مجھے تو لگتا ہے امی کو بھی پتا ہے۔۔۔ بلا وجہ بلڈ پریشر ہائی رہنے لگ جانا۔۔ گلوکوز لیول کا اپ ڈاؤن ہوتے رہنا۔۔ ان سب کی کوئی نا کوئی تو وجہ ہوگی نا۔۔ میری شادی سے پہلے تو امی کی طبیعت بالکل ٹھیک رہتی تھی۔۔۔ اب ہی کچھ عرصہ ہوا کہ امی اسقدر ڈاؤن رہنے لگی ہیں۔۔۔ اب وہ ہمیں بتاتی نہیں ہیں تو اور بات ہے۔۔۔ لیکن شوہر کی بدلتی ہوئی طبیعت کا اندازہ سب سے پہلے بیوی کو ہی ہوتا ہے۔۔۔" زری سمجھداری سے بولی تھی۔ نینا کے چہرے پر ناگواری بڑھی

"رہنے بھی دو بہن۔۔۔ امی کو اندازہ ہوتا تو امی ابا کو چھوڑ نا چکی ہوتیں۔۔۔۔ ابا یکدم ایسے نہیں ہو گئے۔۔۔ وہ تو بچپن سے بد فطرت ہیں لیکن امی کو ہی پتا نہیں چلتا"

"نہیں نینا۔۔۔ امی کو ہی تو سب سے بہتر اندازہ ہے۔۔۔۔ ورنہ تم خود سوچو کہ درزن آنٹی کو یکدم امی نے کام دینا کیوں بند کر دیا تھا۔۔ اچھے بھلے کپڑے سی رہی تھیں وہ میرے لیکن امی نے کہا۔ کہ ہم درزی سے سلوائیں گے۔۔۔ پھر درزن آنٹی کے ساتھ انکا رویہ بھی بدل گیا۔ وہ جب بھی آتی تھیں امی ان سے بہت اکھڑے ہوئے انداز میں بات کرتی تھیں۔۔۔ جبکہ ابا ان کو دیکھ ک خوش ہو جاتے تھے۔۔۔ جب امی نے ان کو کام دینا بند کیا تو میں نے امی سے کہا بھی تھا کہ ان کو ہی دے دیتے ہیں کپڑے سلائی کے لئے۔۔۔ بہت صاف ہاتھ ہے ان کا۔۔۔ کپڑے میں جان ڈال دیتی ہیں۔۔۔۔ لیکن امی نے صاف منع کر دیا کہ وہ ادھار بہت مانگتی ہیں۔۔۔ ابا کے سیل فون پر رات کے وقت انکی لگاتار مسڈ کالز میں نے بہت بار دیکھی ہیں۔۔ تو کیا امی نے محسوس نہیں کیا ہوگا۔۔ بس نینا۔۔ چھوڑو یہ باتیں۔۔ جتنا بھی کُریدیں گے۔۔۔ اتنا ہی تکلیف ہوگی" زری کو اس موضوع پر بات کرنا اچھا نا لگ رہا تھا

"کریدیں بغیر کونسا تکلیف نہیں ہوتی زری۔۔۔۔ میں اب تھک گئی ہوں۔۔ میرا دل کرتا ہے میں ابا کی شکل بھی نا دیکھوں۔۔۔ اس گھر سے دور چلی جاؤں۔۔۔ لیکن امی کبھی نہیں مانیں گی۔۔ اور میں ابا کے ساتھ ان کو اکیلا کیسے چھوڑ دوں" وہ بے دم سی ہو کر بولی تھی جیسے توانائی بالکل ختم ہو گئی ہو

"نینا یہ ہی تو تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ اپنا خیال رکھنا شروع کرو۔۔۔یہی تو وقت ہے۔۔اچھا رشتہ مل جانا بہت ضروری ہے۔۔۔پھر آرام سے اپنے شوہر کے ساتھ اپنی مرضی سے رہنا" زری کی تان پھر وہیں آ کر ٹوٹی تھی

"تمہیں میری شادی کی پڑی ہے۔۔اور میں سوچ رہی ہوں کہ امی کو شادی سے کیا ملا۔۔۔کیس مشکل زندگی رہی ہو گی انکی"

"تم ایک ہی رُخ پر کیوں سوچتی ہو نینا۔۔یہ بھی تو دیکھو کہ ابا جیسے ہینڈسم انسان نے بھی تو کمپرومائز کیا نا امی جیسی عام سی شکل و صورت والی عورت کے ساتھ۔۔۔ابا کو کس چیز کی کمی تھی۔۔۔وجیہہ بھی تھے، امیر بھی۔۔۔لوگوں سے ملنے برتنے کا سلیقہ بھی تھا۔۔جہاں جاتے تھے، لوگوں کو اپنا گرویدہ کر آتے تھے۔۔۔تم خود سوچو لڑکیاں کیسے دیوانہ وار مرتی ہونگی ابا پر۔۔۔لیکن ابا نے امی جیسی سانولی سلونی خاتون کے ساتھ ساری عمر بھر نبھائی ہے۔۔۔اب بھی دیکھو۔۔۔ان کے بغیر گزارا نہیں ہے ابا کا۔۔یہ درزن آنٹی جیسی چیزیں تو بس ذرا دل بہلانے کے لئے ہوتی ہیں" زری کا اپنا ہی الگ موقف تھا۔نینا کو اسکی بات سخت بُری لگی

"بہت اچھی نبھائی ہے ابا نے۔۔۔امی کے لئے تو زندگی ایسی رہی ہو گی جیسے مرغی کو سیخ پر چڑھا رکھا ہو۔۔اتنی غیر محفوظ ازدواجی زندگی میں سُکھ کیا ملا ہو گا۔۔ابا کے دل بہلانے نے میری ماں کا ساری زندگی دل جلا کر رکھا ہے۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔وہ دونوں باتوں باتوں میں جیسے یہ بھی بھول گئی تھیں کہ جیسے وہ اپنے والدین نہیں بلکہ ٹی وی پر چلنے والے کسی ڈرامے کے کرداروں کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔۔دونوں ہی گفتگو میں بدلحاظ ہوئی جا رہی تھیں

"نینا تم نہیں سمجھو گی یار۔۔۔ایسا ہی ہوتا ہے جب گھر میں بیوی اپنے سے کم صورت نظر آتی ہے تو مرد باہر منہ مارنے لگتے ہیں۔۔۔اس میں مرد کا کیا قصور ہے۔تب ہی تو تمہیں کہہ رہی ہوں کہ اپنا خیال رکھو۔۔۔کل کلاں کو تمہاری بھی شادی ہونی ہے۔۔۔دھیان دو اپنے آپ پر۔۔کوئی اچھی نائٹ کریم لاؤ اور۔۔۔" زری مزید جانے کیا کہنا چاہ رہی تھی کہ نینا نے اسکی بات کاٹی

"لعنت ہو ایسے مردوں پر جو عورت کو صرف شکل و صورت کے معیار پر جانچتے ہیں۔۔۔میں تمہاری اس بات سے بالکل اتفاق نہیں کرتی۔۔۔مرد کی فطرت میں اگر عیاشی ہے تو گھر بیٹھی خوبصورت بیوی بھی اس کے لئے آوارہ بلی سے زیادہ اہم نہیں ہوتی۔۔۔مرد کو اگر جگہ جگہ منہ مارنے کی عادت ہے تو خوبصورت بیوی بھی اسے گھر تک محدود نہیں رکھ سکتی زری۔۔۔بالکل غلط بات کی ہے تم نے" وہ اسے گھور رہی تھی۔زری کو بُرا لگا۔وہ چند مہینوں کی بیاہتا یہ سمجھتی تھی کہ اسکی خوشگوار ازدواجی زندگی کا سارا کریڈٹ اس کے حسن کو جاتا تھا۔

"مت کرو اتفاق تم میری بات سے لیکن یہی سچ ہے۔۔۔ورنہ ڈھونڈ کر دکھاؤ کوئی ایسا وجیہہ آدمی جس کی بیوی شکل وصورت میں بالکل ہی گئی گزری ہو اور وہ شخص ساتھ وفادار ہو" زری اُکتا کر بولی تھی، نینا لمحہ بھر کے لئے چُپ سی رہ گئی کیونکہ اس کے ذہن کے پردے پر ایک شخص کا ہیولا بالکل نمایاں ہو گیا تھا

"دیکھا ہے میں نے ایک ایسا شخص زری۔۔بالکل دیکھا ہے۔۔" اس نے یہ بات اپنے آپ سے کہی تھی

☆......☆......☆

اگلے دن وہ نا چاہتے ہوئے بھی ٹیوشن پڑھانے نکل گئی تھی حالانکہ اسے ایمن اور اسکی لاپرواہ ماں پر سخت غصہ تھا مگر وہ گھر بھی نہیں رُکنا چاہتی تھی کیوں کہ اسے اندازہ تھا کہ آج اسکا اور ابا کا خطرناک قسم کا جھگڑا ہو سکتا ہے۔ اسی لئے صبح ہی بیگ کندھے پر لٹکا کر نکل کھڑی ہوئی۔ایمن کے گھر پہنچی تو وہاں روز سے زیادہ سناٹا تھا۔اسے ڈرائینگ روم میں بیٹھے کافی دیر ہو گئی تھی لیکن ایمن نہیں آئی تھی۔اسکا غصہ مزید بڑھنے لگا

"آپ لوگ بہت ہی غیر ذمہ دار ہیں۔۔۔میں کب سے بیٹھی ہوئی ہوں لیکن ابھی تک آپ لوگوں نے بچی کو بھیجا ہی نہیں ہے۔۔۔حد ہوتی ہے کسی بات کی" وہ جب اکتا گئی تو تن فن کرتی اٹھی اور کچن میں جا کر نہایت ناراضی بھرے لہجے میں بولی تھی۔اسے غصے میں کب کسی کی پرواہ ہوتی تھی۔اس نے بالکل دھیان نہیں دیا تھا کہ کچن میں اماں رضیہ کے علاوہ کوئی اور بھی بیٹھا ہے۔اس کے اس طرح بولنے پر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے سمیع نے اسکی جانب دیکھا تھا۔وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرائے لاچار سا بیٹھا تھا س کی آنکھوں میں ناگواری کے ساتھ ساتھ عجیب سی افسردگی تھی۔نینا کو چہرے پڑھنے میں یا تاثرات کو پہچاننے میں بالکل بھی مہارت نہیں تھی لیکن جانے کیا بات تھی کہ سمیع کا بُجھا بُجھا چہرہ اس سے چھُپا نہیں رہا تھا۔

"اونہہ انکی شکل پر تو ہمیشہ بارہ ہی بجے رہتے ہیں" نینا نے جل کر سوچا تھا

"جائیں اماں آپ دیکھیں۔۔کیا کر رہی ہے ایمن۔۔"سمیع نے اسے بالکل نظر انداز کرتے ہوئے اماں رضیہ سے کہا تھا۔اس نے پہلی نظر کے بعد نینا کی جانب دیکھا بھی نہیں تھا اور اس پہلی نظر میں بھی اتنی ناگواری تھی کہ نینا کو مزید غصہ آگیا۔وہ کونسا کوئی غلط بات کہہ رہی تھی۔

"دیکھیں جناب۔۔میں بہت دور سے یہاں آپ کی بچی کو پڑھانے کے لئے آتی ہوں۔۔۔ہر روز وقت کا ضیاع میں برداشت نہیں کر سکتی۔۔کل بھی میرے تین گھنٹے ضائع ہوئے اور آج بھی میں پینتالیس منٹ سے منہ اٹھا کر بیٹھی انتظار کر رہی ہوں۔۔۔اور آپ لوگ یہاں اطمینان سے بیٹھے چائے نوش فرما رہے ہیں۔۔۔آپ لوگوں کو ذرا سا بھی احساس نہیں ہے کہ میں آپکی بچی کی ٹیچر ہوں۔۔۔دو ٹکے کی درزن نہیں ہوں" اسے بُرا تو سمیع کا انداز لگا تھا اس لئے ناگواری بھرے انداز میں بولی تھی۔سمیع نے دوبارہ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جی بہتر۔۔معذرت خواہ ہیں کہ آپکو انتظار کرنا پڑا۔۔بس دو منٹ مزید انتظار کیجئے۔۔۔ایمن آ رہی ہے"اس نے اپنے چہرے پر ایسے ہاتھ پھیرا تھا جیسے نادیدہ ندامت صاف کر رہا ہو۔نینا کچھ بولے بناء ناک چڑھاتی ہوئی واپس ڈرائینگ روم میں چلی آئی تھی۔

"کس مشکل میں پھنس گئی ہوں میں۔۔۔۔ماں ہے تو وہ پہیلی لگتی ہے۔۔۔باپ کو دیکھو تو وہ بھی معمہ ہی ہے۔۔۔بیچاری نازک سی بچی کتنی مشکل میں گرفتار ہے۔۔۔خیر ہم کونسا جنت سے نکل کر یہاں آتے ہیں۔۔۔ہمارے تو اپنے ماں باپ نے ہمیں تگنی کا ناچ نچا رکھا ہے" وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔پانچ منٹ کے بعد ایمن اماں رضیہ کے ساتھ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی

" بیٹا معاف کرنا۔بس مجھ سے تاخیر ہوگئی ۔۔۔شہرین بٹیا نے تو ہاتھ پاؤں پھلا کر رکھ دیئے ہیں" وہ عجلت کا مظاہرہ کرتی ہوئی بولی تھیں۔نینا نے ناک چڑھا کر انہیں دیکھا

" اس کے علاوہ وہ اور کر بھی کیا سکتی ہیں ۔۔؟" یہ بھی بڑبڑا کر کہا گیا تھا۔اماں رضیہ نے سنا یا نہیں سنا اسے پتا نا چلا تھا کیونکہ وہ بھی کچھ پریشان سی نظر آرہی تھیں۔انہوں نے کوئی جواب دیئے بناء ایمن کو کاؤچ پر بٹھایا اور چھوٹے چھوٹے قدم بھرتی واپس چلی گئیں

" کہاں تھیں آپ ۔۔؟" اس نے ایمن کو گھورا۔وہ لاتعلق سے انداز میں بیٹھی اپنی انگلیاں چٹخانے میں مگن تھی،اس نے نینا کی بات کا کوئی جواب بھی نا دیا تھا۔نینا کو مزید تپ چڑھی

" میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں ایمن ۔۔؟" اس نے ابا کی بار ذرا سخت لہجہ اپنایا تھا جو کہ اسکی عادت نا تھی۔اپنی تمام ٹیوشن والی لڑکیوں کے ساتھ وہ کبھی بھی سخت انداز نا اپناتی تھی۔لڑکوں کے ساتھ سختی برت لیتی تھی لیکن لڑکیوں کو زیادہ ڈانٹتی بھی نا تھی۔ایمن نے اسکا انداز دیکھ کر سر مزید جھکا لیا تھا

" ایمن ۔۔" اس نے گھر کا پھر لہجے کو بارعب بنا کر بولی

" یہاں آئیں ۔۔میرے پاس ۔۔" ایمن ابھی بھی ٹس سے ماس نا ہوئی۔نینا نے گہری سانس بھری اور ایک سیکنڈ کے لئے کچھ سوچا ۔اسے حکمت عملی تبدیل کرنے کی ضرورت تھی۔اس نے لہجے کو ذرا نرم کیا پھر ایمن کی جانب دیکھتے ہوئے بولی

" ایمن ۔۔ٹیچر آپکو بلا رہی ہیں نا۔اور آپ اسٹیچو بنی بیٹھی ہیں ۔۔۔دیٹس ناٹ فیئر ۔۔۔یہاں آئیں ۔۔۔آپ تو بہت اچھی بچی ہیں ۔۔۔مجھے بتائیں کیا ہوا ہے ۔۔" وہ اسے پچکارتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ایمن نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر منہ لٹکا کر بولی

" میں اچھی بچی نہیں ہوں" ایسا اس نے پہلے کبھی نا کہا تھا۔نینا نے اس کے بجھے ہوئے انداز کو بغور دیکھا۔وہ اپنا موقف بیان کرنے کے بعد دوبارہ سر جھکا کر انگلیاں چٹخانے لگی تھی۔

"" " یہ کس نے کہا ۔۔۔آپ تو بہت اچھی بچی ہیں ۔۔۔۔سب آپکی تعریف کرتے ہیں ۔۔۔آپ کے پاپا سے ابھی ابھی ملی میں ۔۔۔وہ بھی کہہ رہے تھے ایمن بہت اچھی بچی ہے ۔۔۔۔اور آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ اچھی بچی نہیں ہیں" وہ اسے پچکار رہی تھی۔اتنی دیر سے بچوں کو پڑھا رہی تھی۔اسے اب بچوں کے مزاج کا اندازہ ہو جاتا تھا ۔انہیں کس وقت کس طرح ٹریٹ کیا جانا چاہیئے،اسکی بھی اسے بخوبی خبر تھی۔

"" " پاپا۔کبھی مجھے اچھی بچی نہیں کہہ سکتے" وہ اسی طرح سر جھکائے ہوئے بولی تھی

" ایسی بات تو نہیں ہے ۔۔وہ تو کہتے ہیں کہ ایمن میری بیسٹ بیٹی ہے" نینا نے محبت بھرے لہجے میں کہا تھا

" تو پھر وہ مجھے بورڈنگ کیوں بھیج رہے ہیں؟" نینا کی بات سن کر وہ ترنت بولی تھی اور نینا کو سمجھ میں آئی کہ اسکا مزاج اتنا خراب کیوں۔

”یہ آپ کے پاپا نے کہا۔۔۔کہ وہ آپکو بورڈنگ بھیج رہے ہیں؟“ نینا نے اپنے تجسس کو چھپاتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا۔

”جی۔۔“ اس نے فقط سر ہلایا۔آنکھیں بالکل ڈبڈبا گئی تھیں۔

”آپ بورڈنگ نہیں جانا چاہتی۔۔؟“ نینا نے دوسرا سوال کیا تھا۔

”جی۔۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے بورڈنگ بھیج دیں گے۔۔مجھے وہاں اکیلے ہی رہنا ہوگا۔۔اماں رضیہ بھی وہاں نہیں ہوں گی۔۔۔اور ٹیچر نینا بھی نہیں۔۔۔“ وہ بولتے بولتے رو پڑی تھی۔اسکا رونا بالکل بے آواز تھا۔نینا کو اس معصوم بے ضرر رونے پر جی بھر کر پیار آیا۔وہ بناء کوئی آواز پیدا کئے بس رونے میں مگن تھی۔آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر اس کے گالوں پر پھسل رہے تھے جنہیں وہ ہاتھ کی پُشت سے صاف کرتی جاتی تھی جیسے کوئی فلم ایکٹرس نزاکت سے کیمرے کے سامنے رو رہی ہو

”ایسے کیسے بھیج دیں گے آپکو بورڈنگ۔۔۔میں ان سے بات کروں گی کہ ایمن کو بورڈنگ مت بھیجیں۔۔ٹھیک ہے؟“ وہ اسے پچکار رہی تھی۔اس نے رونا بند نہیں کیا تھا لیکن اس کی بات کو غور سے سُنا ضرور تھا

”میں نے کہا نا آپ مت روئیں۔۔میں آپ کے پاپا سے بات کرونگی۔“ نینا نے دوبارہ کہا

”پرامس۔۔؟“ وہ روتے ہوئے ہی پوچھ رہی تھی۔نینا نے سر ہلایا

”پرامس“ نینا نے اسے یقین دلایا۔یہ سوچے بناء کہ کسی کے ذاتی معاملات میں مداخلت اسے مہنگی بھی پڑ سکتی ہے

☆......☆......☆

وہ گھر پہنچی تو زری ابھی گئی نہیں تھی۔یہ ایک انوکھی بات تھی۔زری شادی کے بعد بمشکل چوبیس گھنٹے سے زیادہ ان کے یہاں رُکی تھی۔وہ ابھی تک موجود تھی تو اسکا مطلب یہ تھا کہ کچھ نا کچھ اہم بات ضرور تھی۔نینا نے کن انکھیوں سے لاؤنج کا بھی جائزہ لیا۔ایسا لگتا تھا کہ اس نے کافی دل سے صفائی سُتھرائی کی تھی

”تم واپس نہیں گئی۔۔؟“ اس نے لاؤنج میں دیوان پر بیٹھتے ہوئے بظاہر سرسری انداز میں سوال کیا تھا۔زری نے اسکی جانب بہت غور سے دیکھا تھا

”نہیں۔۔اور تم یہاں بیٹھ کر وقت ضائع مت کرو۔۔ابا کے ایک جاننے والے شام کو چائے پر آرہے ہیں“ زری کا انداز کچھ سنجیدہ سا تھا۔

”میں نے تمہارے لئے کپڑے نکال کر رکھ دئے ہیں۔۔۔چینج کرلو۔لیکن پہلے ذرا کلینزنگ کرلینا۔۔وہاں ڈریسنگ ٹیبل پر میں نے اپنا ماسک بھی رکھا ہے۔۔۔اسکرب کر کے وہ ماسک لگالو۔۔۔پندرہ منٹ بعد چہرہ دھولینا اور ساتھ ہی نہا کر کپڑے تبدیل کرلینا“ وہ نصیحت کرتے ہوئے بولی تھی۔نینا نے اسے گھور کر دیکھا

"کہیں لگا ہی نالوں تمہارا کوئی امپورٹڈ ماسک ۔" وہ حسبِ عادت تمام ناک چڑھا کر بولی تھی ۔زری نے زِچ ہو کر اسکی جانب دیکھا

"دیکھو ۔۔پلیز جو میں کہہ رہی ہوں ۔۔۔ویسا کرلو۔۔۔تمہارے فائدے کی بات ہے"

"میرا فائدہ چاہنے والا تو کوئی پیدا ہی نہیں ہوا آج تک میری پیاری بہن" وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی

"نینا ۔ابا کے جو دوست آرہے ہیں نا،ان کے دو بیٹے قطر میں ہوتے ہیں ۔۔۔وہ ان کے رشتے دیکھتے پھر رہے ہیں ۔۔۔تو ابا کا خیال ہے کہ ایک دفعہ انہیں ۔۔۔۔میرا مطلب ۔۔۔۔" زری لمحہ بھر کو چُپ ہوئی پھر اسکا چہرہ دیکھا آیا اسکو بُرا تو نہیں لگ رہا۔

"اچھا ۔یعنی تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ میرا رشتہ آیا ہے ۔۔۔واؤ۔۔۔ہاؤ ایکسائٹنگ ۔۔۔کوئی تفصیل تو بتاؤ۔۔۔مجھے کافی دلچسپی محسوس ہو رہی ہے ۔۔" وہ مذاق اڑانے والے انداز میں کہہ رہی تھی ۔چہرے کے تاثرات ایسے تھے کہ زری کو فوراً اندازا ہو گیا کہ وہ کچھ گڑبڑ کر کے ہی رہے گی۔

"دیکھو نینا ۔ہمارے جیسے گھروں میں رشتے ایسے ہی ہوتے ہیں ۔۔لوگ ایسے ہی رشتے دیکھنے کے لئے گھروں میں آتے ہیں ۔۔۔تم اسے روٹین کی ٹی پارٹی سمجھو" وہ اسے بولنے کا موقع دیئے بناء نصیحتیں کرنے میں مگن تھی ۔نینا نے آنکھیں گھُما کر اسے دیکھا

"بس باجی ۔۔۔بس کریں آپکی یہ جلی ہوئی روٹی پر گھی لگا لگا کر اسے کھانے کے قابل بنانے کی کوشش میرے معاملے میں کامیاب نہیں ہو سکتی ۔۔۔۔یعنی میں یہ جلی ہوئی روٹی نہیں کھانے والی ۔۔۔آپ جتنا مرضی گھی لگاتی رہیں،،، مجھے صاف صاف بتاؤ ۔۔۔ابا نے کیا نئے احکامات صادر کئے ہیں ۔۔۔۔کہیں کسی قطری موٹر میکینک سے میری شادی کروا کر مجھ سے انتقام تو نہیں لینا چاہتے" وہ عجیب ہی چیز تھی ۔ایمن کے گھر سے بھی پریشان ہو کر نکلی تھی ۔گھر میں چلنے والی کشیدگی بھی اسے پتا ہی تھی لیکن زبان ایسے چلا رہی تھی جیسے ذہن بالکل تر و تازہ ہو ۔زری نے اسے چونک کر دیکھا

"تمہیں کیسے پتا چلا ۔۔۔امی نے بتایا کیا ۔۔؟" وہ حیران تھی ۔نینا نے قہقہہ لگایا

"اچھا یعنی وہ واقعی موٹر میکینک ہے ۔۔؟" وہ ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں ۔لیکن الیکٹریشن ہے ۔۔۔اور کسی کمپنی کے مینٹیننس ڈیپارٹمنٹ میں ہے ۔۔اسی ہزار تنخواہ ہے ۔۔۔اور تم یہ مت سمجھو کہ کوئی ان پڑھ جاہل انسان ڈھونڈا ہے ابا نے ۔۔۔گریجویٹ ہے ۔۔۔۔" وہ عجلت بھرے انداز میں بول رہی تھی ۔نینا نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا

"اتنی میٹھی میٹھی باتیں مت کرو ۔۔مجھے بخوبی اپنی اماں ابا کی فطرت کا اندازہ ہے ۔۔۔کل جو کچھ بھی ہوا ہے اس کے بعد مجھے امی ابا سے بالکل بھی کوئی اچھی امید نہیں رہی ۔۔۔امی نے ابا کو میری ساری باتیں تفصیل سے بتائی ہونگی ۔۔۔اب اس صورتحال کے بعد میرے لئے جو رشتہ ڈھونڈا ہو گا ابا نے ۔۔وہ کیسا ہو سکتا ہے ۔۔۔اسکا اندازہ ہے مجھے ۔۔لیکن مجھے بھی تم سب لوگ جانتے ہو ۔۔۔یہ نا ہو کہ میں گھر آئے

مہمانوں کے سامنے۔۔اب اپنے منہ سے کیا کہوں۔۔تم خود سمجھدار ہو" وہ کسی سوپ سیریل کی چالاک سی ہیروئن کی طرح آنکھیں مٹکا مٹکا کر بول رہی تھی۔

"اگر گھر آئے مہمانوں کے ساتھ کوئی بدتمیزی کی کوشش کی تو یاد رکھنا۔میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا" وہ دونوں بہنیں آپس میں بات کر رہی تھیں جب پیچھے سے یکدم ابا کی آواز سنائی دی۔زری نے آنکھوں آنکھوں میں اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا

"نو پرابلم مجھے عادت ہے ابا۔۔۔آپ کبھی اچھی طرح پیش آئے بھی ہیں میرے ساتھ" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی تھی

"تمہارے کرتوت ہی ایسے ہیں۔۔" ابا غرا کر بولے تھے۔زری سہم سی گئی لیکن نینا نے بالکل پرواہ نا کی تھی

"کرتوت کی بات مت کریں ابا۔۔۔ورنہ بات بہت بگڑ سکتی ہے" وہ تلخ لہجے میں بولی

"چُپ کرو نینا۔۔تم جاؤ اپنے کمرے میں" زری نے اسے گھر کا تھا

"کیوں میں کیوں جاؤں اپنے کمرے میں۔۔میں نے تو کچھ غلط نہیں کیا۔جنہوں نے غلط کیا ہے۔۔وہ جائیں اپنے کمرے میں ۔۔وہ چھُپائیں اپنا منہ۔۔" وہ بہت بدتمیزی سے بولی تھی۔اسی دوران امی بھی کمرے سے نکل کر آ گئی تھیں

"نینا۔۔کچھ تو لحاظ کر لے۔۔۔باپ ہے تیرا۔۔" امی تڑپ کر بولیں

"رہنے دو صوفیہ۔۔۔مجھے اس سے کبھی کوئی اچھی توقع نہیں رہی۔۔کوئی مت ٹوکے اسے۔۔کرنے دو اسے من مانیاں۔۔یہ ہماری اولاد نہیں ۔۔ہماری آزمائش ہے۔۔" ابا نے نہایت تحمل بھرے لہجے میں کہا تھا۔نینا نے انہیں مڑ کر انہیں دیکھا۔وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس سے کہا نہیں گیا۔وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی

"ایک بات یاد رکھو۔۔مہمانوں کے سامنے کسی قسم کی بدتمیزی کرنے کی کوشش مت کرنا۔وہ تمہارے رشتے کے لئے آرہے ہیں۔۔ان کے سامنے اپنی قینچی جیسی زبان بند ہی رکھنا۔۔ورنہ اس کے نتائج بہت خطرناک ہو سکتے ہیں۔۔باپ ہوں تمہارا۔۔تمہارے لئے اچھا ہی سوچوں گا۔۔وہ سرد لہجے میں بولے تھے

"نینا مُڑی تھی

"آپ میرے لئے کتنا اچھا سوچ سکتے ہیں۔۔اسکا اندازہ تو مجھے بہت اچھی طرح ہے۔۔لیکن اب بس کریں۔۔مت کریں کچھ بھی میرے لئے۔۔شکریہ۔۔مہربانی۔۔" اس نے اپنے جذبات کو چھُپا کر کہا تھا۔اسے رونا آنے لگا تھا۔

"نینا چُپ کر جاؤ نا۔۔کیوں بولتی جا رہی ہو فضول۔۔۔باپ ہیں وہ تمہارے۔۔زری نے اسے گھر کا تھا۔اس نے ایک نظر اسکی جانب دیکھا۔وہ بھی اسے خود سے بہت فاصلے پر محسوس ہوئی۔

"چُپ کر جاؤ زری۔۔کچھ مت کہو اسے۔۔کوئی ناٹو کو اسے۔۔۔یہ ہم سب کی ماں ہے۔۔۔کرنے دو اسے من مانی۔۔اسے اتنا بھی احساس نہیں کہ ماں باپ اسکا بھلا ہی چاہتے ہیں۔۔۔" امی بھی میدان میں اُتری تھیں۔انہوں نے اپنا رُخ ابا کی جانب موڑا

"آپ مت بلائیں اپنے دوست کو گھر۔۔۔انکار کر دیں انہیں۔۔اس لڑکی کے کسی معاملے میں دلچسپی لینے کی ضرورت نہیں۔۔۔چھوڑ دیں اسے اس کے حال پر۔۔۔اور سال گزرے گا تو کوئی بیاہنے بھی نا آئے گا تو ہوش آئیگا اسے کہ ماں باپ اسکا بھلا ہی چاہتے تھے" امی چلا چلا کر بول رہی تھیں

"آپ واقعی فکر مت کریں میری۔۔کوئی نا کوئی تو آ ہی جائیگا مجھے بیاہنے بھی" وہ گلوگیر لہجے مگر تلخ لہجے میں بولی تھی۔

"اس شکل وصورت کے ساتھ تو ضرور ہی آجائیگا کوئی۔۔۔شکل نا عقل۔۔۔بس نخرہ ہی نخرہ۔۔۔" امی نے اسے یہ طعنہ پہلے بھی بہت بار دیا تھا لیکن اِس لمحے نینا کو یہ طعنہ بہت زور سے چُبھا۔۔اس نے زری کی طرف دیکھا۔وہ بھی امی کی حمایت میں ان کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔ابا تو پہلے بھی اس کے نا تھے۔۔نا ہی اسے انکی ضرورت تھی۔۔۔لیکن امی تو اسکے ساتھ ہوتیں۔۔۔مگر ایسا نہیں تھا۔یہ منظر تو بہت بار پیش آیا تھا اسکی زندگی میں۔۔۔امی ابا اور زری۔۔تینوں ایک ساتھ تھے۔۔۔اور وہ اکیلی۔۔۔بچپن میں بھی ایسے ہی گالیاں جھڑکیاں کھاتی تھی اور اب بھی کھا رہی تھی۔۔۔بچپن میں بھی قلعے میں قید شہزادی کی طرح اکیلی تھی اور اب بھی اکیلی ہی تھی۔۔۔وہ ان تینوں کی جانب دیکھے بناء اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔۔قلعے سے نکلنے کا وقت ہوا چاہتا تھا

☆......☆......☆

وہ تھکے ہوئے انداز میں باتھ روم سے نکلا تھا۔کمرے کی روشنیاں گُل تھیں لیکن پنکھا فُل اسپیڈ سے چل رہا تھا۔بالوں کو خشک ٹاول سے جھاڑتے ہوئے اس نے فرش کی جانب دیکھا۔باتھ روم سے دھیمی سی روشنی باہر تک آ رہی تھی۔اس نے دیکھا فرش بالکل خشک ہو چکا تھا۔اسے اندازہ تھا کہ فرش کو مکمل صاف کیا گیا تھا۔ٹاول کو کاؤچ کی پشت پر پھیلا کر وہ بیڈ پر گر سا گیا تھا۔اس کے اعصاب بالکل ٹوٹ چکے تھے۔آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔

"کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔۔ایسا بھی۔۔۔یا اللہ اور کیا کچھ ہونا باقی ہے" اس نے چھت پر لگے پنکھے کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔وہ باتھ روم میں بہت سا رو چکا تھا لیکن ایسا لگتا تھا کہ آنسو ابھی خشک نہیں ہوئے تھا۔اسکا دل بے حد بوجھل تھا۔زندگی جیسے کوئی فلم تھی اور فلم بھی ایسی جس کا دردناک حصہ ختم ہونے میں ہی نا آتا تھا۔

"کیوں۔۔۔میرے ساتھ ہی کیوں۔۔۔؟" اس نے سوچا تھا۔آنسو اسکی پلکوں سے گالوں تک کسی تیز رفتار جہاز کی طرح اڑتے ہوئے آئے تھے۔اسی دوران دروازہ کھلا تھا اور باہر سے آنیوالی روشنی نے بیڈ پر گرے اسکے وجود کا احاطہ کیا تھا۔اس نے بازو آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔دل چاہ رہا تھا دنیا سے کنارہ کر لے۔۔۔کسی کو دیکھنے کی خواہش تھی نا ہی یہ دل تھا کہ کوئی اس کے شکست خوردہ وجود کو دیکھتا

"قدرت بھی بعض اوقات کیسے کیسے امتحان میں ڈال دیتی ہے" اس نے سوچا تھا

"یہ چائے رکھی ہے۔۔۔۔لے لیں" کونین کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔اسے اندازہ تھا کہ اس وقت اس کے کمرے میں وہی آسکتی ہے۔اس نے بازو آنکھوں سے نہیں ہٹایا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بھیگی آنکھیں اسے نظر آئیں

"چائے ٹھنڈی ہوجائیگی۔۔۔آپکا غم نہیں۔۔۔اس لئے پانچ منٹ کا بریک لے لیں۔۔۔اپنی اور اس چائے کے کپ کی نا سہی ۔۔میرے ان دس منٹ کی قدر ضرور کیجئے جو میں نے اس چائے کو بنانے میں صرف کئے ہیں۔۔۔چائے پینے کے بعد بھی غمزدہ ہوا جاسکتا ہے" اسکا انداز طنزیہ نہیں تھا اگرچہ الفاظ کچھ سخت تھے۔سمیع نے جواباً کچھ کہا ناہی آنکھوں سے بازو ہٹایا تھا۔نینا چند لمحے کھا جانیوالی نگاہوں سے اسکی جانب دیکھتی رہی پھر وہ واپس جانے کے لئے مُڑی تھی

"کونین۔۔"سمیع نے پکارا تھا۔کونین مڑی تھی اور استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا تھا۔اس نے چہرے سے بازو ابھی بھی نہیں ہٹایا تھا

"کچھ دیر میرے پاس بیٹھ جاؤ۔۔۔پلیز۔۔"اس کے لہجہ میں ایسی التجا تھی کہ کونین اک دل کٹ کر رہ گیا۔اس نے پہلی بار ایسے کہا تھا ورنہ تو وہ اس کے سائے سے بھی دور بھاگتا تھا۔وہ اس کے پاس ہی وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

"وہ کہاں ہے۔۔؟"سمیع نے اسکی جانب دیکھے بناء سوال کیا تھا۔اسکا لہجہ ایسا تھا کہ کونین کا دل ڈوب سا گیا

"سُلا دیا ہے۔۔۔"اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سمیع پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔کونین اپنی جگہ سے تڑپ کر اٹھی تھی پھر اس نے آگے ہو کر سمیع کے وجود کو اپنی بازوؤں کے حلقے میں لیا تھا۔۔سمیع اس کے ساتھ لپٹ کر مزید تڑپ تڑپ کر رو رہا تھا۔۔کونین بھی پتھر تو نا تھی ۔۔اسے بھی رونا آنے لگا تھا

"آپ سنبھالیں اپنے آپکو۔۔"کونین نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"نہیں ہوتا۔۔مجھ سے کونین۔۔۔نہیں ہوتا۔۔۔بالکل ٹوٹ چکا ہوں میں۔۔۔کرچی کرچی ہوگیا ہوں۔۔مجھے سمیٹ لو پلیز ۔۔۔مجھے سمیٹ لو۔۔یہ میری برداشت سے بہت زیادہ ہے۔۔"وہ مسلسل رو رہا تھا۔۔کونین نے اسے ایسے اپنی آغوش میں سہارا دیا تھا جیسے ماں اپنے بلکتے بچے کو دیتی ہے۔۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

اس نے نے کھڑکی کے سامنے سے سارے پردے ہٹا دئیے تھے۔رات گہری تاریک تھی اور اس کا دل اس سے کہیں زیادہ گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔سمیع کا رویہ اسے کبھی کبھی بے حد ہتک آمیز لگتا تھا۔وہ ہمیشہ آنسو بہانے کے لئے تو اس کے قریب آتا تھا لیکن جب غم اور درد کا سایہ کم پڑنے لگتا تھا تو وہ اس کے وجود سے انکاری ہو جاتا تھا۔نینا کا دل چاہتا تھا اس شخص کی کبھی شکل بھی نا دیکھے لیکن اس فیز کی مدت زیادہ طویل نا ہوتی تھی۔ایک آدھ گھنٹے میں وہ اس کے درد کو سمجھتے ہوئے خود بھی خوب رو لینے کے بعد اسے معاف کر دیا کرتی تھی۔

"اس نے تمہیں کبھی اپنانے کی بات نہیں کی تھی کو نین بی بی۔۔۔یہ تو تم ہی تھی جس نے اتنی بڑی ذمہ داری لینے کی بات کی تھی ۔۔۔اور یہ کب طے ہوا تھا کہ وہ تمہاری فیلنگز کو ہرٹ نہیں کرے گا ۔۔۔تمہیں ڈس اون نہیں کرے گا" کھڑی سے باہر دیکھتے ہوئے اس نے سوچا تھا پھر وہ کھڑکی سے ہٹ کر ایزی چئیر پر جا بیٹھی۔

"تو پھر طے ہوا کیا تھا۔۔۔آخر کیا چاہتی تھی تم۔۔۔؟"یہ سوال اس نے اپنے آپ سے کیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کتھارسس کے اس عمل میں کہیں دور نکل جاتی۔ایک ننھی معصوم آواز نے اسے پکارا تھا،نا صرف پکارا تھا بلکہ فرمائش بھی کر ڈالی تھی۔

"میری ایک بات مانیں گی آپ۔۔؟"اس نے مڑ کر دیکھا پھر سامنے لگے وال کلاک کو دیکھا پھر گہری سانس بھر کر اثبات میں سر ہلایا تھا اسے کتنی محبت اور استحقاق بھرے انداز میں درخواست کی جا رہی تھی حالانکہ پکارنے والے کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی مگر پھر بھی اس نے فوراً سنا تھا اور عمل کرنے کا بھی عِندیہ دے ڈالا تھا

"مجھے ٹرائفل بنا دیں گی۔۔مجھے ٹرائفل کھانا ہے۔۔۔وہ جو میٹھا سا ہوتا ہے" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اس ننھی بچی جیسے وجود کو سہارا دے کر اٹھایا تھا۔

"یہ ہے وہ پہلی وجہ۔۔۔سمیع!۔۔۔یہ ہے وہ محرک جس نے مجھے آپکی زندگی کا شریک بنایا!"اس نے سوچا تھا



"سمیع بیٹے نے کہا ہے کہ آپکو بتا دوں کہ اب مزید آپکی خدمات کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔آپ کل سے مت آئیے گا" اماں رضیہ کا انداز بے حد بجھا ہوا تھا۔نینا نے انہیں اتنا افسردہ ابھی تک نا دیکھا تھا۔وہ کافی پریشان بھی نظر آتی تھیں لیکن ان کی بات سُن کر اسکا اپنا مزاج بگڑ گیا تھا۔اس کے گھر میں حالات کافی کشیدہ چل رہے تھے اور جب ایسا ہوتا تھا تو اسے بس اپنی ذات ہی مظلوم نظر آتی تھی۔اسے کیا پرواہ تھی کہ کوئی کتنا رنجیدہ یا افسردہ ہو رہا تھا۔ابا سے ہونیوالے جھگڑے نے اسے باور کروایا تھا کہ وہ زندگی کے کسی معاملے میں کبھی امی یا زری کی حمایت حاصل نہیں کر سکتی تھی۔اس کے اعتراض کے باوجود قطر والے مہمان آئے تھے۔زری اور امی کی ان سب کے ساتھ ہنس ہنس

کرکی گئی باتیں لحاف منہ تک لپیٹ کر لپیٹ کر لیٹے رہنے کے باوجود اسے سنائی دیتی رہی تھیں پھر جب رات کو اظفر زری کو لینے آیا تو بھی سب خوش گپیوں میں مصروف تھے،کسی کو اسکی پرواہ تھی نا ضرورت ۔۔وہ سب اس کے بغیر بھی خوش تھے جبکہ ابا کے دئیے گئے طعنے رات بھر اسکی سماعتوں میں گونجتے رہے تھے ۔وہ ایک دو گھنٹے سے زیادہ سو بھی نہیں پائی تھی ۔جب وہ صبح گھر سے نکلی تو ابا دیوان پر بیٹھے اپنی پشاوری چپل کے اسٹریپ بند کر رہے تھے ۔نہائے دھوئے تروتازہ سے حلئے میں،نفاست سے آئرن کئے گئے لباس میں،پرفیوم کی خوشبو سے معطر وہ کتنے مکمل لگتے تھے ۔ان کی سب تیاری امی کی مرہونِ منت تھی ۔پرفیوم اسپرے سے لے کر جوتوں کو پالش کرنے تک سب کام امی کرتی تھیں ۔اسے ان سب پر مزید غصہ آیا ۔وہ کیوں ابا کو اس طرح فلمی ہیروز کی طرح سجا بنا کر گھر سے بھیجتی تھیں ۔وہ کیوں ابا کی اتنی خدمت کرتی تھیں ۔ایسا شخص ایسی عزت وتکریم کے قابل کب تھا جبکہ امی کو ان کے سواء کوئی نظر ہی نا آتا تھا ۔ابا سے تو ویسے بھی نینا کی ازلی دشمنی تھی ۔وہ جب بھی ایسے تیار ہو کر نکلتے تھے اسے ان پر غصہ آنے لگتا تھا ۔اسے ہمیشہ یہ وہم رہتا تھا کہ ابا جب بھی گھر سے اس طرح نکلتے ہیں تو اسکی وجہ کوئی خُفیہ ملاقات ہوتی ہے حالانکہ ہوش سنبھالنے سے لے کر اس نے انہیں ہمیشہ ایسے ہی گھر سے نکلتے دیکھا تھا لیکن پھر بھی جانے کیا بات تھی کہ ابا کی زندگی میں جب بھی کوئی دوسری عورت آتی تھی ،اسے امی سے بھی پہلے خبر ہو جایا کرتی تھی ۔اسکی نظر میں اسکی ماں ایک بیوقوف عورت تھی ۔ابا کو اس طرح دیکھ کر اسکا دل جل گیا تھا ۔رات کتنا کچھ ہوا تھا اور ابا پھر بانکے سجیلے بنے گھر سے باہر جانے کی تیاری میں تھے ۔اسی لئے وہ پہلے ہی کافی جلا دل لئے ایمن کے گھر آئی تھی اور اب اماں رضیہ نے یہ نئی اطلاع دے دی تھی ۔اس نے تیکھے چتون کے ساتھ انہیں گھورا۔

"ایسے کیسے کہہ سکتے ہیں آپ کے سمیع بیٹے ۔۔کہ انہیں میری خدمات کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔میں کوئی کام والی ماسی نہیں ہوں کہ یکدم تنخواہ پکڑا کر فارغ کر دی جاؤں ۔۔۔نہیں چاہیں مجھے یہ پیسے ۔۔میں ایڈوانس سیلری لیتی ہوں جو کہ میں پہلے ہی لے چکی ہوں ۔۔اب مجھ پر لازم ہے کہ میں پورا مہینہ ایمن کو پڑھاؤں گی ۔۔کوئی مجھے روک کر تو دکھائے ۔۔۔آپ ایمن کو بھیجیں اور جا کر اپنے سمیع بیٹے کو بھی میرا یہ میسج دے دیں ۔۔کہ میں وہ بلا نہیں ہوں جو آسانی سے ٹل جاؤں ۔۔" وہ چبا چبا کر بول رہی تھی ۔اماں رضیہ نے پہلے کچھ حیران اور پھر پریشان ہو کر اسکا چہرہ دیکھا

"اب آپ کیوں مجھے گھور گھور کر دیکھ رہی ہیں ۔۔جائیں جائیں ۔۔ایمن کو بھیجیں" وہ اسی انداز میں بولی تھی ۔اماں رضیہ اس کے انداز سے خائف ہو کر واپس جانے کو مُڑیں اور پھر کچھ سوچ کر واپس پلٹ آئیں

"آپ کی بات درست ہو گی بیٹا لیکن سمیع صاحب نہیں مانیں گے ۔۔۔۔وہ ایمن کو ہاسٹل بھجوا رہے ہیں ۔۔وہاں کہیں اسلام آباد مری میں ۔۔۔انہوں نے رات ہی مجھے بتایا ہے" انکا انداز پہلے سے بھی زیادہ بجھا ہوا تھا ۔نینا نے اُکتا کر انہیں دیکھا۔

"یہ بات تو مجھے ایمن پہلے ہی بتا چکی ہے کہ اسکے سیانے والدِ محترم اسے ہاسٹل بھجوا رہے ہیں ۔۔۔" وہ مزید ناراض ہوئی تھی ۔ایمن

کارو یا رو یا سا بھیگا چہرہ اسکی نظروں کے سامنے گھومنے لگا۔اس نے اپنا رُخ بالکل اماں کی جانب کیا

”اماں رضیہ آپ پتا نہیں ان لوگوں کے ساتھ کیسے کام کر رہی ہیں ۔۔خدا کی قسم ذرا بھی قابل اعتبار نہیں ہیں یہ مسٹر اور مسز سمیع ۔۔۔ پہلے بے چین پھر رہے تھے کہ لاہور گرامر میں ایڈمیشن ہو جائے ۔۔۔اب یکدم بورڈنگ میں بھجوانے کا شوق اٹھ کھڑا ہوا۔۔مسئلہ کیا ہے انکا۔کوئی دماغی خلل ہوگا یقیناً۔اولاد سنبھالی نہیں جا سکتی تو پیدا کیوں کر لیتے ہیں لوگ“ وہ چڑ کر جیسے خود سے باتیں کرنے لگی تھی ۔اماں رضیہ چُپ رہیں لیکن انکی لمبی ٹھنڈی گہری سانس نے نینا کو مزید اکتا دیا تھا

”کوئی تو وجہ بتائی ہوگی آپ کے سمیع بیٹے نے اس احمقانہ خود غرضانہ اور جذباتی فیصلے کی۔۔۔؟“ وہ اپنی اکتاہٹ چھپانے کی کوئی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی۔اماں رضیہ نے اسکا انداز بغور دیکھا پھر وہ تھکے تھکے قدم اٹھاتی اس کے سامنے صوفے پر جا بیٹھی تھیں۔وہ انہیں صاف گو لیکن ایمن کی ہمدرد نظر آتی تھی۔اسے اصل بات بتا دینے میں حرج ہی کیا تھا۔انہوں نے اپنی آنکھیں صاف کی تھیں جو بلاوجہ اُبل پڑی تھیں

”اس کی وجہ ایک ہی ہے۔۔۔شہرین سمیع۔۔۔ایمن کی بد قسمت ماں۔۔۔وہ چھوڑ کر جا رہی ہیں ہم سب کو“ انہوں نے جملہ ادا نہیں کیا تھا بلکہ اُگل دیا تھا۔



”کہاں جا رہی ہو۔۔؟“ صوفیہ نے چائے کا کپ میز پر رکھ کر واپسی کی راہ لی تھی جب کاشف نے پکارا۔انہوں نے مُڑ کر دیکھا

”آپکو پتا تو ہے میں اس وقت قُران پڑھتی ہوں۔۔“ انہوں نے سادہ سے انداز میں جواب دیا

”یہاں بیٹھ کر پڑھ لو نا قُران۔۔۔“ کاشف صاحب کی دلی خواہش تھی کہ وہ ان کے پاس بیٹھتیں۔

”یہاں ٹی وی چل رہا ہے۔۔۔اسی لئے باہر جا رہی تھی“ انہوں نے وضاحت کی۔حقیقت بھی یہی تھی۔ان کے گھر میں ٹی وی سرِ شام جو چلنا شروع ہوتا تو رات گئے بند ہوتا تھا۔کاشف میں موجودگی میں نیوز چینلز چلتے رہتے تھے اور صوفیہ اکیلی گھر میں ہوتیں تو دوسرے چینل کی آوازوں سے گھر گونجتا رہتا تھا۔دونوں بیٹیوں کی شادیوں کے بعد سے ان دونوں کے درمیان جیسے کرنے کے لئے باتیں ہی ختم ہو گئی تھیں۔وہ دونوں ٹی وی سے ہی دل بہلاتے رہتے تھے۔

”میں ٹی وی کی آواز بند کر دیتا ہوں۔۔۔یہیں بیٹھ جاؤ نا“ انہوں نے لجاحت بھرے لہجے میں کہا تھا۔صوفیہ کے لئے اب اس انداز میں کوئی دلچسپی باقی نا رہی تھی۔ایک وقت تھا انکی خواہش ہوتی تھی کہ ان کے شریکِ حیات ان کے پاس بیٹھیں،انہیں وقت دیں،انکی چھوٹی چھوٹی بے سروپا باتوں کو سنیں لیکن وہ مصروف رہتے تھے،ان کی دلچسپیاں اور ترجیحات مختلف تھیں۔وہ ساتھ بیٹھتے تھے،کھانا چائے اکٹھے ہوتی تھی لیکن انکا دھیان ٹی وی یا موبائل یا کاروباری مصروفیات کی جانب رہتا اور اب جب سنہرا وقت گزر گیا

تھا، بچے بیاہے گئے تھے، کاشف کو بڑھاپے اور جگر کی بیماری نے گھر تک محدود کر دیا تھا تو صوفیہ کو بھی ان میں وہ دلچسپی نا رہی تھی۔ انکا دھیان اب عبادت میں زیادہ لگنے لگا تھا۔ گھر کے کام کاج سے جو وقت بچ جاتا تھا وہ عبادت کی نذر ہو جاتا۔ انہیں شوہر سے زیادہ اب ان چھوٹی چھوٹی چیزوں میں دلچسپی محسوس ہوتی تھی جو وہ زری اور اس کے آنیوالے بچے کے لئے جمع کر رہی تھیں۔

"جی اچھا۔۔ میں یہیں بیٹھ جاتی ہوں" وہ سر ہلاتے ہوئے وہیں بستر پر بیٹھ گئیں اور گود میں قران رکھ کر دھیمی آواز میں ہل ہل کر قران پڑھنا شروع کر دیا۔

"زری کیسی ہے۔۔۔؟ بہت دن ہو گئے۔۔ آئی نہیں وہ۔۔؟" پانچ منٹ بھی نا گزرے تھے جب کاشف نے دوبارہ انہیں ٹوک کر سوال کیا تھا

"ابھی چار دن پہلے تو رات بھر رہ کر گئی ہے۔۔۔ روز روز تو نہیں آ سکتی نا۔۔۔ اظفر ویسے بھی زیادہ دن رہنے نہیں دیتا اُسے" انہوں نے لمحہ بھر کے لئے قرآن پاک سے نظریں ہٹائی تھیں

"اظفر شوہر ہے اسکا۔۔ مالک نہیں ہے کہ اس سے اجازت لی جائے۔۔۔ اسے کہہ دینا کہ میری بیٹی کو زیادہ روک ٹوک کی عادت نہیں ہے" کاشف نے ناک چڑھا کر کہا تھا

"اوہو۔۔ بات کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں آپ۔۔۔ اظفر کا کیا قصور ہے۔۔۔ آپکی اپنی بیٹی کا دل بھی نہیں لگتا اب اس گھر میں اور پھر اسکی غیر موجودگی میں اظفر کو کھانے پینے کا بہت مسئلہ ہو جاتا ہے" صوفیہ نے وضاحت کی تھی اور پھر دوبارہ سے قران پڑھنے لگی تھیں۔ زری کی شادی کو دو سال ہونے والے تھے لیکن کاشف کے دھونس بھرے شکوے ختم ہی نا ہوتے تھے

"یہ تو نرے چونچلے ہیں۔۔ کھانے پینے کا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا کسی کو بھی۔۔ لاہور ہے یہ۔۔۔ کاموکی نہیں ہے۔۔۔۔ ہر چیز مل جاتی ہے باہر سے۔۔۔ وہ بھی تو ہے تمہاری چہیتی لختِ جگر۔۔۔۔ ہر دو دن بعد یہاں موجود ہوتی ہے۔۔۔ اس کے شوہر کو کھانے پینے کا مسئلہ نہیں ہوتا۔۔" کاشف کے لہجے میں طنز تھا اور اشارہ نینا کی جانب تھا۔ صوفیہ نے ایک بار پھر قران پر سے نظریں ہٹائی تھیں اور انکا چہرہ بغور دیکھا تھا۔ نینا کے بارے میں بات کرتے ہوئے وہ ہمیشہ اسی طرح طنزیہ انداز اپنا لیتے تھے

"وہ شروع سے من موجی سی ہے۔۔ آپکو پتا تو ہے۔۔۔ وہ نہیں خاطر میں لاتی شوہر کو۔۔۔۔ اور پھر اس کے گھر میں ملازم ہیں نا۔۔۔ چولہا چوکی تو ایک دن بھی نہیں کی اس نے۔۔۔ اسکی ساری توجہ بچی پر رہتی ہے۔۔۔ اس کے لئے ہی کرتی ہے سب" صوفیہ نے جتایا نہیں تھا۔ بات برائے بات کی تھی لیکن کاشف کو اپنی ناراضی ظاہر کرنے کا موقع مل گیا تھا

"اسے سکھایا ہی کب ہے تم نے یہ سب۔۔۔ اچھا ہوا جو نہیں کرنی پڑی چولہا چوکی۔۔۔ ورنہ ناک کٹ جاتی تمہاری۔۔۔ یہ تو زری ہی ہے جس نے ماشاءاللہ سب بہت طریقے سے سنبھال رکھا ہے۔۔۔ نینا سے تو کسی چیز کی امید ہی نہیں ہے مجھے۔۔۔" کاشف کا لہجہ کافی تلخ

تھا۔صوفیہ نے قران کو چُوما، بند کیا اور پھر بے حد تحمل بھرے انداز میں بولیں

"نینا زبان کی تیز ہے لیکن زری سے زیادہ سمجھدار ہے۔۔۔زری سے زیادہ بہتر طریقے سے گھر بار سنبھال رہی ہے۔۔۔سوتیلی اولاد کو ساتھ ساتھ لے کر چل رہی ہے۔۔۔اور کتنی سمجھداری چاہیئے آپکو" کاشف نے ان کے چہرے کی جانب دیکھا

"مجھے کچھ نہیں چاہیئے اُس سے۔۔۔تمہاری چہیتی بیٹی ہے۔۔۔میں کچھ کہوں گا تو تمہیں بُرا لگے گا" انہوں نے ٹی وی کی جانب دیکھتے ہوئے طعنہ سا دیا تھا۔صوفیہ کو نینا سے جتنی بھی شکایتیں رہی ہوں، یہ بھی سچ تھا کہ وہ شوہر کے سامنے اس کی ہمیشہ حمایت کرتی تھیں ۔انہوں نے ایک دم بُرا مان کر شوہر کا چہرہ دیکھا۔

انسانی رشتے بھی عجیب ہوتے ہیں، آپ پچھتا بھی رہے ہوں تب بھی منہ سے اسکا اظہار کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔صوفیہ کے ساتھ بس یہی ہو رہا تھا۔وہ فقط اتنا چاہتی تھیں کاشف اب نینا سے خار کھانا بند کر دیں جبکہ کاشف کو اس رویے کی توقع نا تھی۔ان کے چہرے کے تاثرات بھی کرخت ہوئے تھے

"وہ تمہیں شروع سے ہی بہت عزیز رہی ہے صوفیہ۔۔۔تمہیں اسکی کوئی غلطی کبھی غلطی لگی ہی نہیں۔۔۔اسکی وجہ پتا کیا ہے۔۔۔وہ بالکل تمہارے جیسی ہے۔۔۔" صوفیہ نے انکی جانب دیکھا اور پھر ہاتھ سے انہیں مزید بولنے سے روک دیا

"نہیں کاشف صاحب۔۔۔آج مجھے کہہ لینے دیں کہ آپ ساری زندگی غلط تجزیہ کرتے رہے ہیں" صوفیہ کا انداز بالکل دوٹوک تھا۔انکے ہاتھ میں قران تھا۔ان کا دل چاہا آج سب کچھ سچ سچ کہہ ڈالیں

"اصل میں نینا بالکل آپ جیسی ہے۔۔۔اس نے نقوش، اور رنگ روپ ہی لیا ہے بس مجھے۔۔۔باقی سب تو آپ کا پرتو ہے وہ۔۔عادات، رویے۔۔سلیقہ۔۔۔سب آپ جیسا ہے۔۔۔اسکی طبیعت میں ضد آپ جیسی، نخرہ آپ جیسا، بے صبری آپ کے جیسی ۔۔برداشت آپ کے جیسی۔۔۔جلد بازی آپ کے جیسی۔۔۔اور بس آپ کو وہ کبھی اسی لئے اچھی نا لگی کہ وہ آپکو اس گھر میں اپنا سب سے بڑا حریف لگنے لگی تھی۔۔اسی لئے بچپن سے لے کر اب تک آپ نے ہمیشہ اس سے مقابلہ کیا ہے۔۔اسے کبھی محبت نہیں دی لیکن۔۔۔اب معاف کر دیں اسے۔۔۔۔وہ پہلے ہی بڑی مشکل میں ہے۔۔" انہوں نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا تھا۔لہجہ گلوگیر ہو گیا تھا۔وہ مزید بھی کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن الفاظ جیسے حلق میں پھنسنے لگے تھے۔

نینا کا چہرہ نظروں کے سامنے گھومنے لگا تھا۔اس بار جب وہ ویک اینڈ پر رہنے آئی تھی تو اس کے انداز بہت مختلف محسوس ہوئے تھے انہیں۔۔۔وہ منہ پھٹ اور بدتمیز تھی۔اپنے دُکھوں کو رو کر نہیں، چیخ چلا کر ظاہر کرنے کی عادی تھی لیکن کبھی شکست خوردہ نہیں لگی تھی وہ انہیں۔۔۔اب تو وہ ہاری ہوئی لگتی تھی۔وہ ماں تھیں، اسکی بجھی ہوئی آنکھیں ان سے مخفی نہیں تھیں لیکن ان کے درمیان اسقدر جذباتی فاصلے تھے کہ وہ چاہ کر بھی اسکا دُکھ پوُچھ نا پاتی تھیں اور وہ تو کبھی ان پر اپنے دل کی بات نا ظاہر کرتی۔اسے عادت ہی نا تھی۔ماں ہونے کے

ناطے وہ اس کے کرچی کرچی ہوتے وجود کو دیکھتی تھیں لیکن کچھ پوچھنے کی ہمت نا کر پاتی تھیں اور اگر کبھی پوچھنے کی ابتداء کر ہی لیتی تھیں تو وہ ایسا تڑختا ہوا جواب دیتی تھی کہ وہ بے بس ہو کر غصہ کرنے لگتی تھیں لیکن انہیں دُکھ ضرور ہوتا تھا اور انکی خواہش تھی کہ کاشف بھی اس دُکھ کو محسوس کریں۔بے شک منہ سے کچھ نا کہیں۔۔۔اپنی غلطیوں کا کوئی ازالہ کوئی کفارہ ادا نا کریں لیکن اب" اسے" کوسنا بند کر دیں لیکن چاہ کر بھی وہ یہ بات شوہر کو سمجھا نا پاتی تھیں جبکہ وہ ان کے الزامات کو سُن کر ناراض سے نظر آنے لگے تھے

"صوفیہ تم مجھے ہی الزام دیتی رہنا۔۔۔ساری زندگی یہی کیا ہے تم نے۔۔۔اسی وجہ سے نینا نے کبھی میری عزت نہیں کی۔۔کبھی مجھے باپ والا مان ہی نہیں دیا۔۔۔ مجھے طعنے دینے کی بجائے گر تم نے چار اچھی باتیں کبھی اسکو سکھا دی ہوتیں تو شاید حالات آج مختلف ہوتے۔۔۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم نے ہمیشہ نینا کی غلطیوں پر پردے ڈال کر اسے شہہ دی ہے۔۔۔یہی وجہ ہے کہ وہ آج اپنے غلط فیصلوں کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہے۔۔زری بھی تو ہے۔۔ہمیشہ میری عزت کرتی ہے۔۔ہمیشہ میرے فیصلوں کا احترام کرتی ہے۔۔لیکن یہ محترمہ ۔۔۔دو بدو مقابلے کرنے کو ہمیشہ تیار۔۔۔لیکن ایک بات تم بھی یاد رکھنا۔۔۔وہ زیادہ دن اس فیصلے پر قائم نا رہ پائیگی۔۔۔روتی دھوتی اسی گھر میں واپس آئیگی۔۔۔اور یہ بہت جلدی ہوگا۔۔۔دیکھ لینا تم۔۔۔اور پھر اسے احساس ہوگا کہ باپ کی اہمیت کیا ہوتی ہے۔۔باپ کا گھر کیا ہوتا ہے" وہ تلخ لہجے میں کہہ رہے تھے۔صوفیہ کے طعنوں نے انہیں زیادہ غصہ دلا دیا تھا۔صوفیہ چند لمحے انکی شکل دیکھتی رہیں۔انکی آنکھیں بالکل ڈبڈبا سی گئی تھیں۔۔۔بدقت بول پائی تھیں وہ۔۔۔

"جب بیٹیاں بیاہی جاتی ہیں تو ان کو کوسنے نہیں دیتے۔۔۔طعنے نہیں دیتے انہیں۔۔۔بلکہ ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔۔انکی بھلائی کا سوچتے ہیں۔۔ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر پردہ ڈالتے ہیں۔۔۔" انہوں نے گہری سانس بھرتے ہوئے بمشکل کہا تھا اور بوجھل دل لئے اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھیں۔آنکھیں چھلکنے لگی تھیں

☆......☆......☆

"ٹک ٹِک۔۔ٹِک ٹک۔۔ٹِک ٹِک" گھڑی کی سوئیاں رات کے پہر کافی بلند آواز میں اپنا سفر طے کرنے میں مگن تھیں،سمیع کی آنکھ جانے کس احساس کے ساتھ کھلی تھی۔اس نے کروٹ بدلی تھی اور پھر خود ہی چونک سا گیا۔وہ اکیلا سویا ہوا تھا۔اسے ایک لمحے میں ہی وہ سب یاد آگیا جو رات اس پر بیتا تھا۔وہ کونین کی گود میں سر رکھ کر خوب رویا تھا اور پھر جب درد کا غلبہ کم ہوا تھا تو اس نے اسے کمرے سے نکل جانے کے لئے کہا تھا۔وہ اس ہتک پر چُپ چاپ اسکی شکل دیکھتی رہی تھی اور پھر بناء کچھ کہے باہر نکل گئی تھی۔خیال اسے کونین کا آیا تھا لیکن یاد شہرین کی ہی آئی تھی ۔وہ شہرین کے لئے بے چین ہوا تھا۔وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا تھا پھر بناء چپل پہنے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ساتھ والا کمرہ ایمن کا تھا۔اس نے دھیرے سے دروازہ کھولا تو سامنے بیڈ پر ایمن لیٹی نظر آئی۔کوئی دوسرا وجود دکھائی نا دیتا تھا

"کونین۔کونین۔۔۔" اس نے آواز دی اور کمرے کے اندر داخل ہوگیا لیکن کمرے میں کوئی نہیں تھا۔اس نے باتھ روم کے

دروازے کی جانب دیکھا، وہاں بھی تاریکی نظر آرہی تھی۔اسکا مطلب تھا کہ وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔اسکا دل یکدم گھبرانے لگا تھا۔ایمن کے کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ کر وہ تیز تیز سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا تھا۔لاؤنج میں اندھیرا تھا لیکن باہر پورچ سے روشنی کی ہلکی سی لکیر میں بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ لاؤنج کا مرکزی دروازہ بند تھا۔اس نے ذرا سُکھ کا سانس لیا۔اس دروازے کے بند ہونے کا مطلب یہ تھا وہاں سے کوئی باہر نہیں گیا تھا۔اس نے مُڑ کر کچن کی راہ لی۔ذرا نزدیک ہونے پر اسے وہاں روشنی نظر آئی تھی

"کونین۔۔"اس نے پھر آواز دی تھی۔ایک ہی لمحہ لگا تھا جب غنودگی کے باعث تھکی تھکی سی آنکھیں لئے کونین نمودار ہوئی تھی۔

"شہرین کہاں ہے۔۔۔وہ اوپر کمرے میں نہیں ہے۔۔میں نے ایمن کا کمرہ بھی چیک کرلیا ہے۔۔وہ وہاں بھی نہیں ہے"اس نے بے چینی سے سوال کیا تھا۔کونین نے آنکھیں پٹپٹا کر اسے گھورا تھا

"بھوک لگ رہی تھی انہیں۔۔۔انکا ٹرائفل کھانے کا دل چاہ رہا تھا۔۔وہی بنا کر دیا ہے" نیند کے باعث اسکی آواز کافی بوجھل ہو رہی تھی

"اچھا۔۔اس نے کونین کے عقب سے شہرین کو ڈھونڈنے کی کوشش کی اور پھر کچھ سوچ کر وہیں رُک گیا۔شام کو جو کچھ ہو چکا تھا۔اسکی وجہ سے اسے براہِ راست کچن تک جانے میں جھجھک محسوس ہو رہی تھی۔

"وہ۔۔میرا مطلب ہے۔۔۔سب ٹھیک ہے نا۔۔؟"کونین اسکی شریکِ حیات تھی لیکن ان کے درمیان ایک حیا کا رشتہ تھا۔اسی لئے وہ اپنی بات مکمل نہیں کر پایا تھا

"آجائیں۔۔۔سب ٹھیک ہے۔۔۔ٹرائفل سے کھیل رہی ہیں۔۔"اس نے اکتا کر کہا تھا۔سمیع تھکے تھکے سے قدم اٹھاتا کچن میں داخل ہوا تھا۔

"بھائی۔۔۔یہ تو بہت میٹھا ہے۔۔۔پھپھو نے بنایا ہے میرے لئے۔۔۔میٹھا میٹھا۔"شہرین نے اسے دیکھ کر بچگانہ سے انداز میں کہا تھا وہ تڑپ کر اس کے قریب آیا تھا۔

☆......☆......☆

"تم نے ٹیوٹر کو تو بتا دیا تھا نا کہ آج وہ چھٹی کرلے؟"سمیع نے ہاسپٹل کے ویٹنگ لاؤنج میں بیٹھے ہوئے شہرین سے پوچھا تھا۔وہ ایمن کی ویکسی نیشن کے لئے وہاں آئے تھے۔

"ہاں۔۔اسکو تو دو دن پہلے ہی انفارم کر دیا تھا میں نے" شہرین نے اثبات میں سر ہلایا تھا پھر ایمن کے بالوں میں لگی پن کو اتار کر دوبارہ سے درست کر کے لگاتے ہوئے بولی

"اسکو انفارم کرنا انتہائی ضروری ہے ورنہ وہ بلاوجہ ناراض ہوتی کہ میں تو آ گئی تھی لیکن ایمن موجود نہیں تھی۔۔۔اتنی اچھی ٹیوٹر

کی ناراضی نہیں مول لے سکتی میں" شہرین کا انداز ٹیوٹر کے معاملے میں ہمیشہ ہی پر جوش ہو جایا کرتا تھا۔ سمیع نے ناگواری سے سر جھٹکا تھا

"اب اتنا بھی مت سر چڑھاؤ ایک ٹیوٹر کو۔۔۔ خوامخواہ میں ناراض ہوتیں وہ محترمہ۔۔۔ان کو تو خوش ہونا چاہیئے کہ ان کو پڑھانا نہیں پڑے گا۔۔ چھٹی کریں گی محترمہ اور ہم کوئی فیس تھوڑی نا کاٹ رہے ہیں۔۔ فیس تو پوری ادا کرتے ہیں نا انکو" اس نے شہرین کو چڑانے کے لیئے تکبر بھرے انداز میں کہا تھا۔ وہ جانتا تھا شہرین ایمن کی تیوٹر کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سنتی تھی۔ شہرین نے اسکی بات کی تردید کے لیئے فوراً گردن نفی میں ہلائی تھی

"ارے نہیں بھئی۔۔ کہا نا میں اسکی ناراضی کا رسک نہیں لے سکتی۔۔ وہ جتنے پیار سے میری ایمن کو پڑھاتی ہے نا۔۔ ایسے کوئی دوسرا نہیں پڑھا سکتا تھا۔ اسکی ایک ایک چیز پر سخت توجہ دیتی ہے۔۔۔ وربل ہو یا موٹر سکل کی پریکٹس۔۔ ہر چیز پر محنت کرتی ہے۔۔۔ ایمن کو پینسل بھی نا پکڑنی آتی تھی لیکن اب دیکھو لیٹر فارمیشن سے لے کر کلرنگ تک ہر چیز میں امپروو کیا ہے اس نے" وہ تفصیل سے سُن رہی تھی۔ یہ شہرین کی عادت تھی ،اسے جب کوئی بھا جاتا تھا تو اسکی تعریف میں وہ زمین آسمان کے قلابے ملانے کو تیار رہتی تھی۔ سمیع بے دلی سے سُنتا رہا۔ انکی اپائنٹمینٹ فکس تھی لیکن پھر بھی رش ہونے کے باعث تاخیر ہو رہی تھی اور اسی لیئے سمیع کی اکتاہٹ بھی بڑھ رہی تھی۔ اسی دوران ایمن نے اپنی پانی والی بوتل شہرین کی جانب بڑھائی تھی۔ سمیع کی توجہ ان دونوں کی ہی جانب تھی۔ شہرین نے ہاتھ آگے بڑھا کر بوتل کو پکڑنا چاہا تھا لیکن بوتل نیچے گر گئی تھی

"اوہو۔۔ دھیان سے ایمن۔۔ میرے ہاتھ میں دینے کی بجائے آپ نے بوتل نیچے گرا دی" وہ سر کو جھٹکتے ہوئے ناراض سے لہجے میں بولی تھی۔ سمیع نے حیرت سے اسکے انداز کو دیکھا کیونکہ وہ غور کر رہا تھا شہرین نے جان بوجھ کر اپنا ہاتھ اس زاویے میں نہیں بڑھایا تھا جس زاویے سے ایمن اسے بوتل پکڑا رہی تھی۔ سمیع نے جھک کر بوتل اٹھائی تھی اور کچھ کہے بناء اس نے وہ بوتل شہرین کو دینی چاہی تھی۔ شہرین نے ہاتھ بڑھایا تھا اور ایک بار پھر سمیع نے بغور دیکھا کہ وہ ہاتھ کو بالکل الگ سمت میں آگے کر رہی تھی۔

"اس طرف دیکھو نا۔۔ ایسے تو یہ پھر گر جائیگی" سمیع چڑ کر بولا۔ شہرین نے سر جھٹکا تھا

"اچھا۔ سوری۔۔۔ مجھے نظر نہیں آیا تھا" وہ کچھ الجھی ہوئی لگتی تھی۔

"مجھے لگتا ہے میری آئی سائٹ کچھ کمزور ہو رہی ہے۔۔۔ بعض اوقات مجھ سے چیزوں پر فوکس نہیں ہوتا" وہ سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے آنکھوں کو مسلتے ہوئے بولی تھی۔ سرجری کے بعد سے ہی اسکی آئی سائٹ پر فرق پڑ گیا تھا لیکن وہ عینک نہیں لگاتی تھی۔ ایمن کا نام پکارا گیا تو وہ دونوں ایمن کے ہمراہ مطلوبہ ڈاکٹر کے کمرے میں چلے آئے تھے۔ ایمن کی صحت بالکل ٹھیک تھی، اسکا قد کاٹھ بھی اپنی عمر کے بچوں کے حساب سے ٹھیک بڑھ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے اسکا وزن، قد اور دانت وغیرہ چیک کرنے کے بعد انہیں ڈسپینسری میں جانے کے لیئے کہا تھا جہاں نرس ایمن کو انجیکشن لگانے والی تھی۔

"اب نیکسٹ اپائنٹمینٹ نیکسٹ برتھ ڈے پر ہوگی جب ایمن سات سال کی ہو جائیگی" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے نسخہ شہرین کی جانب بڑھایا تھا۔

"سات نہیں پانچ۔۔" شہرین نے تصحیح کی اور ساتھ ہی نسخہ پکڑنے کے لئے ہاتھ آگے کیا۔اس کے انداز اور الفاظ دونوں پر ہی نا صرف ڈاکٹر بلکہ سمیع نے بھی چونک کر اسکا چہرہ دیکھا

"ایمن چھ سال کی نہیں ہے کیا۔۔؟" ڈاکٹر چونکہ انکو ایک سال سے جانتی تھی۔ایمن نا صرف ویکسی نیشن کے لئے بلکہ ہر قسم کے وائرل انفیکشن وغیرہ کے لئے بھی ان کے پاس ہی آتی تھی ۔اسی لئے وہ اس فیملی سے اچھی طرح سے واقف تھیں۔انہوں نے شہرین کی بات پر حیرانی کا اظہار بھی اسی لئے کیا کہ ان کے پاس تو ایمن کا سارا ریکارڈ موجود تھا تو مسز سمیع کس بنیاد پر انکی بات کو رد کر رہی تھیں

"جی ڈاکٹر آپ درست کہہ رہی ہیں۔۔۔ایمن چھ سال ہی کی ہے۔۔۔شہرین کو تو آجکل کوئی بات ٹھیک سے یاد ہی نہیں رہتی۔۔۔یہ آجکل خیبر پختونخواہ کے قریب قریب گھومتی رہتی ہیں" سمیع نے بظاہر مسکرا کر مگر طنزیہ انداز میں کہا تھا۔ڈاکٹر نے مسکرا کر سمیع کی جانب دیکھا پھر دوبارہ شہرین کی جانب دیکھنے لگیں

"اچھا۔واقعی۔لیکن ایسا کیوں۔۔۔اسکی وجہ کوئی سیاسی وابستگی تو نہیں نا؟" وہ بھی مذاق کرنے والے انداز میں پوچھنے لگی تھیں۔ان کے اس فیملی کے ساتھ فیملی ٹرمز تو نہیں تھے لیکن پھر بھی فرینڈلی ٹرمز ضرور تھے۔

"نہیں نہیں۔۔۔وجہ نہیں ہے دراصل ان کی ادے رہتیں ہیں ناوہاں۔۔۔پشاور میں۔۔اس لئے انکا دھیان گُمان سب وہیں رہتا ہے آجکل" سمیع اب کی بار ہنسا تھا۔ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور ساتھ ہی دوبارہ نُسخہ شہرین کی جانب بڑھایا تھا اور تب ہی سمیع نے انہیں کسی قدر چونکتے ہوئے دیکھا۔اس نے یکدم ہی شہرین کو دیکھا تھا۔شہرین نے ڈاکٹر کے نسخہ والے ہاتھ کے زاویے سے بالکل الگ سمت میں اپنا ہاتھ بڑھا کر نسخہ پکڑنا چاہا تھا۔سمیع نے دیکھا اس نے نسخہ ہاتھ میں نا آنے پر سر جھٹکا تھا اور دوبارہ سے نسخہ پکڑنے کی کوشش کی تھی۔اب کی بار ڈاکٹر نے وہ کاغذ کا ٹکرا بالکل اس کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔سمیع نے ڈاکٹر کی جانب دیکھا۔وہ اسے ہی استفہامیہ انداز میں دیکھ رہی تھیں

"ڈاکٹر ہمیں آپ سے ایک اور بھی بات کرنی تھی۔۔۔کیا آپ شہرین کے لئے کوئی اچھا اوپتھمولوجسٹ (آئی اسپیشلسٹ) ریفر کرسکتی ہیں۔۔۔" وہ ان سے پوچھ رہا تھا۔ڈاکٹر نے دوبارہ شہرین کا چہرہ دیکھا اور پھر سمیع کی جانب دیکھا۔ان کے انداز یکدم ہی کچھ مضحکہ خیز سے لگنے لگے تھے جیسے کچھ سمجھ نا پا رہی ہوں۔

"اچھا۔۔کیا ہوا۔کوئی مسئلہ ہے کیا۔۔" انہوں نے چند منٹ کے توقف کے بعد سوال کیا تھا۔وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھے تھے

"شہرین کو ملنا ہے آپتھمولوجسٹ سے۔۔۔۔اسکی آئی سائٹ کچھ کمزور ہو رہی ہے۔۔" سمیع نے جواب دیا تھا۔اس دوران

ڈاکٹر مسلسل شہرین کی جانب دیکھتی رہی تھیں

"شہرین آپ بچی کو انجیکشن لگوائیں۔۔میں تب تک آپ کے ہزبینڈ کو ڈاکٹر کا ایڈریس ڈھونڈ کر دیتی ہوں۔۔ڈسپینسری میں کافی رش ہوگا تو آپ جا کر ٹوکن وغیرہ لیجیئے۔۔اس سے وقت بچ جائیگا آپکا۔" ڈاکٹر نے اس سے کہا تھا۔وہ سر ہلاتے ہوئے ایمن کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئی تھی۔سمیع وہیں کھڑا رہا

"کیا مسئلہ ہے۔۔؟" ڈاکٹر نے شہرین کے کمرے سے نکلتے ہی سمیع کی جانب دیکھا تھا

"یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں ڈاکٹر۔۔۔یہ تو ڈاکٹر سے مل کر پتا چلے گا نا۔۔میرا خیال آئی سائٹ ویک ہو رہی ہے" سمیع مسکراتے ہوئے بولا تھا

"شہرین کے ریگیولر چیک اپس ہو رہے ہیں نا۔۔؟" ڈاکٹر نے دوسرا سوال پوچھا تھا اور تب ہی سمیع ذرا ٹھٹھکا تھا

"جی۔۔بائی اینولی ہونگے۔۔۔نیکسٹ منتھ ہے اسکی اپائنٹمینٹ۔۔۔" اس نے نا سمجھی کے سے عالم میں بات مکمل کی تھی

"میرا خیال ہے آپکو ان کے سرجن سے۔۔یا آنکولوجسٹ وغیرہ سے فوراً ملنا چاہیئے۔۔" ڈاکٹر کے انداز سمیع کو مشکوک کر رہے تھے۔

"جی بہتر۔۔آپتھمولوجسٹ سے مل لوں۔۔پھر ڈاکٹر طیب سے اپائنٹمینٹ لیتا ہوں" وہ کچھ کنفیوزڈ سا ہو کر بولا تھا

"آپ عجیب انسان ہیں۔۔اس مسئلے کو تو ایک منٹ کے لئے بھی نہیں ٹالا جا سکتا۔۔۔آپ فوری شوکت خانم کی اپائنٹمینٹ لیں۔۔۔آپ دیکھ بھی رہے ہیں کہ انہیں فوکس کرنے میں مسئلہ ہو رہا ہے اور پھر آپ ہی نے بتایا کہ انکا دھیان بھی آجکل گم رہتا ہے۔۔یعنی یہ کچھ عجیب بی ہیو کر رہی ہیں لیکن پھر بھی آپ ابھی تک ان کے نیورو سرجن سے نہیں ملے۔۔۔" ڈاکٹر اب کی بار اسے گھر کنے کے انداز میں بولی تھیں۔

"نہیں ڈاکٹر۔۔شوکت خانم والوں نے تو کلیئر کر دیا ہوا ہے۔۔وہ مسئلہ تو الحمدوللہ ختم ہو چکا ہوا ہے"

سمیع نے ذرا سا گھبرا کر مگر عجلت میں کہا۔اسکی تو ہمت ہی نا پڑتی تھی کبھی "کینسر" جیسا لفظ بھی منہ سے نکالنے کی۔ڈاکٹر نے گھری سانس بھری پھر اسکی جانب ہمدردی بھرے انداز میں دیکھا تھا

"میں آپکو پریشان نہیں کرنا چاہتی۔۔لیکن کینسر بہت ظالم مرض ہے مسٹر سمیع۔۔۔یہ کب کیسے پلٹ کر آجائے۔۔پتا نہیں چلتا۔۔۔آپ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ آپکی مسز کچھ ویئرڈ بی ہیو (عجیب برتاؤ) کر رہی ہیں آجکل۔۔۔اور میں نے خود انہیں نسخہ پکڑاتے ہوئے ابھی غور کیا۔وہ بالکل بھی فوکس نہیں کر پا رہیں۔۔یہ اچھی علامتیں نہیں ہیں سمیع صاحب۔۔۔اسی لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ فکسڈ اپائنٹمینٹ کا انتظار کرنے کی بجائے آج ہی شہرین کے ڈاکٹر سے ملیں۔۔۔اللہ نا کرے کوئی پریشانی والی بات ہو۔۔لیکن اٹس بیٹر ٹو بی آن

دا سیف سائیڈ۔۔ہوپ یو گوٹ مائی پوائنٹ۔۔"ڈاکٹر کے انداز میں ہمدردی سی تھی۔سمیع کی تو جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔وہ گرنے والے انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا

☆......☆......☆

وہ دن سمیع کی زندگی کے انتہائی پریشان کُن دن تھے۔سب کچھ مل جانے کے بعد ایک بار پھر سب چھن جانے کا احساس اس پر حاوی ہوا چلا جارہا تھا۔وہ پہلے بھی ان پریشان کُن لمحات سے گزُرا تھا۔پہلے بھی یہی سب ہاسپٹلز کے چکر، لیب ٹیسٹس اور رپورٹس کا جان لیوا انتظار اس کے حواسوں کو مفلوج کئے رکھتے تھے لیکن اب تو حد ہوگئی تھی۔درد انتہائی جان لیوا تھا۔اس نے کسی کو بھی بتائے بناء دوبارہ شہرین کے آنکولوجسٹ سے رابطہ کیا تھا حالانکہ شہرین کا سال میں دوبار میڈیکل فالو اَپ تجویز کیا تھا۔ایک پورا پینل تھا جو ایسے مریضوں کے چیک اپس وغیرہ کے لئے متعین تھا مگر سمیع کی زبانی شہرین کے عجیب وغریب رویے کا سُن کر ڈاکٹر نے پہلے کی طرح فوری ایم آر آئی کا کہا تھا اور ساتھ ہی سمیع کو بھی بے نقط سنائی تھیں

"آپ عجیب انسان ہیں۔۔۔اتنے دن سے یہ سب دیکھتے رہے اور آپ نے ہم سے ملنا بھی گوارا نا کیا۔۔کسی کو بتایا نا کسی سے بات کی۔۔کیا ڈاکٹر سے مشورہ کرنا آپکی ذمہ داری نا تھی۔۔برین ٹیومر کو نزلہ زکام جتنی اہمیت بھی نادی آپ نے۔۔۔حالانکہ آپ کو پتا چل رہا تھا کہ کچھ نا کچھ ابنارمل ہو رہا ہے۔۔۔ بقول آپ کے وہ بلاوجہ ہنسنے لگتی تھیں۔۔۔آپ نے انہیں کسی وجہ کے بغیر روتے بھی دیکھا۔۔۔ان کی یادداشت کمزور ہو رہی ہے۔۔۔آپ کو احساس بھی ہو رہا تھا کہ سب کچھ نارمل سے کچھ ہٹ کر رہے لیکن آپ نے مجھے ایک کال بھی نا کی۔۔۔"وہ کافی ناراض تھے اور سمیع کا دل چاہا اپنا سر دیوار میں دے مارے۔۔۔یہ تو حقیقت تھی کہ سب کچھ نارمل نہیں تھا۔۔اور وہ سوچ رہا تھا کہ شہرین اپنی فیملی کے دباؤ میں یہ سب کر رہی ہے۔وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کرنے کے لئے یہ سب کر رہی ہے۔۔اس نے تو کبھی خواب میں بھی نا سوچا تھا کہ یہ موذی مرض پلٹ کر بھی آسکتا ہے۔۔۔ابھی تو اس کے وجود سے پچھلے علاج کے سلسلے میں سہے گئے جھٹکوں کی ذہنی تکلیف ہی ختم نا ہوئی تھی۔۔اس نے تو مکمل طور پر سُکھ کا سانس بھی نا لیا تھا۔۔۔اور پھر ایک بار وہی ہوا تھا جس کے نا ہونے کی اس نے لاتعداد دعائیں کی تھیں

وہ لمحہ جب رپورٹس دیکھ کر اسے شہرین کی حالت کے متعلق بتایا گیا تو اسکا بس نا چلتا تھا کہ ڈاکٹرز کے پینل کے سامنے ہی بیٹھ دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دے

"سمیع صاحب ایک معالج کبھی اپنے منہ سے کسی مریض کے لئے بدفال نہیں نکالتا۔۔۔یہ ہمارا کام ہی نہیں ہے کہ کسی کو مایوسی کے اندھیروں میں دھکیلیں۔۔"یہ ڈاکٹر طیب تھے۔شہرین کے پینل کے سب سے سینئر ڈاکٹر۔۔۔

ان کے چہرے کے تاثرات نے ہی سمیع کو جیسے سب سمجھا دیا تھا۔۔اسے انکی کسی بات کا بھروسا نہیں رہا تھا

یہی سب باتیں اس نے فقط چند مہینے پہلے بھی تو سنی تھیں ۔۔ابھی دیر ہی کتنی ہوئی تھی اسے سُکھ کا سانس لئے ہوئے اور پھر یہ ڈاکٹرز اس کے سامنے جھوٹی تسلی اور دلاسوں کا انبار لئے ہوئے آگئے تھے

"لیکن کینسر وہ بھی اسٹیج فور۔۔۔صورتحال کچھ اطمینان بخش نہیں ہے ۔۔۔کیمو اور ریڈی ایشن سے ویسے ہی مریض خالی ہو جاتا ہے ۔۔۔اس کے اندر اس بیماری کے خلاف لڑنے کی ہمت ہی نہیں رہتی ۔۔۔اور پھر۔" ڈاکٹر طیب اسکا چہرہ دیکھتے تھے اور بات مکمل کرنے کے لئے کئی وقفے لیتے تھے

"آپ خدا پر بھروسہ رکھیں۔۔معجزے اسی دنیا میں ہوتے ہیں۔۔اور انسانوں کے ساتھ ہی ہوتے ہیں" وہ رُک رُک کر بات مکمل کر رہے تھے ۔

"ہمت کو قائم و دائم رکھیں سمیع صاحب ۔۔۔اُن کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے" ڈاکٹر نے گویا تابوت کی آخری کیل بھی ٹھونک ڈالی تھی۔

سمیع کی ہمت جواب دے گئی تھی۔اس نے میز کی سطح پر سر رکھا اور پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگا تھا۔

☆......☆......☆

اس کے اگلے چند دن وہ ڈاکٹرز سے مل کر آنیوالے وقت کے بارے میں مشورے لیتا رہا تھا۔

"انکی یادداشت پر بہت تیزی سے فرق پڑ سکتا ہے ۔۔۔یہ آپ سب کو بھول سکتی ہیں۔۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے دماغ سے زندگی کا کچھ حصہ بالکل ختم ہو جائے مگر کچھ حصہ باقی رہ جائے ۔۔۔حتمی تو کچھ بھی نہیں ہے ۔۔۔مگر یہی عمومی علامتیں اور اثرات ہیں جو ظاہر ہو سکتے ہیں ۔۔۔" سمیع کو بتایا گیا تھا۔زندگی ایک بار پھر آگے کنواں پیچھے کھائی والے مرحلے پر آ گئی تھی۔وہ آشیانہ جو ابھی تنکا تنکا سمیٹ کر بنانا شروع کیا تھا،وہ ایک بار پھر زلزلوں کی زَد پر آ گیا تھا

گھر کی دیکھ ریکھ کے لئے اماں رضیہ موجود تھیں لیکن ایمن کو کیسے سنبھالنا تھا یہ سمیع کے لئے کافی بڑا سوال تھا۔سمیع پہلے بھی اسے بورڈنگ میں بھیجنے کے متعلق سوچتا رہتا تھا لیکن اس بار اس نے حتمی فیصلہ کیا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ شہرین کو اس تکلیف سے گزرتا دیکھ کر ایمن کسی ذہنی خدشے سے دوچار ہو جو اسکی آئندہ زندگی میں تکلیف کا باعث بنے ۔وہ بہت مشکل سے ٹریک پر آئی تھی۔ پہلے سے زیادہ سمجھدار ہو چکی تھی ۔اسے گھر کی کشیدہ صورتحال کے بارے میں سوالات کرنے کی عادت پڑ رہی تھی ۔اس لئے اسکا کچھ عرصہ کے لئے گھر سے دور رہنا ہی بہتر تھا۔

☆......☆......☆

"ایکسکیوزمی ۔۔۔۔" اس نے دروازے پر دستک دینے کے ساتھ ساتھ دھیمی سی آواز میں کہا تھا۔سمیع کمپیوٹر ٹیبل کی دوسری

جانب ریوالنگ چئیر کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے جیسے ساری دنیا سے ناراض پڑا تھا۔ دستک پر بہت بے دلی سے اس نے آنکھیں کھول کر اسٹڈی کے دروازے کی جانب دیکھا۔ اماں رضیہ دستک دے کر نہیں آتی تھیں۔ اسے دیکھ کر وہ چونکا پھر سنبھل کر بیٹھ گیا

"میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں" ایمن کی ٹیوٹر نے سادہ سے انداز میں کہا پھر اس کی اجازت کا انتظار کئے بناء اندر داخل ہوگئی اور میز کے ساتھ پڑے آرم چئیر پر ٹک گئی۔ سمیع نے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا جیسے اپنی توانائی کو بحال کرنے کی کوشش کی ہو۔ اسکی آنکھیں بے پناہ سُرخ ہو رہی تھیں۔

"جی فرمائیے۔۔کوئی مسئلہ ہے کیا؟" وہ کچھ حیران نظر آتا تھا۔ ٹیوٹر کے ساتھ اب تک ہر معاملہ شہرین نے طے کیا تھا۔ یہ سمیع کے ساتھ اسکی باضابطہ پہلی ملاقات تھی

"دیکھیں مجھے زیادہ گھما پھرا کر باتیں کرنی نہیں آتیں۔۔۔ میں جانتی ہوں آپ ایک مشکل وقت سے گزر رہے ہیں۔۔۔لیکن یقین کریں آسانی تو دنیا میں کسی کے لئے بھی نہیں ہوتی۔۔۔ آپ مشکل میں ہیں۔۔لیکن کیا پتا آپ کے سامنے بیٹھا شخص آپ سے بھی زیادہ کڑے امتحان کا شکار ہو۔۔۔ اس لئے ان غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کچھ ہاتھ نہیں آنیوالا۔۔۔ اور میری تو دعائیں ہی قبول نہیں ہوتیں ورنہ میں آپکو ضرور ہی دے دیتی کہ اللہ آپ کی مشکل آسان کرے۔۔۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ غیر ضروی رسمی دنیاداری والی باتیں وقت کا ضیاع ہی ہیں۔۔۔ میں یہ پوچھنا چاہ رہی تھی ایمن کو کس خوشی میں ہاسٹل بجھوا رہے ہیں آپ۔۔۔؟" وہ اپنے مخصوص منہ پھٹ انداز میں سامنے بیٹھے شخص کے چہرے کے تاثرات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ سمیع نے اسکی بات سُن کر سر ہلایا پھر چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا جیسے جواب دینے کے لئے ہمت اور الفاظ دونوں جمع کر رہا ہو

"جس نے آپکو میری مشکل سے آگاہ کیا ہے۔۔۔ اس نے یہ بھی تو بتا دیا ہوگا نا کہ ایمن کو کیوں ہاسٹل بجھوا رہا ہوں میں۔۔۔" وہ بے دم سے انداز میں بولا تھا۔ اس نے اسکی جانب ناپسندیدگی سے دیکھا

"مسئلہ اگر درخت کی شاخ میں ہو تو کیا جڑ کاٹ دینے سے مشکل حل ہو جاتی ہے۔۔۔ عجیب منطق ہے بھئی آپکی۔۔۔" وہ چڑ کر بولی پھر ٹیبل کی سمت آرم چئیر کو گھسیٹتے ہوئے بولی

"مسز شہرین کا ایشو تو ہے لیکن آپ اپنی بیٹی کا بھی تو سوچیں۔۔۔ یہ بات تو واضح ہے کہ آپ نے کبھی اپنی بچی کے متعلق سوچا ہی نہیں ہے۔۔۔ آپ اسے ہاسٹل بھیج کر اس سے لاپرواہ ہو جانا چاہتے ہیں نا۔۔۔" وہ ناراض نہیں تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ شاید اسے تحمل سے بات کرنا نہیں آتا تھا۔ سمیع کو اس کے انداز میں ہمیشہ ایک دھونس بھرا تحکم محسوس ہوتا تھا۔ اسے اب بھی اسکا انداز بُرا لگا

"آپ ایک بار ایمن سے بات تو کر لیتے اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے۔۔۔ وہ ہاسٹل نہیں جانا چاہتی۔۔۔ اس نے مجھے چند پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ بورڈنگ نہیں جائیگی۔۔۔ آپ اسکی مرضی و منشاء کے بغیر ایسا کیسے کر سکتے ہیں"

سمیع نے ایک بار پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا اور بمشکل کچھ الفاظ جمع کئے تھے

"جب آپ خود ہی کہہ چکی ہیں کہ گفتگو غیر رسمی ہوگی تو میں بھی آپ سے کیا چھپاؤں اب۔۔۔شہرین اور میں ایسا نہیں چاہتے تھے ۔۔ہم نے اپنی بیٹی کے لئے بہت خواب بُن رکھے تھے لیکن شہرین۔۔۔۔اس نے اتنا کہا پھر یکدم چُپ ہوگیا جیسے خود کو سنبھال رہا ہو

"خیر۔۔میں ایمن کے لئے آپکا کنسرن سمجھ سکتا ہوں اور اسکے لئے آپکا شکر گزار بھی ہوں لیکن اس اسٹیج پر سب چیزیں میرے اختیار میں نہیں رہیں۔۔۔میں خود کو بے حد مجبور پاتا ہوں۔۔یقین کیجئے یہ فیصلہ میں نے بھی خوشی سے نہیں کیا لیکن۔۔حالات آپ کے سامنے ہیں۔۔شہرین کے معاملے میں اب کوئی امید رکھنا گویا بناء بادل کے بارش والا حساب ہے۔۔۔اور اماں رضیہ عمر کے جس حصے میں ہیں۔۔وہ گھر ہی سنبھال لیں تو بڑی بات ہے۔۔۔میں کتنا بوجھ ڈالوں ان ضعیفہ پر۔۔۔۔پہلے ہی بڑے احسان ہیں ان کے مجھ پر۔۔۔۔اسی لئے مجبوراً یہ فیصلہ کیا ہے میں نے ۔۔خوشی سے کون کرتا ہے اپنی اولاد کو خود سے دور۔۔۔" وہ بے حد بیچارگی سے کہہ رہا تھا۔اس کے ٹوٹے ہوئے لہجے نے نینا کو احساس دلایا تھا کہ صورتحال کافی پیچیدہ ہے۔

"آپ صحیح کہہ رہے ہونگے مسٹر سمیع لیکن پلیز اس پوائنٹ پر بھی غور کریں۔۔۔۔ایمن بہت حساس بچی ہے۔۔بورڈنگ میں تو بیچاری گُھل گُھل کر ختم ہوجائیگی۔۔۔۔ گھر میں رہے گی تو صرف ماں کی محبت سے محروم ہوگی۔۔ہاسٹل میں تو باپ کی محبت بھی نا ملے گی ۔۔اور پھر یہاں اماں رضیہ ہیں جن سے وہ بہت اٹیچڈ ہے۔۔بورڈنگ میں تو وہ بھی نا ہونگی۔۔ظلم ہے سمیع صاحب۔۔بہت ظلم ہے یہ" وہ جذباتیت کی آخری اسٹیج پر تھی۔سمیع نے سر ہلایا،وہ خود کافی لاچار محسوس کر رہا تھا اپنے آپکو۔۔۔اسے بولنے کے لئے الفاظ ہی نا مل رہے تھے جبکہ وہ جیسے اپنی ہی دُھن میں مگن بول رہی تھی۔انداز ایسا کہ جیسے کسی اور ہی جہان میں ہو۔۔۔

"سمیع صاحب اسے آپکی ضرورت ہے۔۔بیٹیوں کو باپ کے روپے پیسے آرام آسائش کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔انہیں انکی محبت چاہیئے ہوتی ہے۔۔انکی شفقت۔۔انکی مسکراہٹ۔ان کے میٹھے بول۔۔۔چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں اپنے شانوں کے گرد اپنے باپ کے مضبوط کندھے کا آسرا۔۔۔ہر مشکل حل کر دیتا ہے۔۔انہیں تو بس اس لمس کی ضرورت ہوتی ہے جو اندھیرے میں جگنو بن کر ان کے ساتھ رہتا ہے۔۔روتے بلکتے چہرے پر محبت بھرا بوسہ۔۔۔یا گلے لگا کر ہر مسئلہ حل ہوجانے کی تسلی۔۔۔یا یہ دلاسہ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔۔میں تمہارا ہوں۔۔ہر حال میں تمہارا۔۔تم پر یقین ہے مجھے۔۔۔تم بہت پیاری ہو مجھے۔۔۔تم سے محبت کرتا ہوں میں۔۔۔میری آنکھوں کا نور ہو تم۔۔۔پھر سمیع صاحب چاہے باپ انہیں سوکھی روٹی کھلائے یا جھونپڑی میں رکھے۔۔وہ خوشی خوشی کھا لیتی ہیں خوشی خوشی رہ لیتی ہیں۔۔۔طعنے کوسنے دے کر مار پیٹ کر کھلایا گیا مرغ مسلم بیٹیوں کا پیٹ تو بھر سکتا ہے لیکن انکی ذات کا خلاء صرف باپ کی محبت سے پُر ہوتا ہے ورنہ وہ ترستی رہتی ہیں۔۔۔تڑپتی رہتی ہیں۔۔۔آپ اپنی بیٹی کے ساتھ یہ مت کریں۔۔۔اچھے انسان ہیں آپ۔۔۔فیملی اورینٹڈ۔۔۔ایمن کو اپنے ساتھ رکھیں۔۔۔پھر چاہے دن میں ایک بار ہی سہی۔۔۔لیکن بس ایک بار آپ مسکرا کر اسکا

ماتھا چُوم لیا کریں گے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا۔۔۔ بورڈنگ میں تو وہ اس لمس کو بھی ترس کر رہ جائیگی۔۔۔۔ یہ مت کریں اس کے ساتھ" وہ کسی اور ہی ذہنی رو میں بھٹکی بات کر رہی تھی۔ بات مکمل ہوئی تو جیسے وہ بھی چُپ سی ہوگئی۔ سمیع کو لگا اسکا لہجہ بھیگ رہا تھا۔ سمیع نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔ اسکی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی لگتی تھیں سمیع کی نگاہوں کو اپنے چہرے پر محسوس کر کے اس نے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ ان دونوں کی نظریں ملی تھی۔ وہ دونوں ہی جیسے اپنی اپنی کسی مشکل میں تھے اور دونوں کے پاس کہنے کو الفاظ نہیں تھے پھر اس کے سامنے بیٹھی اسکی بیٹی کی ٹیوٹر کو نین کاشف نثار نے ہمت مجتمع کی تھی اور اسکی آنکھوں میں جھانکا تھا

"سمیع صاحب! آپ کو بہادر ہونا پڑے گا۔۔۔ آپ ایک بیٹی کے باپ ہیں۔۔۔ اور کسی باپ کو بھی بزدل، بے شرم اور بے وفا نہیں ہونا چاہیئے" اب کی بار اس کے لہجے میں اتنی تپش تھی کہ سمیع کو اپنا وجود جھلستا ہوا محسوس ہوا

☆......☆......☆

"تمہیں اچھا لگا ٹرائفل۔۔۔؟" وہ کتنی محبت سے پوچھ رہا تھا۔ نینا کا دل بھر سا آیا۔ وہ شہرین سے ہمیشہ اسی انداز میں بات کرتا تھا لیکن وہ چاہتے ہوئے بھی کبھی شہرین سے نفرت نا کر پاتی تھی۔ اسے اُس سے ہمدردی محسوس ہوتی تھی۔۔۔ نفرت اسے اپنے بدلتے ہوئے جذبوں سے تھی۔ اسے نفرت خود سے محسوس ہوتی تھی جب اسکا دل چاہتا تھا کہ سمیع اس سے بھی ایسے ہی پیار بھرے انداز میں مخاطب ہو جیسے وہ اپنی پہلی بیوی سے ہوتا ہے

بھائی۔۔۔ یہ تو بہت میٹھا ہے۔۔۔ پھپھو نے بنایا ہے میرے لئے۔۔۔ میٹھا میٹھا۔" شہرین نے اسے دیکھ کر بچگانہ سے انداز میں کہا تھا۔ چھ مہینے ہو چلے تھے وہ سمیع کو بالکل نہیں پہچانتی تھی۔۔ اسکی یادداشت بھی بہت محدود ہوگئی تھی۔ اسے اپنی ادے اور بھائی بہنوں کے علاوہ اگر کوئی یاد بھی آتا تھا تو اپنی خالہ اور پھپھیاں۔۔۔ ایمن اور سمیع اسکی یادداشت سے بالکل محو ہو چکے تھے۔ وہ کبھی سمیع کو اپنا بھائی اور کبھی اپنے ابو کی طرح پکارنے لگتی تھی۔ اسکا رویہ بھی کسی تین چار سالہ بچے کی طرح کا ہوگیا تھا۔ جسمانی طور پر وہ بالکل لاغر ہو چکی تھی اور دماغی حالت بھی بالکل خستہ تھی۔ وہ بولنا، کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب بھولتی جا رہی تھی۔ اسے بالکل کسی ننھے بچے کی طرح ٹریٹ کرنا پڑتا تھا۔ سمیع اس کے قریب آیا اور پھر ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمہیں اچھا لگا ٹرائفل۔۔۔؟" اس نے بہت محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ایک بار پھر پوچھا تھا۔ اسے اسی طرح شہرین سے ایک بات بار بار پوچھنے کی عادت تھی کیونکہ شہرین کو اکثر باتیں پہلی دفعہ میں سمجھ ہی نا آتی تھیں

"بہت۔۔" وہ بچوں کی طرح تیز تیز سر ہلا کر بولی تھی۔ اسکو اپنے مسلز پر بھی قابو نا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ اور ٹانگیں ایک اضطراری انداز میں حرکت کرتے رہتے تھے۔

"تم بھی کھاؤ۔ کھاؤ۔۔۔ میٹھا ہے" وہ چمچ بھر کر اس کے منہ میں ڈالنے لگی تھی۔ سمیع کو پتا تھا کہ بعض اوقات کھاتے کھاتے وہ

منہ میں بھرا ہوا نوالہ بھی باؤل میں ہی انڈیل دیتی تھی لیکن اسکے باوجود سمیع نے ٹرائفل سے بھرا چمچ منہ میں رکھ لیا تھا۔

"اچھا ہے۔۔۔بہت اچھا ہے۔۔۔چلو آؤ۔۔۔اب سو جاؤ۔۔۔بہت رات ہو گئی ہے۔۔۔" وہ بہت محبت سے کہہ رہا تھا۔شہرین نے نفی میں گردن ہلائی

"نہیں۔۔میں ادے کے ساتھ رہوں گی۔۔تم جاؤ۔۔جاؤ یہاں سے" وہ اسے دھکیلنے لگی تھی۔سمیع نے لاچاری سے کونین کی جانب دیکھا۔وہ ابھی تک دروازے کے پاس کھڑی تھی۔اسکی آنکھیں ضرورت سے زیادہ سُرخ تھیں۔سمیع نے نظریں چُرا لی تھیں۔

'آپ جائیں۔۔۔میں یہیں ہوں۔۔۔ان کے ساتھ" کونین نے تحمل بھرے انداز میں کہا تھا۔

"ہاں۔۔جاؤ۔۔جاؤ۔۔تم جاؤ" وہ اسے پیچھے کی جانب دھکیل رہی تھی۔سمیع کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور پھر پہلے سے بھی زیادہ تھکے قدموں کے ساتھ واپسی کے لئے مُڑا تھا

"جزاک اللہ کونین۔۔۔" کونین کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے بہت دھیمی آواز میں کہا تھا۔جواباً اس نے اسکی جانب دیکھا تک نا تھا۔جزاء تو اسے بھی اللہ ہی سے چاہیئے تھی لیکن اس شخص سے وہ اب صرف جزاء کی متقاضی نا رہی تھی۔

"اے محبت تیرے انجام پے رونا آیا۔۔۔۔۔۔" اسے واقعی رونا آیا تھا۔خاور کبھی کبھی اسے بے حد مزاحیہ انداز میں یہ غزل سنایا کرتی تھا اور وہ چڑ کر کہتی تھی

"دفع دور ایسی محبت جس میں آپکو رونا آئے" اب اسے احساس ہوا تھا کہ محبت واقعی رُلاتی ہے۔۔بے حد رُلاتی ہے



"میں آپکی مدد کر سکتی ہوں۔۔اگر آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ ایمن کو بورڈنگ نہیں بھجوائیں گے" اس دن سمیع کے سامنے بیٹھے اس نے خود یہ تجویز دی تھی۔وہ خود ہی اپنے اس دُکھ کا سب سے بڑا کارن تھی۔وہ خود تھی جس نے اس جلتی ہوئی آگ میں ہاتھ ڈالا تھا
۔سمیع نے حیران ہو کر اسکی شکل دیکھی تھی۔وہ کیا کہنے والی تھی۔وہ استفہامیہ انداز میں اسکی شکل دیکھنے لگا تھا

"میں ایمن کے لئے بے بی سٹنگ کر سکتی ہوں۔۔۔میں صبح سے شام تک اس کے پاس رُکنے کو تیار ہوں" وہ ایک احمقانہ بات کر رہی تھی۔سمیع نے سر جھٹکا تھا

"مس کونین۔آپکو اماں رضیہ نے جانے کیا بتایا ہے۔۔۔یہ ایک دو گھنٹے کی بات نہیں ہے نا ہی صورتحال اتنی نہیں ہے جتنی آپ سمجھ رہی ہیں۔۔۔ڈاکٹرز بالکل بھی پُر امید نہیں ہیں۔۔۔شہرین کی حالت دِنوں میں مخدوش ہو جائیگی۔۔۔۔۔۔اور میرا اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ میں اپنی چھوٹی سی بچی کو اس صورتحال کے بارے میں کیا بتاؤں گا۔۔۔۔یہ سب چیزیں جو ہمارے ساتھ وقوع پزیر ہو رہی ہیں یا آئندہ آنیوالے دنوں میں ہونگی۔۔۔یہ اسکی نفسیات پر بری طرح سے نظر انداز ہونگی۔۔۔اپنی ہی مدر کو ہوش و خرد کی دنیا سے بیگانہ ہوتا دیکھنا ایک ننھی

بچی کے لئے بہت تکلیف دہ ہوسکتا ہے۔۔" وہ انتہائی بیچارگی کے عالم میں بولا تھا۔اسکا لہجہ بھیگتا جاتا تھا۔وہ رُک رُک کر بات مکمل کر رہا تھا۔نینا نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا تھا

"آپ خود ہی تو کہہ رہی ہیں کہ وہ بہت حساس ہے۔۔۔میں اسکی شخصیت کو مزید کسی توڑ پھوڑ سے بچانا چاہتا ہوں۔۔یہ دیکھیں۔۔یہ پیپرز۔۔۔۔"

اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر سمیع نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے ایک فائل اپنے سامنے سے اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دی پھر وہ بولا تو اسکی آواز جیسے کسی کنویں سے آتی لگ رہی تھی۔نینا کو کسی کی پرسنل ڈاکیومینٹیشن میں بالکل دلچسپی نا تھی

"یہ شہرین کے کاغذات ہیں۔۔آج ہی ملے ہیں مجھے۔۔۔ آپ خود دیکھ لیں اور پھر مجھے بتائیں کہ ان کے بارے میں کیسے وضاحت دوں اپنی بیٹی کو۔۔۔میں تو خود نہیں پڑھ پایا انکو پوری طرح۔۔۔یہ جو بڑا سا لفظ دیکھ رہی ہیں نا آپ۔۔" اس نے اوپر والے کاغذ پر پین کی مدد سے نمایاں کئے گئے لفظ کی جانب اشارہ کیا تھا،نینا نے سر جھکا کر اس لفظ کو دیکھا تھا۔اسے بالکل اچھا نا لگا۔وہ شہرین اور سمیع کے طلاق نامے کو دیکھ کر کیا کرتی لیکن کاغذات پر نظر پڑتے ہی وہ دنگ رہ گئی تھی۔وہاں "کینسر" لکھا ہوا تھا۔اسے جھٹکا لگا تھا۔اس نے حیران ہو کر سمیع کا چہرہ دیکھا تھا۔

وہ تو یہ بات نہیں جانتی تھی ۔اماں رضیہ کے منہ سے فقط اتنا سُن کر "شہرین بیٹی ہم سب کو چھوڑ کر جا رہی ہیں" اپنی مخصوص جذباتیت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اٹھ کر یہاں آ گئی تھی۔اپنی جذباتیت میں وہ تو سمجھ ہی نا پائی تھی کہ معاملہ اس سے زیادہ بھی گھمبیر ہوسکتا ہے جتنا وہ سوچ رہی ہے

"اس لفظ سے خوف آتا ہے مجھے۔۔"سمیع نے لفظ کینسر پر انگلی بھی نا رکھی تھی۔وہ فقط آنکھ سے اس جانب اشارہ کر رہا تھا۔

"یہ لفظ خاندان کے خاندان کھا جاتا ہے۔۔کچھ نہیں رہنے دیتا یہ لفظ۔۔کہنے کو چار پانچ حرف ہی تو ہیں مگر ان چار پانچ حرفوں کا ڈسا پھر اس دنیا کے قابل کب رہتا ہے۔۔۔بس اس لفظ سے ڈر لگتا ہے مجھے۔۔۔اسکی کیا وضاحت دوں اپنی ننھی بیٹی کو۔۔کیسے سمجھاؤں اسے کہ کینسر کیا چیز ہوتی ہے۔۔آپ سمجھتی ہیں میں اسکی شخصیت میں خلاء پیدا کرنا چاہتا ہوں۔۔۔حقیقت تو یہ ہے کہ میں اسے اس خلاء سے بچانا چاہتا ہوں۔۔۔میں اسے اس "لفظ" کی حقیقت سے کوسوں دور رکھنا چاہتا ہوں۔کونین بی بی یہ لفظ بڑا ظالم ہے۔۔زندگی سے ڈر لگنے لگتا ہے اس لفظ کی وجہ سے۔۔۔جب آپ اپنی جان سے زیادہ ایک پیارے شخص کو تکلیف سے نقطہ نقطہ مرتے دیکھتے ہیں اور چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پاتے تو خود سے نفرت ہونے لگتی ہے آپکو ۔۔۔اور ہم تو یہ سب دیکھ ہی چکے تھے۔۔۔ہمارے لئے تو اب ایک الگ ہی امتحان سر اٹھائے کھڑا ہے۔۔ڈاکٹرز نے صاف ہی کہہ دیا ہے کہ بمشکل ڈیڑھ سے دو سال ہے ہمارے پاس۔۔۔۔اور ان ڈیڑھ دو سالوں میں بھی شہرین اپنی یادداشت کھو دے گی۔۔اسے میں اور میری بیٹی دونوں بھول جائیں گے۔۔۔ہم اس کے لئے اجنبی ہو جائیں گے۔۔۔کیا یہ سب دیکھ

دیکھ کر میری بیٹی کی ذہنی حالت ٹھیک رہے گی؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا

"میں تو بس ایمن کو تکلیف سے بچانا چاہتا ہوں۔۔۔اسے نہیں ڈرانا چاہتا زندگی سے۔۔اس کے سامنے پوری زندگی پڑی ہے ۔۔۔میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی کو ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی زندگی کی خوفناک حقیقتیں پتا چلیں۔۔۔بس یہی قصور ہے میرا۔" وہ بول بھی رہا تھا اور اسکی آنکھیں بالکل بھیگ گئی تھیں۔نینا کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سامنے بیٹھا توانا مرد بے آواز رونے لگا تھا۔اسے اس شخص پر ترس آیا۔اس نے کسی عورت کے لئے کسی مرد کو ایسے بلکتے نہیں دیکھا تھا۔سلیم بھی زری کے لئے رنجیدہ ہوتا تھا، پریشان ہوتا تھا۔۔لیکن ایسے نہیں۔۔۔کیا تھا یہ شخص۔۔۔اسے اس سے ہمدردی محسوس ہوئی۔وہ کیا کر سکتی تھی اس کے لئے۔۔ایمن کے لئے۔۔۔اسے کچھ تو کرنا چاہیئے تھا۔

"اس مسئلے کا ایک اور حل بھی ہے سمیع صاحب۔۔۔" اس نے بناء سوچے سمجھے اسکی جانب دیکھتے ہوئے بس کہہ ڈالا تھا۔وہ ایمن کے لئے کچھ کرنا چاہتی تھی۔۔۔کچھ ایسا جو اس بچی کو مستقبل قریب میں ہونیوالی کسی بھی تکلیف سے بچا سکے۔سمیع نے بھیگتی آنکھوں کو بناء صاف کئے اسکی تجویز کو سنا تھا

☆......☆......☆

آدھی رات گزر چکی تھی یا شاید آدھی رات باقی تھی۔صوفیہ کو اندازہ نا ہو سکا۔ان کی آنکھ تو موبائل کی گھنٹی بجنے سے کھلی تھی اور سوئے ہوئے تو ابھی زیادہ دیر بھی نا ہوئی تھی۔انکا دل کچھ بوجھل سا تھا پھر کاشف نے بحث ہو جانے کے بعد وہ کتنی ہی دیر اپنی بیٹیوں کو یاد کر کے بلاوجہ روتی رہی تھیں۔اسی لئے جب نیند ٹوٹی تو آنکھیں بدقت کھول پائی تھیں پھر انہوں نے ناگواری سے دوبارہ سو جانا چاہا۔کاشف کے سیل فون پر ابھی بھی مسڈ کالز آجایا کرتی تھیں لیکن صوفیہ کو اب پرواہ نا رہی تھی۔

"صوفیہ۔۔۔دیکھو۔تمہارا موبائل بج رہا ہے۔۔۔زری کا فون ہے۔" کاشف نے ان کے کندھے کو ہلا کر انہیں جگانا چاہا تھا۔وہ ایک دم سے ہڑبڑائی تھیں۔وہ تو سمجھ رہی تھیں یہ کاشف کے فون پر آنیوالی کوئی مسڈ کال ہوگی۔وہ ہڑبڑا کر اٹھیں

"اس وقت۔۔۔خیریت۔۔؟" وہ ڈر سی گئیں

"فون اٹھاؤ گی تو پتا چلے گا" وہ خود نیند میں تھے اس لئے چڑ کر بولے۔صوفیہ نے فون اٹھایا تھا اور پھر پریشانی کے عالم میں سنتی رہی تھیں۔

"زری کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔اظفر اسے ہاسپٹل لے کر جا رہا ہے۔۔۔مجھے بھی آنے کو کہہ رہا ہے" وہ بستر سے عجلت بھرے انداز میں اتری تھیں۔

"سب ٹھیک ہے نا۔۔کیا وقت ہو گیا اسکا؟" کاشف نے ڈلیوری کی بابت سوال کیا تھا

"نہیں۔۔۔لیکن اسکو تکلیف ہو رہی ہے کافی۔۔۔گھر کے نزدیک والی ڈاکٹر نے فوری اسپتال لے جانے کا بولا ہے۔۔۔آپ

لے چلیں مجھے۔۔اللہ میری بچی کو حفظ و امان میں رکھے۔۔خدا خیر کرے" وہ ہاتھ مسلتے ہوئے پریشانی کے عالم میں باتھ روم میں گھس گئی تھیں۔گاڑی نکالتے اور مطلوبہ اسپتال تک پہنچتے گھنٹہ لگ گیا تھا اور اس دوران وہ دونوں ہی مسلسل دعائیں کرتے رہے تھے۔اظفر انہیں ویٹنگ ایریا میں نظر نا آیا لیکن ریسپشن پر نام وغیرہ بتانے پر انہیں زری کے متعلق معلومات دے دی گئی تھیں۔کاشف تو ایسی باتوں سے ذرا لاعلم تھے لیکن صوفیہ نے آن ڈیوٹی سے کافی پوچھ گچھ کر لی تھی۔

"زچگی کروانے لگے ہیں۔۔بچے کو مسئلہ ہے کوئی" انہوں نے اپنے الفاظ میں کاشف کو مطلع کر دیا تھا اور خود تسبیحات میں مشغول ہوگئی تھیں۔کافی پریشانی کا عالم تھا۔اپنی ذات پر جب یہ وقت برتا تھا تو اور بات تھی لیکن اب جب بیٹی پر یہ وقت آیا تھا تو انکا دل بیٹھا جا رہا تھا اور ویسے بھی ابھی تو دو مہینے باقی تھے۔وہ لوگ ذہنی طور بھی تیار نا تھے۔

"اظفر تو کہیں نظر نہیں آرہا۔۔وہ کہاں ہے" کاشف کو ہی اسکا خیال آیا تھا

"یہیں کہیں ہوگا۔۔شاید کوئی دوائی وغیرہ لانے کو بولا ہو ڈاکٹر نے۔۔آجائے گا" صوفیہ نے تسبیح کے دانے گراتے ہوئے جواب دیا۔کاشف بھی اپنے آپکو سنبھالتے ہوئے وہیں ایلومینیم کی کرسی پر ٹِک گئے تھے۔زری میں انکی جان تھی اور وہ کافی گھبرائے ہوئے تھے۔ایک ڈیڑھ گھنٹہ وہ بس دعائیں کر کر کے وقت گزارتے رہے لیکن ڈاکٹر نے کوئی اطلاع نا دی تھی

"آپ چلے جائیں گھر۔۔صبح واپس آجائیے گا۔ایسے موقعوں پر دیر سویر ہو جایا کرتی ہے" صوفیہ نے ان سے کہا تھا

"میں کیسے جا سکتا ہوں صوفیہ۔۔اظفر یہاں ہوتا تو اور بات تھی۔تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔۔میں یہاں ہی رہوں گا" کاشف نے ٹھوس لہجے میں کہا تھا

"اظفر یہاں کہیں ہی ہوگا۔آپ اسے فون کر لیں نا موبائل پر۔۔" صوفیہ نے اصرار کیا تھا۔اب تو کافی دیر ہوگئی تھی اور داماد کی شکل تک نظر نا آئی تھی۔کاشف نے اپنا فون نکالا اور اسے کال ملائی تھی لیکن اسکا فون مشغول تھا۔انہوں نے حیرت سے فون کو دیکھتے ہوئے کال منقطع کر کے دوبارہ ملائی تو تب بھی اسکا فون مشغول ہی ملا تھا

"اسکا فون تو مصروف ہے۔۔شاید اپنی ماں کو فون کر کے بلوا رہا ہو" کاشف نے خود ہی عذر تراشا تھا۔

"آپ پریشان نا ہوں۔۔وہ فون بند کرے گا تو آپکو خود ہی کر لے گا۔آپ نینا کو فون کر دیں۔۔پھر ناراض ہوگی کہ اسے بتایا ہی نہیں" صوفیہ نے اب ساتھ لایا ہوا مصلّہ فرش پر بچھاتے ہوئے کہا تھا۔کاشف نے اس بات پر کوئی ردِعمل ظاہر نا کیا تھا بلکہ بیس پچیس منٹ گزر جانے کے بعد کاشف نے دوبارہ اظفر کو کال ملائی تھی لیکن اب کی بار بھی اسکا فون مشغول تھا۔کاشف کو پریشانی کے عالم میں گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ان کو ڈاکٹر نے زبان کے نیچے رکھنے والی ایک ٹیبلٹ تجویز کر رکھی تھی جو وہ گھبراہٹ کے عالم میں استعمال کرتے تھے۔

"صوفیہ۔۔میں ذرا اپنی دوائی لے آؤں گاڑی سے۔۔" کاشف نے صوفیہ کو مطلع کیا پھر انہیں نوافل پڑھتا چھوڑ کر باہر نکل گئے

تھے۔لمبا کاریڈور عبور کر کے جب وہ اسپتال کے بڑے ہال میں پہنچے تو انہیں اظفر وہاں ایک کرسی پر بیٹھا نظر آیا۔اس نے ہیڈ فون کان سے لگا رکھا تھا اور دونوں ٹانگیں دوسری کرسی پر ٹکائے۔ہاتھ میں سیل فون لئے وہ بہت مگن انداز میں کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔نگاہیں اور توجہ فون کی اسکرین کی جانب مبذول تھیں جیسے ویڈیو کال ہو رہی ہو۔وہ کافی ناراضی کے ساتھ اسکی جانب بڑھے تھے

"تم یہاں بیٹھے ہو برخوردار۔۔۔اور میں تمہیں وہاں اندر تلاش کر رہا تھا لیبر وارڈ میں" وہ اس کے قریب جا کر تلخ سے انداز میں بولے تھے۔اظفر نے فون سے نگاہیں ہٹائیں،انہیں دیکھا پھر نہایت اطمینان سے اس نے فون پر کسی سے کہا تھا

"اوکے ڈیئر۔کل بات کرتے ہیں۔۔۔اپنا خیال رکھنا" اس کے انداز میں بے حد تحمل تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ عجب سی شوخی بھی تھی جو کاشف کو بہت معنی خیز لگی تھی

"انکل۔۔۔لیبر وارڈ میں مردوں کا کیا کام۔۔اور مجھے ذرا سگریٹ کی بھی طلب ہو رہی تھی۔۔تو مجھے یہاں بیٹھنا ہی مناسب لگا" وہ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے اطمینان سے بولا تھا جیسے اسے کوئی فکر ہی نا ہو۔کاشف کو اس کے انداز پر غصہ تو آیا لیکن اس کے ساتھ رشتے کی نوعیت ایسی تھی کہ کچھ کہہ نا سکے۔اظفر نے اپنی جینز کی پاکٹ سے سگریٹ نکال کر سلگا لی تھی جیسے وہ اسپتال میں نہیں سینما میں موو ی دیکھنے آیا ہے۔

☆......☆......☆

"آپ مجھے اپنے گھر میں کیئر ٹیکر کے طور پر جاب دے دیں" اس نے اپنی تجویز کو دوہرایا تھا۔اس سے پہلے کہ سمیع کچھ بولتا وہ مزید کہنے لگی تھی

"میں آجکل ایک اچھی ملازمت کی تلاش میں ہوں۔۔۔شہر کے جو حالات ہیں۔۔۔انکا اندازہ آپکو بھی ہے۔۔ایک فریش ایئر کو اچھی نوکری کی تلاش میں سالوں خوار ہونا پڑتا ہے۔۔۔آپ مجھے اپنے گھر جاب دے دیں۔۔۔میں ایمن کو بھی اچھے طریقے سے لک آفٹر کرونگی اور آپکا گھر بھی سنبھال لونگی" وہ کہہ رہی تھی۔سمیع نے اسکا چہرہ بغور دیکھا تھا۔وہ کس قدر احمقانہ بات کر رہی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ انکار کرتا وہ پھر بولی تھی

"میں جانتی ہوں آپ کو سننے میں یہ بات عجیب اور بری لگ رہی ہوگی لیکن اس مسئلے کا یہ ایک بہترین حل ہے۔۔۔آپ کو ایمن اور اس گھر کو سنبھالنے کے لئے ایک ایکٹو کیئر ٹیکر کی ضرورت ہے۔۔۔میں آپکی مدد کر سکتی ہوں۔۔۔"سمیع نے نفی میں گردن ہلائی تھی

"سو نائس آف یو مس نوین۔۔۔میں ایمن کے لئے آپ کے کنسرن کو دل سے اپریشیئٹ کرتا ہوں۔۔۔لیکن یہ ایک دن یا ایک مہینے کا معاملہ نہیں ہے۔۔۔بالفرض اگر مستقبل قریب میں،میں کوئی کیئر ٹیکر ہائر کرتا ہوں تو اسے مستقل بنیادوں پر کروں گا۔۔ایک دو دن کے لئے نہیں۔۔۔اور آپ تو۔۔۔" وہ جان بوجھ کر چپ ہو گیا تھا۔نینا کو اسکی بات اچھی نا لگی

"میں نے کب ایک دو دن کی بات کی ہے۔۔۔" وہ برا مان کر بولی۔سمیع کو اس کے انداز سے الجھن ہوئی تھی

" دیکھیں کو نین ۔۔۔آپ کی تجویز اچھی ہے لیکن آپ اس جاب کے لئے موضوع نہیں ہیں ۔۔۔آپ بہت ینگ ہیں اور اس ۔۔" نینا نے اسکی بات کاٹی تھی

" آپ میری صلاحیتوں پر بھروسہ کر کے تو دیکھیں ۔۔میں بہت اچھے طریقے سے گھر سنبھال سکتی ہوں ۔۔اور میرا ایمن فوکس تو ایمن پر ہوگا ۔یقین کریں میں آپکو مایوس نہیں کرونگی ۔۔۔اور پھر جاب میری ضرورت بھی ہے" وہ اصرار کر رہی تھی

" آپ کی محبت اور اس عزت افزائی کا بے حد شکریہ بی بی ۔لیکن ۔۔۔" وہ بولتے بولتے جیسے زِچ ہوا تھا

" آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں ۔۔۔آپ ٹیکنیکلی بھی اس جاب کے لئے ناموزوں ہیں ۔۔" سمیع نے بالا آخر کہہ ڈالا تھا

"لیکن کیوں ۔۔۔" اسے سمجھ میں نا آئی تھی

" میں جانتا ہوں آپ بہت باصلاحیت ہیں ۔۔۔آپ ہر جاب بہت اچھے طریقے سے کر سکتی ہیں ۔۔۔لیکن یہ والی نہیں ۔۔۔رُکیں مجھے بات مکمل کرنے دیں" اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بولنے سے روکا تھا ۔وہ مسلسل اسکی بات کاٹ کر اپنا موقف بیان کرنے لگتی تھی

" میں جانتا ہوں ایمن بہت جلد آپ کے ساتھ مانوس ہو جائیگی ۔۔وہ بطور ٹیوٹر آپکو کافی پسند کرتی ہے ۔۔۔جب آپ اس کے ساتھ چوبیس گھنٹے رہیں گی تو اسے اچھا ہی لگے گا لیکن جب آپ چلی جائیگی تو یہ ایمن کے لئے ایک بڑا جذباتی دھچکہ ثابت ہوگا ۔۔۔یعنی مسئلہ پھر وہیں آخر کھڑا ہو جائیگا جہاں سے شروع ہوا تھا"

" میں بہت ذمہ دار ہوں سمیع صاحب ۔۔میں کیوں ایمن کو چھوڑ کر جاؤں گی ۔۔۔ایسا کیوں سوچتے ہیں آپ ۔۔۔" نینا نے چڑ کر اسکی شکل دیکھی تھی ۔

" اس لئے کہ بہت چھوٹی ہیں آپ ۔۔کل کلاں کو آپ کی شادی بھی ہونی ہے ۔۔۔یہ بھی تو سوچیں آپ ۔۔۔" سمیع نے تھک کر کہا تھا ۔نینا کو جھٹکا سا لگا ۔

" اوہو ۔آپکو کس نے کہا کہ میں شادی کر رہی ہوں ۔۔اور مجھ سے کوئی شادی نہیں کرے گا ۔۔۔بہت لڑاکی اور بد سلیقہ ہوں میں ۔۔۔اس بارے میں فکر مند مت ہوں آپ" وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولی تھی ۔اسے بالکل احساس نہیں تھا کہ وہ کیا اول فول بکے جا رہی ہے ۔بہت پہلے جب نوشی باجی کا انتقال ہوا تھا تو بالکل ایسے ہی وہ خاور کے سامنے بیٹھی مہر کے لئے بے چین ہوئی جا رہی تھی اور آج اسکا دل ایمن سمیع کے لئے پریشان تھا ۔اس ننھی بچی کی مدد کا جذبہ اس کے اوپر اس قدر حاوی تھا کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سمیع سے اپنی اس ملازمت کے لئے منتیں کر کر کے ابھی کے ابھی کوئی ایگریمینٹ سائن کروالے ۔

" پھر بھی میں آپکی اس تجویز کو نہیں مان سکتا ۔۔۔آپ پاکستان میں رہتی ہیں ۔۔۔لندن میں نہیں ۔۔۔ہمارے معاشرے کی کچھ حدود و قیود ہیں ۔۔۔اماں رضیہ کی بات اور ہے ۔۔وہ ہماری رشتہ دار بھی ہیں ۔۔۔میں کیسے آپکو چوبیس گھنٹے اپنے گھر میں رہنے کی اجازت

دے دوں۔۔۔جبکہ آپ ضرورت مند نہیں ہیں۔۔ایک اچھی ویل سیٹلڈ فیملی سے تعلق رکھتی ہیں۔۔۔میرے خاندان والے بہت باتیں بنائیں گے۔۔۔لاہور بھرا پڑا ہے میرے رشتہ داروں سے۔۔۔میں کس کس کو چُپ کرواؤں گا۔۔۔میں آپکی نیت پر شک نہیں کر رہا۔۔۔لیکن میرے خاندان والے مجھ پر ضرور شک کریں گے" سمیع یہ سب کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن جب وہ کچھ سمجھنے کو تیار نا تھی تو اسے کہنا پڑا

"چھوڑیں خاندان والوں کو۔۔۔یہ خاندان والے کچھ نہیں دیتے کسی کو بھی۔۔۔اور ایسے خاندان والوں کو فائدہ جو آپکی مشکل کو بھی نا سمجھ سکیں" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی

"اچھا آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں۔۔میں آپکو ایک دو دن میں بتاتا ہوں" سمیع نے بحث سے جان چھڑوانے کے لئے کہا تھا

"اتنا وقت کس کے پاس ہے سمیع صاحب۔۔بس آپ آج اک دن سوچیں اور شام تک مجھے بتا دیں" وہ اصرار کر رہی تھی۔وہی انداز،وہی اصرار جو مہر کی ہمدردی میں بھی خاور کے ساتھ اپنایا گیا تھا۔سمیع نے زِچ ہو کر اس پڑھی لکھی بلاء کو دیکھا تھا

☆......☆......☆

"یا اللہ!اتنی اذیت ہمارے مقدروں میں ہی کیوں لکھ دی تو نے۔۔" سمیع نے بستر پر چت لیٹے خود سے کہا تھا۔اس کی آنکھیں بالکل خشک لیکن ویران تھیں۔اسے وہ دن اچھی طرح یاد تھا جب اس نے شہرین کو اسکی بیماری کے متعلق بتانے کی کوشش کی تھی

"میں تمہارے لئے کیا کروں شہرین؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟" وہ حیران ہوئی تھی

"میں تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں جو تمہیں اچھا لگے۔۔اور تم میری محبت کو ہمیشہ یاد رکھو۔۔۔کبھی بھول نا پاؤ۔۔کبھی بھی نہیں۔۔؟" سمیع کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا جبکہ وہ ہنسی تھی۔اس کی ہنسی میں ایک دُکھ چھلکتا محسوس ہوتا تھا۔ان کی ہر روز ڈاکٹرز کے ساتھ ملاقاتیں ہو رہی تھیں۔۔ایم آر آئی ہوا تھا۔سمیع کے چہرے پر پریشانی اور تفکر کی گہری لکیریں ہمہ وقت رہنے لگی تھیں۔اس کی ساس جو بالکل بھی اسے کال نہیں کرتی تھیں آجکل ہر دوسرے روز سمیع کو کال کر کے باتیں کرتی رہتی تھیں۔۔اور سب سے بڑھ کر ایمن کی ٹیوٹر کو اسکی کیئر ٹیکر کے طور پر ہائر کیا گیا تھا۔کو نین آجکل صبح نو بجے سے آتی تھی اور رات کے نو بجے ڈرائیور کے ساتھ واپس جا رہی تھی۔سمیع اس سے یہ سب کرنے سے پہلے مشورے تو کرتا تھا لیکن شہرین کو جانے کیوں احساس ہو چلا تھا کہ مسئلہ پہلے سے زیادہ گھمبیر ہے۔ وہ جانتی تھی کہ کچھ نا کچھ ایسا ہے جو سمیع کو بے حد پریشان کر رہا ہے اور اسکا تعلق اسکی بیماری سے ہی ہے۔اس نے ابتداء میں کریدنے کی کوشش کی تھی لیکن سمیع ایک دم روہانسا سا ہو جاتا تھا تو وہ بھی چُپ ہو گئی تھی۔۔۔بولنے کے لئے شاید کچھ بچا ہی نا تھا

"تم اتنا کچھ تو کرتے ہو میرے لئے بلکہ سب ہی کچھ میرے لئے تو کرتے ہو۔۔۔مجھے تو لگتا ہے اب تمہیں اپنے لئے کچھ کرنا چاہیئے۔۔۔اور تمہیں کس نے کہا کہ میں کچھ بھی بھول جاؤں گی۔۔۔میں تمہیں اور تمہاری محبت کو کبھی نہیں بھول سکتی سمیع۔۔۔یہ تو اثاثہ ہے میری

زندگی کا" وہ بے بسی بھرے انداز میں بولی تھی ۔سمیع جانتا تھا، وہ نہیں جانتی کہ اب کی بار علاج کے نام پر اس کے ساتھ بہت کچھ ایسا ہونے والا تھا جو شاید اسے اسکا اپنا بھی نا رہنے دیتا۔ ڈاکٹرز نے واضح کر دیا تھا کہ اب کی بار سائیڈ ایفیکٹس بدترین ہونگے جس میں سب سے خوفناک یادداشت کا بالکل ختم ہو جانا ہے۔ سمیع نے اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اسے رونا آنے لگا تھا ۔سمیع براہِ راست اسکی نگاہوں میں دیکھ بھی نہیں پاتا تھا اس لئے وہ بس اس کے ہاتھوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"میں نے جب پہلی بار تمہیں دیکھا تھا نا شہرین تو جانتی ہو میں نے کیا سوچا تھا؟" وہ بناء اسکی جانب دیکھے پوچھ رہا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی بس اس کے انداز بغور دیکھتی رہی۔

"میں نے سوچا تھا کہ کیا کبھی میں اسقدر خوش قسمت ہو سکتا ہوں کہ ان ہاتھوں کو تھام سکوں۔۔۔ استحقاق کے ساتھ۔۔ محبت کے ساتھ ۔۔۔ اور پھر قدرت مجھ پر اتنی مہربان ہوئی کہ اس نے تمہیں مجھے دے ڈالا ۔۔۔ خدا بہت مہربان رہا ہے مجھ پر شہرین۔۔ بے حد۔۔۔" وہ بے ربط گفتگو کر رہا تھا۔

"مجھ پر بھی۔۔۔ بلکہ مجھ پر تو خدا تم سے بھی زیادہ مہربان رہا ہے۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سمیع کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ وہ ایک دم با آوازِ بلند رونے لگا تھا۔

"خدا تم پر ہمیشہ مہربان رہے شہرین۔۔ میری دعا ہے کہ خدا تم پر ہمیشہ مہربان رہے۔۔۔ بس مجھ سے ایک وعدہ کرو، مجھے کبھی بھول مت جانا۔۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔۔ مجھے بھولنا مت۔۔۔ پلیز شہرین۔۔۔" وہ رو رہا تھا اور اس سے التجاء کر رہا تھا۔ شہرین کو بھی رونے آنے لگا تھا لیکن وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔

"سمیع۔۔۔" اس نے سمیع کے جھکے ہوئے سر کو اپنے ہاتھوں کی مدد سے اوپر اٹھایا تھا

۔"کیا میں مرنے والی ہوں سمیع۔ کیا کہا ہے ڈاکٹرز نے۔۔۔ کیا ان کی امید دم توڑنے لگی ہے۔۔ کیا میرے پاس وقت قلیل ہونے لگا ہے۔۔ کیا میں مر جاؤں گی؟" وہ عجیب لاچار سے انداز میں پوچھ رہی تھی جیسے اسے جواب کا پتا ہو لیکن وہ چاہتی ہو کہ سمیع اسکی بات کو رَد کر دے۔۔ اسکے واہموں کو جھٹلا دے۔ سمیع نے چُپ چاپ آنسو بہاتا رہا تھا۔

"بولو نا سمیع۔ کیا میں مر جاؤں گی؟" وہ پھر پوچھ رہی تھی

"مَر تو سب ہی جاتے ہیں شہرین۔۔ اپنے اپنے وقت پر سب مَر جاتے ہیں۔۔ تاحیات زندہ رہنے تو کوئی بھی نہیں آتا اس دنیا میں" سمیع سے کوئی جواب بن ہی نا پڑا تھا۔ شہرین نے سر ہلایا

"ہاں۔۔۔ مَر تو سب ہی جاتے ہیں۔۔۔ لیکن کاش ہم اپنے اپنے مرنے کے وقت کا تعین بھی خود کر سکتے" اس نے ایسے کہا تھا جیسے کسی بچے کو ٹالنے کے لئے کہہ دیتے ہیں۔ سمیع کو محسوس ہوتا تھا کہ وہ زیادہ باتیں کرنے سے بھی تھک جاتی تھی۔ اس کے سر میں درد بھی

رہنے لگا تھا ۔وہ کبھی کبھی خلاء میں بلاوجہ ایسے تکتی رہتی تھی جیسے کسی کو دیکھ رہی ہو حالانکہ وہ پہلے بھی علاج کے نام پر بہت تکلیف سے گزر چکی تھی لیکن اب شاید اس کے اعصاب اسکا ساتھ نا دیتے تھے ۔ایسے لگتا تھا جیسے اس نے قسمت کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور خود کو حالات کے سپرد کر دیا تھا۔ یہ آخری بار تھا جب سمیع نے اُس سے اُس کے ہوش وحواس میں اس سے بات کی تھی۔

اسکی ایک بار پھر سرجری ہوئی تھی اور وہ کوما میں چلی گئی تھی ۔ایک مہینہ بعد جب اسے ہوش آیا تھا تو زندگی کے کافی سارے معاملات میں بالکل لاچار ہو کر رہ گئی تھی ۔وہ ان سب کو پہچانتی تھی لیکن اس کی آنکھوں کی روشنی کافی حد تک ختم ہو گئی تھی ۔اسے بہت دھندلا نظر آنے لگا تھا اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ حالات مزید بگڑتے ہی چلے گئے تھے ۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ بالکل مرنے کے قریب ہو گئی تھی لیکن اللہ نے اسکی زندگی بچائی تھی سو وہ پھر بہتر ہو گئی تھی لیکن اب اسکی یادداشت نا ہونے کے برابر تھی ۔ایمن اور سمیع کو وہ بالکل بھی نا پہچانتی تھی ۔سمیع کو وہ کبھی اپنا بھائی اور کبھی باپ سمجھنے لگتی تھی ۔یہی حال گھر میں موجود باقی لوگوں کے ساتھ تھا۔اماں رضیہ میں کبھی اسے اپنی دادی نظر آنے لگتی تھیں ۔کو نین کو وہ اپنی ادے سمجھتی تھی اور ایمن کو اکثر وہ اپنی بہن کہہ کر بلاتی تھی ۔کون اسکا کیا لگتا ہے اسے بالکل بھول چکا تھا۔

آج تو حد ہی ہو گی تھی ۔وہ آفس سے آیا تو اماں رضیہ شہرین کو پاس لے کر بیٹھی کچھ کھلا رہی تھیں ۔وہ جانتا تھا کہ کو نین اور ایمن گھر نہیں ہیں ۔کو نین کبھی کبھی ایمن کو لے کر اپنی امی کے گھر رات رہنے جایا کرتی تھی اور سمیع کو اس پر کوئی اعتراض نا تھا۔وہ کچھ دیر شہرین کے پاس بیٹھا رہا پھر اماں رضیہ کو چائے بنانے کا کہہ کر وہ فون کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔اسے کچھ ضروری کالز کرنی تھیں ۔اسے پتا نہیں چلا تھا کب شہرین اس کے پاس سے اٹھ کر اوپر بیڈ روم میں چلی گئی ۔اماں رضیہ چائے لے کر آئیں تو انہوں نے ہی اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی ۔ان میں سے کوئی بھی اس ڈر سے شہرین کو اکیلا نہیں چھوڑتا تھا کہ وہ کہیں اپنے آپکو کوئی نقصان نا پہنچا لے ۔ایک دو دفعہ وہ سیڑھیوں سے نیچے گر چکی تھی ۔اماں رضیہ کے توجہ دلانے پر سمیع فوراً اوپر بھاگا تھا لیکن تب تک شہرین باتھ روم میں گھس کر سارے کپڑے اتار کر باتھ ٹب میں بیٹھ چکی تھی اور شاور بھی فُل اسپیڈ سے چلا دیا تھا۔باتھ روم میں بالکل پانی بھر گیا تھا۔اسکا وجود کسی چھوٹے بچے کی طرح ہو چکا تھا اس لئے سمیع کو ڈر تھا کہ کہیں وہ باتھ ٹب میں ڈوب ہی نا جائے یا فرش پر پھسل کر فریکچر نا کروا بیٹھے ۔وہ اسے باہر نکالنے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ ضد پر اڑ گئی تھی ۔اسے وہیں رہنا تھا۔سمیع کے لئے یہ ساری صورتحال بہت پریشان کن تھی ۔وہ اماں رضیہ سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ شہرین کو باتھ روم سے نکالیں نا ہی وہ یہ کام کر سکتی تھیں ۔اسے اس لمحہ شِدت سے کو نین کی یاد آئی تھی لیکن وہ گھر میں موجود نہیں تھی ۔شہرین کو باتھ روم سے نکالنے کے چکر میں اس کے اپنے سب کپڑے بھیگ گئے تھے لیکن وہ اسے سنبھال ہی نہیں پا رہا تھا ۔یہ اذیت اس سے بھی بڑھ کر تھی کہ وہ شہرین کا خیال رکھنے کے لئے اب کو نین اور اماں رضیہ کا محتاج تھا ۔اسی دوران شہرین باتھ ٹب میں کھیل کھیل کر ہلکان ہوئی جا رہی تھی ۔وہ تو کو نین ہی وقت پر آ گئی تھی اور اس نے شہرین کو سنبھالا تھا ۔یہ سمیع کے لئے بے حد دُکھ کی بات

تھی۔ڈاکٹرز نے سمیع کو بتادیا تھا کہ آخری وقت میں شہرین بالکل ایبنارمل ہو جائیگی اور تب بہتر ہوگا کہ اسے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروادیا جائے کیونکہ وہ خود نقصان بھی پہنچاسکتی تھی۔۔سمیع کے لئے بس یہی بات ناقابل برداشت ہوئی جارہی تھی حالانکہ وہ اس اذیت میں تو تب سے تھا جب سے شہرین کو یہ موذی مرض لاحق ہوا تھا لیکن اب تو جیسے وقت پانی کی طرح ہتھیلی سے ٹپک ٹپک کر ختم ہوا جارہا تھا۔سمیع چاہ کر بھی اس وقت کو روک نا سکتا تھا۔یہ بے بسی یہ لاچاری اسے بہت تکلیف دے رہی تھی۔اسی لئے وہ کونین کی موجودگی میں خود کو سنبھال نہیں پایا تھا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا لیکن اب آنسو بھی اس کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے میں ناکام رہتے تھے۔وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا جب اسے سیل فون کی بیپ سنائی دی تھی۔اس نے غور سے اس بیپ کو سُنا تھا۔یہ اس کے موبائل کی بیپ نا تھی۔اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دیکھا۔سائیڈ ٹیبل پر کونین کا موبائل پڑا تھا۔اس نے موبائل ہاتھ میں پکڑ لیا تھا

☆......☆......☆

"اللہ آپکی مشکلیں آسان کرے"

"اس نے شہرین کے ننھے سے وجود پر لحاف ڈال کر دل سے دعا کی تھی۔نینا وہ انسان تھی جس نے کبھی کسی کے لئے تو کیا خود اپنے لئے بھی دعا نا کی تھی لیکن شہرین کے لئے وہ اکثر اوقات دعا کرتی تھی۔۔نینا کو اس پر کبھی کبھی بے حد ترس آتا تھا۔وہ اپنی گزشتہ زندگی کے بارے میں سب کچھ بھول چکی تھی۔اس کی ذہنی عمر بالکل ننھے بچے کی مانند تھی۔

اس نے اس عورت کو اپنے قدموں پر چلتے پھرتے دیکھا تھا۔اپنے حواسوں میں ہنستے بولتے باتیں کرتے سنا تھا۔اگرچہ وہ اسے ابتداء میں لاپرواہ اور خودغرض لگتی تھی لیکن اصل صورتحال کا اندازہ ہونے پر وہ اسے ہمیشہ ایک معصوم لاچار عورت محسوس ہوئی تھی۔پہلی بار ملنے پر وہ اسے ایک موٹی بھدی عورت لگتی تھی پھر سمیع سے شادی کے بعد اماں رضیہ نے اسے اسکی پرانی البمز دکھائی تھیں۔اس نے ایک بار چھُپ کر شہرین اور سمیع کی شادی کی ویڈیو بھی دیکھی تھی اور تب اسے اندازہ ہوا تھا کہ شہرین اصل میں کیا ہوا کرتی تھی اور اس بیماری نے اسے کیا بنادیا تھا۔ایک سال پہلے تک اسکی یادداشت اتنی خراب نہیں تھی۔وہ ان سب کو پہچانتی تھی لیکن واقعات اسے بھول جاتے تھے۔اسے پتا نہیں تھا کہ کونین سمیع کے لئے کیا محسوس کرتی ہے لیکن وہ یہ ضرور جانتی تھی کہ کونین ان کے گھر میں رہتی ہے اور نا صرف ایمن کا بلکہ اسکا اور سمیع کا بھی خیال رکھتی ہے۔وہ آہستہ آہستہ اس سے کافی مانوس بھی ہوگئی تھی۔شہرین کو یہ بھی پتا تھا کہ اسکا علاج پھر سے ہونے لگا ہے۔جب کبھی اسے پرانی باتیں یاد آتی تھیں تو وہ اس سے درخواست کیا کرتی تھی کہ وہ ایمن کا خیال رکھے اور سمیع کو پریشان نا ہونے دے۔۔نینا نے لمحہ لمحہ اس عورت کی اذیت کو محسوس کیا تھا۔ایک موٹے بھدے وجود سے اسے ایک ننھے بچے کے لحیم ونحیف وجود میں ڈھلتے دیکھا تھا۔اپنے شعور سے لاشعور کی اور ہوش وحواس سے بے ہوشی کی ایک انجان اکیلی دنیا میں دھکے کھاتے دیکھا تھا۔وہ ہمیشہ ہر مرحلے پر اس کے ساتھ رہی تھی۔اسے شہرین سے نفرت نہیں تھی۔اسے تو اس پر ترس آتا تھا۔جب جب سمیع اس کے لئے روتا تھا،وہ

بھی روتی تھی۔اس سے اس عورت کے لئے جو بھی ہو سکتا تھا وہ کرتی تھی۔وہ سمیع اور شہرین بعض اوقات ایک ہی بیڈ پر سوتے تھے اور نینا یہ سب برداشت کرتی تھی۔اس کی دماغی حالت اتنی مفلوج ہو چکی تھی کہ اسے اپنی ضروری حاجات کے لئے باتھ روم کا استعمال بھی بھول چکا تھا۔وہ اکثر سب کے سامنے اپنے کپڑے اتار دیتی تھی۔وہ کھا نہیں سکتی تھی،ٹھیک سے بول نہیں سکتی تھی۔اس کی زبان لکنت کا شکار ہو چلی تھی۔اس سے ٹھیک سے چلا بھی نہیں جاتا تھا۔وہ نقطہ نقطہ زرہ زرہ کھل رہی تھی،خرچ ہو رہی تھی،ختم ہو رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ نینا سمیع کو بھی ختم ہوتے دیکھ رہی تھی۔اس کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ امر بھی یہی تھا کہ وہ شہرین کو اس بیماری میں تو سنبھال سکتی تھی لیکن سمیع کو نہیں۔۔وہ جتنا اس مرتی ہوئی عورت کے لئے روتا تھا۔اتنا ہی نینا کو اس سے محبت ہوئی جاتی تھی جبکہ اسے اس امر کا احساس بھی ناتھا۔وہ اسکی بانہوں میں تڑپ تڑپ کر اپنی مرتی ہوئی بیوی کے لئے روتا تھا اور پھر جب سنبھل جاتا تھا تو اس سے نظریں چرانے لگتا تھا جیسے اسکا سہارا لینے پر شرمندہ ہو۔نینا کو یہ چیز تکلیف دیتی تھی۔اسی تکلیف میں وہ امی کے گھر چلی جاتی تھی پھر وہاں بھی سکون سے نہیں رہا جاتا تھا اس سے تو یہاں واپس آجاتی تھی۔آج بھی یہی ہوا تھا۔

شہرین سمیع کو بالکل بھی نا پہچانتی تھی۔وہ اسے کبھی اپنا باپ کبھی اپنا بھائی سمجھتی تھی اور آج تو حد ہو گئی تھی۔اس نے باتھ روم میں گھس اپنے سارے کپڑے اتارے تھے اور سمیع سے ضد کرنی شروع کر دی تھی کہ وہ اسے نہلائے۔وہ کبھی شاور کے نیچے کھڑے ہو کر پانی سے کھیلنا چاہتی تھی اور کبھی باتھ ٹب میں بیٹھ کر تیراکی کرنا چاہتی تھی۔وہ برہنہ بھیگتا وجود لے کر باتھ روم سے نکل کر فرش پر بھی کھیلنے لگتی تھی۔وہ بیڈ پر بھی چڑھتی رہی تھی۔۔نینا وہاں موجود نہیں تھی ورنہ وہ پہلے ہی اس صورتحال کو سنبھال لیتی۔وہ جب بیڈ روم میں آئی تھی تو اسے اندازہ ہوا تھا۔شہرین بالکل کسی ابنارمل انسان کی طرح باتھ روم میں بھیگتی چلی جا رہی تھی اور سمیع بیچارگی سے اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔نینا نے باتھ روم میں گھس کر پہلے سمیع کو وہاں سے بھیجا تھا پھر شہرین کو نہلا کر کپڑے تبدیل کروائے تھے۔فرش صاف کیا تھا۔شہرین کو کھانا کھلا کر اسے سلایا تھا پھر چائے بنا کر سمیع کے لئے لائی تھی۔سمیع اس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا اور وہ خود بھی رو پڑی تھی۔ان میں سے کسی کے بھی اختیار میں کچھ نا تھا۔وہ صرف ایک دوسرے کے آنسو ہی پونچھ سکتے تھے۔اسے اچھا لگتا تھا جب سمیع اس کے سامنے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتا تھا لیکن افسوس اسے تب ہوتا تھا جب سمیع اس سے لپٹ کر رو لینے کے بعد شرمندہ نظر آنے لگتا تھا۔وہی بانہیں جو اسے حالتِ غم میں مہربان نظر آتی تھیں،انہی بانہوں کو وہ دھتکار دیتا تھا۔وہ اس کے وجود کو دھتکار دیتا تھا۔اس کے ماں باپ کی طرح وہ بھی اسے دھتکار دیتا تھا۔نینا کا اصل رونا بھی یہی تھا کہ وہ اسے اپنا کیوں نہیں لیتا تھا۔وہ اس کے وجود سے انکاری کیوں تھا۔وہ شہرین کے ساتھ لیٹ کر کافی دیر بے آواز روتی رہی تھی شاید اسی لئے شہرین دو گھنٹے بعد دوبارہ اٹھ گئی تھی اور کچھ میٹھا کھانے کی ضد کرنے لگی تھی تب ہی نینا نے اسے ٹرائفل بنا کر دیا تھا اور اب اسے دوبارہ سُلا کر وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اسی کمرے میں رہے یا اپنے بیڈ روم میں چلی جائے جب سمیع بنا کوئی آواز پیدا کئے اندر داخل ہوا تھا۔

"آپکا سیل ۔۔۔کافی دیر سے بیپ کر رہا تھا۔۔۔"سمیع اسے اسکا موبائیل دینے آیا تھا۔اس نے فون لے کر کالز ہسٹری چیک کی تھی

"میری امی کال کر رہی تھیں۔۔آپ اٹینڈ کر لیتے۔۔"اس نے ذرا ناراضی بھرے لہجے میں کہا۔دل میں عجب خدشہ بھی سر اٹھانے لگا تھا۔اس نے ان کی خیریت کی دعا کرتے ہوئے فون ملایا تھا۔امی سے اسے زری کے متعلق پتا چلا تھا

"میری بہن ہاسپٹلائزڈ ہے۔۔"اس نے سمیع کو بتایا تھا جس کا سارا دھیان بیڈ پر سوئی شہرین کی جانب تھا۔

"آپ ڈرائیور کو فون کر دیں گے کہ وہ مجھے ہاسپٹل لے جائے؟"اس نے سمیع سے درخواست کی تھی۔ڈرائیور سمیع کی موجودگی میں اپنے گھر چلا جایا کرتا تھا۔سمیع نے اسکی جانب دیکھا

"میں لے چلتا ہوں آپکو۔۔کس ہاسپٹل جانا ہے"اس نے آفر کی تھی۔نینا نے بے یقینی سے اسکی جانب دیکھا تھا لیکن وہ دوبارہ سے شہرین کا لحاف درست کرنے میں مگن ہو گیا تھا

☆......☆......☆

"زری کیسی ہے۔۔"نینا نے بعجلت انکی جانب بڑھتے ہوئے سوال کیا تھا۔زری کی فی الحال کوئی خبر نا آئی تھی۔وہ ابھی تک لیبر روم میں ہی تھی اور صوفیہ کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔نینا کو دیکھ کر جیسے انکا دل پرسکون ہو گیا تھا۔وہ اس کے گلے لگ گئی تھیں۔۔۔جانے کتنے عرصے بعد انہوں نے اپنی اس بیٹی کو اس طرح گلے لگایا تھا

"ابھی تک کچھ پتا نہیں کہ کیا کر رہی ہے ڈاکٹر۔۔۔دو گھنٹے پہلے بولی تھیں کہ پری میچورڈ ڈیلیوری کروا رہے ہیں پر ابھی تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔۔۔میرا دل بڑا گھبرا رہا ہے نینا"انہوں نے بے بسی سے کہا تھا۔نینا نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں تسلی دی تھی پھر وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی تب ہی صوفیہ نے دیکھا کہ اسکا شوہر بھی اس کے ساتھ تھا۔شادی کے بعد شاید یہ دوسری بار تھا کہ انہوں نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ان کے دیکھنے پر اس نے انہیں سلام کیا تھا۔صوفیہ سلام کا جواب دے کر سوچ میں پڑ گئی تھیں کہ مزید دوسرا جملہ کیا بولیں۔اظفر کی نسبت اس داماد کے ساتھ انکی علیک سلیک بالکل ہی برائے نام تھی۔کاشف بھی سامنے کرسی پر بیٹھے تھے۔انہوں نے بھی اس سے کچھ خاص کلام نا کیا تھا۔وہ چپ چاپ کھڑا بس نینا کو ہی دیکھ رہا تھا۔چند لمحے ایسے ہی خاموشی میں گزر گئے پھر نینا نے کہا تھا

"آپ پریشان نا ہوں۔۔۔میں ڈاکٹر سے مل کر آتی ہوں۔"وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی پھر اس نے سمیع کے قریب جا کر کچھ کہا تھا۔اگلے چند لمحوں میں وہ دونوں ویٹنگ روم کے دوسری جانب چلے گئے تھے۔صوفیہ نے ان دونوں کو ایک ساتھ جاتے دیکھا۔انہیں اچھا لگا تھا۔نینا نے کبھی اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق انہیں نا بتایا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ چاہ کر بھی پوچھ نا پاتی تھیں لیکن نینا کی بجھی بجھی آنکھیں اور شکستہ وجود ان سے چھپا تو نا تھا۔وہ اکثر سوچتی تھیں کہ شاید سمیع نینا سے بالکل بے پرواہ ہے اسی لئے ان دونوں کو ایسے ایک ساتھ دیکھ کر

انہیں کافی خوشی ہوئی تھی۔زری کی جانب سے پریشانی نا ہوتی تو شاید وہ اس خوشی کا کھل کر اظہار بھی کرتیں مگر ابھی وہ چپ ہی رہی تھیں

"کس قدر مغرور انسان ہے یہ تمہاری لاڈلی بیٹی کا شوہر۔۔۔سلام کر کے ایک جانب کھڑا ہو گیا ہے جیسے ہاسپٹل میں نا آیا ہو بلکہ غریب رشتے داروں کے گھر ولیمہ کھانے آیا ہو ۔۔۔اونہہ۔۔جانے کیا نظر آیا تمہیں اور تمہاری لاڈلی بیٹی کو اس نمونے میں۔۔۔" کاشف نے ہنکارا بھرتے ہوئے چڑ کر انہیں کہا تھا۔سمیع انہیں بالکل پسند نا تھا۔صوفیہ نے انکی جانب دیکھا ۔وہ اس شادی کی حقیقت بہت اچھی طرح جانتی تھیں اور یہ بات تو خود نینا کو بھی پتا نا تھی کہ صوفیہ کیا کچھ جانتی ہیں



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول" رابنزل" ابھی جاری ہے،بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

" سب ٹھیک ہے نا۔۔؟ آپ کی بہن کی طبیعت کیسی ہے اب" وہ ویٹنگ روم میں چئیر پر بیٹھی ہی تھی جب سمیع نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔نینا نے اس کے سوال پر اپنی خوشگوار حیرت کو بمشکل چھپایا۔وہ تو اپنی حیرت کو تب بھی نہیں چھپا پائی تھی جب سمیع نے اسے ہاسپٹل خود ڈراپ کرنے کی آفر کی تھی اور پھر اسے گیٹ پر چھوڑ کر چلے جانے کی بجائے وہ اس کے ساتھ اندر آگیا تھا اور اب نا صرف وہ ہاسپٹل ہی میں موجود تھا بلکہ اس کی بہن کے متعلق پوچھ بھی رہا تھا جبکہ وہ لیبر وارڈ سے یہ سوچتی ہوئی آئی تھی کہ وہ اب تک چلا گیا ہوگا۔نینا نے ہاسپٹل پہنچتے ہی اسے کہہ دیا تھا کہ وہ چاہے تو واپس چلا جائے لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ کچھ دیر بعد چلا جائے گا ۔۔کیا پتا کسی چیز کی ضرورت پڑ جائے جو فی الوقت ہاسپٹل میں موجود نا ہو۔۔۔

" میں یہیں آپ کے ساتھ ہوں کو نین ۔۔" سمیع نے ویٹنگ روم میں بیٹھتے ہوئے اسے تسلی دینے والے انداز میں کہا تھا۔نینا جانتی تھی کہ اس کے اس طرح سے کہنے کے کوئی دو مطالب نہیں ہیں۔وہ عام سے انداز میں اسے حوصلہ دینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر بھی اسے بے حد اچھا لگا اور اب جب وہ زری کے متعلق پوچھ رہا تھا تو اسے مزید اچھا لگا

" جی ٹھیک ہے۔۔اسکی ڈاکٹر کو کال کر دیا ہے۔۔سرجری کریں گے شاید " نینا نے نہایت ہی مناسب الفاظ میں اسے وہ سب بتانے کی کوشش کی جو لیبر روم میں ہیڈ نرس نے اسے بہت تفصیل سے بتایا تھا۔ان کے درمیان ایک جھجک کارشتہ تھا۔ایک دو منٹ یونہی خاموشی میں گزر گئے پھر نینا نے ہی یہ خاموشی توڑی تھی

" آپ واپس چلے جائیں۔۔میں تو اب یہاں رکوں گی۔۔صبح ہو جائیگی" اسے امید تھی کہ وہ ابھی وہی جملہ دوہرائیگا جو اس نے پہلے کہا تھا لیکن سمیع نے مثبت انداز میں سر ہلاتے ہوئے اسکی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا

" ہمم۔۔" اس نے ہنکارا بھرا تھا پھر ذرا سا رخ اسکی جانب موڑ کر بولا

" شہرین اکیلی ہوگی۔۔میں اب چلتا ہوں۔۔آپ کو جب بھی واپس آنا ہو۔۔آپ کال کر دینا۔۔میں ڈرائیور کو بھیج دونگا"

" جی بہتر۔۔" نینا نے اپنے تاثرات کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے سر ہلایا تھا۔وہ چاہتی تھی کہ وہ اس کے پاس ہی بیٹھا رہتا یا کم سے کم ایک بار ضرور وہی جملہ دوہراتا

" میں یہیں آپ کے ساتھ ہوں کو نین ۔۔" اس نے تصور ہی تصور میں اسکا یہ جملہ اب تک کئی بار دوہرایا تھا۔کتنا اچھا لگتا ہے جب ایک من چاہا شخص ایسے کہتا ہے۔۔نینا کو بھی اچھا لگتا تھا لیکن سمیع کو شاید احساس ہی نہیں تھا۔وہ اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔نینا کو بھی اٹھنا پڑا

" اماں رضیہ سے کہیئے گا کہ ایمن کو اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کروا کر اسکول بھیجیں ۔۔وہ خود نہیں کھائیگی۔۔اسے زبردستی

کھلانا پڑتا ہے۔" اس نے تاکید کی تھی۔

" آپ اسکی فکر مت کریں۔۔میں دیکھ لونگا۔فی الوقت آپ اپنی بہن پر فوکس کریں۔۔آپکی انرجی کی زیادہ ضرورت ہے یہاں "سمیع نے کہا تھا۔نینا بلاوجہ ہی مسکرا دی۔حالت تو پریشان کُن تھے لیکن پھر بھی اسے مزا آیا تھا۔۔عام حالات میں تو سمیع کبھی اس سے ایسے بات نا کرتا تھا جیسے اس وقت کر رہا تھا۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔۔۔ایک جھینپی ہوئی مگر اطمینان بخش مسکراہٹ۔۔

" گھر پہنچ کر مجھے واٹس ایپ کر دیجئے گا ورنہ میرا دل پریشان رہے گا" اس نے سمیع کی پُشت کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ سمیع آگے بڑھ چکا تھا۔اس کی بات سن کر وہ پلٹا پھر اس نے سر ہلایا اور پھر جانے کیا سوچ کر اسکی جانب مڑا

" آپ بھی اپنا خیال رکھئے گا" اس نے کہا تھا اور اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔وہ جانے سے پہلے اس سے ہاتھ ملانا چاہتا تھا۔ایسا بھی اس نے پہلے کبھی نا کیا تھا۔نینا کے دل کی دھڑکن یکدم تیز ہوئی۔اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا تھا،سمیع نے اس کا ہاتھ تھاما اور اگلے ہی لمحہ چھوڑ دیا تھا۔

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے کال کر لیجئے گا کونین" وہ کہہ رہا تھا،نینا کو لگا وہ گر پڑے گی۔وہ آگے بڑھ گیا تھا جبکہ نینا اپنی دھڑکن کو قابو کرتی وہیں بیٹھ گئی۔اتنی اپنائیت،اتنی محبت۔۔۔پہلے کب اتنی توجہ دی تھی اِس شخص نے اُسے

" زری۔۔تیری اور تیرے ہونے والے بچے کی خیر ہو۔۔" اس نے دل ہی دل میں زری اور اس کے ہونیوالے بچے کے لئے ڈھیروں دعائیں کر ڈالیں کہ جن کی بدولت اسے یہ دن دیکھنے کو ملا تھا۔اس نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ میں دبا لیا تھا۔اس نے ایک ہی لمحے کے لئے تو چھُوا تھا یہ ہاتھ۔۔۔نینا کو اپنا ہی ہاتھ پہلی بار بے حد قیمتی لگا۔۔۔زندگی میں پہلی بار کوئی اچھا لگنے لگا تھا اسے۔۔۔پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ کوئی ایسے اہم ہوا تھا اس کے لئے۔۔۔اس نے اپنے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کو سہلایا تھا۔ایک بار نہیں کئی بار۔۔۔پہلی بار اسے اپنی لاپروائی پر غصہ آیا تھا

" کبھی ہاتھوں پر کوئی موئسچرائزر ہی لگا لیا کرو اللہ کی بندی۔۔۔کیا سوچتا ہو گا وہ۔۔۔کتنے خشک سے بے رونق ہاتھ ہیں کونین کے۔۔۔" وہ ویٹنگ روم کی ٹھنڈی سی کرسی پر بیٹھی بلاوجہ ہی مسکرا دی تھی۔۔۔ایسی طمانیت بھری ہنسی بہت دن کے بعد نصیب ہوئی تھی اسے

یہ ہوتی ہے محبت۔۔کسی کی ادا۔۔کسی کی زندگی ہوتی ہے۔۔۔کسی کو پرواہ بھی نہیں ہوتی۔۔۔اور کوئی جان نچھاور کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔۔۔کوئی فقط ایک نظر دیکھتا ہے۔۔۔اور کسی دوسرے کے لئے وہ نظر نور کا ہالہ بن جاتی ہے۔۔۔کوئی کہہ کر بھول جاتا ہے۔۔۔اور کوئی اسی بھُولی ہوئی بات کو تعویذ بنا کر گردن میں سجا لیتا ہے۔۔۔

محبت کو خوامخواہ بدنام نہیں کیا شاعروں نے۔۔۔"کمینی" کی ادائیں ہی قاتلانہ ہیں" نینا سوچتے ہوئے خود ہی ہنس دی تھی

☆......☆......☆

وہ ایمن کی بے بی سٹر کے طور پر اسکی جاب کا چوتھا یا پانچوں دن تھا۔ایمن کی دادو فیصل آباد سے شہرین کی بیماری کا سُن کر رہنے کے لئے آ گئی تھیں۔نینا نہیں جانتی تھی کہ انہیں اس کے متعلق کیا بتایا گیا ہے لیکن وہ انکی کریدتی آنکھوں اور پر تجس طبیعت کو اپنے وجود کے اردگرد طواف کرتا محسوس کر رہی تھی۔وہ زیادہ تر ایمن کے کمرے میں ہی وقت گزارتی تھی لیکن پھر بھی بچی کی ضروریات کے سومسئلے مسائل تھے وہ سارا وقت کمرے میں ہی بیٹھی نہیں رہتی تھی۔اسے کچن میں بھی جانا پڑتا تھا۔اماں رضیہ کو اکیلا کام کرتا دیکھ کر وہ انکی مدد بھی کر دیتی تھی۔وہ دیکھ رہی تھی کہ سمیع کی والدہ اس سے کچھ پوچھنا کہنا چاہتی ہیں لیکن چُپ رہتی ہیں شاید سمیع نے انہیں کچھ پوچھنے سے منع کر دیا تھا۔گھر میں صرف اماں رضیہ واقف تھیں کہ سمیع اور نینا نے یہ فیصلہ ایمن کی بھلائی کے لئے کیا ہے۔وہ اس فیصلے سے کافی مطمئن بھی نظر آتی تھیں۔وہ اکیلے اب اتنی ساری ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل نا رہی تھیں۔اس لئے بھی انہیں نینا کی موجودگی اچھی لگ رہی تھی حالانکہ اسے زیادہ کام نہیں آتے تھے نا ہی وہ گھر کی ملازمہ تھی لیکن اس نے ایمن کی مکمل ذمہ داری ان پانچ دنوں میں سنبھال لی تھی۔شہرین کی سرجری ہوئی تھی اور وہ کوما میں چلی گئی تھی۔اسکی حالت زیادہ تسلی بخش نا تھی۔سمیع سارا وقت ہاسپٹل میں ہی ہوتا تھا۔گھر میں مہمانوں کی آمد کا سلسلہ بھی کچھ بڑھ گیا تھا۔اماں رضیہ بھی کافی سست سی رہنے لگی تھیں۔انہوں نے سمیع سے درخواست کی تھی کہ ملازمین کی تنخواہیں اور خرچے کے پیسے وغیرہ نینا کو دے دئے جائیں تاکہ گروسری اور دوسرے کاموں میں وہ ان کی معاونت کر سکے۔انکا کہنا تھا کہ وہ حساب کتاب دیکھیں یا مہمان سنبھالیں جو شہرین کی بیماری کا سُن کر بڑی تعداد میں آنے لگے تھے۔سمیع کے درخواست کرنے پر نینا نے یہ ذمہ داری بھی قبول کر لی تھی۔وہ سب اس پر بھروسہ کرنے لگے تھے اگرچہ یہ سب کچھ مستقل بنیادوں پر نہیں ہو رہا تھا لیکن پھر بھی فقط چند ہی دِنوں میں نینا اس گھر کی "ضرورت" بن گئی تھی۔شہرین کے اس طرح کوما میں چلے جانے سے جو صورتحال یکدم بگڑ گئی تھی وہ سب مل کر اس کو سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔اس روز بھی وہ دوپہر کے وقت ایمن کو کھانا کھلانے اس کے کمرے سے باہر لائی تو سمیع اپنی امی کو ہاسپٹل سے گھر ڈراپ کرنے آیا تھا۔نینا نے اسے سلام کیا، شہرین کی طبیعت پوچھی اور ساتھ ہی اس سے دوپہر کے کھانے کے متعلق بھی استفسار کر لیا کہ آیا اس نے کچھ کھایا ہے یا نہیں۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ سمیع کی امی بغور اسے دیکھ رہی ہیں۔ایمن کو کھانا کھلا کر وہ اسے تھوڑی دیر سُلانے کی نیت سے واپس کمرے میں چلی گئی تھی پھر جب وہ خود کھانا کھانے واپس آئی تو اسے اندازہ نا تھا کہ لاؤنج میں کوئی مہمان بھی موجود ہے۔اماں رضیہ ہر روز اس کے کھانے کے لئے بہت اہتمام سے ٹرے تیار کرتی تھیں اور وہ لاؤنج کے سامنے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتی تھی۔اس روز بھی وہ اپنی ٹرے لے کر جب میز پر آ بیٹھی تو اسے احساس ہوا کہ کوئی اور بھی ہے جو لاؤنج میں سمیع کی والدہ کے پاس بیٹھا ہے۔اس نے چونک کر اس جانب دیکھا تھا جہاں سے "مہمان" کی آواز آئی تھی۔وہ "مہمان" بھی اس کی جانب دیکھنے بلکہ اسے گھورنے میں مگن تھی۔اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر انہوں نے عجیب ذومعنی انداز میں مسکرا کر اسے مخاطب کیا تھا

"کیسی ہو نینا۔۔یونیورسٹی ختم ہو گئی تمہاری؟ جاب کی خاطر بڑی دور نکل آئیں بھئی۔۔" وہ پوچھ رہی تھیں۔انہیں شاید سمیع کی

والدہ نے اس کی اس گھر میں موجودگی کی وجہ سے آگاہ کیا تھا۔نینا نے روٹی لینے کے لئے ہاتھ بڑھا رکھا تھا۔اسے ان کی موجودگی سے جھٹکا تو لگا تھا لیکن اس نے بہت آرام سے اس جھٹکے کو برداشت کر لیا تھا لیکن اس طنزیہ انداز پر اسکا دماغ ضرور آؤٹ ہوا تھا۔انہیں کس نے یہ حق دیا تھا کہ وہ کونین کاشف نثار سے اس انداز میں سوال کرتیں

"جی درزن آنٹی۔۔۔میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔۔آپ سنائیں کیسی ہیں۔۔۔آپ کے نقش، قدم پر چل رہی ہوں۔۔۔بڑی دور دور تک آپکی سلائی کڑھائی کے بھی تو چرچے ہیں۔۔۔۔یہاں تک آپہنچی ہے آپکی شہرت بھی۔۔۔بس سے آتی جاتی ہیں اتنی دور یا کوئی ڈرائیور لگوایا ہوا ہے" اس نے اطمینان سے روٹی نکالی پھر مسکرا کر جواب دیا تھا۔یہ بات صرف وہ جانتی تھی یا اس کے سامنے بیٹھی خاتون کو اس نے کیا طعنہ دیا ہے۔اماں رضیہ ان کے لئے چائے لے کر آرہی تھیں،اس بات پر اسکی جانب دیکھ کر بولیں

"ارے بیٹا ہاتھ تو واقعی بہت صاف ہے ان کا۔۔۔بہت اچھی سلائی کرتی ہیں۔۔۔" اماں رضیہ سراہ رہی تھیں۔

"مجھ سے بہتر کون جانتا ہوگا۔۔؟" نینا کو ذرا سا بھی فرق نا پڑا۔اس نے جل کر سوچا تھا۔اسکا مقصد درزن آنٹی کو "کچھ" جتانا تھا جو وہ بہت اچھی طرح سے جتا چکی تھی۔وہ دوبارہ کچھ نا بولی تھیں لیکن سمیع کی والدہ سے وہ کافی دیر باتیں کرتی رہی تھیں۔ان کی واپسی کے وقت بھی نینا جان بوجھ کر وہیں میز پر بیٹھی چائے پی رہی تھی جب اماں رضیہ نے اسے مخاطب کیا تھا

"کونین بیٹی۔۔۔ان کو پانچ ہزار روپے دے دیں۔۔۔انکا حساب نکلتا ہے کچھ پرانا۔۔۔شہرین ٹھیک ہوتی تو اپنے ہاتھ سے دیتی۔۔۔مگر اب۔۔۔" وہ کہتی کہتی چپ سی ہوگئی تھیں۔اِس گھر میں صورتحال آجکل اتنی غیر یقینی تھی کہ زیادہ تر باتیں نامکمل ہی ہو رہی تھیں۔نینا نے سر ہلایا تھا پھر وہ روپے نکال کر لے آئی تھی۔

"یہ لیجیئے۔۔۔پانچ ہزار۔۔۔بس اتنی سی کمائی ہے آپکی۔۔" اس نے روپے دیتے ہوئے بھی طنز کیا تھا۔درزن آنٹی نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا تھا۔وہ دونوں گیٹ کے قریب آگئی تھیں۔نینا نے دیکھا تھا کہ گیٹ کے باہر کوئی گاڑی نہیں کھڑی تھی۔وہ شاید آج بس سے آئی تھیں

"تمہیں بہت باتیں کرنے آگئی ہیں۔۔۔اور کیوں نا آئیں گی بھئی۔۔۔تم نے سولہ جماعتیں جو پڑھ لی ہیں۔۔۔۔بہت پڑھی لکھی ہوگئی ہو تم تو۔۔۔اچھا چلو تم بتا دو تمہاری کتنی کمائی ہے۔۔۔یہ جو آیا گیری کر رہی تم۔۔کیا مل رہا ہے تمہیں اس کا۔۔رشتہ دار ہیں یہ لوگ تمہارے۔۔کیا لگتی ہو سمیع رندھاوا کی تم۔۔۔؟" وہ سوال نہیں کر رہی تھیں،اسے اس طعنے کا جواب دے رہی تھیں جو چند لمحے پہلے نینا نے انہیں دیا تھا۔نینا کو امید نہیں تھی کہ وہ بھی اسے اسی کے انداز میں طعنے دینے لگیں گی۔۔۔اس نے بلاوجہ آنکھیں مٹکائیں

"وہی جو آپ لگتی ہیں میرے باپ کی۔۔۔افیئر چل رہا ہے میرا سمیع رندھاوا کے ساتھ۔۔۔۔اب پیار محبت کے معاملات میں پیسوں کے متعلق کون سوچتا ہے بھلا۔۔۔آئی سمجھ۔۔۔؟" اس نے جیسے بہت مزا لیتے ہوئے بات مکمل کی تھی اور ساتھ ہی انہیں آنکھ بھی مار

دی تھی۔ آنٹی درزن کو امید نہیں تھی کہ وہ ایسا جواب دے گی۔ وہ ناک چڑھا کر بیرونی دروازے کی جانب بڑھی تھیں۔ نینا بھی اندر کی طرف آگئی اور تب ہی نینا کو احساس ہوا تھا کہ جیسے وہاں کوئی اور بھی تھا جس نے ان کی باتیں سنی ہیں۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ اسے وہاں کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ وہ سر جھٹک کر واپس اندر چل دی تھی۔

☆......☆......☆

صوفیہ کو وہ رات کبھی نا بھولی تھی۔

"رات کے دس بج رہے ہیں۔۔۔ اور تمہاری صاحبزادی اس وقت تشریف لا رہی ہیں۔۔۔ کہاں سے آ رہی ہیں یہ بھی نہیں پتا ہوگا تمہیں۔۔۔ اس سے پوچھو تو سہی کہاں جاتی ہے۔۔۔ کہاں سے آتی ہے اس وقت۔۔۔ کہاں ہوتا ہے تمہارا دھیان صوفیہ۔۔۔ کوئی خیر خبر رکھا کرو اسکی۔۔۔ یہ جوان بچیوں کے گھر آنے کا وقت ہے" کاشف نے نہایت خفگی بھرے انداز میں ان سے کہا تھا۔ وہ خود دس منٹ پہلے ہی گھر میں داخل ہوئے تھے اور کافی ناراض نظر آتے تھے۔ صوفیہ تو پہلے ہی بیزار بیٹھی دعا کر رہی تھیں کہ نینا ان سے پہلے آجائے لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ کئی دن سے صبح کی گئی رات گئے گھر پلٹتی تھی۔ چہرے کے تاثرات ہمیشہ ایسے ہوتے کہ صوفیہ اس سے کچھ پوچھتے ہوئے بھی چڑتی تھیں اور ایک دو بار استفسار پر بھی اس نے کچھ نا بتایا تھا کہ وہ کدھر جاتی ہے، کیا کرتی ہے۔ صوفیہ خود جھنجھلائی ہوئی بیٹھی تھیں۔ زری کی شادی کے بعد سے گھر کے حالات مزید ابتر ہو چلے تھے۔ کاشف اور نینا کے درمیان کشیدگی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔ ان دونوں کا آمنا سامنا ہی نا ہوتا تھا کیونکہ وہ دونوں ہی آجکل گھر سے صبح نکلتے تھے اور رات کو واپس آتے تھے۔ صوفیہ کو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ شوہر سے شکوہ کریں یا بیٹی سے۔۔۔ کاشف کی ہر بری بھلی کو وہ سہتی آئی تھیں۔ ان کی مشکوک حرکتیں صوفیہ سے مخفی نا تھیں۔ اپنی درزن کزن پر انکی مہربانیاں بھی ان کے علم میں تھیں لیکن وہ چپ رہنے پر مجبور تھیں۔ اس عمر میں شوہر کے ساتھ جھگڑتیں تو جوان بچیوں پر کیا اثر پڑتا اسی لئے سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی نینا کے الزامات کو پوری شد و مد سے جھٹلاتی تھیں لیکن حالات سے وہ خود بھی کافی ناخوش تھیں۔ نینا بھی اپنے بیان سے ہٹنے کو تیار نا تھی۔ اسکا بس چلتا تو وہ باپ کی شکل بھی نا دیکھتی جبکہ کاشف بھی اپنی روش بدلنے کو تیار نہیں تھے۔۔۔ عجیب سے دن رات تھے۔ زری بھی شادی کے ابتدائی دنوں والی مصروفیات میں گم تھی۔ اسے بھی بخوبی اندازہ تھا کہ اس کے میکے میں حالات کچھ سازگار نہیں ہیں سو وہ بھی احتراز برتتے ہوئے زیادہ فون نا کرتی تھی لیکن کبھی اسکا فون آجاتا تو اسے گھنٹہ گھنٹہ باتوں میں لگائے رکھتی تھیں حالانکہ وہ کوئی بہت باتونی خاتون تو نا تھیں لیکن تنہائی، فراغت اور گھر کے حالات انہیں لاچار کرنے لگے تھے۔ انکا زیادہ دل گھبراتا تو چادر اوڑھ کر آپا کی طرف آجاتیں۔ آپا کی طرف بھی سناٹے بولتے تھے، جس کے لئے بھی انہیں اپنا آپ ہی قصوروار نظر آتا تھا۔ وہاں بھی انکا دل نا لگتا تھا۔ ایسی صورتحال میں کاشف کا دیا گیا طعنہ انہیں بہت چبھا تھا۔

"آپ بھی تو اسی وقت تشریف لائے ہیں۔۔۔ اور آپ خود کیوں نہیں پوچھتے اس سے۔۔۔ آپ کی بھی تو اولاد ہے" انہوں نے اکتا

کر کہا تھا۔ان کا مقصد شوہر کو طعنہ دینا نہیں تھا۔وہ بس اکیلے پن سے بیزار بیٹھی تھیں لیکن کاشف کو سخت برُا لگا

"جوان بیٹیوں سے باپ ایسی باتیں پوچھتے اچھے نہیں لگتے لیکن جب بیٹیاں اتنی نافرمان ہو جائیں تو یہ کڑوا گھونٹ بھی پینا پڑتا ہے۔۔اور تم بھی یہی چاہتی ہو تو میں ہی پوچھ لیتا ہوں۔۔بلاؤ اس مہارانی کو ذرا۔" کاشف نے بھی سرد مہر لہجے میں کہا تھا۔صوفیہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔نینا اور کاشف کا جب بھی ایسے آمنا سامنا ہوا تھا،اسکا نتیجہ صوفیہ کے ہائی بلڈ پریشر کی صورت میں ہی نکلا تھا اور اب بھی یہی ہونے والا تھا۔وہ رات کے اس وقت گھر میں کوئی شور ہنگامہ نہیں چاہتی تھیں۔

"اب تو سو بھی گئی ہوگی۔۔آتے ہی گر جاتی ہے بستر پر۔۔کل بات کیجئے گا اس سے" صوفیہ نے اب کی بار لہجے کو نرم رکھتے ہوئے کہا تھا لیکن کاشف کو یہ بات پسند نا آئی۔انہیں ایک اور طعنہ دینے کا موقع مل گیا تھا

"اس کے باوجود تم نے زحمت نہیں کی کہ اس سے پوچھ ہی لو کہ محترمہ ایسے کون سے پتھر توڑتی رہتی ہو سارا دن کہ تھک کر گھر واپس آتی ہو۔۔یہ طور طریقے ہوتے ہیں شریف لڑکیوں کے۔۔" وہ ان پر چڑھ دوڑے تھے۔۔ان کی آنکھوں سے جیسے انگارے برس رہے تھے۔

"۔۔پچھتاؤ گی تم ایک دن۔۔یاد رکھنا صوفیہ۔۔تمہاری اسی نرمی نے اسے اتنا خود سر بنا دیا ہے اور مجھے تو بات ہی نہیں کرنے دیتی تم اپنی شہزادی سے۔۔۔میں تو بس جیسے اس کے لئے پیسے کمانے کی مشین ہوں۔۔" کاشف ایک ایک لمحے کا توقف کر کے چبا چبا کر بول رہے تھے۔وہ بھی کافی اکتائے ہوئے نظر آتے تھے اور انکا غصہ ٹھنڈا ہونے والا نہیں لگ رہا تھا۔اس سے پہلے کہ صوفیہ کوئی جواب دیتی۔باورچی خانے سے کھٹ پٹ کی آوازیں آنے لگی تھیں۔نینا یقیناً اپنے لئے کچھ لینے آئی تھی

"نہیں سوئی ہے وہ۔۔بلاؤ اسے یہاں۔۔۔مجھے پوچھنے تو دو کہ کہاں سے آ رہی ہے اس وقت۔۔تم نہیں پوری کر سکتی ذمہ داریاں تو مجھے تو کرنے دو۔۔۔پوچھنے تو دو اس سے کہ کیا اسے ہی صرف انکوائری کا حق ہے۔۔یا ہمیں بھی کوئی حق ہے تمہاری اولاد پر۔۔ابھی بلاؤ اسے۔۔مجھے بھی پتا چلے کہ کہاں سے آ رہی ہے اس وقت مہارانی صاحبہ۔۔" کاشف نے طنزیہ انداز میں ان سے کہا تھا۔وہ خود بیٹی کو مخاطب تک نا کر سکتے تھے۔صوفیہ نے انکی جانب دیکھا۔وہ کتنا خائف رہتی تھیں اس شخص کے غصے سے لیکن آخر میں پھر بھی ان کے حصے میں یہی خفگی بھرے طعنے ہی آ جاتے تھے۔انہیں برُا لگا

"اور اگر اس نے پوچھ لیا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں اس وقت۔۔تو آپ کیا جواب دیں گے" صوفیہ طعنہ نہیں دینا چاہتی تھی،وہ لڑنے جھگڑنے کی روش کب کی ترک کر چکی تھیں لیکن جانے کیسے ان کے منہ سے پھسلا تھا۔ایک عرصہ ہوا وہ شوہر کی تابعداری میں اپنا آپ بھی بھول گئی تھیں۔بالخصوص جب ان کے والدین کا انتقال ہوا تو اس دن کے بعد سے انہوں نے کاشف سے بحث کرنا چھوڑ دیا تھا مگر اب جیسے وہ تھک چکی تھیں۔حبیبہ۔۔رخشی۔۔مس نوشابہ۔۔تابندہ۔۔نیلوفر۔۔ستارہ۔۔کتنے ہی نام تھے جو انہیں ازبر تھے۔۔عورتیں

ان کے شوہر کی زندگی میں آتی نہیں تھیں، بلکہ لاٹری کی طرح نکلتی تھیں اور جیسے لاٹری کی رقم اللوں تللوں میں خرچ کر کے ختم کر دی جاتی ہے۔۔ایسے ہی ان کے شوہر کے تعلقات بھی ختم ہو جاتے تھے لیکن اس شخص کی حرص ختم ہی نا ہوتی تھی۔۔۔جبکہ وہ برداشت کر کر کے ادھ موئی ہو چکی تھیں

ایک عیاش مرد کے ساتھ زندگی گزارنا کتنا مشکل رہا تھا ان کے لئے۔۔کتنے سمجھوتے کئے تھے انہوں نے۔ان کی زندگی میں یہ اذیت کیا کبھی ختم نہیں ہو سکتی تھی۔

رات کو بلا وجہ سیل فون پر آنیوالی مسڈ کالز، سارا سارا دن کاشف کا اپنے گھر اور دوکان سے دور رہنا، استفسار پر من گھڑت قصے، بہانے اور جھوٹی تاویلیں کاشف اپنی لن ترانیوں سے باز کیوں نہیں آجاتے تھے۔۔۔۔وہ کوئی چھوٹی بچی تو نا تھیں۔شوہر کے بدلے ہوئے رنگ ڈھنگ ان سے چھپے ہوئے تو نہیں تھے اور بیٹی کو تو ڈانٹ کر چُپ کروا چکی تھیں لیکن اپنے دل کو کیسے مطمئن کرتیں۔کُڑھ کُڑھ کر وہ نڈھال ہو چکی تھیں یہی وجہ تھی کہ انہوں نے شوہر کو طعنہ دیا نہیں تھا، طعنہ خود بخود ان کے مُنہ سے پھسلا تھا۔کاشف نے انہیں مُڑ کر دیکھا۔وہ کھسیانے سے نظر آتے تھے اور کھمبا نوچنے کے سوا ان کے پاس کوئی اور حربہ نا بچا تھا سو انہوں نے پہلے گھور کر انکی جانب دیکھا پھر غرائے تھے

”بلاؤ اسے۔۔اور کہو کہ پوچھے مجھ سے یہ سوال۔۔تمہاری شہہ پر ہی تو اتنا اکڑتی ہے وہ۔۔۔پوچھ لو یہ سوال بھی۔۔۔۔تم لوگوں کو پھر بھی احساس نا ہو گا کہ تم لوگوں کے عیش و آرام کے لئے سارا دن مرتا کھپتا ہوں۔۔۔دوکان سے آ رہا ہوں اور روز دوکان سے ہی آتا ہوں۔۔لیکن تم کیوں کرو گی مجھ پر یقین۔۔۔تمہیں مجھ سے زیادہ اپنی چہیتی کی باتوں پر یقین ہے نا۔۔۔تم لوگ زہر دے دو مجھے،، میں مر گیا تو ہی سکون ملے گا تم لوگوں کو لیکن۔۔نہیں۔۔۔میں مر بھی گیا نا صوفیہ تو تمہاری یہ شک کی بیماری دور نا ہو گی۔۔۔تمہیں احساس ہی نہیں کہ تم لوگوں کی خاطر اس عمر میں بھی دھکے کھا رہا ہوں۔۔ہڈیاں گھسا رہا ہوں اپنی۔۔اور تم اور تمہاری بیٹی سمجھتی ہو کہ میں گلچھڑے اڑاتا پھرتا ہوں۔۔۔“ وہ اتنی زور سے چلا کر بولے تھے کہ صوفیہ دم بخود رہ گئیں۔وہ اب اس انداز میں بات نہیں کرتے تھے ان سے۔۔صوفیہ کو افسوس ہوا۔انہیں شکوہ نہیں کرنا چاہیئے تھا شوہر سے۔۔۔چُپ رہ کر وقت گزر تو رہا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتیں یا شوہر کو راضی کرنے کے لئے اپنے الفاظ واپس لیتیں۔نینا کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئی تھی۔اس کی آنکھوں میں تجسس تھا۔اسی اثناء میں کاشف نے اسے دروازے میں ایستادہ دیکھا تھا

”تم کیوں وہاں کھڑی ہو۔۔اندر آجاؤ۔۔اور وہاں سامنے بیٹھ کر اس تماشے کا مزا لو۔۔کیونکہ یہ آگ تمہاری ہی لگائی ہوئی ہے۔۔۔تم ہی بھرتی رہتی ہو اپنی ماں کے کان۔۔۔ایسی بد بخت اولاد تو کسی کی بھی نا ہو گی جیسی میری ہے“ کاشف پہلے سے بھی زیادہ سخت انداز میں بولے تھے۔نینا کی آنکھوں میں پہلے حیرت اور پھر طنز چمکا تھا

"میں کیوں لگاؤں گی آگ ۔۔ یہ الزام ہے می لارڈ ۔۔ سیانے کہتے ہیں انسان وہی کاٹتا ہے ۔۔ جو اس نے بویا ہوتا ہے ۔۔" نینا ایسی صورتحال میں ہمیشہ ہی انتہائی گستاخ ہو جایا کرتی تھی ۔صوفیہ نے آگے بڑھ کر اسے چُپ کروانا چاہا تھا لیکن کاشف اس کی جانب مڑے تھے

"تم تو دفع ہی ہو جاؤ یہاں سے ۔۔ شکل نہیں دیکھنا چاہتا میں تمہاری ۔ تم میری اولاد نہیں ہو ۔۔ سانپ ہو سانپ ۔۔۔ میرے کسی بہت بڑے گناہ کی سزا ہو ۔۔" وہ غُرائے تھے

"یہ بات ۔۔" اسے جیسے بہت مزا آیا تھا ۔اس نے انہیں مصنوعی ہنسی ہنستے ہوئے سراہا تھا پھر ذرا سا کمرے میں داخل ہو کر بولی

"مجھے تو یہ بات پہلے سے ہی پتا ہے کہ میں کسی "گناہ" کی سزا ہوں ۔۔ آپ ہی نے پہلی بار اعتراف کیا ہے ۔۔ اور ایک اعتراف مجھے بھی کر لینے دیں کہ بھائی بڑے ہی تیز سگنل ہیں آپ کی طرف ۔۔ ساری رپورٹس وقت پر پہنچ جاتی ہیں آپ کے پاس "وہ پہلے ہی کافی غصے میں تھے ۔نینا کی بات نے جیسے ان کی دُم پر پاؤں رکھ دیا تھا ۔وہ نینا کی جانب بڑھے تھے ۔

"بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری ۔۔ ہر وقت بک بک ۔۔ بک بک ۔۔ اپنی اوقات میں رہا کرو ۔۔ بیٹی ہو ۔بیٹی بن کر رہو ۔۔ ورنہ گھر سے نکالنے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں گا" وہ اس کے عین سامنے کھڑے ہو کر بولے تھے ۔نینا ذرا سا خائف ہوئی تھی پھر ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی ۔صوفیہ کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا تھا ۔صورتحال ان کے اختیار سے باہر ہو گئی تھی ۔

"جی ۔۔ بہت بہتر ۔۔ شکر تو اس بات کا ادا کرنا چاہیئے کہ آپکو یاد ہے کہ میں بیٹی ہوں آپکی ۔۔ مجھے بتانا نہیں پڑا ۔۔ اور دوسرا نکال دیں گھر سے ۔۔ کوئی حسرت نا رہے آپ کے دل میں ۔۔" اپنی عادت کے مطابق اس نے طنزیہ انداز میں جواب دیا تھا ۔کاشف لمحہ بھر کے لئے کچھ بول ہی نا پائے پھر انہوں نے صوفیہ کی جانب دیکھا تھا+

"یہ دیکھو ۔۔ یہ ہے تمہاری تربیت ۔۔ پال پوس کر بڑا کرنے کا یہ صلہ دے رہی ہے یہ کمبخت ۔۔" انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ نینا نے انکی بات کاٹ دی

"پالنے والی تو بس اللہ کی ذات ہوتی ہے ابا انسان تو صرف وسیلہ بنتے ہیں ۔۔ جیسے آپ اپنی کزن کا وسیلہ بنے پھرتے ہیں ۔۔ ایسے ہی مجھے بھی کوئی وسیلہ مل ہی جائیگا ۔۔" کاشف کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا ۔انہوں نے آگے بڑھ کر ایک زوردار طمانچہ اس کے چہرے پر رسید کیا تھا

"زبان کو لگام دو ۔۔ ورنہ کاٹ کے رکھ دونگا ۔۔ ایک منٹ میں ساری اکڑ نکال دونگا ۔۔ پھر پتا چلے گا کہ کس کی ذات ہوتی ہے پالنے والی ۔۔ شرم نہیں آتی باپ سے اس انداز میں بات کرتے ہوئے ۔۔ اس لئے پڑھایا لکھایا تھا تمہیں میں نے ۔۔۔ بس اب پھوٹی کوڑی نہیں خرچ کروں گا تم پر ۔۔ پھر ڈھونڈتی رہنا وسیلے حرامخور ۔۔ پھر اسی کے گھر جا کر رات بھی رہ لینا جس کے گھر سارا دن گزارتی ہو

۔۔حرامخور نا ہو تو۔۔۔ دو دن ہوئے نہیں پیسے کماتے ہوئے اور باپ پر رعب ڈالتی ہے۔۔خبردار جواب گھر سے قدم نکالا تو۔۔۔" اس سے پہلے کہ صوفیہ ان دونوں کے درمیان میں آ کر صورتحال کو کنٹرول کر سکتیں۔کاشف نے نینا کے منہ پر دوسرا زوردار طمانچہ رسید کیا تھا اور پھر وہ رُکے نہیں تھے۔ایک کے بعد ایک کئی طمانچے انہوں نے اس کے گالوں پر رسید کئے تھے۔

"اولاد ہے۔اولاد بن کر رہ۔۔میری ماں بننے کی ضرورت نہیں۔۔میں نے پوچھا کبھی کچھ۔کوئی سوال نہیں کیا۔سارا دن آوارہ گردیاں کرتی پھرتی ہے۔۔دیکھتا ہوں مگر چُپ رہتا ہوں۔مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اندھا ہوں۔کس کے بھروسے پر چلتی ہے اتنی زبان۔۔چار جماعتیں کیا پڑھ لیں۔۔۔بس اب ہمیں ہی بھگو بھگو کر ماریں گی۔۔۔مجھے نکالتے آتے ہیں سارے کس بل۔۔سیدھا کر دوں گا ایک ہی دن میں۔۔خبردار اب گھر سے ایک بھی قدم باہر نکالا تو۔۔۔جان سے مار دونگا" وہ صرف ہاتھ ہی نہیں چلا رہے تھے۔انکی زبان بھی مسلسل آگ اُگل رہی تھی۔صوفیہ انہیں روکتے روکتے نڈھال ہو گئی تھیں لیکن وہ تب ہی رُکے تھے جب انکی توانائی کم پڑنے لگی تھی۔نینا زمین پر گر گئی تھی۔صوفیہ نے دیکھا وہ رو رہی تھی لیکن اس نے باپ سے التجاء نہیں کی تھی کہ وہ اسے مت مارے۔وہ بس رو رہی تھی۔صوفیہ کے لئے یہ منظر نیا نہیں تھا۔یہ تو اس کے بچپن سے ہو رہا تھا۔صوفیہ کا دل چاہا اس کے قریب جائیں اور اسے اپنی گود میں لے لیں۔اس کے گال جو باپ کے لمس سے احساسِ تفاخر سے چمکنے چاہیئے تھے،اب دہک رہے تھے۔انکا دل چاہا وہ اس کے دہکتے گالوں کو چوم کر اسے اپنے ہونے کا احساس دلائیں لیکن وہ وہیں کھڑی رہی تھیں۔وہ آگے بڑھتیں تو شوہر کو کون سنبھالتا۔۔۔وہ وہیں کھڑی رہی تھیں

☆......☆......☆

اگلے دن کی صبح بے حد تاریک تھی۔۔۔سورج نکلا تھا مگر ان کے آنگن میں جیسے روشنی ہی نا ہوئی تھی۔وہ نماز کے بعد کتنی ہی دیر جائے نماز پر بیٹھ کر رو رو کر اپنے اور اپنے خاندان کے دلی سکون کی دعائیں مانگتی رہیں۔سلیم کے انتقال بعد نینا کا یہ باپ سے براہِ راست ہونے والا تیسرا یا چوتھا جھگڑا تھا لیکن اس کی شدت ان پہلے تمام جھگڑوں سے زیادہ تھی۔رات ہونیوالے جھگڑے کی آوازیں محلے کے دوسرے گھروں تک بھی گئی ہونگی،یہ سوچ سوچ کر وہ مزید دُکھی ہوتی رہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے شوہر کا ناشتہ بھی بنایا تھا،ان کے کپڑے بھی استری کئے اور جوتے پالش کر کے بھی رکھے۔وہ اپنے وقت پر اُٹھے اور بناء ان سے کوئی بات کئے تیار ہو کر کام پر چلے گئے۔وہ ناشتے کی ٹرے جو صوفیہ نے تیار کر کے رکھی تھی ویسی ہی تپائی پر پڑی رہی۔صوفیہ رات بھر بھی روتی رہی تھیں لیکن شوہر کے رویے نے انہیں مزید رونے پر مجبور کر دیا تھا۔دوسری طرف نینا بھی کمرے سے نہیں نکلی تھی۔زری موجود ہوتی تو وہ اسے نینا کو منانے کے لئے کہہ دیتیں لیکن اب تو وہی دونوں نفوس تھے گھر میں اور انہیں کبھی نا کبھی تو اپنی اِس بیٹی سے بھی اپنے تعلقات بحال کرنے ہی تھے سو وہ خود ہی ہمت کر کے اٹھی تھیں اور اس کے کمرے میں آ گئی تھیں تا کہ محبت سے اس سے سمجھا سکیں۔وہ ابھی تک اپنے لحاف میں ہی گھسی ہوئی تھی

"نینا۔۔جاگ رہی ہو" انہوں نے بہت ہمت مجتمع کر کے اسے مخاطب کیا تھا۔

" جی امی ۔۔جاگ گئی ہوں ۔۔۔اب ہی تو جاگی ہوں" وہ بے حد نرم لہجے میں بولی تھی جس کی انہیں بالکل توقع نا تھی ۔وہ تو یہ سوچ کر اس کے کمرے میں آئی تھیں کہ وہ ان سے سخت ناراض ہوگی ۔انہوں نے یہ بھی سوچا تھا کہ وہ اسکی ساری جلی کٹی تحمل سے سُن لیں گی ،اس سے ناراض ہوئے بناء اسے محبت سے سمجھانے کی کوشش کریں گی کہ رات جو کچھ بھی ہوا ،اچھا نہیں ہوا ۔انہوں نے تہیہ کیا تھا کہ وہ اسے احساس دلائیں گی رات والے واقعے میں بے شک اس کے باپ کی ہی غلطی تھی ،وہی قصوروار تھے لیکن وہ اس کے باپ ہیں اور باپ سے اس انداز میں بات کرنا غلط ہے اور یہ بھی کہ دوبارہ ایسی صورتحال سے بچنے کے لئے اسے اپنے رویے میں کچھ تبدیلی لانی ہوگی ۔وہ اسے یہ سب سمجھانا چاہتی تھیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں ۔نینا نے لحاف چہرے سے ہٹایا تھا ۔صوفیہ کا دل دھک سے رہ گیا ۔اس کے چہرے اور گردن پر رات والی مار کے اثرات اس قدر نمایاں تھے کہ اُن سے اس کے چہرے کی جانب چند سیکنڈز سے زیادہ دیکھا ہی نا گیا۔

" ہاہ ۔۔!!!!" انہوں نے سسک کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھا تھا ۔نینا قہقہہ لگایا

" کیا ہوا امی ۔۔۔آپ میرے چہرے کی جانب کیوں نہیں دیکھ رہیں ۔۔۔دیکھیں نا ۔۔" وہ عجیب سے انداز میں ہنستے ہوئے ان سے اسی نرم متحمل سے انداز میں بولی جس انداز میں وہ ان سے پہلے مخاطب ہوئی تھی ۔

" نینا ۔میری بچی ۔۔۔" وہ اسے گلے لگانا چاہتی تھیں ۔اس کے چہرے کو چومنا چاہتی تھیں کہ وہ پھر اسی انداز میں ایک بار پھر ہنسی جیسے پہلے ہنسی تھی

" آپ تو ایسے ری ایکٹ کر رہی ہیں ۔۔۔جیسے یہ کوئی پہلی بار ہوا ہے ۔۔۔دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ آپ نے یہ منظر پہلی بار دیکھا ہے کیا ؟" اس نے عام سے انداز میں سوال کیا تھا ۔صوفیہ سے اگلا جُملہ بولا ہی نا گیا تھا ۔اس کے چہرے پر نیل ،اسکی آنکھوں میں کرب اور اس کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ تھی ۔صوفیہ تو بس منہ پر ہاتھ رکھے اسکی جانب دیکھ رہی تھیں جبکہ وہ عجیب سے انداز میں انکی جانب دیکھتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی

" یہ کچھ بھی نہیں ہے امی ۔۔۔۔ذرا سے نیل ہیں ،گھاؤ اور خراشیں ۔۔فکر نا کریں ۔۔بھر جائیں گے ۔۔۔۔فکر تو انکی کرنی چاہیئے جو زخم بھرتے نا ہوں ۔۔۔وہ میرے دل پر لگے ہیں اور اس چہرے سے کہیں زیادہ ہیں ۔۔۔"

اس نے اپنے سینے پر بائیں جانب انگلی رکھی تھی ۔وہ عجیب سے انداز میں باتیں کر رہی تھی ۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنے حواس میں نا ہو

" یہ جو اس دل پر لگے ہیں نا امی ۔۔۔۔وہ زخم نہیں بھریں گے ۔۔۔اور جو زخم بھرتے نہیں ہیں نا انکی جواب طلبی ہوگی ۔۔۔ضرور ہوگی جج صاحب ۔۔۔ضرور ہوگی ۔۔۔پلیٹ فارم کوئی بھی ہوسکتا ہے ۔۔۔یہاں نا سہی ۔۔۔وہاں سہی ۔۔اُوپر ۔۔۔۔کبھی تو اللہ کے ساتھ تعلقات بحال ہوں گے نا میرے بھی ۔۔۔پھر مزا آئیگا امی ۔۔۔آپ دیکھئے گا سہی ۔۔۔پھر مزا آئیگا"

" نینا ۔۔مت بول ایسے ۔۔بیٹی ۔میرے دل کو ہول پڑتے ہیں ۔۔مت بول ایسے" وہ رو ہی پڑی تھیں ۔اس نے پھر مصنوعی سا قہقہہ لگایا

" آپ کیوں ملکہ جذبات بن رہی ہیں ۔۔۔آپ سے تھوڑی ہونگے حساب کتاب ۔۔۔یہ میرا ، ابا اور اللہ کا ذاتی معاملہ ہے ۔۔۔آپ اس معاملے سے دور ہی رہیں ۔۔۔آپ کو تو یہ بھی نہیں پتا کہ دراصل آپ کے مجازی خدا نے جو تھرلر فلم رات چلائی ہے اسکا اصل محرک کیا تھا ۔۔۔" وہ چھلانگ لگا کر بستر سے اتری تھی اور باتھ روم کی جانب چل دی تھی

" یا خُدا! کیا یہ پاگل ہوگئی ہے ۔۔"صوفیہ حق دَق اسکا رویہ ملاحظہ کر رہی تھیں ۔پہلے وہ اسکی وجہ سے پریشان تھیں لیکن اب تو جیسے انہیں ڈر لگنے لگا تھا جبکہ وہ نصف گھنٹے بعد باتھ روم سے نکلی تھی اور پھر بناء کچھ کھائے پیئے گنگُناتے ہوئے گھر کی سیڑھیاں اُتر گئی تھی ۔صوفیہ اپنا دل پکڑ کر وہیں بیٹھی رہ گئی تھیں ۔ان میں تو اتنی ہمت بھی نا تھی کہ اسے روک سکتیں

☆......☆......☆

" بیٹی ہوئی ہے جی ۔۔"نرس نے آ کر انہیں ان کے خیالوں سے باہر کھینچ نکالا تھا ۔انہوں نے چونک کر اسکی جانب دیکھا ۔ان کے گال آنسوؤں سے تر ہو چکے تھے ۔انہوں نے اپنے اردگرد نظر دوڑائی تھی ۔فجر کی اذان کی آوازیں آرہی تھیں ۔

" فکر کی بات نہیں ہے ۔۔زچہ بچہ دونوں خیریت سے ہیں ۔۔۔بچی ستوانسی ہے ۔۔انکیوبیٹر میں رکھیں گے کچھ دن ۔۔۔پر ٹھیک ٹھاک ہے ۔۔"نرس نے انہیں روتا دیکھ کر تسلی دی تھی ۔

" میری بیٹی کیسی ہے ۔۔وہ ٹھیک تو ہے ۔۔؟"صوفیہ نے پوچھا تھا

" ہاں جی ۔۔ابھی وارڈ میں شفٹ نہیں کیا ۔۔ٹانکے لگا دیئے ہیں ۔۔بیہوش ہے ابھی ۔۔مگر ٹھیک ہے ۔۔کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے" اس نے کہنے کے ساتھ صوفیہ کا رویا رویا چہرہ بغور دیکھا تھا ۔اسے کیا خبر تھی کہ صوفیہ کو اس لمحے کس احساس نے رونے پر مجبور کیا تھا لیکن وہ اطلاع دے مایوس ہو کر آگے بڑھ گئی تھی کہ شاید "بیٹی" کی خبر نے بڑی اماں کو زیادہ خوش نا کیا تھا ۔اسے یہاں سے "کچھ" ملنے کی امید نا تھی

" الحمدوللہ ۔۔"انہوں نے گال خشک کرتے ہوئے گہری سانس بھر کر کہا تھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اِدھر اُدھر نظر دوڑائی ۔کوئی اپنا نہیں نظر نا آیا تھا ۔وہ چند قدم چل کر آپریشن تھیٹر تک گئی تھیں مگر وہ ابھی اندر سے مقفل تھا ۔اندر جانے کی اجازت نا تھی ۔وہ مُڑ کر کوریڈور سے نکلی تھیں ۔باہر ویٹنگ روم میں انہیں نینا تنہاء بیٹھی نظر آئی ۔وہ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو مروڑتی ہوئی بالکل گُم بیٹھی تھی ۔صوفیہ نے پہلے کبھی اسے ایسے بیٹھے نا دیکھا تھا ۔وہ لاتعلق ۔بیزار تو نظر آیا کرتی تھی لیکن ایسی شکست خوردگی اس کے وجود پر صوفیہ نے پہلے کبھی طاری نا دیکھی تھی ۔وہ بہت تھکے تھکے قدموں سے اسکی جانب بڑھی تھیں

"بیٹی ہوئی ہے۔۔" انہوں نے اس کے قریب جا کر کہا۔وہ جیسے چونکی پھر اس نے سر ہلایا تھا جیسے انکی بات چند لمحوں کے توقف سے اسے سمجھ میں آئی ہو

"الحمدوللہ۔۔بہت خوشی کی بات ہے۔۔۔میری خواہش تھی کہ زری کے یہاں پہلی اولاد بیٹی ہو" وہ خوش ہو کر بولی۔صوفیہ نے بغور اسکا چہرہ دیکھا۔

""" کیوں۔۔" وہ پوچھے بناء رہ نا سکی تھیں

"بس۔۔یونہی۔۔۔سنا ہے پہلی بیٹی خوش قسمت ہوتی ہے۔۔۔بیٹیاں قسمت والی ہی ہونی چاہیئں ورنہ بہت رونا پڑتا ہے انہیں "اسکا لہجہ سادہ تھا لیکن صوفیہ جیسے اندر تک ہل گئیں۔۔۔وہ کیا جتانا چاہتی تھی۔

چند لمحے ان سے کچھ بولا نا گیا۔۔

"آپ گھر چلی جائیں۔۔۔میں یہاں ہوں نا۔۔۔آپ گھر جا کر ریسٹ کریں۔۔دو تین گھنٹے بعد آجائیے گا۔۔۔تب تک زری کو بھی ہوش آجائیگا" وہ بولی تھی

"تم رہ لوگی یہاں۔۔میرا مطلب تمہارے پیچھے بچی کو اسکول کا مسئلہ تو نہیں ہوگا۔۔؟" وہ واقعی گھر جانا چاہتی تھیں کئی گھنٹوں سے ایک ہی پوزیشن میں کرسی پر بیٹھے رہنے کے باعث ان کے گھنٹے میں تکلیف شروع ہوگئی تھی لیکن یہ بھی نہیں چاہتی تھیں کہ نینا کسی مشکل میں گرفتار ہو اسی لئے اس سے پوچھ رہی تھیں

"نہیں۔۔سمیع چلے گئے ہیں واپس۔۔۔اور پھر اماں رضیہ ہیں نا۔۔وہ اسے اسکول بھیج دیں گی۔۔۔اور پھر آپ آئیں گی تو میں چلی جاؤں گی۔۔تب تک ایمن اسکول سے واپس آجائے گی۔۔پھر شام کو اسے اپنے ساتھ ہی لے آؤں گی" اس نے پورا پلان بتایا تھا۔سمیع کا ذکر کرتے ہوئے اس کا چہرہ کیسا روشن سا لگنے لگتا تھا۔صوفیہ نے بغور دیکھا پھر سر ہلایا اور پھر ادھر ادھر دیکھا۔کاشف بھی نظر نا آتے تھے اور اظفر کی بھی خیر خبر نا تھی۔فجر کا وقت تھا۔ہاسپٹل میں چہل پہل بڑھنے لگی تھی۔وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھی تھیں۔نینا بھی ان کے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اظفر نہیں آیا کیا۔۔۔اسے آنا چاہیئے تھا" نینا نے بس اتنا ہی کہا تھا۔صوفیہ نے فوراً اسکی صفائی پیش کی تھی

"یہیں کہیں ہوگا۔۔۔ہمارے ساتھ ہی تھا۔۔وہی تو لایا ہے زری کو۔۔ساس نندیں تو ہیں نہیں گھر میں۔۔۔وہی سنبھال رہا تھا زری کو ہاسپٹل لانے سے پہلے۔۔۔شاید باہر چائے وغیرہ پینے گیا ہو"

"میں جب سے آئی ہوں۔۔مجھے تو نظر آیا نہیں۔۔۔۔میڈیسن بھی ابا ہی لا کر دیتے رہے ہیں۔۔۔اسے یہاں آپریشن تھیٹر کے باہر موجود ہونا چاہیئے تھا۔۔۔کسی بھی چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے" اس نے جتا کر کہا تھا۔اسکا لہجہ تلخ نہیں تھا لیکن وہ بات تو سچ ہی کہہ رہی تھی۔اظفر ان کو دیکھتے ہی جیسے ہر چیز سے لاتعلق ہو گیا تھا۔

وہ دونوں چلتی ہوئی مردانہ ویٹنگ روم کی طرف آئی تھیں اور صوفیہ کی توقع کے برعکس اظفر وہاں بھی نظر نا آیا تھا کاشف کو دیکھ کر انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ویٹنگ روم کے سامنے والے حصے میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنی ہوئی تھی۔کاشف وہیں جائے نماز پر بیٹھے دعا مانگ رہے تھے۔صوفیہ نے اپنی اب تک کی ازدواجی زندگی میں کبھی کاشف کو نماز پڑھتے نا دیکھا تھا۔بی بی جان کی زندگی میں بھی وہ اپنی ماں کو راضی کرنے کے لئے کہتے ضرور تھے کہ وہ نماز پڑھنے جا رہے ہیں لیکن وہ کبھی جاتے نا تھے۔یہاں تک کہ کام سے واپسی پر بھی وہ یہی کہتے تھے کہ وہ عشاء کے بعد واپس آئیں گے یا عصر کے وقت مجھے گھر سے نکلنا ہے ۔اسی لئے انہیں اس طرح حالتِ دعا میں دیکھ کر انہیں حیرت کا خوشگوار سا جھٹکا لگا تھا۔

" صوفیہ میں نانا بن گیا۔۔زری کے بیٹی ہوئی ہے" دعا مانگ کر جب انکی نگاہ ان دونوں پر پڑی تو وہ بے پناہ خوش ہو کر بولے تھے۔ان کی آواز اور لہجہ دونوں نم سے لگتے تھے۔یہ زری سے انکی بے پناہ محبت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

" آپکو پتا چل گیا۔۔"صوفیہ ان کی خوشی دیکھ کر مزید خوش ہو گئی تھیں اگرچہ انکی دلی خواہش تھی کہ ان کی بیٹی کے یہاں پہلی اولاد بیٹا ہوتا لیکن کاشف کا گُل گلنار چہرہ دیکھ کر انہیں بہت اچھا لگا۔

" ہاں ابھی نرس نے آ کر بتایا۔میں نے فوراً نوافل ادا کئے ہیں۔۔۔اللہ نے بڑا کرم کیا۔ہم نانا نانی بن گئے صوفیہ۔۔میرے تو پاؤں ہی نہیں ٹک رہے زمین پر صوفیہ۔۔" وہ واقعی بے پناہ خوش لگ رہے تھے۔اپنی عادت کے مطابق وہ نینا کو بالکل نظر انداز کئے وہ اپنی خوشی کا والہانہ اظہار کر رہے تھے۔۔فی الوقت صوفیہ کو انکا یہ انداز بہت اچھا لگ رہا تھا۔اتنا تو وہ زری کی پیدائش پر بھی خوش نا ہوئے تھے۔

" اظفر نظر نہیں آ رہا۔۔؟"صوفیہ نے پوچھا تھا

" وہ اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا تھا ۔کہہ رہا تھا مجھے دوائیوں کی مہک سے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔۔ٹھہرو میں اسکو کال کرتا ہوں " انہوں نے جیب سے فون نکالنا چاہا تھا۔اسی اثناء میں انہیں اظفر اپنی ہی سمت آتا نظر آیا

" مبارک ہو بیٹا۔۔بیٹی آئی ہے"صوفیہ نے اسے دیکھتے ہوئے پرجوش لہجے میں کہا تھا۔کاشف کے بھرپور رویے نے انہیں بھی چارج کر دیا تھا۔اظفر نے انکی سمت دیکھا پھر وہ ذرا سا مسکرایا تھا

" جی۔نرس نے بتایا مجھے۔۔۔میں امی کو کال کر کے آتا ہوں" وہ سادہ سے لہجے میں بولا تھا جیسے اس کے نہیں کسی دوسرے کے بچے کے متعلق اطلاع دی گئی ہو۔وہ اپنا سیل فون لے کر آگے بڑھ گیا تو صوفیہ نے کاشف کا چہرہ دیکھا تھا

" اظفر خوش کیوں نہیں لگ رہا تھا؟" وہ ان سے کہنا چاہتی تھیں لیکن نینا کی موجودگی کی وجہ سے چُپ رہی تھیں



" آپ گھر پہنچ گئے ہیں؟" وہ ہاسپٹل سے واپس آ کر شہرین کے پہلو میں لیٹا ہی تھا جب موبائل کی بیپ بجی۔اس نے دیکھا

۔کونین کا میسج تھا۔وہ اس کے لئے پریشان تھی۔سمیع نے گہری سانس بھری۔یہ لڑکی اس کی زندگی کو آسان بنانے کے لئے آئی تھی لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ اسکی زندگی کو مزید مشکل بنا رہی تھی۔

"گھر پہنچ کر واٹس ایپ کر دیجئے گا۔۔ورنہ میرا دل پریشان رہے گا" وہ جب واپس آرہا تھا تو اس نے کہا تھا۔اس کے الفاظ ہی نہیں اسکی آنکھوں سے چھلکتی اپنائیت بھی اسے صاف محسوس ہوتی تھی۔اسے اِس"اپنائیت" سے ڈر لگتا تھا

وہ چند لمحے موبائل کی اسکرین کی جانب دیکھتا رہا۔وہ تذبذب میں گھرا تھا کہ اسے کچھ جواب دینا چاہیئے یا نہیں پھر اس نے فون دوبارہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔وہ کونین کو میسج کرنا چاہتا تھا لیکن جانے کیا چیز تھی جس نے اسے روک دیا تھا۔۔۔اس نے کروٹ بدلی تھی

اسے اب کوئی اچھی بات بھی اچھی نا لگتی تھی۔اس کے لئے لفظ"خوشی" اپنے معنی و مطالب کھو چکی تھی۔جب شہرین اس کے ساتھ نہیں تھی تو وہ کس کے لئے خوش ہوتا۔۔کیوں ہوتا۔۔۔اس نے شہرین کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔وہ نرم ملائم بال جو شہرین کی شخصیت کا چارم کئی گُنا بڑھا دیا کرتے تھے،اب بے رونق سی جھاڑ جھنکاڑ کی طرح اکاڈ کا ہی اس کے سر پر موجود تھے مگر پھر بھی اس کے لئے قیمتی تھے۔اس نے بہت نرمی سے اس کے سر کو چُوما تھا

"زندگی کسی کے لئے نہیں رکتی شہرین۔۔۔وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔۔۔لوگ آتے ہیں چلے جاتے ہیں۔۔کسی کو پرواہ نہیں ہوتی۔۔لیکن میری زندگی جمود کا شکار ہے شہرین۔۔۔۔۔۔میں وہیں کسی لمحے میں قید ہوں جہاں تم میرے ساتھ تھی۔۔۔تم ابھی موجود ہو لیکن میں تو وہیں مر گیا تھا جب تم نے مجھے پہچاننا چھوڑ دیا تھا۔۔۔اور لوگ سمجھتے ہیں میں زندہ ہوں۔۔۔وہ ایک مردہ انسان سے توقع کرتے ہیں کہ وہ ان کی خوشیوں میں شریک ہو۔۔۔انکی محبت کا جواب محبت سے دے۔۔۔کیسے بھلا۔۔۔یہ ممکن ہی کب ہے۔۔۔شہرین میرے لئے دعا کرو کہ میں بھی ختم ہو جاؤں۔۔فنا ہو جاؤں۔۔مجھے مکمل موت عطا ہو جائے تو میرا بھلا ہو جائے۔۔" وہ شہرین کے پہلو میں لیٹ کر ایسی ہی باتیں کرتا رہتا تھا۔جس روز کونین موجود ہوتی تھی۔اس روز وہ بہت ہی دھیمی آواز میں شہرین سے باتیں کرتا رہتا تھا لیکن آج چونکہ وہ موجود نہیں تھی تو اسکی آواز ذرا بلند ہو گئی تھی۔شہرین نے بچوں کی طرح کسمسا کر اس کے ہاتھ کو اپنے سر سے ہٹا دیا تھا۔اسے محسوس ہوا جیسے شہرین اسکی باتیں نا صرف سُن رہی تھی بلکہ سمجھ بھی رہی تھی۔وہ سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔اس نے شہرین کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔وہ گہری نیند میں تھی۔سمیع چند لمحے چھت کو گھورتا رہا تھا۔اس دوران اس کے سیل واٹس ایپ کی بیپ دوبارہ بجی تھی۔اس نے فون ہاتھ میں پکڑا تھا۔

"میں خالہ بن گئی ہوں" کونین نے اسے میسج کیا تھا۔سمیع پھر تذبذب میں گھر گیا تھا

"تم کیوں نہیں سمجھ جاتی کہ سوکھے کنویں کسی کی پیاس نہیں بجھایا کرتے۔۔بنجر زمینیں کسی کو پھل نہیں دیا کرتیں۔۔۔کیوں پتھر سے سر پھوڑتی رہتی ہو اپنا" اس نے چڑ کر سوچا تھا

اس کے اور کونین کے درمیان تعلقات کی نوعیت ایسی ہی تھی۔وہ ابھی تک اس شادی کی مستقل حیثیت کا تعین کر ہی نہیں پایا تھا حالانکہ وہ کوئی چھوٹا بچہ نا تھا۔کونین کی آنکھوں سے چھلکتی محبت اسے محسوس ہوتی تھی۔اسکے بدلتے رویے اسے نظر آرہے تھے۔کونین کے ساتھ شادی کے بعد اس کے میکے میں ہونیوالی یہ پہلی خوشی کی خبر تھی جسے وہ اس سے شئیر کر رہی تھی اگر چہ وہ بہت زیادہ باتونی تھی،اسے خاموش رہنے سے چڑ ہوتی تھی لیکن وہ اپنے بارے میں یا اپنے گھر والوں کے بارے میں کبھی بھی زیادہ بات نہیں کرتی تھی۔اپنے والدین کے بارے میں بھی اس نے بس ایک ہی بار کھل کر بات کی تھی۔اسکی ایک ہی بہن تھی جس کے متعلق اس نے سمیع کو تب بتایا تھا جب اس نے ایمن کو بھی اپنے ساتھ اپنی امی کے گھر لے جانا شروع کیا تھا۔اس کے علاوہ ایک بچی مہر تھی جس کے متعلق کونین نے اسے تب بتایا تھا جب ایمن نے اسکا ذکر کرنا شروع کیا تھا چونکہ ایمن کی اور اس بچی کی کافی دوستی ہوگئی تھی۔وہ اکثر اس کے متعلق باتیں کرتی رہتی تھی اس لئے کونین نے سمیع کو اس سے غائبانہ متعارف کروا دیا تھا کہ وہ اسکی کسی کزن کی بیٹی ہے اور وہ اکثر اسے اور ایمن کو پارک میں رائیڈز وغیرہ کے لئے ساتھ لے جاتی ہے۔اس کے علاوہ وہ کسی کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔کونین کبھی اپنے متعلق زیادہ تفصیل سے بات کرتی نہیں تھی اور سمیع کو بھی اس کی باتیں سننے میں کوئی دلچسپی بھی نا تھی۔یہ حقیقت تھی کہ اسے ابھی بھی کونین کے وجود میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ خود کو اس کے احسانات تلے دبا ہوا محسوس کرتا تھا بالخصوص شہرین کی گرتی ہوئی صحت اور اسکی دگرگوں دماغی حالت کے ساتھ وہ بہت اچھی طرح ڈیل کر رہی تھی۔شہرین کو نہلانا دھلانا،اس کے کھانے پینے یا میڈیسن وغیرہ کا دھیان تو وہ رکھتی ہی تھی۔اس کے علاوہ بھی وہ شہرین کو ہینڈل کرنا بخوبی جانتی تھی۔شہرین اس سے بہت مانوس تھی۔وہ جانتا تھا شہرین کبھی کبھی بالکل چھوٹے بچوں کی طرح ضد کرنے لگتی تھی،وہ ایسی چیزیں کرنے کے متعلق اصرار کرتی تھی جو یا تو نامناسب تھیں یا پھر نقصان دہ لیکن کونین محبت سے اسے سمجھا لیتی تھی جبکہ سمیع اور اماں رضیہ کو شہرین کو انکار کرنا سب سے زیادہ مشکل لگتا تھا اور نا ہی وہ انکی بات سنتی تھی۔اسی لئے سمیع منہ سے اعتراف نا بھی کرتا لیکن دل ہی دل میں وہ اس شادی کے فیصلے پر مطمئن تھا۔

یہ فیصلہ اس نے کب اور کیسے کیا تھا،اسے اچھی طرح سے یاد تھا

☆......☆......☆

"یہ لڑکی تجھے بیچ کھائیگی۔۔" وہ صبح ہی صبح ناشتے کے بعد امی کو لے کر ہاسپٹل جا رہا تھا جب انہوں نے تیکھے سے انداز میں کہا تھا۔اس نے ان کی جانب ناراضی سے دیکھا۔اسے انکی بات بری لگی تھی۔اسے لگا وہ شہرین کی بات کر رہی ہیں۔

"امی۔۔وہ نہیں رہی اب۔۔ختم ہو چکی ہے۔لیکن آپ کے دل میں موجود نفرت ختم نہیں ہوئی" وہ سخت ناراض لہجے میں بولا تھا۔امی نے اس کے غصیلے انداز کو دیکھا پھر نرمی سے بولیں۔

"میں بہو کی بات نہیں کر رہی۔۔۔شہرین کے لئے لفظ" بہو" پہلی بار سنا تھا سمیع نے ان کے منہ سے جبکہ وہ ناک چڑھا کر کہہ رہی

تھیں

"میں تو اس کی بات کر رہی ہوں جو مہارانی بنی اِدھر اُدھر پھرتی رہتی ہے تیرے گھر میں۔۔" امی کا بات کرنے کا اپنا ہی انداز تھا۔ سمیع اندازہ نا لگا سکا کہ وہ کس کی بات کر رہی ہیں۔

۔وہ بہت پریشان کُن دن تھے۔دونوں اطراف کے خاندان والوں کو بھی شہرین کی سیریس کنڈیشن کی اطلاع مل چکی تھی ۔سب لوگ ہی اس بات کے لئے ذہنی طور پر تیار نا تھے کیونکہ شہرین کی حالت تو کافی بہتر تھی۔وہ ٹھیک نظر آتی تھی اسی لئے جب انہیں دوبارہ سے ٹیومر ہو جانے کا پتا چلا تو وہ سب ہی بے حد پریشان ہو گئے تھے۔سمیع کی امی اس کے گھر رہنے کے لئے آگئی تھیں تاکہ بیٹا کو جذباتی سہارا مل سکے۔وہ خود بھی بیمار رہنے لگی تھیں۔چند مہینے پہلے ہی ان کے گردے ڈائلاسز ہونے شروع ہوئے تھے۔وہ خود بیمار ہوئی تھیں تو شہرین کو بُرا بھلا کہنا بھی چھوڑ دیا تھا۔سمیع کو اس بار تسلی دلاسہ دینے والوں کی کمی نا تھی لیکن ڈاکٹرز نے شہرین کی حالت کا جو نقشہ کھینچا تھا وہ بے حد خطرناک تھا اور پھر جب اسکی سرجری ہوئی تھی تو وہ کوما میں چلی گئی تھی۔صورتحال تو پہلے بھی تسلی بخش نا تھی لیکن شہرین کے کوما میں چلے جانے سے مایوسی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ان دنوں پریشانی کا یہ عالم تھا کہ کوئی کسی کو مخاطب بھی نا کرتا تھا۔گھر میں رشتہ دار عیادت کے لئے آنے جانے لگے تھے۔اسکی امی بھی گھر میں موجود تھیں لیکن اس صورتحال میں اماں رضیہ اور کونین ہی تھیں جو اس کا گھر اور گھریلو معاملات کے ساتھ ساتھ اسکی اولاد کی دیکھ ریکھ بھی کر رہی تھیں۔بالخصوص ایمن مکمل طور پر اسکی ذمہداری تھی۔اُس دن کے بعد سے کونین سے اسکی ملاقات نہیں ہوئی تھی ۔ایک دو بار کھانے کی میز پر آمنا سامنا ہی ہوا تھا۔شہرین کی حالت کی وجہ سے سمیع کے ہوش و حواس تو خود جیسے مفلوج ہو کر رہ گئے تھے۔وہ ہر روز صبح کو آفس جاتا تھا پھر وہاں سے ہاسپٹل چلا جاتا تھا اور پھر وہیں رہتا تھا۔گھر میں کیا ہو رہا تھا، کیا نہیں ہو رہا تھا، اسکی اسے کوئی پرواہ ہی نا رہی تھی۔اسی لئے جب اسکی امی نے کسی "تیسرے فرد" کا تذکرہ کیا تو اسے ذرا دلچسپی محسوس نا ہوئی

"کس کی بات کر رہی ہیں۔۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا تھا

"سمیع۔۔تو مجھے ہمیشہ غیر سمجھتا ہے۔۔۔کبھی اپنے دل کی بات مجھے نہیں بتاتا۔۔۔اسی کی بات کر رہی ہوں۔۔جس سے چکر چل رہا ہے تیرا۔" وہ بُرا مان کر بولی تھیں۔اس نے حیران ہو کر مُڑ کر انکی جانب دیکھا، وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھیں۔سمیع گاڑی میں نا بیٹھا ہوتا تو شاید انکی بات پر اچھل ہی پڑتا

"کیسی باتیں کر رہی ہیں امی۔۔۔مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا" وہ واقعی سمجھ نہیں پا رہا تھا

"دیکھ سمیع۔۔۔میں اُس جوان لڑکی کی بات کر رہی ہوں جو سارا دن تیرے گھر میں رہتی ہے۔۔" وہ وضاحت کرنا چاہ رہی تھیں لیکن سمیع نے انکی بات کاٹ دی۔اسے سمجھ میں آگیا تھا کہ وہ "کس" کے متعلق بات کر رہی ہیں

"وہ ایمن کی بے بی سٹر ہے امی۔۔۔ایمن کی دیکھ بھال کے لئے آتی ہے۔۔" وہ پہلے سے زیادہ جھنجھلا کر بولا تھا۔اسے

کو نین پر بھی غصہ آیا۔اسے پتا تھا یہ باتیں ہونگی،کو نین کے متعلق اس سے سوال کئے جائیں گے اور اسی لئے وہ اس لڑکی کو گھر میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ان کے خاندان میں ایسی باتیں قابل اعتراض ٹھہرتی تھیں

"آئے ہائے۔۔تجھے کوئی اچھی بے بی سیٹر نا ملی تھی۔۔یہ تو خود ابھی چھیل چھبیلی سی ہے۔۔یہ کہاں سنبھال سکتی ہے ایمن کو۔۔" وہ ناک چڑھا کر بولیں۔سمیع نے بیک ویو مرر سے انکی جانب دیکھا

"امی!وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔۔سمجھدار ہے۔۔اور ایمن بھی بہت مانوس ہے اُس کے ساتھ۔۔اسی لئے میں نے اور شہرین نے رکھا تھا اسے۔۔۔۔شہرین تو اب بے ہوش پڑی ہے۔۔اب ہمیں کب اندازا تھا کہ قسمت یہ کھیل کھیلے گی ہمارے ساتھ۔۔۔یہ بہت دیر سے ایمن کو پڑھانے آتی تھی۔۔شہرین بہت تعریف کرتی تھی اسکی،اعتماد کرتی تھی اس پر ایمن کے معاملے میں۔۔جو کچھ ہے آپ کے سامنے ہی ہے۔۔۔اب آناً فاناً کہاں سے بھروسے والے لوگ ڈھونڈ کر لاؤں۔۔اسی لئے اسکو میں نے ہی درخواست کی تھی۔۔آپ سمجھ رہی ہیں نا۔۔" اپنے حساب سے تو اس نے امی کو ہر بات کی وضاحت کردی تھی۔انہیں مطمئن ہوجانا چاہیئے تھا لیکن وہ سر ہلاتے ہوئے بولیں

"سمیع۔۔میں تجھے کچھ نہیں کہہ رہی۔۔تیرا تو مجھے پتا ہے۔۔اِس شہرین نے ہی تیری مَت ایسی مار کر رکھی ہے کہ تجھے کہاں نظر آتا ہے کوئی۔لیکن اس لڑکی کے ارادے نیک نہیں۔۔تُجھ پر نظر ہے اسکی۔۔" وہ اسی بے دھڑک انداز میں بولیں جو انکا خاصہ تھا

"لاحول ولا۔۔"سمیع کو سخت بُرا لگا۔

"کیسی فضول باتیں کرتی ہیں امی آپ بھی۔۔۔ بیس،اکیس سال کی بچی ہے وہ۔۔دس پندرہ سال چھوٹی ہوگی مجھ سے۔۔کیوں کسی کی بیٹی پر الٹے سیدھے الزام لگاتی ہیں" وہ نہایت سخت لہجے میں بولا تھا۔اسکا انداز ایسا تھا کہ اسکی امی ایک لمحے کو خائف ہو کر چُپ ہوئیں پھر سر جھٹک کر باآوازِ بلند بڑبڑائی تھیں

"بچی۔۔؟" پھر اپنے لہجے میں زور دیتے ہوئے مزید کہنے لگیں

"مجھ سے تو ہمیشہ تیرا پردہ ہی رہے گا پُتر۔۔تُجھ سے بہتر تو وہ بیس اکیس سال کی"بچی" ہے جس نے اطمینان سے سب کو بتادیا ہے کہ میرا افیئر چل رہا ہے سمیع رندھاوا کے ساتھ۔۔۔"سمیع کو بڑی زور کا جھٹکا لگا۔اس نے بمشکل اسٹئرنگ تھاما تھا ورنہ گاڑی ضرور ہی کہیں لگ جاتی اس سے۔۔

"کیا۔۔؟" وہ بھڑک کر بولا تھا

"اس نے کہا ہے یہ سب آپ سے۔۔" اسے یقین نہیں آیا تھا

"ظاہر ہے اسی نے کہا ہوگا۔۔مجھے کونسا سچے خواب آتے ہیں یا میرے کونسا موکل بکھرے ہیں اِدھر اُدھر جو تیری راز کی باتیں بھی

مجھے بتا جاتے ہیں" وہ جل کر بولیں

"آپ سچ کہہ رہی ہیں۔۔۔؟" وہ بے یقین لہجے میں بپھر کر پوچھ رہا تھا۔اسکی امی کو جھوٹ بولنے کی عادت تو تھی

"چل۔۔۔اب اس بات سے صاف ہی مکر جاماں کے سامنے۔۔اوہ پُتر۔۔ماں ہوں تیری۔۔دشمن نہیں ہوں۔۔۔میں نے تو اِس پٹھانی کو بھی سر آنکھوں پر بٹھایا ہوا تھا۔۔یہ تو پھر اپنی برادری کی لگتی ہے۔۔۔ہے نا۔۔ویسے ذات کی کون ہے یہ۔۔۔؟" وہ اپنا موقف بیان کر کے جیسے پرسکون ہو گئی تھیں اور اگلی انکوائری شروع کر دی تھی۔سمیع نے بیک ویو مرر سے انکو تیکھے چتونوں سے گھورا پھر غرّا کر بولا۔

"اب آپ نے ایسی کوئی بات کی نا امی تو میں نے یہ گاڑی اس سامنے والے ٹرک میں مار دینی ہے۔۔۔ایک منٹ میں قصہ ختم ہو جائیگا" ۔امی نے ذرا جھک کر سامنے دیکھا۔وہاں سڑک پر ان سے آگے واقعی ایک بڑا سا ٹرک گزر رہا تھا۔وہ ڈر سی گئیں۔سمیع نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی تھی۔اس کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔اسے پسینہ آنے لگا۔اس نے اے سی چلاتے ہوئے شرٹ کا اوپر والا بٹن کھولا تھا

"۔یہ لڑکی کیا کھیل کھیل رہی تھی میرے ساتھ۔۔۔" اس نے جل کر سوچا تھا۔اسے بے حد غصہ آنے لگا تھا۔پہلے ہی اتنے مسائل تھے زندگی میں اور یہ محترمہ جانے کہاں سے ان میں اضافہ کرنے آ گئی تھیں

"میں ایک بات ضرور کہوں گی سمیع۔۔اب چاہے تجھے بُرا لگے۔۔۔لیکن اگر ایک لڑکی اپنے منہ سے یہ بات کہہ رہی ہے تو دال میں ضرور ہی کچھ کالا پیلا ہو سکتا ہے۔۔۔ہاں ٹھیک ہے۔۔۔بے شک لڑکی منہ متھے لگنے والی تو نہیں ہے۔۔۔عام سی شکل۔۔عام سا رنگ روپ۔۔۔قد بھی نکا سا ہے۔۔۔پر تیری بچی سے بڑی محبت کرتی ہے۔۔یہ جانچ لیا ہے میں نے۔۔۔جان چھڑکتی ہے اُس پر۔۔اگر تیرا کوئی سلسلہ چل رہا ہے اس کے ساتھ۔۔تو میں اس بار تیرے حق میں ہوں۔۔۔یہ زندگی سنوار دے گی تیری بن ماں کی بچی کی" اس کی امی زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکتی تھیں۔انہوں نے اطمینان سے مشورہ دیا تھا۔سمیع نے اب کی بار انہیں گھورا نہیں تھا۔گاڑی کی رفتار پہلے ہی اتنی تیز تھی۔اس نے اتنی زور سے بریک لگائے کہ گاڑی جھٹکے سے رُکی تھی لیکن اس نے ساتھ ہی پھر گاڑی چلا دی تھی۔امی کی پیشانی سیٹ کی پُشت سے ٹکرائی تھی۔پیچھے والی گاڑی ان کی گاڑی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی اور اردگرد سے ہارن بجنے لگے تھے۔

"حسبِ اللہ حسبِ اللہ۔۔۔حسبِ اللہ حسبِ اللہ" امی ڈر کر با آوازِ بلند ذکر کرنے لگیں۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"کونین کہاں ہے۔۔؟" امی کو ہاسپٹل چھوڑ کر وہ اسی وقت واپس آیا تھا۔اسے کونین سے ابھی بات کرنی تھی۔اسے زندگی میں مزید پرابلمز نہیں چاہیئے تھے۔اس نے سوچا تھا وہ اسی وقت اسکا حساب کتاب کر کے اسے فارغ کر دے گا اور اب کی بار اس کے ساتھ کوئی نئی بحث چھیڑنے سے احتراز برتے گا۔اماں رضیہ نے اس کے استفسار اور انداز پر کچھ حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا بیٹا۔۔سب ٹھیک ہے نا۔۔" وہ پریشان ہو گئی تھیں۔سمیع کو فی الوقت انکی کسی پریشانی سے غرض نا تھی

"اماں رضیہ جو پوچھا ہے۔۔اسکا جواب دیں۔۔میرا وقت ضائع نا کریں" وہ بدتمیز نہیں تھا لیکن بعض اوقات اس کو ہر شخص پر غصہ آنے لگتا تھا اور ابھی بھی ویسا ہی وقت تھا۔

"شہریں بٹیا۔ٹھیک ہیں نا۔۔سب ٹھیک ہے نا بیٹا۔۔" اماں رضیہ سہم سی گئیں لیکن پھر بھی انہوں نے پوچھ لیا تھا۔شہرین کی حالت ہی ایسی تھی کہ سب خدشات میں ہی گھرے رہتے تھے

"سب ٹھیک ہے اماں رضیہ۔۔آپ وہ بتائیں جو میں پوچھ رہا ہوں" وہ زِچ ہو کر بولا

"وہ ایمن کے کمرے میں ہی ہونگی بیٹا۔۔آج وہ کافی لیٹ آئی تھیں۔۔یہاں رُکی نہیں۔۔سیدھا ایمن کے کمرے میں چلی گئی تھیں۔۔لیکن میں نے ایمن کو ناشتہ وغیرہ سب کروا دیا تھا" اماں نے جیسے اسکی صفائی پیش کی تھی۔سمیع انکی بات مکمل سنے بناء ایمن کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔اس نے دستک بھی نا دی تھی۔وہ دروازے کی جانب پشت کئے ایمن کی اسٹڈی ٹیبل کے پاس کھڑی اسے جانے کیا سمجھا رہی تھی۔اسکا ڈوپٹہ ایمن کے بیڈ پر پڑا تھا۔دروازہ کھلنے کی آواز پر بھی اس نے مُڑ کر نا دیکھا تھا

"کونین۔۔ذرا ڈرائینگ روم میں آئیں۔۔مجھے آپ سے بات کرنی ہے" سمیع نے سخت لہجے میں کہا تھا۔اس نے چند لمحے تو کوئی جواب نا دیا پھر اسکی بجھی ہوئی سی آواز سنائی دی تھی

"جی اچھا۔۔آپ چلیں۔۔میں ایمن کو پڑھا کر آتی ہوں" وہ اپنے مخصوص پُر اعتماد انداز میں بات نہیں کر رہی تھی۔سمیع کو لگا جیسے وہ اسے ٹال رہی ہے۔وہ تو بہت منہ پھٹ لڑکی تھی۔اس کے اس انداز کو دیکھ کر سمیع سمجھا تھا کہ وہ قصوروار ہے اور اب جان چھڑوانے کے لئے اس سے بات نہیں کرنا چاہتی۔اسے مزید غصہ آیا تھا

"نہیں۔۔آپ میرے ساتھ آئیں۔۔ابھی۔۔بات کرنی ہے مجھے آپ سے۔۔" وہ انتہائی ناراض لہجے میں بولا تھا۔ایمن نے مُڑ کر اسے دیکھا۔اس کے چہرے پر حیرانی تھی۔وہ باپ کا خفا سا انداز دیکھ کر کچھ سہم سی گئی تھی لیکن کونین نے مُڑ کر بھی نا دیکھا۔وہ جواباً پھر خاموش رہی تھی۔سمیع کا غصہ بڑھنے لگا تھا۔اسے یقین ہو چلا تھا کہ اس نے واقعی اسکی امی کے سامنے کچھ ناپ شناپ بولا تھا۔وہ کمرے کے اندر آیا اور پھر اسکا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی جانب لے جانا چاہا تھا

" آپکو ایک دفعہ کہی ہوئی بات سمجھ میں نہیں آتی ۔۔میں نے کہا مجھے بات کرنی ہے آپ سے ابھی ۔۔۔" ایمن کی وجہ سے وہ پھر بھی لحاظ کر رہا تھ ورنہ اسکا دل چاہ رہا تھا اس لڑکی کو فوراً اپنے گھر سے نکال دے ۔وہ اس کے کرخت انداز پر یقیناً حیران ہوئی تھی پھر بھی اس نے بے حد نزاکت سے اس کی جانب دیکھے بناء باہر کی طرف جانے کے لئے قدم بڑھائے تھے ۔وہ سمیع کی جانب دیکھ بھی نہیں رہی تھی اور اس سے سمیع کا غصہ مزید بڑھ رہا تھا

" جھوٹ کے سواء کیا ہے جو آپ کو اس طرح اپنا چہرہ چھُپانے پر مجبور کر دیتا ہے ۔" اس نے جل کر سوچا تھا اور ساتھ ہی اسکی آنکھوں میں دیکھنا چاہا تھا۔

" ہاہ ۔۔۔۔" وہ ایک دم حیران رہ گیا تھا۔وہی غصہ جو اپنے عُروج پر پہنچا ہوا تھا، یکدم کچھ کم ہوا۔اس کے چہرے پر بے تحاشا نیل تھے اور چہرہ جا بجا سُرخ ہو رہا تھا

" یہ کیا ہوا ۔۔۔" وہ پریشان سا ہوا تھا۔

" آپ کو نین کو مت ڈانٹیں ۔۔۔انکو چوٹ لگی ہے ۔۔وہ سیڑھیوں سے نیچے گر گئی تھیں ۔" ایمن نے ڈر کر وضاحت کی تھی ۔وہ باپ کے اسقدر سخت لہجے کی عادی نا تھی ۔اسی لئے اسے غصے میں دیکھ کر وہ کافی ڈری گئی تھی۔

" یہ کیا ہوا کو نین ۔۔۔؟" سمیع نے یکدم اس کے سامنے آ کر اسکا چہرہ دیکھا تھا ۔اس نے گھور کر اسے دیکھا

" کچھ نہیں ہوا مجھے ۔۔آپکو تسلی ہو گئی اب میرا سوجا ہوا بوتھا دیکھ کر ۔۔بس اسی لئے آج بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی آپ سے ۔۔۔چلیں اب" وہ چڑ کر اپنے مخصوص انداز میں ناک چڑھا کر بولی پھر بیڈ پر پڑا اپنا ڈوپٹہ اٹھایا، اسے کندھے پر ڈالا اور ایمن کی جانب مُڑی

" آپ یہ ایکسرسائز ختم کریں ۔۔میں ابھی آتی ہوں" ایمن نے سر ہلایا تھا اور پھر کاغذ پینسل کی جانب متوجہ ہو گئی ۔سمیع نے دیکھا وہ کو نین کی بات ٹالتی نہیں تھی ۔وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے تھے ۔سمیع نے لائٹس آن کر دی تھیں ۔وہ سوالیہ انداز میں اسکا چہرہ دیکھنے لگی تھی جبکہ وہ خود پریشان ہو کر اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا

" کیا پرابلم ہے ۔۔۔بولیں کیا بات ہے ۔۔۔وہاں بچی کے سامنے تو اتنا واویلا مچا دیا تھا کہ بات کرنی ہے ۔۔اب چُپ ہو گئے ہیں آپ ۔۔۔" وہ ناراض ہو کر بولی تھی ۔اب وہ اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی

" یہ کیا ہوا ہے آپ کو ۔۔۔" سمیع نے پھر سوال کیا تھا ۔اسکا چہرہ ہی نہیں گردن بھی خراشوں سے بھری ہوئی لگتی تھی۔

" اوہو ۔۔ایک ہی بات کے پیچھے کیوں پڑ جاتے ہیں رندھاوا صاحب ۔۔بتایا تو ہے ابھی بچی نے آپکو کہ سیڑھیوں سے گر گئی تھی ۔۔۔اچھا بولیں کیا بات ہے ۔۔۔کیا بات کرنی تھی آپکو مجھ سے ۔۔۔" وہ اب ایک بار پھر ویسی ہی بے پرواہ، منہ پھٹ اور خود سر نظر آنے لگی تھی جیسی کے وہ تھی۔

"سمیع نے اسے کندھوں سے تھاما اور اسے آگے کی جانب دھکیلا تھا۔اس نے ذرا حیران ہو کر اسے دیکھا اور اپنے کندھے اسکی گرفت سے چھڑوا کر بولی

"تمیز سے۔۔۔اتنی بے تکلفی پسند نہیں ہے مجھے۔۔۔تمیز سے بات کرنی ہے تو کریں۔۔ورنہ جا رہی ہوں میں "سمیع نے اب کی بار اس کے لہجے کی پرواہ کیئے بناء مزید سختی سے اسکو کندھے سے تھاما اور ایک جانب آویزاں وال ہینگنگ کے سامنے لا کھڑا کیا جس پر کافی بڑا سا آئینہ لگا تھا۔

"بیوقوف سمجھتی ہو مجھے۔۔۔چوٹ لگے تو ایسے نیل پڑتے ہیں چہرے پر۔۔۔؟یہ سیڑھیوں سے گرنے کے نشانات ہیں۔۔؟" وہ اسے گھورتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔کونین نے آئینے کی جانب دیکھا تک نہیں تھا

"یہ فزیکل ٹارچر ہے۔۔۔سارا چہرہ مار مار کر بگاڑ ڈالا ہے کسی نے۔۔۔صاف پتا چل رہا ہے کسی نے ٹارچر کیا ہے آپکو۔۔" وہ واقعی اسکا چہرہ دیکھ کر پریشان سا ہو گیا تھا۔اسے اس لڑکی سے فوراً جان چھڑوانی تھی۔یہ اسے کسی طور قابل بھروسہ نا نظر آتی تھی لیکن اسے یہ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ فریضہ سرانجام کیسے دے۔۔وہ اسکی بات سُن کر ایک دم کچھ بول نہیں پائی تھی۔سمیع اس کے چہرے کی جانب ہی دیکھ رہا تھا

"اچھا ٹھیک ہے۔۔درست فرما رہے ہیں آپ۔۔۔ٹارچر ہی کیا ہو گا کسی نے۔۔۔خوش۔۔۔اب میں جاؤں" اس کی آنکھوں میں چھُپے سوالوں کو نظرانداز کرتے ہوئے وہ بالکل عام سے انداز میں بولی تھی جیسے اسکی نہیں کسی اور کی بات ہو رہی ہو۔سمیع زِچ سا ہو کر کاؤچ پر بیٹھ گیا تھا۔اسے بیٹھتا دیکھ کر وہ آرام سے مڑی تھی اور باہر کی جانب جانے لگی تھی

"رُکیں۔۔۔"سمیع نے غصے سے اسے پکارا تھا۔بات ابھی ختم تو نہیں ہوئی تھی۔ابھی تو وہ بات ہوئی ہی نہیں تھی جس کی خاطر اس نے اسے بلوایا تھا۔وہ رُک گئی اور پھر پلٹ کر آئی

"آپ ہچکیاں لے لے کر بات کیوں کرتے ہیں۔۔۔قسطوں میں۔۔۔۔کہہ کیوں نہیں دیتے ایک ہی بار جو کہنا ہے۔۔۔اچھا لگتا ہے کسی کو بار بار پیچھے سے مخاطب کرنا۔۔۔میرا وقت بھی ضائع کر رہے ہیں آپ اور اپنا بھی۔۔۔آپ کو پتا تو ہے کہ میں ایمن کو پڑھا رہی تھی۔۔۔وہ انتظار کر رہی ہو گی میرا" اس نے دوٹوک سے انداز میں کہا تھا جیسے وہ سمیع کے گھر نہیں بلکہ سمیع اس کے گھر میں بیٹھا ہو۔سمیع کو مزید غصہ آ گیا تھا

"آپ فی الفور اپنی چیزیں لیں۔۔۔اماں رضیہ سے اپنا حساب کتاب کلیئر کریں اور میرے گھر سے چلی جائیں۔۔۔مجھے آپ کی سروسز کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میں دوبارہ آپکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا اپنے گھر میں" اس نے دوٹوک انداز میں کہا تھا۔وہ ایک دَم حیران ہو کر اپنی ہی جگہ پر جیسے جَم سی گئی پھر پلٹ کر اس کے قریب آئی اور اسی کے کاؤچ پر بیٹھ گئی

"ایسے کیوں کہہ رہے ہیں آپ ۔۔کیا میں اپنا کام ٹھیک طریقے سے نہیں کر رہی ۔۔" وہ سوال کر رہی تھی ۔سمیع نے اسکی آنکھوں میں دیکھا ۔وہ چہرے سے اسے کبھی بھی شاطر نہیں لگی تھی ۔وہ اس کے بالکل سامنے بیٹھی معصومیت بھرے انداز میں سوال کر رہی تھی ۔سمیع کی نظریں ایک بار پھر اس کے چہرے اور گرن پر جمی تھیں ۔کسی نے بہت بے رحمی سے مارا تھا اسے ۔۔۔جا بجا نیل اور خراشیں پڑی تھیں چہرے پر ۔۔اس کی نظروں کو محسوس کر کے کونین نے نظریں چُرا لیں ۔سمیع کو اس پر ترس آیا ۔۔۔

"عورت ذات پر ہاتھ کیسے اٹھا سکتا ہے کوئی ۔۔کوئی کیسے مار سکتا ہے کسی عورت کو ایسے ۔۔۔" اس نے ترحم سے سوچا تھا ۔اسکا لہجہ خود بخود نرم ہو گیا تھا

"کونین ۔۔۔بات کام کی نہیں ہے ۔۔۔کام کرنے ولوں کی کمی نہیں ہے یہاں ۔۔۔کام کرنے والے بہت لوگ مل جاتے ہیں ۔۔۔بات اس اعتماد کی ہے جو ہم آپ پر کرتے ہیں ۔۔۔میری وائف کو بھروسہ ہے آپ پر ۔۔۔۔میری بچی کی ٹیچر ہیں آپ ۔۔سارا دن میری اکلوتی بیٹی آپ کے ساتھ ہوتی ہے ۔۔۔اماں رضیہ نے زندگی کے بیس سال میرے خاندان کو دے کر جو رُتبہ حاصل کیا ہے نا وہ رُتبہ دو مہینوں میں آپ کو دے دیا ہے ہم نے ۔۔۔یہ ہمارا آپ پر اعتماد ہے ۔۔میں آپکو گھر کے ایک فرد کی طرح سمجھتا ہوں ۔۔۔۔اور آپ ۔۔۔" اسکی بات مکمل نہیں ہوئی تھی لیکن کونین نے اسکی بات کاٹ دی

"سمیع صاحب ۔۔۔اب آپ شرمندہ کر رہے ہیں مجھے ۔۔۔میں نے کب کوئی ایسی حرکت کی ہے جس سے آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچی ہو ۔" وہ حیران تو تھی ہی لیکن اسکے چہرے پر خفگی بھی بڑھ رہی تھی ۔

"نہیں ۔۔۔میں صرف حقیقت بیان کر رہا ہوں ۔۔۔۔خدا جانتا ہے کہ مجھے یہ بھی نہیں پتا کہ آپ کس ایریا میں رہتی ہیں ۔۔یقین کریں مجھے آپ کے وئیر اباؤٹس میں کوئی دلچسپی ہے بھی نہیں لیکن ۔۔۔مجھے دوغلے انسان یا رویے ایک آنکھ نہیں بھاتے ۔۔۔لوگ جھوٹ بولتے ہوں یا ان کے قول و فعل میں تضاد ہو تو میں ان کے ساتھ کام نہیں کر سکتا ۔۔میں جس کرائسز سے گزر رہا ہوں اس میں اعصاب ویسے ہی مفلوج ہو جاتے ہیں ۔۔۔مزید پریشانیاں یا الجھنیں افورڈ نہیں کر سکتا میں ۔۔۔اس لئے ۔۔۔" وہ لمحہ بھر کے لئے رُکا پھر دوبارہ بولا تو اسکا لہجہ پہلے کی نسبت کافی سخت تھا

"آپ کے رویے سے مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا ہے کہ آپ پر کتنا اعتماد کیا جا سکتا ہے ۔۔۔آپکی زندگی میں ہونیوالا کچھ بھی غلط سلط میری بیٹی پر براہِ راست اثر انداز ہو گا ۔۔۔اسکی خاطر ہی تو میں نے آپکی یہ آفر قبول کی تھی ۔۔۔لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے غلط کیا تھا ۔۔۔آپ تو بالکل بھی قابل بھروسہ نہیں ہیں ۔۔۔۔" وہ دوٹوک انداز میں بولا تھا ۔

"آپ بار بار میری انسلٹ کر رہے ہیں ۔۔۔حالانکہ کیا آپ کو ۔۔۔" کونین چڑ کر کچھ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ سمیع نے اسکی بات کاٹ دی

"انسلٹ تو میری ہوئی ہے میری مدر کے سامنے۔۔" وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔وہ چونکی اور استفہامیہ انداز میں اسکی جانب دیکھا۔اس کے چہرے پر ابھی بھی بے یقینی اور ناسمجھی کے رنگ چمک رہے تھے۔

"انہوں نے شکایت کی ہے میری۔لیکن کیوں۔۔۔میں نے تو کچھ نہیں کیا؟" وہ الٹا اس سے سوال کر رہی تھی جیسے کچھ جانتی ہی نا ہو۔سمیع کو اسکی چالاکی پر غصہ آیا تھا اور ساتھ ہی وہ کنفیوز بھی ہوا تھا کہ اگر اس نے امی کی ساری بات کو جھٹلا دیا تو اسکی کتنی بے عزتی ہو جائیگی۔گھر کی ایک ملازمہ کے سامنے وہ اپنی ماں کو بھی جھوٹا نہیں پڑوانا چاہتا تھا

"پہلے یہ بتائیں کہ آپ کے چہرے پر کیا ہوا ہے۔۔۔اور اب کی بار سیڑھیوں سے گرنے والا بھونڈا لطیفہ مت سنائیے گا" وہ دو ٹوک انداز میں بولا تھا۔

وہ چند لمحے اسکی جانب دیکھتی رہی جیسے کچھ سوچ رہی ہو، کچھ کہنا چاہتی ہو مگر الفاظ نا مل رہے ہوں۔ایک لمحے کے لئے تو سمیع کو لگا کہ وہ اُٹھ کر شاید چلی ہی جائے گی لیکن وہ تذبذب کے عالم میں بیٹھی رہی تھی پھر اس نے گہری سانس بھری تھی۔

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔۔۔یہ فزیکل ٹارچر ہی ہے" اتنا کہہ کر وہ چُپ ہو گئی تھی۔سمیع کو محسوس ہوا جیسے اسکا لہجہ بوجھل ہو رہا ہو۔اسے اچھا نا لگا تھا۔وہ لوگوں کے ذاتی معاملے کریدنے کا عادی نا تھا لیکن یہاں مسئلہ اسکی اپنی بیٹی کی سیکیورٹی کا بھی تھا۔

"کس نے کیا ہے یہ سب کو نین۔۔کس نے مارا ہے آپکو؟" اس نے پوچھا تھا۔کو نین نے عادت کے مطابق فوراً جواب نا دیا تھا اور جب وہ بولی تو اسکی آواز کسی کنویں میں سے آتی محسوس ہوئی تھی

"میرے فادر نے" سمیع کو دھچکا سا لگا

"فادر نے۔۔۔؟ مائی گاڈ۔لیکن کیوں۔۔۔کوئی باپ اپنی ہی اولاد کو بالخصوص اپنی بیٹی کو ایسے کیسے مار سکتا ہے"

"مجھے پتا تھا آپکا اگلا سوال یہی ہوگا۔۔اور کاش آپ نے یہ سوال نا پوچھا ہوتا۔۔خیر اب پوچھ ہی لیا ہے تو سُن لیجئے۔۔۔دراصل غلطی میری ہی ہے۔۔میں بہت منہ پھٹ ہوں۔۔۔مجھے اپنی زبان پر قابو نہیں رہتا۔۔میں نے انکی کزن کے ساتھ بدتمیزی کی تھی۔۔۔تو انہیں غصہ آگیا۔۔بس پھر۔۔۔" وہ ایک بار پھر چُپ ہو گئی تھی

"یہ ٹھیک نہیں ہے۔۔۔غصہ آجانے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ بیٹیوں پر ہاتھ اٹھایا جائے۔۔۔غضب خدا کا چھیل کر رکھ دیا ہے انہوں نے آپکو۔۔۔" سمیع کو بہت افسوس ہو رہا تھا۔وہ چند لمحے سے زیادہ اس کے چہرے کی جانب دیکھ نہیں پا رہا تھا۔وہ کچھ نہیں بولی، چند لمحے اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھتی رہی پھر یکدم اس نے گردن اٹھائی تھی۔سمیع نے دیکھا اسکی آنکھیں بھیگ رہی تھیں جنہیں وہ بہت ہمت سے چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں جاؤں اب؟۔۔۔ایمن میرا انتظار کر رہی ہوگی" اسے اسکی بیٹی کی بھی فکر تھی۔سمیع تذبذب کے عالم میں اسکی جانب دیکھتا

رہا کہ آیا وہ بات کہ جوامی نے اسے کہی تھی، اس کے متعلق استفسار کرے یا نہیں پھر وہ ایک نتیجے پر پہنچ گیا تھا

"نہیں۔۔ایک بات اور ہے جو میں آپ سے پوچھنا نہیں چاہتا۔۔ایکچوئلی میں آپکو سمجھانا چاہتا ہوں۔۔۔دیکھیں آپ ذرا جذباتی قسم کی ہیں۔۔۔اکثر جوش میں کچھ نا کچھ الٹا سیدھا بول جاتی ہیں۔۔ہاں میں مانتا ہوں کہ اس میں آپکا قصور نہیں۔۔یہ ایج ہی ایسی ہوتی ہے لیکن کونین ہمارا خاندان بہت ماڈرن نہیں ہے۔۔بالخصوص میری امی کافی کنزرویٹو ہیں۔انہیں کب کیا بات بری لگ جائے پتا نہیں چلتا۔۔اور اب آپ سے کیا چھپاؤں۔۔۔وہ مجھ سے اور شہرین سے کبھی خوش نہیں رہیں۔۔انہیں اکثر ہماری باتیں بھی بری لگ جاتی ہیں تو وہ ذرا الگ انداز سے ری ایکٹ کرتی ہیں۔۔میری ریکویسٹ ہے آپ سے کہ ان کے سامنے بولتے ہوئے ذرا احتیاط کیا کیجئے۔۔وہ ذرا جلدی ناراض ہو جاتی ہیں" اس نے گھما پھرا کر اپنا موقف اسے سمجھانا چاہا تھا۔وہ حیران ہوئی تھی

"انہوں نے بھی میری شکایت کی ہے کیا۔لیکن اللہ کی قسم میں نے ان کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کی۔۔ان سے تو میری بات چیت بھی نا ہونے کے برابر ہے۔۔۔مجھے حیرانی ہے کہ انہیں مجھ سے کیا شکایت ہو سکتی ہے" وہ پریشان سی ہو کر پوچھ رہی تھی

"اوہو۔کوئی شکایت نہیں ہے انہیں آپ سے۔۔آپ جائیں۔۔۔بس ایک بات کا دھیان رکھیں کہ ان کے سامنے زیادہ منہ نہیں کھولنا۔" وہ ناگواری سے بولا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے سامنے وہ الفاظ استعمال کرے جو امی نے کہے تھے لیکن اسے نصیحت کرنا بھی ضروری تھا

"بخدا۔۔میں نہیں کھولتی منہ۔۔۔میں تو چپ ہی رہتی ہوں لیکن اگر آپ کہہ رہے ہیں تو میں آئندہ ان کے سامنے منہ کھولوں گی ہی نہیں بلکہ اگر ضرورت پڑی تو چائے بھی اسٹرا سے پی لیا کروں گی۔۔۔اس میں بہت تھوڑا سا منہ کھولنے سے گزارا ہو جاتا ہے۔۔۔ٹھیک ہے نا؟" وہ پوچھ رہی تھی۔اس کے اس طرح کہنے پر سمیع کو ہنسی آ گئی تھی۔۔۔جسے بمشکل روکا تھا اُس نے۔۔۔کونین اسی کی جانب دیکھ رہی تھی پھر وہ ایکدم اٹھ کھڑی ہوئی

"رُکیں" سمیع نے اسے اٹھتے دیکھ کر کہا تھا۔وہ کچھ حیران سی ہو کر مُڑی پھر چڑ کر بولی

"ایک اور ہچکی۔۔۔آپکو پانی پینے کی ضرورت ہے سمیع صاحب۔۔" اب کی بار سمیع اپنا قہقہہ ضبط نہیں کر پایا تھا

"یہ آئنٹمینٹ لگا لیں چہرے پر۔۔۔" اس نے صوفے کے ساتھ پڑی تپائی کی دراز سے ایک ٹیوب نکال کر اسے دی۔وہ اس کے ہنسنے پر ذرا حیران ہوئی مگر اس نے آئنٹمینٹ پکڑ لی تھی

☆......☆......☆

"مجھے تو ابھی بھی یقین نہیں آ رہا کہ میں خالہ بن گئی ہوں" نینا نے شاید چوتھی بار یہ جملہ ادا کیا تھا۔صوفیہ کو اسکے انداز پر ہنسی آئی۔وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔صوفیہ کو اندازہ نہیں تھا کہ ایک ننھا سا وجود اسے اتنا خوش کر دے گا۔نینا اور وہ نرسری سے بچی کو دیکھ کر آئی تھیں

اور اب زری کو اس کے متعلق تفصیل سے بتا رہی تھیں۔انہوں نے موبائل سے اسکی پکچرز بھی لی تھیں۔زری وہ پکچرز دیکھ دیکھ کر واری صدقے ہوئی جا رہی تھی۔اسے ابھی چلنے کی اجازت نہیں ملی تھی لیکن وہ دو چیزوں کے لئے بے چین ہوئی جا رہی تھی۔۔۔وہ اپنے شوہر سے ملنا چاہتی تھی اور اپنی بچی کو گود میں لینا چاہتی تھی لیکن دونوں ہی کام فی الوقت ہو نہیں پا رہے تھے۔اظفر تو گھر جاتے ہوئے کہہ گیا تھا کہ ساری رات جاگتے رہنے کے باعث نیند پوری نہیں ہو سکی اس لئے اب جا کر سویا تو رات کو ہی اٹھوں گا اور تب ہی ہاسپٹل آؤنگا جبکہ نوزائیدہ بچی ابھی بھی انکیوبیٹر میں تھی سو اسے بھی زری سے نہیں ملوایا جا سکتا تھا۔صوفیہ بھی چار پانچ گھنٹے گھر میں گزار کر آرام کرنے کے بعد ان دونوں کے لئے کھانا لے کر واپس آئی تھیں

"تم اپنی بات کر رہی ہو۔۔مجھے تو خود یقین نہیں آ رہا کہ میں ماما بن گئی ہوں" زری نے اپنی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا

"تمہیں کیوں یقین آئیگا۔تم تو بس یہاں بیڈ پر بیہوش پڑی تھی۔۔۔بے سُدھ۔۔مزے میں۔۔۔ہم سے پوچھو۔۔ٹانگیں تھک گئی ہیں میری اور امی کی ٹھنڈے کوریڈورز میں بیٹھے بیٹھے۔۔ہمیں رات سے ٹینشن دے رکھی ہے تُم نے۔۔ہم سب ہاسپٹلز کے کوریڈورز میں چل چل کر تسبیح کرتے ہوئے تمہارے گناہوں کی معافیاں مانگ کر ہلکان ہوتے رہے کہ یا اللہ۔۔یہ لڑکی بے حد گناہ گار سہی لیکن اس پر کرم کر،اسے معاف کر دے اور اسے اس مرحلے کی ہر تکلیف سے بچاتے ہوئے آسانی عطا کر۔۔" نینا نے مسکرا کر کہا تھا وہ کچھ زیادہ ہی خوش نظر آ رہی تھی۔۔صوفیہ بار بار اس کے انداز کو بغور دیکھ رہی تھیں۔یہ ایک بڑا پیارا احساس تھا۔وہ سب نئے رشتے استوار کر رہے تھے۔زری ماں بن گئی تھی اور وہ نانی جبکہ نینا خالہ بن جانے کی خوشی میں خوش تھی ۔۔۔اسکی بیٹی اگرچہ بہت کمزور تھی۔اسکا وزن کافی کم تھا لیکن وہ ٹھیک تھی۔نینا کو اس گلابی گلابی وجود پر اتنا پیار آ رہا تھا کہ دل چاہتا تھا اسے گود میں پکڑ لے تو زری تو پھر ماں تھی۔اس کی بے چینی کو وہ بخوبی سمجھ پا رہی تھیں۔اس نئے رشتے کا احساس ہی بہت پیارا تھا۔صوفیہ دونوں بیٹیوں کو خوش دیکھ کر خوش ہوئی جا رہی تھیں۔نینا کا مزاج بہت دن بعد اتنا خوشگوار ہوا تھا۔ورنہ تو وہ جب بھی انکی طرف آتی تھی،ایسا بُجھا ہوا چہرہ لے کر آتی تھی کہ انہیں دیکھ کر ہول پڑتے تھے۔خاندان میں ایک ننھے منے فرد کا اضافہ بڑا خوش آئند ثابت ہوا تھا۔

"میں کیوں ہونے لگی گنہگار۔۔تم خود ہوگی۔۔۔میں نے تو آج تک ماں باپ کے حکم کے بغیر پاؤں بھی گھر سے نہیں نکالا"

زری نے نقاہت کے باوجود اس کی شرارت بھرے انداز کے جواب میں اسے بھی چڑانا چاہا تھا لیکن وہ ایک دم سے چُپ کر گئی۔اس کے چہرے کے بدلتے رنگ صوفیہ نے صاف محسوس کئے تھے۔

"اچھا۔زیادہ باتیں مت کرو۔۔ٹانکے لگے ہیں تازہ۔۔انکا خیال کرو ذرا۔۔اور نینا تم کھانا کھا لو۔۔چکن کڑاہی بنا کر لائی ہوں۔۔اس کے بعد ذرا آرام کر لو۔۔پھر وقت نہیں ملے گا۔۔علیم کہہ رہا تھا ہم بے بی دیکھنے آئیں گے۔۔تمہاری خالہ آتی ہونگی شاید آپا

زینب وغیرہ بھی آئیں ۔۔" صوفیہ نے بعجلت بات سنبھالی تھی ۔زری کو احساس نہیں تھا کہ اس کی بات کا نینا پر کیا اثر ہوا ہے۔

"اب تمہاری باری ہے نینا۔۔تم بھی سنادو ہمیں کوئی خوشخبری ۔۔۔کب تک سوکن اور اسکی اولاد کو پالتی رہو گی" زری نے نینا کو مخاطب کیا تھا۔نینا چند لمحے چُپ رہی پھر اس نے کندھے اچکائے تھے۔

"خوشخبری تو ہے میرے پاس بھی" نینا نے کھانے والی باسکٹ تپائی پر رکھ کر کھولتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔صوفیہ نے بے حد چونک کر اسکی جانب دیکھا۔کیا وہ سچ کہہ رہی تھی۔انہوں نے کبھی اس بیٹی سے ایسی سُن گُن لی ہی نہیں تھی

"تم یہاں آپریشن تھیٹر میں ہائے ہائے کر رہی تھی۔۔وہاں اینڈی مرے نے ومبلڈن جیت لیا ہے" نینا نے اطمینان سے پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے اسے بتایا تھا۔صوفیہ نے کچھ نہیں کہا لیکن انہیں یہ مذاق ذرا بھی پسند نا آیا تھا۔

"تم سے اسی "خوشخبری" کی امید تھی ۔۔۔ہمیں تو یہ بتاؤ کہ تمہارے گھر اینڈی مرے کب آئیگا۔۔ہمیں تو اس سے غرض ہوگی ۔۔۔تمہارے ہزبینڈ کہتے نہیں تمہیں کچھ۔۔۔ایمن کو بھی شوق نہیں ہے کسی ننھے منے بھائی کا ۔۔اظفر تو شادی کے اگلے دن سے ہی بے بی کی باتیں کرنے لگا تھا" وہ تکلیف میں ہونے کے باوجود بہت بول رہی تھی صوفیہ نے نینا کے چہرے کی طرف دیکھا جو شرم سے یا شاید غصے سے سُرخ ہوا جارہا تھا۔وہ چُپ چاپ کھانے میں مگن ہوگئی تھی جیسے زری کی بات سنی ہی نا ہو

"اظفر سے یاد آیا۔۔پتا نہیں کیا کر رہا ہوگا میرا بیچارا میاں ۔۔۔امی میرا موبائل تو دے دیں۔۔۔اظفر اداس ہوگیا ہوگا۔۔ایک کال تو کرلوں اسے" وہ چپ رہنے پر تیار نا تھی۔

"اس سے زیادہ تو تم اداس ہوئی جارہی ہو مگر ابھی صبر کرو ۔۔۔دے دونگی موبائل بھی۔۔۔نرا بیماریوں کا گھر۔۔۔پتا ہے ہمارے زمانے میں بڑی بوڑھیاں اخبار رسالے پڑھنے اور ٹی وی دیکھنے کی اجازت بھی نا دیتی تھیں کہ چلہ میں یہ سب کرو تو نظر کمزور ہو جاتی ہے۔۔"صوفیہ نے کہا تھا۔اظفر بیوی اور بچی کو دیکھنے کے لئے اب تک ہاسپٹل نا آیا تھا

"اب وہ زمانہ نہیں رہا امی ۔۔یہ نیا زمانہ ہے۔۔اب تو آپریشن کے فوراً بعد جب تک ماں میٹرنٹی گاؤن میں خود اپنی سیلفیاں لے کر فیس بک پر اپ لوڈ نا کردے۔۔مزا نہیں آتا" زری نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔صوفیہ بھی مسکرا دی تھیں اور بیٹی کے دلی سکون کی دعا کی تھی۔نینا کا دھیان ابھی بھی انکی جانب نہیں تھا۔انہوں نے اس کے لئے بھی صدقِ دل سے دعا کی۔

"یا اللہ میری اس بیٹی کی بھی گود بھر دے۔۔اس کو بھی پرسکون زندگی عطا کر دے۔۔آمین" وہ دل سے چاہتی تھیں کہ اس کی آزمائشیں اب ختم ہو جائیں

☆......☆......☆

"کہاں ہے تمہاری لاڈو رانی۔۔۔؟" یہ اسی روز دوپہر کی بات تھی۔کاشف خلافِ توقع دوپہر کے کھانے پر آگئے تھے اور آتے ہی

پہلا سوال انہوں نے نینا کے متعلق کیا تھا۔

"وہ گھر نہیں ہے۔۔۔وہ روزانہ اس وقت گھر سے باہر ہوتی ہے" صوفیہ نے ان کی جانب دیکھے بناء جواب دیا تھا۔کاشف نے ان کے انداز کو بغور دیکھا

"یہ ایسی قابل فخر بات بھی نہیں ہے کہ تم یوں گردن اکڑا کر مجھے بتاؤ صوفیہ۔۔وہ روزانہ اس وقت گھر سے باہر ہوتی ہے" انہوں نے جملہ مکمل کرتے ہوئے صوفیہ کی نقل اتاری تھی پھر طنزیہ انداز میں مزید بولے۔"یہ تو مجھے بھی پتا ہے۔۔۔سوال یہ ہے کہ اگر وہ اس وقت گھر نہیں ہوتی تو کہاں ہوتی ہے۔۔کس کی اجازت سے جاتی ہے وہ گھر سے باہر"۔صوفیہ نے ایک نظر ان کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"وہ جاب کرتی ہے کاشف۔۔۔اب سے نہیں چار سالوں سے۔۔۔یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ وہ ٹیوشن پڑھاتی ہے۔۔خود کما رہی ہے۔۔تاکہ اپنی کالج یونیورسٹی کی فیس وقت پر ادا کر سکے۔۔۔اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس نے کئی سالوں سے آپ سے اپنی فیس کے لئے ایک آنہ بھی نہیں لیا۔۔تب تو آپ کچھ نہیں کہتے تھے۔۔یکدم اس کے جاب کرنے پر آپکا اعتراض میرے لئے تو بہت حیران کُن ہے۔۔۔اس بات پر اتنے سالوں بعد آپکا اس طرح واویلا مچانا میری سمجھ سے بالا تر ہے" صوفیہ نے بھانپ لیا تھ کہ وہ اب اتنے غصے میں نہیں ہیں سو وہ اپنا موقف پیش کر رہی تھیں۔کاشف نے نظریں چُرائی تھیں

"تم مجھے اس بات کا طعنہ دے رہی ہو؟" وہ ناراضی بھرے لہجے میں بولے تھے

"نہیں۔۔۔طعنہ کس بات کا دونگی اس عمر میں اب۔۔۔میں تو فقط آپکو باور کروانا چاہ رہی ہوں کہ آپ ناانصافی کر رہے ہیں۔۔۔آپ نے جو رات کیا ہے نا وہ قطعاً قابل برداشت نہیں ہے کاشف۔۔۔جوان اولاد کو اس طرح دھنکتا ہے کوئی۔۔وہ بھی بیٹی ذات کو۔۔۔"صوفیہ تحمل بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی لیکن کاشف نے غُرا کر انکی بات کاٹی

"صوفیہ تم ہمیشہ اسی کا ساتھ کیوں دیتی ہو۔۔۔اسکی اندھی حمایت کیوں کرتی ہو۔۔۔وہ جو بکواس کر رہی تھی رات۔۔کیا بیٹی ذات کو جچتی ہیں ایسی باتیں۔۔۔باپ کو ایسے طعنے دیتی ہیں بیٹیاں۔۔۔"انہیں پھر سے غصہ آنے لگا تھا۔صوفیہ نے ایک نظر انکی جانب دیکھا۔انکا دل چاہا ہمت کر کے کہہ دیں کہ وہ طعنے کب دے رہی تھی۔وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھی مگر شوہر کی بات برداشت کرنے کی عادت اب ان کے خون میں آکسیجن کی طرح جذب ہو چکی تھی۔وہ پلٹ کر طعنہ دینا بھول چکی تھیں

"میں یہ کب کہہ رہی ہوں۔۔۔وہ بھی غلط کر رہی تھی۔۔باپ کے آگے زبان چلانا دانشمندی تو نہیں ہے مگر۔۔۔"وہ لمحہ بھر کے لئے چُپ ہوئیں پھر مزید بولیں۔"آپکو ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہیئے تھا کاشف۔۔۔ایسے تو وہ مزید خود سر ہو جائیگی"

"اتنی بھی سورما نہ سمجھو بیٹی کو صوفیہ۔۔مجھے سیدھا کرنا آتا ہے اسے۔۔۔اب وہ مزید ایک لفظ بھی بول کر دکھائے میرے سامنے۔۔۔جان نکال کر یہیں دبا دونگا مٹی میں تمہارے سامنے۔۔۔"وہ غُرائے تھے پھر صوفیہ کے چہرے پر پھیلے تفکر کو نظر انداز کر کے مزید کہنے لگے

" وہ آئے تو اسے سمجھا دینا۔۔کہ بس آج کا دن آخری تھا۔۔اس نے کرلی اپنی مرضی ۔۔اب دوبارہ وہ سمیع رندھاوا کے گھر آیا بن کر گئی تو میں واقعی اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دونگا۔۔"

"سمیع رندھاوا۔۔؟" صوفیہ نے یہ نام پہلی بار اسی دن سنا تھا۔

" میں تو اس شخص کو نہیں جانتی۔۔کون ہے یہ۔۔۔؟"

" یہ بات تم اپنی بیٹی سے پوچھو تو زیادہ مناسب ہوگا۔۔اور اس کے لئے رشتہ دیکھو کوئی۔۔۔اپنے بہن بھائیوں کو بولو کہ بتائیں کسی لڑکے کے بارے میں۔۔اپنے ملنے ملانے والیوں سے کہو۔۔۔اس قابل نہیں ہے یہ کہ رشتہ گھر چل کر گھر آجائے۔۔نا شکل نا عقل۔۔۔بس زبان ہی زبان ہے۔۔۔آسانی سے کوئی نہیں آئیگا بیاہنے اس سوغات کو۔۔۔ہمیں ہی ہاتھ پاؤں مارنے پڑیں گے۔۔اپنی بہن کو بولو۔۔کوئی بھی مناسب سا رشتہ ہو تو ہمیں بتائیں۔۔ذات برادری گھر بار شکل صورت کی ٹینشن میں پڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔۔بس چلتا پھرتا کوئی بھی انسان کا بچہ مل جائے ۔۔اور اپنی بہن کو بول دینا کہ میں اس "مصیبت" سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے دل کھول کر روپیہ بھی خرچنے کو تیار ہوں " کاشف نے ناک چڑھا کر جواب دیا تھا۔صوفیہ کو انکی بات سخت بُری لگی کہ ان کے چہرے کا رنگ سُرخ ہوگیا لیکن ساتھ ہی ان کے رویے نے انہیں تذبذب میں ڈال دیا تھا۔انہیں نینا پر بھروسہ تھا لیکن کاشف نے جس انداز میں اس غیر مرد کا ان کے سامنے ذکر کیا تھا اور پھر اس کے رشتے کے لئے عجلت بھرا انداز اپنایا تھا،وہ سوچ میں پڑ گئی تھیں کہ شاید نینا کا کسی کے ساتھ کوئی سلسلہ ہے اور کاشف کو اسکی سُن گُن مل گئی ہے تب ہی وہ اس قدر برانگیختہ ہیں لیکن انہوں نے دل ہی دل میں تہیہ کیا تھا کہ معاملہ کچھ بھی ہو وہ اس بار نینا کا ساتھ دیں گی۔

" آپ ہر دفعہ میری بیٹی کے ساتھ زیادتی نہیں کرسکتے کاشف نثار صاحب۔۔اگر زری اپنی مرضی سے شادی کرسکتی ہے تو نینا کو بھی اپنی مرضی سے شادی کرنے کا پورا حق ہے" انہوں نے جل کر سوچا تھا۔

☆......☆......☆

" یہ سمیع رندھاوا کون ہے؟" انہوں نے چائے کا کپ پیناڈول کی دو ٹیبلٹس کے ساتھ اس کے سامنے رکھتے ہوئے بہت عام انداز میں سوال کیا تھا۔وہ نہیں چاہتی تھیں کہ نینا بھڑک اٹھے سو اپنے لہجے کو جتنا نرم رکھ سکتی تھیں اتنا ہی نرم رکھا تھا انہوں نے۔۔خلافِ توقع نینا بھڑکی نہیں تھی اور نا ہی حیران ہوئی تھی

" آپکو بھی خبر ہو ہی گئی آخر۔۔" اس نے عام سے انداز میں کہا۔اس نے سارے چہرے پر کوئی دوا لگا رکھی تھی جو وہ خود ہی کہیں سے لائی تھی۔

"کون ہے یہ شخص۔۔۔تم کیسے جانتی ہو اسے۔۔؟" صوفیہ نے اگلا سوال کیا حالانکہ وہ جانتی تھیں کہ اسکی مرضی نہیں ہوگی تو وہ انہیں

کچھ بھی نہیں بتائے گی لیکن پھر بھی وہ پوچھنا چاہتی تھیں ۔وہ چاہتی تھیں کہ نینا ایک باراس کے سامنے اعتراف کرلے تو وہ اسے یقین دلا سکیں کہ وہ اسکی حمایت میں اب کی بار اتنا ہی آگے جائیں گی جتنا کہ وہ زری کی دفعہ گئی تھیں لیکن وہ اعتراف کرتی تو سہی

"اسکا مطلب ہے آج اباکی درزن کزن تشریف لائی تھیں ہمارے گھر۔۔؟"اس نے الٹاان سے ہی سوال کرلیا تھا۔صوفیہ کو جھٹکا سالگا۔انکا یہاں کیاذکر۔۔؟"وہ حیران ہوئی تھیں

"نہیں ۔۔وہ تو عرصہ ہوا نہیں آئیں ۔۔۔جب سے تمہارے ابا نے انہیں قرض دینے سے انکار کیا ہے تب سے انہوں نے اس گھر کی طرف مڑکر نہیں دیکھا۔۔زمین کھا گئی ہو جیسے انہیں تو۔۔اوران کا یہاں کیاذکر۔۔؟"صوفیہ نے اسے کم اور خود کو زیادہ یقین دلایا تھا کیونکہ کاشف نے انکو اپنی کزن کے غائب ہوجانے کی یہی وجہ بتائی تھی ۔نینا طنزیہ انداز میں ہنسی

"کیوں مذاق کرتی ہیں زوجہ کاشف نثار۔۔وہ نہیں آئیں تو پھر کس نے بتادیا آپکو سمیع رندھاوا کے بارے میں "وہ ان کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی ۔صوفیہ نے پلکیں جھپکیں

"وہ واقعی نہیں آئیں نینا۔۔میرے سامنے تمہارے ابا نے لیا تھا اس شخص کا نام ۔۔کیا معاملہ ہے یہ؟کون ہے یہ شخص؟"وہ حیران تھیں ۔اب کی بار نینا نے نظریں چُرائی تھیں

"آپ میرے ابا سے ہی پوچھ لیتیں نا پھر۔۔ان کو تو سب پتا ہے"نینا انہیں کچھ بتانے کے موڈ میں نہیں تھی

"تم سب لوگ مجھے ہی چابی والا بھالو سمجھ کر گھماتے رہا کرو۔۔۔ان سے پوچھو تو وہ کہتے ہیں اپنی بیٹی سے پوچھو۔۔اور بیٹی کہتی ہے ابا سے پوچھو۔۔"وہ ناراض سی ہوئی تھیں ۔وہ جس معاملے کو بیٹی سے متعلق سمجھ رہی تھیں وہ تو کچھ اور ہی لگ رہا تھا ۔نینا نے چُپ چاپ اپنا کپ اٹھایا اور منہ سے لگالیا۔وہ بھی کچھ بتانے کے موڈ میں نہیں تھی ۔صوفیہ کو دکھ تو ہو ہی رہا تھا، انہیں بُرا بھی لگا۔"تمہاری مرضی ۔۔۔مت بتاؤ تم بھی کچھ ۔لیکن یہ بھی سن لو کہ تمہارے ابا نے سختی سے منع کیا ہے کہ تم دوبارہ اس شخص کے یہاں نہیں جاؤ گی ۔۔۔میرا کام تھا تمہیں بتانا ۔۔وہ میں نے کردیا۔۔اب تم جانو اور تمہارے ابا۔"صوفیہ نے چاہا تھا کہ وہ اس معاملے کو بخوبی نبٹالیں گی لیکن جب بیٹی ہی تعاون کرنے کو تیار نہیں تھی تو وہ کیا کرسکتی تھیں

"آپ بھی ابا کو بتادیجئے گا کہ اب میں انکی کوئی بات نہیں مانونگی ۔۔وہ مجھ پر حکم چلانے کے سارے اختیار کل رات کھو چکے ہیں ۔۔ایک بدکردار رشتہ دار کی خاطر ابا نے میرے دل سے اپنی رہی سہی کھرچن لگی عزت بھی ختم کرڈالی ہے ۔۔۔اب میرا ان سے کوئی رشتہ نہیں ۔۔۔میں آپ کے سامنے انہیں اپنی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے عاق کرتی ہوں ۔۔۔ان سے کہہ دیجئے گا کہ اپنی عزت پیاری ہے تو دوبارہ میرے کسی معاملے میں مت بولیں ورنہ میں گھر سے بھاگ جاؤنگی"وہ انتہائی سفاک انداز میں بولی تھی ۔صوفیہ اسکا چہرہ دیکھتی رہ گئی تھیں ۔دوپہر کو انہیں کاشف پر غصہ آرہا تھا اور اب انہیں نینا پر غصہ آنے لگا تھا ۔ان کی بات کی اس گھر میں کوئی اہمیت ہی نہیں تھی ۔وہ

اپنے آنسو چھپاتی وہاں سے اُٹھ گئی تھیں۔انہیں اندازہ تھا کہ آنے والے دنوں میں ان کے گھر کے حالات مزید بگڑنے والے تھے۔

☆......☆......☆

"کونین کہاں ہیں۔۔وہ اب تک کیوں واپس نہیں آئیں" ایمن کی گلوگیری سی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔وہ آفس سے واپس آیا ہی تھا اور اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ صورتحال ہوگی۔وہ تو سمجھ رہا تھا کہ کونین ہاسپٹل سے واپس آچکی ہوگی لیکن ایمن کے جملے سے اس پر منکشف ہوا تھا کہ وہ اب تک نہ آئی تھی۔وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا اندر آیا تھا۔ایمن ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی اور اماں رضیہ بھی اس کے پاس اپنا سر پکڑے بیٹھی تھیں۔ایمن بلاشبہ نینا کی غیر موجودگی سے سخت ناراض تھی۔وہ صبح بھی نینا کو گھر میں موجود نا پا کر رونے لگی تھی۔سمیع بہت مشکل سے ڈانٹ ڈپٹ کر اسے اسکول چھوڑ کر آیا تھا اور اب بھی وہ روہانسی ہوئی بیٹھی تھی۔ایسا لگتا تھا اسکول سے واپس آ کر اس نے ٹھیک سے ہاتھ منہ بھی نہیں دھویا تھا۔سمیع اس کے پاس ہی آگیا تھا حالانکہ اسکا ارادہ تھا کہ گھر جاتے ہی شاور لے گا اور سو جائیگا۔رات بھی ٹھیک سے سو نہیں پایا تھا۔اب سر میں عجیب سا درد ہو رہا تھا

"وہ اپنے گھر گئی ہوئی ہیں بیٹا۔۔"سمیع نے اپنے کمرے میں جانے کا ارادہ ترک کیا اور ایمن کے قریب والی کرسی پر بیٹھ کر بہت تحمل سے بولا تھا حالانکہ اسے بلاوجہ غصہ آ رہا تھا۔اسے لگا اسکا بلڈ پریشر ہائی ہو رہا ہے۔اماں رضیہ نے چونک کر سر اٹھایا۔وہ اسکی آمد سے بے خبر تھیں

"ارے بیٹا۔۔تم آگئے۔۔مہربانی کرو اس بچی کو تو سنبھال لو۔۔یہ نہیں سنتیں اب میری۔انہیں تو اب کونین چاہیئے۔۔بھول گئی ہمیں جب ہماری گود کے علاوہ نیند نا آیا کرتی تھی" اماں رضیہ مصنوعی ناراضی بھرے انداز میں بولیں۔سمیع نے ایمن کی آنکھوں میں دیکھا اور محبت سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ایمن کے چہرے کے تاثرات میں ذرا تبدیلی نا آئی تھی

"کیوں تنگ کر رہی ہو آپ اماں رضیہ کو۔۔دیکھو وہ ناراض ہوگئی ہیں آپ سے"سمیع نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔اس نے سمیع کی بات سنی ان سنی کر دی تھی۔سمیع اپنی ہی بیٹی کے سامنے کبھی کبھی خود کو بے حد انجان محسوس کرتا تھا۔اس کے اور ایمن کے تعلقات کبھی بھی بہت خوشگوار نہ رہے تھے حالانکہ وہ جب بھی ذہنی خلفشار کا شکار نا ہوتا تھا تو ایمن کو ضرور وقت دینے کی کوشش کرتا تھا لیکن ایمن کا رویہ بعض اوقات بالکل منفی ہو جاتا تھا۔وہ کونین سے بہت زیادہ اٹیچڈ ہو چکی تھی۔کونین کی چند گھنٹوں کی غیر موجودگی بھی اسے گراں گزرتی تھی

"کونین کہاں ہیں۔۔وہ واپس کیوں نہیں آئیں اب تک۔۔؟" وہ سوال کر رہی تھی اور ساتھ ہی اپنا ہاتھ سمیع کے ہاتھ سے چھڑوایا تھا۔

"وہ اپنے پیرنٹس کے گھر پر ہیں۔۔ان کے پیرنٹس کو انکی ضرورت ہے۔۔وہ ایک دو دن میں واپس آجائیں گی۔۔ان کی

بہن کو اللہ کریم نے ایک پیارا سا بے بی دیا ہے ۔۔اس لئے وہ ان کے پاس رہیں گی "سمیع نے وضاحت کی

"زری خالہ کو ۔۔؟" وہ پوچھ رہی تھی ۔چہرے پر کچھ حیرانی تھی ،سمیع کو کونین کی بہن کا نام تو یاد نہیں تھا لیکن اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"لیکن میں انکو مس کر رہی ہوں ۔۔مجھے پڑھائے گا کون ۔۔؟ مجھے ان کی ضرورت ہے ۔۔یہ ہے نا انکا گھر ۔۔وہ کسی کے گھر کیوں گئی ہیں ۔۔اور اگر انکو جانا ہی تھا تو وہ مجھے بھی ساتھ لے جاتیں ۔۔وہ مجھے کیوں ساتھ لے کر نہیں گئیں ۔۔انہوں نے جانے سے پہلے مجھے بتایا بھی نہیں ۔۔یہ بہت بری بات ہے ۔۔آپ انکو کال کریں کہ پلیز وہ مجھے بھی لے جائیں آ کر ۔۔مجھے بھی یہاں نہیں رہنا" وہ روٹھی ہوئی جارہی تھی ،سمیع کو اسکا رویہ اچھا نہ لگا مگر اس نے تحمل سے کام لیا

"اوورری ایکٹ کرنا بند کرو ایمن ۔۔آپ چپ ملے کھانا کھاؤ ۔اپنا ہوم ورک مکمل کرو ۔اس کے بعد میں انہیں کال کر دونگا ۔۔وہ واپس آجائیں گی ۔لیکن اگر اب آپ نے رونا رو کر دکھایا یا اماں رضیہ کو تنگ کیا تو پھر میں انہیں کبھی بھی واپس نہیں لاؤنگا" اس نے سخت لہجے میں بیٹی کو تنبیہ کی تھی ۔اسکی آنکھیں مزید بھیگ گئی تھیں ؛لیکن وہ سہم کر چپ ہوگئی تھی

"شہرین نے کھانا کھالیا تھا؟"سمیع نے سوال کیا تھا۔

"ارے بھیا انکی بھی کچھ مت پوچھو ۔۔وہ بھی صبح سے چُپ چاپ پڑی ہیں ۔۔نہ کوئی ضد کر رہی ہیں ۔۔نہ کچھ بول رہی ہیں ۔۔وہ منہ سے تو کچھ نہیں بولیں مگر وہ بھی کونین بٹیا کے لئے اداس لگتی ہیں ۔۔بہت مشکل سے دلیہ کھلایا تھا ۔ابھی دس منٹ پہلے ہی سوئی ہیں ۔۔" اماں رضیہ نے اسکا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ اوپر اپنے کمرے میں چلا جاتا وہ بولی تھیں

"آپ کونین بٹیا کو فون کر دیتے کہ اب واپس آجائیں ۔۔یہ تو نہیں سنبھلیں گی ہم سے" اماں رضیہ تو خود اداس ہوئی جارہی تھیں سمیع کو ان کی بات پر مزید غصہ آیا۔سارا گھر ہی اس چھٹانک بھر کی لڑکی کے لئے اتاولا ہوا جارہا تھا۔

"یہ بات انکو بھی تو پتا ہے نا کہ ایمن نہیں رہتیں ان کے بغیر ۔۔میں نہیں کروں گا کسی کو بھی فون ۔۔آنا ہوگا تو خود آجائیں گی ۔۔اور آپکو بھی کوئی ضرورت نہیں ہے فون شون کرنے کی" وہ چڑ کر بولا تھا۔

"اسے کھانے کو دیں کچھ ۔۔کھانا کھلائیں اسے ۔۔اور اگر یہ نہیں کھائیگی تو مجھے بتائیے گا"سمیع نے دوسرا حکم جاری کیا اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا۔ایمن کا رویہ کونین کی غیر موجودگی میں پہلی بار ایسا نہیں ہوا تھا۔وہ اکثر اسی طرح بگڑسی جاتی تھی جیسے کونین سے بڑھ کر اسے کوئی عزیز نہ ہو اور یہ بات سمیع کو بعض اوقات بہت ناگوار گزرتی تھی ۔ابھی بھی ایسا ہوا تھا لیکن آج کا غصہ کچھ اور طرح کا تھا۔اسے جھنجھلاہٹ سی ہو رہی تھی ۔کونین اب تک واپس کیوں نہیں آئی تھی ۔اسے واپس آجانا چاہیئے تھا۔وہ اسے خود ہی کہہ آیا تھا کہ جب تک چاہے اپنی بہن کے پاس رہو لیکن وہ دیکھ رہا تھا کہ اس طرح تو اس کے اپنے گھر کا سارا نظام بگڑنے لگتا تھا اور یہ بات اسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر

رہی تھی۔

"کیا ہم سب کونین کے اسقدر عادی ہو گئے ہیں کہ ایک آدھ دن بھی اس کے بغیر رہنا مشکل ہو جاتا ہے" وہ سوچ رہا تھا۔سب سے بڑھ کر ایمن کا رویہ اسے پریشان کر رہا تھا۔

اس نے ایمن کو بگاڑنے کے لئے تو کونین سے شادی نہیں کی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

"کہاں ہے سمیع۔۔۔؟" وہ گھر سے نکل کر آفس جانے کی بجائے پہلے ہاسپٹل پہنچا تھا جب امی کی کال اس کے موبائل پر آئی تھی ۔شہرین کو رات کسی وقت ہوش آیا تھا۔اس نے آنکھیں کھولی تھیں لیکن پھر وہ دوبارہ غنودگی میں چلی گئی تھی۔سمیع عموماً دوپہر کے بعد اسکے پاس آیا کرتا تھا لیکن آج وہ جلدی آ گیا تھا اور اب اس کے بستر کے پاس بیٹھا اس کے دھیرے دھیرے گھلتے وجود دیکھ رہا تھا۔وہ شہرین نہیں تھی۔۔۔اسکی شکل اسکا وجود بالکل بدل کر رہ گیا تھا۔کینسر کے عفریت نے جیسے اسے کھالیا تھا۔سمیع کی آنکھیں بھیگ بھیگنے لگیں ۔اس نے ناپسندیدگی سے فون اٹھایا تھا۔

"کیوں۔۔۔کیا ہوا۔۔۔؟" اس نے پوچھا تھا۔امی کی کال اسے ہائی الرٹ کر دیتی تھی۔

"وہ تیرا ہونے والا سوہرا آیا تھا ابھی۔۔۔خوب گھن گرج کے ساتھ برس کر گیا ہے۔۔۔۔بس یہی دن دیکھنے رہ گئے تھے ۔۔رندھاووں کی عزت دو کوڑی کی کر گیا ہے۔" امی کو بات طویل کر دینے کی عادت تھی۔سمیع کو کچھ سمجھ نا آئی کہ وہ کس کی بات کر رہی ہیں۔اس نے زِچ ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی نرس وغیرہ موجود تو نہیں پھر اندازہ لگاتے ہوئے وہ آہستہ سے بولا تھا

"شہرین کے فادر کی بات کر رہی ہیں۔۔۔انہیں بولیں کہ میں ہاسپٹل میں ہوں اس وقت۔۔۔گھر آ کر بات کرتا ہوں۔۔آپ انہیں چائے پانی پوچھیں۔۔۔انکا خیال رکھیں۔۔میں۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ امی نے اسکی بات کاٹ دی۔

"اوہ خیال رکھتی ہے میری جوتی۔۔۔میں نوکر نہیں ہوں تیرے گھر کی۔۔۔یہ بات اپنے نوکروں کو سمجھا۔۔اور بات سُن شہرین کا فادر نہیں آیا۔۔۔یہ جو بلا پال رکھی ہے نا تو نے اُجرت پر۔۔۔ایمن کی نوکرانی۔۔۔اسکا باپ آیا تھا۔۔۔اچھا ذلیل کر کے گیا ہے" سمیع کو امی کے زیادہ بولنے سے بھی چڑ ہوئی تھی۔امی نے زیبِ داستان کے لئے چار ٹانکے خود سے جڑ دئے تھے

"کونین کے باپ کی بات کر رہی ہیں۔۔۔وہ کیوں آیا تھا۔۔۔؟" اسے غصہ آیا۔زندگی میں اس کے لئے پریشانیاں روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھیں

"اب یہ تو مجھے نہیں بتایا اس نے۔۔لیکن اپنی بیٹی کا پوچھ رہا تھا۔کہتا ہے میری مرضی کے بغیر آیا گیری کر رہی ہے تمہارے گھر۔۔۔مجھے پسند نہیں یہ بات۔۔۔بس بلاؤ میری بیٹی کو۔۔ساتھ لے کر جاؤں گا" امی نے لہجے کو گھمبیر بناتے ہوئے مکمل بات بتائی تھی

"تو لے جاتا اپنی بیٹی کو۔۔ہم نے اچار ڈالنا تھا اسکا۔۔آپ بلا دیتیں کو نین کو۔۔ہم نے کونسا باندھ کر رکھا ہوا ہے اسے" سمیع جھنجھلا کر بولا۔

"وہ تو موجود ہی نہیں تھی۔۔۔ایمن کو لے کر اسکول گئی ہوئی ہے نا آج۔۔اسکا ٹیسٹ جو ہونا ہے اسکول میں داخلے کا۔" انہوں نے بتایا۔سمیع کو اس بات کا بھی نہیں پتا تھا۔اس نے گہری سانس بھر کر منہ سے ایک دم ساری سانس خارج کی تھی۔اس کے اعصاب آجکل بے حد اکڑے رہتے تھے اور اسے ایسا لگتا تھا جیسے وہ خود بھی بیمار ہوا جا رہا ہے

"اچھا۔۔۔اب کہاں ہے وہ۔۔چلا گیا ہے یا بیٹھا ہے۔۔؟"

"میں نے بتا دیا کہ بھائی تیری بیٹی ابھی نہیں ہے یہاں۔۔آئیگی تو ہم کان سے پکڑ کر بھیج دیں گے۔۔ہمیں نہیں چاہیئے ایسی نوکرانی جس کے پیچھے والے اتنے زور آور ہوں۔۔۔ویسے وہ آدمی لگتا ہی نہیں تھا کہ اس لڑکی کا باپ ہے۔۔۔یہ اونچا لمبا، گورا چٹا۔۔۔مہنگے کپڑے اور جوتے کا شوقین لگتا تھا۔۔کلف لگا لٹھے کا شلوار قمیض پہن رکھا تھا۔۔بازو میں گھڑی بھی بڑی مہنگی پہنی لگتی تھی۔۔یہ تیری کو نین تو غریبنی سی لگتی ہے۔۔۔باپ تو بڑا امیر لگتا تھا۔۔۔سمیع یہ ہیں کون ذات کے۔۔مجھے تو اپنی برادری کے لگتے ہیں۔۔ہیں۔۔؟" وہ تفصیل بتاتے ہوئے اسکی رائے بھی لینا چاہ رہی تھیں۔سمیع کا دل چاہا کان سے لگا فون دیوار میں دے مارے مگر چونکہ وہ یہ کر نہیں سکتا تھا اس لئے اس نے بس غصے میں فون ہی بند کر دیا تھا۔

"یا اللہ۔۔یہ کیا مصیبت ڈال لی ہے میں نے اپنے گلے میں" اس نے زِچ ہو کر سوچا تھا۔اسکا ہر فیصلہ اس کے لئے غلط ثابت ہو رہا تھا۔اس نے شہرین کے وجود پر نظر ڈالی۔وہ اطمینان سے گہری غنودگی میں غرق تھی۔وہ چند لمحے اسکی جانب دیکھتا رہا پھر اس نے جُھک کر اسکا ماتھا چوما تھا۔

"ہر چیز تمہارے دَم سے آباد تھی میری جان۔۔پلٹ آؤ۔۔مجھ سے نہیں سنبھالا جا رہا کچھ بھی۔۔تمہارے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہوں میں۔۔۔" اس نے بہت دھیمی آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا جیسے وہ اسکی بات سُن رہی ہو۔وہ مزید کچھ دیر اسکی جانب دیکھتا رہا۔اسکا چہرہ، ناک منہ، اسکی انگلیاں حتیٰ کہ اسکی پیشانی کے گرد بھی ایک نالی لگا رکھی تھی ڈاکٹر نے۔۔۔وہ انسان نہیں ایک مشین لگنے لگی تھی۔سمیع کی آنکھیں پھر بھیگ گئیں۔اس نے سر پر ٹکے سن گلاسز اتار کر آنکھوں پر لگا لئے اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا

☆......☆......☆

"کو نین کو ذرا اسٹڈی روم میں بھیج دیجئے گا اماں۔۔۔" اس نے گھر پہنچتے ہی سب سے پہلے اس مصیبت کو نبٹا لینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔روز روز کی پریشانیاں نہیں پال سکتا تھا وہ۔۔۔اسے اس مسئلے کو آج ہی جڑ سے ختم کرنا ضروری ہو گیا تھا۔اسی لئے وہ سات بجے ہی گھر پہنچ گیا تھا کیونکہ کو نین کو ڈرائیور نو بجے تک گھر چھوڑ کر آتا تھا۔اماں رضیہ کو اسے بلانے کا کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔اس پر سخت

جھنجھلاہٹ سوار تھی۔اسی لئے اس نے پہلے شاور لیا، کپڑے تبدیل کئے اور پھر اسٹڈی روم کی جانب آیا تھا۔اس نے عقب سے دیکھا تب تک وہ وہاں آ کر بیٹھ چکی ہوئی تھی۔سمیع نے دروازے پر انگلی کی مدد سے ہلکی سی دستک دی تا کہ وہ ذرا الرٹ ہو جائے پھر وہ اندر داخل ہوا تھا۔اسکی پہلی نگاہ اس کے چہرے پر ہی پڑی تھی۔نیل ذرا کم ہو گئے تھے اور چہرے پر سُرخی بھی پہلے سے کم ہو چکی تھی لیکن خراشیں ابھی بھی نمایاں تھیں۔اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے سمیع کو اس کے باپ پر ایک دَم پھر غصہ آیا اور یہ سوچ کر مزید آیا کہ وہ شخص اس کے گھر تک آ گیا تھا۔وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔وہ خلافِ معمول کچھ شرمندہ سی نظر آتی تھی۔اسے یقیناً پتا چل چکا تھا کہ اس کے والدِ محترم یہاں کیا واویلا مچا کر گئے تھے۔

" آپ فی الفور اپنی چیزیں لیں۔۔اماں رضیہ سے اپنا حساب کتاب کلئیر کریں اور میرے گھر سے چلی جائیں۔۔۔مجھے آپ کی سروسز کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میں دوبارہ آپکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا اپنے گھر میں " اس کے بیٹھتے ہی اسکا گزشتہ روز کا بولا گیا جملہ مِن وعَن دوہرایا تھا اس نے۔۔یہ سمیع کے دل کی آواز تھی۔وہ کافی ناراض تھا آج والے واقعے پر لیکن کونین کے ایسے کہنے پر جانے کیوں اسے ہنسی آ گئی جسے اس نے مسکراہٹ تک محدود رکھا تھا۔اس لڑکی کے لئے ہر مشکل کا حل کچھ انوکھا ہی ہوتا تھا

"یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ۔۔۔؟" وہ اسکی طرف دیکھے بناء پوچھ رہی تھی۔سمیع نے سر ہلایا پھر بائیں ٹانگ پر دائیں ٹانگ رکھ کر اپنے اندازِ نشست کو آرام دہ بناتے ہوئے اس نے سر ہلایا تھا

" جی۔۔۔کیونکہ اس مسئلے کا واحد حل یہی ہے۔۔۔میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرا فیصلہ غلط تھا۔۔مجھے آپکو ہائر نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔۔آپ اس جاب کے قابل نہیں ہیں۔۔۔یا یوں یہ کہہ لیں کہ یہ جاب آپ کے قابل نہیں ہے" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ کونین نے اسکی بات کاٹ دینی چاہی۔سمیع نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا پھر اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولا

"چُپ رہیں آپ۔۔آج آپ ایک لفظ نہیں بولیں گی۔۔خاموشی سے میری بات سُنیں۔۔میں نے آپ سے کہا تھا نا کونین۔۔میں مزید پریشانیاں افورڈ نہیں کر سکتا۔۔۔اور اب تو میری برداشت بالکل ختم ہو گئی ہے۔۔۔میرے گھر میں آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص منہ اٹھا کر آ گیا ہو اور اس طرح سے شور شرابا کرنے لگا ہو۔۔میں نے آپکو یہ بھی بتایا تھا کہ میری مدر ذرا اور طرح کے مزاج کی ہیں۔۔وہ بہت جلدی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جاتی ہیں۔۔۔ اب اس ساری صورتحال سے میری امی الگ ناراض ہیں۔۔وہ چُپ نہیں رہیں گی۔۔یہ معاملہ میرے فادر تک بھی پہنچے گا۔۔وہاں فیصل آباد تک میری سبکی ہو گی۔۔۔یہاں گھر کا ماحول الگ خراب ہو رہا ہے اور پھر ۔۔۔"سمیع نے اگلی بات کرنے سے پہلے اسکا چہرہ ایک بار پھر غور سے دیکھا تھا۔اس کی آنکھوں میں ایک درد تھا جو اس کے لئے بہت نیا تھا۔سمیع چُپ سا ہو گیا۔۔اسے روتی ہوئی غیر لڑکی کو چُپ کروانے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔

"ان کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگ لیتی ہوں۔۔۔ابا دراصل غصے کے تیز ہیں۔۔ان کی ناراضی اب تک مجھ سے ختم

نہیں ہوئی ہے۔۔اس لئے یہ سب کیا انہوں نے۔۔" وہ بڑی ہی دھیمی آواز میں وضاحت کررہی تھی۔سمیع نے تاسف سے سر ہلایا

"آپ کے فادر کو یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔اس طرح سے کسی کے گھر میں جا کر شور شرابا کرنا۔واویلا مچانا۔۔مہذب لوگوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔وہ جس طرح تماشہ بنا کر گئے ہیں میرے گھر میں۔۔آپکو اندازہ بھی ہے کہ اس سے میرے لئے کتنی پریشانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔۔امی بتارہی تھیں کہ وہ کہہ کر گئے ہیں کہ آپ یہ جاب انکی مرضی و منشاء کے خلاف کررہی ہیں۔۔۔اور یہ بھی کہ وہ نہیں چاہتے کہ آپ کسی چھوٹی بچی کی آیا گیری کریں۔۔مجھے اسی بات کا ڈر تھا۔اور دیکھ لیں وہی ہو رہا ہے" سمیع کا لہجہ انتہائی سنجیدہ ہوگیا تھا۔یہ بات تو اسے بہت ہی بری لگی تھی۔

"میں یہ سب روز روز برداشت نہیں کرسکتا کونین" اس نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔کونین نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا پھر چُپ ہوگئی۔وہ واقعی آج شرمندہ سی نظر آتی تھی ورنہ اس کے چہرے کے یہ رنگ سمیع نے پہلے نا دیکھے تھے شاید اسی لئے آج وہ زیادہ بول بھی نا رہی تھی۔

"میں۔۔آئی ایم سوری بول تو رہی ہوں۔۔" چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے دوبارہ کہا تھا۔سمیع کو اسکے اس معصوم سے انداز پر تاسف محسوس ہوا۔اس کے چہرے پر شرمندگی بڑھنے لگی تھی۔سمیع کو اس پر ترس آیا۔جانے وہ کن حالات سے گزر رہی تھی۔بات چیت سے وہ ہمیشہ ایک اچھی فیملی کا فرد لگی تھی اسے۔طور طریقے بھی مہذب تھے اس کے۔۔لیکن منہ پھٹ تو وہ تھی اور امی نے اس کے باپ کا جو نقشہ کھینچا تھا اس سے بھی سمیع کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اس نے یہ سب عادات اپنے باپ سے ہی لی تھیں اور پھر اس کے چہرے پر جو کشیدہ کاری کی گئی تھی اس سے بھی اس کے باپ کی ذہنیت کا اندازہ ہوتا تھا۔سمیع کو ایسی کسی فیملی سے اپنے روابط بڑھانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

"میں جاؤں اب۔۔؟" اس کے خاموش ہوتے ہی وہ پوچھنے لگی تھی۔آج اسکا انداز بالکل بجھا ہوا تھا۔سمیع کو یقین نہیں آیا تھا کہ وہ اتنی آسانی سے اسکی بات مان جائیگی۔اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا پھر جیسے اسے ایک خیال آیا۔

"یقین کریں۔۔مجھے آپ سے اور کوئی شکایت نہیں ہے۔۔لیکن جو بھی ہے آپ کے سامنے ہے۔۔۔میں ایک فیور کرسکتا ہوں آپکی۔۔آپ اپنا سی وی دے دیں مجھے۔۔۔آپ کے لئے کسی بہتر جاب کا بندوبست کردونگا۔۔" اس نے اپنی جانب سے تو اس کے لئے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔

"میں جاؤں اب۔۔؟" وہ کچھ پوچھنے کی بجائے اپنا سوال دوہرا رہی تھی۔سمیع نے کندھے اچکائے۔وہ تو اس کے ساتھ بھلائی ہی کرنا چاہ رہا تھا لیکن جب اسکو ضرورت نہیں تھی تو وہ کیا کرسکتا تھا

"جی۔۔" وہ یہی کہہ سکا کونین نے ہاتھ میں پکڑی فائل اس کے سامنے رکھ دی۔

"یہ ایمن کے ایڈمیشن پیپرز ہیں۔۔۔دس تاریخ سے پہلے فیس وغیرہ جمع کروادیجئے گا۔۔اور یونیفارم، کتابیں وغیرہ بھی اسی دن اسکول پر ائمسز سے مل جائیں گی۔۔اس نے ایڈمیشن کے لئے بہت محنت کی تھی۔۔بہت خوش ہے وہ۔۔۔میں جانتی ہوں آپ اپنی

مسز کی وجہ سے کافی پریشان ہیں لیکن ایمن کے لئے یہ سیلبریشن کا موقع ہے۔۔پلیز اسے اچھی طرح سیلیبریٹ کیجئے گا۔۔بچی ہے۔۔خوش ہو جائیگی۔۔بچیاں بہت حساس ہوتی ہیں سمیع صاحب۔چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوش ہو جاتی ہیں۔۔چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہل جاتی ہیں۔۔آپ اسکی کامیابی کو اس کے ساتھ شئیر کیجئے۔۔اسے اچھا لگے گا۔۔جب باپ بیٹیوں کی کامیابیوں میں حصہ دار بنتے ہیں تو انکو اچھا لگتا ہے۔۔۔پلیز۔۔میری ریکیوسٹ ہے آپ سے یہ۔۔۔ایمن کا خیال رکھئے گا" وہ اسکی جانب دیکھے بناء کہہ رہی تھی۔سمیع کو لگا وہ اسکی بیٹی کے متعلق نہیں بلکہ اپنی بیٹی کے متعلق بات کر رہی ہے۔۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایمن سے اتنی محبت کرتی ہے۔۔اس کا دل چاہا کہ ہو اسے ایک بار پھر روک لے۔۔اس نے بمشکل خود کو کچھ کہنے سے روکا تھا۔وہ چپ چاپ اٹھ کر باہر چل دی تھی۔

اتنا خیال رکھنے والی ٹیوٹر کہاں مل سکتی تھی اسے۔۔۔اسے خود بھی دُکھ ہوا لیکن وہ مجبور تھا۔اس سے زیادہ اسکی برداشت نہیں تھی۔اس کے اسٹڈی روم سے نکلتے ہی اس نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ایک بڑا مرحلہ آسانی سے سرانجام پا گیا تھا لیکن یہ اسکی خام خیالی تھی۔وہ اٹھ کر نیچے جانے کے خیال سے باہر آیا تو ایمن کے کمرے کی روشنی جل رہی تھی۔کونین اسے نو بجے سے پہلے ہی سلا دیتی تھی تاکہ جب وہ جائے تو ایمن سوئی ہی ہو۔اس نے کوریڈور میں لگے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ابھی آٹھ ہی بجے تھے۔اسکا مطلب تھا کہ وہ ابھی موجود تھی۔سمیع بہت آہستگی سے وہاں سے گزر کر چلے جانا چاہتا تھا لیکن کمرے سے آتی آوازوں نے اسے روک لیا تھا۔یہ دبی دبی سسکیوں کی آوازیں تھیں۔کمرے کا دروازہ بالکل بند تھا۔اس نے بناء آہٹ کئے دروازہ کھولنا چاہا تھا لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔دروازہ کھلتے ہی چرچراہٹ کی مخصوص آواز بلند ہوئی تھی۔ایمن وہاں نظر نہیں آ رہی تھی۔کونین اس کے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اور سسکنے کی آوازیں بھی اسی کی تھیں۔دروازہ کھلنے کی آواز سے اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔وہ اسے دیکھ کر نادم ہوئی تھی پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی ساتھ ہی اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنا چہرہ رگڑ کر صاف کرنے کی کوشش کی تھی۔

"دھیان سے۔۔پہلے ہی کتنے زخم ہیں آپ کے چہرے پر۔۔"سمیع اسے کے ہاتھ کو بیدردی سے حرکت کرتا دیکھ کر بولا تھا۔اس نے ایک دم سمیع کی جانب دیکھا،چند لمحے وہ اسے ایسے ہی بھیگی بھیگی آنکھیں لئے تکتی رہی تھی پھر وہ دوبارہ اسی جگہ پر بیٹھ گئی تھی جہاں سے اٹھی تھی۔

"اب آپ کیا مجھے سکون سے رونے بھی نہیں دے سکتے۔۔۔کہاں تو ہے کہ نہیں آؤں گی دوبارہ۔۔۔اب کیا لکھ کر دوں؟" وہ زار زار روتے ہوئے بولی تھی۔سمیع اپنا سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔

☆......☆......☆

اگلے روز وہ نہیں آئی تھی۔

اس روز چونکہ ایمن کا اسکول میں انٹرویو تھا۔سمیع نے ناشتے کی میز پر ہی اماں رضیہ کو بتا دیا تھا کہ کونین نہیں آئیگی اس لئے وہ ایمن کو وقت پر تیار کر دیں اور اس کے ساتھ ہی اسکول چلی جائیں

" میں ۔۔؟" وہ حیران ہوئی تھیں۔

" میں کیسے جا سکتی ہوں بیٹا۔۔گھر کون سنبھالے گا۔۔کھانا، ناشتہ۔۔۔کون کرے گا سب۔۔؟" وہ انکار کرنا چاہتی تھیں لیکن کر بھی نہیں پا رہی تھیں۔سمیع کو ان کے اس انداز پر حیرت ہوئی۔اس سے پہلے کبھی انہوں نے کسی بات سے انکار نہیں کیا تھا

" یہ سب اتنے ضروری کام نہیں ہیں۔۔ایمن کا انٹرویو بہت اہم ہے۔۔۔یہ سب کام بعد میں بھی ہو سکتے ہیں" سمیع نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔اماں رضیہ چند لمحے اسکا چہرہ دیکھتی رہیں پھر وہ اس کے ساتھ ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھیں

" کونین بیٹی۔۔نہیں آئیں گی کیا آج۔۔؟" ان کے لہجے میں تذبذب اور تجسس دونوں ہی جھلک رہے تھے۔

" نہیں" اس نے اس لہجے میں جواب دیا تھا کہ اصولاً اماں رضیہ کو خاموش ہو جانا چاہیئے تھا یا اگلا سوال کرنے سے پہلے کافی سوچنا چاہیئے تھا لیکن انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا بلکہ فوراً ہی اگلا سوال داغ دیا تھا

" لیکن۔۔کیوں۔۔۔ایمن کا انٹرویو ہے۔۔آج تو چھٹی نہیں کرنی چاہیئے تھی ان کو۔۔ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔کل واپس جاتے ہوئے بھی کچھ سست سی دکھائی دیتی تھیں" سمیع نے چائے کے کپ سے توجہ ہٹا کر انکی جانب دیکھا اور چند لمحے دیکھتا ہی رہا کہ وہ کچھ خائف سی ہو گئیں

" آپ جائیے۔۔ایمن کو تیار کیجئے۔۔ورنہ لیٹ ہو جائیگا" وہ پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ انداز میں بولا تھا۔اماں رضیہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نا ہوئی تھیں بلکہ انہوں نے ہاتھ میں پکڑی صافی بھی میز پر رکھ دی

" سمیع بیٹا۔۔میں جانتی ہوں حالات پر آپکی اپنی گرفت نہیں ہے۔۔ہر آنیوالا دن آپکی مشکلات میں اضافہ کر رہا ہے۔۔تب بھی آپکا مزاج سخت سے سخت ترین ہوتا چلا جا رہا ہے۔۔لیکن میری مشکل کو بھی سمجھیں۔۔میں پانچ جماعتیں پاس عورت ایمن بٹیا کے انگلش میڈیم اسکول جا کر کیا کروں گی۔۔مجھ سے تو ان کی استانی سے بات بھی نا ہو پائیگی۔۔وہ سب انگلش بولیں گی اور میں انکا منہ دیکھتی رہوں گی۔۔۔آپ براہِ مہربانی کونین بٹیا کو کال کیجئے۔۔۔یہ ذمہ داری تو وہ ہی نبھا سکتی ہیں" ان کے لہجے میں حد سے زیادہ لاچاری تھی۔سمیع کو سخت بُرا لگا۔وہ جتنا لاچار خود کو ظاہر کر رہی تھیں اتنی تھیں نہیں

" اماں۔۔کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔۔۔آپ ماشاء اللہ اتنی قابل خاتون ہیں۔۔ایمن کو پہلے پہل آپ ہی پڑھایا کرتی تھیں۔۔کونین کو تو اس گھر میں آتے لٹرلی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہی ہوئے ہیں۔۔اور آپ نے اتنی جلدی ہتھیار پھینک دیئے۔۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا تھا۔اماں کے چہرے پر تاسف کے رنگ نمایاں ہوئے

" بیٹا الف انار۔۔ب بابا تو میں ابھی بھی پڑھا سکتی ہوں۔۔۔لیکن اب ایسی پڑھائی کا رواج نہیں رہا۔۔وہاں اسکول میں سب انگلش میں سوال کریں گی ان سے۔۔تو میں کہاں سے جواب دونگی۔۔آپ ایک زحمت کیجئے۔۔انہیں خود ہی لے جائیے نا۔۔اور کونین بٹیا کو کہیئے کہ ایسے موقعوں پر چھٹی کرنے سے احتراز برتا کریں۔۔بہت پریشانی ہو جاتی ہے ہمیں۔ " وہ بیچاری اس کی اولاد کے لئے اسی

سے درخواست کر رہی تھیں۔سمیع اسکول جانے کے قطعی موڈ میں نہیں تھا۔اسے تو آفس اور وہاں سے ہاسپٹل جانا ہوتا تھا۔اماں کا انکار سُن کر اسکا مزاج برہم ہو گیا تھا۔ایمن کو پہلے اسکول لے جانا پھر واپس گھر چھوڑ کر جانا۔۔راستہ بھی مختصر نہیں تھا اور ٹریفک کا لوڈ بھی ان اوقات میں بہت زیادہ ہوتا تھا۔اسکا مطلب تھا کہ آج کا سارا دن وہ کچھ اور نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ جائیں ایمن کو تیار کریں۔۔میں لے جاتا ہوں۔۔۔اور کونین کو بھول جائیں اب۔۔۔وہ نہیں آئیں گی۔۔میں نے انہیں جاب سے فارغ کر دیا ہے۔۔" وہ چڑ کر بولا تھا جبکہ اماں رضیہ کا منہ اُتر سا گیا۔کونین نے بہت سی ذمہ داریاں بانٹ لی تھیں انکی۔۔لیکن انہوں نے سمیع کے تاثرات دیکھ کر مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔آدھ گھنٹے بعد ایمن تیار ہو کر نیچے اُتر آئی تھی اور اسے بھی نیچے آ کر پتا چلا تھا کہ اسے کونین کی بجائے اپنے باپ کے ساتھ جانا ہے۔اس کے چہرے کے تاثرات بھی زیادہ اچھے نہیں تھے۔منہ لٹکا ہوا،اور آنکھیں بھیگی بھیگی سی ہو گئی تھیں۔۔سمیع سب دیکھ رہا تھا اور جھنجھلا تا جا رہا تھا۔

دو مہینے میں ہی اس کے گھر والے اُس لڑکی کے اتنے عادی کیوں ہو گئے تھے؟

وہ ایمن کے ہمراہ گھر سے نکل کر اسکول پہنچا تو اسے حیرت کا خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔کونین گیٹ کے باہر ہی اپنا تھیلا نما بیگ لٹکائے کھڑی تھی۔انکی گاڑی دیکھتے ہی اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی تھی گویا جتانا چاہ رہی تھی کہ وہ لوگ تاخیر سے پہنچے ہیں۔سمیع نے اسکو دیکھ کر دل ہی دل میں اطمینان بھری سانس لی تھی کیونکہ وہ گاڑی میں ایمن کے تاثرات دیکھ کر ہی بھانپ گیا تھا کہ یہ آج بھی انٹرویو میں کچھ نہیں بولے گی جبکہ کونین کی جانب دیکھتے ہی اسکا چہرہ کِھل اٹھا تھا۔

"کونین۔۔آپ مجھ سے پہلے آگئیں۔۔میں نے سوچا آپ نہیں آئیں گی۔۔میں ڈر گئی تھی" ایمن گاڑی سے اترتے ہی اس سے چپک گئی تھی۔سمیع اسکو دیکھتا ہی رہ گیا۔وہ اسکی بیٹی تھی لیکن وہ کبھی ایسے والہانہ انداز میں اس سے نا چپکی تھی۔ایمن نے اس انداز میں کونین کا استقبال کر کے سمیع کو شرمندہ ہی کر دیا تھا اس نے کونین کی جانب دیکھنے سے احتراز برتا اور آنکھوں پر سن گلاسز ٹکا لئے۔وہ اس لڑکی کی ہاتھ میں اپنی کوئی کمزوری نہیں دینا چاہتا تھا لیکن دل ہی دل میں وہ اسکا شکر گزار ہو رہا تھا کہ وہ اس کڑے وقت میں اس کی بیٹی کی مدد و معاونت کے لئے موجود تھی

"آپ لوگ دس منٹ لیٹ آئے ہیں۔" اس نے اسے مخاطب کیا تھا۔اسکا چہرہ اب کچھ بہتر تھا اگرچہ خراشیں کھرنڈوں کا لبادہ اوڑھ چکی تھیں لیکن سرخی اور نیلاہٹ ختم ہو چکی تھی۔سمیع نے اسکی جانب دیکھا مگر وہ منہ سے کچھ نہیں بولا تھا۔اسکا کچھ بھی بولنے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔وہ اس لڑکی سے کوئی بات کرنا ہی نہیں چاہتا تھا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ وہ کہیں ایمن کے لئے اسکی توجہ اور محبت دیکھ کر اپنا فیصلہ نہ بدل ڈالے۔اس کے مسلسل خاموش رہنے پر کونین نے دو تین بار گردن اٹھا کر اسکی جانب دیکھا تھا مگر ایمن کی موجودگی کی وجہ سے وہ چُپ رہی تھی۔

پہلے مرحلے میں ایمن کو ایک بیج لگا دیا گیا تھا اور اپنی باری پر اسے اکیلے ہی آفس کے اندر جانا تھا۔پیرنٹس کی باری اس کے بعد

آئی تھی۔ ایمن جب آفس کے اندر چلی گئی تو کونین نے اسے مخاطب کیا تھا

" آپ ناراض ہیں مجھ سے ۔۔؟" اس کے انداز میں لجاحت سی تھی۔ سمیع نے ایک نظر اسے دیکھا۔ وہ "ہاں" کہنا چاہتا تھا لیکن اس کے تاثرات ایسے تھے کہ وہ کہہ نہیں پایا تھا

" ایسی کوئی بات نہیں ہے مس کونین" اس نے یہ جواب دیا تھا۔ وہ خوش ہوگئی

" تھینک یو سوچ ۔۔ مجھے لگا آپکو میرا یہاں آنا برا لگا ہے۔" وہ مزید بولی تھی۔ سمیع نے ابھی بھی سن گلاسز لگا رکھے تھے۔ اس کی آنکھوں میں ناگواری بڑھ رہی تھی مگر پھر بھی وہ تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

" آپکو آنا تو واقعی نہیں چاہیئے تھا۔ ایسے ایمن نئی گورنس کی عادی نہیں ہو پائیگی ۔۔ آپ جتنا زیادہ ایمن سے دور رہیں ۔۔ اتنا ہی اچھا ہے ۔۔ ورنہ میں اسے کیسے سنبھالوں گا" اس نے صاف جواب دیا تھا۔ کونین کا رنگ پھیکا پڑ گیا

" آپ یہ تو مت کریں اب میرے ساتھ ۔۔ اتنی اجازت تو دیں مجھے کہ میں کبھی کبھی ایمن سے ملنے آتی رہوں؟" وہ درخواست کر رہی تھی۔ سمیع چپ رہا۔ یہ اچھی لسوڑا لڑکی تھی جو اس کے خاندان کو چپک کر رہ گئی تھی۔

" آپکو اس بات پر بھی اعتراض ہے سمیع صاحب ۔۔؟ اتنے ظالم کیسے ہو سکتے ہیں آپ" سمیع کی خاموشی سے جیسے اسے اس کے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ وہ تڑپ کر پوچھ رہی تھی۔ سمیع کو برا لگا۔

" اعتراض صرف مجھے نہیں ہے بی بی ۔۔ آپ کے والد محترم کو بھی ہے ۔۔ ورنہ میں نے تو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی بچی کی ذمہ داری بخوشی آپکو سونپ دی تھی ۔۔ آپ کو پتا ہی ہے کہ اصل مسئلہ اب انکا ہے ۔۔ آپ مجھ اکیلے پر الزام مت لگائیں ۔۔ اپنے فادر کی خواہشات کو بھی سمجھیں ۔۔ وہ بھی نہیں چاہتے کہ آپ یہ جاب کریں ۔۔ ان کو بھی یہ جاب آپ کے لئے اوڈ لگتا ہے" وہ چڑ کر بولا۔ یہ مصیبت اس کے گلے کا طوق ہی بن گئی تھی

" ان کی بات مت کریں ۔۔ ان کو میں ہی پوری کی پوری اوڈ لگتی ہوں ۔۔ انہیں میرے ہر فعل پر اعتراض ہے ۔۔ اور یہ اب سے نہیں ہو رہا۔ یہ میرے بچپن سے یہی ہو رہا ہے۔ تو میں کہنا یہ چاہ رہی تھی کہ ان کو اس مسئلے سے نکال دیں آپ ۔۔ وہ کچھ عرصہ بعد خود ہی سب بھول بھال جائیں گے ۔۔ ویسے بھی یہ میرا اور میرے ابا کا ذاتی مسئلہ ہے ۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سمیع نے اسکی بات کاٹ دی۔

" آپکا یہ ذاتی مسئلہ میری دہلیز پر آپہنچا ہے بی بی ۔۔ نا صرف آپہنچا ہے بلکہ چیخ چلا کر سارے محلے میں بھی اپنا اعتراض رجسٹر کروا گیا ہے ۔۔" وہ غرا کر بولا پھر احساس ہوا کہ یہ جگہ اس طرح کی بات کے لئے بالکل نامناسب ہے تو آواز کو دھیما کر کے بولا" آپ اس بات کو یہیں ختم کر دیں اب ۔۔ نو مور آرگیومینٹ پلیز"

" میں نہیں ختم کر سکتی ۔۔ آپ میرے ابا والے مسئلے کی فکر مت کریں ۔۔ میں خود ہی اس مسئلے کو حل کر لونگی ۔۔ آپ بھول جائیں ابا کو ۔۔ آپ میرے ابا کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ ان کو جس بات کا غصہ ہے ۔۔ وہ کچھ اور ہے ۔۔ آپ ابھی اِس مسئلے کی بات

کریں۔۔" وہ اس کی توجہ دوبارہ اپنی درخواست کی طرف مبذول کروا رہی تھی۔

"اس مسئلے کو کوئی حل نہیں ہے کو نین۔۔۔آپ کیوں نہیں سمجھ جاتیں۔۔۔آپ کے ابا ہی معترض نہیں ہیں۔۔۔میری امی کو بھی ایک ینگ لڑکی کا ایمن کی گورنس کے طور پر کام کرنا پسند نہیں ہے۔۔کل کو خاندان کے دوسرے لوگ بھی اٹھ کھڑے ہونگے۔۔میں کس کس کو جواب دیتا پھروں گا۔۔" اب کی بار وہ انتہائی ناگواری سے دوٹوک لہجے میں بولا تھا۔وہ چند لمحے کے لئے چُپ ہی ہوگئی پھر جب بولی تو اسکا لہجہ عجیب سا تھا

"تو پھر اِس مسئلے کا ایک ہی حل ہے" اس کے انداز میں کچھ جھجھک سی تھی۔سمیع نے گلاسز کے عقب سے اسے دیکھا۔اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا، چند لمحے دیکھتی رہی پھر گہری سانس بھر کر بولی

"آپ مجھ سے نکاح کرلیں۔۔۔"

"واٹ۔۔۔؟" وہ اُچھل پڑا تھا۔



(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول" راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

"اچھا تو پھر راپنزل کے ساتھ کیا ہوا۔۔کیا اس نے واقعی قلعے سے چھلانگ لگادی تھی؟" مہر نے اچانک ہی سوال کر ڈالا تھا۔ وہ اپنا لیپ ٹاپ لئے بیڈ پر بیٹھا آفس کا کام کر رہا تھا۔مہر کی اور اماں کی زیادہ بنتی نا تھی۔وہ اسے ٹوکتی تو نہیں تھیں لیکن انہیں بچوں کو پیار محبت سے پالنے کا تجربہ نہیں تھا۔انکا بات کرنے کا سمجھانے کا اپنا ہی ایک مخصوص دبنگ سا انداز تھا جسے ناصرف مہر بلکہ خاور بھی سختی سمجھتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ مہر کی دادی سے کہیں زیادہ اس کے ساتھ بے تکلفی تھی۔اس کے سوال پر وہ چونکا

"تمہیں اب تک یہ کہانی یاد ہے؟" اس نے لیپ ٹاپ سے نگاہیں ہٹائے بناء سوال کیا تھا۔اسے اس کہانی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ اس کہانی کا ذکر بھی اسے کسی اور کی یاد دلانے لگتا تھا۔

"جی۔۔مجھے تو یہ بھی یاد ہے کہ آپ نے یہ کہانی مکمل نہیں تھی۔۔آدھی ہی سنائی تھی اور میں پھر سو گئی تھی۔۔۔پلیز پاپا سنادیں نا راپنزل کی کہانی۔۔کیا اس نے واقعی قلعے سے چھلانگ لگادی تھی۔۔" مہر نے معصومیت سے جتانے والے انداز میں کہا تھا

"روز روز کہانیاں نہیں سنتے۔۔اور آج تو ویسے بھی بہت دیر ہوگئی ہے۔۔صبح اسکول جانا ہے یا نہیں" وہ دل ہی دل میں جھنجھلانے کے باجود بہت تحمل سے بولا تھا۔مہر سے وہ کبھی سخت انداز میں بات نہیں کرتا تھا

"سنادیں نا پاپا۔کیا ہوا پھر۔۔راپنزل کے ساتھ کیا ہوا تھا۔۔کبڑی جادوگرنی نے کیا کیا تھا اس کے ساتھ۔۔؟" مہر کا اصرار بڑھتا جارہا تھا۔خاور نے لیپ ٹاپ سے نگاہیں ہٹا کر اسکی جانب دیکھا پھر سپاٹ لہجے میں بولا

"کبڑی جادوگرنی کچھ نہیں کرتی کسی کے ساتھ۔۔سب کچھ انسان خود ہی کرتا ہے۔۔اور راپنزل نے بھی جو کیا خود ہی کیا تھا۔۔اپنے ہی پاؤں پر خود ہی کلہاڑی ماری تھی تمہاری راپنزل خالہ نے۔۔؟" اس کے لہجے میں بے پناہ اکتاہٹ تھی۔مہر نے حیرانی سے اسکا چہرہ دیکھا۔

"راپنزل خالہ۔۔؟" وہ دوہرا کر پوچھ رہی تھی۔خاور نے اسکے سوال کو سنا تو اسے احساس ہوا کہ وہ جھنجھلاہٹ میں بچی کے سامنے کیا بول گیا ہے۔وہ مزید جھنجھلا گیا تھا۔

"سو جاؤ مہر۔۔پلیز سو جاؤ۔۔کچھ نہیں رکھا ان شہزادیوں کی کہانیوں میں۔۔۔میں کل آپکو سندباد کی کہانی سناؤں گا۔۔ایک ایسے لڑکے کی کہانی جو بہت مشقت سے سمندر عبور کرتا ہوا مختلف جگہوں پر جاتا ہے اور بہت کچھ سیکھتا ہے۔۔" مہر اس کے لہجے سے خائف تو ہوئی تھی لیکن اپنی پسندیدہ کہانی میں اسکی دلچسپی ابھی بھی برقرار تھی

"لیکن راپنزل پاپا۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ خاور نے اسے گھور کر دیکھا

"اوہو۔مٹی ڈالو راپنزل پر۔۔بھول جاؤ اس کہانی کو۔۔" مہر اسکے انداز پر چپ سی ہوگئی پھر وہ بیڈ پر چت لیٹ گئی اور چند

لمحوں بعد اس نے کروٹ بدل لی تھی۔خاور کو افسوس سا ہوا۔اس نے کبھی مہر سے اس انداز میں بات نا کی تھی لیکن وہ بے حد اضطرابی کیفیت میں تھا۔جس دن سے نینا نے اس کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ وہ سمیع رندھاوا سے محبت کرنے لگی ہے اس دن سے اسکا دل جیسے کسی نے مُٹھی میں دبا رکھا تھا۔ایسا تو اس کے ساتھ تب بھی نا ہوا تھا جب اچانک نینا نے اسے بتایا تھا کہ وہ سمیع رندھاوا کے ساتھ شادی کر رہی ہے۔

"یہ کیسا احمقانہ فیصلہ ہے؟" فون پر اسکی یہ بات سُن کر خاور نے حیران ہو کر پوچھا تھا

"یہ میرا فیصلہ ہے۔۔کونین کاشف نثار کا۔۔میں واقعی شادی کر رہی ہوں" اس نے دوٹوک انداز میں کہا تھا۔ایسا انداز جو خاور کے دل میں گڑا رہ گیا تھا اور آج تک جیسے گڑا ہوا ہی تھا حالانکہ اب تو نینا کی شادی کو بھی دو سال ہونے والے تھے۔

کونین کاشف نثار اب زخم سے ناسور بننے لگی تھی اس کے لئے۔۔

چند لمحے تو وہ کچھ بول ہی نا پایا تھا۔کتنے دن بعد ہو رہی تھی اس سے۔۔گزشتہ بار جب اس نے اسے کال کی تھی تو ان کے درمیان ذرا بدمزگی ہوگئی تھی اسی لئے خاور نے شدید خواہش کے باوجود اسے کئی دن فون نہیں کیا تھا۔وہ تو سیل فون پر اسکا نمبر دیکھ کر یہی سمجھا تھا کہ اس نے اسے منانے کے لئے فون کیا ہوگا لیکن اس نے یہ خبر سنادی تھی۔۔خاور جانتا تھا وہ مذاق نہیں کر رہی۔۔اسے ایسے مذاق کرنے کی عادت نا تھی۔وہ جو کہہ رہی تھی، یقیناً وہی کرنے والی تھی۔اسکا دل چاہا تھا سیل فون بند کر کے دیوار میں دے مارے۔۔

"تم۔۔۔" اس نے کچھ کہنا چاہا پھر چُپ کر گیا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔۔؟" وہ پوچھ رہی تھی جیسے یہ واقعی خوشی کی بات ہو

"خوشی۔۔؟" خاور نے خالی خالی لہجے میں دوہرایا پھر طنزیہ انداز میں بولا۔

"تمہیں میری محبت کا تو کبھی یقین نہیں آیا۔۔مجھے تو تم ہمیشہ یہی کہتی رہی ہو کہ "میں محبت کرنے والا میٹیریل نہیں ہوں" اور اب شادی ایسے شخص سے کر رہی ہو جس کی پہلی بیوی بسترِ مرگ پر پڑی ہے؟ اسکی محبت کا یقین آگیا ہے تمہیں؟" وہ اپنی جھنجھلاہٹ پر قابو نہیں پا سکتا تھا، اسے بولنے کا موقع دیئے بغیر اس نے مزید کہا تھا

"تمہیں اس شخص پر یقین ہے جو اپنی پہلی بیوی کا نہیں ہوسکا۔۔وہ تمہیں کیا محبت دے گا۔۔جس کی پہلی بیوی ابھی بستر پر پڑی ہے اور اسے دوسری شادی کی پڑگئی ہے۔۔بیوی کے مرنے کا انتظار تو کر لیتے رندھاوا صاحب یا تم سے بہت محبت ہوگئی ہے انہیں۔۔کیا کہتے ہیں وہ۔۔تم نہیں ملی تو مر جاؤں گا۔۔" وہ کھا جانیوالے انداز میں بولا تھا اس سے اپنی جھنجھلاہٹ چھُپائی ہی نہیں جا رہی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ ہمارے درمیان محبت کا معاملہ ہے؟" وہ سادہ سے لہجے میں استفسار کر رہی تھی۔اس کے انداز میں اتنا سکون، اتنا تحمل تھا کہ خاور کو مزید غصہ آگیا۔

"اچھا تو پھر کیا معاملہ ہے۔۔ہمدردی کا شوق اٹھا ہے تمہیں۔۔یا پھر خدمتِ خلق کا جنون سوار ہے۔۔"

"اسے میری ضرورت ہے۔۔۔اور اس سے کہیں زیادہ مجھے اسکی ضرورت ہے۔۔۔میں اپنے گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔۔مجھے کوئی ٹھکانہ چاہیئے۔۔میں اس گھر میں رہی تو پاگل ہو جاؤں گی یا پھر سلیم کی طرح حرام موت مر جاؤں گی۔۔۔ نکاح ہو رہا ہے میرا۔۔۔میں تمہیں انوائٹ نہیں کر رہی۔۔صرف اپنی خوشی شئیر کر رہی ہوں۔۔سنا ہے شادی لڑکیوں کے لئے بہت خوشی کا موقع ہوتا ہے۔۔اس لئے تمہیں بتا رہی ہوں۔۔۔" وہ عام سے انداز میں بس بولتی چلی جا رہی تھی۔خاور کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔اسے لگا جیسے نینا نشے میں ہے

"نینا۔۔کیوں کر رہی ہو ایسا۔۔مت کرو۔۔ایسے مت کرو۔۔ٹھکانہ تو میں بھی تمہیں دے سکتا ہوں" وہ تڑپ کر بولا تھا۔اسے خود پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ وہ کیوں سنبھال نہیں پا رہا خود کو

" تم بہت اچھے انسان ہو خاور۔۔لیکن ہر اچھے انسان کو ہر بات بھی نہیں بتائی جا سکتی۔۔۔تمہیں دوست کہا ہے میں نے۔۔۔اور ساری زندگی کہتی رہوں گی۔۔۔تم بس اتنا سمجھ لو کہ میں تمہیں ڈیزرو نہیں کرتی۔۔۔اللہ یقیناً تمہارے ساتھ بے حد اچھا معاملہ کریں گے۔۔تم بہت جلد اپنی نئی زندگی شروع کر دو گے۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا" وہ اسے دعا دے رہی تھی۔

"اللہ یقیناً میرے ساتھ اچھا ہی معاملہ کریں گے۔۔۔لیکن تم کیوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہی ہو۔۔ایک شادی شدہ مرد سے شادی کیوں کر رہی ہو تم۔۔۔؟" وہ چڑ کر پوچھ رہا تھا

" شادی شدہ مرد سے شادی گناہ تو نہیں ہے۔۔۔کس حدیث یا قران کی کس آیت میں لکھا ہے کہ ایک شادی شدہ مرد سے شادی نہیں کی جا سکتی۔۔۔وہ ایک اچھا انسان ہے۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ خاور نے اسکی بات کاٹ دی تھی

" یہ تو تم کہہ رہی ہو نا۔۔۔اتنا ہی اچھا ہوتا تو بستر مرگ پر پڑی بیوی کو چھوڑ کسی معصوم لڑکی کو اپنی محبت کے چنگل میں نا پھنسا رہا ہوتا" خاور دانت پیس کر بولا تھا۔

" وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا۔۔۔اسے تو اپنی بیوی کے علاوہ کوئی نظر ہی نہیں آتا۔۔اور یہی وہ واحد بات ہے جو مجھے پسند ہے۔۔۔وہ اپنی بیوی کا اتنا وفادار ہے کہ اسے کوئی نظر نہیں آتا۔۔۔" خاور نے پھر اسکی بات کاٹ دی

"تو پھر کیا تم محبت کرنے لگی ہو اس سے۔۔۔؟" خاور کا دل جانتا تھا اس نے یہ سوال کس قدر ہمت کے ساتھ کیا تھا

"میں محبت نہیں کرتی اس کے ساتھ۔۔میں کسی سے محبت کر ہی نہیں سکتی۔۔۔بخدا محبت کا معاملہ نہیں ہے یہ۔۔۔مجھے تو وہ شخص ایک معمہ لگتا ہے۔۔۔ایک پہیلی۔۔۔ایک الجھن۔۔۔الجھنوں سے کون محبت کرتا ہے۔۔۔اسکی بیوی مر رہی ہے۔۔۔بستر پر کئی دنوں سے بے ہوش پڑی ہے۔۔۔اور یہاں یہ بھی جیسے پگھل پگھل کر ختم ہوا جا رہا ہے۔۔۔اسے اپنی فکر ہے نا اِرد گرد کا ہوش ہے۔۔ایسا لگتا ہے اسکی دنیا ایک عورت کے ہونے سے آباد تھی۔۔اور ایک عورت کے نا ہونے کا خدشہ اسے برباد کئے جا رہا ہے۔۔۔ایسا لگتا ہے۔۔وہ عورت نہیں رہے گی۔۔تو یہ بھی نہیں رہے گا۔۔مجھے تو بس یہ بات حیران کرتی ہے خاور کہ اتنی وفاداری کسی عورت کے لئے کسی مرد کے دل میں کیسے

آجاتی ہے۔۔اور اگر ایک مرد کے دل میں اپنی عورت کے لئے اتنی وفاداری آسکتی ہے تو باقی مردوں کو کس مٹی سے بنایا ہے اللہ نے۔۔۔اللہ کو چاہیئے کہ وہ عورت کو اور کچھ دے نا دے مگر ایک وفادار مرد ضرور دے۔۔ یا پھر کاش میری ماں کی زندگی میں بھی ایسا ایک مرد ہوتا۔۔تو میں مکمل ہوتی۔۔۔ایسی اُجڑی پجڑی کونج نا ہوتی۔۔۔اتنی مردہ دل نا ہوتی" وہ بولتے بولتے یکدم چُپ سی ہوئی تھی جیسے اسے بے خودی میں خود نا پتا چلا ہو کہ وہ کیا بول رہی ہے پھر اس نے مزید کچھ کہے بناء فون بند کر دیا تھا۔وہ رات خاور کی زندگی کی بہت مشکل رات تھی ۔اس دن کے بعد خاور نے دوبارہ کبھی نینا کے نمبر پر کال نہیں کی تھی لیکن وہ اسے بھول نہیں پایا تھا۔اسکی شادی ہوگئی تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ وہ دوبارہ کبھی اس سے رابطہ نا کرے گی لیکن چند مہینے بعد ہی اس نے مہر کی خیریت دریافت کرنے کے لئے اسے کال کرنا شروع کر دیا تھا۔

دل تو بے حال ہو چکا تھا لیکن روابط پھر بحال ہو گئے تھے۔

ایک ڈیڑھ ہفتہ بعد وہ مہر کے لئے فون کر لیا کرتی تھی۔وہ ایسے ظاہر کرتی تھی جیسے بہت خوشحال زندگی گزار رہی ہے لیکن خاور کو اسکے لہجے کی استقامت کبھی کبھی ڈھونگ لگتی تھی۔۔ پھر ایسا ہونے لگا کہ وہ مہر اور ایمن کو پارک لے جانے لگے۔وہ ان دونوں بچیوں کے متعلق ہی باتیں کرتے رہتے تھے لیکن خاور محسوس کرنے لگا تھا کہ وقت کے ساتھ وہ سمجھدار ہوتی جاتی تھی۔اسکی شخصیت کا کھلنڈرا پن ختم ہونے لگا تھا۔وہ ایمن کے لئے اسکی سگی ماں سے بھی زیادہ بڑھ کر فکر مند رہتی تھی۔اسکا اسکول، کھانا پینا، کپڑا لتا ہر ذمہ داری جیسے اس نے بخوشی سنبھال رکھی تھی۔ان کے درمیان ایمن کے والدین کا ذکر بھی ہونے لگا تھا لیکن پھر بھی ایک اضطراب تھا جو اسکی شخصیت سے چھلکتا تھا۔۔ جیسے خود اپنے آپ سے پریشان ہو، اپنے آپ سے نالاں ہو۔۔۔وہ خوش نظر آنے کی اداکاری کرتی تھی مگر ناکام ہو جاتی تھی ۔تھکاوٹ اسکی آواز سے ہی نہیں اس کے انداز سے بھی ٹپکنے لگی تھی۔۔۔خاور کم ظرف نہیں تھا لیکن دل ہی دل میں اسے ایک کمینی سی خوشی محسوس ہوتی تھی کہ وہ ایک شادی شدہ مرد کے ساتھ اپنے شادی کے فیصلے کی وجہ سے اس درجہ خوار ہو رہی ہے۔۔۔وہ جانتا تھا وہ اپنی ازدواجی زندگی سے خوش نہیں ہے۔۔۔لیکن پھر وہ ایک دن جب اس نے اعتراف کر لیا تھا

"""اب محبت ہو گئی ہے مجھے اُس سے۔۔۔بس ایک یہی ہونا باقی تھا میری زندگی میں۔۔۔یہ بھی ہو گیا۔۔۔میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں اس شخص سے کبھی محبت بھی کروں گی۔۔۔"

کونین کاشف نثار کہا کرتی تھی کہ وہ محبت کرنے والا میٹیرل نہیں ہے۔۔۔وہ کسی سے محبت کر ہی نہیں سکتی۔۔اور وہ یہ بھی کہا کرتی تھی کہ سمیع رندھاوا اسے ایک معمہ لگتا ہے۔۔ایک الجھن۔۔۔۔بھلا الجھنوں سے کون محبت کرتا ہے۔۔۔اسے معمے سے ہی محبت ہو گئی تھی۔۔۔ثابت ہوا تھا کہ انسان الجھنوں سے بھی محبت کر سکتا ہے۔

اس روز اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ محبت کرنے لگی تھی۔۔اس شخص سے جو اسکا شوہر تھا۔۔۔اس میں غلط تو کچھ بھی نہیں تھا۔۔۔خاور چاہتے ہوئے بھی اسے ٹوک نہیں پایا تھا لیکن اسے یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ راپنزل اب پلٹ کر نہیں آئیگی۔اسی لئے اس

نے اپنی اماں کو کہہ دیا تھا کہ وہ جس لڑکی سے چاہیں اسکی شادی کروا دیں۔

☆......☆......☆

"نکاح۔۔؟"سمیع نے بے حد پریشان ہو کر دوہرایا تھا۔کونین نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کی جانب دیکھتے ہوئے بے پرواہ سے انداز میں بولی

"ہاں۔نکاح۔۔۔اتنا حیران کیوں ہو رہے ہیں آپ۔۔۔پہلے بھی تو کیا تھا آپ نے۔۔۔آپ کے لئے یہ کوئی نئی چیز تو نہیں ہے۔۔۔حیران تو مجھے ہونا چاہیئے تھا۔۔۔میں نے تو پہلی بار ارادہ کیا ہے"

"اوہ۔۔شٹ اپ۔۔۔"سمیع غُرایا۔۔۔وہ معصوم تھی یا بننے کی کوشش کرتی تھی۔سمیع نے ساری احتیاط بالائے طاق رکھ دی تھی

"پاگل ہو تم۔۔۔بالکل پاگل۔۔۔تمہیں ذرا سا بھی احساس نہیں ہے کہ تم ہم سب کے لئے کتنی پریشانیاں پیدا کر رہی ہو۔۔۔اب مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہارے فادر نے یہ سب بلاوجہ نہیں کیا ہوگا۔۔۔"اس نے اس کے چہرے کے گرد ہالہ بناتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔کونین کے چہرے کا رنگ لمحہ بھر کے لئے بدلا تھا لیکن اس سے اسکے فیصلے پر کوئی اثر نہیں پڑا تھا

""""بلاوجہ تو کوئی بھی کچھ نہیں کرتا سمیع صاحب۔۔۔ماں بھی بچے کو اپنے وجود سے اس لئے دودھ پلاتی ہے کہ یہ نعمت اللہ نے اس کے وجود کو ودیعت کی ہوتی ہے۔۔۔بلاوجہ تو بس خدا ہی کرتا ہے انسان کے ساتھ جو کرنا ہوتا ہے"باتوں میں اس سے جیتنا مشکل ہی تھا۔سمیع کو اس روز اندازہ ہوا تھا

"اسی لئے بھونک رہا ہوں کہ خدا بننے کی کوشش مت کرو۔۔۔"بلاوجہ" یہ جو نیکی کرنے کا جنون سوار ہوا ہے نا تمہارے خالی دماغ پر اسے ترک کر کے میرے اور اپنے اہل و عیال پر احسان فرماؤ۔۔۔"سمیع نے لفظ" بلاوجہ" پر سارا زور لگاتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس پر حسبِ معمول کوئی اثر نہیں ہوا تھا

"بلاوجہ نہیں کر رہی میں یہ سب۔۔۔ایمن سے محبت ہے مجھے۔۔آپکو بتایا تو تھا میں نے کہ ایمن کی خاطر کر رہی ہوں یہ سب "وہ پرسکون لہجے میں بولی تھی پھر اسے بولنے کا موقع دیئے بغیر مزید کہنے لگی

"ایمن کو نہیں چھوڑ سکتی میں۔۔۔جانتے ہیں کیوں۔۔۔وہ مجھے راپنزل لگتی ہے۔۔۔اپنی ذات کے قلعہ میں قید ایک ایسی ننھی بچی جسے اس کے گھر والوں نے تنہا کر دیا ہوا ہو۔۔۔جو باقی انسانوں سے بالکل کٹ کر اپنی ہی ایک الگ دنیا بنا کر رہ رہی ہے۔۔۔آپ کو بس اپنی اور اپنی مسز کی پرواہ ہے۔۔۔آپکو اس بات سے غرض نہیں ہے کہ اس عُمر میں آپکی بچی کو آپ کے جذباتی سہارے کی کتنی ضرورت ہے۔۔۔آپ نے اپنی مجبوریوں کو بہانہ بنا کر اسے کود سے دور گویا ایک تنہا قلعے میں قید کر دیا ہوا ہے۔۔۔آپ اسے کھلا پلا تو رہے ہیں۔۔روپے تو خرچ رہے ہیں اس پر۔۔۔لیکن اس عمر میں کسی ننھی بچی کو روپے نہیں چاہیئے ہوتے۔۔۔اسے تو محبت چاہیئے۔۔۔آپکی محبت

،اپنی ماں کی محبت ۔۔آپکو تو یہ بھی نہیں پتا کہ وہ آپکو بالکل پسند نہیں کرتی ۔۔اسے آپ کے وجود میں کوئی کشش محسوس ہی نہیں ہوتی کیونکہ آپ تو اسے قلعے میں بند کر کے بھول ہی گئے ہیں ۔۔وہ مجھے راپنزل لگتی ہے ۔۔ایک معصوم بچی جو کھڑکی سے دنیا کو دیکھ رہی ہے اور بس اسی کے سہارے زندگی گزار رہی ہے ۔۔اس کے لئے باقی انسان اجنبی ہوتے جا رہے ہیں ۔۔وہ انسانوں میں گھل مل نہیں سکتی کیونکہ ایک اونچے قلعے میں قید رہ کر وہ اب اس قابل نہیں رہی کہ دوسرے انسانوں کے ساتھ عام زندگی گزار سکے ۔۔اس کے لئے ساری دنیا بس ایک کھڑکی میں سما چکی ہے ۔۔کھڑکی کی وجہ سے ہنستی ہے،کھڑکی کی وجہ سے خوش ہوتی ہے،کھڑکی کی وجہ سے مطمئن رہتی ہے ۔۔میں ایمن کے لئے وہ کھڑکی ہوں سمیع صاحب ۔۔بند قلعے کی ایک کھڑکی ۔۔وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوتی ہے ۔۔اور میں اسکو دیکھ کر ۔۔میں نہیں چھوڑ سکتی اسے ۔۔وہ بالکل راپنزل لگتی ہے مجھے ۔۔راپنزل ہونا آسان نہیں ہوتا سمیع صاحب ۔" وہ ایسے بول رہی تھی جیسے کوئی روبوٹ ہو۔سمیع نے اس کے چہرے پر پھیلے درد کو محسوس کیا تھا

ایمن بالکل میرے جیسی ہے سمیع صاحب ۔۔میں نے بھی تنہا قلعے میں ایسی ہی ایک کھڑکی کے پیچھے سے دنیا کو دیکھتے ہوئے زندگی گزاری ہے" اسے پرواہ نہیں تھی کہ سمیع سُن رہا ہے یا نہیں ۔۔وہ بس بول رہی تھی ۔۔اپنے بارے میں کچھ بتانے جا رہی تھی ۔

☆......☆......☆

اسی رات شہرین کو ہوش آ گیا تھا ۔وہ پورے تیرہ دن بعد دوبارہ سے شعور کی دنیا میں واپس آ تو گئی تھی لیکن اسکی یادداشت کا بڑا حصہ جیسے کہیں اس کے لاشعور میں دبا رہ گیا تھا۔وہ ان سب کو پہچاننے سے ہی منکر ہو گئی تھی ۔اسکی بینائی بھی نا ہونے کے برابر رہ گئی تھی ۔اسے یاد تھیں تو اپنی ادیے ۔گل مینے کو بھی پہچانتی تھی وہ لیکن اس کے کسی فعل میں استقامت نا رہی تھی ۔وہ چمچ سیدھا پکڑ سکتی تھی نا سیدھا قدم بھر سکتی تھی ۔۔وہ باتیں بھی اول فول کرتی تھی ۔اسے کبھی کچھ یاد آتا تھا اور کبھی وہ سب بھول جاتی تھی ۔سمیع نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے ۔۔ایک ہوشمند باشعور انسان کو،ایک ایسے انسان کو جسے آپ بے پناہ محبت کرتے ہوں اسے ایسے اپنے آپ سے بیگانہ ہوتے دیکھنا،لاتعلق ہوتے دیکھنا اس شخص کی موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھا ۔۔وہ تھی ۔لیکن نہیں تھی ۔۔سمیع سمیت اس کے سب پیارے اس کے لئے بیگانے ہو چکے تھے ۔۔کیسا تکلیف دہ احساس تھا

" یہ ٹھیک ہیں بظاہر ۔۔خود کھا پی سکتی ہیں ۔۔اپنی حاجات کے لئے کسی پر منحصر نہیں ہیں ۔لیکن کب کیا ہو جائے ۔۔اس بات کا فیصلہ اب کوئی معالج نہیں کر سکتا ۔۔چھ ماہ ۔۔ایک سال ۔۔دو سال ۔۔جب تک یہ آپ کے ساتھ ہیں ۔۔ان سے محبت کیجئے ۔۔انکا خیال رکھئے ۔۔انہیں اہمیت دیجئے ۔لیکن ان کی خاطر اپنے آپکو خوار مت کیجئے ۔۔یہ دماغی طور پر زمان و مکان کی سرحدوں سے بہت آگے نکل چکی ہیں اور آپ بہت پیچھے رہ گئے ہیں ۔۔آپ زندگی کی ریس میں جتنا بھی تیز دوڑ لیں ۔۔انکا مقابلہ نہیں کر پائیں گے ۔۔یہ اب کسی اور دیس کی باسی ہیں ۔۔آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور اپنے ساتھ رہنے والوں کی قدر کریں ۔۔اپنی بچی کے متعلق

سوچیں۔۔۔موو آن سمیع صاحب۔۔۔" ڈاکٹر رضی نے اسکی ابتر حالت دیکھ کر اسے مشورہ دیا تھا۔اس نے "موو آن" کیا کرنا تھا۔اس کے لئے تو زندگی اسی مقام پر ختم ہوگئی تھی جہاں شہرین نے اسکی جانب انتہائی لاتعلقی سے دیکھتے ہوئے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔اب مسئلہ ایمن کا تھا۔اکو سنبھالنے کے لئے کسی ایسے ہی انسان کی ضرورت تھی جو اسے بے حد محبت اور توجہ دے سکتا سو یہ سب عوامل بھی تھے جنہوں نے سمیع کو مجبور کیا تھا کہ وہ کونین کاشف نثار کے پروپوزل کے بارے میں غور کرے۔شہرین کے ہوش میں نا آنے سے پہلے جو امید باقی تھی کہ وہ اپنی بچی کو مزید کچھ عرصہ سنبھال سکے گی، وہ اس کے ہوش میں آجانے کے بعد بالکل ختم ہوگئی تھی۔اس کے گھر کو اسکو یا اس کے خاندان کو نا سہی لیکن ایمن کو واقعی "ماں" کی ضرورت تھی سو اسے یہ کڑوا گھونٹ بھرنا پڑا تھا کہ اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی کونین کے متعلق سوچنے پر مجبور ہوا تھا۔

وہ اگرچہ کبھی یہ امر تسلیم نہیں کرتا تھا کہ اس نکاح کی ضرورت اسے بھی تھی لیکن وہ کونین کا مشکور تھا کہ اس نے سب کچھ سنبھال رکھا تھا لیکن نادانستگی میں ہی سہی مگر وہ اسے ہمیشہ احساس دلاتا رہتا تھا کہ اس نے یہ شادی اپنی منشاء کے برخلاف کی تھی صرف اس کے مجبور کرنے پر کی تھی۔

☆......☆......☆

"زری کی فیملی تو مکمل ہوگئی لیکن نینا کب سنائے گی ہمیں کوئی خوشخبری۔۔؟" یہ انکی کزن تھیں اور زری کی بیٹی کو دیکھنے آئی تھیں لیکن نینا کے متعلق سوال کئے بناء رہ نا سکی تھیں۔صوفیہ نے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔وہ اپنے آپ میں گم ہر طرف سے لاتعلق ہو کر بیٹھی تھی جیسے کچھ سنا ہی نا ہو حالانکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ اسے سنا نا ہو۔ہاسپٹل کے اس چھوٹے سے کمرے میں تو ایک ہچکی نا چھپ سکتی تھی، یہ تو پھر پورا ایک جملہ تھا جو نا صرف طنزیہ بلکہ پرتجسس انداز میں بھی ادا کیا گیا تھا۔نینا پھر بھی چپ رہی تھی۔اسے خاموش رہنا آگیا تھا بالآخر اس نے سیکھ لیا تھا کہ خاموشی میں بھی بڑی عافیت ہے ورنہ تو وہ ذرا سی بات کے جواب میں ہر شخص کو یوں کھری کھری سنا دیا کرتی تھی کہ صوفیہ عاجز آجاتی تھیں اور اب وہ بڑی بڑی باتیں بھی چپ چاپ برداشت کرنے لگی تھی۔

"اسکی فیملی تو ماشاءاللہ پہلے ہی مکمل ہے۔۔۔ایک بیٹی ہے۔۔رب کی منشاء ہوگی تو اور بھاگ بھی لگائے گا انشاءاللہ" انہوں نے اسکی جانب دیکھتے جواب دیا تھا۔

"بے شک بے شک۔لیکن ہمیں بیٹی بھی کب دکھائی ہے اس نے۔۔۔شوہر اور بیٹی کو تو چھپا چھپا کر رکھتی ہے نینا" انکی کزن طنز کرنے میں ماہر تھیں۔صوفیہ نے صرف چند لمحے سوچا تھا کہ آیا انہیں چپ رہنا چاہیئے یا جواب دے دینا چاہیئے۔انہوں نے خود بھی ساری زندگی اپنے شوہر کے متعلق جانے جانے کون کون سی باتیں سنی اور برداشت کی تھیں لیکن یہ ضرور سیکھ لیا تھا کہ اسکا فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔سہنا تو اپنی ذات پر ہی پڑتا ہے اور انکی بیٹی تو پہلے ہی بہت کچھ سہہ رہی تھی۔وہ خاموش رہ کر مزید کونسا ثواب کما سکتی تھیں۔

"چُھپا کر کیوں رکھے گی۔۔۔ایسا اچھا شوہر تو سارے خاندان میں کسی کو نہیں ملا ہو گا جیسا نینا کو ملا ہے۔۔رات بھر یہاں ہاسپٹل میں ہی رہا ہے ہمارے ساتھ۔صبح کو گھر گیا ہے۔۔اتنا تمیز دار مہذب اور خیال رکھنے والا بچہ ہے۔۔اور بیٹی تو بہت ہی پیاری ہے۔۔۔رات کو ہی آئیگی باپ کے ساتھ خالہ زری کے بے بی کو دیکھنے۔۔آپ آج مل کر ہی جائیے گا دونوں سے۔۔"

نینا نے چونک کر انکی جانب دیکھا۔اسے شاید اپنی ماں سے اس قسم کے جواب کی امید نہیں تھی ۔وہ تو خود بھی اسے طعنہ دینے سے چوکتی نہیں تھیں۔انہوں نے اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر آنکھوں ہی آنکھوں میں پرسکون رہنے کا اشارہ کیا تھا۔وہ اولاد کے لئے اتنا تو کر ہی سکتی تھیں بالخصوص اس اولاد کے لئے جس نے ان سے کبھی کوئی توقع کی ہی نہیں تھی۔خاندان والے ویسے بھی نینا کے متعلق مشکوک بھی زیادہ رہتے تھے۔

خاندان میں سب ہی جانتے تھے کہ نینا نے اپنے والدین کی مرضی کے برخلاف شادی کی تھی۔ابتداء میں خوب چہ میگوئیاں ہوئی تھیں، طعنے چُبھتے ہوئے فقرے، ٹوہ لینے والے سوالات۔۔۔بہت کچھ سہا تھا انہوں نے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ سب بھول گئے تھے لیکن صوفیہ دیکھتی تھیں کہ نینا جب بھی کسی سے ملتی تھی، اسے اوپر سے نیچے تک بغور دیکھا ضرور جاتا تھا کہ آیا وہ خوش ہے یا نہیں۔۔سمیع کو خاندان میں کسی نے بھی دیکھا ہوا نہیں تھا اور اس لئے اس کے متعلق تجسس بھی زیادہ رہتا تھا۔متجسس تو خود صوفیہ بھی ہو جاتی تھیں کہ داماد اور بیٹی کا آپس میں رویہ کیسا ہے۔واضح طور پر تو کچھ پوچھنے کی ہمت نا تھی انکی لیکن کرید کر طنزیہ گفتگو کر کر اس سے کچھ نا کچھ اگلوانے کی کوشش ضرور کرتی تھیں جس میں عموماً انہیں ناکامی ہی ہوتی تھی۔وہ سمیع کے متعلق زیادہ نا جانتی تھیں۔

"میں سمیع رندھاوا سے نکاح کر رہی ہوں" نینا نے انہیں اس کے علاوہ بتایا بھی تو کچھ نہیں تھا۔وہ اس شام بس ہاتھ میں تسبیح لئے جائے نماز پر بیٹھی تھیں جب اس نے آ کر انہیں اطلاع دے دی تھی۔

"میں جانتی ہوں ابا نہیں مانیں گے۔۔۔لیکن آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ مانوں گی اب میں بھی نہیں۔۔۔انہی کی بیٹی ہوں۔۔لیکن آپ فیصلہ کر لیں کہ آپ میری ماں ہیں یا صرف انکی زوجہ۔۔۔ایک دو دن میں بتا دیجئے گا مجھے" اس نے یہ سب کہا بھی اس انداز میں تھا کہ ہمیشہ کی طرح انہیں غصہ آگیا تھا۔زندگی ان کے لئے کس قدر بے رحم رہی تھی۔شوہر تھا تو اس کے طعنے بھی انہوں نے ہی سنے تھے اور بیٹیاں تھیں تو بھی نافرمان نکلی تھیں۔

"ایسے ہوتی ہیں بھلا بیٹیوں کی شادیاں۔۔۔خاندان والوں کو کیا منہ دکھاؤں گی۔۔۔ان کے سوالوں کے جواب کون دے گا" انہوں نے جل کر سوچا تھا حالانکہ وہ اس معاملے میں نینا کی حمایت کو تیار تھیں لیکن یہ بھی کوئی طریقہ تو نا تھا۔نینا ہمیشہ وہ کرتی تھی جس کی انہیں رتی برابر امید نا ہوتی تھی۔وہ جائے نماز پر بیٹھی جلتی کڑھتی یہی سوچتی رہیں۔دماغ بالکل ہی ماؤف ہوا جا رہا تھا کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیئے گھر میں ایک بہت بڑا ہنگامہ ہونے والا تھا اور ان کے اعصاب اتنے توانا نہیں رہے تھے کہ یہ سب برداشت کر سکتے۔جائے نماز پر بیٹھے

حالات پر رب سے شکوے کرتے، پھر انہی شکووں پر معافیاں مانگتے اور ان حالات کے سدھر جانے کی دعائیں کرتے جانے کتنی دیر لگ گئی تھیں انہیں لیکن جب وہ اپنی جگہ سے اٹھیں تو یہی سوچا تھا کہ جا کر بیٹی سے منت کرتی ہیں کہ انہیں کچھ تو بتائے ۔ یہ سارا معاملہ ان کے لئے تو بس ایک معمہ ہی تھا۔ انہوں نے سوچا تھا کہ وہ نینا کو سمجھائیں گی کہ وہ اس کے ساتھ ہیں اور یہ مسئلہ کسی اور طریقے سے بھی سلجھایا جا سکتا ہے لیکن وہ فون پر بات کرنے میں مصروف تھی۔ صوفیہ اندر داخل نہیں ہوئی تھیں بلکہ بیٹی کے الفاظ نے ان کے قدم ہی جکڑ لئے تھے ۔ نینا کہہ رہی تھی

" مجھے تو بس یہ بات حیران کرتی ہے خاور کہ اتنی وفاداری کسی عورت کے لئے کسی مرد کے دل میں کیسے آجاتی ہے ۔۔ اور اگر ایک مرد کے دل میں اپنی عورت کے لئے اتنی وفاداری آسکتی ہے تو باقی مردوں کو کس مٹی سے بنایا ہے اللہ نے ۔۔ اللہ کو چاہیئے کہ وہ عورت کو اور کچھ دے نا دے مگر ایک وفادار مرد ضرور دے ۔۔ یا پھر کاش میری ماں کی زندگی میں بھی ایسا ایک مرد ہوتا ۔۔ تو میں مکمل ہوتی ۔۔ ایسی اجڑی پچھڑی کونج نا ہوتی ۔۔ اتنی مردہ دل نا ہوتی " صوفیہ کو لگا کسی نے ان کے پورے وجود کو جیسے ٹھنڈا پانی ڈال کر منجمد کر دیا تھا۔ یہ وہ بات تھی جو انہوں نے ساری زندگی دعاؤں میں اللہ سے مانگی تھی۔ کسی سے کچھ بھی کہے بناء وہ اس ایک خواہش کے لئے تڑپی تھیں کہ وہ مرد جسے اللہ نے انکی زندگی میں شامل کیا تھا وہ انکا وفادار ہوتا ۔۔ اسکی طبیعت میں جفا نا ہوتی ۔۔ انہیں کبھی پتا نا چلا تھا کہ ان کی بیٹی کی بھی یہی خواہش رہی تھی ۔۔ انہیں اس روز اندازہ ہوا تھا کہ اگر مرد کی فطرت میں جفا ہو تو اسکا اولاد پر کیا اثر پڑ سکتا ہے ۔ وہ وہیں سے پلٹ گئی تھیں ۔۔ ان کے اندر اتنی ہمت نا تھی کہ اپنی ہی اولاد سے کچھ پوچھ سکتیں ۔ انہیں پتا تھا کہ نینا کے پاس ان کے ہر سوال کا جواب ہوگا ۔۔ لیکن وہ کب تک یہ طعنہ سنتی رہتیں کہ انکا شوہر آوارہ مزاج ہے ۔۔ وہ بھید جسے اپنے تئیں انہوں نے ماں باپ بہن بھائیوں سے ، دوستوں رشتہ داروں سے چھپا کر رکھا ہوا تھا ۔۔ وہ اسے اولاد سے چھپا نا پائی تھیں ۔۔ لیکن اس بھید پر پڑا پردہ بار بار اٹھتا تھا تو ہتک بھی ان ہی کی ہوتی تھی۔ اسی لئے ان کے لئے فیصلہ لینا بے حد آسان ہو گیا تھا

وہ ساری زندگی کاشف نثار کی زوجہ تو رہی تھیں ۔۔ لیکن اب انہیں اُم کو نین بن کر دکھانا تھا۔

اسی روز کی بات تھی کہ انہوں نے اپنے منہ سے کاشف نثار کو کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح اسکی منشاء کے تحت سمیع رندھاوا سے کروا رہی ہیں ۔۔

اس نکاح کی انتہائی سادہ تقریب میں چند لوگوں کے سوا کوئی بھی شامل نہیں ہوا تھا ۔۔ اور کاشف نثار نے " اُن " چند لوگوں میں شامل ہونے سے صاف انکار کر دیا تھا جس کی نینا کو پرواہ تھی اور نا صوفیہ کو ۔۔۔ اور یوں یہ شادی انجام پا گئی تھی

☆......☆......☆

" میری بیٹی کیسی ہے؟" شہرین کی ادے نے پوچھا تھا۔ سمیع کو شہرین کے کچھ پرانے پیپرز چاہیئے تھے جو اسے اپنے گھر میں نہیں مل رہے تھے۔ کونین بھی گھر موجود نہیں تھی کہ وہ اس سے پوچھتا۔ اس نے سوچا کہ شاید شہرین نے کبھی وہ پیپرز اپنے میکے میں

رکھوادئے ہوں یا اسکی ادے کو کچھ اتا پتا ہو ان کا غذات کا سو اسی لئے اس نے ان سے رابطہ کیا تھا ۔اسکا ارادہ تھا کہ انہیں شہرین سے ملنے کے لئے بھی بلوائے گا۔شہرین آجکل بہت بجھی بجھی سی رہنے لگی تھی ۔سمیع نے سوچا شاید وہ اپنی ادے کو یاد کر رہی ہو لیکن بتا نا پا رہی ہو ۔شہرین کی یادداشت جب سے مکمل طور پر ختم ہوئی تھی ۔ادے اس سے ملنے نہیں آتی تھیں ۔وہ اسے دیکھتی تھیں تو انہیں رونا آنے لگتا تھا ۔انکا مزاج بگڑنے لگتا تھا ۔انکا بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا تھا اور ان کی طبیعت خراب ہونے لگتی تھی سو شہرین کے بھائی اور بابا انہیں لاہور آنے نہیں دیتے تھے ۔اپنی بیٹی کی اس حالت کا ذمہ دار وہ سمیع کو ٹھہراتی تھیں ۔شہرین کی خاطر وہ اس کے گھر آتی تو رہی تھیں ،بظاہر انکا رویہ ٹھیک رہتا تھا لیکن تعلقات بحال ہو جانے کے باوجود سمیع سے انکا رشتہ کافی سرد مہر تھا ۔وہ اس کے فون کال پر زیادہ خوش نہیں تھیں

"ٹھیک ہے ۔۔"سمیع نے اتنا ہی کہا تھا ۔وہ کیا بتاتا اب انہیں ۔۔۔سب ہی جانتے تھے کہ شہرین کی طبیعت اب کبھی مکمل ٹھیک نہیں ہو سکتی ۔ڈاکٹرز تو کہہ ہی چکے تھے کہ جتنا وقت ان کو اللہ نے دے رکھا ہے وہ تو یہ ضرور پورا کریں گی لیکن انکی حالت میں مزید کوئی بہتری نہیں آسکتی ۔

"تم نے میری بیٹی کو کس حال تک پہنچا دیا سمیع خاناں ۔۔۔میری پھول سی بیٹی کو گہنا دیا تم نے ۔۔۔اللہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا" وہ گلوگیر لہجے میں بولی تھیں ۔سمیع نے جواباً کچھ نہیں کہا تھا ۔وہ پہلے بھی دُکھ کی انتہاء پر اسے کوسنے کی عادی تھیں اور اب تو سمیع کو عادت سی ہو گئی تھی ۔

"آپ آئیں نہیں بہت عرصے سے ۔۔آپ ملنے آجاتیں شہرین سے ۔۔وہ خوش ہو جاتی ہے آپکو دیکھ کر"سمیع نے انہیں اکسایا تھا ۔

"اس مسکین نے کیا خوش ہونا ہے ۔۔۔اسے کیا پتا خوشی کیا ہوتی ہے ۔۔میری بیٹی کو تو اس لفظ کا مطلب بھی اس روز بھول گیا تھا جس روز اسکی شادی تم سے ہوئی تھی ۔" وہ جلی کٹی سنانے میں ماہر تھیں ۔سمیع پہلے انکی باتوں پر بھڑک اٹھا کرتا تھا اور ان سے زیادہ میل ملاقات نہیں رکھتا تھا لیکن شہرین کے بیمار ہو جانے ک بعد سب کچھ تبدیل ہو گیا تھا ۔

"درست کہہ رہی ہیں آپ ۔۔۔کاش میری شادی نا ہوئی ہوتی اس سے"سمیع نے انکی ہاں میں ہاں ملائی تھی

"اب باتیں کرنے کا کیا فائدہ ہے ۔۔یہ اداکاریاں ہمارے سامنے مت کیا کرو جیسے تمہیں بہت دُکھ ہے میری بیٹی کی بیماری کا ۔۔تم نے تو اسے اِس حال تک پہنچایا ہے ۔۔۔لیکن ایک بات یاد رکھنا ۔اللہ کے یہاں دیر ہے ،اندھیر نہیں ہے ۔۔۔ایک دن آئیگا اور میں تمہارا گریبان پکڑ کر انصاف مانگوں گی اللہ کی عدالت میں ۔۔میری بیٹی کو اس حال تک پہنچانے والے تم ہو سمیع ۔۔تم اچھے انسان نہیں ہو ۔۔انسان کے روپ میں شیطان ہو تم" وہ رو بھی رہی تھیں اور اسے کوس بھی رہی تھیں ۔سمیع کا دل بوجھل سا ہو گیا تھا ۔وہ ایک ماں کو کیا تسلی دیتا ۔۔وہ تو چپ چاپ انکی گالیاں بھی سُن لیا کرتا تھا اب

"میری بیٹی نے کیا کیا نہیں کیا تمہارے لئے ۔۔اپنے ماں باپ ۔۔بہن بھائی چھوڑ دئیے ۔۔تمہارے ماں باپ کے طعنے سہے

۔۔تم نے جس حال میں اسے رکھا۔۔اس نے" اُف" تک نا کی۔۔تم جیسے دو ٹکے کے انسان کو ہمیشہ اپنے ماں باپ پر فوقیت دی اس نے۔۔۔اسکا صلہ یہ دیا تم نے کہ اس کی زندگی میں ہی سوکن لے آئے۔۔۔ارے تم سے تو اس کے مرنے کا انتظار بھی نا ہوا۔۔۔اتنی بڑی زیادتی سمیع خاناں۔۔۔تم نے سوچا ہے کبھی کہ اس کے دل پر کیا گزرتی ہو گی۔۔۔وہ جب تمہیں اپنی دوسری بیوی کے ساتھ دیکھتی ہو گی تو کیا سوچتی ہو گی۔۔ظالم انسان ہو تم۔۔۔بہت ظالم۔۔خبیث آدمی تم نے ہماری بد دعاؤں پر گھر بسایا ہے اپنا۔۔۔لیکن تم دیکھنا ایک دن سب کا بدلہ دینا پڑے گا تمہیں۔۔۔یہ سب تمہیں بھی سہنا پڑے گا۔۔۔جس طرح ہم روتے ہیں نا اپنی بیٹی کے لئے۔۔۔ایک دن تم بھی اپنی اولاد کے لئے۔۔انشاء اللہ۔۔۔ایسے ہی روؤ گے۔۔۔تمہیں بھی یہی تکلیف دے گا رب۔۔۔۔ایک ماں کے دل سے نکلی دعا تو عرش تک جاتی ہے۔۔۔اور میری دعا ہے کہ جس طرح میری بیٹی کو اتنی اذیت والی زندگی دی ہے نا تم نے۔۔۔خدا تمہاری بیٹی کے آگے بھی یہی سب لائے۔۔۔پھر تمہیں پتا چلے گا کہ بیٹی کا دکھ کیا ہوتا ہے۔۔۔تمہارے سارے کرتوتوں کی سزا تمہاری بیٹی کو ملے گی۔۔۔ایک دن۔۔انشاء اللہ۔۔انشاء اللہ" وہ روتے ہوئے اب ایمن کو بھی بد دعائیں دینے لگی تھیں۔سمیع نے چُپ چاپ فون بند کر دیا تھا۔اسکا دل بے حد بوجھل ہو گیا تھا۔

"کتنی نفرت ہے آپ کے دل میں ادے۔۔۔ایسا کیا بگاڑا ہے میں نے آپکا۔۔۔میں نے تو کبھی کسی کو دکھ دینا نہیں چاہا تھا۔۔لیکن قدرت کو جانے کیا منظور ہے۔۔۔میری تو ہر سیدھی تدبیر بھی الٹی ہو جاتی ہے۔۔۔میں اپنا سینہ کھول کر کسے دکھاؤں؟ مجھ سے تو کوئی بھی خوش نہیں ہے۔۔امی۔۔ادے۔۔شہرین۔۔اور اب تو اس فہرست میں کونین بھی شامل ہو گئی ہے" اس نے تھکے ہوئے ذہن کے ساتھ سوچا تھا۔

"تمہارے سارے کرتوتوں کی سزا تمہاری بیٹی کو ملے گی" اس کے ذہن میں ادے کا فقرہ جھکڑ کی طرح چل رہا تھا۔

☆......☆......☆

اسکی آنکھ پیاس کی وجہ سے کھلی تھی۔رات اماں رضیہ نے کھانے میں قیمہ کریلے بنا رکھے تھے اگرچہ سر درد کی وجہ سے اس نے بہت پیٹ بھر کر تو نہیں کھایا تھا لیکن پھر بھی طبیعت بے چین سی ہونے کی وجہ سے اسکی آنکھ کھل گئی تھی۔منہ کا ذائقہ عجیب سا ہو رہا تھا اور شدید پیاس بھی لگ رہی تھی۔وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور سائیڈ ٹیبل کی جانب پانی لینے کے لئے دیکھا تھا لیکن وہاں پانی کا گلاس موجود نہیں تھا۔اسے بہت بیزاری محسوس ہوئی۔اسے عام حالات میں بھی رات کو اُٹھ کر ایک بار پانی پینے کی عادت تھی۔کونین نے اسکی اس عادت کو بہت جلدی بھانپ لیا تھا سو وہ مانگتا یا نا مانگتا وہ پانی کا گلاس بھر اسکی سائیڈ ٹیبل پر ضرور رکھ دیا کرتی تھی آج وہ موجود نہیں تھی۔اپنی بہن کی حالت کے باعث وہ مزید ایک روز ہاسپٹل میں ہی ٹھہر گئی تھی تو اماں رضیہ نے اس کے کمرے میں پانی بھی نا رکھا تھا۔وہ سخت کوفت زدہ ہو کر اٹھا اور سلیپر گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر نکلا تھا۔کچن نچلے پورشن میں تھا۔وہ جماہیاں لیتا سیڑھیاں اتر کر کچن میں آ گیا۔ابھی ڈسپینسر سے پانی کا گلاس بھر ا ہی تھا کہ اسے احساس ہوا کہ ایمن کے کمرے سے اسکی رونے کی آوازیں آ رہی ہیں۔اس نے گلاس میز پر رکھا اور لپک کر اس کے

کمرے کی جانب بڑھا تھا۔دروازہ کھولتے ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ ایمن شاید خواب میں ڈر کر اٹھ گئی ہے۔وہ اس کے بیڈ کے قریب پہنچا تو وہ اور خوفزدہ ہو کر رونے لگی تھی۔اس نے بستر پر بیٹھتے ہوئے اسے ساتھ لپٹا لیا۔وہ بھی روتے ہوئے اسکی گود میں دبک گئی تھی

"ارے میرا بچہ۔کیا ہو گیا۔۔کیوں رو رہی ہو۔خواب دیکھا ہے کوئی۔۔؟" عام حالات میں ایمن اس سے کبھی ایسے قریب نہیں ہوئی تھی۔سمیع کو اسے گلے لگانے کا کبھی وقت ہی نا ملا تھا لیکن اب جیسے اس کے رونے کی آواز سُن کر وہ بے چین ہو اٹھا تھا۔

"کونین کیوں نہیں آتیں ؟" سمیع نے دو دن پہلے اس سے کافی سخت لہجے میں بات کی تھی تب سے دوبارہ اس نے کونین کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن اب وہ کافی بلک رہی تھی اور کونین کا نام لے لے کر بلک رہی تھی۔اسے اماں رضیہ پر سخت غصہ آیا جو ایمن کے ساتھ سونے کی بجائے اپنے کمرے میں سو گئی تھیں۔شہرین ایمن کے ساتھ ہی سو رہی تھی لیکن وہ تو دماغی طور پر اس کی ہم عمر ہو چکی تھی۔وہ اپنی مدد نہیں کر سکتی تھی تو ایمن کی کیا مدد کرتی اور ویسے بھی وہ کبھی کبھی رات کو اُٹھ کر کسی اور کمرے میں جا کر بھی سو جایا کرتی تھی

"کونین کو بلا دیں۔۔وہ کیوں نہیں آ رہی ہیں۔۔" ایمن کی ایک ہی ضد تھی حالانکہ وہ کسی قدر غنودگی میں لگتی تھی لیکن اسے یاد کونین کی ہی آ رہی تھی۔سمیع کو کونین پر بھی غصہ آیا جو دو دن سے اپنی بہن کے پاس ہی تھی۔وہ بے شک اسے کہہ آیا تھا کہ اپنی سہولت دیکھ کر واپس آ جانا لیکن دو دن میں ہی یہاں اسکا گھر اُلٹ پلٹ ہوا جا رہا تھا بالخصوص ایمن کسی سے بھی نہیں سنبھلتی تھی۔بچی کو سینے سے لگائے وہ کافی دیر اسکی پشت سہلاتا رہا۔وہ شاید کافی دیر سے اٹھی ہوئی تھی اور کافی زیادہ سہمی ہوئی تھی کیونکہ اسکی سانس بھی ہموار نہیں تھی۔سمیع کافی دیر اسے پچکارتا رہا تھا۔وہ دوبارہ سے اپنے بستر پر لیٹ گئی تھی لیکن کافی سہمی ہوئی تھی۔

"کونین واپس نہیں آئیں گی کیا۔۔۔وہ کبھی واپس نہیں آئیں گی؟" اپنی جگہ پر لیٹ کر بھی وہ روہانسی ہی تھی۔سمیع نے اس کے بالوں میں بہت نرمی سے انگلیاں چلائی تھیں۔

وہ ہاسپٹل میں ہے ایمن۔کل آ جائیں گی۔۔۔" اس نے تسلی دی تھی"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" اسے جیسے یقین نہیں آیا تھا۔سمیع نے کل بھی اسے یہی کہہ دیا تھا کہ وہ آ جائے گی لیکن وہ نہیں آئی تھی۔وہ دل ہی دل میں چڑ رہا تھا لیکن بچی کے سامنے تحمل سے ہی بولا۔

"میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔۔وہ واقعی کل آ جائیں گی۔" ایمن چند سیکنڈز کچھ نہیں بولی پھر بولی تو لہجہ پہلے سے زیادہ گلوگیر تھا

"مجھے پتا ہے ہاسپٹل سے کوئی بھی جلدی واپس نہیں آتا۔۔جو بھی ہاسپٹل جاتا ہے۔۔وہیں رہ جاتا ہے۔۔یا پھر ٹھیک ہو کر واپس نہیں آتا۔کیا کونین بھی ماما جیسی ہو جائیں گی" سمیع پہلے اسکی بات سمجھا نہیں لیکن جب سمجھا تو اسکا دل دہل گیا تھا۔ایمن اس بات سے ڈری ہوئی تھی کہ کونین ہاسپٹل سے شہرین جیسی ہو کر نا واپس آ جائے۔وہ ننھی بچی ماں کی حالت سے بس یہی سیکھ پائی تھی کہ اگر کوئی ہاسپٹل جاتا ہے تو واپسی پر اپنے آپ کا بھی نہیں رہتا ایمن کو ڈر تھا کہ کونین بھی اب شہرین کے جیسی ہو جائینگی یعنی وہ کونین کو کھو دینے سے ڈرتی تھی۔

سمیع چند لمحے بس بوجھل سا دل لئے اسے دیکھتا رہا پھر وہ ایمن کے ساتھ ہی اس کے سرہانے پر سر رکھ کر لیٹ گیا تھا۔ اپنا ایک بازو اس نے اس کے گرد رکھ لیا تھا لیکن اس کے پاس کہنے کے لئے ایک بھی لفظ نا تھا۔ وہ ایک ننھی بچی کو زندگی کی اس ستم ظریفی کے بارے میں کیا لیکچر دیتا جسے وہ خود بھی ابھی سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس نے کاٹ پر سوئی ہوئی شہرین کی جانب دیکھا۔ شہرین کے لئے ایمن کے کمرے میں ایک الگ کاٹ موجود تھی۔ وہ اکثر کہیں بھی سونے کی ضد کرنے لگتی تھی۔ اسی لئے سمیع نے یہ فولڈنگ کاٹ اس کے لئے بنوائی تھی۔ ابھی بھی وہ اس پر پرسکون گہری نیند سو رہی تھی۔ ان سب سے لاپرواہ۔ بے نیاز وہ سو رہی تھی

"آپ مجھے کونین کے پاس چھوڑ آئیں۔۔۔" ایمن کی سسکتی ہوئی آواز آئی تھی۔

"آپ ابھی سو جاؤ۔۔ میں کونین کو کال کر دیتا ہوں۔۔ وہ آجائیں گی صبح" سمیع نے اسے تسلی دی تھی۔ وہ اسکی جانب مڑی اور پھر ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسکی بڑی بڑی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوئی جا رہی تھیں لیکن وہ سمیع سے بات کئے بناء سونا نہیں چاہ رہی تھی

"آپ کونین کو کال کریں گے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔ سمیع نے سر ہلایا تھا

"آپ ان کو کہیں وہ واپس آجائیں۔۔ ہمیں بے بی نہیں چاہیئے۔۔۔ میں دوبارہ بے بی نہیں مانگوں گی" وہ اپنی ہی دُھن میں بولی شاید اس نے کوئی خواب دیکھا تھا۔ اسکی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں لیکن اسے خدشہ تھا کہ اسکا باپ اسے جھوٹی تسلی دے رہا ہے۔

"آپ انکو یہ بھی کہنا کہ میں کبھی بے بی کے لئے ضد نہیں کروں گی۔۔۔" وہ اب جیسے خود سے باتیں کر رہی تھی۔ سمیع کو اسکی بات سُن کر حیرت سی ہوئی۔ وہ اسکی بات کا سرا پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا

"کیا آپ بے بی کے لئے ضد کرتی ہو؟" اس نے غیر ارادی طور پر ہی ایمن سے سوال کر لیا تھا

"میں نے کونین سے کہا تھا کہ ہمارے پاس ایک بے بی کیوں نہیں ہے۔۔ ہمارے پاس بھی ہونا چاہیئے۔۔۔ میری کلاس میں سب بچوں کے گھر میں چھوٹے بے بی ہیں۔۔۔ سب انکی باتیں کرتے ہیں۔۔۔ میں نے کونین سے کہا تھا ہم بھی ایک بے بی لے آتے ہیں" وہ اپنی ہی دُھن میں بول رہی تھی۔ سمیع کو اسکی بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"کونین نے آپکو سمجھایا نہیں کہ ہمیں بے بی نہیں چاہیئے" اس نے پوچھا تھا اور ساتھ ہی ایمن کو دوبارہ سے لیٹ جانے کے لئے مجبور کر دیا تھا

"یہ ہمارا اسیکرٹ ہے لیکن میں آپ کو بتا دیتی ہوں۔۔ کونین نے کہا تھا کہ وہ آپ سے بات کریں گی۔۔۔ اگر آپ نے پرمیشن دی تو ہم بھی بے بی لے آئیں گے۔۔۔ اسکا نام ہم مومن سمیع رکھیں گے۔۔۔ جیسے ایمن۔۔ ویسے مومن۔۔" وہ اب اپنی نیم وا آنکھوں سے اسکی آنکھوں میں استفہامیہ انداز دیکھ رہی تھی۔ سمیع اسکی آنکھوں میں چھپے سوالوں سے سخت جھنجھلایا۔ نا چاہتے ہوئے بھی اسکا لہجہ سخت ہو گیا تھا

"واٹ ربش ۔۔۔آپ تو خود بے بی ہو ابھی ۔ہمیں نہیں چاہیئے کوئی اور بے بی ۔۔آپ سو جاؤ اب" وہ اسے تھپکنے لگا تھا۔اسکا انداز ایسا تھا کہ ایمن نے دوبارہ دُبک کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔وہ باپ کی ذرا سی اونچی آواز سے بھی خائف ہو جایا کرتی تھی۔سمیع کو تاسف نے گھیر لیا

" وہ ایمن کے ساتھ اس طرح سخت لہجے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ اس کے اور اسکی بیٹی کے تعلقات نارمل ہی رہیں لیکن ایسا ہو نہیں پاتا تھا۔وہ ایمن کو بالکل بھی وقت نہیں دے پاتا تھا۔کونین ہی ایمن کے رزلٹس کارڈز اسکے بنائے چھوٹے چھوٹے آرٹ اینڈ کرافٹس کے پراجیکٹ لئے اس کے ارد گرد گھومتی رہتی تھی۔وہ وقت ملنے پر کبھی دیکھتا تھا،کبھی بناء دیکھے ہی سر ہلا کر دیکھنے کا اشارہ کر دیا کرتا تھا۔وہ کیا پڑھ رہی ہے کیسے گریڈز لا رہی ہے۔۔کیا سیکھ رہی ہے۔۔اس نے سب کونین پر چھوڑ دیا ہوا تھا۔اسی لئے اسے یہ بھی نہیں پتا تھا کہ ایمن اور کونین کیا باتیں کرتی رہتی ہیں لیکن ایمن کی باتیں سُن کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کے درمیان کس نوعیت کی باتیں ہونے لگی تھیں ۔اسے کونین پر ایک بار پھر غصہ آیا۔اسے اتنی چھوٹی بچی سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیئے تھیں۔وہ ایمن کو خود کچھ کہتا تو وہ مزید اس سے ناراض ہو جاتی یا بے سکون ہو جاتی جو کہ وہ چاہتا نہیں تھا

اس نے گہری سانس بھری تھی۔اسکی اور اسکی اکلوتی اولاد کی زندگی میں سکون نام کی شے ہی نہیں تھی۔اپنے اپنے محاذ پر وہ دونوں ہی زندگی کی تلخ حقیقتوں سے لڑ رہے تھے۔اب تو اسے اپنی حالت پر رونا بھی نہیں آتا تھا۔ایمن اسکے بازوؤں کے حلقے میں تھی لیکن بے چین تھی سمیع نے اسے خود سے قریب کیا اور دھیرے دھیرے بناء کچھ بولے اسکی پشت تھپکنے لگا تھا۔ایمن چند لمحوں بعد گہری نیند سو گئی تھی۔سمیع وہیں اس کے ساتھ لیٹا رہا۔اس کے ذہن میں ایک سوچ آ رہی تھی اور ایک جا رہی تھی۔سامنے دیوار پر ایمن اور کونین کی تصویر تھی۔یہ سارا کمرہ کونین نے کچھ عرصہ پہلے بالخصوص ایمن کی پسند کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سجایا تھا۔اس کمرے میں ہر چیز پر اس نے اپنا پیسہ خرچ کیا تھا۔رنگین کاغذوں سے بنائے ہوئے پھول بوٹے،کارٹون کی تصویریں،کپڑے اور ٹشو پیپرز کے پھول۔۔۔ایک سوفٹ بورڈ پر ایمن کے اسکول سے بنا کر لائے گئے کتنے ہی کارڈز اور کرافٹس آئٹم سجا رکھے تھے۔

وہ اسکی بیٹی کے لئے کیا کچھ نہیں کرتی تھی۔

سمیع کے ذہن کے پردے پر کونین کا چہرہ جگمگایا۔۔۔اس نے کبھی اس چہرے کو غور سے دیکھا نہیں تھا لیکن عجیب بات تھی کہ وہ اس کے ہر نقش سے واقف تھا۔اس کی ناک کے قریب گال پر ایک تل تھا۔وہ بہت کم کھل کر مسکراتی تھی لیکن جب مسکراتی تھی تو اس کے گال کچھ پھیل سے جاتے تھے اور وہ تل مزید نمایاں ہو جاتا تھا۔جب ہاسپٹل میں وہ اس سے ہاتھ ملا رہا تھا تو اس نے دیکھا تھا ،وہ تل کچھ پھیلا تھا۔۔اور اسکی آنکھیں جن میں کوئی کشش اسے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی لیکن ان آنکھوں میں سمیع کی محبت کی طلب جگمگانے لگی تھی جو اس سے کبھی مخفی نا رہی تھی۔کونین کی آنکھیں اسے دیکھ کر جگمگانے لگتی تھیں۔وہ کوئی ٹین ایجر تو نہیں تھا جو ان رنگوں کو اور اس کے

جذبات کو پہچان نا سکتا۔وہ ایک شادی شدہ مرد تھا۔زندگی کے کئی روپ دیکھ لئے تھے اس نے۔۔۔بال اگرچہ ابھی سفید نہیں ہوئے تھے لیکن حادثات ایسے ایسے گزرے تھے زندگی کے سفر میں کہ تجربہ سفید بالوں والا ہی ہو چکا تھا۔وہ اگر ایک جوان لڑکی کی آنکھوں کے رنگوں کو نہیں پہچان سکتا تھا تو پھر زندگی سے کیا سیکھا تھا اس نے۔۔۔وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔دل کی حالت جیسے یکدم بدلی تھی۔

"یہ ہمارا سیکرٹ ہے لیکن میں آپ کو بتا دیتی ہوں۔۔کونین نے کہا تھا کہ وہ آپ سے بات کریں گی۔۔۔اگر آپ نے پرمیشن دی تو ہم بھی بے بی لے آئیں گے۔۔۔اسکا نام ہم مومن سمیع رکھیں گے۔۔۔جیسے ایمن۔ویسے مومن۔۔" ایمن کا کہا گیا جُملہ جیسے سماعتوں میں گڑ کر رہ گیا تھا۔کونین نے ایمن سے یہ کیوں کہا تھا کہ وہ "پرمیشن" لے گی۔۔یہ تو کوئی اٹھارہ سال کا بچہ بھی سمجھ سکتا تھا۔وہ تو پھر ایک مرد تھا۔

اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھاما تھا۔

"تمہارے سارے کرتوتوں کی سزا تمہاری بیٹی کو ملے گی" ادے نے کتنی تلخی سے بد دعا دے دی تھی۔

"کونین کی بد دعائیں جانے کہاں جمع ہو رہی ہونگی" اس نے درد کرتے سر کو انگلیوں سے دباتے ہوئے سوچا تھا۔اب اس کے لئے سکون سے سو جانا کافی مشکل ہو گیا تھا

☆......☆......☆

"تم جا رہی ہو؟" اگلی صبح زری کی آنکھ کھلنے سے پہلے ہی نینا اپنی چیزیں سمیت کر بیٹھی ڈرائیور کا انتظار کر رہی تھی۔زری پہلا دن تو کافی تکلیف میں رہی تھی لیکن دوسرے دن اسکی حالت کافی بہتر ہو گئی تھی اور اب تیسرا دن تھا۔اب تو وہ خود اُٹھ کر باتھ روم تک گئی تھی۔وہیل چیئر اور کسی کی مدد کے بغیر نرسری جا کر انکیوبیٹر میں موجود اپنی بچی کو بھی دیکھ آئی تھی۔اسکی حالت کیسی بھی ہوتی، نینا نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔سمیع نے اسے صبح واٹس ایپ کیا تھا

"ایمن آپکو مِس کر رہی ہے" ایک ہی فقرہ لکھا ہوا تھا لیکن کونین نے فرض کر لیا تھا کہ سمیع نے میسج کیا تھا تو اسکا مطلب یہی تھا کہ وہ بھی اسے مِس کر رہا تھا۔اب وہ مزید نہیں رُک سکتی تھی۔سمیع بناء کچھ لکھے ایک بلینک ٹیکسٹ بھی کر دیتا تب بھی وہ فوراً واپس جانے کی کرتی لیکن اب تو پورا ایک جُملہ تھا

"ہاں۔۔" نینا نے جواب دیا تھا۔امی ابھی تک گھر سے آئی نہیں تھیں۔وہ چاہ رہی تھی کہ اس کے ہاسپٹل سے نکلنے سے پہلے کم از کم وہ آ جاتیں۔زری اس کے انداز بغور دیکھتے ہوئے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑائی تھی جو نینا سمجھ نا سکی تھی۔اسے اندازہ تھا کہ زری کو اسکا جانا خار میں مبتلا کر رہا ہوگا۔اس نے اسے پہلے سے ہی کہہ رکھا تھا کہ میری ڈیلیوری کے وقت تم امی کے گھر رہنے آ جانا۔اس نے ہامی بھی بھر لی تھی؛ لیکن یہ اندازہ تو کسی کو بھی نا تھا کہ یہ سب وقت سے پہلے ہو جائیگا۔ابھی تو ایمن کے اسکول کی چھٹیاں بھی نہیں ہوئی تھی سو وہ زیادہ دن کے لئے رُک نہیں سکتی تھی جبکہ اسے اندازہ تھا کہ زری بُرا مان جائیگی اسی لئے مسکرا کر بولی تھی

" ہاں ۔۔تم اب بہتر ہو نا ۔۔ ویسے بھی کل تو ڈسچارج کر ہی دیں گے تمہیں" نینا اسکی جانب دیکھے بناء بات کر رہی تھی ۔وہ بلا ضرورت بار بار اپنے سیل فون کی جانب دیکھ رہی تھی ۔وہ کل بھی ایمن کو فون کرنا چاہتی تھی لیکن اسکے موبائل میں بیلینس ہی نہیں تھا۔اتفاق کی بات تھی کہ وہ آتے ہوئے پیسے لا نہیں سکی تھی اور اب امی سے کہنا اسے اچھا نا لگ رہا تھا۔اسکا خیال تھا کہ سمیع خود اسے فون کر کے ایمن سے اسکی بات کروا دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا تھا جسکا اسے شدید دُکھ بھی تھا

" نینا ہاسپٹل والے ڈسچارج کر بھی دیں تب بھی امی اکیلے مجھے کیسے سنبھالیں گی ۔۔ وہ میرا خیال نہیں رکھ سکتیں ۔۔اسی لئے میں نے تمہیں کہا تھا کہ کچھ دن امی کے گھر رہ لو" زری سخت بُرا مان کر بولی تھی

" تم ہاسپٹل سے نکل کر امی کے گھر پہنچو تو سہی ۔۔میں پھر آجاؤں گی" نینا پر سکون تھی

" پھر کب ۔۔؟ جب مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نا رہے گی؟" وہ چڑ کر پوچھ رہی تھی ۔اس سے پہلے کہ نینا کچھ کہتی ۔زری مزید بولی تھی۔

" نینا ۔میرا سیزرین ہوا ہے ۔۔اسٹیچز لگے ہیں مجھے ۔۔تکلیف سے مری جا رہی ہوں میں ۔۔اتنی بری حالت میں تم مجھے چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہو ۔۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے ۔۔میں تو ابھی خود اُٹھ کر پانی بھی نہیں پی سکتی یار " وہ کافی ناراض لگ رہی تھی

" اوہو ۔تم تو ایموشنل ہی ہو گئی ہو ۔۔میں کہہ تو رہی ہوں میں آجاؤں گی ۔۔ابھی ایمن اکیلی ہے نا ۔۔تین دن سے یہاں ہی ہوں اتنے دن گھر سے دور رہنا افورڈ نہیں کر سکتی میں ۔۔ایمن میرے بغیر نہیں رہتی ۔۔سمیع نے صبح ہی صبح واٹس ایپ کیا ہے کہ واپس آجاؤ اب" وہ اسے تسلی دے رہی تھی لیکن اس کا موڈ مزید خراب ہوا تھا

" مجھے جیسے پتا نہیں ہے تمہارے گھر کا ۔۔اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ کسی کو وہاں تمہاری پرواہ نہیں ہے ۔۔تم خود ہی مری جا رہی ہوتی ہو اس دو ٹکے کی لڑکی کے لئے جو تمہاری سگی اولاد بھی نہیں ہے ۔۔حقیقت یہ ہے نینا کہ تم اپنے گھر والوں کے کسی کام نہیں آنا چاہتی ۔۔تمہیں پتا بھی ہے کہ میں مشکل میں ہوں ۔۔مجھے اور امی کو تمہاری ضرورت ہے لیکن تم ہمارا احساس کیوں کرو گی ۔۔عام حالات میں تم ہر ویک اینڈ پر امی کے گھر آ سکتی ہو ۔۔چار چار دن اپنے سو کالڈ "گھر" کی پرواہ کئے بغیر رہ سکتی ہو لیکن اب جب ہم چاہتے ہیں کہ تم رہو تو تم نہیں رہ سکتی" وہ اٹھتے ساتھ ہی ناراض ہو گئی تھی ۔اب کی بار نینا کو بھی بُرا لگا مگر وہ زری کو ڈیڑھ دن پہلے زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا دیکھ چکی تھی ۔وہ جانتی تھی کہ زری فی الوقت واقعی بہت تکلیف میں ہے اس لئے اس نے اپنے لہجے کو بگڑنے نہیں دیا تھا

" گھر تو گھر ہی ہوتا ہے زری ۔۔اور عورت کی ضرورت اس کے گھر کو ہمیشہ رہتی ہے ۔۔میں آج چلی جاتی ہوں ۔۔کل تمہیں ڈسچارج کر دیں گے ۔۔پرسوں میں پھر آجاؤں گی ۔۔پرسوں ویک اینڈ ہے ۔۔پھر ایمن کی دو چھٹیاں ہونگی نا تو مجھے مسئلہ نہیں ہو گا" وہ بہت تحمل بھرے لہجے میں بولی تھی

" ایمن ۔۔ایمن ۔۔ایمن ۔۔تمہیں وہ بچی عزیز ہے جس سے تمہارا کوئی رشتہ بھی نہیں ۔۔لیکن تمہیں میری پرواہ نہیں ہے ۔۔جس

سے تمہارا خون کا رشتہ ہے۔" زری کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہی تھی

" زری وہ بچی میری بیٹی ہے۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ زری نے اسکی بات کاٹ دی

" یہی تو تمہاری بھول ہے نینا۔ وہ تمہاری بیٹی نہیں ہے۔۔۔ اور کبھی ہوگی بھی نہیں۔۔۔ تم اس غلط فہمی سے نکل ہی آؤ تو بہتر ہے۔۔۔ کیا ہم جانتے نہیں ہیں کہ اسکا باپ تمہیں منہ بھی نہیں لگاتا۔۔۔ تم چاہے ہم سے چھُپا کر رکھو۔ جتنے مرضی پردے ڈالتی رہو لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ تم سمیع رندھاوا کے لئے صرف ایک کام والی سے بڑھ کر نہیں ہو۔۔۔ اس خود غرض انسان نے تمہیں گھر کی نوکرانی کے طور پر قبول کیا ہوا ہے تاکہ تم اسکی پاگل بیوی اور بچی کے پوتڑے دھوتی رہو۔۔ تم کس گمان ہو۔۔ کیا سوچتی ہو تم کہ تمہاری خدمت سے متاثر ہو کر وہ تمہیں واقعی بیوی سمجھنے لگے گا۔۔۔ ایسا نہیں ہوتا اور نا ہوگا۔۔۔ نوکرانی کو بیوی کوئی نہیں بناتا۔ بیوی کو نوکرانی بنا لیتے ہیں لوگ" وہ انتہائی خشک لہجے میں بولی تھی۔ نینا بالکل سُن ہو گئی۔ اس نے کبھی بھی اپنے اور سمیع کے متعلق کوئی ایک چھوٹی سی بات بھی زری کو یا امی کو نہیں بتائی تھی۔ وہ تو پہلے ہی اپنے متعلق بات کرنے کی عادی نا تھی اور شادی کے بعد تو اس نے ویسے ہی بن باس لے لیا تھا۔ سمیع شہرین اور ایمن کے علاوہ اسکو کسی کی پرواہ تھی ہی نہیں۔ وہ زری کو کوئی جواب دینا چاہتی تھی لیکن اسے زری کے انداز نے اتنا دُکھ دیا تھا کہ وہ چُپ سی رہ گئی تھی۔ زری نے اسکی جانب بغور دیکھا پھر اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کراہ بھر کر ذرا تاسف بھرے انداز میں بولی تھی

" ہم منہ سے کچھ نہیں کہتے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے نینا کہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ تمہاری اجڑی پچھڑی حالت سے عیاں ہے سب۔۔ تمہاری بہن ہوں۔ اس لئے سمجھا رہی ہوں۔۔۔ یہ نہیں کہہ رہی کہ اس شخص کا احساس مت کرو یا اس بچی کو پیار نا کرو۔۔۔ لیکن ان سب کے لئے خود کو ہلکان مت کرو۔ ان کا اتنا ہی خیال رکھو جتنا وہ تمہارا رکھتے ہیں۔۔۔ یہ فضول کی چاکری کرنا بند کر دو۔۔ کل سے دیکھ رہی ہوں اور پہلے بھی محسوس کرتی رہی ہوں کہ وہ شخص کبھی ایک کال نہیں کرتا تمہیں۔۔۔ آج جب بچی کے کاموں کے لئے اسے ضرورت پڑی تو میسج کر دیا اس نے تمہیں۔۔۔ اور تم بھی سب چھوڑ چھاڑ تیار ہو گئیں۔۔۔ صاف کہو انہیں کہ ابھی امی کی طرف ہی رہوں گی۔ اپنی اہمیت کو سمجھو۔۔ تم نے ایک شادی شدہ مرد سے شادی کی ہے۔۔۔ وہ تو پہلے ہی آدھا ملا تھا تمہیں اور آدھا تم نے اسے اپنی حرکتوں سے گنوا دینا ہے۔۔۔ ارے اسے راجا اِندر بنا کر رکھو گی تو وہ تمہیں کنیز ہی سمجھتا رہے گا ملکہ نہیں بنائے گا اپنی سلطنت کی۔۔۔ شوہر کو شوہر سمجھو۔۔ بادشاہ نہیں۔۔" زری تکلیف کے باوجود اپنا گیان اسے متعلق کرنے میں پوری طاقت لگا رہی تھی۔ نینا کے پاس الفاظ نہیں تھے کہ وہ اسے کوئی جواب دیتی۔۔۔

زری نے اسکی زندگی کے اتنے پیچیدہ ڈھکے چھُپے مسئلے کو ایک منٹ میں جیسے کھول کر اس کے منہ پر دے مارا تھا۔

" اسی دوران اس کے موبائل پر ڈرائیور کی مسڈ کال آئی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ ہاسپٹل کے باہر آ چکا ہے۔ وہ چُپ چاپ اپنی جگہ سے اُٹھی اور پھر اپنا بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈالا تھا۔ زری اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ بہت خفا ہے۔

زری نے بڑبڑا کر کچھ کہا جو نینا ایک بار پھر سمجھ نہیں سکی تھی۔وہ جانے کے لئے چُپ چاپ دروازے کی جانب بڑھی تھی۔

"میں کیا بکواس کر رہی ہوں اور تم کیا کر رہی ہو۔۔۔تم پر کبھی میری بات کا اثر نہیں ہوتا۔۔" زری مزید ناراض ہوگئی تھی۔نینا کو اسکی ضد سے چڑ ہونے لگی تھی۔وہ پلٹ کر اس کے بستر کے قریب آئی۔

"اچھا۔بتاؤ۔کیا کروں۔۔۔گھر برباد کرلوں اپنا۔۔" وہ اسکی جانب دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔وہ دونوں کچھ دیر بناء بولے ایک دوسری کی جانب دیکھتی رہیں پھر نینا دوبارہ دروازے کی جانب ب علیہ السلام ڑھ گئی تھی۔

"میں پرسوں آجاؤں گی۔۔۔اپنا خیال رکھنا" نینا نے اسکی جانب دیکھے بناء کہا تھا

"گھر برباد کرلوں اپنا۔۔؟" زری نے طنزیہ انداز میں اسکا جُملہ دوہرایا تھا

"پہلے اس گھر کو آباد تو کرلو بی بی۔۔۔وہ تو تم سے آباد ہی نہیں ہوا ابھی تک" وہ بہت ناراض ہوگئی تھی۔نینا چُپ رہی۔وہ مزید کچھ نہیں بولنا چاہتی تھی۔زری کا غصہ مگر ٹھنڈا نہیں ہو رہا تھا

"گھر وہ آباد ہوتے ہیں بلکہ سدا آباد رہتے ہیں جو ماں باپ کی مرضی سے بسائے جاتے ہیں۔۔۔تم نے تو گھر بسایا ہی ماں باپ کی بددعاؤں پر ہے اور میری یہ بات یاد رکھنا نینا۔۔تم جس مکان کو گھر بنانے میں ہلکان ہوئی جا رہی ہو نا۔۔۔اس کی بنیادوں میں تمہارے ماں باپ کی بددعاؤں کے علاوہ ایک پاگل مرتی ہوئی عورت کی آہیں ،اس مرتی ہوئی عورت کے ساتھ پل پل مرتے ہوئے تمہارے آدھے ادھورے شوہر کی نفرت اور بیزاری اور ان دونوں کی ایک نیم پاگل بچی کے چونچلوں کے سوا کچھ نہیں ہے ۔۔کونین کاشف نثار وہ مکان ہے ہی نہیں۔۔۔وہ قبرستان ہے۔۔۔اور قبرستان زندہ لوگوں سے آباد نہیں ہوا کرتے" زری اسکے جانے کے عمل سے سخت خفا ہو کر غُرا کر بولی تھی۔نینا برف وجود لئے چل پڑی تھی

☆......☆......☆

"ادے۔۔۔میں روئی تھی" شہرین اس کے پاس بیٹھی سادہ سے انداز میں اسے کچھ بتانے کی کوشش کر رہی تھی۔اس کے کہے گئے الفاظ کو سمجھنا اب بہت مشکل ہوتا جاتا تھا۔وہ بولتی تھی تو منہ سے لعاب زیادہ نکلتا تھا اور الفاظ کم۔۔مگر پھر بھی نینا سمجھ گئی تھی کہ وہ اس کی گھر میں غیر موجودگی کو محسوس کر رہی تھی۔ایسا پہلے بھی ہوتا تھا۔وہ جب بھی امی کے گھر رہنے جاتی تھی تو واپسی پر اس کے رویے کی بیزاری کو محسوس کئے بغیر شہرین اسے بہت تپاک سے ملتی تھی لیکن اس بار اسکا انداز کچھ عجیب تھا۔وہ کچھ کھوئی کھوئی سی لگتی تھی۔نینا صبح نو بجے کے قریب گھر پہنچ گئی تھی اور تب سے شہرین بس بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔بار بار کہنے پر بھی وہ بستر سے اُٹھ کر باہر جانے کو تیار نہیں ہو رہی تھی ۔اماں رضیہ نے اسے کچھ دیر وہیل چیئر پر بٹھا کر باہر لے جانا چاہا تھا لیکن وہ نینا سے لپٹ گئی تھی۔نینا اس کے اس طرح سے کہنے پر یہی سمجھی کہ وہ اس کے لئے اداس تھی۔نینا نے اس کی جانب دیکھا۔اسکی بڑی بڑی آنکھوں کے گرد کی جلد کتنی سیاہ تھی۔ایمن اہ

ہو چکی تھی اور چہرہ بھی آج ضرورت سے زیادہ زرد لگ رہا تھا۔نینا ایمن کو سلا رہی تھی۔ایمن سوئی نہیں تھی لیکن غنودگی میں تھی۔نینا نے اسکا لحاف ٹھیک کیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر شہرین کے پاس آ گئی۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے۔۔۔کچھ کھانے کا دل چاہ رہا ہے۔۔۔میں باہر لے کر چلوں آپ کو۔۔۔یا آپکا فیورٹ چاکلیٹ شیک لاؤں۔۔وہ جو ایمن کو بھی پسند ہے" نینا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت بھرے انداز میں پوچھا تھا۔یہ تو خدا کو ہی معلوم تھا وہ انکی باتیں سمجھتی تھی یا نہیں لیکن ان سب کو شہرین سے اسی طرح بات کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔کو نین چاہ کر بھی اس عورت سے نفرت نہیں کر پاتی تھی بلکہ اسے کبھی کبھی لگتا تھا کہ اس عورت پر ترس کھاتے کھاتے اب اس سے محبت سی ہو گئی تھی۔سمیع کے سامنے اسے چڑانے کے لئے کبھی کبھی وہ شہرین سے سخت انداز میں بات کر تو لیتی تھی لیکن بعد میں اسے بہت پچھتاوا ہوتا تھا۔شہرین نے اسکی بات کا جواب نہیں دیا تھا بلکہ وہ اس کے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں آج کچھ عجیب سی بے چینی تھی جو نینا سمجھ نہیں پا رہی تھی۔وہ چند لمحے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی رہی کہ شاید وہ کچھ بولے گی لیکن وہ بس بیچارگی و بے چینی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتی جاتی تھی۔نینا کا دل پگھل سا گیا تھا

"تم جس مکان کو گھر بنانے میں ہلکان ہوئی جا رہی ہونا۔۔۔اس کی بنیادوں میں تمہارے ماں باپ کی بد دعاؤں کے علاوہ ایک پاگل مرتی ہوئی عورت کی آہیں اور کوسنے ،اس مرتی ہوئی عورت کے ساتھ پل پل مرتے ہوئے تمہارے آدھے ادھورے شوہر کی نفرت اور بیزاری اور ان دونوں کی ایک نیم پاگل بچی کے چونچلوں کے سوا کچھ نہیں" زری کے تلخ جملے جیسے اسکی سماعتوں میں گونجنے لگے تھے۔اس نے مزید محبت کے ساتھ شہرین کے سر اور چہرے کو سہلایا تھا۔

"تم نے غلط کہا ہے زری۔۔۔یہ کہاں اس قابل رہی ہیں کہ کسی کو کوسنے دیں۔۔۔ان کی تو آہیں بھی ڈائریکٹ اللہ تک جاتی ہونگی۔۔"

نینا نے اپنا ہاتھ مسلسل اس کے چہرے پر پھیرتے ہوئے سوچا تھا پھر وہ اس کے قریب سے اٹھنا ہی چاہتی تھی کہ شہرین نے یکدم اپنا نحیف سا ہاتھ بلند کیا اور شہرین کے ہاتھ کو تھام لیا۔اس سے پہلے کہ نینا کچھ سمجھتی ،شہرین نے اسکا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ کر کروٹ لے لی تھی جیسے وہ چاہتی ہو کہ نینا اس کے پاس ہی رہے۔نینا نے دیکھا اس کی آنکھوں سے پانی نکلنے لگا تھا۔اس کی آنکھوں میں اکثر انفیکشن رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ بہتی رہتی تھیں لیکن آج اس کی آنکھوں سے نکلنے والا پانی کا رنگ آنسوؤں جیسا تھا۔اس سے پہلے کہ نینا مزید دھیان دیتی۔دروازہ دھیرے سے کھلا تھا۔نینا نے مُڑ کر دیکھا اور پھر دوبارہ سے شہرین کی جانب دیکھنے لگی۔وہ سمیع تھا۔اسکی ہارٹ بیٹ مِس ہوئی ۔

آ گئیں آپ۔۔؟" وہ اس سے مخاطب تھا۔نینا کو سمجھ میں نا آئی کہ وہ کیا جواب دے۔سمیع کو جواب سے دلچسپی بھی نا تھی اور یہ بات

نینا اچھی طرح جانتی تھی۔

وہ چلتا ہوا شہرین کے بستر کے قریب آ گیا تھا۔اس نے نینا کی جانب دوسری نگاہ تک نا ڈالی تھی

"شہرین۔کیسی ہو میری جان۔۔۔اماں رضیہ کہہ رہی ہیں تم نے کچھ نہیں کھایا آج سارا دن۔۔۔کیوں نہیں کھایا۔بھوک نہیں لگ رہی کیا؟" وہ شہرین کو مخاطب کرتے ہوئے ساری دنیا کو بھول جاتا تھا تو نینا کیا چیز تھی۔نینا نے اپنا ہاتھ شہرین سے چھڑوایا اور پھر اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی تاکہ سمیع اس جگہ بیٹھ سکے پھر وہ باہر جانے کے لئے دروازے کی جانب مڑی تھی۔جانے کیوں دل بالکل بجھ سا گیا تھا حالانکہ اسے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ والہانہ انداز میں اسے گلے لگا کر" ویلکم بیک" کہے گا لیکن امید ضرور تھی کہ شاید وہ اسے "شکریہ" کہہ دے آخر وہ بھی تو ایک مسیحا کے احترام میں چُپ چاپ واپس چلی آئی تھی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔

☆......☆......☆

"آپ کی بیٹی بہت خود غرض ہے امی۔۔۔" زری نے صبح سے لے کر اب تک کوئی پندرہویں بار کہا تھا۔صوفیہ نے یخنی والا پیالہ اس کو پکڑایا اور پھر سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"اب کیا مجھے اس موضوع پر کتاب لکھ کر دو گی۔۔۔پتا ہے مجھے کہ وہ خود غرض ہے" وہ چڑ کر بولی تھیں۔

"چکن کی یخنی۔۔۔آپ نے مٹن نہیں منگوایا؟" وہ پیالے کی جانب دیکھ کر اسی انداز میں بولی۔اس کے چہرے پر پہلے ہی بیزار کُن تاثرات تھے لیکن مرغی کی یخنی دیکھ کر وہ مزید سیخ پا ہو گئی تھی۔صوفیہ نے اس کے اتاولے پَن پر اسے ٹوکنا چاہا لیکن پھر چُپ ہو گئیں۔شادی کے بعد وہ مزاجاً بہت زود و رنج ہو گئی تھی اگرچہ پہلے بھی وہ اپنی پسند ناپسند کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے اور پہننے اوڑھنے میں بہت محتاط تھی لیکن اب تو اس کے نخرے بہت زیادہ بڑھ گئے تھے۔ہر چیز میں مین میخ نکال دیا کرتی تھی۔

"تمہارے ابا کو کہا تھا لیکن انہیں یاد نہیں رہا۔۔۔اب صبح تازہ گوشت، قیمہ سب منگوا لوں گی" انہوں نے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔

"آپ نے سرسری سے انداز میں کہا ہو گا نا۔۔۔آپکو تاکید کرنی چاہیئے تھی۔۔۔چکن کی یخنی میں کونسی طاقت ہوتی ہے۔۔۔اظفر کی امی نے خاص طور پر فون کر کے کہا تھا کہ بکرے کے گوشت کی یخنی پینا پہلے سات دن۔۔۔طاقت ملتی ہے اس سے۔۔۔اور یہاں تیسرا دن ہو گیا ہے۔چکن کی یخنی ہی مل رہی ہے" وہ بلاوجہ ناراض ہو رہی تھی۔صوفیہ نے کچھ نہیں کہا تو وہ مزید چڑ گئی

"آپ بتا دیں اگر کوئی مسئلہ ہے تو میں اظفر سے کہہ دونگی۔۔وہ لا دے گا سب گوشت پھل وغیرہ۔۔۔میں تو خود ہی اس سے نہیں کہتی۔۔۔ایک دفعہ کہوں گی تو ڈھیر لگا دے گا لیکن میں نے کہہ رکھا ہے اسے کہ اگر تم کچھ لاؤ گے تو میرے ابا بُرا مان جائیں گے۔۔۔بیٹیاں تو بس میکے کا امن قائم رکھنے کے جتن کرتی رہتی ہیں اور میکے والوں کو احساس ہی نہیں ہوتا"

زری ڈسچارج ہو کر انکی طرف آ گئی تھی لیکن بچی ابھی بھی نرسری میں ہی تھی۔اسے مزید کچھ دن وہیں رکھنے کا مشورہ دیا تھا ڈاکٹر نے،سو بچی تو وہیں تھی ۔نینا واپس چلی گئی تھی اور اب صوفیہ کے لئے کام بہت بڑھ سے گئے تھے۔پری میچور ڈلیوری کی وجہ سے وہ کچھ تیاری ہی نا کر پائی تھی۔سو انہیں خدشہ تھا کہ انکی نازک مزاج بیٹی اس بات پر بھی انہیں آنے والے دنوں میں پریشان کرتی رہے گی۔وہ پہلے ایسی نہیں تھی لیکن شادی کے بعد اسکا مزاج کافی بدل گیا تھا۔اب تو کھانے کے وقت اگر سلاد اچار جیسے لوازمات ناموجود ہوتے تھے تو وہ شکوہ کرنے لگتی تھی

"بیاہی بیٹیاں گھر آئیں تو مائیں کلیجہ نکال کر میز پر سجا دیتی ہیں اور آپ کھیرے نہیں منگوا سکیں" وہ انہیں ایسی باتیں سنانے لگتی تھی اور اب تو اسکی حالت ہی کچھ اور تھی۔وہ بلا وجہ چڑچڑی ہو رہی تھی۔صوفیہ اٹھیں اور اس کے بستر پر آ بیٹھیں

"تم کیوں فکر کر رہی ہو۔۔سب ہو جائیگا۔۔بکرے کا گوشت بھی آ جائیگا اور قیمہ بھی۔۔پھل بھی منگوا لوں گی اور پنجیری کے لئے خشک میوے بھی۔۔۔۔تم بس اپنا خیال رکھو۔۔۔اس وقت کو انجوائے کرو۔۔۔اللہ کریم روز روز اولاد کی خوشی نہیں دکھاتے۔۔۔یہ بڑا سنہرا وقت ہوتا ہے۔۔تم اب ایک ماں بھی ہو۔۔۔صبر کرنا سیکھو" صوفیہ نے بہت محبت سے اسے سمجھانا چاہا تھا لیکن وہ راضی نہیں ہوئی تھی

"امی آپ نے ساری زندگی مجھے صرف نصیحتیں ہی کی ہیں۔۔۔یہ سیکھو،وہ سیکھو۔۔۔ایسے کرو،ویسے کرو۔۔۔اپنی لاڈلی کو تو کچھ نہیں سکھایا آپ نے۔۔دو گر کی باتیں اسے بھی سکھا دیتیں نا آپ۔" وہ ابھی تک بہن سے ناراض تھی

"میں نے تو یہی کوشش کی تھی کہ تم دونوں کی تربیت میں کوئی کمی نا رہے۔۔جو تمہیں سکھایا،وہی اسے بھی سکھانے کی ہر ممکن کوشش بھی کی۔۔۔اب اس نے نہیں سیکھا تو اسکا الزام مجھے تو نہیں دیا جا سکتا نا۔۔" صوفیہ زچ ہوئی جا رہی تھیں لیکن پھر بھی تحمل کا مظاہرہ کر رہی تھیں

"مجھے اس سے مت ملائیں۔۔میں نے تو سب سیکھا ہے۔۔ہر بات آپ کی مرضی سے کی ہے۔۔۔اس کی طرح ماں باپ کو ناکوں چنے نہیں چبوائے"

"اچھا تو تم اب کیا چاہتی ہو۔۔اس احسان کے بدلے تمہیں گولڈ میڈل دیا جائے۔۔" صوفیہ نے طنزیہ انداز میں پوچھا تھا۔زری نے انہیں دیکھا پھر خفگی بھرے انداز میں بولی

"آپ ہمیشہ اسی کی حمایت کرتی آئی ہیں امی۔۔۔آپکی شہہ پر ہی یہ دن دیکھ رہی ہے وہ۔۔۔نوکروں کی طرح اس گھر میں پڑی ہے۔۔۔شکل دیکھی ہے آپ نے اسکی۔۔۔لگتی ہے بیاہی ہوئی کہیں سے۔۔۔پھٹکار برستی رہتی ہے ہر وقت اسکے چہرے پر ۔۔۔پہلے ہی کوئی خاص رنگ روپ نہیں تھا۔۔۔اب تو بالکل ہی عجیب سی لگنے لگی ہے۔۔۔ایک دن اظفر کہتا ہے مجھے کہ زری یہ واقعی تمہاری سگی بہن ہے۔کہیں ایسا تو نہیں کہ تم لوگوں نے دبئی میں کسی بنگالی یا سری لنکن کی کالی کلوٹی بچی کو گود لے لیا ہو۔۔" اظفر کا ذکر آتے ہی اس کے

چہرے پر مسکراہٹ سی پھیل گئی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس نے کتنی تلخ باتیں اپنی سگی بہن کے متعلق کر ڈالی تھیں۔صوفیہ کو اس پر شدید غصہ آیا۔وہ نینا کے متعلق بالکل اپنے ابا کے انداز میں باتیں کرنے لگی تھی۔وہی رویہ، وہی حقارت، وہی تمسخر۔۔صوفیہ نے کچھ تلخ کہنا چاہا لیکن پھر چُپ رہ گئیں۔۔کیونکہ وہ بھی ان کی بیٹی تھی اور جس کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔وہ بھی انکی اپنی اولاد تھی

"اب کچھ نہیں بولیں گی آپ۔۔خاموش رہیں گی بس۔۔ساری باتیں بس میری بار یاد آتی ہیں آپکو۔لیکن امی۔۔میں آپکو ایک مشورہ ضرور دونگی کہ ایسے حالات میں مائیں ہی بیٹیوں کو سمجھایا کرتی ہیں۔۔اسے کچھ عقل دیں آپ۔۔محترمہ خوامخواہ میں نوکرانی بنی پھرتی ہیں اس شخص کے گھر میں جس نے وقت پڑنے پر اسے ہی گھر سے نکال دینا ہے۔۔وہ بس اپنی بیوی کے مرنے کا انتظار کر رہا ہے۔۔وہ جب مر جائیگی تو اس نے آپکی بیٹی کو بھی نکال باہر کرنا ہے۔۔وہ اچھا خاصا ہینڈسم آدمی ہے۔۔اور پیسہ بھی ہے اس کے پاس۔۔وہ کیوں رکھے گا نینا کو اپنے گھر۔۔وہ کسی اچھی خوش شکل لڑکی سے شادی کر لے گا اور یہ پھر آپ کے گھر آ بیٹھے گی" وہ انتہائی تلخ ہو رہی تھی۔اب کی بار صوفیہ کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا

"او بی بی۔۔تم بھی چُپ ہی کر جاؤ۔۔اچھا نہیں سوچ سکتی بہن کے لئے تو بُرا بھی مت سوچو۔۔اناپ شناپ بکتی چلی جا رہی ہو۔۔بجائے اس کے کہ یہ دعا کرو کہ بہن کا گھر آباد رہے۔۔تم بددعائیں دینے پر اُتر آئی ہو۔۔اور یہ کیا عادت بنا لی ہے تم نے کہ ہر وقت اسکی شکل اور رنگ کا مذاق بناتی رہتی ہو۔۔کیا کمی ہے اس میں۔۔ماشاءاللہ ہاتھ پاؤں کی پوری ہے۔۔اونچی لمبی ہے۔۔اور پھر کیسے سارا گھر سنبھال رکھا ہے اس نے۔۔تم سے تو ایک کمرے کا فلیٹ نہیں سنبھالا جا رہا۔۔اور ہاں اظفر کو کہنا خبردار اب میری بیٹی کے متعلق کوئی الٹی سیدھی بات نا کرے۔۔اب وہ خود بھی بیٹی والا ہے۔۔اور بیٹیوں کے باپ سوچ سمجھ کر بولا کرتے ہیں" وہ ناراض لہجے میں بولی تھیں۔

زری نے ان کے سخت لہجے پر سیخ پا ہو کر یخنی کا پیالہ اٹھا لیا تھا

"نہیں تو نا سہی۔۔جب کسی کو اپنی بھلائی نہیں منظور تو کیا کیا جا سکتا ہے" وہ ناک چڑھاتے ہوئے بڑبڑا کر سوپ پینے لگی تھی

☆......☆......☆

وہاں گھپ اندھیرا تھا اور اسکی آنکھیں بھی روشنی کی عادی نا تھیں۔اس نے اطمینان سے آنکھیں موند کر پرسکون ہوتے ہوئے دوبارہ سو جانا چاہا تھا لیکن اسی لمحے جیسے کہیں زور سے بجلی کڑکی تھی اور زمین جانے کونسے دھماکے سے لرز اٹھی۔اسکا پورا وجود جیسے اس دھماکے کی زَد میں آگیا تھا۔اس کے سر میں گھنٹیاں بجنے لگی تھیں۔اس نے سر کو پکڑتے ہوئے ادے کو آواز دی تھی۔اس کے سر میں ایسا ہی درد اٹھا کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ چکرانے لگتی تھی۔

"ادے میرے سر میں زور سے درد ہو رہا ہے۔۔بہت زور سے" وہ چلائی تھی لیکن کسی نے اسکی آواز کا جواب نہیں دیا تھا۔گھر میں کوئی بھی نہیں تھا۔سب جانے کہاں چلے گئے تھے۔۔سب لوگ ایسے ہی کہیں نا کہیں چلے جایا کرتے تھے۔اسے کوئی کچھ نہیں بتاتا تھا

۔وہ سب سے خود ہی باتیں کرتی رہتی تھی۔گھر میں بہت سے لوگ تھے لیکن اسے محسوس ہوتا تھا کہ بعض اوقات وہاں کسی کی غیر موجودگی اسے بے چین کرتی ہے۔۔وہ کسی کو یاد کرتی تھی لیکن اسے یہ بھی یاد نا آتا تھا کہ وہ کس کو یاد کرتی ہے لیکن وہ خوش تھی۔۔۔دکھ اسے تب ہوتا تھا جب اسے سر میں درد ہونے لگتی تھی۔۔یہ درد بہت بے چین کرنے والا ہوتا تھا۔اس کے پورے سر میں دانتوں میں اور حتیٰ کہ رگوں میں بھی جیسے تکلیف شروع ہو جاتی تھی۔۔اسکا خون جیسے منجمد سا ہو جاتا تھا اور کندھوں سے اوپر کا حصہ انتہائی بھاری لگنے لگتا تھا۔۔یہ تکلیف اس سے سہی نہیں جاتی تھی۔۔۔یہ تکلیف اسے پاتال میں دھکیل دیتی تھی ۔

ابھی بھی ایسا ہی ہوا تھا۔اس نے کراہتے ہوئے اپنے بھاری سر کو دونوں ہاتھوں سے دبو چا تھا۔وہ تکلیف سے بلبلانے لگی تھی ۔وہ چلا رہی تھی۔کسی کو مدد کے لئے بلا رہی تھی مگر الفاظ اس کے ہونٹوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نکلتے تھے تو اپنے مطالب بھی کھو دیتے تھے۔اسے اسقدر تکلیف تھی کہ وہ جیسے نیچے ہی نیچے گرنا شروع ہو گئی تھی۔

زمین اس کے قدموں کے نیچے سے سرکنے لگی تھی۔۔۔وہ ہوا سے ہلکی پھلکی ہو کر دھیمے قدموں سے اوپر کو اٹھی تھی اور پھر ایک جھٹکے سے نیچے گرنے لگی تھی۔ایک ہی لمحے میں وہ جیسے نیچے۔بہت نیچے دھنستی جاتی تھی ۔۔ادے۔۔۔وہ پھر چلائی تھی

☆......☆......☆

"نینا کی آنکھ ایک عجیب سی آواز سے کھلی تھی جیسے کوئی اسے پکار رہا ہو۔اسے جگانے کی کوشش کر رہا ہو۔اس نے آنکھیں پٹپٹا کر تاریکی کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی مگر اسے کچھ نظر آیا تھا نا ہی سمجھ میں آیا ۔اس نے چند مزید ساعتیں یہ سوچنے میں لگائی تھیں کہ آخر وہ کیا ہے جس نے اسے جگا دیا تھا پھر وہ جھٹکا کھا کر اٹھی تھی۔پہلی نگاہ شہرین کی کاٹ پر پڑی تھی۔وہ وہاں موجود نہیں تھی۔نینا نے بستر سے چھلانگ لگائی اور تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکلی تھی۔

شہرین بعض اوقات نیند سے اٹھ کر کہیں بھی جا کر لیٹ جاتی تھی یا کچن میں جا کر بیٹھ جایا کرتی تھی ۔نینا اسے ہی تلاش کرنے کمرے سے باہر نکلی تھی۔اسکا دل عجیب سے خدشات میں گھرا تھا۔وہ اسے کہیں نظر نا آئی۔نینا نے قدموں کی رفتار بڑھائی تھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی کچن کی جانب آئی تھی لیکن وہاں بھی تاریکی تھی۔شہرین کو بہت ہی کم نظر آتا تھا لیکن وہ تاریکی اور روشنی میں فرق کر لیتی تھی اور جہاں روشنیاں گل ہوتی تھیں وہاں جانے سے وہ احتراز ہی برتتی تھی۔نینا ایک لمحہ کچن کے دروازے پر ہی کھڑی رہی۔اسے سمجھ میں نا آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔شہرین اپنے بیڈ روم میں بھی ہو سکتی تھی اور نینا بیڈ روم میں جانا نہیں چاہتی تھی۔وہ واپس ایمن کے کمرے کی طرف آ گئی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کمرے میں داخل ہوتی اسے لاؤنج میں کسی کے موجود ہونے کا احساس ہوا۔وہ مڑی تھی اور ذرا آگے ہو کر دیکھا۔وہاں بھی تاریکی تھی۔نینا نے ہاتھ بڑھا کر دیوار پر لگے سوئچ بورڈ سے ایک سوئچ آن کیا تھا ۔ایک سیکنڈ میں وہاں روشنی پھیل گئی تھی۔شہرین اسے صوفے پر نیم دراز سی نظر آئی۔

"شہرین۔۔" اس نے پکارا تھا لیکن کوئی جواب نا پا کر وہ آگے بڑھی پھر اسکا دل زور سے دھڑکا تھا۔ شہرین کی آنکھیں ادھ کھلی سی تھیں۔ وہ لپک کر اس کے قریب آئی تھی

"شہرین۔۔ اٹھیں یہاں سے۔۔ صوفے پر سوتا ہے کوئی" اس نے اسے ہلا کر جگانا چاہا تھا لیکن وہ مزید نیچے کی طرف اس کی گود میں اس طرح لڑھک آئی تھی کہ اسکی ٹانگیں صوفے پر ہی تھیں لیکن اوپر والا دھڑ بالکل زمین کو چھونے لگا تھا۔ شہرین نے اس کے گالوں کو زور زور سے سہلایا تھا مگر وہ ٹس سے مَس نا ہوئی تھی۔ نینا کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے

"اماں رضیہ۔۔۔ اماں رضیہ۔۔۔ جلدی ادھر آئیں۔۔۔ شہرین کو دیکھیں کیا ہوا۔۔ اماں رضیہ۔۔" اس نے چلا کر اماں رضیہ کو پکارا تھا۔

☆......☆......☆

"امی اظفر آئیگا ابھی۔۔" صوفیہ کمرے میں مکمل طور پر داخل بھی نہیں ہوئی تھیں جب زری نے انہیں دیکھتے ہی کہا۔ صوفیہ نے سر ہلایا اور بچی کی کاٹ کے قریب آ گئیں۔ اسے رات ہی گھر لانے کی اجازت ملی تھی۔ اس کے آنے سے گھر میں عجیب سی رونق ہوگئی تھی۔

"کیسی ہے ہماری گڑیا۔۔ آج تو آنکھیں بھی پوری کھولی ہوئی ہیں۔۔۔ تم نے دیکھا زری اسکی پلکیں نمایاں ہونے لگی ہیں اب ورنہ پہلے دن تو آنکھیں بالکل گنجی سی لگتی تھیں" صوفیہ نے اسے کاٹ نکال کر احتیاط سے ہاتھوں میں تھاما اور پھر زری کے بیڈ کے قریب آ گئیں۔ انہوں نے بچی کو اسکی گود میں دے دیا تھا

"میں آپکو بتا رہی تھی کہ اظفر آئیگا ابھی۔۔۔ ناشتے کے لئے کچھ اہتمام کرلیں" اس نے ذرا اونچی آواز میں کہا جیسے جتانا چاہ رہی ہو کہ پہلی دفعہ میں میری بات ان سنی کیوں کر دی

"آفس نہیں جانا اسے آج۔۔۔" صوفیہ اس کے بستر پر بیٹھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں

"آفس تو جائیگا۔ لیکن پہلے یہاں آئیگا۔۔۔ پھر آفس جائیگا۔ کہہ رہا تھا کہ پری (بچی) سے مل کر جائیگا۔۔۔ چند دنوں میں ہی بہت پیار کرنے لگا ہے اس سے۔۔۔ کہتا ہے یہ تو تم سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ صوفیہ نے بھی اسکا ساتھ دیا اور مسکراتے ہوئے بولیں

"اولاد ہے ہی ایسی پیاری چیز۔۔۔ اس سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں لگتا اور اس کے آگے کچھ اہم نہیں لگتا"

"آپکی بات ٹھیک ہے۔۔ لیکن یہ تو ہے بھی خوبصورت۔۔۔ ویسے اللہ کا شکر ہے اس کے نین نقش تو خوبصورت ہیں ہی۔۔ رنگت بھی صاف ہی ہے۔۔ اظفر کو سانولی رنگت ذرا پسند نہیں" وہ ہر دو جملوں کے بعد اپنے شوہر کا ذکر کرنا عبادت سمجھتی تھی۔

"وہ خود بھی تو سانولا ہی ہے۔۔۔" صوفیہ نے سادہ سے انداز میں جتا کر کہا تھا۔ وہ روز روز کالے گورے کی یہ بحث سُن سُن کر اکتا

جاتی تھیں۔ پہلے ایسی ہی باتیں کاشف کیا کرتے تھے ۔وہ سُنتی تھیں اور چُپ رہتی تھیں ۔اب بیٹی نے ایسی باتیں شروع کر دی تھیں۔

"آئے ہائے امی۔۔سانولا تو نہیں ہے۔۔سانولا ہوتا تو میں کبھی اس سے شادی نا کرتی۔۔۔رنگ تو بہت صاف ہے اسکا۔۔بس گرمیوں میں ذرا سنولا جاتا ہے۔۔ذرا موسم بدلے گا تو بالکل ٹھیک لگنے لگے گا۔" وہ نخوت بھرے انداز میں بولی۔صوفیہ اسکا چہرہ دیکھتی رہ گئیں۔وہ بالکل کاشف کے انداز میں باتیں کرتی تھی۔انسانوں کی ذات میں کیڑے نکالنے کی یہ عادت اسے اپنے باپ سے ملی تھی۔

"آپ بیٹھ ہی گئی ہیں۔۔۔میں آپکو بتا رہی تھی کہ اظفر آ رہا ہے۔۔ناشتے کے لئے کچھ بنالیں اچھا سا۔" زری کو ماں کے چہرے سے شاید اندازہ ہو گیا تھا کہ انہیں اسکی باتیں اچھی نہیں لگ رہیں سو اس نے موضوع تبدیل کیا تھا۔

"آنے تو دو اسے۔۔۔بنالوں گی کچھ نا کچھ۔آٹا گوندھا ہوا ہے۔۔رات والا قیمہ مٹر بھی پڑا ہے ۔۔۔تازہ دہی بھی ہے ۔۔۔انڈے بھی موجود ہیں۔۔وہ آئیگا تو تازہ پراٹھے کے ساتھ آملیٹ بنا دوں گی۔۔قیمہ بھی رکھ دونگی ساتھ۔۔۔" انہوں نے تفصیل سے بتایا تھا کیونکہ اس کے بناء زری کی تسلی نا ہوتی تھی۔زری نے انکی باتیں سُن کر ناک چڑھائی

"قیمہ مٹر تو رات بھی سَرو کیا تھا آپ نے۔۔۔وہ مت رکھیں اب ۔۔۔اچھا نہیں لگتا۔۔۔ابا کو بولیں حلوہ پوری لے آئیں۔۔یا نہاری اور نان لے آئیں۔" اس نے مشورہ دیا۔اظفر آجکل رات کا کھانا ان ہی کے یہاں کھاتا تھا اور ہر دوسرے تیسرے روز ناشتہ بھی یہیں کر رہا تھا۔صوفیہ کو اسکی تجویز ذرا پسند نہیں آئی

"گھر والی بات ہے زری۔۔اپنا ہی بچہ ہے اظفر۔۔۔کل بھی ناشتہ اس نے یہاں ہی کیا تھا۔۔اور تمہارے کہنے پر میں نے نان چنے منگوا لئے تھے ۔۔اس سے پہلے پائے کھلائے تھے اسے۔۔۔اب ہر روز باہر سے ناشتہ منگوانا اچھا لگتا ہے کیا۔۔گھر کی بنی چیز بھی کھلانے دو اسے ورنہ کیا فائدہ اس کے جم جانے کا اور ورزشیں کرنے کا" صوفیہ نے اسے پیار سے سمجھانا چاہا تھا لیکن وہ پھر عادت کے مطابق بُرا مان گئی تھی۔۔

"آپ کو کیا ہو گیا ہے امی۔۔۔وہ داماد ہے آپ کے گھر کا۔۔۔دامادوں کو کون کھلاتا ہے باسی سالن کے ساتھ پراٹھا۔۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔صوفیہ کے دل میں ناگواری کی لہر اٹھی جو انہوں نے بمشکل برداشت کی۔ان کی یہ بیٹی کچھ زیادہ ہی وہمی سی ہوتی جاتی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں زری پھر بولی

"آپ کو کیا پتا میں اظفر کے سامنے آپ لوگوں کی کیسی کیسی باتیں کرتی ہوں۔۔۔وہ ابا کو بہت رئیس آدمی سمجھتا ہے۔۔۔میں باسی قیمہ مٹر کھلا کر اس کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی۔۔آپ بس ابا کو کہیں کہ حلوہ پوری لے آئیں ۔۔۔" وہ سخت بُرا مان کر بولی تھی۔صوفیہ اسکا چہرہ دیکھتی رہ گئیں اور اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتیں۔کاشف کمرے میں داخل ہوئے تھے

"کیا چاہیئے۔۔؟" انہوں نے صوفیہ سے پوچھا پھر زری کی جانب محبت سے دیکھا

" کچھ کھانے کا دل ہے ۔۔ بتاؤ مجھے ۔۔میں لے آتا ہوں ۔۔" زری کی بات وہ پہلے بھی نہیں ٹالتے تھے اور اب تو جیسے اسکا کہا ان کے لئے حکم کا درجہ رکھتا تھا۔

" ابا میں امی سے کہہ رہی تھی کہ حلوہ پوری منگوالیں ناشتے کے لئے ۔۔۔۔" اس نے بس اتنا ہی کہا تھا۔ کاشف نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

" اچھی بات ہے ۔۔ میرا خود بھی دل چاہ رہا تھا کہ آج کچھ مختلف ناشتہ ہو ۔۔ میں ابھی لے آتا ہوں" کاشف اسکی بات سے انکار نہیں کرتے تھے ۔ وہ باہر نکلے تو صوفیہ بھی باہر کچن کی طرف آ گئیں ۔ ان کا دل جل کر خاک ہو گیا تھا۔ وہ باہر سے کچھ منگوائے بناء بھی ناشتے پر اچھا خاصا اہتمام کر سکتی تھیں لیکن زری کی فرمائش کی وجہ سے چُپ کر گئی تھیں ۔ زری انہیں کچھ زیادہ ہی مشکل میں ڈال رہی تھی ۔ وہ تنگ دل نہیں تھیں لیکن بلا وجہ اصراف کو بھی سخت ناپسند کرتی تھیں ۔ زری کی حرکتیں اور باتیں دونوں ہی انہیں الجھن میں مبتلا کرنے لگی تھیں ۔ انہوں نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے چائے کا پانی چولہے پر رکھا تھا ۔ اسی دوران دروازے پر دستک ہوئی پھر آپا اندر داخل ہوئی تھیں ۔ ان کے ہاتھ میں پیالہ تھا۔

" ارے ۔۔ آپا ۔ آپ ۔۔ صبح صبح کیسے آ گئیں ؟" صوفیہ نے آگے ہو کر انکا ہاتھ تھاما اور دوسرے ہاتھ سے پیالہ لیا تھا۔ وہ کافی دنوں کے بعد ان کے گھر کی سیڑھیاں چڑھ کر اس طرح آئی تھیں ورنہ نینا کی شادی کے بعد سے انہوں نے آنا جانا کافی کم کر دیا تھا۔ سلیم کی موت کے بعد سے وہ بہت بیمار رہنے لگی تھیں

" زری کو دیکھنے آئی تھی ۔۔ اب کیسی ہے بچی ۔۔۔ اسپتال میں تو بڑی کمزور سی لگتی تھی ۔۔ کچھ صحت بنی کہ نہیں ۔۔۔ اور زری کی طبیعت کیسی ہے" وہ اتنی سی دیر میں ہانپ گئی تھیں ۔ صوفیہ نے پیالہ میز پر رکھ کر انہیں لاؤنج میں ہی بٹھا لیا پھر فٹا فٹ ان کے لئے پانی لے آئیں

" ٹھیک ہیں دونوں ۔۔ بس ابھی جگایا ہی تھا میں نے زری کو ۔۔۔ بچی بلکنے لگی تھی بھوک سے ۔۔ زری دودھ پلا رہی ہے اسے " انہوں نے تفصیل سے بتایا پھر ان کے لائے پیالے کی جانب دیکھتے ہوئے استفہامیہ انداز میں ان پر نظر ڈالی

" کیا لائی ہیں ۔۔۔؟"

" سوجی اور انڈے کا حلوہ ہے ۔۔۔ علیم نے فرمائش کی تھی ۔۔ بہت تھوڑا سا گھی ڈال کر بنایا ہے میں نے ۔۔۔ خشک میوے بھی ڈالے ہیں ۔۔ اچھا بنا ہے ۔۔ میں نے علیم کو بولا تھا ۔ زری باجی کو دیتا جا ۔۔ مگر اسے یونیورسٹی جانے کی جلدی تھی ۔۔۔ بعد میں ۔۔۔ بعد میں کہتا ہوا باہر نکل گیا ۔۔۔ میں پوچھوں ہوں یہ" بعد" کس تاریخ کو آئیگی آخر ۔۔۔ ہر کام کل پر ٹال دیتے ہیں بس یہ لڑکے ۔۔۔ وہ بڑا والا ہے تو اسکو نوکری سے فرصت نہیں ہے ۔۔۔ رات رات جاگ کر اس موئے موبائل پر گیمیں کھیلتے رہیں گے لیکن گھر کا کوئی کام بتا دو تو " بعد میں ۔۔ بعد میں " کی گردان سُن لو ۔۔۔ تم اچھی ہو صوفیہ ۔۔ ماشاء اللہ بیٹیاں ہیں تمہاری ۔۔۔ کہنے کار (بات ماننے والی) ہوتی ہیں بیٹیاں ۔۔۔" وہ سانس بحال کرتے ہوئے بات بھی مکمل کر رہی تھیں ۔ صوفیہ اٹھ کر کچن میں گئیں پھر چائے کے پانی میں دودھ ڈال کر آنچ دھیمی کی اور واپس ان کے پاس آ بیٹھیں

"بس آپا۔ منہ نا کھلوائیں میرا۔۔ بیٹیاں جتنی کہنے کار ہوتی ہیں۔ میرا دل ہی جانتا ہے۔۔۔ دراصل وہ زمانے ہی نہیں رہے جب اولادیں ماں باپ کی بات کو اہمیت دیا کرتی تھیں۔۔۔ اب تو بس اپنی مرضی کے مالک ہیں سب۔۔۔ ماں باپ تو اتنے کے بھی مجاز نہیں کہ نان کی بجائے پراٹھا بنا کر کھلا دیں اولاد کو۔۔۔ اتنی سی بات پر بھی اولاد بُرا مان جاتی ہے" صوفیہ سخت ناراض تھیں۔ آپا نے ان کے انداز کو بغور دیکھا۔ ایسا انداز تو صوفیہ تب اپناتی تھیں جب نینا کی کسی بات پر خفا ہوتی تھیں۔

"نینا آئی ہوئی ہے کیا۔۔؟" انکی سمجھ میں یہی آیا تھا کہ شاید وہ اسی سے خفاء ہیں سو پوچھ لیا

"ارے نہیں آپا۔۔ وہ کہاں آسکتی ہے۔۔ اسکی تو سو۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رُک گئیں پھر لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے بات مکمل کی تھی

"وہ ایمن کی ماں پھر ہاسپٹل میں ہے نا۔۔ کوما میں چلی گئی ہے پھر۔۔۔ بڑے دن سے ہاسپٹل اور گھر کے بیچ گھن چکر بنی پڑی ہے میری بیٹی" آپا نے گہری سانس بھرتے ہوئے سر ہلایا تھا

"اللہ کریم آسانی دے۔۔۔ بڑا تکلیف دہ مرض ہے یہ دماغ کا کینسر بھی۔۔۔ اس دن نینا ہاسپٹل میں ملی تھی تو بتا رہی تھی کہ وہ ایمن کی ماں تو بالکل لاچار ہے ہر کام سے۔۔۔ پہچانتی بھی نہیں ہے کسی کو" وہ دونوں بہنیں ایمن سے تو بارہا مل چکی تھیں لیکن شہرین سے کسی کی میل ملاقات نہیں تھی۔ نینا کے گھر تو ان میں سے کوئی بھی کبھی جاتا ہی نہیں تھا۔ وہ خود ہی آتی تھی اور ان سب کا زبانی تعارف اور باتیں بتاتی رہتی تھی۔ اسی وجہ سے یہ دونوں بہنیں نینا کی "سوکن" سے واقف تھیں۔

"اللہ اس بچی کو بھی آسانی دے۔۔ آمین۔۔۔ صوفیہ کسی روز ہم چلیں نینا کی طرف۔۔۔ عیادت تو بڑے ثواب کا کام ہے۔۔۔ اللہ مریض کی خیریت دریافت کرنے والے سے خوش ہوتے ہیں۔۔۔ یہ روزہ بھی کھول ہی لیتے ہیں صوفیہ۔۔۔ ورنہ جب سے بچی دی ہے ان کے یہاں۔۔ کبھی نہیں گئے ہم۔ اچھا تو نہیں لگتا نا ایسے۔۔۔ ہمیں جانا چاہیئے" آپا نے اسے سمجھایا تھا۔ صوفیہ کیا کہتیں، چُپ سی ہو گئیں۔ وہ تو خود جانا چاہتی تھیں لیکن ڈر لگتا تھا کہ کاشف ناراض ہونگے سو کبھی منہ سے نہیں کہتی تھیں

"چلیں گے آپا کسی دن۔۔ ابھی تو یہ زری آئی ہوئی ہے نا۔ اس سے ذرا فراغت ملی تو پھر دیکھتے ہیں۔۔۔ میں تو اس لڑکی سے بیزار ہوئی پڑی ہوں۔۔۔ بچے تو سب ہی پیدا کرتے ہیں لیکن اس نے جیسے کوئی انوکھا ہی کام کر لیا ہے۔۔۔ ہر وقت غصہ کرتی رہتی ہے۔۔ کبھی کھانے پکانے میں مین میخ نکالتی رہے گی۔۔ کبھی کالے گورے رنگ پر تنقید کرتی رہے گی۔۔۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی۔۔۔ پہلے تو ایسی نہیں تھی۔۔۔ شادی کے بعد جو کسر رہ گئی تھی وہ ماں بن کر پوری کر دی ہے۔۔۔ اب تو مزاج جیسے ساتویں آسمان پر پہنچ گیا ہے

وہ بہن کے سامنے دُکھی دل سے بولی تھیں لیکن یہ بھی احساس تھا کہ زری تک آواز جائیگی تو وہ مزید بڑبڑائے گی سو آواز دھیمی ہی رکھی تھی۔ آپا نے ان کی بات کو سنجیدگی سے سنا لیکن پھر ٹالنے والے انداز میں بولیں

"صوفیہ۔۔ سب کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔۔۔ بچے کے بعد عورت ذرا دماغی طور پر کمزور پڑ جاتی ہے۔۔۔ بلاوجہ کا چڑچڑاپن۔۔ خفگی، غصہ۔۔ بیکار میں رونا رُلانا۔۔۔ یہ سب ان چالیس دنوں میں چلتا ہی رہتا ہے۔۔۔ یہ چالیس دن ایسے ہی گزریں گے پھر ٹھیک

ہوجائے گی اپنی زری بھی" وہ پوسٹ نیٹل ڈپریشن کو اپنے انداز میں واضح کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔صوفیہ نے ناگواری سے سر جھٹکا تھا
"آپا۔۔یہ کوئی انوکھی ماں بنی ہیں کیا۔۔ہم نے بھی تو بچے پیدا کئیے ہیں۔۔" انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ آپا نے انکی بات کاٹ دی
"ہر عورت ایک جیسی تو نہیں ہوتی صوفیہ۔۔۔کچھ عورتیں زیادہ حساس ہوتی ہیں۔۔تم اپنا وقت بھول گئی ہو کیا۔نینا کی دفعہ یاد ہے نا کیسے ذرا ذرا سی بات پر کاٹ کھانے کو دوڑا کرتی تھی۔۔بھابھیوں سے لڑائی۔۔بھائیوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہوجانا ۔۔تمہارے ساتھ بھی تو ہوتا تھا یہ سب۔۔۔بیٹیاں آخر ماں پر ہی تو جاتی ہیں" آپا اب کی بار مسکرائی تھیں
"آپا میرا حساب تو اور تھا۔۔حالات اور طرح تھے۔۔۔اور پھر۔۔۔" وہ کہنے والی تھی کہ میرا مجازی خدا بھی تو اور مزاج کا تھا جو ان دنوں میری خفگی کی سب سے بڑی وجہ تھا لیکن وہ یکدم چُپ کر گئیں۔ان پر جیسے اچانک ہی یہ عقدہ کھلا تھا کہ زری کے رویے کی وجہ بھی اسکا شوہر تو نہیں۔۔۔ان کی تو زبان کو تالا لگ گیا تھا۔۔وہ چُپ کی چُپ رہ گئی تھیں
"کہاں ہے زری۔۔میں ذرا مل کر آتی ہوں۔۔تم فکر نا کرو صوفیہ۔۔سب ٹھیک ہوجائیگا۔۔بس یہ کچھ دن گزار لو۔۔وہ تکلیف میں ہے۔۔پھر بچی بھی ساری ساری رات جگاتی ہوگی۔۔۔یہ چڑچڑا پن عارضی ہے۔۔ٹھیک ہوجائیگی زری بھی۔۔" وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر اٹھی تھیں
"انشاءاللہ۔۔" صوفیہ نے صدقِ دل سے دعا کی تھی۔آپا نے تو ایک خوفناک سوچ کے نئے دَرواء کر دئیے تھے ان پر۔۔۔



"ان سے باتیں کرو ایمن۔۔۔سلام کرو ماما کو۔۔؟" کونین نے بہت پیار سے ایمن کی پُشت سہلاتے ہوئے،اسے شہرین کے بستر کے قریب کیا تھا۔
"اسلام وعلیکم ماما۔آپ کیسی ہیں؟" ایمن نے مشینی سے انداز میں بولا اور پھر کونین کی جانب دیکھنے لگی کہ جیسے پوچھنا چاہ رہی ہو کہ میں نے ٹھیک "پرفارم" کیا یا نہیں؟۔۔ایمن پہلی بار ہاسپٹل آئی تھی اور اس کے چہرے پر ہی لکھا تھا کہ اسے یہاں آنا اچھا نہیں لگ رہا کونین اور سمیع دونوں ہی اس کے یہاں آنے کے حق میں نہیں تھے لیکن ادے کئی بار کہہ چکی تھیں کہ ایمن کو روز لایا جائے تاکہ وہ اپنی ماں کو دیکھ سکے۔
"وقت کا کیا بھروسہ۔۔وہ غریب اپنی ماں کے ساتھ کچھ وقت گزار لے تو اچھا ہے پھر موقع ملے نا ملے" وہ کئی بار یہ جملہ دوہرا چکی تھیں۔اسی لئے سمیع کے کہنے پر کونین اسے یہاں لائی تھی لیکن ایمن کو پریشان دیکھ کر وہ سب مزید دکھی ہو گئے تھے۔وہ ماں کی جانب دیکھنے سے احتراز برت رہی تھی اور اس پر ہی کیا موقوف وہ سب بھی اسکی جانب دیکھنے سے ڈرتے تھے۔۔۔ناک منہ پیشانی ،سر،ہاتھ۔۔۔سب کچھ تو مشینوں اور نالیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔۔۔وہ انسان نہیں لگتی تھی بلکہ ایک ننھا سا روبوٹ لگتی تھی جسے مرمت کرنے کے لئے ورکشاپ میں رکھا ہوا ہو۔
سمیع نے گہری سانس بھری تھی۔۔۔وہ اپنی ننھی سی بچی سے کیا توقع کرتا کہ وہ اپنی بیمار لاچار ماں سے کس طرح محبت کا اظہار کرے جبکہ وہ اسے دیکھتے ہوئے ڈر رہی تھی۔۔وہاں تو سب کا یہی حال ہوا جا رہا تھا۔۔لوگ آرہے تھے،شہرین کے وجود پر ترحم بھری

نظریں ڈال رہے تھے۔۔گہری لمبی ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہوئے بُجھے ہوئے دل سے دعائیں دے رہے تھے ۔۔اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ بناء کچھ بولے جاتے جارہے تھے۔

ایک ہفتہ ہوگیا تھا شہرین کی حالت میں ذرا سا بھی فرق نہیں پڑا تھا۔دماغ تو پہلے ہی اسکا گَل چکا تھا لیکن اب بقیہ اندرونی اعضاء بھی کام کرنا چھوڑ گئے تھے۔۔۔ڈاکٹرز نے سمیع کو بتایا تھا کہ اس کا جگر پھیپھڑے اور گردے کافی متاثر ہوچکے تھے۔۔ایک دل تھا جس کی ٹِک ٹِک اسے "موجود" ثابت کرتی تھی ورنہ جس طرح وہ مشینوں کے سہارے بے سُدھ پڑی تھی، اسے دیکھتے ہوئے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ گُھل گُھل کر اب "ختم" ہوئی جاتی ہے۔وہ ریشہ ریشہ ہوکر دنیا چھوڑ رہی تھی۔

برف کی ڈلی۔۔پگھل پگھل کر پانی تو بن ہی چکی تھی۔۔۔اب چند لمحوں کی بات تھی۔۔تند و تیز ہوا اس پانی کو خشک کر کے اسکا نام و نشان مٹا دینے والی تھی۔۔۔

سمیع کو جُھرجُھری سی آگئی۔

وہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے بس دعائیں کر رہا تھا۔ایک ہفتے سے وہ بس نہانے کے لئے ہاسپٹل سے گھر جاتا تھا۔اس کا بس نہیں چلتا تھا بس اس کے بستر کے کنارے بیٹھا اس کی منتیں کرتا رہے

"شہرین مت جاؤ۔۔پلیز مت جاؤ۔۔۔واپس آجاؤ" اسے پتا بھی نہیں چلتا تھا وہ کب اس کے پاس بیٹھا التجائیں کرنے لگتا تھا۔جب سے ڈاکٹر نے بتایا تھا

"سمیع صاحب۔۔یہ ہیں۔لیکن نہیں ہیں۔۔۔خدا ان پر کرم کرے۔۔ان کو سکون دے۔۔۔بہت اذیت ہے ان کی جان پر۔۔۔ان کے پھیپھڑے بالکل ختم ہوچکے ہیں۔۔سانس کی نالی میں خون جَم رہا ہے۔۔۔دل چل نہیں رہا۔بس بمشکل گھسیٹ رہا ہے ان کو۔۔ان کا ہوش میں آنا اب ناممکنات میں سے ہے۔۔۔آپ اب انکی آسانی کے لئے دعا کریں"

سمیع کا اپنا دل ڈوب سا گیا تھا۔اسے ڈاکٹر کی کسی بات کا یقین نہیں تھا۔اپنی بیماری کے گزشتہ دو سالوں میں شہرین کئی بار اس حالت کو پہنچی تھی اور پھر ہوش میں آکر گھر واپس آگئی تھی۔سمیع کو یقین تھا اب کی بار بھی یہی ہوگا۔وہ مسلسل اسکی زندگی کی دعائیں کر رہا تھا۔رات کو سب چلے جاتے تھے لیکن وہ ہاسپٹل میں ہی رُکا رہتا تھا۔اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہوئے بس وہ رَب سے ایک ہی دعا کرتا تھا" یااللہ۔۔۔یہ مجھ سے بولتی نہیں ہے۔۔۔یہ مجھے دیکھتی بھی نہیں ہے۔۔مجھے پہچانتی نہیں ہے۔۔۔لیکن اسکا "ہونا" ہی میرے لئے کافی ہے۔۔اسی حالت میں اپنی آخری سانس تک سنبھال سکتا ہوں اسے۔۔بس تو اسکی زندگی بخش دے مولا"

رب کا جانے کیا منظور تھا کیونکہ ہر گزرتے دن کے ساتھ امید کم ہوتی جاتی تھی۔اس کی حالت میں ذرا بہتری نہیں آرہی تھی۔ادے تو اتنی مایوس تھیں کہ وہ شہرین کے پاس بیٹھی روتی رہتی تھیں۔سمیع کے علاوہ ایک وہی تھیں جو شہرین کے پاس سے لمحہ بھر بھی ہٹنے کو تیار نہ ہوتی تھیں۔انہیں وہم تھا کہ وہ دور ہونگی تو شہرین ہمیشہ کے لئے انہیں چھوڑ جائیگی۔ابھی بھی ایمن کو انہی کے اصرار پر لایا گیا تھا

"ایمن۔۔یہاں آؤ میرے پاس۔۔۔دیکھو اپنی ماما کو۔۔ان کے چہرے پر پیار کرو۔۔ان کا ہاتھ چومو۔۔انہیں آخری دفعہ دیکھ لو۔۔۔ماں نہیں ملتی دوبارہ۔۔ماں کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔۔۔دنیا دکھاوے کے لئے پیار کرتی ہے مگر ماں کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا" وہ بھیگے لہجے میں ایمن کو سمجھا رہی تھیں لیکن ان کی نظریں کونین پر تھیں۔ایمن نے کونین کا ہاتھ پکڑ لیا۔وہ ادے کی باتیں سن کر گھبرا جاتی تھی۔ان میں سے کوئی بھی ایمن کے ساتھ ایسی باتیں نہیں کرتا تھا اور اسکی مقصد صرف ایمن کو کسی جذباتی دھچکے سے محفوظ رکھنا تھا۔

"کونین۔۔مجھے پانی پینا ہے" اس نے ابھی بھی کونین کے پہلو میں منہ چھپاتے ہوئے کہا تھا

"آؤ۔۔میں آپکو پانی پلا کر لاتی ہوں" کونین نے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔وہ خود ادے کی باتیں سن کر ڈر سی جایا کرتی تھی

"تم ہمارے درمیان بولنے والی کون ہوتی ہو دو ٹکے کی گھٹیا عورت۔۔۔تم سے تو خُدا ہی نبٹے گا۔۔۔ہنستے بستے گھر کو نظر لگا دی تم نے۔۔میری بچی کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔۔اس کی بچی اور شوہر کو ہتھیا لیا۔۔اپنی جھوٹی محبت کا لالی پاپ دے کر اسے ماں سے کتنا دور کر دیا ہے تم نے۔۔۔لیکن اللہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کریں گے۔۔تم بھی کبھی خوش نہیں رہو گی۔۔۔ایسے ہی خون تھوک تھوک کر مرو گی ایک دن" ادے یکدم ہی جذباتی ہو گئی تھیں۔کونین نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا تھا

"آؤ ایمن۔۔ہم باہر چلیں" اسے ابھی ابھی ایمن کی فکر تھی

"باہر چلی جاؤ گی تو کیا خدا میری دعائیں سننا چھوڑ دے گا۔۔۔یاد رکھنا میری بد دعائیں ہمیشہ تمہارا پیچھا کریں گی۔۔۔ہمیشہ۔۔۔بہت خوش ہونا تم اس آدمی سے شادی کر کے۔۔آگ لگے گی ایک دن ان خوشیوں کو۔۔دیکھنا یہ کیا کرتا ہے تمہارے ساتھ۔۔۔تمہیں بھی جلا جلا کر مار دے گا جیسے میری بیٹی کو مار دیا ہے۔۔یہ آدمی ہی منحوس ہے" انہوں نے یکدم دروازے میں کھڑے سمیع کی جانب اشارہ کیا تھا

"اس کے دَم سے سب کو غم ہی ملے ہیں ہمیشہ۔۔اس کی ماں ہوئی یا اسکی بیوی۔۔۔یا پھر اسکی بیٹی۔کس کو خوش رکھ پایا ہے یہ۔۔۔تم بھی ایک دن اسی فہرست میں شامل ہو جاؤ گی۔۔۔کبھی خوش نہیں رہو گی۔۔کبھی نہیں۔۔۔انشاءاللہ" وہ اونچا اونچا بڑبڑا رہی تھیں۔کونین کے چہرے پر تو ہوائیاں اڑ رہی تھیں، سمیع کا چہرہ بھی بُجھ گیا تھا

"یہ آدمی ہی منحوس ہے۔۔بالکل منحوس۔۔۔" ادے کا جُملہ جیسے زہریلی سوئی کی طرح چُبھا تھا اسے۔۔کونین ایمن کو لئے اس کے قریب سے ہوتے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔

(تنزیلہ ریاض کا یہ خوبصورت ناول "راپنزل" ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

کاشف نے گاڑی پارک کی تھی اور پھر موبائل وغیرہ سمیٹ کر وہ گاڑی سے باہر نکلے۔گھر کی طرف جانے کا دروازہ آگے کی طرف تھا۔ وہ گاڑی گودام کے باہر پارک کرتے تھے جس کا بڑا سا گیٹ بازار والے حصے کی طرف تھا۔وہ کروفر سے چلتے گھر والے حصے کی جانب بڑھے تھے جب انہیں خیال آیا کہ انہیں کچھ لے جانا چاہیئے۔زری کی وجہ سے اظفر روز ہی کھانا انکی طرف کھاتا تھا۔صوفیہ اہتمام تو کرتی تھیں لیکن انہوں نے سوچا کہ وہ تکے کباب وغیرہ لے جاتے ہیں۔شوروم سے نکلتے ہوئے صوفیہ کو فون کیا تھا تو انہوں نے بتایا تھا زری کی فرمائش پر مٹر پلاؤ بنایا ہوا ہے۔

"مٹر پلاؤ کے ساتھ چپلی کباب اچھے لگیں گے" انہوں نے سوچا اور واپسی کے لئے مڑے۔خالصتاً لاہوری ہونے کی وجہ سے باہر کے اشتہاء انگیز مرغن کھانے انہیں بھی پسند تھے لیکن اظفر کی وجہ سے وہ آجکل روز ہی کچھ نا کچھ لے جاتے تھے۔سڑک کے بالکل آخری کنارے پر ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا جہاں کے چپلی کباب انہیں کافی پسند تھے سو اسی کا ارادہ کر کے وہ چل پڑے تھے۔وہاں بھی کافی رش تھا۔ انہیں کافی دیر لگ گئی لیکن وہ خوش تھے کہ انہوں نے بیٹی کی پسند کی چیز لے لی تھی۔واپسی پر وہ گودام کے قریب سے گزرے تا کہ آگے گھر کے دروازے کی طرف جا سکیں تو انہیں وہاں ایک گاڑی نظر آئی تھی۔یہ گاڑی ان کی نہیں تھی۔یہ گاڑی اظفر کی بھی نہیں تھی۔وہ کچھ حیران ہوئے کہ اس وقت ان کے گھر کون آگیا تھا کیونکہ یہاں گاڑی انکا کوئی رشتہ دار ہی پارک کر سکتا تھا۔وہ ذرا سا آگے ہوئے لیکن پھر پیچھے ہٹ گئے۔ گاڑی میں اظفر تھا اور اس کے ساتھ کوئی لڑکی بھی تھی۔اظفر نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی اس لڑکی کا میک اپ کافی گہرا تھا اور اس کے انداز بھی کاشف کو کچھ عجیب سے لگے۔وہ مزید پیچھے کی جانب پلٹے تھے کہ کہیں اظفر کی نظر ان پر پڑ نا جائے۔۔انہیں وہاں رکنا مناسب نا لگے۔وہ دوبارہ سے آگے کی سمت ہو کر گھر کی سیڑھیوں کی طرف آ گئے لیکن ان کے اندر کھد بدسی مچ گئی تھی۔

"آپ نے بڑی دیر کر دی۔۔۔مجھے تو بہت بھوک لگ گئی ہے۔۔۔زری نے بھی آپ لوگوں کے انتظار میں کچھ نہیں کھایا اب تک" صوفیہ نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔زری بھی آج لاؤنج میں بیٹھی تھی۔بچی کی کاٹ بھی وہیں رکھی ہوئی تھی لیک کاشف کو کسی میں بھی دلچسپی محسوس نا ہوئی

"اظفر نہیں آیا؟" انہوں نے زری کو دیکھ کر پوچھا تھا اور ساتھ ہی اسکا چہرہ بغور دیکھا تھا

"بس آنے والا ہے۔۔۔ابھی آپ کے آنے سے دو منٹ پہلے ہی اسے فون کیا تھا۔۔۔کہہ رہا تھا کہ آفس سے نکلا ہی ہے ابھی ایک کولیگ کے ساتھ۔۔۔بس بیس پچیس منٹ میں پہنچ جائیگا" اس نے اطمینان سے جواب دیا تھا۔کاشف نے ہنکارا بھرا تھا۔انکی تسلی نا ہوئی تھی زری کے جواب سے

"لڑکیاں بھی ہیں اظفر کے آفس میں۔۔۔؟" یہ بات انہوں نے بلا ارادہ ہی پوچھ لی تھی۔اظفر نے چھ ماہ پہلے جاب تبدیل کی تھی۔

زری نے ذرا چونک کر انکا چہرہ دیکھا۔کاشف کو لگا وہ اس سوال پر توقع سے کچھ زیادہ حیران ہوئی ہے

"پتا نہیں ابا۔۔۔میں نے کبھی پوچھا نہیں۔۔۔شاید ہوں۔۔۔آپ کیوں پوچھ رہے ہیں" وہ حیران ہوئی تھی

"وہ دراصل ایک دوست اپنی بیٹی کی نوکری کے لئے کچھ پریشان تھے۔۔۔اس لئے پوچھا میں نے کہ شاید اظفر کوئی مدد کر سکے" انہوں نے بات بنائی تھی

"مجھے کوئی آئیڈیا نہیں ہے ابا۔۔۔لڑکیاں شاید نہیں ہیں اسکے آفس میں۔۔۔آپ کو بتایا تھا نا کہ اس کی فرم تو فرٹیلائزر اور پیسٹی سائیڈز پراڈکٹس کے ساتھ ڈیل کرتی ہے۔۔۔فیومیگیشن وغیرہ ٹائپ کے کانٹریکٹس لیتی ہے۔یہ تو کام ہی مردوں والا ہے لیکن پھر بھی پوچھ لیجیئے گا۔۔۔اظفر کے کافی کانٹیکٹس ہیں اِدھر اُدھر۔۔۔" اس نے تسلی سے جواب دیا تھا۔کاشف لمحہ بھر کو چپ سے رہ گئے پھر بولے

"یہ کیا بات ہوئی۔۔۔خیر خبر رکھا کرو ایسی باتوں کی۔۔۔شوہر کے ہر معاملے کی خبر رکھنا اچھی بیوی کا فرض ہوتا ہے" پھر انہیں احساس ہوا کہ زری کی نگاہوں کا تاثر کچھ مشکوک سا ہوا ہے تو سر جھٹک کر بولے

"ذرا پھر سے کال کرلو نا۔۔کدھر تک پہنچا ہے۔۔۔ابھی تاخیر ہے اس کے آنے میں تو تم کچھ کھالو۔۔۔کب تک بھوکی بیٹھی رہو گی" انہوں نے بات برائے بات کی تھی۔ان کا ذہن اظفر اور اس کے ساتھ نظر آنیوالی لڑکی میں اٹکا تھا۔اب یہ کوئی اتنی انہونی بات تو نا تھی لیکن اس لڑکی کے انداز اور اظفر کے ہاتھ میں اسکا ہاتھ۔۔۔انہیں سب کچھ سخت نامناسب سا لگ رہا تھا

"جی ابا۔۔۔میں فون کرتی ہوں اسے" زری نے سعادت مندی سے کہتے ہوئے اپنا موبائل فون اٹھالیا تھا۔کاشف اٹھ کر باتھ روم کی جانب چل دیئے۔وہ دس منٹ بعد واپس آئے تھے لیکن تب تک بھی اظفر نہیں آیا تھا۔انہوں نے دیوان پر بیٹھتے ہوئے زری کی جانب پھر سے سوالیہ انداز میں دیکھا

"ابا آج ٹریفک بہت ہے۔۔۔بس آنے والا ہے وہ۔۔۔آپ کھانا کھالیں۔۔۔۔" زری نے شرمندہ سی ہو کر کہا تھا۔کاشف عموماً اپنے کمرے میں کھانا کھانے کے عادی تھے لیکن آجکل چونکہ اظفر بھی آجاتا تھا تو وہ لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے تھے۔کاشف نے بیٹی کی تجویز پر فقط سر ہلایا تھا پھر وہ اٹھ کر دوبارہ اپنے کمرے میں آگئے۔وہاں ایک کھڑکی گودام والی سمت میں کھلتی تھی۔انہوں نے وہی کھڑکی کھول کر دیکھی تھی۔وہ گاڑی ابھی تک وہیں موجود تھی۔

"وہ سخت آگ بگولا ہو کر واپس آئے تھے لیکن اس سے پہلے کہ وہ زری سے کچھ کہتے اظفر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آگیا تھا۔

"اسلام وعلیکم۔۔۔" زری نے اسے دیکھتے ہی سلامتی کی دعا بھیجی تھی

"کہاں رہ گئے تھے برخوردار۔۔۔کب سے انتظار ہو رہا ہے تمہارا۔۔۔ہم سب بھوکے بیٹھے ہیں۔۔۔زری نے بھی اب تک کچھ نہیں کھایا۔۔" انہوں نے بمشکل لہجے کو معتدل رکھا تھا اظفر کے چہرے کا رنگ بدلا

"میں نے تو کہا تھا اس کو کہ کھانا کھالے۔۔۔میں ذرا لیٹ ہو جاؤں گا۔۔ٹریفک بہت رہنے لگا ہے آجکل" اس نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔کاشف کو اسکا انداز ذرا اچھا نا لگا۔وہ جھوٹ کیوں بول رہا تھا۔جھوٹ تو وہیں بولے جاتے ہیں جہاں پردہ داری کا احتمال ہو۔۔کوئی بات صیغہ راز میں رکھنا مقصود ہو۔۔۔

"امی۔۔۔ٹینگ لے آئیں۔۔۔اظفر آگیا ہے" زری نے آواز دی تھی۔اظفر نے ناک چڑھایا

"مجھے نہیں پینا وہ پیلا شربت۔۔۔روز آنٹی بنا کر لے آتی ہیں وٹامن سی سیرپ" اس کے انداز میں نخوت تھی۔زری نے قہقہہ لگایا حالانکہ اس بات پر تو کاشف کو ہنسی بھی نا آئی تھی

"امی اظفر کے لئے پیپسی لے آئیں۔۔۔ٹینگ مت لائیے گا" اس نے پھر وہیں بیٹھے آواز لگائی تھی۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ شوہر کے سامنے اپنا دل نکال لکر رکھ دے۔کاشف کو بہت برا لگا۔وہ اپنی خدمت تو کروا رہی تھی اپنی ماں سے لیکن ساتھ ساتھ اپنے شوہر کی خدمتیں بھی کروانا چاہتی تھی۔جبکہ اس کے چہرے سے ظاہر تھا کہ کاشف کا استفسار کرنا اسے بُرا لگ گیا ہے

☆......☆......☆

"ایمن نے کھانا کھالیا۔۔۔؟" سمیع نے پوچھا تھا۔وہ آج کافی دن کے بعد گھر میں کھانا کھا رہا تھا۔نینا نے اس کو دیکھتے ہی روٹی موجود ہونے کے باوجود دوبارہ سے تازی روٹی بنائی تھی۔سلاد کاٹا تھا اور پودینے کی چٹنی بنائی تھی حالانکہ خود اس نے دودھ کے گلاس کے ساتھ ایک سلائس کھالیا تھا لیکن سمیع کے لئے اہتمام کرنا ضروری سمجھا تھا اس نے۔۔۔وہ تقریباً دس دن بعد اس وقت گھر میں کھانا کھا رہا تھا اور ذرا فرصت میں بھی لگتا تھا

"جی۔۔۔ایمن تو سو بھی چکی۔۔۔" اس نے جواب دیا۔سمیع نے سر ہلایا پھر اس کی جانب دیکھا

"آپ نے کھانا کھالیا۔۔۔؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔نینا اپنا پیٹ بھر چکی تھی لیکن اس خیال سے کہ وہ اسے یہاں سے جانے کو نا کہہ دے نفی میں سر ہلا کر بولی

"نہیں۔۔۔ابھی تو نہیں۔۔۔۔۔"

"کھانا کھالیں آپ بھی۔۔۔" سمیع نے کہا تھا۔وہ فوراً اس کے سامنے والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی پھر کھانا تو خاموشی سے ہی کھایا گیا کہ کرنے لائق کوئی بات تھی ہی نہیں۔شہرین کی کنڈیشن اسقدر خراب تھی کہ ان سب کو اسکے علاوہ کچھ سوجھتا ہی نہیں تھا۔

"آپ اگر مصروف نہیں ہیں کو نین تو دس منٹ بعد ذرا بیڈ روم میں آئیے گا۔۔۔مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے" سمیع نے اپنا کھانا ختم کرتے ہوئے کہا تھا۔نینا نے چونک کر اسکی شکل دیکھی پھر اس نے سر ہلایا تھا۔۔۔پھر اس سے لمحہ بھر انتظار نا ہوا تھا۔کھانے کے برتن لپک جھپک کر سمیٹتے ہوئے وہ یہی سوچتی رہی کہ اسے کیا کہنا ہوگا۔وہ ٹھیک دس منٹ بعد اس کے کمرے میں موجود تھی

"آئیں۔۔۔آپ بس دو منٹ دیں مجھے۔۔۔میں ٹُوتھ برش کرلوں ذرا" سمیع نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ آرام دہ لباس میں بیڈ پر دراز تھا۔ اسکا مطلب یہ تھا کہ اسکا ہاسپٹل واپس جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس کو دیکھ کر اٹھا تھا اور باتھ روم کی جانب چل دیا تھا۔ نینا نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ کہاں بیٹھے پھر وہ کچھ سوچ کر کاؤچ پر بیٹھ گئی۔ وہ بہت ہمت کر کے آئی تھی لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ سمیع نے "ضروری بات" کا حوالہ نا دیا ہوتا تو وہ اس کے انداز کو سرسری لیتی مگر اسے نا صرف اسکا انداز کچھ انوکھا سا لگا تھا بلکہ اس کے لہجے میں موجود نرم سا تاثر بھی اسے بے چین سا کر رہا تھا۔ اس انداز میں تو کبھی اس نے اس سے بات نا کی تھی۔ وہ پہلے بھی اسی بیڈ روم میں جانے کتنی بار آتی تھی۔ وہ اس بیڈ روم میں سو بھی جاتی تھی لیکن سمیع نے پہلے کبھی اُسے اس طرح بیڈ روم میں مدعو تو نہیں کیا تھا۔

"خدا جانے۔۔۔کیا کہنے والے ہیں؟ کیا پتا کہیں کہ کو نین تم بہت اچھی ہو۔۔۔مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے" وہ سمیع کے متعلق ہمیشہ ہی ایسے بے ڈھنگے پَن سے سوچتی تھی اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی

"ہائے اللہ۔۔۔کیا واقعی۔۔۔؟" وہ ایسی باتیں سوچتی رہی۔ اس کا ذہن کسی ایک نقطے پر مرکوز نہیں ہو پا رہا تھا۔ ان کے درمیان "ضروری باتیں" تو ہوتی رہتی تھیں۔ یوٹیلیٹی بلز، ایمن کی فیس، شہرین کی ادویات۔۔۔ یہ سب معاملات نینا ہی دیکھتی تھی اور سمیع کی ہدایات کے بعد ہی کرتی تھی لیکن یہ سب باتیں کرنے کے لئے وہ اسے بالخصوص کمرے میں تو کبھی نہیں بلواتا تھا۔۔۔وہ بہت کنفیوژڈ ہو رہی تھی۔ اسی دوران سمیع باتھ روم سے نکل آیا تھا۔

"آپ مصروف تو نہیں تھیں نا۔۔۔؟" اس نے میز پر پڑے ٹشو پیپرز کے ڈبے سے ایک ٹشو پیپر لیتے ہوئے اس سے پوچھا تھا نینا نے نفی میں گردن ہلائی۔ سمیع نے راکنگ چئیر گھسیٹی اور کاؤچ کے بالکل قریب اس کے سامنے کرلی۔ نینا کو لگا وہ اب تو وہ کاؤچ پر سے گر ہی جائیگی۔ وہ بالکل اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ اس کے اتنے قریب اپنے حواسوں میں تو کبھی نا ہوا تھا اور بات جانے کیا تھی جو وہ کرنے والا تھا لیکن سچ یہ تھا کہ نینا کا دھک دھک کرتا دل معاملے کو بلا وجہ گھمبیر کئے جا رہا تھا۔ نینا کو نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اسکا چہرہ یقیناً سُرخ ہو چکا تھا

"کیسی ہیں آپ؟" اب وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ نینا نے دو تین گہری سانسیں بھریں ورنہ شاید وہ بول ہی نا پاتی۔

"جی۔۔۔ٹھیک۔۔۔؟" وہ ایک نظر اسے دیکھتی تھی اور پھر کنفیوژڈ ہو کر اپنی انگلیوں کی جانب دیکھنے لگتی تھی۔

"آپ کے گھر میں سب کیسے ہیں؟" یہ دوسرا سوال تھا جس نے نینا کو مزید کسی قدر حواس باختہ کر دیا تھا۔ یہ سوال تو سمیع نے کبھی نہیں پوچھا تھا۔

"ٹھیک" وہ بعجلت بس اتنا ہی بولی جیسے جتانا چاہ رہی ہو کہ اب کرلو "ضروری بات" ورنہ میرا دل پھٹ جائیگا۔

"اور۔۔۔آپ کی بہن۔۔۔؟ انکا بے بی۔۔۔؟" وہ پوچھتا چلا جا رہا تھا اور نینا بس حیران ہوتی جا رہی تھی

" سب ٹھیک ٹھاک ہیں ۔۔۔آپ کیوں پوچھ رہے ہیں ۔۔۔سب خیریت ہے نا۔۔" اس نے اسکی جانب دیکھے بناء کہا تھا۔اس کے اعتماد کی بحالی کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ کچھ بولتی۔

" آپ کو بچے پسند ہیں ۔۔۔؟" سمیع نے بالکل عام سے انداز میں اگلا سوال کیا تھا لیکن وہ دیکھ اسی کی جانب رہا تھا۔ نینا کو لگا اسکی آنکھیں اس سوال پر پھٹ سی گئی ہیں۔اسے لگا وہ اب کچھ بول نہیں پائیگی۔ یہ ایک اضطراری سا عمل تھا۔اسے اگر سمیع رندھاوا سے محبت نا ہوتی تو وہ اا س سوال کو کوئی کڑک سا جواب دیتی لیکن اب تو جیسے اسے اس سوال پر شرم سی آ گئی تھی۔اس سے چند لمحے کچھ بولا ہی نا گیا۔وہ اس سوال کا جواب کیا دیتی۔اسے بچے پہلے کبھی پسند نہیں رہے تھے۔مہر کے بعد ایمن ہی تھی جو اسے اچھی لگتی تھی یا پھر ہر وہ انسان جو اسے اپنے جیسا محرومِ محبت نظر آتا تھا، بھا جاتا تھا۔۔۔تیسری زری کی بیٹی تھی جس کو پہلی نظر دیکھتے ہی اسکا خون جوش مارنے لگا تھا لیکن یہ بھی سچ تھا کہ وہ اگر کبھی اپنے مستقبل کے متعلق خوب دیکھتی تھی تو اس میں ایمن اور سمیع کے علاوہ ایک مزید بچے کے متعلق ضرور سوچتی تھی اور یہ تب سے ہونا شروع ہوا تھا جب سے ایمن نے اس سے اپنی فرینڈ کے نومولود بھائی کا ذکر کرتے ہوئے یہ خواہش کی تھی کہ اسے بھی بے بی چاہیئے۔

" بچے کسی کو ناپسند نہیں ہوتے ۔۔۔انسان کی پہچان اس کے بچوں سے ہی ہوتی ہے ۔۔۔اور میں سمجھ سکتا ہوں کہ بحیثیت ایک خاتون ہونے کہ آپکو بھی بچے کی خواہش ضرور ہوگی ۔" سمیع نے کہنا شروع کیا تھا۔نینا نے اس سے ایسی باتیں کبھی نہیں کی تھیں۔اسے اب بھی یہ سب باتیں سننا اچھا نا لگ رہا تھا۔ یہ سب سنتے ہوئے اسے شرم آ رہی تھی اور وہ اعتماد سے بات نا کر پا رہی تھی۔ سمیع نے شاید یہ محسوس کر لیا تھا ۔وہ ذرا سا پیچھے ہٹ کر بیٹھا اور پشت سے ٹیک لگا لی پھر چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے کہنا شروع کیا تھا

" مجھے اور شہرین کو بچے بہت پسند تھے لیکن جب ہماری شادی ہوئی تو ہر چیز بدل سی گئی ۔۔۔۔میرے والدین اور شہرین کے والدین ۔۔۔دونوں ہی اس شادی پر دل سے خوش نہیں تھے ۔۔۔مجھے تو اس بات سے فرق نہیں پڑتا تھا لیکن شہرین کے لئے یہ باتیں ہماری خوشی سے کہیں زیادہ اہم تھیں ۔۔۔اسکی ادے اور اس کی بہنیں اسے بہت ذہنی ٹارچر کرتی تھیں اور یہی حال میری امی کا بھی تھا۔۔۔ میرے سمجھانے کے باوجود وہ بہت پریشان رہتی تھی ۔۔۔ضرورت سے زیادہ ایک ہی بات کے متعلق سوچتے رہنے کے باعث وہ اینٹی ڈیپریسنٹ بھی لیا کرتی تھی ۔۔۔ایمن انہی حالات میں پیدا ہوئی تھی ۔۔۔۔۔۔" وہ چُپ ہوا۔

"ہمیں ۔۔۔یعنی مجھے اور شہرین دونوں کو دوسرے بچے کی حاجت نہیں تھی" اس نے ایک ہی جُملہ بولا اور پھر چُپ ہو گیا۔اب کی بار نینا اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔وہ ذرا سا آگے ہوا اور اسکا ہاتھ تھام لیا۔نینا کو کرنٹ سا لگا تھا۔

" ابھی بھی نہیں ہے" اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے وہ مزید بولا تھا۔اسکی نگاہوں کا مرکز نینا کا چہرہ تھا۔نینا کو لگا اب کی بار تو ضرور ہی اسکی سانس رُک جائیگی۔اسکا دل چاہا وہ کسی فلمی ہیروئن کی طرح اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑوائے اور "ہائے اللہ" کہتی ہوئی کمرے سے فرار ہو جائے جبکہ وہ اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے مزید کہہ رہا تھا

”کونین کچھ مرد توحید کے اتنے قائل ہوتے ہیں کہ ان کے لئے پہلی محبت ہی آخری ہوتی ہے۔۔۔ان کی زندگی میں دوسری عورت کی گنجائش کبھی نہیں نکلتی۔۔۔مجھے پتا ہے ایسے مرد اچھے نہیں ہوتے۔۔۔آپ ایسے مردوں کو مخبوط الحواس بھی کہہ سکتی ہیں۔۔۔لیکن بس میں ایسا ہی ہوں۔۔۔“ وہ ایک بار پھر چُپ ہو گیا تھا۔نینا کا دل اب کی بار ایک اور ہی انداز میں دھڑکا۔وہ کیا کہنے والا تھا۔اسکا انداز ایک دَم بے حد لاتعلق سا ہو گیا تھا

”میری زندگی میں کسی دوسری عورت کی گنجائش کبھی پیدا نہیں ہوگی۔۔۔“ اس نے انتہائی مستحکم لہجے میں کہا تھا جیسے اسے باور کروا رہا ہو کہ میرے متعلق سوچنا چھوڑ دو

”شہرین کی بیماری نے اسے ہی ابنارمل نہیں کیا بلکہ مجھے بھی نارمل نہیں رہنے دیا۔۔۔میں اندر سے اتنا مُردہ ہو چکا ہوں کہ کسی کو کوئی خوشی نہیں دے سکتا۔۔۔اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں الگ ہو جانا چاہیئے“ اب کی بار اسکا لہجہ بے حد لاچار نظر آتا تھا۔نینا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑوانا چاہا تھا لیکن سمیع نے اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت ہلکی نا کی تھی

”آپ بہت اچھی ہیں کونین۔۔۔آپ نے میرے اور میرے گھر کے لئے میری بچی کے لئے جو بھی کیا ہے۔۔۔میں تو مرتے دَم تک اسکا احسان نہیں اتار سکتا۔۔۔لیکن یہ بھی سچ ہے کونین کہ میں آپکو کوئی خوشی بھی نہیں دے سکتا۔۔۔بھلا ابنارمل لوگ کب کسی کا احسان اتار سکتے ہیں۔۔۔میں تو کچھ نہیں دے سکتا آپکو۔۔۔اور آپ تو بہت کچھ ڈیزرو کرتی ہیں۔۔۔اایک اچھا لائف پارٹنر۔۔۔گھربار۔۔۔اولاد۔۔۔میری دعا ہے کہ اللہ آپکو زندگی کی ہر وہ خوشی دے جس کی آپکو خواہش ہے“ وہ چُپ نہیں ہوا تھا لیکن نینا نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑوایا تھا۔

” مجھے آپکی خواہش ہے۔۔۔اتنا کچھ سمجھ سکتے ہیں آپ۔۔۔بڑی بڑی باتیں کر سکتے ہیں آپ۔۔۔یہ کیوں سمجھ میں نہیں آتا آپکو کہ آپ کی ہی خواہش ہے مجھے۔۔۔بس آپکی خواہش“ وہ چلائی تھی اور پھر نا چاہتے ہوئے بھی اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔اسکا دل اب مزید تیز دھڑک رہا تھا لیکن اب کی بار اس دھڑکنے کی نوعیت مختلف تھی۔پہلے حیاء نے گھیر رکھا تھا جبکہ اب خفگی اور دُکھ نے دل کو بوجھل کر دیا تھا۔

”محبت کرتی ہوں میں آپ سے۔۔۔ہاں ٹھیک ہے اتنی نہیں کرتی ہونگی جتنی شہرین کو تھی آپ سے۔۔۔“ اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں پھر مزید بولی۔

”لیکن اتنی ضرور کرتی ہوں کہ صبح آنکھ کھلنے پر صرف آپکا چہرہ دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے۔۔۔آپکا چہرہ دیکھے بناء نیند نہیں آتی ہے۔۔۔آپکو تو کبھی پتا نہیں چلا لیکن آپ جب تک گھر نہیں آجاتے۔۔۔مجھ سے کھانا بھی نہیں کھایا جاتا۔۔۔اور جب آپ گھر آجاتے ہیں تو بلاوجہ آپ کے آس پاس گھومتی رہتی ہوں کہ شاید کسی لمحے تو آپ مجھے دیکھیں گے۔۔۔آپ کی ایک نظر کی خاطر رات کو اُٹھ اُٹھ کر آپ کو دیکھنے آتی ہوں۔۔۔“ وہ رو رہی تھی اور بول رہی تھی

"آپ آفس کے لئے نکلتے ہیں تو آپ پر دعائیں پڑھ پڑھ کر پھونکتی رہتی ہوں۔۔۔آپ کھانا نہیں کھاتے تو مجھ سے بھی ایک لُقمہ نہیں لیا جاتا۔۔۔ایسی نہیں تھی کو نین۔۔۔بخدا ایسی نہیں تھی۔۔۔آپ نے بنا دیا ہے مجھے ایسا۔۔۔اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے کچھ نہیں دے سکتے۔۔۔آپ چاہتے ہیں مجھے اچھا لائف پارٹنر مل جائے۔۔۔اتنی ہی فکر ہے آپکو میری تو آپ خود کیوں نہیں بن جاتے۔۔۔"اچھے"۔۔۔"وہ بلک رہی تھی۔سمیع چیئر پر بیٹھا مسلسل اسکی جانب دیکھ رہا تھا پھر اس نے تھکے ہوئے انداز میں چیئر کی پشت سے ٹیک لگا لی تھی

وہ مسلسل رو رہی تھی۔سمیع کا لاتعلق انداز اسے مزید دُکھ دے رہا تھا۔وہ کیسے پتھر ہو کر بیٹھا تھا۔وہ روتی چلی جا رہی تھی۔

"کیوں دُکھ دے رہی ہیں مجھے۔۔۔آپکو اندازہ نہیں ہے کہ آپکے آنسو کیا کر رہے ہیں میرے ساتھ۔۔۔"وہ لجاحت بھرے انداز میں بناء اسکی جانب دیکھے بولا تھا۔نینا نے ہاتھ کی پُشت سے آنکھیں صاف کیں پھر ناک صاف کی اور گلوگیر لہجے میں تڑخ کر بولی

"کچھ نہیں کر رہے میرے آنسو۔۔۔آپ کے ساتھ۔۔۔آپ بالکل پتھر ہیں۔۔۔کچھ نہیں پتا چلتا آپکو۔۔۔ورنہ میری محبت کبھی تو محسوس ہوتی آپکو۔۔۔آپ کے پاس مجھے دینے کو بس ایک ہی چیز ہے۔۔۔"وہ لمحہ بھر کو رُکی پھر آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی

"کو نین۔۔۔آپ فی الفور اپنی چیزیں لیں۔۔۔اماں رضیہ سے اپنا حساب کتاب کلیئر کریں اور میرے گھر سے چلی جائیں۔۔۔مجھے آپ کی سروسز کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میں دوبارہ آپکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا اپنے گھر میں۔۔۔ہر ہفتے دو ہفتے بعد بس یہی کہہ سکتے ہیں آپ مجھے۔۔۔میں جانتی ہوں۔۔۔آپکو نفرت ہے مجھ سے۔۔۔آپکو میری محبت کی ضرورت ہے نا مجھ سے کوئی سروکار۔۔۔میں آپ کے لئے ذرا سی بھی اہم نہیں ہوں۔۔۔ذرا سی بھی نہیں۔۔۔شاید میں کبھی کسی کے لئے اہم نہیں ہو سکتی۔۔۔"وہ بلکنے لگی تھی،سمیع چڑ کر اسکی جانب دیکھنے لگا۔

"ایسے بی ہیومت کریں کو نین۔۔۔خدارا مرے ہوئے کو مزید مت ماریں۔۔۔میں بچہ نہیں ہوں۔۔۔میں سمجھ سکتا ہوں سب۔۔۔سب نظر آتا ہے مجھے۔۔۔آپ کی آنکھیں جب میرے ارد گرد گھومتی رہتی ہیں۔۔۔مجھے سب محسوس ہوتا ہے۔۔۔اور جتنا محسوس ہوتا ہے اتنا ہی دُکھ ہوتا ہے۔۔۔بے حد دُکھ ہوتا ہے۔۔۔میں نے کب چاہا تھا کہ زندگی میں کسی کو اتنے دکھ دونگا۔۔۔لیکن پہلے شہرین اور اب آپ۔۔۔میں کسی کے لئے بھی خوشی کا باعث نہیں بن سکتا۔۔۔میں نے کہا نا میں بھی ابنارمل ہو چکا ہوں۔۔۔میں جس کے ساتھ رہوں گا اسے بھی ابنارمل کر دوں گا۔۔۔ادے صحیح کہتی ہیں۔۔۔میں واقعی منحوس ہوں۔۔۔میری زندگی میں جو بھی شامل ہوا۔۔۔اس کو تکلیف ہی ملی ہے مجھ سے۔۔۔آپ تو محسن ہیں میری۔۔۔اب آپکو بھی تکلیف دوں کیا۔۔۔آپ کو دکھ نہیں دینا چاہتا۔۔۔بہت احسان ہیں آپ کے میرے سر۔۔۔آپ کو دکھ دیا تو میرا اللہ مزید خفا ہو جائے گا مجھ سے۔۔۔پھر ایمن کے آگے آئیگا سب۔۔۔اپنی بچی کو آنسو نہیں دے سکتا میں۔۔۔اس لئے جہاں اتنے احسان کئے ہیں آپ نے۔۔۔وہاں یہ بھی کریں۔۔۔چھوڑ دیں ہمیں۔۔۔اپنے متعلق سوچیں۔۔۔اپنی زندگی جئیں۔۔۔آپ اپنا سامان پیک کر لیں۔۔۔ایمن کے اسکول جانے کے بعد ڈرائیور آپکو چھوڑ آئے گا"وہ اتنے دوٹوک انداز میں بولا اور پھر اٹھ کر دوبارہ سے باتھ روم میں چلا گیا۔

کو نین سے وہاں رُکا ہی نا گیا۔اس سے زیادہ کیا بے عزتی سہتی وہ۔۔۔وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور تیز تیز قدموں سے چلتی باہر نکل گئی تھی۔

سب ختم ہو گیا تھا۔

کبڑی جادو گرنی نے راپنزل کو ہی دھکا نہیں دیا تھا۔اس شہزادے کو بھی اندھا کر ڈالا تھا جس کی خاطر راپنزل نے اپنے اونچے لمبے قلعے کی کھڑکی سے چھلانگ لگائی تھی۔

"اب اندھا شہزادہ راپنزل کو زندگی بھر نہیں پہچان سکتا تھا۔

☆......☆......☆

"صوفیہ۔۔۔"کاشف نے پکارا تھا۔وہ سوئی تو نہیں تھیں لیکن غنودگی ذہن پر مکمل طور پر طاری ہوئی جا رہی تھی۔انکا دل نہیں چاہا کہ وہ کوئی جواب دیں سو وہ چپ چاپ لیٹی رہیں۔

"صوفیہ۔۔۔سو گئی ہو کیا" انہوں نے پھر پکارا تھا اور ساتھ ہی صوفیہ کو کندھے پر انکا لمس بھی محسوس ہوا۔انہیں کروٹ بدلنی پڑی

"بس یہی سمجھیں۔۔۔اگر آپ دو منٹ کے لئے بھی خاموش ہوئے تو میں نیند کی وادی میں اتر جاؤنگی" وہ نیم خوابیدہ لہجے میں بولی تھیں۔کاشف سرہانے کو بیڈ کے کراؤن سے لگائے بیٹھے تھے۔چہرے پر کچھ اُلجھن سی تھی صوفیہ کو ذرا حیرت بھی ہوئی۔وہ جاگ رہے ہوتے تھے تو ٹی وی یا موبائل میں مصروف ہوتے تھے۔اس طرح کسی بھی پریشانی میں گم بیٹھے رہنا انکی عادت نا تھی۔صوفیہ کی نیند اُڑ سی گئی۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"کیا بات ہے۔۔۔آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔۔؟ دل گھبرا رہا ہے کیا؟" وہ پریشانی بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔کثرتِ تمباکو نوشی کی وجہ سے ان کی طبیعت اکثر خراب ہو جایا کرتی تھی۔

"صوفیہ! یہ اظفر کیسا لڑکا ہے۔۔۔؟" انہوں نے بناء انکی جانب دیکھے سوال کیا تھا۔صوفیہ کو ان کے سوال پر بھی حیرت ہوئی

"یہ کیسا سوال ہے۔۔۔وہ آپکی بیٹی کا شوہر، آپکا داماد ہے۔۔۔آپکو نہیں پتا وہ کیسا لڑکا ہے" صوفیہ نے جواب دیا تھا

"تم سو جاؤ صوفیہ۔۔۔رات کے اس وقت طنز کرنے سے بہتر ہے تم سو ہی جاؤ" کاشف نے ایک نظر انکی جانب دیکھا تھا اور چڑ کر کہا تھا۔صوفیہ کو اس جواب کی توقع نہیں تھی

"میں طنز نہیں کر رہی۔۔۔میں تو حیران ہو رہی ہوں کہ آپکو یہ سوال کرنے کی ضرورت کیوں پڑی۔۔۔وہ گھر کا بچہ ہے۔۔۔داماد ہے ہمارا اچھا لڑکا ہے ظاہر ہے تب ہی تو آپ نے اپنی بیٹی کا ہاتھ دیا اس کے ہاتھ میں۔۔۔تمیز دار بھی ہے۔۔۔کھاتا کماتا بھی اچھا ہے۔۔۔ہماری بیٹی کا دَم بھرتا ہے۔۔۔ہماری عزت بھی کرتا ہے۔۔۔میں تو یہی کہوں گی کہ بہت اچھا لڑکا ہے" صوفیہ نے لہجے کو معتدل رکھتے ہوئے جواب دیا۔وہ جس طرح خفا ہو کر بولے تھے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کچھ پریشانی میں مبتلاء ہیں۔کاشف نے اپنا رُخ ذرا سا انکی جانب موڑا

"صوفیہ تمہیں نہیں لگتا کہ اظفر ہر وقت موبائل استعمال کرتا رہتا ہے۔۔۔بہت زیادہ استعمال۔۔۔جب دیکھو موبائل میں مگن

رہے گا۔۔نگاہیں ہمیشہ موبائل کی اسکرین پر مرکوز رکھے گا۔۔۔ چاہے بات کر رہا ہو یا کھانا کھا رہا ہو" صوفیہ کے چہرے پر پہلی بار طنزیہ سی مسکراہٹ چمکی تھی

" کاشف صاحب۔۔۔ یہ تو گھر گھر کی کہانی ہے۔۔۔ آجکل تو ہر شخص ہی یہی کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔۔۔ کچھ دن ہوئے آپا آئی ہوئی تھیں۔۔۔ وہ بھی اپنے بیٹوں کی یہی شکایت کر رہی تھیں کہ موبائل سے نظریں نہیں ہٹتیں ان کے بیٹوں کی۔۔۔ ہر وقت بس موبائل رہتا ہے ہاتھوں میں۔۔۔ اور پھر۔۔۔ آپ خود بھی تو خوب کھیلتے ہیں اس کھلونے کے ساتھ" صوفیہ کا مقصد انہیں تسلی دِلانا تھا کہ یہ عام سی بات ہے لہٰذا لہجے کو شوخ بنا کر بولی تھیں مگر آنکھوں میں چھپا طنزیہ تمسخر مکمل طور پر عیاں تھا۔

" میں تو گیم کھیلتا ہوں۔۔۔ گولیاں ٹافیاں توڑتا رہتا ہوں۔۔۔ اور کوئی مصروفیت بھی تو نہیں ہے اس عمر میں۔۔۔ وہ چڑ کر بولے تھے

" اظفر بھی گیم ہی کھیلتا ہوگا۔۔۔ اور وہ کیا لوگوں کے بچے اغوا کرتا رہتا ہے موبائل پر۔۔۔ عجیب باتیں کرتے ہیں آپ۔۔۔ آپکا مشغلہ۔۔۔ اسکا گناہ" صوفیہ بھی اب کی باران کے لہجے سے زچ ہو کر بولی تھیں

"تم سمجھ ہی نہیں رہی ہو میری بات۔۔۔ میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ ہیں۔۔۔" وہ کہتے کہتے لمحہ بھر کو چُپ ہوئے پھر گہری سانس بھر کر بولے۔

" مجھے اس لڑکے کے رنگ ڈھنگ ٹھیک نہیں لگتے۔۔۔ کچھ رنگین مزاج سا ہے۔۔۔ لاپرواہ بھی۔۔۔ زری کا خیال بھی نہیں رکھتا " کاشف نے دوبارہ سے کراؤن سے ٹیک لگائی تھی۔ وہ اپنی بات سمجھا نہیں پا رہے تھے۔ صوفیہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ چمکی لیکن وہ بولی شرارتی لہجے میں تھیں۔

" وہ تو آپ بھی ہیں۔۔۔ رنگین مزاج۔۔۔ اس عمر میں بھی بانکے سجیلے بنے پھرتے ہیں۔۔۔ وہ تو پھر جوان بچہ ہے کاشف صاحب"۔ ان کے چہرے پر بے انتہاء خفگی نمایاں ہوئی تھی۔

" ایک تو تم مجھے ہر بات میں گھسیٹ لیا کرو۔۔۔ غضب خدا کا میں اپنی پریشانی کا اظہار کر رہا ہوں اور تمہیں یہاں طنز و مزاح سے فرصت نہیں مل رہی۔۔۔ میری بیٹی کا ذرا خیال نہیں ہے اس شخص کو۔۔۔ وہ اسکی وجہ سے بھوکی بیٹھی رہتی ہے اور یہ محترم جانے کہاں کہاں گھومتے رہتے ہیں۔۔۔" وہ ناراض لہجے میں بولے تھے۔ وہ چاہ کر بھی صوفیہ کے سامنے کھل کر اپنے خدشات کا اظہار نہیں کر پا رہے تھے۔۔۔ انہیں اس درجہ سنجیدہ دیکھ کر صوفیہ بھی سنجیدہ ہوئیں پھر اپنی جگہ پر لیٹتی ہوئی بولیں۔

" آپ سو جائیں کاشف۔ خوامخواہ میں پریشان ہو رہے ہیں۔۔۔ جیسا آپ سوچ رہے ہیں، ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔ وہ جوان بچہ ہے۔۔۔ اس عمر میں ایسے ہی ہوتے ہیں لڑکے۔۔۔ پچاس سال والی ذمہ داری اب ستائیس اٹھائیس میں تو نہیں آئیگی نا۔۔۔ آپ باپ ہیں زری کے۔۔۔ جیسا خیال آپ رکھتے ہیں۔۔۔ ویسا وہ تو نہیں رکھ سکتا نا۔۔۔ آپ کو زری سے زیادہ ہی محبت ہے۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بلاوجہ وہمی ہو جاتے ہیں" صوفیہ نے انہیں سمجھایا تھا اور ساتھ ہی کروٹ بدل لی تھی۔ کاشف چند لمحے انکی پشت کی طرف دیکھتے رہے پھر انہوں نے سر جھٹکا تھا۔

"نہیں صوفیہ۔۔۔معاملہ اتنا سادہ نہیں ہے۔۔۔میری آنکھوں نے جو دیکھا وہ وہم نہیں ہو سکتا" انہوں نے سوچا تھا۔آج کی رات انہیں نیند نہیں آنے والی تھی۔

☆......☆......☆

"اپنے متعلق سوچیں۔۔۔اپنی زندگی جئیں" اس کا لہجہ کتنا سپاٹ تھا۔نینا کا دل جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن پلکیں ہر پانچ منٹ بعد بھاری ہو جاتی تھیں۔آنسوؤں کا بوجھ سنبھالنا مشکل ہوا جاتا تھا پھر وہ نا چاہتے ہوئے بھی رونے لگتی تھی۔پانچ منٹ رو لیتی تھی تو پھر غصہ آنے لگتا تھا۔بیڈ روم سے نکل کر آئی تھی تو انداز ایسا تھا کہ ساری دنیا کو آگ لگا کر سمیع رندھاوا کو بھی اس میں جھونک دے گی اور خود پاس بیٹھ کر تماشا دیکھے گی لیکن دس منٹ ایمن کے کمرے میں بیٹھ کر جلنے کڑھنے کے بعد اس پر عقدہ کھلا تھا کہ وہ یہ کبھی نہیں کر سکتی تھی۔وہ سمیع رندھاوا کو نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

"اپنی زندگی جئیں۔۔۔کیسے جئیوں اپنی زندگی۔۔۔آپ کے نام کا زنگ لگ چکا ہے میری زندگی کو۔۔۔اور زنگ اُترتے ہیں بھلا" وہ جلے بھُنے انداز میں سوچتی تھی۔سمیع کے تاثرات یاد آتے تھے تو دل چاہتا تھا کہ ابھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ یہاں سے بھاگ جائے لیکن دل میں اسکا جو مقام تھا وہ یہ بھی نہیں کرنے دے رہا تھا۔

"اپنی زندگی جئیں۔۔۔اونہہ اتنا آسان ہے کیا اپنی زندگی جینا۔۔۔اور اگر جی سکتی اپنی زندگی تو آپ کے حکم کا انتظار تھوڑی کر رہی ہوتی۔۔۔عرصہ پہلے سب چھوڑ چھاڑ آپکی اس سلطنت کو ٹھوکر مار کر جا چکی ہوتی۔۔۔لیکن قسمت خراب۔۔۔ایسا کر نہیں سکتی۔۔۔یا اللہ۔۔۔کیا اتنی گنہگار ہوں میں کہ مجھے ہر جگہ سے اسی طرح دھتکارا جائیگا۔۔۔ماں باپ ہیں تو وہ بھی شکل دیکھ کر راضی نہیں۔۔۔اور یہ جو آپ نے شوہر دیا ہے۔۔۔(گہری سانس۔۔۔ایک ساعت کا وقفہ) ہاں ٹھیک ہے میں نے ضد کر کے لیا تھا اس بدتمیز انسان کو۔۔۔لیکن یا اللہ اب میں محبت کرتی ہوں اس سے۔۔۔اس کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔۔۔(ایک اور گہری سانس۔۔۔ایک مزید ساعت کا وقفہ) ہاں ٹھیک ہے پیارے اللہ! آپکی خاطر تو کبھی کچھ نہیں کیا میں نے۔۔۔لیکن آپ کے ساتھ کوئی سودے بازی تو نہیں ہو سکتی نا۔۔۔آپ کی محبت تو ہر شرط سے بالاتر ہے۔۔۔تو پھر پلیز میری خاطر اس احمق شخص کو تھوڑی عقل دلائیں۔۔۔ایسے کون چھوڑتا ہے اپنی بیوی کو۔۔۔کیسے کہہ رہے تھے پلپلا سا منہ بنا کر۔۔۔میں واقعی منحوس ہوں۔۔۔اونہہ۔۔۔منحوس نہیں جناب! کم عقل ہیں آپ۔۔۔" بستر پر لیٹے لیٹے وہ جلے بجھے انداز میں بڑبڑاتی جا رہی تھی۔اسکا ذہن اتنا لاچار تھا کہ سوچیں بھی بتر بتر سی ہوئی جا رہی تھیں۔

اگلا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیئے۔۔۔یہ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔کشتیاں اتنی بری طرح جل چکی تھیں کہ واپس پلٹنا بھی مشکل تھا اور واپس پلٹنے کی خواہش بھی کسے تھی۔

"یا اللہ۔۔۔میں نے کیا غلط کیا۔۔۔شادی ہی تو کی تھی۔۔۔ہاں ٹھیک ہے۔۔۔ضد کر کے کی تھی لیکن آپ سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ

یہ شادی کس لئے کی تھی میں نے۔۔۔اچھا میں مانتی ہوں کہ میری جذباتیت میرے اس فیصلے کا سب سے بڑا محرک تھی۔۔۔اور ایمن سے تو میں واقعی مخلص رہی ہوں یا اللہ!۔۔۔لیکن یہ فضول شخص جو اتنا مغرور بنا پھرتا ہے۔۔۔اس کی خاطر تو نہیں کی تھی نا۔۔لیکن میں اس شادی کو بچانا اسی شخص کی خاطر چاہتی ہوں۔۔۔آپ گواہ ہیں یا اللہ میں نے اس کے علاوہ کبھی کسی سے محبت نہیں کی۔۔۔اور اِس سے بھی تب کی جب میرا نکاح ہو چکا تھا اس سے۔۔۔کچھ غلط تو نہیں کیا۔۔۔تو پھر مجھے تو انعام ملنا چاہیئے۔۔۔سزا کی حقدار تو نہیں ہوں میں۔۔۔بس مجھے نہیں پتا یا اللہ۔۔۔مجھے اس مشکل سے نکالیں۔۔۔اس شخص کو سمجھائیں کہ مجھے کھوٹا سکہ سمجھ کر ہی سہی لیکن اپنی زندگی سے نکال باہر مت کرے۔۔۔اس کو احساس دلائیں اس کی بے عقلی کا یا اللہ۔۔۔یہ تو کوئی بات نا ہوئی۔۔۔بس مجھے نہیں پتا۔۔۔میں نہیں جاؤنگی اس گھر سے۔۔۔میں نہیں جاؤنگی۔۔۔کیا کیا نہیں کیا اس کی خاطر میں نے۔۔۔کھانا پکانا، صفائیاں کرنا، کپڑے دھونا، اور سب سے بڑھ کر چُپ رہنا۔۔۔تمیز سے بولنا۔۔۔ہر بات کے جواب میں "جی" "جی" کرنا۔۔۔ورنہ کو نین تو چُپ رہنا جانتی تھی نا۔۔۔بس اسی لئے سر چڑھ گئے ہیں محترم سمیع صاحب۔۔۔اسی بات کا انعام دے دیں مجھے یا اللہ کہ میں نے بدتمیزی کرنا چھوڑ دی ہے۔۔۔اب تو سب کی عزت کرنے لگی ہوں۔۔۔آپ کو تو پتا ہے میرا یا اللہ۔۔۔مجھے نہیں پتا بس۔۔۔مجھے کچھ نہیں پتا" اسکا دعائیں مانگنے کا بھی اپنا ہی انداز تھا۔اسی طرح بڑبڑاتے بڑبڑاتے جانے کب آنکھ لگ گئی تھی۔صبح معمول کے مطابق الارم پر ہی آنکھ کھلی تھی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ایک منٹ میں ہی رات والی سب باتیں یاد آ گئی تھیں۔دل پھر سے بوجھل ہونے لگا

"وضو کرتے ہوئے بھی سمیع کا چہرہ اور الفاظ آنکھوں اور سماعتوں میں گھومتے رہے۔ایک عرصے بعد نماز اس نے بہت ہی خشوع وخضوع سے ادا کی تھی۔

"یا اللہ۔۔۔میں کیا میری اوقات کیا۔۔۔پہلے بھی مجھ گنہگار کو آپ ہی نے سنبھالا ہے اور اب بھی میں پوری کی پوری آپ کے حوالے۔۔۔آپکو میرے لئے جو مناسب لگے، مجھے بس اُسی پر راضی کر دیجئے۔۔۔اگر تو میرے چلے جانے سے کوئی بھلائی مقصود ہے تو مجھے جانے کی ہمت عطا کیجئے۔۔۔ورنہ مجھے کوئی ایسی راہ سُجھا دیں جو میری مشکلات کو حل کر دیں۔۔۔آمین ثمہ آمین۔۔۔یا رب العالمین" ایسے دعا تو اس نے پہلے کبھی نا مانگی تھی۔دل کو ایسا سکون ملا جو شاید پہلے کبھی نا ملا تھا۔اس نے جائے نماز تہہ لگائی اور اطمینان سے ایمن کو جگانے لگی۔ذہن میں گردش تھی لیکن دل پرسکون تھا۔وہ سارا معاملہ اب اللہ کے حوالے کر چکی تھی۔اب جو بھی ہو جاتا اسے منظور تھا۔ایمن کا ہاتھ منہ دُھلا کر اسے یانیفارم پہناتے ہوئے اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوندا تھا

"ایمن۔۔۔آج آپ اسکول سے گھر نہیں آؤ گی۔۔۔بلکہ نانو کے گھر آؤ گی۔۔۔میں نے ڈرائیور انکل کو سمجھا دیا ہے۔۔۔ہم کچھ دن ان کے گھر رہیں گے۔۔۔زری خالہ کے بے بی کے پاس۔۔۔او کے" اس نے اسے سمجھایا تھا۔ایمن نے اسکا چہرہ دیکھا تھا اور پھر سر ہلا دیا تھا۔

☆......☆......☆

"تمہیں آ گئی بہن کی یاد۔۔۔؟" زری نے اسکو دیکھتے ہی کہا تھا۔وہ اپنا اور ایمن کا کچھ سامان جس میں کپڑے اور ایمن کی کتابیں وغیرہ شامل تھیں لے کر ایمن کے اسکول سے آنے سے پہلے وہاں آ گئی تھی۔ڈرائیور کو اس نے کہہ دیا تھا کہ آج ایمن کو اسکول سے میری امی کے گھر لے آنا اور کل سے پھر روزانہ پک اینڈ ڈراپ وہیں سے کیا کرنا۔اماں رضیہ کو اس نے بس یہی بتایا تھا کہ زری کی وجہ سے کچھ دن وہ اپنی امی کے گھر رہے گی۔گھر سے نکلتے ہوئے بھی اسکا دل پرسکون ہی تھا

"پہلے بھی جو کچھ ہوا،اس پر میرا اختیار کب تھا۔۔۔اور آئندہ بھی جو ہوگا۔میرے اختیار میں کب ہے۔۔۔میں اب بس اپنی اوقات میں رہونگی۔۔۔رب جانے اور اس کے کام"

گھر کے گیٹ سے نکلتے ہوئے اس نے ایک نظر اوپر اس کمرے کی بڑی سی کھڑکی پر ضرور ڈالی تھی جو سمیع کے کمرے میں کھلتی تھی۔ اس کے دل سے بس یہی صدا نکلی تھی۔اسی لئے جب وہ امی کے گھر پہنچی تو اس حالت میں نہیں تھی جس حالت میں وہ رات سوئی تھی۔اس نے راستے سے زری کا پسندیدہ چاکلیٹ فج کیک لیا تھا۔اس کی بیٹی کے لئے شاپنگ کی تھی۔اس کے پورے وجود سے اطمینان ٹپکنے لگا تھا۔زری کا طعنہ بھی اسے طعنہ نہیں لگا تھا۔

"یاد تو مرنے والوں کو کیا جاتا ہے۔۔۔تم تو ابھی تک زندہ ہو" اس نے بشاشت بھرے انداز میں جواب دیا تھا حالانکہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ امی اسے بغور دیکھ رہی ہیں۔

"ایمن کی ماں کیسی ہے۔۔۔کچھ بہتر ہوئی حالت۔۔۔میں نے آنا تھا اسے دیکھنے۔۔۔لیکن زری کی وجہ سے گھر سے نکلنا ہی نہیں ہوتا۔۔۔اب تم آ گئی ہو تو تمہارے ساتھ جاؤنگی ہاسپٹل" انہوں نے جیسے اس کے شکوہ کرنے سے پہلے ہی وضاحت کر دی تھی۔نینا نے انکی بات کے جواب میں بھی فقط سر ہی ہلا دیا تھا۔ایسا لگتا تھا کہ اس نے بہت عرصے بعد ایک دعا اتنے خلوص سے مانگی تھی جو فوراً قبول ہو گئی تھی۔ زندگی وہی تھی،حالات اور مسائل ویسے ہی تھے جیسے رات تھے۔۔۔لیکن خدا نے اس کے دل کو سکون کی دولت بخش دی تھی۔اس نے تحمل کرنا سیکھ لیا تھا۔اس نے اپنے آپکو اپنے خالق کے ہاتھ میں سونپ دیا تھا جس کی بناء پر اسکا وجود بالکل ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔اب کوئی کچھ بھی کہتا یا کرتا اسے پرواہ نہیں تھی۔

"میں ایمن کے لئے کیا بناؤں۔۔۔نوڈلز بنا دوں؟" امی اس کے چُپ رہنے پر دوبارہ بولی تھیں۔

"نہیں نہیں۔۔۔آپ آرام کریں۔۔۔میں خود بنا لونگی بلکہ مجھے بتائیں زری کے لئے کیا بنانا ہے۔۔۔میں اس کے نخرے اُٹھانے ہی تو آئی ہوں" وہ مسکرا کر بولی۔امی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ارے یار۔۔۔تم اس مصیبت کو بھی لے آئی ہو ساتھ۔۔۔اسے تو وہیں چھوڑ آتی۔۔۔رہے اپنے باپ کے ساتھ۔۔۔ایک تو میں تمہارے اس دُم چھلے سے بڑی عاجز ہوں" زری چڑ کر بولی تھی۔نینا نے اسکی جانب دیکھا۔ایمن کے معاملے میں وہ ابھی بھی جذباتی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ زری کو اس طرح کہنے پر ٹوکتی۔امی بولی تھیں

"زری تم کب عقل سیکھو گی۔۔۔وہ ایک چھوٹی بچی ہے۔۔۔وہ اپنی ماں کے ساتھ ہی رہے گی اور نینا اسکی ماں ہی ہے اب۔۔۔ تم جانتی ہی ہو وہ نینا کے بغیر نہیں رہتی۔۔۔اب نینا تمہاری خاطر یہاں آئی ہے تو بچی کو بینک میں تو جمع نہیں کروا کر آسکتی۔۔۔اور خبردار اس کے سامنے کچھ بھی الٹا سیدھا مت بولنا۔۔تم خود بھی اب ایک بیٹی کی ماں ہو۔۔۔سوچ سمجھ کر بولنا سیکھو" امی نے اسے گھر کا تھا۔اسے بُرا تو لگا مگر چُپ ہوگئی۔وہ اپنے گزشتہ بار کے رویے کی وجہ سے شرمندہ تھی اس لئے نینا کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی مگر اسے ایمن کبھی پسند نہیں رہی تھی لیکن وہ نینا کے آنے سے خوش تھی۔اس نے بھی آتے ہی زری کے کافی کام سنبھال لئے تھے۔اسکول کے بعد ایمن بھی وہیں آگئی تھی تو گھر میں مزید رونق ہوگئی۔وہ زری کی بیٹی کو دیکھ کر بے تحاشا خوش تھی۔اسکی بار بار تعریفیں کر رہی تھی کہ زری کا مزاج مزید اچھا ہوگیا۔ابا کے آنے کے بعد نینا اپنے کمرے میں ہی محدود رہی تھی لیکن پھر بھی پہلا دن اطمینان سے گزر گیا تھا۔اس سب کے دوران اسکا دھیان مسلسل اپنے موبائل فون کی جانب لگا رہا تھا کہ شاید سمیع فون کر کے اسے ڈانٹے گا کہ وہ ایمن کو کیوں لے کر گئی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا

"ایک فون تو کر ہی لیتا ہے انسان۔۔۔اور اللہ پاک کیسے شخص سے محبت کروا دی آپ نے مجھے۔انہیں تو اپنی بیٹی کا بھی احساس نہیں ہے"

یہ نیا مشغلہ ہاتھ لگا اس کے۔۔۔ساری زندگی دنیا بھر سے لڑتی جھگڑتی رہی تھی۔۔۔ذرا ذرا سی بات پر چلا کر اسمان سر پر اٹھا لینا اسکی عادت رہی تھی لیکن اب جا کر سمجھ میں آیا تھا کہ فرسٹریشن نکالنے کا سب سے بہتر طریقہ تو یہ تھا کہ ساری شکایتیں اللہ کے پاس رجسٹر کروا دو۔۔۔

"دعا سے بہتر انتقام کوئی نہیں ہوسکتا۔۔۔میں اللہ سے دعائیں کر کر کے دراصل آپ سے انتقام لے رہی ہوں سمیع رندھاوا" اس رات امی کے گھر اپنے بستر پر ایمن کے ساتھ سوتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے سوچا تھا۔

یہ اچھا انتقام تھا جس میں اسے مزا آرہا تھا

☆......☆......☆

"یہ ہے کون۔۔۔؟" مقبول حسن نے ان سے پوچھا تھا۔انہوں نے اپنے اس دیرینہ کسٹمر کو اظفر کے متعلق کچھ معلومات اکٹھی کرنے کی درخواست کی تھی۔مقبول حسن نے زندگی کا بڑا حصہ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں گزارا تھی۔ان کی کافی تعلقات تھے اِدھر اُدھر۔۔۔۔وہ ان کے شوروم سے اپنے گھر کے لئے کافی اپلائنسز وغیرہ لیتے رہتے تھے۔ان کی بیٹی کا جہیز بھی سارا انہی کے شوروم سے گیا تھا۔کاشف نثار کو اپنے ہی داماد کے متعلق انکوائری کرنے کے لئے وہی ایک بہتر شخص نظر آئے کہ ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری نا تھی۔وہ انکی بات کو صیغہ راز میں رکھ سکتے تھے۔اسی لئے انہوں نے ان سے درخواست کی تھی۔

"ادراصل یہ میرے ایک بہت عزیز دوست کے داماد ہیں۔۔۔وہ کچھ شکوک کا شکار ہیں۔۔۔نہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس

لڑکے کے متعلق معلومات اکٹھی کروں۔۔۔مجھے آپ اس کام کے لئے بہترین نظر آتے ہیں۔۔۔ایسے کام اب انسان ہرایرے غیرے سے نہیں کہہ سکتا۔۔معاملہ ذرانازک ہے۔۔۔آپ یوں سمجھیں میرے گھر کا معاملہ ہے۔۔۔یہ کام کردیں پلیز۔۔۔میرے دوست کافی پریشان ہیں" انہوں نے درخواست کی تھی۔رشتہ کرتے وقت توانہوں نے ہر بات کادھیان رکھا تھا۔جاب،گھربار،دوست احباب سب معلومات حاصل کی تھیں لیکن یہ خیال توذہن میں نہیں آیا تھا۔ان کے لئے تو اتنا کافی تھا کہ ان کی حسین وجمیل بیٹی اس شخص کو پسند کرتی تھی۔اوروہ دیکھنے میں کافی خوشحال اور خوش شکل تھا لیکن اب انہیں لگ رہا تھا کہ انہوں نے عجلت کامظاہرہ کیا۔مقبول حسن نے انہیں تسلی دی تھی

"کاشف صاحب۔۔۔آپ مجھے بس اسکافون نمبر دے دیں۔۔۔باقی میں جانوں اور میرا کام۔۔۔آپ مجھ پر چھوڑ دیں یہ معاملہ۔۔۔دودن میں سب پتا کروادوں گا آپکو"

دودن بعد جب وہ دوبارہ ملے تھے تو مقبول صاحب کی رپورٹ کافی اطمینان بخش تھی۔

"اچھالڑکا ہے کاشف صاحب۔۔۔دیانتدار ہے۔۔۔ذمہ داری سے کام کرتا ہے۔۔۔کسی نے کوئی شکایت نہیں کی۔۔۔رویہ بھی دوستانہ سا ہے۔۔۔مل جل کر رہنے والا انسان ہے۔۔۔حلقہء احباب کافی وسیع ہے۔۔۔دوستوں کا دوست ہے۔۔۔میں نے اسکے آفس سے سب معلومات نکلوالی ہیں۔۔۔کوئی پولیس ریکارڈ وغیرہ بھی نہیں ہے۔۔۔اپنے دوست کو بولیں بلاوجہ وہم کا شکار نا ہوں۔۔۔۔سب ٹھیک ہے" وہ عام سے انداز میں بولے تھے۔کاشف چند لمحے انکا چہرہ دیکھتے رہے پھر دھیمی سی آواز میں بولے۔

"سنا ہے آفس کی خواتین میں بہت مقبول ہے؟"مقبول حسن ہنسے تھے۔

"ارے یہ تو اچھی بات ہے نا۔۔۔جو خواتین میں مقبول ہوتا ہے۔۔۔وہ تو بہترین انسان ہوتا ہے۔۔۔کوئی کسی قابل ہوتا ہے تو اسکی تعریف ہوتی ہے۔۔۔تب ہی وہ مقبول ہوتا ہے۔۔۔اور پھر عورت کسی مرد کی تعریف کردے تو اس سے تو مرد کی شان بڑھتی ہے" انہوں نے کاشف کی بات کو سنجیدگی سے نہیں سنا تھا۔

"نہیں۔۔۔میرا مطلب تھا کوئی افیئر وغیرہ تو نہیں۔۔۔سنا ہے کافی دل پھینک ہیں حضرت" کاشف نے بالا آخر کہہ ڈالا تھا۔مقبول حسن نے قہقہہ لگایا۔

"وہ تو میں بھی ہوں۔۔۔آپ نہیں ہیں کیا۔۔۔؟" کاشف نثار کے چہرے کا رنگ اُڑ سا گیا تھا۔مقبول حسین مذاق کر رہے تھے۔

"جوان بچہ ہے۔۔۔اس عمر میں افیئر نہیں ہوگا تو کس عُمر میں افیئر ہوگا۔۔۔وہ تو آجکل سب مردوں کے ہوتے ہیں۔۔۔آپکا کوئی افیئر نہیں ہے کیا۔۔۔؟" وہ ہنستے ہوئے انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں ٹٹول رہے تھے۔کاشف چُپ سے رہ گئے۔ایک سال ہی تو گزرا تھا ان کے گزشتہ افیئر کو۔۔۔اچھا بھلا انکی کزن ان پر مہربان تھی۔۔۔صوفیہ کے مشکوک ہونے کے باوجود انکا وقت اچھا گزر رہا تھا مگر پھر نیلم (وہ انہیں پیار سے نیلم ہی بلاتے تھے) نے ان سے شادی کی فرمائشیں شروع کردی تھیں۔۔۔نا صرف شادی کی بلکہ وہ کسی پوش علاقے میں

ذاتی گھر کا بھی مطالبہ کرنے لگی تھیں۔روز روز کی فرمائشوں سے تنگ آ کر کاشف نے ان سے قطع تعلق کر لیا تھا۔یہ زیادہ پرانی بات تو نہیں تھی

"اپنے دوست کو سمجھائیں ایسی باتوں پر پریشان نہیں ہوتے۔۔۔اگر تو یہ لڑکا ان کی بیٹی کو خوش رکھ رہا ہے۔۔۔بچی اپنے گھر سکون سے رہ رہی ہے تو اسکا گھر برباد نا کریں۔۔۔اچھے رشتے روز روز نہیں ملتے۔۔۔اور ویسے بھی آجکل "گرل فرینڈ" کوئی مسئلہ نہیں بلکہ گھر کی پریشانیوں سے دور رہنے کا نسخہ ہے۔۔۔سوشل میڈیا پر لاکھوں ایسے نسخے دستیاب ہیں۔۔۔ایک آدھ گرل فرینڈ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔آپ نے میں نے بھی تو جوانی ایسے ہی گزاری ہے۔۔۔ایسی ذرا ذرا سی بات پر کون طلاق لیتا ہے" مقبول حسن نے ناک سے مکھی اُڑانے والے انداز میں کہا تھا۔کاشف نثار کو لگا کسی نے ان کے منہ پر تھپڑ دے مارا ہے۔

"وہ بھی تو ایسی ہی باتیں اسی انداز میں کیا کرتے تھے۔صوفیہ کو کتنی ہی بار یہ کہہ کر مطمئن کیا تھا انہوں نے کہ۔۔۔ایسی" ذرا ذرا" سی بات پر گھر برباد نہیں کرنا چاہیئے لیکن اب جب اپنی بیٹی کا معاملہ درپیش تھا تو انکا بس نہیں چل رہا تھا کہ اظفر کو ایک کی چار سنا ڈالیں۔۔۔لیکن اس کے ساتھ رشتہ ہی ایسا تھا کہ چاہتے ہوئے بھی وہ فوراً کچھ نہیں کر پا رہے تھے مگر انکا دل بے حد بے چین تھا

☆......☆......☆

"تم واقعی جا رہی ہو؟" اس نے زری سے پوچھا تھا جو نہایت نزاکت سے اپنا سامان سمیٹنے میں مگن تھی۔اس کے آپریشن کو بیس دن گُزر چکے تھے۔اسے ابھی جھک کر کام کرنے میں کافی مشکل کا سامنا تھا۔منال (بچی) کو اکیلے سنبھالنا بھی اس اکیلی کے بس کا روگ نہیں تھا لیکن اس نے واپس اپنے گھر جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

"ہاں۔۔۔بہت رہ لیا امی کے گھر۔۔۔اظفر کہتا ہے بس اب واپس آجاؤ۔۔۔میں بہت اداس ہو گیا ہوں" وہ قطعیت سے بولی تھی۔

"ابھی کچھ دن اور رہ لو زری۔۔۔تم سے نہیں سنبھالا جائیگا سب۔۔۔بہت مشکل ہے یہ سب" اس نے رسانیت سے اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ اس کی جانب دیکھے بناء اپنے کام میں مگن رہی۔

"اوہو۔۔۔تم لوگوں نے کیا مشکل کی رَٹ لگا رکھی ہے۔۔۔امی بھی یہی کہتی چلی جا رہی ہیں۔۔۔اتنا بھی مشکل نہیں ہوتا اب۔۔۔اور پھر سب ہی کر لیتی ہیں۔۔۔میں بھی کر لونگی۔۔۔اظفر کہتا ہے۔۔۔آنٹی کو بلوا لیں گے" نینا اسکی پشت کی جانب دیکھتی رہی۔وہ بہت ضدی ہو گئی تھی۔ہر بات سے انکار کرنے کا، ہر بات میں تنقید کرنے کا ایک نیا ہی پہلو نکالنے لگی تھی وہ۔۔۔امی نے اسے سمجھانے کی کافی کوشش کی تھی لیکن وہ تہیہ کر چکی تھی کہ اسے واپس جانا ہے اور اب وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں تھی۔

"اپنا گھر اپنا ہی ہوتا ہے۔۔۔اور شادی کے بعد ماں باپ کا گھر کبھی اپنا نہیں ہوتا۔۔۔امی کا رویہ دیکھ رہی ہو نا تم۔۔۔بیس دن نہیں سنبھال سکیں بیٹی کو۔۔۔وہ ہر وقت مجھ سے اور اظفر سے اکتائی رہتی ہیں۔اسی لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنے گھر واپس جانا ہی بہتر ہے" وہ سابقہ انداز میں بولی تھی۔

نینا نے اسکا چہرہ دیکھا۔وہ کچھ خفا سی لگتی تھی۔

ایسا نہیں ہے زری۔۔۔وہ اکتائی ہوئی نہیں رہتیں۔۔۔بس ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے ذرا خفا جلدی ہو جاتی ہیں۔۔۔لیکن یہ ان کی عُمر کا تقاضا ہے۔۔۔تم کیوں محسوس کرتی ہو" اس نے اسے محبت سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"تم تو ایسے ہی کہو گی نینا۔۔۔کیونکہ تمہارے ساتھ انکا رویہ بہت اچھا ہے۔۔۔۔اور اسکی وجہ یہ ہے کہ تم امیر ہو۔۔۔بہت پیسہ ہے تمہارے شوہر کے پاس۔۔۔آجکل رشتے بس روپے پیسے کے محتاج ہیں۔۔۔امی مجھے اہمیت دیتیں ہیں نا اظفر کو۔۔۔کیونکہ ہمارے پاس اتنی دولت نہیں ہے جتنی تمہارے پاس ہے" وہ چڑ کر بولی تھی۔نینا چُپ کی چُپ رہ گئی۔زری غلط سوچ رہی تھی۔

اس کی اور امی کی اب بہت نوک جھونک رہنے لگی تھی حالانکہ پہلے ایسا نہیں تھا۔زری کی شخصیت میں بہت تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ وہ بلاوجہ ہر بات میں ناراضی کا پہلو تلاش کرتی رہتی تھی۔ہر بات میں مین میخ نکالنا، ہر چیز کو ناپسند کرنا اس کا محبوب مشغلہ ہو چلا تھا۔اس کو امی کی اور امی کو اسکی ہر بات پر اعتراض رہنے لگا تھا۔امی اگر اسکے لئے کچھ بناتی تھیں تو وہ اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔

"یہ کیا بنا لیا ہے آپ نے۔۔۔آلو مٹر۔۔۔یہ کون بناتا ہے امی۔۔۔اس سالن کی تو شکل دیکھ کر ہی انسان خود کو غریب سمجھنے لگتا ہے۔۔۔تو یہ اب اظفر کے سامنے مت رکھ دیجئے گا یہ غریب مسکین سی ڈش" وہ چڑ کر کہتی تھی تو امی کو برا لگ جاتا تھا لیکن وہ خاموش رہتی تھیں۔

اس کے علاوہ امی منال کے لئے کچھ لاتی تھیں تو وہ اس میں بھی کیڑے نکال دیا کرتی تھی۔

"اُف ف۔۔۔یہ دو سو روپے کا فراک کیوں لے آئیں۔۔۔اتنا رف کپڑا ہے اس کا۔۔۔چُبھنے والا۔۔۔منال کی اسکن تو پہلے ہی اتنی حساس ہے۔۔۔نشان پڑ جائیں گے اس کے جسم پر۔۔۔ایسے کپڑے میں اپنے گھر لے کر گئی تو اظفر نے اٹھا کر باہر پھینک دینے ہیں۔۔۔امی آپکو کیوں سمجھ میں نہیں آتیں ایسی باتیں"

وہ چیزوں کو ان کی قیمت کے حساب سے جانچتی پرکھتی رہتی تھی۔اسکی اپنی پسند ناپسند جیسے بالکل ختم ہو کر رہ گئی تھی۔جو اظفر کو پسند تھا وہی اسے پسند تھا۔۔اور جو اظفر کو ناپسند تھا، وہ اسے بھی ناپسند تھا۔امی کو یہ باتیں اچھی نہیں لگتی تھیں اور گزشتہ بیس دنوں میں وہ کئی بار نینا کے سامنے زری کی ان عادات پر پریشانی کا اظہار کر چکی تھیں۔

"یہ تمہاری بہن کا دماغ اُلٹ چکا ہے۔۔۔اسکو دس روپے کا ازار بند اٹھا کر دے دو اور کہو کہ دو ہزار روپے کا میٹرو (مال) سے لائے ہیں تو یہ اسے سینے سے لگا کر رکھ لیں گی۔۔۔اور دو ہزار کا فراک یہ پیچھے گلی میں فاروق بے بی مارٹ سے لا دو تو کہے گی۔۔۔اٹھا کر پھینکو اس غلیظ چیز کو۔۔۔غضب خدا کا اب کیا ہر چیز روپے پیسے سے تولا کرے گی یہ لڑکی" وہ ناراض سی ہو جاتی تھیں۔اسی لئے دونوں کی نوک جھونک بھی زیادہ ہو جاتی تھی جبکہ نینا نے محسوس کیا تھا کہ وہ اس سے خوش رہتی تھیں۔انہوں نے اشاروں اشاروں میں اس کی اس احساسِ ذمہ داری کی تعریف بھی کی تھی۔نینا نے آتے ہی سب کچھ بہت خوش اسلوبی سے سنبھال بھی لیا تھا جو کہ اس کی عادت کے بالکل برخلاف تھا۔

وہ روزانہ زری کا اسپیشل سا ناشتہ بناتی تھی پھر ایمن کو اسکول کے لئے تیار کر کے بھیجتی تھی۔امی ابا کے لئے ناشتہ بھی بناء ان کے کہے بنا دیتی تھی۔زری کے لئے مخصوص قسم کے کھانے،اسکی بچی کا خیال رکھنا۔۔۔اس کے کپڑے دھونا۔۔۔رات کو اسکے رونے کی آواز سن کر اٹھ کر اسکے جھولے کو جھلاتے ہوئے سلا دینا۔۔۔وہ ہر کام ایسے کر رہی تھی جیسے یہ سب اسکا ہی فرض ہو۔۔۔ان سب کاموں کے درمیان بس وہ خلوصِ دل سے دعائیں کرنا نا بھولتی تھی کیونکہ ایک ہفتے میں اسکی توقع کے باوجود سمیع نے اسے ایک بار بھی کال نہیں کی تھی۔وہ اس کا گھر چھوڑتے وہئے اس کے کپڑوں کی الماری بے ترتیب کر آئی تھی،ساری پرفیوم کی شیشیاں غائب کر آئی تھی،موزے جو جوڑوں کی شکل میں سلیقے سے جما کر دراز میں رکھے ہوتے تھے ان سب کو بے ترتیب کر کے رکھ آئی تھی۔حتیٰ کہ اس نے اس کے کمرے میں موجود ہیر برش بھی چھپا کر رکھ دیا تھا۔اسی وجہ سے اسے امید تھی کہ سمیع ایک ہی دن میں اس کو یاد کرتے ہوئے کال ضرور کرلے گا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔اس شخص کو تو اپنی بیٹی کی یاد بھی نہیں آئی تھی۔دوسری جانب اسکی امی کے گھر میں حالات کافی بہتر ہو گئے تھے۔اسکا اور امی کا رشتہ پہلے کی نسبت مضبوط ہونے لگا تھا۔

قسمت مہربان ہونے لگتی ہے،مقدر بدلنے لگتا ہے،مشکلیں آسان ہو جایا کرتی ہیں اور نصیب روشن ہونے لگتے ہیں لیکن تب تک دل کی "طلب" بدل چکی ہوتی ہے۔

نینا کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔اسے ہمیشہ یہی آس رہتی تھی کہ امی کا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہو جائے جیسا کہ ان کا زری کے ساتھ ہے۔وہ ان کے ساتھ جھگڑے کرنا چھوڑ دے۔۔۔ابا کی نفرت میں ان کو حصہ دار بنانا چھوڑ دے۔۔۔لیکن پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔اب ایسا ہو رہا تھا۔۔۔لیکن اب اسے بے چینی تھی تو بس یہ کہ وہ شخص جسے وہ چاہتی تھی،اسکا نصیب بن رہا ہے۔

اسکا دن گزر جایا کرتا تھا لیکن رات کو فراغت میں اسے یہی خدشہ ستاتا رہتا تھا کہ سمیع اسے چھوڑ نا دے۔

"سمیع مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے نا۔۔۔یا اللہ۔۔۔آپ دیکھ رہے ہیں نا۔۔۔کتنے بدتمیز آدمی ثابت ہو رہے ہیں سمیع۔۔۔" وہ اللہ سے خود کلامیاں کرتی رہتی تھیں اور پرسکون رہتی تھی۔

دیٹس ناٹ فیئر یا اللہ۔۔۔سمیع کو میرا خیال ہی نہیں آتا۔۔۔اس کے باوجود مجھے انکا خیال رہتا ہے۔۔۔دیٹس ناٹ فیئر یا اللہ۔۔۔دیٹس ناٹ فیئر۔۔۔وہ مجھے ایک کال بھی نا کریں اور یہاں میرا دل بے چین ہوا جا رہا ہے۔۔۔اگر انہوں نے مجھے آج بھی کال نا کی تو میں خود کال کرلونگی۔۔۔" وہ رات کو تکئے میں منہ دئے بس اللہ سے باتیں کرتی تھی۔

"یا اللہ یہ اچھی بات نہیں ہے۔۔۔اتنا مغرور بھی نہیں ہونا چاہیئے اب انسان کو۔۔۔سمیع نے آج بھی کال نہیں کی۔۔۔بڑے ہی بدتمیز انسان سے محبت کی ہے میں نے۔۔۔یا اللہ آپ میرا دل بدل دیں بس۔۔۔یہ تو کوئی بات نا ہوئی۔۔۔میں کیوں خوار ہوتی رہوں ایسے۔۔۔بس آپ میرا دل بدل دیں۔۔۔میری دعائیں کب قبول ہونگی" وہ روز دعا کرتی تھی۔اسے خبر بھی نہیں تھی کہ اسکی دعائیں کیسے قبول

ہو رہی تھیں۔ایسا پہلے کب ہوا تھا کہ امی نے زری پر اسے ترجیح دی ہو۔اسکی تعریف کی ہو لیکن اب ایسا ہو رہا تھا۔

وہ اپنی "ذات" میں اتنی مگن رہنے لگی تھی کہ اسے احساس نہیں ہوا تھا کہ زری کے بدلتے رویے کا اصل محرک کچھ "اور" بھی ہو سکتا ہے



روشنی یکدم اس کے چہرے پر پڑی تھی۔اسے لگا اسکا پورا چہرہ جیسے روشنی کی وجہ سے زرد ہو گیا ہے۔اس نے آنکھیں کھولنی چاہی تھیں لیکن روشنی اتنی زیادہ تھی کہ اس سے آنکھیں کھولی نا جا سکیں۔اس نے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی تھی کہ وہ آنکھیں پٹپٹا کر ہی سہی لیکن ایک بار ضرور کھولے۔وہ دنیا کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی۔۔وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔۔لیکن بھرپور کوشش کے باوجود اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس سے اپنی پلکیں ایک سیکنڈ کے لئے بھی اوپر کی جانب اٹھائی نا جاتی تھیں۔اسے یہ بھی احساس ہوا کہ اس کے پاس بہت سے لوگ ہیں،وہ انہیں انکی آوازوں سے پہچان رہی تھی۔وہاں ادے تھیں۔۔بابا ان کے ساتھ بیٹھے تھے۔۔گل مینے کہیں بائیں جانب کھڑی مسلسل اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔وہاں اس کے بھائی بھی تھے۔ان کے پہلو میں اسکی بھابیاں بھی تھیں۔اسے ان سب کو وہاں محسوس کر کے اچھا لگا۔وہ جانتی تھی وہاں سمیع بھی ہے۔۔جو ان سب کی موجودگی کی وجہ سے چپ ہے لیکن وہ جانتی تھی جب سب چلے جائیں گے تو وہ اس سے باتیں کرنے لگے گا۔اس سے پہلے بھی وہ اکثر اس کے ہاتھوں کے لمس کو اپنے چہرے پر محسوس کرتی تھی۔وہ سب اس کے پیارے تھے۔اسے محسوس ہوتا تھا وہ سب اسے مسلسل بلاتے ہیں،جگاتے ہیں،اسے پچکارتے ہیں اور اسے پلٹ آنے کی منتیں کرتے ہیں۔وہ انہیں دیکھتی تھی اور اسکا دل ڈوبنے لگتا تھا۔وہ انہیں سمجھانا چاہتی تھی لیکن اس سے اپنے کسی عضو کو حرکت نا دی جاتی تھی۔وہ چیخ کر ان سے مخاطب ہونا چاہتی تھی لیکن زبان ہلانا تو دور کی بات ہے وہ تو سانس کی نالی کو بھی ٹھیک سے استعمال نا کر پا رہی تھی۔سانس لینے کی کوشش کرتی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے حلق میں پہاڑ جتنے بڑے بڑے پتھر اٹک چکے ہیں۔وہ بولنے کی کوشش کرتی تھی تو لگتا تھا جیسے اس کے سینے پر کسی نے دباؤ ڈال رکھا ہو۔وہ بولنا چاہتی تھی،اٹھ کر بیٹھنا چاہتی تھی،ان سب سے مخاطب ہونا چاہتی تھی۔

انہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔۔اب اسے درد نہیں ہو رہا۔۔لیکن یہ سب وہ کہہ نہیں پاتی تھی اور اگر ہمت کر کے وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کچھ بتاتی بھی تھی تو کوئی سمجھ نا پاتا تھا۔اس نے چند ایک بار پھر کوشش کر کے دیکھا تھا مگر اسکی پلکیں اوپر اٹھتی تھیں نا ہی اسکی زبان میں جنبش ہوتی تھی۔اس نے تھک ہار کر یہ کوشش تے رک کر دی تھی پھر اس نے اپنی سماعتیں آنے والی آوازوں کی جانب مبذول کر لی تھیں۔وہ سب باتیں کرتے جا رہے تھے۔وہ ان سب کو ان کی آوازوں کی وجہ سے شناخت کر رہی تھی لیکن جس آواز کو وہ سننا چاہتی تھی،وہ اسے سنائی نہیں دے رہی تھی۔۔اس نے اپنی ساری ہمت مجتمع کر کے سُننا چاہا کہ کیا وہ وہاں موجود ہے لیکن اسے مطلوبہ آواز سنائی نا دی تھی۔وہ ایک دم بے چین ہو اٹھی۔۔

"کونین۔۔کہاں ہو تم۔۔تم یہاں کیوں نہیں ہو میرے پاس۔۔اور اگر تم یہاں نہیں ہو تو میری ایمن کہاں ہے۔۔میری

ایمن کو کہاں چھوڑ دیا ہے تم نے۔۔۔کونین۔۔۔"

☆......☆......☆

"باجی! صاحب نے بولا ہے ایمن بٹیا کو آج واپسی پر گھر لے کر آنا ہے" ڈرائیور جب ایمن کو اسکول کے لئے لینے آیا تو اس نے نینا کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ایمن کو۔۔؟" اس نے ایمن کو گاڑی میں بٹھایا اور پھر اس کی جانب دیکھ کر پوچھا تھا کہ شاید سمیع نے کوئی اور پیغام بھی دیا ہو۔

اس نے سر ہلایا۔ نینا کے دل کو شدید دھچکا لگا تھا۔

"انہوں نے صرف ایمن کو لانے کے لئے بولا ؟" اس نے بدقت یہ جملہ ادا کیا تھا۔ ڈرائیور نے ایک دفعہ پھر سر ہلایا اور گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔ نینا کا دل ابھی ایک دھچکے سے نہیں سنبھلا تھا کہ وہ مزید بولا

"وہ دراصل باجی۔۔۔شہرین باجی کی طبیعت کافی خراب ہے نا۔۔۔ڈاکٹرز نے جواب دے دیا ہے۔۔۔" اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے اسے اطلاع دی تھی۔ نینا کو یہ بات سُن کر بھی دُکھ ہوا لیکن یہ بات تو ڈاکٹر بہت پہلے ہی بتا چکے تھے۔ وہ سب ذہنی طور پر تیار تھے لیکن نینا کو اس بات کا بھی دُکھ تھا کہ سمیع اسے بھی شہرین سے ملنے کے لئے تو بلوا سکتا تھا۔ حالات اتنے سنگین تھے، کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ وہ ایک بار بھی شہرین کو دیکھنے نا جا سکی تھی۔ اسکا دل چاہتا تھا وہ ایک بار ضرور جائے لیکن جانے کیوں اب اسے وہاں جاتے ہوئے بھی خوف آتا تھا۔ شہرین کی ادے اس کے بستر کے پاس بیٹھ کر نینا کو جھولی بھر بھر کر بددعائیں دیتی تھیں۔ اس سے ان بددعاؤں کا بوجھ سنبھالا نا جاتا تھا

"میری قسمت ہی خراب ہے۔۔۔اور ہمیشہ خراب ہی رہے گی" اس نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے سوچا تھا۔ آنسو آنکھوں سے ٹپکنے لگے تھے۔

"دل شہرین کے لئے بھی پریشان تھا اور یہ سوچ کر مزید بوجھل ہوا جا رہا تھا کہ اگر سمیع کو ان حالات میں اسکی ضرورت نہیں تھی تو پھر اسکی ضرورت کبھی نہیں ہو سکتی تھی۔

"وہ ان چاہی تھی اور اسے ان چاہا ہی رہنا تھا" اس نے بمشکل سیڑھیاں عبور کی تھیں اور اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ زری ایک دن پہلے ہی واپس گئی تھی۔ ابا نے اسے روکنا چاہا تھا، امی کو اس کے سامنے ان کے رویے پر ڈانٹا تھا اور اسے مزید کچھ دن رہنے کے لئے بھی کہا تھا لیکن اس نے انکی بات بھی نہیں مانی تھی اور واپس چلی گئی تھی۔ اس وجہ سے گھر کے حالات کچھ کشیدہ تھے اور دل کی حالت کشیدہ ترین تھی۔ وہ چُپ چاپ اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ وہ شہرین کو دیکھنا چاہتی تھی، گھر واپس جانا چاہتی تھی لیکن اسے ہتک بھی محسوس ہوتی تھی۔ وہ شخص اگر اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے دروازے سے نکال باہر کرتا تو کیا عزت رہ جاتی۔

"محبت کی ہے آپ سے۔۔۔کوئی کاروبار تو نہیں کہ تذلیل کروا کر بھی کچھ حاصل ہونے کی خوشی ہو" اس نے سوچا تھا۔ آنکھیں مسلسل

بہہ رہی تھیں۔

"ایمن کا کیا قصور ہے کہ اس بچی کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا جائے۔۔۔کیا پتا اسکی ماں کی کتنی خواہش ہو اپنی بچی کو دیکھنے کی ۔۔۔میں اسے واپس بھیج دونگی۔۔۔بچی ہے کچھ دن روئے گی۔۔۔پھر سنبھل جائیگی۔۔۔سب ہی سنبھل جایا کرتے ہیں۔۔۔میں بھی سنبھل جاؤنگی۔۔۔ہاں واقعی سب ہی سنبھل جایا کرتے ہیں۔۔۔سب ہی۔۔۔آپکی مرضی اللہ پاک۔۔۔آپ سے بڑھ کر اپنا اچھا نہیں سوچ سکتی میں ۔۔۔آپ نے میرے لئے اچھا ہی سوچا ہوگا۔۔۔بے شک۔۔۔" وہ خود کلامی تو کر رہی تھی مگر آنکھوں سے بے تحاشا آنسو ٹپک رہے تھے۔

اس نے ایمن کی چیزیں سمیٹنی شروع کر دی تھیں۔

☆......☆......☆

"ہماری وجہ سے کچھ رونق تھی۔۔۔اب تو بالکل سناٹا ہو گیا ہے گھر میں۔۔۔" اس روز زری نے کہا تھا وہ ایک ہفتہ اپنے گھر رہنے کے بعد دوبارہ ویک اینڈ پر منال کو امی ابا سے ملوانے لائی تھی۔نینا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا مگر بولی کچھ نہیں۔زری بہت کمزور ہو گئی تھی۔وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی اور اب سامنے بیٹھی جانے کیا سوچ رہی تھی۔ایمن کو واپس گئے آٹھ دن اور چھ گھنٹے ہو چکے تھے اور اس دوران سمیع نے اسے ایک بار بھی کال کی تھی نا ہی اس ان کی جانب سے کوئی دوسری اطلاع موصول ہوئی تھی۔

"تم نے غور کیا ابا بھی بہت خاموش رہنے لگے ہیں۔۔۔" زری نے منال کو کچھ دیر پہلے ہی سلایا تھا اور اب جیسے وہ باتیں کرنا چاہتی تھی۔نینا نے ایک دفعہ پھر اسکی جانب دیکھا۔اسکا بات کرنے کا بالکل بھی دل نہیں تھا لیکن بہن کی خاطر اس نے سر ہلا کر اس کی بات میں دلچسپی لی تھی۔

"تم اتنی چُپ چُپ کیوں ہو۔۔۔؟واپس کب جاؤ گی؟" زری نے پوچھا تھا۔نینا کا دل چاہا اس کے شانوں پر سر رکھے اور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے۔ایک یہ کام تھا جو اس نے کبھی کسی کے سامنے نہیں کیا تھا۔

"نینا تم میری بہن ہو۔۔۔ایک مشورہ ضرور دونگی تمہیں کہ اتنے اتنے دن اپنا گھر چھوڑ کر امی کی طرف مت رہا کرو۔۔۔گھر ٹوٹ جاتے ہیں ایسے۔۔۔" وہ بجھے ہوئے انداز میں بولی تھی۔نینا نے اس کی جملے میں چھپے اصل مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔

"مرد کو اکیلا چھوڑنا عورت کی سب سے بڑی بیوقوفی ہوتی ہے۔۔۔مرد تو ویسے بھی پرندہ ہوتا ہے۔۔۔اسے جگہ جگہ اُڑنے اور اِدھر اُدھر چونچ مارنے کی عادت ہوتی ہے۔۔۔گھر میں بیوی نا ہو تو وہ زیادہ شُتر بے مہار ہو جاتے ہیں۔۔۔" زری کا لہجہ بالکل ٹوٹا ہوا تھا۔اس سے بات بھی مکمل نا کی گئی تھی۔نینا نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ پہلے بھی اسے نصیحتیں کیا کرتی تھی لیکن ایسا ٹوٹا ہوا لہجہ تو پہلے کبھی نا سنا تھا اسکا نینا نے۔۔۔بہن کے لئے ممتا بھری ساری حسیات جیسے جاگ گئیں اسکی

"کیا ہوا زری۔۔۔سب ٹھیک ہے نا۔۔۔اتنی اداس کیوں لگ رہی ہو۔۔۔" اس نے پوچھا تھا۔زری نے اثبات میں سر ہلا یا

"سب ٹھیک ہی ہوتا ہے نینا۔۔۔خراب تو بس انسان ہو جایا کرتے ہیں" وہ کھوئی کھوئی سی تھی۔ نینا تڑپ کر اپنی جگہ سے اُٹھی اور اس کے پاس آبیٹھی

"کیوں پریشان ہو۔۔کیا ہوا ہے۔۔۔اظفر نے کچھ کہا ہے؟" نینا کا دھیان اسی جانب گیا تھا۔ زری کچھ نہیں بولی لیکن نینا کی سوالیہ نظروں کی تاب نا لا کر اسکی آنکھ سے آنسو ٹپکا تھا۔ اس نے اسے ہاتھ کی پشت سے صاف کیا تھا لیکن بولی کچھ نہیں۔ نینا اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"بتاؤ نا زری۔۔۔کیا پرابلم ہے۔۔۔؟" اس نے دوبارہ پوچھا تھا۔

"نینا! اظفر کی زندگی میں کوئی اور بھی ہے۔۔۔یا شاید۔۔۔پتا نہیں" وہ کشمکش کی سی کیفیت میں لگتی تھی جیسے کچھ بتانا بھی چاہتی ہو اور نا بھی بتانا چاہتی ہو۔ نینا نے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ زری کو بس اتنے سے لمس کی ضرورت تھی۔ وہ اسکے گلے لگ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ نینا کو زیادہ حیرت نا ہوئی۔ اسکا اور اظفر کا رشتہ عجیب سا تھا۔ وہ اسے بہت کم مخاطب کرتی تھی۔ اس کے گمان میں اظفر کے متعلق یہ خدشہ ہمیشہ ہی رہتا تھا کہ وہ زری کے ساتھ مخلص نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود اسے زری کے سامنے یہ سب سُن کر دُکھ ہوا۔ اس نے زری کے شانے سہلا کر اسے تسلی دینے کی کوشش کی مگر وہ الفاظ کی سخت کمی کا شکار تھی۔ اس نے خاموش رہ کر زری کو سننا بہتر سمجھا۔

"اظفر کی زندگی میں بہت ساری لڑکیاں ہیں۔۔۔وہ سب سے انتہائی بے تکلف ہے۔۔۔لیکن ایک لڑکی کے ساتھ وہ ضرورت سے زیادہ بے تکلف ہے۔۔۔اس سے ہر قسم کی بات کرتا رہتا ہے۔۔۔میں ٹوکتی ہوں تو وہ بُرا مان جاتا ہے۔۔۔وہ کہتا ہے وہ صرف فرینڈز ہیں۔۔۔وہ سمجھتا ہے کہ میں کنزرویٹو ہوں۔۔۔چھوٹے ذہن کی ہوں۔۔۔اس لئے الٹا سیدھا سوچتی رہتی ہوں۔۔۔لیکن نینا فرینڈز کو گندے گندے میسیج کون بھیجتا ہے۔۔۔وہ اگر صرف فرینڈز ہیں تو مجھ سے موبائل چُھپا کر رکھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔۔۔اور پھر ساری ساری رات بیوی کو چھوڑ کر "صرف فرینڈ" سے باتیں کون کرتا ہے۔۔۔؟" وہ بہت دُکھی تھی۔ بات کم کر رہی تھی اور رو زیادہ رہی تھی۔

"زری تم ایسے مت سوچو۔۔۔کیا پتا وہ واقعی فرینڈز ہوں۔۔۔۔تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ اسکی کافی کلاس فیلوز وغیرہ ابھی تک اس کے اِن ٹچ ہیں۔۔۔کیا پتا تم زیادہ وہمی ہو کر سوچ رہی ہو؟" اس نے زری کو تسلی دینے کی ایک بودی سی کوشش کی تھی۔ وہ خود جانتی تھی کہ اظفر کس قسم کا انسان ہے مگر بہن کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اس لئے جھوٹی تسلی دینی چاہی تھی۔

"نینا۔۔۔وہ میرا شوہر ہے، شوہر کے لئے تو ساری عورتیں وہمی ہوتی ہیں لیکن یہ میرا وہم نہیں ہے۔۔۔میں اا ظفر آنکھ کی جنبش سے اس کے دل کا حال جان سکتی ہوں۔۔۔اسکا بدلتا ہوا رویہ مجھ سے چھپا ہوا کیسے رہ سکتا ہے" وہ لاچاری بھرے انداز میں بولی۔

"تم پریشان مت ہو۔۔۔تم کہو تو میں اس سے بات کروں؟" نینا نے بہت سوچنے کے بعد کہا تھا۔ اظفر سے اس موضوع تو کیا کسی بھی موضوع پر بات کرنا اسے پسند نہیں تھا لیکن بہن کی خاطر وہ یہ بھی کر سکتی تھی۔ زری نے گہری لمبی سانس بھری پھر اپنے گال پر ہاتھ پھیرا تھا کہ آنسوؤں کی نمی کو صاف کر سکے۔

" نینا کیا بات کرو گی تم۔۔۔بات تو میں کر چکی ہوں۔۔۔منال کے بعد سے ہمارے درمیان باتیں ہوتی ہی اسی موضوع پر ہیں؟"
"کیا کہتا ہے وہ۔۔۔تم نے اسے کہا کہ تم یہ سب برداشت نہیں کر سکتی" نینا نے اسکی بات کاٹ کر پوچھا تھا۔
"اس کے کے لئے یہ کوئی خاص بات نہیں ہے نینا۔۔۔میں نے تمہیں بتایا ناوہ سمجھتا ہے میں کنزرویٹو ہوں اور اس کے اتنے اچھے سرکل آف فرینڈز سے جیلس ہوں۔۔۔میں جب بھی اس موضوع پر اسے ٹوکنے کی کوشش کرتی ہوں تو وہ کہہ دیتا ہے کہ اپنی بچگانہ سوچ کو بدلو زری۔۔۔زمانہ بدل گیا ہے۔۔۔بس یہی گردان کرتا رہتا ہے۔۔۔وہ یہی کہہ دیتا ہے کہ میرا لائف اسٹائل تو پہلے بھی یہی تھا،میں پہلے بھی تمہیں اپنی فرینڈز کی باتیں بتاتا تھا لیکن تب تمہیں برا نہیں لگتا تھا،اب تم خوامخواہ جیلس ہو جاتی ہو اور برا مان جاتی ہو۔۔۔لیکن نینا میں کیا کروں مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوتا۔۔۔مجھے غصہ آنے لگتا ہے میں جب اسے ہر وقت سیل فون پر مصروف دیکھتی ہوں۔ہمارے درمیان کشیدگی بڑھنے لگی ہے حالانکہ میں کوشش کرتی ہوں کہ ایسا نا ہو۔۔۔میں اسی لئے اپنی حالت کو نظر انداز کر کے اتنی جلدی امی کے گھر سے واپس چلی گئی تھی لیکن پھر بھی صورتحال نہیں بدلی۔۔۔بلکہ پہلے سے زیادہ مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔۔۔اب تو وہ ناراض ہونے لگا ہے اس روز روز کی بحث سے۔۔۔وہ کہتا ہے میں اس پر شک کر کے اسکی انسلٹ کرتی ہوں۔۔۔"
"ناراض ہوتا ہے تو ہونے دو۔۔۔آخر یہ تمہارا حق ہے کہ اس موضوع پر اچھے طریقے سے بات کی جائے۔۔۔پتا تو چلنا چاہیئے نا کہ وہ چاہتا کیا ہے؟" نینا کو ساری باتیں سُن کر اب غصہ آنے لگا تھا۔
"وہ مجھے چاہتا ہے۔۔۔یہ بات تو وہ برملا کہتا ہے۔۔۔وہ کہتا ہے کہ اس کے دل میں میری بہت اسپیشل جگہ ہے۔۔۔وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اسی لئے تو اس نے مجھ سے شادی کی ہے اور سچ کہوں نینا وہ میرا خیال بھی رکھتا ہے،روپیہ پیسہ بھی خرچتا ہے،منال سے بھی بہت پیار کرتا ہے،میری ذرا سی تکلیف پر پریشان ہو جاتا ہے لیکن اپنی روش نہیں بدلتا" زری کے چہرے پر بے انتہاء لاچاری تھی۔نینا مزید چڑ گئی۔
"یہ کیسی محبت ہے۔۔۔تمہیں اتنی ذہنی اذیت دے کر وہ دعویٰ کہتا ہے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔۔۔؟۔۔۔چھوڑ دو اسے زری۔۔۔اتنی اذیت ناقابل برداشت ہے۔۔۔ایسے مرد کے ساتھ ساری زندگی گھٹ گھٹ کر جینے سے بہتر ہے،پہلے ہی اپنی راہیں الگ کر لی جائیں" اس نے اپنی جانب سے انتہائی پُرخلوص مشورہ دیا تھا۔زری نے قطعیت سے نفی میں سر ہلایا۔
"یہ ناممکن ہے نینا۔۔۔میں مر کر بھی اظفر کو چھوڑ نہیں سکتی۔۔۔میں مر جاؤں گی اسے چھوڑ کر۔۔۔میں محبت کرتی ہوں اس سے۔۔۔مسئلہ یہ ہے ہی نہیں۔۔۔میں جانتی ہوں ہم دونوں کو محبت ہے ایک دوسرے سے۔۔۔" نینا نے اسکی بات کاٹی۔
"لعنت ہو ایسی محبت پر۔۔۔جو محبت اتنا تڑپائے،رُلائے ایسی محبت سے تو موت بہتر ہے۔۔۔تم کیوں ہر روز نقطہ کر کے مرنا چاہتی ہو اونہہ۔۔۔محبت۔۔۔اسے کہتے ہیں محبت۔۔۔؟"" وہ غُرا کر بولی تھی۔زری نے اسکے چہرے کی جانب دیکھا پھر سابقہ انداز میں بولی
"اسے ہی کہتے ہیں محبت نینا۔۔۔اب تو مان لو کہ اسے ہی کہتے ہیں۔۔۔تم خود بتاؤ سمیع رندھاوا نے تمہاری زندگی کو کونسا جنت بنا رکھا

ہے، اسکی جانب سے کونسا سکون مل رہا ہے تمہیں لیکن پھر بھی محبت کرتی ہونا اس سے۔۔۔تب ہی تو برداشت کر رہی ہو یہ سب۔۔۔میں اگر تم سے کہوں کہ چھوڑ دو اس شخص کو تو چھوڑ پاؤ گی۔۔۔نہیں نا۔۔۔۔؟۔۔۔بس یہی بات ہے نینا۔۔۔میں بھی نہیں چھوڑ سکتی اظفر کو۔۔۔میں محبت کرتی ہوں اس سے" نینا نے چونک کر اسکا چہرہ دیکھا تھا۔اسے خبر نہیں تھی کہ اس کے دل کی حالت اسکے چہرے سے اسقدر عیاں رہنے لگی ہے کہ اسکی بہن تک کو اسکی ساری کشمکش کی خبر ہو چکی ہے۔ایک لمحے کے لئے تو اسے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

"میں تمہیں طعنہ نہیں دے رہی نینا۔۔۔تم میری بات کا بُرا نا ماننا۔۔۔میں تو صرف یہی کہنا چاہ رہی ہوں کہ یہ اذیت جو ہم دونوں سہہ رہے ہیں، یہ ہماری قسمت میں ہمارے پیدا ہونے سے بھی پہلے سے لکھ دی گئی تھی۔۔۔اور اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے نصیب روشن نہیں ہیں۔۔۔بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے باپ نے جو بویا ہے۔۔۔ہمیں وہ کاٹنا ہی ہے۔۔۔ابا نے جانے کتنی عورتوں کو خون کے آنسو رلایا ہے۔۔۔کتنی عورتوں کے دل توڑے ہیں، کتنے ارمانوں کا خون کیا ہے۔۔۔وہ بددعائیں جو جھولی بھر بھر کر ابا کو ملی ہیں۔۔۔اسکی بھرپائی ہمیں ہی تو کرنی ہے۔۔۔یہی مکافاتِ عمل ہے۔۔۔" وہ بولتے بولتے بھی رو پڑی تھی۔نینا کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلکنے لگے تھے۔دونوں بہنیں کچھ دیر اسی طرح بے آواز روتی رہیں پھر نینا نے خود کو سنبھالا تھا۔

"زری! ایسا نہیں ہے۔۔۔ایسا نہیں ہوتا۔۔۔اللہ پاک ایسا نہیں کر سکتے ہمارے ساتھ۔۔۔وہ تو ہم سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتے ہیں ہم نے ایسی کون سی غلطیاں کی ہیں کہ ہمیں اتنی سخت سزا ملے۔۔۔میں بات کرونگی اظفر سے۔۔۔ہر مسئلے کا حل ہوتا ہے۔۔۔میں سمجھاؤں گی اسے۔۔۔" وہ کہہ رہی تھی کہ زری نے اسکی بات کاٹ دی۔

"نہیں نینا۔۔۔پلیز۔۔۔تم کسی سے کوئی بات نہیں کرو گی۔۔۔اظفر کو برا لگے گا اگر اسے پتا چلے گا کہ میں نے یہ سب باتیں یہاں اپنے میکے میں کسی سے کی ہیں۔۔۔مرد اسے اپنی ہتک تصور کرتے ہیں۔۔۔وہ تو پہلے ہی کہتا ہے کہ میں بلاوجہ الٹی سیدھی باتیں سوچ سوچ کر اپنے رشتے کو کمزور کر رہی ہوں۔۔۔اس لئے تم اس سے کوئی بات نہیں کرو گی۔۔۔اور میں تم سے درخواست کرتی ہوں۔۔۔پلیز ابا سے اس بات پر کوئی بحث نا کرنا۔۔۔انہیں کوئی طعنہ مت دینا۔۔۔انہیں اس بات کی ذرا سی بھی بھنک نہیں پڑنی چاہیئے۔۔۔وہ بہت محبت کرتے ہیں مجھ سے۔۔۔میری ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھتے ہیں۔۔۔انہیں یہ سب پتا چلے گا تو انہیں بہت اذیت ہوگی۔۔۔میں ابا کو اذیت نہیں دے سکتی نینا۔۔۔اس لئے مجھ سے وعدہ کرو کہ تم ابا سے اس متعلق کوئی بات نہیں کرو گی" وہ التجاء کر رہی تھی۔نینا اسکا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔وہ سوچتی تھی کہ زری پہلے سے کتنی بدل گئی ہے، بلاوجہ لڑنا جھگڑنا، طعنہ زنی اسکی عادت بن چکی تھی۔اب اسے احساس ہوا تھا کہ وہ تو ایک الگ ہی ذہنی تکلیف سے گزر رہی تھی۔

پانی کا تیز بہاؤ ایک جانب سے روکو تو وہ دوسری طرف سے راستہ بنا لیتا ہے۔۔۔زری جب اپنے شوہر پر اپنا ذہنی غبار نہیں نکال پاتی تھی تو گھر میں ان سب کو ٹوک ٹوک کر اپنا آپ ہلکان کرتی رہتی تھی۔نینا کی آنکھوں سے مزید کئی آنسو ایک ساتھ ٹپکے تھے۔وہ خود اتنی تکلیف

سے گزر رہی تھی کہ اسے پتا ہی نا چلا تھا کہ اسکی بہن کے ساتھ کیا کچھ ہو گیا تھا۔اس نے اسے دوبارہ سے گلے لگا لیا
"اللہ تمہاری تمام مشکلیں آسان کرے زری۔۔۔آمین" اس نے خلوصِ دل سے دعا کی تھی۔زری نے بھی" آمین" کہا تھا۔ان دونوں کو پتا نہیں چلا تھا کہ کمرے کے باہر بہت دیر سے کھڑے ایک اور شخص نے بھی اس دعا پر انتہائی دُکھ اور خلوص کے ملے جُلے تاثرات کے ساتھ" آمین" کہا تھا۔

☆......☆......☆

" وہ آجکل کیوں نہیں آتیں جو پہلے روز شام کو ان کو دیکھنے آیا کرتی تھیں؟" ہیڈ نرس نعیمہ ڈی سوزا نے ڈرپ میں سرنج سے کے ذریعہ دوا منتقل کر کے شہرین کا لحاف درست کیا تھا پھر اس کے پائنتی سے لگ کر بیٹھے اس کے شوہر کو تاسف بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔سرطان کی مریضہ ہونے کی حیثیت سے شہرین اس ہاسپٹل کی مستقل رہائشی تھی۔اسکا یہاں آنا جانا لگا ہی رہتا تھا۔اس کے آپریشن تھراپیز، ریڈی ایشن سب یہیں ہوتی رہی تھیں۔وہ اب کی بار چوتھی بار کوما میں گئی تھی اور چوتھی ہی بار یہی نرسیں اسکی دیکھ بھال کرتی تھیں۔یہ مرض ہی ایسا ہے کہ اس میں اسپتال کے اسٹاف کو کو مریض کے چہرے سے ہی واقفیت نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ان کے خاندان کے سب افراد سے واقف ہو جایا کرتی تھیں۔انہیں دن رات نئے نئے چہروں اور رویوں کو پرکھنے کا موقع ملا کرتا تھا۔
کوما کے بعض مریض تو ایسے ہوتے تھے کہ ان کے چاہنے والے ہمہ وقت ان کے بستر کے پاس موجود رہنا چاہتے تھے اور بعض کو وہ اکیلے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے بھی دیکھ چکی تھیں۔شہرین سمیع اول الذکر مریضوں سی مریضہ تھی۔اس کے وجود میں زندگی فقط پانچ سے دس فیصد ہی باقی رہ گئی تھی۔ڈاکٹرز کئی بار اس کی آخری سانس کی پیش گوئی کر چکے تھے۔اس کی موت کے خدشے کا اظہار بھی کئی بار کیا گیا تھا لیکن وہ موت کی دہلیز سے پلٹ کر آجاتی تھی۔اس کی حالت اگرچہ بالکل مخدوش ہو چکی تھی۔مشینوں نے اسکا وجود اتنی بری طرح ڈھک رکھا تھا کہ وہ ان میں چھپی ہوئی نظر بھی نا آتی تھی۔اسکا جسم بستر پر پڑا رہنے کے باعث اتنا گل چکا تھا کہ اس کے جسم پر جو آبلے پڑے تھے، ان میں سے بدبو آنے لگی تھی۔اس کے رشتہ دار اب اسے دیکھنے کے لئے آتے تھے تو قریب نہیں آتے تھے بلکہ دور دور سے اسے دیکھتے تھے اور چلے جاتے تھے۔ایک اسکا شوہر تھا جو روز آتا تھا، اس کے قریب بیٹھ جاتا تھا اور بس چُپ چاپ اس کے قطرہ قطرہ پگھلتے جسم کو دیکھتا رہتا تھا۔ہیڈ نرس نعیمہ کو اس پر ترس بھی آتا تھا۔انکا دل چاہتا تھا کہ وہ کچھ دیر اس شخص کے قریب بیٹھ کر اسے سمجھائیں کہ۔۔۔
"اس کے قدموں میں مت بیٹھا کرو۔۔۔ہو سکتا ہے اس کی پرواز تمہاری وجہ سے معطل ہو رہی ہو۔۔۔تم اسکی روانگی کو اس کے لئے کیوں مشکل بناتے ہو"
وہ سوچتی تھیں مگر کہتے ہوئے جھجک سی جاتی تھیں۔بعض اوقات اس قسم کے مریضوں کے رشتہ دار ان کی ہمدردی کا بُرا بھی مان جاتے تھے۔انہیں آئی سی یو کا تیرہ سال کا تجربہ تھا۔گزشتہ پانچ سالوں سے وہ اس پرائیویٹ اسپتال کے نیورولوجی یونٹ میں پارٹ ٹائم کر

رہی تھیں۔کئی لوگ ان کے ہاتھوں میں دَم توڑ چکے تھے۔انہیں مرتے ہوئے لوگوں کے چہروں میں چھپی المناک ان گنت کہانیاں پڑھنے کا گہرا تجربہ تھا۔وہ جانتی تھی شہرین کے وجود میں کچھ نہیں بچا لیکن کچھ ہے جو اسے روک لیتا ہے، کچھ ہے جو اسے اتنا بے چین کرتا ہے کہ وہ جاتے جاتے رُک جاتی ہے۔۔۔انہیں محسوس ہوتا تھا کہ وہ مرتا ہوا وجود کسی کا منتظر ہے۔وہ چاہتی تھیں وہ اس کے جانے میں مدد کر دیں ،اسکی مشکل کو آسان کر دیں مگر کچھ سوچ کر چُپ رہ جاتی تھیں۔اس روز سمیع کو خالی خالی آنکھوں سے اس کے وجود کے قریب بیٹھے دیکھ کر وہ پوچھے بناء رہ ناپائی تھیں۔سمیع نے ایک دَم سے انکی جانب دیکھا۔اسے انکا سوال سمجھ نا آیا تھا،ہیڈ نرس نعیمہ نے بہت چاہا لیکن وہ رہ نہیں پائی تھیں۔وہ اس شخص کے ذرا قریب ہوئی تھیں پھر انہوں نے عیادت کے لئے آنیوالوں کے لئے جو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں ان میں سے ایک کرسی گھسیٹی تھی اور اس پر بیٹھ گئی تھیں۔

”میں آپکا کچھ وقت لے سکتی ہوں۔۔۔؟“انہوں نے اس سے پوچھا پھر جواب کا انتظار کئے بناء بولیں۔

”آپ مسلمان ہیں۔۔۔میں تو نہیں ہوں لیکن مذہب کی بحث میں پڑے بناء بحیثیت انسان ہم دونوں جانتے ہیں کہ موت کا وقت مقرر ہوتا ہے،معین ہوتا ہے۔۔۔موت اپنے وقت پر آتی ہے لیکن یقین کریں مرتے ہوئے انسان کی آسانی کی دعا کر کے ہم اس وقت کو سہل بنا سکتے ہیں۔۔۔ان کے لئے آسانی اور راحت کی دعا کریں۔۔۔بڑی تکلیف میں ہیں یہ۔۔۔مت روکیں انہیں“وہ رُکیں اور ایک نظر شہرین کے وجود پر ڈالی پھر اسکی جانب دیکھا اور بولیں۔

”آپ مجھے دقیانوسی بھی کہہ سکتے ہیں اور توہم پرست بھی۔۔۔بے حس اور بے عقل بھی۔۔۔لیکن میں نے جو محسوس کیا ہے وہ میں کہہ کر ہی رہونگی۔۔۔“انہوں نے بات کی ابتداء ذرا نرمی سے کی تھی لیکن ان کا لہجہ بالکل ٹھوس تھا جیسے انہیں اپنے موقف پر مکمل یقین ہو

”یہ جانا چاہتی ہیں۔۔۔انہیں آپ میں یا اس دنیا میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی۔۔۔ان کا معاملہ دنیا سے ختم ہونا چاہتا ہے لیکن آپ انہیں جانے نہیں دے رہے۔۔۔روز ان کے قدموں میں آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔۔۔روز آنسو بہا کر انہیں تکلیف دیتے ہیں۔۔۔وہ جانے کی ہمت کرتی ہونگی لیکن آپکو دیکھ کر پھر وہیں ٹھہر جاتی ہیں۔۔۔کسی مرتے ہوئے انسان کو تکلیف دینا کوئی اچھی بات ہے کیا؟“وہ اس سے پوچھ رہی تھیں،سمیع کے چہرے پر لکھا تھا کہ اسے انکی بے سروپا بات سمجھ میں نہیں آئی۔

”ان کی روانگی کو آسان بنائیں سمیع صاحب۔۔۔وہ مشکل جو ان کی پرواز میں حائل ہے۔۔۔اس مشکل کو دور کر دیں۔۔۔خدا سے ان کی زندگی مت مانگیں۔۔۔زندگی ان کو درد دیتی ہے۔۔۔خدا سے ان کے لئے درد مت مانگیں“انہوں نے اپنا موقف اپنی مرضی سے مکمل کیا تھا اور پھر سمیع کو اس کے دکھ میں تڑپتا چھوڑ کر باہر نکل گئی تھیں۔سمیع کی آنکھوں سے لگاتار کئی آنسو ٹپکے تھے۔

”تمہارے لئے درد کیسے مانگ سکتا ہوں شہرین۔۔۔مر کر بھی نہیں“

☆......☆......☆

”یہ اذیت جو ہم دونوں سہہ رہے ہیں، یہ ہماری قسمت میں ہمارے پیدا ہونے سے بھی پہلے سے لکھ دی گئی تھی۔۔۔اور اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے نصیب روشن نہیں ہیں۔۔۔بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے باپ نے جو بویا ہے۔۔۔ہمیں وہ کاٹنا ہی ہے۔۔۔ابا نے جانے کتنی عورتوں کو خون کے آنسو رلایا ہے۔۔۔کتنی عورتوں کے دل توڑے ہیں، کتنے ارمانوں کا خون کیا ہے۔۔۔وہ بددعائیں جو جھولی بھر بھر کر ابا کو ملی ہیں۔۔۔اسکی بھرپائی ہمیں ہی تو کرنی ہے۔۔۔یہی مکافاتِ عمل ہے۔۔۔“

یہ زری کی سسکتی ہوئی آواز نہیں تھی۔یہ تھپڑ تھا جو کاشف نثار کے منہ پر پڑا تھا۔انہیں لگا وہ ادھ موئے ہو گئے ہیں۔اس رات کے بعد سے انہیں کسی رات سکون سے نیند نہیں آئی تھی۔وہ ہر روز رات کو بس خالی آنکھوں سے چھت کو تکا کرتے تھے۔یہ کیسی اذیت تھی جو انکا مقدر بن گئی تھی۔انہیں کوئی بیماری نہیں تھی لیکن وہ خود کو برسوں کا بیمار سمجھنے لگے تھے۔

اس روز رات کو اپنی بیٹیوں کے کمرے کے باہر سے گزرتے ہوئے ان کے قدم جیسے کسی مقناطیس نے جکڑ لئے تھے۔

”اظفر کی زندگی میں بہت ساری لڑکیاں ہیں“ زری نے کہا تھا۔یہ بات ان کے لئے کوئی انکشاف نہیں تھا۔انکشاف یہ تھا کہ زری جانتی تھی کہ اسکا شوہر کس قسم کی حرکات میں ملوث تھا۔وہ وہیں کھڑے ہو کر اس کی باتیں سننے لگے تھے۔انکا دل چاہا تھا کہ اندر کمرے میں جا کر بیٹی کو سینے سے لگائیں اور اسے احساس دلائیں کہ۔۔۔

”وہ اس کے ساتھ ہیں۔ان کے ہوتے ہوئے کوئی ان کی بیٹی کو دکھ دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔وہ اسے تسلی دیں کہ ان کے گھر کے دروازے اپنی بیٹی کے لئے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔۔۔ان کی بیٹی جب چاہے اس شخص کے منہ پر تھوک کر ان کے گھر واپس آ جائے۔۔۔وہ اسے سنبھال لیں گے۔۔۔“

یہ سب کہنے کی نوبت ہی نا آئی تھی۔انہوں نے سنا انکی بیٹی، انکی چہیتی بیٹی، انکی لختِ جگر کہہ رہی تھی

”یہ اذیت جو ہم دونوں سہہ رہے ہیں، یہ ہماری قسمت میں ہمارے پیدا ہونے سے بھی پہلے سے لکھ دی گئی تھی۔۔۔اور اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے نصیب روشن نہیں ہیں۔۔۔بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے باپ نے جو بویا ہے۔۔۔ہمیں وہ کاٹنا ہی ہے۔۔۔ابا نے جانے کتنی عورتوں کو خون کے آنسو رلایا ہے۔۔۔کتنی عورتوں کے دل توڑے ہیں، کتنے ارمانوں کا خون کیا ہے۔۔۔وہ بددعائیں جو جھولی بھر بھر کر ابا کو ملی ہیں۔۔۔اسکی بھرپائی ہمیں ہی تو کرنی ہے۔۔۔یہی مکافاتِ عمل ہے۔۔۔“

کاشف نثار نے یہ سب سنا تھا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے تھے۔

”آپکا کبیرہ گناہ کبھی چھپتا ہے نا دبتا ہے نا کبھی مرتا ہے۔۔۔وہ پلٹ کر کسی نا کسی روپ میں آپ کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔۔۔اور پھر آپ ہوتے ہیں اور آپکا گناہ ہوتا ہے۔۔۔جیسے بندر اور ڈگڈگی۔۔۔“

اس رات سے کاشف نثار بندر کی طرح بس اُچھل رہے تھے لیکن انکا اچھلنا کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔وہ اذیت سہہ رہے تھے لیکن کسی کو کہہ

نہیں سکتے تھے،وہ رو رہے تھے لیکن انکی آنکھ سے آنسو نہیں ٹپکتے تھے۔انہیں نیند نہیں آتی تھی لیکن وہ آنکھیں بند کر کے سوتے بنے رہتے تھے۔
ان کو کھلی آنکھوں کے خواب میں کبھی حبیبہ نظر آتی تھی، کبھی رخشی، کبھی شہابہ، کبھی نیلم، کبھی سونیا، کبھی شاہانہ۔۔۔لاتعداد نام تھے،لاتعداد گھونسے تھے جو ان کے چہرے پر ہر لمحہ پڑتے تھے اور وہ کسی کو بتا نا پاتے تھے۔زندگی ان کے لئے اذیت کا دوسرا نام بن چکی تھی اور وہ اسے گزارنے پر مجبور تھے۔

"مکافاتِ عمل ایک حقیقت ہے۔۔۔ایک اٹل حقیقت۔۔۔اللہ دکھا دیتا ہے دنیا میں ہی آپ کے ہر عمل کا ردِ عمل۔۔۔"

☆......☆......☆

"یا اللہ۔۔۔تو مجھ سے واقف ہے۔۔۔تو جانتا ہے میں نے کبھی اس عورت کو دُکھ دینے کے متعلق سوچا تک نہیں جسے تو نے میری شریکِ حیات بنایا ہے۔میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ خلوص سے مکمل سچائی سے اس کے نام کیا ہے۔اس کی بھلائی کے لئے اس کی بہتری کے لئے ہر وہ کام کرنے کی کوشش کی جو جائز تھی، حلال تھی۔۔۔تیرے حکم کے مطابق ہم نے اپنا بستر ہی نہیں بانٹا، بلکہ عزت محبت، دولت ہر چیز ایک دوسرے کے ساتھ بانٹی ہے۔۔۔جو میرا تھا، وہ اسکا تھا۔۔۔اور جو اسکا تھا، وہ میرا بھی تھا۔لیکن ایک درد ہے جو ہم ایک دوسرے کے ساتھ نہیں بانٹ پائے۔۔۔وہ لاچار تکلیف میں پڑی ہے اور میں اسے تڑپتا دیکھ رہا ہوں، کب سے دیکھ رہا ہوں اور اس کی آسانی کی دعا نہیں کر رہا۔۔۔میں بس تجھ سے اسکی زندگی کی دعائیں مانگتا چلا جا رہا ہوں۔۔۔یہ سوچے سمجھے بناء کہ میری دعائیں اسے اذیت دے رہی ہیں۔۔۔یا اللہ میں آج تجھ سے اسکی زندگی کی نہیں بلکہ آسانی کی دعا کرتا ہوں"

سمیع نے اپنے ہاتھ تو رب کے سامنے دعا کی صورت اُٹھا رکھے تھے لیکن اسکا ذہن وہیں کہیں اسپتال کے بستر پر پڑی شہرین کے گرد گھوم رہا تھا۔اس کا نالیوں میں جکڑا بدن جیسے اسکی آنکھوں کے پردے سے چپکا ہوا تھا۔

"یا اللہ! آج پہلی بار تجھ سے اسکی آسانی طلب کرتا ہوں۔۔۔اس کے ہر اس درد کو ختم کر دے جسے میں چاہ کر بھی بانٹ نہیں پایا۔ہر وہ اذیت جس نے اسکے وجود کو لاچار کر رکھا ہے، اس اذیت کو ختم کر دے یا اللہ۔۔۔بس اسے آسانی دے دے۔۔۔اسے راحت عطا فرما مولا۔۔۔میری شہرین کے ہر درد کو ختم کر دے مالک۔۔۔میں تجھ سے اپنی خوشی نہیں بلکہ اپنی شہرین کی آسانی چاہتا ہوں یا اللہ۔۔۔اس کی روانگی میں جو بھی رکاوٹ ہے۔۔۔اس رکاوٹ کو دور کر دے یارب العالمین!۔۔۔وہ میری جان ہے۔۔۔میری جان پر آسانی ہوگی تو مجھ پر آسانی ہوگی۔۔۔یا اللہ ہم دونوں پر آسانی ہوگی۔۔۔یا اللہ ہم دونوں کو آسانی عطا کر دے۔۔۔آمین یارب العالمین۔۔۔آمین یارب العالمین۔۔۔آمین یارب العالمین" وہ روتا جا رہا تھا اور بس سسک سسک کر دعا مانگتا جا رہا تھا۔اسی دوران اس کے سیل فون میں ارتعاش پیدا ہوا تھا۔وہ ایک دَم سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔رات کے اس پہر تو اسپتال سے ہی فون آسکتا تھا۔اس نے آگے ہو کر فون کی جانب دیکھا۔آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی کے باعث اسے فون کی اسکرین پر نمایاں نام واضح نظر نہیں آیا تھا۔اس نے فون کان سے لگایا۔

"سمیع۔۔۔" پہلی صدا اس کے نام کی ہی ہوئی تھی۔

"کونین۔۔۔آپ۔۔۔؟" اس نے بھیگی ہوئی آواز میں پوچھا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی لیکن اسکے سسکنے کی آوازیں سمیع کو صاف موصول ہو رہی تھیں۔

"آپ برا تو نہیں مانیں گے۔۔۔اگر میں ایک بار شہرین کو دیکھنے ہاسپٹل جاؤں؟" وہ پوچھ رہی تھی۔ اسکی کال کا اس وقت آنا سمیع کے لئے حیران کن تھا۔ وہ رب سے آسانی مانگ رہا تھا اور اسی لمحے کونین نے اپنے ہونے کا احساس دلا دیا تھا۔

وہ جب رَب کو اتنی شد و مد سے یاد کر رہا تھا، کوئی اسے اتنی ہی شدت سے یاد کر رہا تھا۔۔۔وہ جب رَب سے اپنی آسانی طلب کرنے میں مگن تھا، کوئی اسے رَب سے طلب کرنے میں مگن تھا۔

بعض فیصلے بس اچانک ہی کرنے پڑتے ہیں۔۔۔وہ فیصلہ بھی بس اچانک ہو گیا تھا

☆......☆......☆

"اپنا سم کارڈ نکال کر فون بند کر دیں" سمیع نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ ایمن اس کے ساتھ دوسری کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیوں۔۔۔؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔

"اس لئے کہ وہاں یہ کام نہیں کرے گا۔۔۔وہاں دوسرا سم کارڈ لینا پڑے گا نا۔۔۔" سمیع نے وضاحت کی تھی

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔۔۔وہاں تو یہ ڈی ایکٹیویٹ ہو جائیگا" اس نے سر ہلایا تھا۔

"ماشاءاللہ بڑی ذہین ہیں آپ۔۔۔بہت جلدی سمجھ میں آ گئی یہ بات آپکو" سمیع نے مسکراتے ہوئے اسے چڑایا تھا

کونین کی اچھی بات یہ تھی کہ وہ اسکی ہر بات فوراً مان لیتی تھی۔

"آپ نے جانے سے پہلے کسی کو پھول بھجوانے تھے نا۔۔۔بھول تو نہیں گئیں؟" سمیع کو اسکی سب ضروری باتیں یاد رہتی تھیں

"جی جی۔۔۔بھجوا دئے تھے۔۔۔میرے ایک بہت اچھے دوست کی شادی ہے کل۔۔۔مہر ہے نا۔۔۔میری بھانجی۔۔۔۔اس کے چاچو کی شادی ہے۔۔۔میں نے بتایا تھا نا آپکو اس کے متعلق۔۔۔اس کے بڑے احسان ہیں مجھ پر۔۔۔اسی کو بھجوانے تھے پھول اور مبارکباد کا پیغام۔۔۔میں نے بھجوا دئے تھے پھول اور کارڈ بھی" اس نے جواب دیا تھا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔آپ اپنے سب دوستوں کے کانٹیکٹ نمبرز ڈیوائس میں محفوظ کر لیں۔۔۔تاکہ وہاں جا کر آپکو سب کے ساتھ رابطہ کرنے میں آسانی ہو" سمیع نے اسے مشورہ دیا تھا

"اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میرا رابطہ آپ سے شروع ہو کر بس آپ پر ہی ختم ہو جاتا ہے۔۔۔میرے لئے بس ایک ہی کانٹیکٹ اہم ہے۔۔۔سمیع رندھاوا۔۔۔میرے سارے کانٹیکٹس بس آپ سے شروع ہو کر آپ پر ہی ختم ہو جاتے ہیں۔" وہ دُلار بھرے لہجے

میں بولی تھی اور ساتھ ہی اس کے کندھے میں اپنی باز وحمائل کی تھی۔سمیع مسکرایا۔وہ ایسی ہی تھی۔اس کے ساتھ اپنی محبت کا ہر لمحہ اتنا کھل کر اظہار کرتی تھی کہ بعض اوقات سمیع اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھنے لگتا تھا۔زندگی میں دوبارہ سے مسکرانے میں اس لڑکی کا کردار بے حد اہم تھا۔اس نے اسے بدل کر رکھ دیا تھا۔وہ اس روز رات کو کونین کو خود جا کر اس کے گھر سے واپس لایا تھا اور اس کے تین دن بعد شہرین نے خاموشی سے دَم توڑ دیا تھا۔

یہ بات اذیت ناک تھی لیکن وہ سب جیسے اس دھچکے کے لئے تیار تھے۔وقت گزرنے لگا تھا۔زندگی اپنے مقام پر واپس آنے لگی تھی۔سمیع کو نارمل ہوتے کافی وقت لگ گیا تھا لیکن کونین نے اس دوران بھی اسکا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔وہ ہر مقام پر اس کے ساتھ تھی۔یہی وجہ تھی کہ جب سمیع نے کینیڈا کی امیگریشن لینے کا فیصلہ کیا تو بھی اس نے اسکا ساتھ دیا تھا۔

"میں یہاں نہیں رہنا چاہتا۔۔۔میں یہاں سے چلے جانا چاہتا ہوں۔۔۔چاہے چند سالوں کے لئے ہی سہی لیکن میں اس سارے دائرے سے نکلنا چاہتا ہوں۔۔۔مجھے یہاں رہنے میں اذیت ہوتی ہے"کونین نے ایک بار بھی نہیں کہا تھا کہ میں ایسا نہیں چاہتی۔اس نے سمیع کے اس فیصلے پر بھی لبیک کہا تھا۔اس سارے عمل میں کافی مہینے لگ گئے تھے اور آج وہ دونوں ایمن کے ساتھ ائر پورٹ کے ڈیپارچر لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ایمن ساتھ بیٹھے بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مگن ہوگئی تھی۔

"کونین بہت بولتی ہیں آپ۔۔۔اور یہ ایئر پورٹ ہے۔۔۔آپکا بیڈ روم نہیں ہے۔۔۔ذرا ٹھیک ہو کر بیٹھیں"سمیع نے سنجیدہ رہنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے ٹوکا تھا۔وہ مزید اس کے قریب ہوئی پھر ناک چڑھا کر بولی۔

"میں زیادہ اس لئے بولتی ہوں تا کہ توازن قائم رہے۔۔۔آپ اتنا کم بولتے ہیں۔۔۔تو،مجھے خدشہ رہتا ہے کہ لوگ ہمیں گونگا نا سمجھ لیں۔۔۔اچھا تو نہیں لگتا نا کہ یہاں بیٹھیں لوگ سمجھیں کہ یہ کپل جو اتنا خوبصورت ہے۔۔۔اور لڑکی یعنی کہ میں جو کہ بہت ہی خوبصورت ہے۔۔۔گونگے ہیں۔۔۔اسی لئے زیادہ بول رہی ہوں میں"وہ ایسی ہی بے سروپا باتیں کرتی تھی لیکن سمیع کو اسکی زندگی سے بھرپور باتیں اچھی لگتی تھیں۔اسے لگتا تھا کہ اس کی ذات کے اندر جو سناٹے ہیں،کونین کی باتیں اس سناٹے کو ختم کر دیتی ہیں۔اس وقت بھی سمیع کو ہنسی آگئی۔اس نے اسکے دوسرے ہاتھ میں موجود سیل فون پکڑا تھا۔

"اچھا تو آپ بہت خوبصورت ہیں۔۔۔؟"وہ اسے چڑاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔اس نے سر ہلایا۔

"اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ میں بہت خوبصورت ہوں لیکن آپکو یہ بات سمجھ میں نہیں آئیگی کیونکہ آپ نے کبھی مجھے غور سے نہیں دیکھا"وہ لاپروائی سے بولی تھی۔

"یہ کس نے کہا کہ میں نے آپکو غور سے نہیں دیکھا۔۔۔جناب میں نے تو آپکو پہلی ملاقات میں ہی بہت غور سے دیکھ لیا تھا؟"وہ بات برائے بات کر رہا تھا۔

"اچھا واقعی۔۔۔پھر آپ تو مرمٹے ہونگے مجھ پر۔۔۔آپ نے سوچا ہوگا نا کہ کتنی حسین لڑکی ہے یہ؟" وہ پوچھ رہی تھی۔سمیع مسلسل مسکرا رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس کے موبائل میں محفوظ نمبرز کو ڈیوائس پر منتقل کر رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔یہی سوچا تھا میں نے کہ کتنی خوبصورت لڑکی ہے۔۔۔لیکن اللہ نے اسے عقل کتنی کم دی ہے۔۔۔کاش ذرا سی عقل دی ہوتی تو مجھ غریب کا بھلا ہو جاتا" وہ باتیں اس سے کر رہا تھا لیکن توجہ موبائل کی جانب تھی۔

"آپ پہلے دن سے مجھ پر فدا تھے نا۔۔۔مجھے پہلے ہی شک تھا آپ پر۔۔۔کہ یہ بندہ شکل سے ہی گھنا میسنا لگتا ہے" وہ اسے چڑا رہی تھی۔

"اچھا اب ذرا خاموش رہیں ایک منٹ۔۔۔ایک ضروری کال کرنی ہے مجھے۔۔۔" وہ اسے ٹوک کر بولا تھا۔دوسری جانب کال مل گئی تھی۔سمیع بات کرنے لگا تھا۔اسے بات کرتا دیکھ کر وہ بالکل چُپ ہوگئی تھی کیونکہ اسے پتا چل گیا تھا کہ وہ کس سے بات کر رہا ہے۔ایک منٹ میں اپنی علیک سلیک مکمل کر کے سمیع نے اسے فون تھمانا چاہا تھا۔وہ متذبذب تھی۔سمیع نے فون کی اسکرین کو ہاتھ سے چھپایا تھا تاکہ دوسری جانب آواز نا جا سکے۔

"میری خاطر۔۔۔پلیز۔۔۔" وہ بہت محبت بھرے لہجے میں بولا تھا۔کونین نے فون تھام لیا تھا۔

"جی ابا۔۔۔ٹھیک ہوں۔۔۔جی بالکل۔۔۔ہاں جی ابا۔۔۔ایمن بھی ٹھیک ہے۔۔۔ہاں جی ابا۔۔۔جاتے ہی نمبر بھجوا دوں گی اپنا۔۔۔آپ بھی اپنا خیال رکھئے گا ابا۔۔۔دوا وقت پر لیتے رہیئے گا" اس نے روبوٹ کی طرح بات کی تھی لیکن کر لی تھی۔فون بند کر کے اس نے اپنا فون دوبارہ سے سمیع کو پکڑا دیا تھا۔ان دونوں نے اس موضوع پر کوئی بات نا کی۔سمیع جانتا تھا کہ کونین کے تعلقات اپنے ابا سے واجبی نوعیت کے ہیں لیکن وہ پھر بھی دھیان رکھتا تھا کہ وہ ان سے رابطے میں رہے۔اسی طرح وہ بھی سمیع کے والدین کے ساتھ رابطے میں رہتی تھی۔وہ اکثر ایمن کی اپنی نانا دادے اور خالاؤں سے بھی بات کروا دیا کرتی تھی۔سمیع نے فون بند کر کے اس کے بیگ کی زِپ کھولی تھی اور فون اس میں رکھ دیا تھا۔

"تھینک یو" سمیع نے کہا تھا۔وہ ایک لمحے کے لئے اسکا چہرہ دیکھتی رہی پھر سادہ سے انداز میں بولی۔

"آپ کی خاطر مر بھی سکتی ہوں۔۔۔یہ تو بس ایک فون کال تھی" سمیع نے سر ہلایا پھر ایک بار پھر سراہنے والے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"تھینک یو سو مچ۔۔۔" اس نے ناک چڑھائی اور منہ بنا کر بولی۔

"تھینک یو سو مچ۔۔۔اونہہ۔۔۔ارے بندہ خدا! ایسی باتوں کے جواب میں" آئی لو یو" کہتے ہیں" سمیع کو ہنسی آگئی۔

"واقعی۔۔۔؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا پھر اسکے جواب کا انتظار کئے بغیر بولا۔

"لیکن میں ایسی باتوں کے جواب میں" آئی لو یو" نہیں کہتا" کونین نے پھر اسے گھورا تھا اور طنزیہ انداز میں بولی۔

"اچھا۔۔؟ تو آپ ایسی باتوں کے جواب میں کیا کہتے ہیں؟" سمیع چند لمحے مسکرا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا پھر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس کی ناک کو ہلکا سا چھوتے ہوئے ذو معنی انداز میں بولا۔

"وہ میں آپکو گھر جا کر بتاؤں گا۔۔اب ہر بات کا جواب ائیر پورٹ پر بھی نہیں دیا جاسکتا" کو نین اسکی بات میں چھپی شرارت کو سمجھ کر جھینپ کر مسکراتے ہوئے ایمن کو دیکھنے لگی تھی۔اسکی بازو ابھی بھی سمیع کی بازو کے گرد لپٹی تھی۔اسکا ہاتھ سمیع کی بازو پر دھرا تھا۔سمیع نے اسکے اسی ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور اطمینان سے اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔



پھر اس کے قدموں نے کسی سطح کو چھوا تھا۔اسے لگا اسکا پورا وجود اوپر سے نیچے ہل گیا ہے۔۔ایسے جیسے خلاء باز خلا میں قلابازی کھاتے ہیں۔۔اس نے بھی دھیرے دھیرے ایسی ہی قلابازی کھائی تھی۔۔اور پھر وہ اپنی ٹانگیں اپنے پیٹ سے چپکا کر پرسکون ہو کر لیٹ گئی تھی۔۔ایسے جیسے اپنی ماں کے رحم میں ان کے رحم و کرم پر ہو۔



ختم شد